

شرح ریاض الصالحین

مؤلف: امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمہ اللہ

۶۸۶-۶۳۱ھ

مکالمہ

جلد سوم



مترجم:

ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

شرح:

علامہ ابو التراب محمد ناصر الدین ناصر الدینی عطاری

پروگریسو بکس

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

@zohaibhasanattari

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زوہیب حسن عطاری

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب

امام منہج الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمہ اللہ

ترجمہ

ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

شرح

”لانا ناصر حسین قادری عطاری“

شرح ریاض الصالحین

مارچ 2015ء

بار اول

آصف صدیق پرنٹرز

پرنٹرز

1100/-

تعداد

چوہدری غلام رسول - میاں جواد رسول
میاں شہزاد رسول

ناشر

= / روپے

قیمت

ملنے کے پتے

المسلم بکریو

۱۲۔ منج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941
0323-8836776

ملت پبلی کیشنز

Ph: 051-2254111 فیصل مسجد اسلام آباد

E-mail: millat_publication@yahoo.com

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5۔ مکہ سنٹر نیوار دو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

یوسف مارکیٹ ۵۔ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ۵۔ لاہور

فون 042-37124354 فکس 042-37352795

پروگریسو بکس

فہرست

37	غصہ کب بڑا کب اچھا ہے؟	74- بردباری سوچ بچار کر کے کام کرنا..... 15
37	غصہ کا علاج	اسلام قبول کر لیا 15
38	76- تکالیف برداشت کرنا.....	نری سختی میں بدل جاتی 17
38	ان دو پہاڑوں کو ملا دوں؟	مسلمانوں پر مجود و کرم امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ 18
39	77- شریعت کی بے حرمتی پر غصہ کرنا.....	اخلاق نبوت 19
41	سانے سے کھانا اٹھوا دیا	نری کی فضیلت کا بیان 20
45	78- حکام کو مرغایا پر نری کرنے کا حکم.....	فتاویٰ رضویہ کے اہم اقتباسات 22
47	حسن سلوک	تساوت قلبی 23
50	رعایا کے آداب	دل کی سختی کے مرض میں مبتلا 23
52	گانے پر ٹیکس	غصہ پینے کا انعام 24
54	79- منصف حکمران	غلام آزاد کر دیا 24
56	سات خوش نصیب	مؤمنوں پر تین احسان کرو! 26
60	عادل حکمران پر عرش کا سایہ	بلند ترین درجات 28
60	80- جائز کاموں میں حکمرانوں کی اطاعت.....	75- درگزر کرنا اور جاہلوں سے اعراض کرنا..... 28
62	انوکھی عاجزی	بیعت عقبہ اولیٰ 30
62	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو ترجیح	بیعت عقبہ ثانیہ 31
66	حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دور خلافت	اپنی ذات کے لئے تو کبھی کسی سے انتقام 33
69	بندر استقامت پیروی کرے	طائف وغیرہ کا سفر 35

71	عادل حکمران پر عرش کا سایہ	97	راز فاش کرنا
75	81- امارۃ و منصب کا طلب کرنا منع ہے	97	86- وعدہ وفا کرنا اور عہد نبھانا
79	دنیا سے کنارہ کشی	98	امانت میں خیانت
80	82- سلطان کو اچھے وزیر کا انتخاب کرنے کی ترغیب دینا	100	باتوں، کاموں اور عہدوں کی امانت
83	83- حکومت و قضاء کا منصب حریص اور طلبگار کو دینا منع ہے	102	87- جس کا رخیر کو اپنائے اس پر پابندی کرے
84	2- کتاب الادب	103	جو بھی عمل کرتا اسے مستقل کرتا
84	84- حیا اور اس کی فضیلت.....	104	88- ملاقات کے وقت خوش کلامی.....
84	حیا کے کہتے ہیں؟	105	اچھی باتوں کا فائدہ اور بری باتوں کا نقصان
85	سب سے بڑا با حیا انسان	105	اچھی بات کے سوا کچھ نہ بولو
85	حیا کی 2 قسمیں	106	اچھی بات کے علاوہ کچھ کہتے ہوئے نہ سنا
85	فطری اور شرعی حیا	108	89- مخاطب کے لیے بات کی وضاحت.....
86	حیا میں تمام اسلامی احکام پوشیدہ ہیں	109	بات چیت کرنے کی سنتیں اور آداب
86	حیا کے احکام	110	90- مجلس کی بات کان لگا کر سننا
87	حیا کرنے کا حق	111	مسلمان کا قتل
87	سر کی حیا	112	91- وعظ اور اس میں میانہ روی
87	زبان کی حیا	119	92- وقار و سکون کا تذکرہ
87	جنت حرام ہے	120	قبیحہ کی مذمت
87	جہنمی بھی بیزار	120	93- نماز، علم وغیرہ کے لیے سکون و وقار سے آنا مستحب ہے
88	خواہش نفس ایک طرح کا نابینا پن	122	94- مہمان کی عزت و تکریم کرنا
90	85- راز کی حفاظت کرنا	126	مہمان نوازی کی سنتیں اور آداب
92	حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	127	مہمان باعث خیر و برکت ہے

170	لباس پہننے کی سنتیں اور آداب	127	مہمان میزبان کے گناہ معاف ہونے کا سبب ہوتا ہے
171	لباس پہننے کی سنتیں اور آداب	127	دس فرشتے سال بھر تک گھر میں رحمت لٹاتے ہیں
172	وضو کی سنتیں	127	95۔ اچھی خبر پر مبارک باد اور خوشخبری دینا
174	عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم	129	حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
3۔ کتابُ اَدَابِ الطَّعَامِ 176		142	بندے کے لئے اللہ عزَّ وَّجَلَّ کی محبت کا بیان
176	100۔ کھانے کے شروع میں بسم اللہ.....	143	96۔ ساتھی کو رخصت کرنا
181	کھانے کو شیطان سے بچاؤ	148	گھر میں آنے جانے کی سنتیں اور آداب
182	بوقتِ ذبح الرحمن الرحیم نہ پڑھنے کی حکمت	152	گھر سے نکلنے وقت کیا کہے
182	انفیسِ حروف کی حکمتیں	152	گھر سے نکلنے وقت خوشی خوشی باہر نکلے
184	101۔ کھانے کا عیب نہ نکالنا.....	156	محمود غزنوی کی بارگاہِ رسالت میں مقبولیت
184	دعوت میں کھانے کے آداب	157	97۔ استخارہ اور مشورہ کا ذکر
185	کھانے میں عیب اپنے گھر میں نکالنا	160	98۔ عیدِ عیادت مریض حج غزوہ جنارہ وغیرہ کا ذکر.....
186	102۔ روزہ دار کے سامنے کھانا آئے.....	161	قیامت کے دن زمین ہر اس عمل کے بارے میں بتائے گی
187	103۔ جس کی دعوت ہے اس کے ساتھ کوئی اور بھی چلا جائے.....	162	99۔ ہر عزت والے کام میں دائیں جانب کو مقدم کرنا.....
189	104۔ اپنے سامنے سے کھانا.....	165	کھانا کھانے کے آداب
190	بچوں کو پڑھانے والے کے آداب	165	پانی پینے کے آداب
191	تکبر کا معنی	165	سیدھے ہاتھ سے نہیں کہ سنت ہے
192	تکبر کی اقسام	166	اُلٹے ہاتھ سے کھانا، پینا، لینا، دینا شیطان کا طریقہ ہے
192	105۔ اجتماعی کھانا.....	166	ہر کام میں الٹا ہاتھ کیوں؟
193	زمین سے چُن چُن کر ٹکڑے کھانا	166	عمامہ کے فضائل
194	106۔ جو کھا کر سیر نہیں ہوتا.....	169	جوتا پہننے کی سنتیں اور آداب

210	نیت کی اہمیت	195	107- پیالہ کے کنارہ سے کھانے کا حکم
211	سرمہ کیوں ڈالا؟	197	108- ٹیک لگا کر کھانا مکروہ ہے
211	111- پینے کے آداب.....	199	109- تین انگلیوں سے کھانا
212	پانی پینے کا طریقہ	202	انگلیاں چائنا سنت ہے
216	112- مشک وغیرہ کو منہ لگا کر پینا.....	203	نہ معلوم کھانے کے کس حصے میں برکت ہے
217	پانی پینے کی سنتیں اور آداب	203	انگلیاں چائنے کی ترتیب
218	ایمان کی نشانی	203	انگلیاں تین مرتبہ چائنا سنت ہے
218	بستر موت پر عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم	204	برتن چائنا سنت ہے
218	حضرت علی اور محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم	204	آخر میں برکت زیادہ ہوتی ہے
219	مسلمان کا بچا ہوا پانی پینے کی فضیلت	204	برتن دعائے مغفرت کرتا ہے
219	113- پانی میں پھونک مارنا مکروہ ہے.....	204	ایمان افروز ارشاد!
220	114- کھڑے ہو کر پینا جائز ہے.....	205	ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب
223	کھڑے ہو کر کھانے کے طبی نقصانات	205	دھو کر پینے کا طریقہ
224	سنت سے محبت	205	دھو کر پینے کے بعد بچے ہوئے قطرے
224	115- مستحب ہے کہ پلانے والا آخر میں پیے	205	برتن دھو کر پینے کے طبی فوائد
225	116- سونے چاندی کے سوا تمام پاک برتنوں میں پانی پینا.....	206	شیطان کے لئے نہ چھوڑے
235	پیٹ میں جہنم کی آگ	208	110- کھانے پر آدمیوں کا زیادہ ہو جانا.....
236	4- کتاب اللبائیس	209	قناعت کی تعلیم
236	117- سفید کپڑا مستحب ہے.....	209	تنخواہ کم کر دادی
239	شکل و خصائل	210	کھانا کتنا کھانا چاہئے
243	عمامہ کے فضائل	210	کھانے کی نیت کس طرح کریں

282.... 127- آدمی سوتے وقت کون سی دعا پڑھے؟	243 تا جدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آٹھ ۸ ارشادات
288 سونے کے آداب	244 حکایت
289 128- چٹ لیٹنا اور پاؤں پر پاؤں رکھنا.....	244 عمامہ کے آداب
292 عاجزی اختیار کرو	248 نمونوں پر مسح کرنے کے مسائل
292 129- مجلس اور ہم نشینی کے آداب	248 118- قمیص پہننا مستحب ہے.....
298 بیٹھنے کی سنتیں اور آداب	250 محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
298 بیٹھنے کی چند سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں	251 119- قمیص آستین اور ازار کی لمبائی.....
303 اپنی ثناء بھی قبول نہیں فرماتا	257 متکبرین کی مذمت
304 130- خواب اور اس کے متعلقات کا بیان	265 اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
304 خواب اور اس کے متعلقات کا بیان	268 120- عاجزی اختیار کرتے ہوئے اعلیٰ لباس ترک کرنا....
305 اچھے خواب بیان کرنے کی اجازت	269 ادنیٰ لباس کو ترجیح دینا
305 صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طرز عمل	269 121- لباس میں میانہ روی پر اکتفا کرنا.....
306 باقی رہنے والی اشیاء پر فانی چیزوں کو ترجیح نہ دے	270 122- خارش کی بیماری والے کو ریشم پہننے کی اجازت ہے....
309 میں آخری نبی اور میری امت آخری امت ہے	270 ریشم کا جبہ
311 جھوٹوں میں سے ایک	271 ریشم مت پہنا کرو
313 6- کِتَابُ السَّلَامِ	271 ریشم کے کپڑوں سے متعلق چند احکام
313 سلام کا بیان	275 123- چیتے کی کھال پر بیٹھنے اور سوار ہونا منع ہے
313 131- سلام کی فضیلت اور اس کو عام کرنے کا حکم	278 124- آدمی جب نیا کپڑا یا جوتا وغیرہ پہنے.....
315 غریبوں اور محتاجوں پر رحم	280 125- آدمی جب نیا کپڑا یا جوتا وغیرہ پہنے.....
318 حضرت عبداللہ بن سلام کا اسلام	281 126- دائیں جانب سے لباس پہننے کی ابتداء کرنا.....
320 132- سلام کی کیفیت کا بیان	282 5- کِتَابُ آدَابِ النُّؤْمِ

353	142۔ چھینکنے والا جب الحمد للہ تعالیٰ کہے.....	320	سلام کرنے کی سنتیں اور آداب
358	143۔ ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا.....	326	انگلیوں یا ہتھیلی کے اشارے
358	مصافحہ و معانقہ و بوسہ و قیام	326	انجیل میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف
368	بوسہ کی چھ قسمیں	327	قبرستان میں سلام کا طریقہ
369	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	328	133۔ آداب سلام
371	7۔ کتاب عیادۃ المریض	329	سلام میں پہل کیجئے
371	1۔ مریض کی بیمار پرسی کرنے.....	329	134۔ دوبارہ سلام کرنا مستحب ہے.....
371	مریض کی عیادت کرنے کا ثواب	332	135۔ گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا مستحب ہے
373	حضرت سیدنا ابو بکر صدیق اور مریض کی عیادت	333	136۔ بچوں کو سلام کرنا
375	کون سا صدقہ افضل ہے؟	333	137۔ مرد کا اپنی بیوی اور محرم عورتوں کو سلام کہنا.....
376	عیادت کا بیان	334	بوڑھی عورت کو سلام
376	تمام مخلوق کی نیکیوں کے برابر نیکیاں	337	138۔ کافر کو سلام میں ہمارا ابتداء کرنا حرام ہے....
377	عرش کے سائے میں	338	بادشاہ روم کے دربار میں ذکر مصطفیٰ
380	2۔ مریض کے لیے دعا کرنا.....	340	139۔ جب مجلس سے اٹھے یا ساتھیوں سے جدا ہو تو.....
381	اعاب مبارک	341	140۔ اجازت طلب کرنے کے آداب
381	پاؤں کا انگوٹھا	342	اگر اجازت نہ ملے؟
382	آشوب چشم سے شفاء	343	باہر والے کی نظر نہ پڑے
382	آنکھوں میں اپنا لعاب دہن	343	کسی کے گھر میں مت جھانکنے
383	آنکھ عطا کر دی	344	گھر میں داخلے کی اجازت کے آداب
384	زنا کی اجازت مانگنے والا نوجوان	345	141۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ.....
385	چمکتا چہرہ	351	اجازت مانگنا سنت

405	مصیبت پر نعم البدل ملنے کی دعاء	385	ہاتھ ہر مرض کی دوا
405	مصیبت زدہ سے تعزیت	385	کرامت
406	تیرے لئے جنت کا دروازہ کھولے؟	386	حضرت خضر علیہ السلام کی بتائی ہوئی دوا
407	جنت کے کسی دروازے پر	387	مریضوں کو شفاء دینا اور مردوں کو زندہ کرنا
408	سیدتنا ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صبر	387	مریض کا علاج
408	10- میت پر رونے کا جواز.....	387	بخار سے رہائی عطا فرمادی
410	نوحہ کرنے والیوں کے لیے وعید	388	حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خوشخبری
413	11- میت سے ناپسندیدہ چیز نظر آئے.....	390	تمام مخلوق کی نیکیوں کے برابر نیکیاں
413	رضائے الہی عزوجل کے لئے میت کو غسل دینے کا ثواب	392	ننالوے بیماریوں کی دوا
414	12- میت پر نماز جنازہ پڑھنا.....	393	3- مریض کے گھر والوں سے مریض کا حال پوچھنا.....
414	نماز جنازہ پڑھا کرو	393	4- جو زندگی سے ناامید ہو وہ کیا پڑھے؟
415	بہت سارے قیراط ضائع کر دیے	395	5- مریض کے گھر والوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت.....
416	عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا	396	کیا عہد رسالت میں گواہی سے زنا کا ثبوت ہوا؟
417	13- نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کا زیادہ ہونا.....	396	مریض عشق الہی عزوجل
417	مرنے والے کو اچھے لفظوں سے یاد کرنا	397	6- مریض کا یہ کہنا کہ میں بیمار ہوں.....
418	اپنی صفیں درست کر لو	399	7- مرنے والے کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنا
420	14- نماز جنازہ میں کیا پڑھا جائے	400	حضرت ابو زرعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
420	نماز جنازہ میں الحمد شریف کی تلاوت نہ کرو	401	میت کے متعلقات
423	ادعیہ بعد تکبیر سوم	401	تلقین کا طریقہ
427	ترجمہ ادعیہ منقولہ	402	8- میت کی آنکھیں بند کرنے کے بعد کیا کہا جائے
434	15- جنازہ کو جلدی لے جانا	403	9- میت کے پاس کیا کہا جائے.....

473	27۔ سفر کے لیے سواری پر سوار ہوتو کیا ہے	435	نماز جنازہ میں جلدی کرنا
475	فرشتہ شریک سفر	436	16۔ میت کے قرض ادا کرنے میں عجلت کرنا.....
475	اللہ عزوجل نظر رحمت	436	اب میت اس سے بری ہے
478	28۔ مسافر جب بلندی وغیرہ پر چڑھے تو تکبیر کہے... 478	437	17۔ قبر کے پاس نصیحت
479	نعرہ تکبیر کی برکت	439	18۔ میت کو دفن کرنے کے بعد دعا کرنا.....
484	29۔ سفر میں دعا کا مستحب ہونا	441	طریقہ متقین قبر
485	30۔ آدمی جب لوگوں وغیرہ سے ڈرے تو... 485	443	19۔ میت کی طرف سے صدقہ کرنا.....
486	31۔ آدمی جب کسی منزل پر اترے تو کیا کہے..... 486	444	ایصال ثواب
488	32۔ مسافر کو گھر لوٹنے میں جلدی کرنا..... 488	446	20۔ لوگوں کا میت کی تعریف کرنا
489	33۔ سفر سے واپس گھر دن کے وقت آنا چاہیے..... 489	449	21۔ اس کی فضیلت جس کی نابالغ اولاد فوت ہو جائے... 449
491	34۔ جب سفر سے واپس لوٹے..... 491	449	یقیناً وہ شخص میں ہی ہوں
491	تائین اور صالحین کی علامات	450	ایک یہودی کا قبول اسلام
492	35۔ سفر سے آنے والے کا پہلے قرمی مسجد میں آنا... 492	453	22۔ ظالموں کی قبروں کے پاس سے گزرتے وقت رونا... 453
493	36۔ عورت کا اکیلے سفر کرنا حرام ہے	454	حضرت صالح علیہ السلام کی اوثنی اور قوم ثمود
493	الجواب	456	8۔ کِتَابُ اَدَابِ الشَّفَر 456
494	گناہوں کو بھول جانا	456	23۔ جمعرات کے دن اور پہلے پہر سفر پر نکلنا..... 456
495	9۔ کِتَابُ الْفَضَائِل 495	458	24۔ ساتھیوں میں کسی ایک کو اپنا امیر بنانا..... 458
495	37۔ قرآن کریم پڑھنے کی فضیلت	459	انسان کا تنہا سفر کرنا
505	38۔ قرآن پاک کا خیال رکھنے کا حکم.... 505	461	25۔ سفر میں چلنے اترنے رات گزارنے کے آداب..... 461
506	39۔ قرآن پاک کو خوش آوازی سے پڑھنا..... 506	469	26۔ رفیق سفر کی مدد کا بیان
507	رضائے الہی کیلئے قرآن مجید سیکھنے، سکھانے، سننے	472	مسافر کی مدد

559	45۔ نماز صبح و عصر کی فضیلت کا بیان	513.....	40۔ مخصوص سورتیں اور آیتیں پڑھنے کی ترغیب
559	میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟	517	جنت میں ایک محل
564	46۔ مساجد کی طرف جانے کی فضیلت کا بیان	517	اللہ عز و جل محبت فرماتا ہے
566	کیا تم جانتے ہو؟	519	سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی فضیلت اور ثواب
568	حرام باندھنے والے حاجی کی طرح	520	نجات دلانے والی
570	47۔ نماز کے انتظار کی فضیلت کا بیان	520	عذاب قبر سے روک
570	حسن نیت کی بدولت	521	عورتوں اور بچوں کو سکھاؤ
573	48۔ باجماعت نماز کی فضیلت کا بیان	521	آسمان کا دروازہ
573	منافقت سے براءت	522	زمین و آسمان کے درمیان چراغ
574	باجماعت نماز کی فضیلت	531	41۔ تلاوت قرآن کے لیے جمع ہونا.....
582	49۔ صبح و عشاء کی جماعت میں حاضر ہونا.....	532	42۔ وضو کی فضیلت کا بیان
583	ساری رات عبادت کرنے سے بہتر	544	43۔ اذان کی فضیلت کا بیان
583	اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو	545	کھلی صف میں نماز پڑھنے کا ثواب
584	50۔ فرض نمازوں کی حفاظت کا حکم.....	546	اللہ عز و جل کی رضا کے لئے اذان دینے کا ثواب
593	جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا	547	وضاحت
593	آنکھوں کی سیاہی	548	الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ سے بے خوفی
601	51۔ پہلی صف کی فضیلت.....	548	بسی گردنوں والے
615	52۔ فرائض کے ساتھ والی مؤکدہ سنتیں.....	551	ایک ہی بندے کے شایان شان
617	53۔ فجر کی دو سنتوں کی تاکید کا ذکر	552	اذان کا جواب دینے والا جنتی ہو گیا
620	54۔ فجر کی دو سنتوں کو مختصر پڑھنے کا بیان.....	554	44۔ نمازوں کی فضیلت
621	سنتوں اور نفلوں کا بیان	555	پانچ مرتبہ غوطے

666	جمعہ کی خاص گھڑی	622	وتر کی تین رکعتیں ہیں
666	جمعہ دنوں کا سردار	625	پہلے تھانی قرآن
668	68۔ نماز کی نعمت ملنے پر سجدہ شکر ادا کرنا.....	625	قل جو اللہ احد پڑھنے کا ثواب
670	69۔ رات کے وقت قیام کرنے کی فضیلت	626	اللہ عزوجل اس سے محبت فرماتا ہے
670	نماز تہجد کے آداب	626	55۔ فجر کی رکعت پڑھنے کے بعد دائیں پہلو پر لیٹنا.....
672	میاں بیوی کا نماز کے لئے ایک دوسرے کو جگانا	629	56۔ غصہ کی سنتوں کا بیان
673	زیادہ نرم بستر	630	بیاد سے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فکر بدینہ.....
679	لوگوں کو یہ درجہ کیسے ملا؟	635	57۔ عصر کی سنتیں
683	چند ایمان افروز روایات	636	چھوٹی کی نقل بھی اچھا بنا دیتی ہے
684	بزرگوں کا سونا جاگنا دونوں باعث برکت	636	58۔ مغرب کے بعد اور پہلے کی سنتوں کا بیان
685	نماز میں طویل قیام کرنے کا ثواب	637	اللہ عزوجل کے عرش تک پہنچ جائے گا
691	خور کے چہرے کا نور	639	59۔ عشاء سے پہلے اور بعد کی سنتوں کا بیان
695	عبادت گزاروں کا راستہ اور تائید کا طریقہ	640	60۔ جمعہ کی سنتوں کا بیان
695	عبادت گزار کیسا ہو؟	642	61۔ نوافل گھر میں ادا کرنا مستحب ہے.....
695	70۔ قیام رمضان کا استحباب.....	643	الحجاب
697	71۔ لیلۃ القدر کے قیام کی فضیلت.....	646	62۔ نماز وتر کی ترغیب.....
699	امت محمدیہ کی خصوصیت	649	63۔ نماز چاشت کی فضیلت.....
700	اعتکاف عبادت ہے	652	64۔ چاشت کی نماز.....
703	72۔ مسواک کی فضیلت.....	653	65۔ تحیۃ المسجد کی دو رکعت نماز کی ترغیب.....
706	مسواک پسندیدہ	654	66۔ وضو کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا.....
713	73۔ زکوٰۃ کے فرض ہونے کی تاکید.....	655	67۔ جمعہ کے دن کی فضیلت.....

714	زکوٰۃ کا بیان
722	سونے کے دروازے
723	صدقہ کیا ہوا میٹھھا
724	حضرت جریر کے حق میں دعا
730	74۔ رمضان کے روزوں کی فرضیت.....
733	روزے کا ثواب دیدار الہی عز و جل ہے
739	75۔ ماہ رمضان میں سخاوت.....
742	76۔ نصف شعبان کے بعد روزے رکھنا منع ہے.....
749	77۔ پہلی کا چاند دیکھنے کی دعا کا بیان
750	78۔ سحری کو مؤخر کرنے کی فضیلت.....
753	79۔ جلد افطار کی فضیلت.....
756	سٹو سے افطاری
758	سیدنا عتبہ غلام علیہ رحمۃ اللہ السلام کی حکایت
760	80۔ خلاف شرع امور سے روزہ دار کو بچنے کا حکم.....
761	81۔ روزوں کے مسائل کا بیان



دعائے مصطفیٰ ﷺ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُمَّ ارْحِمِ خَلْفِي
قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ
خَلْفَاؤُكَ قَالَ الَّذِينَ يَأْتُونَ
مِنْ بَعْدِي مِنْ أَجْلَائِي
وَعَلْوَانِي

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

احادیث مصطفیٰ کی اشاعت اور تعلیم دینے والوں کے لیے
اے اللہ میرے جانشینوں پر رحم فرما، ہم نے عرض کی
یا رسول اللہ آپ کے جانشین کون ہیں؟ آپ نے فرمایا
وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے میری حدیثیں بیان کریں
گے اور لوگوں کو میری حدیثوں کی تعلیم دیں گے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

74- بَابُ الْحِلْمِ وَالْإِنَاءَةِ وَالزَّفَقِ

برو باری سوچ بچار کر کے کام کرنا اور نرمی برتنا

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ) (آل عمران: 134)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور جو غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھلائی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

شرح: اسلام قبول کر لیا

حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مکان کرایہ پر لیا۔ اس مکان کے پڑوس میں ایک یہودی کا مکان تھا اور حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حجرہ اس یہودی کے مکان کے دروازے کے قریب تھا۔ اس یہودی نے ایک پرنا لہ بنا رکھا تھا اور ہمیشہ اس پر نالہ کی راہ سے نجاست حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر میں پھینکا کرتا تھا۔ اس نے مدت تک ایسا ہی کیا۔ مگر حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے کبھی شکایت نہ فرمائی۔

آخر ایک دن اس یہودی نے خود ہی حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا: حضرت! آپ کو میرے پرنا لے سے کوئی تکلیف تو نہیں ہوتی؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ہوتی تو ہے مگر میں نے ایک ٹوکری اور جھاڑور کھ چھوڑی ہے۔ جو نجاست گرتی ہے، اس سے صاف کر دیتا ہوں۔ اس یہودی نے کہا: آپ اتنی تکلیف کیوں کرتے ہیں؟ اور آپ کو غصہ کیوں نہیں آتا؟ فرمایا: میرے پیارے اللہ عزوجل کا قرآن میں فرمان عالیشان ہے:

وَالْكُظَّيْبِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ عزوجل کے محبوب ہیں۔ (پ ۴، آل عمران ۱۳۴)

یہ آیات مقدسہ سن کر وہ یہودی بہت متاثر ہوا، اور یوں عرض گزار ہوا، یقیناً آپ کا دین نہایت ہی عمدہ ہے۔ آج سے میں سچے دل سے اسلام قبول کرتا ہوں۔ پھر اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

(تذکرۃ الاولیاء، ذکر مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ج ۱، ص ۵۱)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: معاف کرنے کا

طریقہ اپنائیں اور جاہلوں سے اعراض کریں۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ

وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ) (الأعراف: 199)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا
السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ
وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ وَمَا يُلْقَاهَا إِلَّا
الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلْقَاهَا إِلَّا ذُو حِظٍّ عَظِيمٍ
(فصلت: 34-35)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: نیکی اور برائی برابر نہیں اس طریقہ سے ٹال جو اچھا ہے۔ پس اس وقت وہ ایسا ہو جائے گا۔ کہ تیرے اور جس کے درمیان دشمنی ہے گہرے دوست بن جاؤ گے۔ یہ توفیق انہیں ہی عطا ہوتی ہے جنہوں نے صبر کیا اور یہ توفیق انہیں نصیب ہوتی ہے جو بڑے حصہ والے ہیں۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَلَمَنْ صَدَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ
لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ) (الشورى: 43).

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے صبر کیا اور معاف کیا یقیناً یہ ہمت والے کاموں سے ہے۔

(635) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُجِيعَ عَبْدُ الْقَيْسِ: "إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ: الْجُلْمُ وَالْكَافَرُ وَآهٌ مُسْلِمٌ".

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امّیج عبد القیس کو ارشاد فرمایا تجھ میں دو خوبیاں ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ بردباری اور سوچ سمجھ کر کام کرنا۔ (مسلم)

تخرج حديث: (صحيح مسلم: باب الامر بالامان بالله ورسوله وشرائع الدين والدعا اليه: ج ١ ص ٣٦ رقم: ١١٣١) الاداب للبيهقي: باب في الحلم والتؤدة: ج ١ ص ٨١ رقم: ١١٣٤ المعجم الصغير للطبراني: من اسمه محمد: ج ٢ ص ٣٤ رقم: ١١٣٥ سنن ترمذي: باب ما جاء في الثاني والعجلة: ج ٢ ص ٣٦ رقم: ٢٠١١ لائل النبوة للبيهقي: باب وفد عبد القيس: ج ٢ ص ٣١٣ رقم: ٢٠٤١)

(636) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ:
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللَّهَ
رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ».

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نرمی فرمانے والا ہے اور تمام معاملات میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخرج حديث: (صحيح بخاري باب الرقيق في الامر كله ج ٨ ص ١٢ رقم: ٦٠٢٢ صحيح مسلم باب النهي عن ابتداء اهل الكتاب بالسلام ج ٣ ص ٣ رقم: ٤٨٢ والاكتاب للبيهقي باب السلام على اهل الذمة والرد عليهم ج ١ ص ١٢٨ رقم: ٢٢٠ المعجم الصغير باب من اسمه جهوش ج ١ ص ٢٦٢ رقم: ٢٢٩ سنن ابن ماجه باب الرقيق ج ٣ ص ١٢١٦ رقم: ٢٦٨٩)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الجنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ رفیق یعنی کریم و رحیم ہے کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا گناہ بخشتا ہے وہ چاہتا ہے کہ میرے بندے بھی اپنے ماتحتوں اپنے ساتھیوں پر رحیم و کریم ہوں۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کو عام محاورہ میں رفیق کہنا جائز نہیں یہ لفظ اسماء الہیہ سے نہیں ہے، یہاں لغوی معنی سے استعمال ہوا۔



دنیا و آخرت کے نرمی سے وہ کام بن جاتے ہیں جو سختی سے نہیں بنتے، اکثر سختی سے دوست دشمن بن جاتے ہیں بنتے ہوئے کام بگڑ جاتے ہیں، نرمی سے دشمن دوست ہو جاتے ہیں اور بگڑتے ہوئے کام بن جاتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

يا طالب الرزق الهيبى بقوة هيبات انت بباطل مشغوف

اكل العقاب بقوة جيف القلا

یعنی سختی سے روزی نہ کماؤ نرمی سے کماؤ، عقاب سختی کی وجہ سے مردار ہی کھاتا ہے، شہد کی مکھی نرمی کی وجہ سے پھول چومتی ہے۔ (مرقات)

بدگوئی نتیجہ ہے سختی کا اولاً دل میں سختی آتی ہے، پھر بدگوئی، زبان درازی، پھر ہاتھ پائی یعنی مار پیٹ، پھر قتل و خون خدا محفوظ رکھے، شیطان پر سخت رہو بھائی مسلمان پر نرم۔

یعنی اگر حقیر آدمی کے دل میں نرمی ہو تو وہ عزیز بن جائے گا، عظیم الشان آدمی کے دل میں سختی ہو تو وہ حقیر ہو جائے گا۔ مولانا فرماتے ہیں شعر

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ خاک شوتا گل بروید رنگ رنگ

لوہا نرم ہو کر اوزار بنتا ہے، سونا نرم ہو کر زیور، زمین نرم ہو کر قابل کاشت ہوتی ہے، انسان نرم ہو کر ولی بن جاتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۹۰۳)

نرمی سختی میں بدل جاتی

جب حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی برائی دیکھتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نرمی سختی میں بدل جاتی، آنکھیں سرخ ہو کر چڑھ جاتیں، زگیں پھول جاتیں اور جب بھی کوئی خلاف شرع کام دیکھتے تو اس کا قلع قمع کر دیتے۔ ایک دن ایک شخص کے پاس کچھ آلات لہو و لعب دیکھے تو اس سے لے لئے۔ اس نے انجانے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زوردار ضرب لگائی، اس کے باوجود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان آلات کو توڑ دیا اور گھر لوٹ آئے۔ اور اس شدت ضرب کی وجہ سے دو ماہ تک گھر میں تنہا رہے۔

حضرت سیدنا خطیب بغدادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی ارشاد فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت سیدنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غیبت سے اتنے دور رہتے ہیں کہ میں نے کبھی ان کو دشمن کی غیبت کرتے ہوئے بھی نہیں سنا۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: اللہ عز و جل کی قسم! آپ اس معاملے میں بہت سمجھ دار ہیں کہ کسی ایسی چیز کو اپنی نیکیوں پر مسلط کریں جو انہیں (دوسرے کے نامہ اعمال میں) منتقل کر دے۔ حضرت سیدنا علی بن عاصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: اگر نصف اہل زمین کی عقلوں سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ

عنه کی عقل کا موازنہ کیا جائے تو بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عقل زیادہ ہوگی۔

(تاریخ بغداد، الرقم ۷۲۹۷، النعمان بن ثابت ابو حنیفۃ التیمی، ما ذکر من وقور عقل ابی حنیفۃ و فطنہ و مطلقہ، ج ۱۳، ص ۳۶۱)

منقول ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت سیدنا علقمہ اور حضرت سیدنا اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے افضل کون ہے؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا: اللہ عز و جل کی قسم! میں اس مقام پر نہیں کہ ان کا موازنہ کروں سوائے اس کے کہ ان کی عزت و عظمت کے پیش نظر ان کے لئے دُعا و استغفار کرتا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ ان میں افضل کون ہے۔ (ربیع الابرا، باب الفضل والتفاوت والاختلاف والاشتباہ ما تارہ ذلک و فائدہ، ج ۱، ص ۳۵۳)

مسلمانوں پر مجود و کرم امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا قیس بن ربیع علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کمائی سے مال تجارت جمع کرتے پھر اس سے کپڑے خرید کر مشائخ، محدثین اور حاجت مندوں کو پیش کرتے اور فرماتے: اللہ عز و جل کی حمد و ثناء کرو کہ اسی نے تمہیں یہ عطا فرمایا۔ اللہ عز و جل کی قسم! میں نے اپنے مال میں سے کچھ بھی نہیں دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کوئی شخص حاضر ہوتا تو اس کے متعلق دریافت کرتے، اگر وہ محتاج ہوتا تو کچھ عطا فرماتے۔ چنانچہ، ایک شخص آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اس کے کپڑے بوسیدہ تھے، جب لوگ چلے گئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بیٹھنے کا حکم دیا جب وہ تنہا رہ گیا تو ارشاد فرمایا: اس مُصلے کو اٹھاؤ اور نیچے سے ہزار درہم لے کر اپنی حالت اچھی کر لو۔ اس نے عرض کی: حضور! میں تو خوشحال ہوں، نعمتوں میں ہوں۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں یہ حدیث نہیں پہنچی کہ اللہ عز و جل پسند فرماتا ہے کہ وہ اپنی نعمت کا اثر بندے پر دیکھے۔

(جامع الترمذی، ابواب الادب، باب ما جاء ان اللہ عز و جل يحب ان یری اثر نعمۃ علی عبده، الحدیث ۲۸۱۹، ص ۱۹۳۴)

مجھے اپنی حالت بدلتی چاہیے تاکہ تیرا دوست تیری حالت سے غمگین نہ ہو۔

(تاریخ بغداد، الرقم ۷۲۹۷، النعمان بن ثابت ابو حنیفۃ التیمی، ما ذکر من جود ابی حنیفۃ و سادۃ حسن عہدہ، ج ۳، ص ۳۵۷-۳۵۸، بغیر)

جو بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی حاجت کا سوال کرتا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے پورا فرما دیتے۔

(الروض الفائق فی التواضع و الزناجۃ، ص ۳۳۱)

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نری فرمانے والا ہے۔ نری کو پسند فرماتا ہے اور نری پر وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو اس کے عداوہ پر نہیں عطا فرماتا۔ (مسلم)

(637) وَ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "اِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرَّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرَّفْقِ، مَا لَا يُعْطَى عَلَى الْعُنْفِ، وَمَا لَا يُعْطَى عَلَى مَا سِوَاهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الرفق، ج ۸، ص ۲۲، رقم: ۶۶۶۶، الاحاب للبرہقی، باب فی الرفق فی الامور

وَسَلَّمَ. قَالَ: "إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا رَأَاهُ
وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَاهَرَهُ وَاهُ مُسْلِمٌ."

نری جس چیز میں ہو اس کو مزین کر دیتی ہے۔ اور جس چیز
سے چھینی جاتی ہے اس کو عیب دار کر دیتی ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب لطف الرفق: ج ۸ ص ۲۲ رقم: ۶۶۶۶ شعب الایمان: فعل فی الحلم والتؤدة والرفق فی
الامور کلاً ج ۸ ص ۲۲ رقم: ۸۴۱۸ جامع الاصول لابن الیوم: کتاب العالی فی الرفق: ج ۲ ص ۵۲۲ رقم: ۶۶۶۶ مشکوٰۃ المصابیح
باب الرفق والحساء وحسن الخلق: الفصل الاول: ج ۶ ص ۶۹ رقم: ۵۰۶۸)

ترجہ حدیث: نرمی کی فضیلت۔ کا بیان

جان لو! نرمی قابل تعریف ہے اور یہ اچھے اخلاق کا نتیجہ ہے، اس کی ضد سخت مزاجی اور گرمی ہے۔
سیدہ اہلبغین، رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْہَا، نے ام المؤمنین حضرت سیدہ خنساء صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا سے ارشاد فرمایا: جس شخص کو نرمی سے حصہ ملا اسے دنیا و آخرت کی بھلائی سے حصہ ملا اور جو شخص نرمی سے محروم رہا وہ
دنیا و آخرت کی بھلائی سے محروم رہا۔ (مسند ابی یعلیٰ الوصل، مسند عائشہ، الحدیث ۳۵۱۳، ج ۴ ص ۱۱۸-۱۱۹)

نبی رحمت، شفیع اُمت، قاسم نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے:
إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ أَهْلَ بَيْتٍ أَدْخَلَ عَلَيْهِمُ الرِّفْقَ۔

ترجمہ: اللہ عز و جل جب کسی گھرانے کو پسند فرماتا ہے تو ان میں نرمی پیدا کر دیتا ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند السیدۃ عائشہ، الحدیث ۲۴۴۸، ج ۹ ص ۳۴۵، إذا أحب: بدل: إذا أراد)

(639) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

بَالَ أَغْرَابِي فِي الْمَسْجِدِ، فَقَامَ النَّاسُ إِلَيْهِ لِيَقْعُوا
فِيهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "دَعُوهُ
وَأَرِيقُوا عَلَى بَوْلِهِ سَجَلًا مِنْ مَاءٍ أَوْ ذُنُوبًا مِنْ مَاءٍ
فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُبْتَلَيْنِ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعْتَبِرِينَ لِرَوَاةِ
الْبُخَارِيِّ."

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدو
نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اس کی طرف اٹھے کہ
اس کو سزا دیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اور
اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول انڈیل دو تم آسانی
دینے والے بنا کر بھیجے گئے ہو۔ سگلی کرنے والے نہیں۔

(بخاری)

"السَّجْلُ يَفْتَحُ السِّبْنَ الْمُهْمَلَةَ وَاسْكَانَ
الْجِيمِ: وَهِيَ الدَّلُو الْمُبْتَلِيَةُ مَاءً وَكَذَلِكَ
الدُّنُوبُ."

سجّل اور ذُنُوب: سین مہملہ پر زبر اور جیم ساکن
کے ساتھ پانی سے بھرا ہوا ڈول دونوں کے ایک ہی معنی
ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب حب الباء علی البول فی المسجد: ج ۸ ص ۵۲ رقم: ۲۲۰۰ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب
طہارة الارض من البول: ج ۲ ص ۳۲۸ رقم: ۳۴۱۰ سنن ابو داؤد: باب الارض یصیبها البول: ج ۱ ص ۵۵۴ رقم: ۳۸۰۰ سنن ترمذی: باب
ما جاء فی البول یصیب الارض: ج ۱ ص ۲۴۵ رقم: ۱۳۴۰ السنن الکبریٰ للنسائی: باب ترک التوقیت فی الباء: ج ۱ ص ۵۲ رقم: ۵۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اسے نہ مارو پیٹو کیونکہ یہ شرعی احکام سے ناواقف ہے۔ اسلام سے پہلے لوگ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اور سب کے سامنے ننگے ہونے کو عیب نہ جانتے تھے، نیز وہ مسجد کے آداب وغیرہ سے بے علم تھے۔ معلوم ہوا کہ ناواقف پر سختی نہ کی جائے اسے نرمی سے سمجھایا جائے۔

بعض نے فرمایا کہ سبیل اور ذنوب کے ایک ہی معنی ہیں یعنی ڈول بڑا ہوا یا چھوٹا۔ بعض نے کہا ہے کہ سبیل بڑے ڈول کو کہتے ہیں، اور ذنوب مطلقاً ڈول کو۔ خیال رہے کہ یہ سبیل کے زبر، ج اور دل کے سکون سے ہے، جس اور ج کے زیر اور دل کے شد سے سبیل، بمعنی کاتب و منشی، یونہی ذنوب کے زبر سے بمعنی ڈول اور ذ کے پیش سے ذنب کی جمع، بمعنی گناہ۔

خیال رہے کہ زمین اگر چہ سوکھ کر پاک ہو جاتی ہے لیکن زمین کا دھونا بہت ہی بہتر ہے کہ اس سے گندگی کا رنگ و بو بھی جلدی جاتا رہتا ہے اور اس سے تیمم بھی جائز ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ ناپاک زمین بغیر دھوئے پاک نہیں ہو سکتی جیسا کہ انا م شافعی فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد دھلوانا اس لئے تھا کہ وقت نماز قریب تھا، زمین جلدی سوکھ کر پاک نہ ہو سکتی تھی، نیز مسجد میں پاکی کے علاوہ صفائی بھی چاہیے اور یہ دھلنے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

(بزاز المناجیح، ج ۱ ص ۶۳)

(640) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "يَتَيَرُّوْا وَلَا تُعَيَّرُوْا، وَيَتَيَرُّوْا وَلَا تُنْفَرُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ." حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آسانی کرو تنگی نہ کرو اور خوشخبری دو اور نفرت نہ پھیلاؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتغولہم بالموعظۃ، ج ۱ ص ۲۵، رقم: ۶۱۰، صحیح مسلم، باب فی الامر بالتیسیر وترك التقذیر، ج ۵ ص ۱۴۱، رقم: ۶۱۱، المعجم الکبیر للطبرانی، احادیث عبداللہ بن عباس، ج ۱ ص ۲۲، رقم: ۱۰۱۴۲، السنن الکبریٰ للنسائی، باب التخلول بالموعظۃ، ج ۳ ص ۳۴۹، رقم: ۵۸۱۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی میٹھی و نرم باتیں سنا کر اسلام کی آسانیاں بتا کر خود سچے پکے مسلمان بن کر دکھا کر رعایا کو تسکین دو، تمہارے عمل ایسے نہ ہوں کہ لوگ اسلام سے ہی بھڑک جائیں۔ مقولہ ہے کہ میٹھی زبان میں خرچ کچھ نہیں ہوتا ہے مگر اس سے نفع بہت ہو جاتا ہے، بادشاہ و حکام کے درست ہو جانے سے لوگ خود بخود درست ہو جاتے ہیں الناس علی دین مولکھم لوگ بادشاہوں کے طریقہ پر ہوتے ہیں، مولویوں کے ہزار وعظ ایک طرف اور سلطان یا حکام کا صرف اچھا عمل ایک طرف، حکام کا عمل بہترین مبلغ ہے۔ (بزاز المناجیح، ج ۵ ص ۶۲۱)

فتویٰ رضویہ کے اہم اقتباسات

ایسا دینی کام جس سے مسلمانوں میں نفرت کی کیفیت جنم لینے لگے اور اس کا کرنا فرض، واجب یا مستحب مؤکد نہ ہو تو اُس کام کو ترک کرنا ہی مناسب ہے اگرچہ افضل و مستحب ہو۔ چنانچہ ایک مقام پر میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسلمانوں کے اتحاد کی احمیت کو اجاگر کرنے کیلئے نقل فرماتے ہیں: لوگوں کی تالیب قلبی (یعنی دلجوئی) اور ان کو مجتمع (مُتَّحِد) رکھنے کے لئے افضل کو ترک کرنا انسان کے لئے جائز ہے تاکہ لوگوں کو نفرت نہ ہو جائے جیسا کہ نبی کریم، ر.ہ. وقتِ رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے بیٹ اللہ شریف کی عمارت کو اس لئے اہل قریش کی بنیادوں پر قائم رکھا تاکہ جو لوگ نئے نئے اسلام لائے وہ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ (فتویٰ رضویہ، ج 7 ص 680 ملاحظہ)

تغیر مسلمین (یعنی مسلمانوں کو نفرت میں مبتلا کرنے) سے بچنے کیلئے ضرور نا مستحب کو ترک کر دینے کا حکم ہے۔ جیسا کہ میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسلمانوں کے درمیان پیار و محبت کی فضا قائم رکھنے کا ایک مذنی اصول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ایتانِ مستحب و ترک غیرِ اِدنی پر مدار است خلق و مراعاتِ قلوب کو اہم جانے اور فتنہ و نفرت و ایذا و وحشت کا باعث ہونے سے ہیئت بچے۔ (فتویٰ رضویہ، ج 4 ص 528)

میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شریعتِ مطہرہ کا قاعدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: دَرْءُ النَّفَاسِ اَقْمُ مِنْ جَلْبِ النَّصَالِحِ یعنی خرابیوں کے اسباب دور کرنا خوبیوں کے اسباب حاصل کرنے سے اہم ہے۔

(فتویٰ رضویہ، ج 9 ص 551 رضا فاؤنڈیشن مرکز بلاول، لاہور)

(641) وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ تَحَرَّمَ الرِّفْقَ، تَحَرَّمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ زَوَاكَاةً مُسْلِمًا.

حضرت جریر بن عبد اللہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو نرمی سے محروم ہو وہ ساری بھلائی سے محروم ہوا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضل الرفق: ج ۱ ص ۱۲۲ رقم: ۱۷۱۲ سنن ابو داؤد: باب فی الرفق: ج ۱ ص ۳۰۳ رقم: ۴۸۱۱ سنن ابن ماجہ: باب الرفق: ج ۱ ص ۱۲۱۶ رقم: ۱۷۱۲ سنن الکبیری للبیہقی: باب بیان مکارم الاخلاق: ج ۱ ص ۱۱۲ رقم: ۲۰۵۴ صحیح ابن حبان: باب الرفق: ج ۱ ص ۲۰۸ رقم: ۳۳۸۸ سنن امام احمد و من حدیث جریر بن عبد اللہ ج ۱ ص ۳۱۱ رقم: ۱۱۲۰۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جس پر رب مہربان ہوتا ہے اسے نرم دل بنا دیتا ہے، جس پر رب کا قہر ہوتا ہے اسے سخت دل کر دیتا ہے، سخت دل میں

کسی کا وعظ اثر نہیں کرتا۔ (بیراۃ الناجی، ج ۶ ص ۸۹۶)

قساوتِ قلبی

مروی ہے کہ ایک عورت نے اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے قساوتِ قلبی (یعنی دل کی سختی) کا ذکر کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا: موت کو کثرت سے یاد کیا کر تیرا دل نرم ہو جائے گا۔ جب اس عورت نے ایسا کیا تو اس کا دل نرم ہو گیا پس اس نے اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شکریہ ادا کیا۔ (الروضة الفائق فی النواہی والذائق ص ۵۳)

ایک شخص نے حضرت سیدنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: دعا فرمائیں کہ اللہ عزوجل میرے دل کو نرم کر دے۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے اس دعا کی تلقین فرمائی: يَا مُلَيِّنَ الْقُلُوبِ! لَيِّنْ قَلْبِي قَبْلَ أَنْ تُكَلِّمَنِي، عِنْدَ الْمَوْتِ یعنی اے دلوں کو نرم فرمانے والے! میرے دل کو بھی نرم کر دے اس سے پہلے کہ تو موت کے وقت اسے نرم کرے۔ (آمین) (الروضة الفائق فی النواہی والذائق ص ۵۳)

دل کی سختی کے مرض میں مبتلا

حضرت سیدنا سری سقطی علیہ رحمۃ اللہ العلی فرماتے ہیں کہ میں دل کی سختی کے مرض میں مبتلا تھا اور مجھے حضرت سیدنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی دعا کی برکت سے چھٹکارا مل گیا۔ ہوا یوں کہ میں نماز عید پڑھنے کے بعد واپس لوٹ رہا تھا کہ حضرت سیدنا معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا جس کے بال اُبھے ہوئے تھے۔ دل ٹوٹنے کے سبب روئے جا رہا تھا۔ میں نے عرض کی: یا سپہری! کیا ہوا؟ آپ کے ساتھ یہ بچہ کیوں روئے جا رہا ہے؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا: میں نے چند بچوں کو کھیلنے ہوئے دیکھا لیکن یہ بچہ ایک طرف کھڑا ہوا تھا۔ ان بچوں کے ساتھ نہ کھیلنے کی وجہ سے اس کا دل ٹوٹ گیا ہے۔ میں نے بچے سے پوچھا تو اس نے بتایا: میں یتیم ہوں، میرا باپ انتقال کر گیا ہے، میرا کوئی سہارا نہیں اور میرے پاس کچھ رقم بھی نہیں کہ میں اخروٹ خرید کر ان بچوں کے ساتھ کھیل سکوں۔ چنانچہ میں اس کو اپنے ساتھ لے آیا ہوں تاکہ اس کے لئے گٹھلیاں اکٹھی کروں جن سے یہ اخروٹ خرید کر دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل سکے۔ میں نے عرض کی: آپ یہ بچہ مجھے دے دیں تاکہ میں اس کی حالت بدل سکوں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: چلو اس کو پکڑ لو، اللہ عزوجل تمہارا دل ایمان کی برکت سے غنی کرے اور اپنے راستے کی ظاہری و باطنی پہچان عطا فرمادے۔

حضرت سیدنا سری سقطی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میں اس بچے کو لے کر بازار چلا گیا اور اچھے کپڑے پہنائے، اخروٹ خرید کر دیئے اور وہ عید کے دن دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے چلا گیا۔ دوسرے بچوں نے پوچھا: تجھ پر یہ احسان کس نے کیا؟ اس نے جواب دیا: حضرت سیدنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ القوی اور سری سقطی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے۔ جب بچے کھیل کود کے بعد چلے گئے تو وہ بچہ خوشی خوشی میرے پاس آیا۔ میں نے اس سے پوچھا: بتاؤ! عید کا دن کیسا

گزارا؟ اس نے کہا: اے میرے محترم! آپ نے مجھے اچھا کپڑا پہنایا، مجھے خوش کر کے بچوں کے ساتھ کھیلنے کے لئے بھیجا، میرے ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑا، اللہ عز وجل آپ کو اپنی بارگاہ میں حاضری کی کمی پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے لئے اپنا راستہ کھول دے۔ حضرت سیدنا سری سقطی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ مجھے بچے کے اس کلام سے بے حد خوشی ہوئی جس نے عید کی خوشیاں دوبالا کر دیں۔

(تذکرۃ الاولیاء، ج ۱، حصہ اول، حضرت سیدنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ الغنی، ص ۲۴۲-۲۴۳، منقضا)

(642) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْصِنِي. قَالَ: "لَا تَغْضَبَ، فَرَدَّدَ مَرَارًا، قَالَ: "لَا تَغْضَبَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے ایک آدمی نے نبی اکرم ؐ سے عرض کیا: مجھے وصیت فرمائیں آپ نے ارشاد فرمایا: غصہ نہ کر اس نے بار بار یہی عرض کیا: آپ نے ہر بار فرمایا غصہ نہ کر۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحمد من الغضب، ج ۸، ص ۲۸، رقم: ۱۱۱۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۲۶۶، رقم: ۱۰۰۱۲، جامع العلوم والحکم لابن رجب الحدیث السادس عشر، ص ۱۴) شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ثنائان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شاید یہ سائل غصہ بہت کرتا ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم مطلق ہیں ہر شخص کو وہ ہی دوا بتاتے ہیں جو اس کے لائق ہیں۔ نفسانی غضب و غصہ شیطانی اثر ہے اس میں انسان عقل کھو بیٹھتا ہے، غصہ کی حالت میں اس سے باطل کام و کلام سرزد ہونے لگتے ہیں۔ غصہ کا علاج اعوذ باللہ پڑھنا ہے یا وضو کر لینا یا یہ خیال کر لینا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر قادر ہے۔ رحمانی غضب عبادت ہے فَمَجَّعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ خَضْبًا أَيْسًا يَا جِبِّي غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهِ۔ (براء الناج، ج ۶، ص ۹۲۶)

غصہ پینے کا انعام

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے: مومن کے غصہ پی لینے سے بڑھ کر کوئی گھونٹ اللہ عز وجل کی بارگاہ میں زیادہ پسندیدہ نہیں، اور جو غصہ نافذ کرنے پر قدرت کے باوجود غصہ پی لے اللہ عز وجل اس کے دل کو امن اور ایمان سے بھر دے گا۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب العلم، رقم: ۱۱۸۶، ج ۳، ص ۴۶۳)

غلام آزاد کر دیا

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک غلام نے ایک طشت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ دھلواتے ہوئے انا پر پانی بہایا تو وہ پانی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑوں پر بھی جاگرا، امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے تیز نظر سے دیکھا، غلام نے یہ کہنا شروع کیا: میرے آقا! وَالْكُظُمِیْنَ الْغِیْظَ (اور غصہ پینے والے) (ابھی اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ غلام نے پھر کہا: وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ (اور لوگوں سے

درگز کرنے والے) آپ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کیا۔ غلام نے عرض کی: **وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ** O (اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں) (پ ۴، آل عمران: ۱۳۴)

تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جا، تو اللہ عزوجل کے لئے آزاد ہے اور میرے مال میں سے ایک ہزار دینار تیرے ہیں۔ (بخاری مؤرخ ص ۲۷۳)

(643) **وَعَنْ أَبِي يَعْلَى شَدَادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ**
اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،
قَالَ: "إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا
قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا
الذَّبْحَ، وَلِيُجِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، وَلِيُؤْخِذَ ذُبَيْحَتَهُ
رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو یعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے ہر چیز پر احسان لکھ دیا ہے تو جب تم دشمن کو قتل کرو تو اچھے طریقے سے اور جب تم ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ چھری تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الامر باحسن الذبح والقتل وتحديد الشفرة، ج ۶، ص ۷۲، رقم: ۵۱۶۷، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب قتل البهائم بعد الاسماء بضرب الاعناق، ج ۶، ص ۶۸، رقم: ۱۸۵۰۲، المعجم الصغیر، باب المیہ من اسمہ محمد ج ۶، ص ۲۲۱، رقم: ۱۰۶۲، المتعلی لابن الجارود، باب جراح العمد، ص ۲۱۲، رقم: ۸۳۹، سنن ابوداؤد، باب فی الہی ان تصیر البہائم والرفق بالذبیحة، ج ۶، ص ۵۸، رقم: ۲۸۱۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: آپ حضرت حسان ابن ثابت کے بھتیجے ہیں کیونکہ اوس اور حسان دونوں ثابت کے بیٹے ہیں، خود بھی صحابی ہیں اور آپ کے والد یعنی ثابت ابن منذر بھی صحابی ہیں، حضرت ابوالدرداء اور عبادہ ابن صامت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شداد ابن اوس کو علم و حلم دونوں عطا فرمائے۔ (امداد اللغات)

(ہر چیز پر احسان لکھ دیا ہے) یعنی انسان ہو یا جانور مؤمن ہو یا کافر سب کے ساتھ اس کے مناسب بھلائی و سلوک کرنا لازم ہے۔ ظلم کسی پر جائز نہیں، یہ ہے حضور کے رحمۃ اللعالمین ہونے کی شان۔

(اچھے طریقے سے) یعنی اگر تم قاتل یا کافر کو قصاص یا جنگ میں قتل کرو تو ان کے اعضاء نہ کاٹو مثلاً نہ کرو پتھر کی چھری اور کھٹل تلوار سے ذبح نہ کرو کہ یہ رحم کے خلاف ہے۔

(اچھی طرح ذبح کرو) اس بھلائی کی کئی صورتیں ہیں: مثلاً جانور کو ذبح سے پہلے خوب کھلا پلا لیا جائے ایک کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کیا جائے اس کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے، ماں کے سامنے بچے کو اور بچے کے سامنے ماں کو ذبح نہ کیا جائے، مذبح کی طرف گھسیٹ کر نہ لے جایا جائے اور جان نکل جانے سے پہلے اس کی کھال نہ اتاری جائے کہ یہ

تمام باتیں ظلم و زیادتی ہیں۔

(اپنے ذبح کو راحت پہنچائے) تیز چھری سے ذبح کر دینے میں راحت ہے، کھنڈی چھری سے ذبح کرنے میں بہت تکلیف ہوتی ہے اس سے بچے، پوری گردن نہ کاٹ دے صرف حلقوم اور رگیں کاٹے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۹۶۸)

مؤمنوں پر تین احسان کرو!

حضرت سیدنا یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: تم سے مؤمنوں کو اگر تین فوائد حاصل ہوں تو تم مجسین (یعنی احسان کرنے والوں) میں شمار کئے جاؤ گے (۱) اگر انہیں نفع نہیں پہنچا سکتے تو نقصان بھی نہ پہنچاؤ (۲) انہیں خوش نہیں کر سکتے تو رنجیدہ بھی نہ کرو (۳) ان کی تعریف نہیں کر سکتے تو بُرائی بھی مت کرو۔ (غنیۃ الذلیلین ص ۸۸)

(644) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَا خَوَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَ أَمْرَيْنِ قَطُّ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَهُ يَكُنْ إِيَّاهُ، فَإِنْ كَانَ إِيَّاهُ، كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ. وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ قَطُّ، إِلَّا أَنْ تُنْعَمَ حُرْمَةُ اللَّهِ، فَيَلْتَقِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو آپ آسان کام کو اختیار کرتے اگر وہ گناہ نہ ہوتا اور اگر گناہ ہوتا تو سب لوگوں سے زیادہ اس کام سے دور ہوتے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام نہ لیا لیکن اگر اللہ کی حرمت والے کام کی بے حرمتی ہوتی تو آپ اللہ تعالیٰ کے لیے انتقام لیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب کم التعزیر والادب ج ۸ ص ۱۰۲ رقم: ۶۸۵۲ صحیح مسلم باب مباحثہ صلی اللہ علیہ وسلم لللاثام واختیار من البہاج ج ۸ ص ۸۰ رقم: ۶۱۱۵ مسند امام احمد بن حنبل: حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا ج ۳ ص ۳۱ رقم: ۲۰۰۸۰ موطا امام مالک باب ما جاء فی حسن الخلق ج ۲ ص ۱۲۲ رقم: ۲۲۵۱ السنن الکبریٰ للبیہقی باب لم یکن له اذا سمع المنکر ترک المنکر ج ۳ ص ۳۱ رقم: ۱۳۱۱۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(آپ آسان کام کو اختیار کرتے) ظاہر یہ ہے کہ اختیار دینے والا اللہ تعالیٰ ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ حضور انور کو دو کاموں کا اختیار دیتا تو آپ آسان کام اختیار فرماتے تاکہ امت کو تکلیف نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ اختیار دینے والے یا کفار ہوتے یا مسلمان کہ اگر یہ لوگ دو باتیں حضور پر پیش کرتے تو آپ آسان اختیار فرماتے جیسے بدر کے قیدیوں کے متعلق قتل کا مشورہ دیا گیا اور فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا بھی، تو حضور انور نے حضور ابوبکر صدیق کا مشورہ فدیہ قبول فرمایا یہ ہے آسان کو اختیار فرمانا، پھر رب تعالیٰ نے اس فدیہ لے کر چھوڑنے کو قانون بنادیا کہ فرمایا: فَاِمَّا مَنَّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً۔ اس کی مفصل بحث ہماری تفسیر میں دیکھو۔

(تو سب لوگوں سے زیادہ اس کام سے دور ہوتے) اگر اختیار دینے والا رب تعالیٰ ہے تو گناہ سے مراد ہے کسی جائز کام کا گناہ کا ذریعہ بننا ایسے کام سے حضور دور رہتے جیسے رب نے حضور کو اختیار دیا کہ یا آپ شاہانہ زندگی اختیار فرمائیں خزانے آپ کے ساتھ رہیں یا آپ سادہ زندگی قبول فرمائیں، چونکہ شاہانہ زندگی دنیا میں مشغولیت نیکیوں میں کمی کا ذریعہ بن سکتی تھی اس لیے حضور انور نے سادہ زندگی اختیار فرمائی۔ شعر

عجز اللہ ربہ تمہارا کہ طہہ کل ہو کر
زندگی تم نے غریبوں میں گزاری ساری

(آپ اللہ تعالیٰ کے لیے انتقام لیتے) یعنی حضور انور نے اپنی ذات کے لیے کسی موذی سے بدلہ نہ لیا، جس سے بدلہ لیا دین کی حرمت کے لیے، حضور نے اپنے جن دشمنوں کو قتل کرایا ہے یا قتل کیا ہے وہ بھی درحقیقت دین ہی کے دشمن تھے جیسے عقبہ بن ابی معیط، عبد اللہ ابن نخل کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرایا کہ وہ درحقیقت دین کے دشمن تھے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں مالی جرم کا عوض مراد ہے آبرو کے دشمنوں سے بدلہ لیا ہے۔ (مرقات، اشعہ) مگر پہلی بات قوی ہے۔ حضور نے ہندہ وحشی عکرمہ کو معافی دے دی کہ وہ اپنے دشمن تھے مگر فاطمہ مخزومیہ کا ہاتھ کٹوا دیا کہ اس نے چوری کی تھی قانون اسلامی کا جرم کیا تھا، اس موقع پر کسی کی سفارش قبول نہ فرمائی بلکہ سفارش پر ناراضی فرمائی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۸ ص ۷۶)

(645) وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا
أُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يُحْرَمُ عَلَى النَّارِ؟ أَوْ يَمْنُ تَحْرُمُ عَلَيْهِ
النَّارُ؟ تَحْرُمُ عَلَى كُلِّ قَرِيبٍ هَذِينَ، لَيْتَنِي سَهْلَرَوَاكَ
الرِّثْمَ مِلْئِي، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو اس کی خبر نہ دوں جس پر آگ حرام ہے یہ ہر آدمی پر حرام ہے جو قرب والا نرم رفتار نرم گفتار اور نرم کردار ہو۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء فی صفة اوائی الخوض ج ۲ ص ۶۵۲ رقم: ۱۱۲۲ الحاف الخیرة المہرۃ باب الحصال التي تدخل الجنة وتنجي من النار ج ۱ ص ۱۵۴ رقم: ۱۱۲۳ المعجم الصغير من اسماء احمد ج ۲ ص ۶۲ رقم: ۸۸ صحیح ابن حبان باب حسن الخلق ج ۲ ص ۲۱۵ رقم: ۳۶۹ مسند امام احمد مسند عبد اللہ بن مسعود ج ۱ ص ۳۱۵ رقم: ۲۱۲۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(آگ اس پر حرام ہوتی ہے) لازم و ملزوم ہیں کہ دوزخ کی آگ پر وہ حرام ہو جائے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو جائے کہ نہ آگ اس تک پہنچے نہ آگ تک وہ پہنچے اور اگر وہ کسی وقت دوزخیوں کو نکالنے کے لیے دوزخ میں جائے تو اس کو آگ کی گرمی نہ پہنچے۔

(نرم گفتار اور نرم کردار ہو) حسین اور لیلین کی شد سے بھی آتا ہے اوری کے سکون سے بھی دونوں کے معنی ہیں نرم مگر

جب یہ دونوں جمع ہو جاویں تو ایک سے مراد نرم طبیعت ہوتا ہے دوسرے سے مراد نرم زبان۔ سہل کے معنی ہیں سمجھ یعنی لوگوں کی زیادتیوں سے درگزر کر جانے والا، قریب کے معنی ہیں لوگوں سے نزدیک رہنے والا کہ جب اس کی ضرورت پڑے تو حاضر ہو جائے اگر لوگ اس سے مستغنی ہوں تو یہ بھی بے نیاز رہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۹۱۰)

بلند ترین درجات

جاننا چاہیے! اخوت دو آدمیوں کے درمیان رابطہ ہوتا ہے جس طرح میاں بیوی کے درمیان عقد نکاح ہے۔ جب بھائی چارہ قائم ہو جائے تو یہ تیرے مال، نفس، زبان اور دل پر کچھ حقوق لازم کرتا ہے کہ تم اسے معاف کرو، اس کے لئے دعا کرو، اخلاص و وفا سے پیش آؤ اور تکلیف و تکلف کو چھوڑ دو۔

(۱) مال: یہ حق مال کے متعلق ہے اور اس میں سب سے کم مرتبہ یہ ہے کہ تم اسے اپنے غلام کی طرح سمجھو اور اس کی ضرورت پوری کرنا تمہارا مقصد ہو اور اس میں درمیانہ درجہ یہ ہے کہ تم اسے اپنے جیسا سمجھو کیونکہ اخوت شرکت اور مساوات کو لازم کرتی ہے اور اس میں بلند درجہ یہ ہے کہ تو اسے اپنے اوپر ترجیح دے اس طرح کہ تو اپنی حاجت چھوڑ دے تاکہ اس کی حالت درست ہو جائے اور یہ بلند ترین درجات میں سے ہے، اس کے متعلق بہت سی احادیث مبارکہ وارد ہیں۔ چنانچہ، تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزن جو و سخاوت، ہیکر عظمت و شرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت ﷺ و جَلَّ وَجَلَّ وصَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ محبت نشان ہے: جب دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ (اللہ عزَّ وَّجَلَّ کے لئے) دوستی اختیار کرتے ہیں تو ان میں سے اللہ عزَّ وَّجَلَّ کو زیادہ پسند وہ ہوتا ہے جو اپنے ساتھی پر زیادہ نرمی کرنے والا ہوتا ہے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب الصبر والجمالة، الحدیث ۵۶۷، ج ۱، ص ۳۸۸، مطبوعاً)

75 سَبَابُ الْعَفْوِ وَالْإِعْرَاضِ عَنِ الْجَاهِلِينَ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ) (الأعراف: 199)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ) (الحجر: 85)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ) (النور: 22)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ) (آل عمران: 134)

درگزر کرنا اور جاہلوں سے اعراض کرنا
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: معاف کرنے کا طریقہ
اپنا بھلائی کا حکم دے اور جاہلوں سے اعراض کرو۔
اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اچھے طریقہ سے در
گزر کر۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان کو چاہیے کہ
معاف کریں اور اعراض کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ
تمہاری مغفرت فرمادے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو لوگوں کو معاف
کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھلائی کرنے والوں کو

پسند کرتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ضرور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو یقیناً یہ ہمت والے کاموں سے ہے۔

اس باب میں آیات بکثرت معلوم و مشہور ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: کیا آپ پر احد سے زیادہ سخت دن کوئی آیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے تیری قوم سے مصائب و تکالیف اٹھائی ہیں۔ سب سے زیادہ پر مشقت عقبہ کا دن تھا۔ جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یلیل بن عبد کلال پر پیش کیا اس نے میری بات کو قبول نہ کیا میں غمزہ ہو کر اپنے چہرہ کے رخ پر چل پڑا۔ مجھے قرن الثعالب پہنچنے سے پہلے افاقہ نہ ہوا (جب افاقہ ہوا) تو میں نے سراٹھایا میں نے اپنے اوپر ایک بادل کو سایہ کرنے والا پایا میں نے دیکھا تو اس میں جبریل علیہ السلام تھے۔ انہوں نے مجھے پکارا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی بات سن لی ہے۔ اور جس طرح انہوں نے انکار کیا ہے آپ کی طرف پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے۔ آپ اس کو جو چاہیں ان کے بارے حکم فرمائیں۔ تو مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے پکارا اس نے سلام عرض کیا: پھر کہا: اے محمد ﷺ! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی بات سن لی ہے۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں۔ مجھے رب نے آپ کی طرف بھیجا ہے کہ آپ جو چاہیں حکم فرمائیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان پر پہاڑوں کو ملا دوں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لیکن مجھے امید ہے کہ

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ) (الشوری: 43)

وَالْآيَاتِ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ۔

(646) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ أَلَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ؟ قَالَ: لَقَدْ لَهَيْتُكَ مِنْ قَوْمِكَ، وَكَانَ أَهْدُ مَا لَعَيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ، إِذْ عَرَّطْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَالِيلُ بْنُ عَبْدِ كِلَالٍ، فَلَمْ يُجِئْنِي إِلَّا بِمَا أَرَدْتُ، فَأَنْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلَى وَجْهِ، فَلَمْ أَسْتَفِضْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي، وَإِذَا أَنَا بِسَعَابَةِ قَدْ أَظْلَمْتُ، فَتَنَظَّرْتُ فَإِذَا فِيهَا جَبْرَيْلٌ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - فَنَادَانِي، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ، وَمَا رَكُّوا عَلَيْكَ، وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ. فَنَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ، فَسَلَّمَ عَلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ، وَأَنَا مَلَكُ الْجِبَالِ، وَقَدْ بَعَثَنِي رَبِّي إِلَيْكَ لِتَأْمُرَنِي بِأَمْرِكَ، فَمَا شِئْتَ، إِنْ شِئْتَ أَطَبَقْتُ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبِينَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں میں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو اکیلے اللہ کی عبادت کریں گے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ (مطلق علیہ)

”الْأَلْحَشَبَانُ: الْجَهْلَانِ الْمُحِيطَانِ بِمَكَّةَ. وَالْأَلْحَشَبُ: هُوَ الْجَبَلُ الْغُلِيطُ. دُوبھاڑ۔ اَلْحَشَبُ: بخت اور بڑے پہاڑ کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری) باب ذکر الملائكة ج ۱ ص ۱۱۵ رقم: ۲۲۲۱ صحیح مسلم: باب ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اذی المشرکین والمنافقین ج ۱ ص ۱۳۱ رقم: ۲۴۵۲ اخبار مکة للفاکھی ذکر قرن الغالب وما جاء فيه ج ۲ ص ۱۱۴ رقم: ۲۴۵۵ المعجم الاوسط للطبرانی من اسعہ مقدمہ ج ۸ ص ۳۴۰ رقم: ۸۱۰۲ صحیح ابن حبان: کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۵۱۹ رقم: ۱۵۶۱

شرح حدیث: بیعت عقبہ اولیٰ

سن ۱۲ نبوی میں حج کے موقع پر مدینہ کے بارہ اشخاص منیٰ کی اسی گھاٹی میں چھپ کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت ہوئے۔ تاریخ اسلام میں اس بیعت کا نام بیعت عقبہ اولیٰ ہے۔ ساتھ ہی ان لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ درخواست بھی کی کہ احکام اسلام کی تعلیم کے لئے کوئی معلم بھی ان لوگوں کے ساتھ کر دیا جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا۔ وہ مدینہ میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر ٹھہرے اور انصار کے ایک ایک گھر میں جا جا کر اسلام کی تبلیغ کرنے لگے اور روزانہ ایک دو نئے آدمی آغوش اسلام میں آنے لگے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ مدینہ سے قباء تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔

قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی بہادر اور بااثر شخص تھے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو انہوں نے پہلے تو اسلام سے نفرت و بیزاری ظاہر کی مگر جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو قرآن مجید پڑھ کر سنایا تو ایک دم اُن کا دل سچ گیا اور اس قدر متاثر ہوئے کہ سعادت ایمان سے سرفراز ہو گئے۔ ان کے مسلمان ہوتے ہی ان کا قبیلہ اوس بھی دامن اسلام میں آ گیا۔

اسی سال بقول مشہور ماہِ رجب کی ستائیسویں رات کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بحالت بیداری معراج جسمانی ہوئی۔ اور اسی سفر معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں جس کا تفصیلی بیان ان شاء اللہ تعالیٰ معجزات کے باب میں آئے گا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام، العقیدۃ الاولیٰ ومصعب بن عمیر، ص ۱۷۱-۱۷۲)

بیعت عقبہ ثانیہ

اس کے ایک سال بعد سن 13 نبوی میں حج کے موقع پر مدینہ کے تقریباً بہتر اشخاص نے منیٰ کی اسی گھاٹی میں اپنے بت پرست ساتھیوں سے چھپ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کی اور یہ عہد کیا کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور اسلام کی حفاظت کے لئے اپنی جان قربان کر دیں گے۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے مدینہ والوں سے کہا کہ دیکھو! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے خاندان بنی ہاشم میں ہر طرح محترم اور باعزت ہیں۔ ہم لوگوں نے دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر ہمیشہ ان کی حفاظت کی ہے۔ اب تم لوگ ان کو اپنے وطن میں لے جانے کے خواہشمند ہو تو سن لو! اگر مرتے دم تک تم لوگ ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر ہے ورنہ ابھی سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ یہ سن کر حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ طیش میں آ کر کہنے لگے کہ ہم لوگ تلواروں کی گود میں پلے ہیں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ حضرت ابوالہشتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بات کاٹتے ہوئے یہ کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم لوگوں کے یہودیوں سے پرانے تعلقات ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ ہمارے مسلمان ہو جانے کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غلبہ عطا فرمائے تو آپ ہم لوگوں کو چھوڑ کر اپنے وطن مکہ چلے جائیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ تم لوگ اطمینان رکھو کہ تمہارا خون میرا خون ہے اور یقین کرو میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے۔ میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو۔ تمہارا دشمن میرا دشمن اور تمہارا دوست میرا دوست ہے۔ (السيرة النبوية لابن هشام، الطبعة الاولى، ۱۷۵، ۱۷۶ اور شرح الزرقانی علی المواہب، ذکر عرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفسه... الخ، ج ۲، ص ۸۵-۸۸ ملخصاً)

جب انصار یہ بیعت کر رہے تھے تو حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا حضرت عباس بن نضلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میرے بھائیو! تمہیں یہ بھی خبر ہے؟ کہ تم لوگ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ خوب سمجھ لو کہ یہ عرب و عجم کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ انصار نے طیش میں آ کر نہایت ہی پر جوش لہجے میں کہا کہ ہاں! ہاں! ہم لوگ اسی پر بیعت کر رہے ہیں۔ بیعت ہو جانے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جماعت میں سے بارہ آدمیوں کو نقیب (سردار) مقرر فرمایا۔ ان میں نو آدمی قبیلہ خزرج کے اور تین اشخاص قبیلہ اوس کے تھے جن کے مبارک نام یہ ہیں۔

- (۱) حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ (۲) حضرت سعد بن ربیع (۳) حضرت عبداللہ بن رواحہ (۴) حضرت رفیع بن مالک (۵) حضرت براء بن معرور (۶) حضرت عبداللہ بن عمرو (۷) حضرت سعد بن عبادہ (۸) حضرت منذر بن عمر (۹) حضرت عبادہ بن ثابت۔ یہ نو آدمی قبیلہ خزرج کے ہیں۔ (۱۰) حضرت أسید بن حضیر (۱۱) حضرت سعد بن خثیمہ (۱۲) حضرت ابوالہشتم بن تیہان۔ یہ تین شخص قبیلہ اوس کے ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

(السيرة النبوية لابن هشام، اسماء القہاء الاثني عشر... الخ، ص ۸۷، ۸۸) وشرح الزرقانی علی المواہب، ذکر عرض لمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نفسہ... الخ، ج ۲، ص ۸۰، ۸۷

اس کے بعد یہ تمام حضرات اپنے اپنے ڈیروں پر چلے گئے۔ صبح کے وقت جب قریش کو اس کی اطلاع پہنچی تو وہ آگ بگولا ہو گئے اور ان لوگوں نے ڈانٹ کر مدینہ والوں سے پوچھا کہ کیا تم لوگوں نے ہمارے ساتھ جنگ کرنے پر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے بیعت کی ہے؟ انصار کے کچھ ساتھیوں نے جو مسلمان نہیں ہوئے تھے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ یہ سن کر قریش واپس چلے گئے مگر جب تفتیش و تحقیقات کے بعد کچھ انصار کی بیعت کا حال معلوم ہوا تو قریش غیظ و غضب میں آپ سے باہر ہو گئے اور بیعت کرنے والوں کی گرفتاری کے لئے تعاقب کیا مگر قریش حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی اور کو نہیں پکڑ سکے۔ قریش حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ مکہ لائے اور ان کو قید کر دیا مگر جب جبیر بن مطعم اور حارث بن حرب بن امیہ کو پتہ چلا تو ان دونوں نے قریش کو سمجھایا کہ خدا کے لئے سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو فوراً چھوڑ دو ورنہ تمہاری ملک و شام کی تجارت خطرہ میں پڑ جائے گی۔ یہ سن کر قریش نے حضرت سعد بن عبادہ کو قید سے رہا کر دیا اور وہ بخیریت مدینہ پہنچ گئے۔ (السيرة النبوية لابن هشام، اسماء القہاء الاثني عشر... الخ، ص ۸۷، ۸۸)

(647) وَعَنْهَا، قَالَتْ: مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ بِمِدَّةٍ وَلَا أَمْرًا وَلَا خَادِمًا، إِلَّا أَنْ يُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَمَا يَمْلُ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهِ، إِلَّا أَنْ يُنْتَقَمَ مِنْ شَيْءٍ مِّنْ عَنَائِمِ اللَّهِ تَعَالَى، فَيَنْتَقِمَ اللَّهُ تَعَالَى رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے کسی کو کبھی نہیں مارا کسی عورت کو یا خادم کو بھی نہیں لیکن اللہ کی راہ میں جہاد کے دوران (یہ الگ بات ہے) اور کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ کو تکلیف پہنچائی گئی ہو تو آپ نے اس کا بدلہ لیا ہو۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی حرمت والی چیزوں کی پامالی ہو اللہ تعالیٰ کے لیے انتقام لیتے۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب مباحثہ صلی اللہ علیہ وسلم للائم واختیارہ من المباح، ج ۵، ص ۸۰، رقم: ۶۱۹۵ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب ما امرہ اللہ تعالیٰ بہ من ان یدفع بالی فی احسن، ج ۵، ص ۲۵، رقم: ۱۳۶۸۳ المعجم الاوسط للطبرانی من اسمہ محمد، ج ۵، ص ۳۲، رقم: ۵۲۲۸ مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج ۲، ص ۳۱، رقم: ۲۴۰۸۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(کسی کو کبھی نہیں مارا) یہاں ہیٹھا سے مراد آدمی ہے یعنی حضور نے کسی آدمی کو کبھی نہ مارا اونٹ گھوڑے کو بار بار مارا ہے، ایک بار بچھو بھی مارا ہے، سانپ کے مارنے کا حکم دیا ہے۔

(کسی عورت کو یا خادم کو بھی نہیں) چونکہ انسان کو اپنی بیویوں خادموں سے تعلق بہت رہتا ہے اکثر انہیں مارنا پڑتا ہے

اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا ورنہ ہینٹا میں یہ بھی داخل تھے کہ یہ بھی آدمی ہی ہیں۔

(اللہ کی راہ میں جہاد کے دوران) حضور انور نے غزوہ احد میں ابی ابن خلف کو اپنے ہاتھ شریف سے قتل کیا۔ (مرقات) صرف یہ ہی ایک کافر حضور کے ہاتھوں سے قتل ہوا ہے۔ یہاں شرعی سزائیں تعزیرات مراد نہیں وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجرموں پر جاری فرمائی ہیں، یہ تمام قتل وغیرہ اپنی ذات کے لیے نہ تھے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تھے اور اگر کوئی شخص قانون اسلامی کی مخالفت کرتا چوری زنا کرتا تو اس کو سزا ضرور دیتے تھے اور اگر کوئی شخص آپ کا کوئی حق مار لیتا تو آپ اسے معاف فرما دیتے تھے اس سے بدلہ نہ لیتے تھے۔ (بڑا النانج، ج ۶ ص ۹۱۰)

اپنی ذات کے لئے تو کبھی کسی سے انتقام

فتح خیبر کے بعد چند روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر میں ٹھہرے۔ یہودیوں کو مکمل امن و امان عطا فرمایا اور قسم قسم کی نوازشوں سے نوازا مگر اس بد باطن قوم کی فطرت میں اس قدر خباثت بھری ہوئی تھی کہ سلام بن مشکم یہودی کی بیوی زینب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کی اور گوشت میں زہر ملا دیا۔ خدا کے حکم سے گوشت کی بوٹی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زہر کی خبر دی اور آپ نے ایک ہی لقمہ کھا کر ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن ایک صحابی حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شکم سیر کھالیا اور زہر کے اثر سے ان کی شہادت ہو گئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اس زہر سے لقمہ سے عمر بھر تالو میں تکلیف رہی۔ آپ نے جب یہودیوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو ان ظالموں نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا اور کہا کہ ہم نے اس نیت سے آپ کو زہر کھلایا کہ اگر آپ سچے نبی ہوں گے تو آپ پر اس زہر کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ ورنہ ہم کو آپ سے نجات مل جائے گی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے تو کبھی کسی سے انتقام لیا ہی نہیں اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زینب سے کچھ بھی نہیں فرمایا مگر جب حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی زہر سے وفات ہو گئی تو ان کے قصاص میں زینب قتل کی گئی۔

(المواہب اللدنیہ و شرح الزرقانی، باب غزوہ خیبر، ج ۳، ص ۲۸، ۲۹، ۳۰ ملخصاً)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول

اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ پر مونے کنارے والی نجرانی چادر تھی۔ آپ کو ایک بدو ملا اس نے آپ کی چادر کو پکڑ کر زور سے کھینچا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے کندھے کے سرے کو دیکھا تو زور سے کھینچنے کی وجہ سے چادر کے کنارے نے اس میں نشان ڈال دیا تھا۔ پھر اس نے کہا: اے محمد (ﷺ)! میرے لیے اللہ کے اس

(648) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ، فَأَذْرَكُهُ أَعْرَاجِي فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبَذَةً شَدِيدَةً، فَانْظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ أَثَرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَبَذَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، مَرُّ لِي مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي عِنْدَكَ، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ.

فَضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ مُتَّفَقٍ عَلَيْهِ.
 مال میں سے کچھ حکم فرمائیں جو آپ کے پاس ہے۔
 آپ اس کی طرف دیکھ کر مسکرا پڑے۔ پھر آپ نے
 اس کے لیے عطیہ کا حکم فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما کان الدہی صلی اللہ علیہ وسلم یعطی المؤلفۃ قلوبہما، ج ۲، ص ۱۱۰، رقم: ۳۱۳۹، صحیح مسلم، باب اعطاء من سال بضعی وغلفۃ، ج ۳، ص ۱۰۳، رقم: ۲۴۶۱، مسند امام احمد، مسند السن بن مالک رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۱۵۲، رقم: ۱۲۵۰۰، لائیل النبوة للبیہقی، باب ذکر اخبار رویع فی شمائلہ و اخلاقہ، ج ۱، ص ۲۱۲، رقم: ۲۶۰، جامع الاصول لابن اثیر، النوع الثامن فی فی من اخلاقہ، ج ۱، ص ۲۵۵، رقم: ۸۸۲۰)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نجران یمن کی مشہور بستی ہے جہاں کے عیسائی حضور انور سے مناظرہ کرنے آئے تھے، حضور انور نے انہیں مباہلہ کے لیے کہا انہوں نے نہیں کیا۔ بعض کے نزدیک حجاز اور یمن کے درمیان ہے وہاں موٹے اون کی چادریں بہت ہنسی تھیں جن کے کنارے بہت زیادہ موٹے ہوتے تھے۔

اس بدوی نے اس طرح حضور انور سے بھیک مانگی وہ آداب تو کیا طریقہ گفتگو سے بھی بے خبر تھا، حضور انور نے اس کی اس بے ادبی پر ناراضی نہ فرمائی خیال فرمایا کہ یہ آداب گفتگو سے واقف نہیں ہے۔ شعر

سرکار ہم کمینوں کے اطوار پر نہ جائیں
 آقا حضور اپنے کرم پر نظر کریں (اعلیٰ حضرت)

(اس میں سے میرے لیے بھی حکم دیجئے) غالباً یہ بدوی نو مسلم تھا جو ابھی دین کے مسائل سے پورا واقف بھی نہ تھا اور بات کرنے کا طریقہ بھی نہ جانتا تھا اور تھا بھی مؤلفۃ القلوب سے جن کو دین پر پختہ کیا جاتا ہے اس لیے حضور انور کو صرف نام شریف سے پکارا اور اس پر کوئی گرفت نہیں فرمائی گئی۔ (مرقات) وہ یہ کہہ رہا ہے کہ آپ کے پاس فقراء میں تقسیم کرنے کے لیے زکوٰۃ و صدقات کے مال ہیں میں بھی فقیر ہوں مجھے بھی اس میں سے دیجئے۔

(پھر ہنسے پھر اس کے لیے عطا کا حکم دیا) یعنی حضور انور اس کی یہ حرکت دیکھ کر اس کی یہ بات سن کر مسکرائے اور صحابہ کو حکم دیا کہ اسے مال زکوٰۃ سے کچھ دے دیں۔ اس عطاء سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص کافر یا منافق نہ تھا کہ کفار و منافقین کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔ یہاں افحہ للمعات نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ حکام بادشاہوں اور بڑے لوگوں کو چاہیے کہ رعایا کی سختی پر صبر و تحمل سے کام لیا کریں اس صبر کے پھل بہت شیریں ہوتے ہیں۔ شعر

سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں
 ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

(برزاق المناجیح، ج ۸، ص ۶۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ گویا میں

رسول اللہ ﷺ کو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے

(649) وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،

قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَحْيَى نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللَّهِ
وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ، ضَرْبُهُ قَوْمُهُ فَأَذْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ
الذَّمَّ عَنْ وَجْهِهِ، وَيَقُولُ: "اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي،
لَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کس نبی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں کہ اس
کو اس کی قوم نے خون آلود کر دیا۔ وہ اپنے چہرے سے
خون کو صاف کرتے اور کہتے یا اللہ میری قوم کو بخش دے
کیونکہ وہ نہیں جانتے (کہ میں کون ہوں۔) (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البغاری: باب اذا مر من اللہی و غیرہ بسب الدہی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲، ص ۱۱، رقم:
۱۱۲۱، صحیح مسلم، باب غزوہ أحد، ج ۲، ص ۲۴، رقم: ۲۴۴، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ سهل بن سعد الساعدی، ج ۱، ص ۱۱،
رقم: ۵۸۶، صحیح ابن حبان، باب الادعیۃ، ج ۱، ص ۲۴۲، رقم: ۴۲، اطراف المسند البعلی للعسقلانی، من اسمہ شقیق بن سلیة،
ج ۱، ص ۱۵۰، رقم: ۵۵۲۲، سنن ابن ماجہ، باب الصبر علی البلاء، ج ۲، ص ۲۲۵، رقم: ۲۰۲۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ ہے تصور رسول حضرات صحابہ کرام حضور کی اداؤں کے تصور میں رہتے تھے!

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا تصور میں تیرے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

نبی سے مراد یا نوح علیہ السلام ہیں جو اپنی قوم سے بڑی مصیبت اٹھاتے تھے حتیٰ کہ کئی کئی دن بے ہوش رہتے تھے،
ہوش آنے پر پھر جاتے، تبلیغ فرماتے یا خود حضور کی ذات ہے، یہ واقعہ طائف کی تبلیغ اور احد شریف کے جہاد کا ہے کہ حضور
انور ان ظالم کفار کو دعائیں دیتے جاتے تھے، چہرہ پاک سے خون صاف کرتے جاتے تھے۔ (اشعہ)

تاکہ خون آنکھوں یا منہ میں نہ پڑے یا زمین پر نہ گرے، زمیں پر گرنے سے عذاب الہی آجانے کا اندیشہ تھا۔

(میری قوم کو بخش دے) بخش دے کے معنی یہ ہیں کہ تو انہیں ایمان کی توفیق دے عذاب نہ دے، ورنہ کفار کے
لیے بخشش کی دعا بحکم قرآن ممنوع ہے۔ نہ جانتے کے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ مجھے پہچانتے نہیں اگر پہچانتے ہوتے تو یہ حرکت
نہ کرتے۔ معلوم ہوا کہ جاہل کا گناہ ہلکا ہوتا ہے عالم کے گناہ سے۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۱، ص ۱۵۲)

طائف وغیرہ کا سفر

مکہ والوں کے عناد اور سرکشی کو دیکھتے ہوئے جب حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے ایمان مانے
سے مایوسی نظر آئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کے لئے مکہ کے قرب و جوار کی بستیوں کا رخ کیا۔ چنانچہ اس
سلسلہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف کا بھی سفر فرمایا۔ اس سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام حضرت
زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ طائف میں بڑے بڑے امراء اور مالدار
لوگ رہتے تھے۔ ان رئیسوں میں عمرو کا خاندان تمام قبائل کا سردار شمار کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ تین بھائی تھے۔
عبد یاسیل۔ مسعود۔ حبیب۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تینوں کے پاس تشریف لے گئے اور اسلام کی دعوت دی۔ ان

تینوں نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ انتہائی بیہودہ اور گستاخانہ جواب دیا۔ ان بد نصیبوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ طائف کے شریر غنڈوں کو ابھار دیا کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ برا سلوک کریں۔ چنانچہ لچوں لفتگوں کا یہ شریر گروہ ہر طرف سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ٹوٹ پڑا اور یہ شرارتوں کے مجسمے آپ پر پتھر برسانے لگے یہاں تک کہ آپ کے مقدس پاؤں زخموں سے لہولہاں ہو گئے۔ (شرح الزرقانی علی المواہب، وفاة خدیجہ والی طالب، ج ۲، ص ۵۰، ۵۱)

اور آپ کے موزے اور نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زخموں سے بے تاب ہو کر بیٹھ جاتے تو یہ ظالم انتہائی بے دردی کے ساتھ آپ کا بازو پکڑ کر اٹھاتے اور جب آپ چلنے لگتے تو پھر آپ پر پتھروں کی بارش کرتے اور ساتھ ساتھ طعنہ زنی کرتے۔ گالیاں دیتے۔ تالیاں بجاتے۔ ہنسی اڑاتے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑ دوڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آنے والے پتھروں کو اپنے بدن پر لیتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بچاتے تھے یہاں تک کہ وہ بھی خون میں نہا گئے اور زخموں سے نڈھال ہو کر بے قابو ہو گئے۔ یہاں تک کہ آخر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگور کے ایک باغ میں پناہ لی۔ یہ باغ مکہ کے ایک مشہور کافر عتبہ بن ربیعہ کا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ حال دیکھ کر عتبہ بن ربیعہ اور اس کے بھائی شیبہ بن ربیعہ کو آپ پر رحم آ گیا اور کافر ہونے کے باوجود خاندانی حمیت نے جوش مارا۔ چنانچہ ان دونوں کافروں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے باغ میں ٹھہرایا اور اپنے نصرانی غلام عداس کے ہاتھ سے آپ کی خدمت میں انگور کا ایک خوشہ بھیجا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر خوشہ کو ہاتھ لگا یا تو عداس تعجب سے کہنے لگا کہ اس اطراف کے لوگ تو یہ کلمہ نہیں بولا کرتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہارا وطن کہاں ہے؟ عداس نے کہا کہ میں شہر عنویٰ کا رہنے والا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ حضرت یونس بن متی علیہ السلام کا شہر ہے۔ وہ بھی میری طرح خدا عزوجل کے پیغمبر تھے۔ یہ سن کر عداس آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور فوراً ہی آپ کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

(المواہب اللدیۃ، ہجرتہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱، ص ۱۳۶، ۱۳۷)

(650) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَيْسَ

اللہ ﷻ نے فرمایا: کسی کو نیچے گرانے والا پہلوان نہیں۔

الشَّدِيدُ بِالضَّرْعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ

پہلوان وہ ہے جو سخت غصے کی حالت میں اپنے آپ پر

عِنْدَ الْغَضَبِ مُتَّقٍ عَلَيْهِ۔

قابور کہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الخلد من الغضب، ج ۲، ص ۱۱۲، رقم: ۱۱۱۲ صحیح مسلم، باب فضل من يملك نفسه

عند الغضب، ج ۲، ص ۲۰، رقم: ۶۸۱۰ الاحاب للبيهقي، باب كظم الغيظ وترك الغضب، ص ۴۴، رقم: ۱۲۲ سنن الکبزی للنسائی

باب الشاعر يكثر الوقعة في الناس، ج ۲، ص ۸۶، رقم: ۱۱۵۶ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج

(ص ۲۲۶، رقم: ۲۴۱۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
(کوئی شخص کشتی سے پہلوان نہیں ہوتا) کیونکہ یہ جسمانی پہلوانی فانی ہے اس کا اعتبار نہیں دودن کے بخار میں پہلوانی ختم ہو جاتی ہے۔

(اپنے آپ پر قابو رکھے) کیونکہ غصہ نفس کی طرف سے ہوتا ہے اور نفس ہمارا بدترین دشمن ہے، اس کا مقابلہ کرنا، اسے پچھاڑ دینا بڑی بہادری کا کام ہے، نیز نفس قوت روحانی سے مغلوب ہوتا ہے اور آدمی قوت جسمانی سے پچھاڑا جاتا ہے، قوت روحانی قوت جسمانی سے اعلیٰ و افضل ہے لہذا اپنے نفس پر قابو پانے والا بڑا بہادر پہلوان ہے۔

(برزائۃ الناجح، ج ۶ ص ۹۲۶)

غصہ کب بُرا کب اچھا ہے؟

غصہ کے معاملہ میں یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ غصہ بذات خود نہ اچھا ہے نہ برا۔ درحقیقت غصہ کی اچھائی اور برائی کا دار و مدار موقع اور محل کی اچھائی اور برائی پر ہے اگر بے محل غصہ کیا اور اس کے اثرات برے ظاہر ہوئے تو یہ غصہ برا ہے۔ اور اگر بے محل غصہ کیا اور اس کے اثرات اچھے ظاہر ہوئے تو یہ غصہ اچھا ہے۔ مثلاً کسی بھوکے پیاسے دودھ پیتے بچے کے رونے پر تم کو غصہ آگیا اور تم نے بچے کا گلا گھونٹ دیا تو چونکہ تمہارا یہ غصہ بالکل ہی بے محل ہے اس لئے یہ غصہ برا ہے اور اگر کسی ڈاکو کو ڈاکہ ڈالتے وقت دیکھ کر تم کو غصہ آگیا اور تم نے جندوق چلا کر اس ڈاکو کا خاتمہ کر دیا تو چونکہ تمہارا یہ غصہ بالکل بر محل ہے۔ لہذا یہ غصہ برا نہیں بلکہ اچھا ہے۔ حدیث شریف میں جس غصہ کی مذمت اور برائی بیان کی گئی ہے۔ یہ وہی غصہ ہے جو بے محل ہو اور جس کے اثرات برے ہوں۔ بالکل ظاہر بات ہے کہ غصہ میں رحم کی جگہ بے رحمی اور عدل کی جگہ ظلم، شکر کی جگہ ناشکری، ایمان کی جگہ کفر، ہو تو بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ یہ غصہ اچھا ہے؟ یقیناً یہ غصہ برا ہے اور یہ بہت ہی بری خصلت اور نہایت ہی خراب عادت ہے اس سے بچنا ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے لازم ہے۔

غصہ کا علاج

جب بے محل غصہ کی جھلاہٹ آدمی پر سوار ہو جائے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو چاہے کہ وہ فوراً ہی وضو کرے۔ اس لئے کہ بے محل اور مضر غصہ دلانے والا شیطان ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھ جاتی ہے اس لئے وضو غصہ کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب ما یقال عند الغضب، رقم ۴۸۴، ج ۴، ص ۳۲۷)

اور ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اگر کھڑے ہونے کی حالت میں غصہ آجائے تو آدمی کو چاہے کہ فوراً بیٹھ جائے تو غصہ اتر جائے گا۔ اور اگر بیٹھنے سے بھی غصہ نہ اترے تو لیٹ جائے تاکہ غصہ ختم ہو جائے۔

(المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند ابی ذر، رقم ۲۱۳۰۶، ج ۸، ص ۸۰)

تکالیف برواشت کرنا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور غصہ کو پی جانے والے لوگوں کو معاف کرنے والے اور احسان کرنے والوں سے اللہ محبت فرماتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے صبر کیا اور معاف کیا۔ یقیناً یہ ہمت والے کاموں سے ہے۔
اس باب میں گزشتہ باب والی احادیث ہیں۔

76- بَابُ احْتِمَالِ الْآذَى

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَالْكَافِرِينَ الْغَيْظُ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ) (آل عمران: 134).

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ) (الشوری: 43)
وَفِي الْبَابِ: الْأَحَادِيثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن سے میں صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ اچھائی کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائی سے پیش آتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ تحمل سے پیش آتا ہوں وہ مجھ سے جہالت سے پیش آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر یہی معاملہ رہے جیسا تو کہہ رہا ہے تو تو ان کے منہ میں راکھ ڈال رہا ہے جب تک اس پر قائم رہے گا اللہ تعالیٰ اس کے خلاف تیرا مددگار رہے گا۔ (مسلم) اور اس کی شرح صلہ رحمی کے باب میں گزر چکی ہے۔

(651) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ لِي قَرَابَةً أَصْلَهُمْ وَيَقْطَعُونِي، وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيُسَيِّئُونَ إِلَيَّ، وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُونَ عَلَيَّ! فَقَالَ: لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ، فَكَأَنَّمَا تُسْفُهُمُ الْمَلَّ، وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلَى ذَلِكَ زَوَاةً مُسْلِمًا. وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُهُ فِي بَابِ صِلَةِ الْأَرْحَامِ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب صلوۃ الرحم و تحريم قطعيتها، ج ۸، ص ۸، رقم: ۶۶۸۹، صحیح ابن حبان، باب صلوۃ الرحم و قطعيتها، ج ۲، ص ۱۱۵، رقم: ۲۵۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۳۰۰، رقم: ۹۰۰، مشکوٰۃ المصابیح، باب السلام، ج ۲، ص ۶۷، رقم: ۳۹۲۲، کنز العمال، حرف الباء، ج ۱۲، ص ۱۴۲، رقم: ۶۹۲۲)

شرح حدیث: ان دو پہاڑوں کو ملا دوں؟

اُم المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي لَا تَأْخُرُ عَنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ أَجْلِ فَلَانٍ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا! فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَضِبَ فِي مَوْعِظَةٍ قَطُّ أَشَدَّ مِمَّا غَضِبَ يَوْمَئِذٍ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ مِنْكُمْ مُتَفَرِّقَيْنِ، فَأَيْكُمْ أَمَّ النَّاسَ فَلْيُوجِزْ، فَإِنَّ مِنْ وَرَائِهِ الْكَبِيرَ وَالصَّغِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حاضر ہوا کہا کہ میں فلاں کی وجہ سے صبح کی جماعت سے رہ جاتا ہوں کیونکہ وہ لمبی نماز پڑھاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے وعظ کے دوران نبی اکرم ﷺ کو اس قدر غصہ میں کبھی نہ دیکھا۔ جتنا غصہ وعظ کے دوران اس دن دیکھا۔ آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے کچھ نفرت پھیلانے والے ہیں۔ تم میں سے جو لوگوں کی جماعت کروائے اسے چاہیے کہ مختصر کرے کیونکہ اس کے پیچھے بوڑھے اور بچے اور کام کرنے والے لوگ ہوتے ہیں۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب تخفیف الامام فی القيام واتمام الركوع والسجود ج ۱ ص ۱۴۲ رقم: ۴۰۷، صحیح مسلم: باب امر الائمة بتخفیف الصلاة فی تمام ج ۲ ص ۳۲ رقم: ۱۰۰۲، المعجم الکبیر للطبرانی: من اسمہ عقبہ بن عمرو ابو مسعود ج ۱ ص ۲۰۶ رقم: ۱۲۲۲، المستدرک لابن الجارود: باب تخفیف الصلاة بالناس ص ۸۹ رقم: ۳۲۶، سنن الدارمی: باب ما امر الامام من التخفیف فی الصلاة ج ۱ ص ۳۲۲ رقم: ۱۲۵۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ امام کے تصور کی بنا پر اگر کوئی شخص جماعت چھوڑ دے تو گنہگار وہ نہیں ہے بلکہ امام، نیز حاکم یا بزرگ کے سامنے امام کی شکایت کر دینا جائز ہے، نہ یہ غیبت ہے اور نہ امام کی سرتابی، نیز حاکم مقتدیوں کے سامنے امام پر سختی بھی کر سکتا ہے اور ملامت بھی، اس میں اس کی اصلاح ہے نہ کہ ذلیل کرنا۔ ورازی نماز اگرچہ عبادت ہے مگر جب کہ اس سے کوئی خرابی نہ پیدا ہو۔ (بزاۃ الناجح، ج ۲ ص ۳۵۶)

(653) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ، وَقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِي بِقَرَامٍ فِيهِ تَمَائِيلٌ، فَلَمَّا رَأَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَتَكَهُ وَتَلَوْنَ وَجْهَهُ، وَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُضَاهَوْنَ بِخَلْقِ اللَّهِ! مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس آئے میں نے ڈیوڑھی کو باریک کپڑے سے ڈھانپ دیا تھا۔ اس کپڑے میں تصاویر تھیں۔ جب اسے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو اس کو خراب کر دیا اور آپ کے چہرہ انور کا رنگ بدل گیا اور فرمایا: اے عائشہ! قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کی تخلیق میں اس سے مقابلہ کرتے ہیں۔

«الشَّهْوَةُ»: كَالصُّفَّةِ تَكُونُ بَيْنَ يَدَيِ الْبَيْتِ. الشَّهْوَةُ: گھر کے سامنے چبوترہ نما کوئی چیز۔
وَالْقَرَامُ بِكَسْرِ الْقَافِ: سِتْرٌ رَقِيقٌ. وَهَتَاكَ: قَرَامٌ: قاف کی زیر کے ساتھ باریک پردہ۔ هَتَاكَ: اس تصویر کو خراب کیا جو اس میں تھی۔
أَفْسَدَ الصُّورَةَ الَّتِي فِيهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما وُطئ من التصاویر، ج ۲، ص ۱۱۸، رقم: ۵۷۳۰، صحیح مسلم، باب لا تدخل الملائكة بیتاً فیہ کلب ولا صورة، ج ۶، ص ۱۵۹، رقم: ۵۱۵۰، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الرخصة فیما یوطأ من الصور او یقطع رؤسها، ج ۷، ص ۲۶۹، رقم: ۱۲۶۶، مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج ۱، ص ۲۱۹، رقم: ۲۵۸۸۱، سنن النسائی، باب ذکر اشد الناس عذاباً، ج ۸، ص ۲۱۴، رقم: ۵۳۵۶)

شرح حدیث: سامنے سے کھانا اٹھو ادیا

امیر المؤمنین فاروق اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا زمانہ خلافت ہے آپ مسجد نبوی (علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) سے نماز پڑھ کر تشریف لے جاتے ہیں۔ ایک مسافر نے کھانا مانگا، امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسے ہمراہ لے آئے۔ خادم بحکم امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کھانا حاضر کرتا ہے۔ اتفاقاً کھاتے کھاتے اس کی زبان سے ایک بد مذہبی کا فقرہ نکل جاتا ہے جس پر حضور (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فوراً اُس کے سامنے سے کھانا اٹھوا لیتے ہیں اور خادم کو حکم دیتے ہیں کہ اُسے نکال دے۔ (کنز العمال، کتاب العلم، الحدیث ۸۴، ۲۹۳، ج ۱۰، ص ۱۱۷)

حضور نبی پاک، صاحبِ نواک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: دین کے لئے غصہ میری امت کے بہترین اور نیک لوگوں ہی کو آتا ہے۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، باب حرف الحاء، الحدیث: ۵۸۰۰، ج ۳، ص ۵۵)

(654) وَ عَنْهَا: اَنْ قَرِيشًا اَهْمَهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُومِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ فَقَالُوا: مَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالُوا: مَنْ يُجَاهِدُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْشَفْعُ فِي حَدِّ مَنْ حُدِّدَ اللَّهُ تَعَالَى؛ اِثْمٌ قَامَ فَاخْتَطَبَهُ ثُمَّ قَالَ: اِنَّمَا اَهْلَكَ مَنْ قَبْلَكُمْ اَنْتُمْ كَانُوا اِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَ كُوَّةً، وَاِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ

انہی سے روایت ہے کہ قریش کے قریب کو اس مخزومی عورت کے معاملہ نے پریشانی میں ڈال دیا جس نے چوری کی تھی تو انہوں نے کہا اس عورت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کون بات کرے گا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اس کی جرأت رسول اللہ ﷺ کے محبوب اسامہ بن زید ہی کو ہو سکتی ہے تو حضرت اسامہ نے اس سلسلہ میں آپ سے بات کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں سفارش کرتا ہے۔ پھر آپ کھڑے ہوئے۔ آپ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: تم

أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَائِمُّ اللّٰهُ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بَذَتْ
مُحَمَّدًا سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان
میں کوئی سردار چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب
کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے اور اللہ
کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کر لیتی تو میں اس کا
بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب کراہیۃ الشفاعة فی الحد ج ۸ ص ۱۶۰ رقم: ۱۷۸۸ صحیح مسلم: باب قطع السارق
الشریف وغیرہ والنہی عن الشفاعة فی الحدود ج ۵ ص ۱۱۳ رقم: ۳۵۰۵ السنن الصغری للبیہقی: باب ما لا قطع فیہ ج ۲ ص ۲ رقم:
۳۹۰۱ سنن ابوداؤد: باب فی الحد یشفع فیہ ج ۳ ص ۲۲۰ رقم: ۳۲۷۵ سنن ترمذی: باب ما جاء فی کراہیۃ ان یشفع فی الحدود
ج ۳ ص ۳۷ رقم: ۱۳۳۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مخزوم قریش کا بہت بڑا قبیلہ ہے اسی قبیلہ میں ابو جہل تھا، اس عورت کا نام فاطمہ بنت اسود ابن عبدالاسد ہے حضرت
ابوسلمی کی بھتیجی، بہت عالی نسب اشرف قوم تھیں اور یہ مشورہ حضرات صحابہ نے کیا اس خیال سے کہ ایسی عالی خاندان عورت کا
ہاتھ کٹوانے سے اس خاندان کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے جس سے بڑا فساد پھیل سکتا ہے لہذا اس پر جرمانہ وغیرہ کر دیا جائے
ہاتھ نہ کاٹا جائے، قرآن کریم فرماتا ہے: **الْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ** اور حضرت اسامہ ابن زید نے اس آیت پر نظر رکھ کر
سفارش کی کہ **مَنْ يُشْفَعُ شَفْعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا** وہ یہ سمجھے کہ یہ سفارش بھی اچھی شفاعت میں داخل
ہے۔ غرض کہ تمام صحابہ کرام اور حضرت اسامہ کی نیت بخیر تھی انہیں اس مسئلہ کی خبر نہ تھی جواب بیان ہو رہا ہے۔

(کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد میں سفارش کرتے ہو) یہ فرمان عالی تعجب کے طور پر ہے کہ تم جیسے عقل
مند ایسی سفارش کرتے ہیں یہ سفارش تو شفاعت سیئہ میں داخل ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **مَنْ يُشْفَعُ شَفْعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ
لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا** لہذا اس سفارش میں نہ تو حضرات صحابہ پر اعتراض ہے نہ حضرت اسامہ پر، یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ چوری کا
مقدمہ دائر ہونے سے پہلے حق العبد ہے کہ مالک مال معاف کر سکتا ہے اور مقدمہ پیش ہو جانے پر حق اللہ بن جاتا ہے کہ کوئی
معاف نہیں کر سکتا، یہاں مقدمہ بارگاہ رسالت میں پیش ہو چکا تھا۔

(اس وجہ سے ہلاک کیے گئے) اہل یا معروف ہے تو اس کا قائل انہم الخ ہے یا مجہول ہے تو اس کا نائب فاعل
الذین ہے ان لوگوں سے مراد یہود و عیسائی ہیں اور ہلاکت سے مراد قوی تباہی ملکی بد نظمی ہے۔

(جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے) یعنی یہود و نصاریٰ میں زنا چوری قتل وغیرہ جرائم اس سے
بڑھ گئے کہ ان کے حکام و سلاطین نے مالداروں اور بڑے آدمیوں کی حدود میں رعایتیں کرنا شروع کر دیں۔ ملکی انتظام

صرف دو چیزوں سے قائم رہ سکتا ہے سزائیں سخت ہوں جیسے اسلامی سزائیں ہیں اور کسی مجرم کی رعایت ضمانت نہ ہو کوئی بد معاش قانون کی گرفت سے بچ نہ سکے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ" یہاں چونکہ چوری کا مقدمہ درپیش تھا اس لیے حضور عالی نے چوری کا ذکر فرمایا اور نہ ان لوگوں میں ہر جرم کی سزا کا یہی حال تھا زانی ہو یا قاتل ان رعایتوں اور چودھری وغیرہ چودھری کے فرق کا نتیجہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو اسلامی حکومت دکھائے۔

بھری کہتے ہیں کہ ایم بنا ہے ایمن یا یمن سے بمعنی برکت اور یہاں قسم پوشیدہ ہوتا ہے یعنی اللہ کی برکتوں کی قسم کہتے ہیں کہ ایم جمع ہے یمین کی بمعنی قسم بہر حال ایم اللہ کے معنی ہیں اللہ کی قسم۔

سبحان اللہ ایہ ہے عدل و انصاف جس سے زمین و آسمان قائم ہے۔ خیال رہے کہ تمام اولاد اطہار میں حضور کو جناب سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بہت ہی پیاری ہیں کیونکہ سب اولاد میں چھوٹی ہیں، نیز ان کی والدہ ماجدہ ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ، آپ کو بہت چھوٹی عمر میں چھوڑ کر وفات پا گئیں لہذا آپ حضور ہی کی گود شریف میں پلیں بڑھیں اس لیے آپ کا نام شریف ہی لیا ورنہ مراد ساری اولاد ازواج و عزیز و اقارب ہیں صلوة اللہ وسلامہ علی ابیہا وعلیہا وعلیہا۔ اور یہ قضیہ شرطیہ وہ ہے جس کے دونوں جز مقدم و تالی ناممکن ہیں جیسے اِنْ كَانَ لِلْمُحْسِنِ وَلَدٌ فَأَنَا اَوَّلُ الْعَبْدِیْنَ۔ اس عورت کی پہچان کرانے کے لیے ہے کیونکہ وہ اس وصف میں مشہور ہو چکی تھی نہ کہ بیان جرم کے لیے کیونکہ اس کا ہاتھ اس انکار کی وجہ سے نہ کٹا تھا بلکہ اس نے ایک بار چوری کر لی تھی لہذا اس کا ہاتھ کٹا یعنی وہ عورت جس کا یہ حال تھا چوری میں پکڑی گئی تو حضور انور نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ امام احمد و امام اسحق کے نزدیک عاریت کے انکار پر بھی ہاتھ کٹ جاتا ہے اس حدیث کے ظاہری معنی کی بنا پر۔ واللہ اعلم! مگر دیگر احادیث میں اس کی چوری کا صریح ذکر ہے۔ (اشعہ و مرقات)

فاطمہ مخزومیہ پہلے تو عاریت کے انکار کا جرم کرتی تھی پھر چوری میں پکڑی گئی تھی۔ خیال رہے کہ حقوق اللہ والی حدوں میں سفارش کرنا حرام ہے مگر تعزیر اور حقوق العباد والی سزاؤں میں سفارش کرنا جائز بلکہ ثواب ہے جب کہ ملزم شریر نہ ہو خواہ مقدمہ حاکم کے پاس پہنچ گیا ہو یا نہ پہنچا ہو جیسے قتل کا قصاص کہ اس میں مقتول کے وارثوں سے معافی یا صلح کر دینے میں حرج نہیں۔ (مرقات) زنا اور چوری کی سزائیں حق اللہ ہیں ان میں سفارش کرنا حرام ہے، زنا کی سزا پہلے سے ہی حق اللہ ہے اور چوری حاکم کے پاس مقدمہ پہنچنے کے بعد حق اللہ بن جاتی ہے، اگر کوئی مالک مال سے سفارش کر کے مقدمہ حکومت میں نہ پہنچنے دے تو جرم نہیں۔ (بزاة المتاج، ج ۵ ص ۵۱۵)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے قبلہ کی دیوار میں تھوک لگا ہوا دیکھا تو آپ پر

نہ ناگوار گزرا حتیٰ کہ آثار ناراضگی آپ کے چہرہ پر ظاہر

(655) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُحَامَةً فِي الْقِبْلَةِ، فَشَقَّ

ذَلِكَ عَلَيْهِ حَتَّى رُؤِيَ فِي وَجْهِهِ، فَقَامَ فَحَكَّهُ بِيَدِهِ

ہو گئے۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور اپنے ہاتھ سے اس کو کھرج دیا۔ پھر فرمایا تم میں سے کوئی جب نماز پڑھ رہا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ اور بے شک اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہے۔ تو کوئی اپنے سامنے ہرگز نہ تھو کے لیکن اپنی بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھو کے پھر آپ نے چادر کے گوشے کو پکڑ کر اس میں تھوکا پھر اس کے بعض کو دوسرے بعض پر مل دیا پھر فرمایا یا اس طرح کرے۔ (متفق علیہ)

فَقَالَ: "إِنْ أَحَدُكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ، وَإِنَّ رَبَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَلَا يَذُوقَنَّ أَحَدُكُمْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ، وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ فَبَصَقَ فِيهِ، ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ، فَقَالَ: "أَوْ يَفْعَلْ هَكَذَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَالْأَمْرُ بِالصَّاقِ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ هُوَ قِيمًا إِذَا كَانَ فِي غَيْرِ الْمَسْجِدِ فَأَمَّا فِي الْمَسْجِدِ فَلَا يَبْصُقُ إِلَّا فِي ثَوْبِهِ.

بائیں جانب یا قدم کے پیچھے تھوکنے والے حکم اس صورت میں ہے جب مسجد میں نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ بہر حال جب مسجد میں ہو تو صرف اپنے کپڑے میں ہی تھو کے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب حک البزاق بالید فی المسجد ج ۱ ص ۹۰ رقم: ۲۰۰ صحیح مسلم، باب الہی عن البزاق فی المسجد فی الصلاة وغیرہا، ج ۲ ص ۴۶ رقم: ۱۲۵۸ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب من بزق وهو یصلی، ج ۲ ص ۱۹۲ رقم: ۲۶۲۸ المستدرک للحاکم، باب التامین، ج ۱ ص ۳۲۱ رقم: ۸۱۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی قبلہ کی دیوار میں۔ اس سے محراب مراد نہیں کیونکہ اس زمانہ میں مسجدوں میں محرابیں نہ تھیں، محراب حضرت عمر ابن عبدالعزیز کی بدعت ہے جبکہ ولید ابن عبدالملک کی طرف سے مدینہ کے حاکم تھے۔ جہاں اب محراب النبی بنی ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ تھی۔

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مسجد میں گندگی ڈالنا نبی کریم کی ناراضی کا باعث ہے۔ ۲ دوسرے یہ کہ مسجد کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنا حضور کی سنت ہے اسی لے ل علماء مشائخ بلکہ اسلامی بادشاہ کبھی اپنے ہاتھ سے بھی مسجد صاف کرتے تھے۔

(بے شک اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہے) یعنی اس کی رحمت خاص سامنے ہوتی ہے، نیز کعبہ بھی سامنے ہے۔ بعض لوگ نماز کے علاوہ بھی کعبہ کی طرف تھوکنے کو منع کرتے تھے۔

(پاؤں کے نیچے تھو کے) یہ بھی وہاں جہاں مسجد کا فرش کچا یا بجری ہو جس سے تھوک کو دبا جاسکے، پکے فرش میں قطعاً

منع کہ اس میں مسجد کی گندگی ہے، ایسے موقع کے لیے اگلی ہدایت آرہی ہے۔

(فرمایا یا اس طرح کرے) یہ عمل مسجد کے پکے فرشوں اور قیمتی مصلوں پر بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ

چادر اوڑھے رہنا حضور کی سنت ہے اور نماز میں اتنا تھوڑا عمل ضرورہ جائز ہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۱ ص ۷۰۳)

78- بَابُ أَمْرِ وَلَا إِكْرَاهٍ بِالرَّفْعِ

بِرَعَايَاهُمْ وَنَصِيحَتِهِمْ وَالشَّفَقَةِ

عَلَيْهِمْ وَالتَّهْنِ عَنْ غَشِيهِمْ وَالتَّشْدِيدِ

عَلَيْهِمْ وَاهْتِمَالِ مَصَالِحِهِمْ وَالْغَفْلَةِ

عَنْهُمْ وَعَنْ حَوَائِجِهِمْ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَاحْفَظْ جَنَاحَكَ لِمَنِ

اتَّبَعْتَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) (الشعراء: 215).

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ

وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ

وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ)

(النحل: 90)

(656) وَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا،

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

يَقُولُ: "كُلُّكُمْ رَايَ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ:

الْإِمَامُ رَايَ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَايَ

فِي أَهْلِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَايَةٌ فِي

بَيْتِ رَوْحِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَايَ

فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَكُلُّكُمْ رَايَ

وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حکام کو رعایا پر نرمی کرنے کی خیر خواہی

چاہنے اور ان پر شفقت کرنے کا حکم اور

ان کو دھوکہ دینے اور ان پر سختی کرنے

اور ان کی ضروریات اور حاجات کا

خیال نہ کرنے کی ممانعت کا حکم

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اپنا پہلو ایمان دار

پیردی کرنے والوں کے لیے جھکا دو۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ عدل و

احسان اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے

حیائی برائی اور سرکشی سے روکتا ہے۔ تم کو اس کی نصیحت

فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے

رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں ہر کوئی حاکم

ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا

جائے گا۔ حکمران نگران ہے اس سے اس کی رعایا کے

بارے سوال ہوگا۔ آدمی اپنے گھر والوں پر نگران ہے

اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور عورت اپنے

خاوند کے گھر پر نگران ہے اس سے اس کی رعایا کے

متعلق سوال ہوگا اور غلام اپنے مالک کے مال پر نگران

ہے۔ اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور تم میں

سے ہر ایک حاکم ہے اس سے اس کی رعایا کے متعلق

پوچھا جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری: باب الجمعة فی القرى والمدن ج ۲ ص ۵۰ رقم: ۸۱۲ صحیح مسلم: باب فضیلة الامام العادل وعلوہ المائت ج ۱ ص ۵۰ رقم: ۲۸۲۸ سنن ابوداؤد: باب ما یلزم الامام من حق الرعية ج ۲ ص ۱۱ رقم: ۲۸۳۰ سنن ترمذی: باب ما جاء فی الامام ج ۲ ص ۲۰۸ رقم: ۱۰۵۰ صحیح ابن حبان: باب فی الخلافة والامارة ج ۱۰ ص ۲۲۲ رقم: ۳۳۸۱)

شرح حدیث: حکیم الشافعی حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اپنے ماتحت چرنیوالوں کے متعلق سوال ہوگا) یعنی یہ نہ سمجھو کہ صرف بادشاہ سے ہی اس کی رعایا کا سوال ہوگا ہم آزاد رہیں گے، نہیں بلکہ ہر شخص سے اپنے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال ہوگا کہ تم نے ان کے دینی و دنیاوی حقوق دیکھے یا نہیں۔ رائی کے لغوی معنی ہیں چرواہا، اصطلاح میں ہر محافظ اور حاکم کو رائی کہہ دیتے ہیں کہ جیسے چرواہا ساری بکریوں کا ذمہ دار ہوتا ہے کہ اگر ایک بکری بھی ضائع ہوگئی تو بکری والا اس سے مطالبہ کرتا ہے ایسے ہی رب تعالیٰ اس سے ماتحت بندوں کے متعلق سوال فرمائیے گا **كَلِمَاتُ الْفُسْكَكُمْ وَاهْلِيْنَكُمْ** کا زامثالہ سے سوال ہوگا کہ تم نے اپنی بیوی بچوں کو رزق کیوں نہ پہنچایا، یہ بھی سوال ہوگا کہ انہیں نیک کیوں نہ بنایا چونکہ سلطان کی حکومت وسیع ہے اس لیے اس کا حساب بھی وسیع ہوگا۔ وزیر کے معنی ہیں بوجھ اٹھانے والا، وزیر بوجھ کو کہتے ہیں، چونکہ اس پر تمام سلطنت کا بوجھ ہوتا ہے اس لیے اسے وزیر کہا جاتا ہے اسی لیے متقی لوگ حکومت، قضا اور سلطنت قبول نہ کرتے تھے۔

یعنی مرد سے سوال ہوگا کہ تو نے اپنی بیوی بچوں کے شرعی حقوق ادا کیے یا نہیں، جن کا خرچہ تیرے ذمہ تھا انہیں خرچ دیا یا نہیں اور جن کی تعلیم تجھ پر لازم تھی انہیں تعلیم دی یا نہیں اور عورت سے سوال ہوگا کہ تو نے اپنے خاوند کی خدمت کی یا نہیں، خاوند کے مال اور اولاد کی خیر خواہی کی یا نہیں، بچوں کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے اس لیے ماں پر لازم ہے کہ انکی پرورش اور تربیت اچھی کرے، ماں فاطمہ زہرا جیسی پرہیزگار بنے تاکہ اس کی اولاد حسین جیسی ہونہار ہو اسی سے اچھی لڑکیوں سے نکاح کرنا اچھا ہے کہ زمین اچھی ہو تو پیداوار بھی اچھی ہوتی ہے۔ شعر

بے ادب ماں با ادب اولاد جن سکتی نہیں معدن زر معدن فولاد بن سکتی نہیں

بتولے باش و پنہاں شوازیں عصر کہ در آغوش شبیر سے بگیری

کہ تو نے مولیٰ کے مال میں خیانت تو نہیں کی اور اس کی خیر خواہی کی یا نہیں۔

یہاں اشعة الممعات نے فرمایا کہ ہر شخص خود اپنے نفس اور اپنے اعضاء کا رائی و ذمہ دار ہے کہ اس سے اپنے اوقات، اپنے حالات، اپنے خیالات، آنکھ ناک کان وغیرہ کا حساب ہوگا کہ کہاں استعمال کیے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ** انسان جو بات بھی منہ سے نکالتا ہے اس کی بھی نگرانی ہوتی ہے۔ شعر

عقل و ہوش و گوش نعتھائے عرش خرچ کردی و چہ آوردی ز فرش

غرضکہ ہر ایک سے اس کی ذمہ داریوں کو متعلق پرشش ہوگی، اللہ تعالیٰ ہی ہم گنہگاروں کا بیڑا پار لگائے پردے رکھے
لفز شیں معاف کرے۔ (مزاۃ النبی، ج ۱ ص ۷۰۳)

حسن سلوک

مرد پر لازم ہے کہ وہ اپنی زوجہ، اولاد، غلاموں اور باندیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے ان کو کھانا
کھلانا، کپڑے مہیا کرنا اور دینی (فرض) امور کی تعلیم دینا بھی اس پر لازم ہے اور یہ سب حلال طریقہ سے کرے اور اس
کے لئے ان معاملات میں کسی بھی وجہ سے کوتاہی جائز نہیں جیسا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَ تَوَدَّهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ
شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ○

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور
پتھر ہیں اُس پر سخت کرے (طاہر) فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے
ہیں۔ (پ 28، تحریم: 6)

(اس آیت کریمہ میں) اللہ عزوجل نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو (جہنم کی) آگ سے بچائے اور اپنے
گھر والوں کو بھی اسی طرح اس سے بچائے جس طرح اپنے آپ کو بچاتا ہے۔

سرکارِ مدینہ، قرآنِ قلب و سینہ، باعصفتُ فؤادِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: بروی قیامت ہر حاکم
سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اُس سے اُن کے متعلق پوچھا جائے گا اور عورت
اپنے شوہر کے مال میں حاکم ہے اس سے اس کے متعلق باز پرس ہوگی۔

نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمان ہے: مرد اپنے رب عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اس
کا کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہ ہوگا کہ وہ (دنیا میں) اپنے گھر والوں سے لاعلم رہا تھا۔

مردی ہے کہ مرد سے تعلق رکھنے والوں میں پہلے اس کی زوجہ اور اس کی اولاد ہے، یہ سب (یعنی بیوی، بچے قیامت
میں) اللہ عزوجل کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کریں گے: اے ہمارے رب عزوجل! ہمیں اس شخص سے ہمارا حق لے کر
دے، کیونکہ اس نے کبھی ہمیں دینی امور کی تعلیم نہیں دی اور یہ ہمیں حرام کھلاتا تھا جس کا ہمیں علم نہ تھا پھر اس شخص کو حرام
کمانے پر اس قدر مارا جائے گا کہ اس کا گوشت جھڑ جائے گا پھر اس کو میزان کے پاس لایا جائے گا، فرشتے پہاڑ کے برابر
اس کی نیکیاں لائیں گے تو اس کے عیال میں سے ایک شخص آگے بڑھ کر کہے گا: میری نیکیاں کم ہیں۔ تو وہ اس کی نیکیوں میں
سے لے لے گا، پھر دوسرا آکر کہے گا: تُو نے مجھے سود کھلایا تھا۔ اور اس کی نیکیوں میں سے لے لے گا اس طرح اس کے گھر
والے اس کی سب نیکیاں لے جائیں گے اور وہ اپنے اہل و عیال کی طرف حسرت و یاس سے دیکھ کر کہے گا: اب میری گردن

پر وہ گناہ و مظالم رہ گئے جو میں نے تمہارے لئے کئے تھے۔

(اس وقت) فرشتے کہیں گے: یہ وہ (بد نصیب) شخص ہے جس کی نیکیاں اس کے گھروالے لے گئے اور یہ ان کی وجہ سے جہنم میں چلا گیا۔

پس مرد پر واجب ہے کہ وہ حرام سے بچے اور اپنے گھروالوں سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے۔

(تذکرۃ النعمان و مفزع القلب الخزان ص ۸۷)

حضرت ابو یعلیٰ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس بندے کو اللہ تعالیٰ رعایا کا نگہبان بنادے پھر وہ اپنی رعایا کو دھوکہ دینے کی حالت میں مرجائے تو اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے۔ (متفق علیہ)

ایک اور روایت میں ہے پھر ان کی پوری خیر خواہی نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو کو بھی نہ سونگھے گا۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو امیر مسلمانوں کے معاملات کا والی بنے پھر ان کے لیے کوشش نہ کرے اور ان کی خیر خواہی نہ کرے تو ان کے ساتھ جنت میں نہ جائے گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح ج ۳ ص ۶۶ رقم: ۱۵۱، صحیح مسلم: باب استحقاق الوالی الغاش لرعیۃ الدار ج ۳ ص ۸۷ رقم: ۳۸۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: باب ما علی الوالی من امر الجیش ج ۱ ص ۳۱ رقم: ۱۸۳۵، سنن الدارمی: باب فی العدل بین الرعیۃ ج ۲ ص ۳۱۷ رقم: ۲۷۹، صحیح ابن حبان: باب فی الخلافۃ والامارۃ ج ۱ ص ۳۲۶ رقم: ۲۲۹۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: معقل میم کے فتنہ اور عین کے کسرہ سے، آپ ﷺ تجرہ والے صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے حدیبیہ میں بیعت رضوان کی تھی، بصرہ میں قیام رہا، خواجہ حسن بصری آپ کے شاگرد ہیں۔ (اشع) امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی۔ یہاں والی سے عام والی مراد ہے سلطان ہو یا حاکم، استاذ ہو یا ماں باپ، مسلمان رعایا کا ذکر اتفاقی ہے ورنہ اپنے ماتحت کفار رعایا اور کفار نوکر چاکروں کا بھی حساب ہوگا کہ ان کے شرعی حقوق ادا کیے یا نہیں۔

غاش بنا ہے غش سے بمعنی ملاوٹ دکھوٹ، یہاں غاش سے مراد ہے ان کے حقوق نہ ادا کرنے والا اور یا ان پر حق سے زیادہ بوجھ ڈالنے والا۔ (مرقات) اس میں بھاری ٹیکس وغیرہ سب داخل ہیں۔

(تو اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے) لہذا وہ نجات پانے والے مومنوں کے ساتھ جنت میں نہ جائے گا اور اگر ان جرموں کو حلال جانتا تھا تو کبھی جنت میں نہ جائے گا یا ایسے ظالم کے متعلق اندیشہ ہے کہ اس کا خاتمہ خراب ہو اور وہ دائمی دوزخی بن جائے، یہاں موت کا ذکر فرما کر یہ بتایا کہ مرتے دم تک توبہ کا اسے موقعہ ہے مگر جیسی خیانت ویسی توبہ۔

(مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۸۶)

(658) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ فِي بَيْتِي هَذَا: "اللَّهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقِيَ عَلَيْهِمْ، فَاشْفُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ، فَارْفُقْ بِهِمْ وَارْوَاهُ مُسْلِمًا." حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے اس گھر میں فرماتے ہوئے سنا۔ اے اللہ! جو کوئی میری امت کی حکومت کے کسی کام کا ذمہ دار بنے پھر ان پر سختی کرے تو اس پر سختی کر اور جو میری امت کی حکومت کے کسی کام کا ذمہ دار بنے پھر ان پر نرمی کرے تو اس کے ساتھ نرمی فرما۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضیلة الامام العادل وعقوبة الجائر، ج ۶ ص ۴۶، رقم: ۲۸۲۶ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب القاضی لا ینہر الخصمین، ج ۱۰ ص ۱۳۷، رقم: ۲۰۴۰، صحیح ابن حبان، باب الرفق، ج ۲ ص ۲۱۲، رقم: ۵۵۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عائشہ رضی اللہ عنہا، ج ۴ ص ۴۴، رقم: ۱۲۶۱۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یہ اس آقائے دو جہاں کی بددعا ہے جو رحمۃ اللعالمین ہیں، امت پر ظلم سے قلب پاک کو بہت ہی تکلیف ہوتی ہے۔ ظالم حاکم کی دنیا بھی برباد آخرت بھی خراب ہے، یہ بددعا دونوں مشقتوں کو شامل ہے۔ شعر
پنداشت ستم گر کہ ستم برما کرو
برگردن او بماند و برما بگذشت

یہ دعا بھی بہت شاندار ہے رحمدل حاکم کو دین و دنیا میں کامیابی کی دعا ہے۔ حکام و سلاطین کو چاہیے کہ اپنے پیارے نبی کی دعائیں۔ شعر

کرد مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

(مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۸۹)

ابو حامد حضرت سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنی منفرد تصنیف میں فرماتے ہیں:

رعایا کے آداب

(حاکم کو چاہے کہ) نرمی کی عادت اپنائے، ملامت نہ کرے، کسی بھی کام کا حکم دینے سے پہلے اس میں خوب غور و فکر کر لے، خاص لوگوں پر بڑائی نہ چاہے، ان سے مواخذہ بھی نہ کرے، نرم طبیعت اپناتے ہوئے عام لوگوں کے ساتھ محبت و الفت سے پیش آئے، رعایا کے معاملات کی خبر رکھے، اہل علم کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئے، اہل علم، دوستوں اور رشتے داروں پر وسعت و کشادگی کرے، اگر کسی سے کوئی جرم ہو جائے تو اس سے نرمی کرے اور رعایا کے معاملات کی حفاظت و نگرانی کرے۔ (الآداب للذین ۵۴)

(659) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَيَكُونُ بَعْدِي خُلَفَاءُ فَيَكْتُمُونَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: "أَوْفُوا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ ثُمَّ آعْظُوهُمْ حَقَّهُمْ، وَاسْأَلُوا اللَّهَ الَّذِي لَكُمْ، فَإِنَّ اللَّهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَزَعَاهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء فرماتے جب بھی ایک نبی فوت ہوتا تو اس کے پیچھے اور نبی ہوتا۔ اور میرے بعد کوئی نبی نہیں اور عنقریب میرے بعد خلفاء ہوں گے جو بکثرت ہوں گے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر ہمارے لیے آپ کا کیا حکم ہے۔ فرمایا: جس سے پہلے بیعت کرو اس کی بیعت پوری کرو پھر باقی میں سے پہلے کی پھر تم انہیں ان کا حق دو اور جو تمہارے لیے ہے اس کا سوال تم اللہ سے کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان سے ان کی رعایا کے بارے سوال فرمانے والا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب ما ذکر عن بنی اسرائیل ج ۲ ص ۱۶۹ رقم: ۳۲۵۵ صحیح مسلم باب الوفاء ببیعة الخلفاء الاول فالاول ج ۱ ص ۱۰۱ رقم: ۳۸۶۹ سنن ابن ماجہ باب الوفاء ج ۲ ص ۱۵۸ رقم: ۲۸۶۱ صحیح ابن حبان باب بدء الخلق ج ۱۳ ص ۱۳۲ رقم: ۱۶۳۳۹ السنن الکبریٰ للبیہقی باب لا یصلح امامان فی عصر واحد ج ۸ ص ۱۳۴ رقم: ۱۶۹۸۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(سیاسی انتظام انبیاء کرام کرتے تھے) تسوس بنا ہے سیاست سے بمعنی ملکی و قومی انتظام جس میں دینی، نظام بھی داخل ہے یعنی بنی اسرائیل میں خود حضرات انبیاء کرام سارے قومی ملکی ملی دینی انتظام فرمایا کرتے تھے، ان کے جانشین امراء و خلفاء نہ ہوتے تھے بلکہ حضرات انبیاء کے خلفاء خود انبیاء ہوتے تھے، موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون سے فرمایا تھا اخلفنی من بعدی۔

(دوسرے نبی ان کے پیچھے تشریف لاتے) اس سے معلوم ہوا کہ خلافت اسلامیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے شروع ہوئی، اسلامی سلاطین کی بیعت اور حضرات مشائخ کرام کی مریدی اسلام کی خصوصیات سے ہے، پہلے شریعت و ملک کی حفاظت حضرات انبیاء کرام سے ہوتی تھی۔

(میرے بعد کوئی نبی نہیں) یعنی نہ تو میرے زمانہ میں کوئی نبی ہے جو میری موجودگی میں میرا خلیفہ ہو جیسے ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں کچھ روز کے لیے عارضی خلیفہ ہوئے جب موسیٰ علیہ السلام تو ریت لینے طور پر تشریف لے گئے اور نہ میرے بعد کوئی نبی ہے جو میرا مستقل خلیفہ ہو لہذا میرے خلفاء میرے دین کے سلاطین ہیں اور باطنی خلفاء حضرات اولیاء و علماء۔ خیال رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حضور کے بعد نبی نہیں وہ تو پہلے کے نبی ہیں اور اب نشان نبوت تشریف نہ لائیں گے بلکہ حضور کے امتی ہو کر اور خلیفہ امام مہدی ہی ہوں گے۔

یہاں خلفاء سے مراد ظاہری خلفاء ہیں یعنی اسلامی سلاطین و امراء خلفاء، خلافت تو قریش کے ساتھ خاص ہے اور سلطنت عام ہے، خلافت میں حکومت کے ساتھ نیابت مصطفوی بھی ہوتی ہے، سلطنت میں صرف حکومت ہے اسی لیے خلفاء راشدین کے زمانہ میں مشائخ سے بیعت نہ کی جاتی وہ خلفاء راشدین مشائخ بھی تھے انکی بیعت بیعت ارادت بھی ہوتی تھی اور بیعت حکومت بھی۔

(خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے) یعنی اگر بہت سے خلیفہ بن جائیں تو ہم کیا کریں کس کی بیعت کریں۔ (اگلے پھر اگلے کی بیعت پوری کرو) یعنی یکے بعد دیگرے خلفاء کی بیعت کرنا جب پہلا خلیفہ فوت ہو جائے تو اب جو خلیفہ بنے اس کی اطاعت کرو بیک وقت دو خلیفہ نہیں ہو سکتے، اگر ہوں تو پہلا خلیفہ ہو گا دوسرا باغی۔ چنانچہ خلافت حیدری میں امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے اور حضرت امیر معاویہ باغی، جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کے حق میں خلافت سے دست برداری فرمائی تب وہ سلطان برحق ہوئے۔ خیال رہے کہ بیک زمانہ مختلف ملکوں کے بادشاہ بہت ہو سکتے ہیں مگر تمام مسلمانوں کا خلیفہ ایک ہی ہو گا۔ آج پاکستان، ترکی، کابل، ایران اور پاکستان کے صدر یا بادشاہ الگ الگ ہیں مگر ان میں خلیفۃ المسلمین کوئی نہیں، امام مہدی تمام مسلمانوں کے خلیفۃ المسلمین ہوں گے۔ اس حدیث کی بنا پر صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ ایک وقت میں دو پیروں کا مرید نہیں ہو سکتا۔ (بزازۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۷۶)

(660) وَعَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْنَادٍ، فَقَالَ لَهُ: أَمِّي بُنَيَّ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْخَطْمَةُ فَإِيَّاكَ أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ." حضرت عائذ بن عمرو ؓ سے روایت ہے وہ عبید اللہ بن زیاد پر داخل ہوئے۔ انہوں نے فرمایا: اے بیٹے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بدترین حکمران رعایا پر ظلم کرنے والے ہیں تو اپنے آپ کو بچا کہ تو ان میں سے ہو۔ (متفق علیہ)

(مخرج حدیث: صحیح مسلم باب فضیلة الامام العادل وعلوہ الجائر والحدف علی الرفق بالرعية ج ۲ ص ۴۰۰ رقم: ۴۲۸ مسند الکبزی للبرہانی باب ما علی السلطان من القيام فیما ولی بالقسط والنصح للرعية ج ۲ ص ۱۰ رقم: ۱۰۸۲ صحیح ابن حبان باب فی الخلافة والامارة ج ۲ ص ۳۱۸ رقم: ۲۵۱۱ الاموال ابن زنجویه باب ما یحب علی الامام من النصیحة لرعيته ج ۱ ص ۸ رقم: ۶ مسند الروانی مسند عائذ بن عمرو ص ۳۹ رقم: ۷۱)

شرح حدیث: حکیم الأئمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

آپ مدنی ہیں، بیعتہ الرضوان والے صحابہ میں سے ہیں، اواخر عمر میں بصرہ میں قیام فرما رہے، وہاں ہی وفات پائی، خواجہ حسن بصری وغیرہ نے آپ سے احادیث روایت کیں۔

رعاء رے کے پیش اور عین کے مد سے ہے راہی کی جمع ہے جیسے تاجر کی جمع تجارت اور نحوی کی جمع نحاۃ اور راہی کی جمع رماۃ، حطرح کے پیش اور ط کے فتح سے حاطم کی جمع مشتق ہے حاطم سے بمعنی توڑنا، کچل دینا یعنی بدترین سلطان و حکام وہ ہیں جو رعایا کی کمر توڑ دیں، ان پر ٹیکوں گرائیوں سخت احکام سے رعایا کو پریشان کر دیں جیسا کہ آج کل عموماً دیکھ جا رہا ہے۔ (مراۃ النجیح، ج ۵ ص ۵۸۸)

گائے پر ٹیکس

حضرت سیدنا ہشام بن محمد بن سائب کلمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ شاہ فارس (یعنی ایران کا بادشاہ) اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ شکار کے لئے نکلا۔ گھنے جنگل میں اچانک ایک شکار نظر آیا، بادشاہ نے گھوڑا شکار کے پیچھے لگا دیا کافی دور تک پیچھا کرنے کے باوجود بادشاہ اس جانور کا شکار کرنے میں ناکام رہا۔ وہ جانور کے پیچھے اتنی تیزی سے آیا کہ اسے معلوم ہی نہ ہو سکا کہ میں اپنے ہمراہیوں سے بہت دور ویران جنگل میں ایک انجانی جگہ پہنچ چکا ہوں۔ آہستہ آہستہ شام اپنے سائے گہرے کر رہی تھی پھر یکایک آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے اور کچھ ہی دیر بعد موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ بادشاہ کسی محفوظ جگہ کی تلاش میں ایک سمت چل دیا۔ کچھ دور ایک جھونپڑی نظر آئی جلدی سے وہاں پہنچی تو ایک بوڑھی عورت دروازے پر بیٹھی تھی۔ بادشاہ نے کہا: میں مسافر ہوں، کیا اس اندھیری و طوفانی رات میں مجھے تمہاری جھونپڑی میں پناہ مل سکتی ہے؟ بڑھیا نے کہا: آج رات آپ ہمارے مہمان ہیں، آئیے! اندر تشریف لے آئیے۔

بادشاہ اپنا گھوڑا لے کر بڑھیا کے ساتھ اس کی جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔ کچھ ہی دیر بعد بڑھیا کی بیٹی چند گائیں لے کر جھونپڑی میں داخل ہوئی۔ وہ دن بھر اپنے جانوروں کو چراگاہ میں جراتی اور شام کو واپس آ جاتی، ساری ہی گائیں بہت فریادیں اور دودھ والی تھیں۔ بادشاہ نے جب ایسی موٹی تازی دودھ والی گائیں دیکھیں تو دل میں کہا: ان گایوں پر ضرور کچھ ٹیکس لگایا جانا چاہیے، یہ بہت دودھ والی ہیں، ان کا دودھ دربار شاہی میں ضرور پہنچنا چاہیے۔ بادشاہ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ بڑھیا نے اپنی بیٹی سے کہا: بیٹی! خداں گائے کا دودھ نکالو۔ جب اس کی بیٹی گائے کے پاس پہنچی تو اسے دودھ سے بالکل خن پایا،

اس نے پکار کر کہا: اے میری ماں! خدا عزَّ وَّجَلَّ کی قسم! آج ہمارے بادشاہ نے ہمارے بارے میں کوئی برا فیصلہ کیا ہے۔ بڑھیا نے کہا: بیٹی کیا ہوا؟ کہا: امی جان! ابھی کچھ دیر قبل جس گائے کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے اب دودھ کا ایک قطرہ بھی نہیں۔ بڑھیا نے کہا: صبر کرو، صبح تک اس معاملے کو چھوڑ دو۔ بادشاہ جو ماں بیٹی کی گفتگو سن رہا تھا اس نے دل میں کہا: اس لڑکی کو کیسے معلوم ہو گیا کہ میں نے ان کے بارے میں ظالمانہ فیصلہ کرنے کا ارادہ کیا ہے؟ میں اپنے اس ارادے سے باز آیا اب میں انہیں تنگ نہیں کروں گا، لیکن ان کے بارے میں تحقیق ضرور کروں گا۔

جب صبح ہوئی تو بڑھیا نے کہا: بیٹی! جاؤ دودھ نکالو۔ جب لڑکی، گائے کے پاس گئی تو اسے دودھ والی پایا، اس نے پکار کر کہا: امی جان! بادشاہ نے ہمارے بارے میں جو نا انصافی والی بات سوچی تھی اب اس کے دل سے وہ نکل چکی ہے، ہماری گائے کے تھن اب دودھ سے بھر چکے ہیں۔ پھر اس نے دودھ نکالا اور رکھ دیا۔ اتنی ہی دیر میں بادشاہ کے ساتھ ہی اسے ڈھونڈتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان دنوں ماں بیٹی کو ہمارے دربار میں لے چلو۔ سپاہی انہیں دربار میں لے گئے۔ بادشاہ نے ان کی خوب خاطر مدارات کی، پھر پوچھا: تم نے کیسے جان لیا کہ بادشاہ نے کسی بری بات کا ارادہ کیا اور پھر اس کے دل سے وہ ارادہ جاتا رہا؟ بڑھیا نے کہا: ہم اس جنگل میں عرصہ دراز سے سکونت پذیر ہیں، جب بھی دربار شاہی سے کوئی عدل و انصاف والا حکم جاری ہوتا ہے تو ہمارے شہروں، دیہاتوں اور چراگاہوں میں خوشحالی آ جاتی اور ہماری زندگی خوشگوار ہو جاتی ہے۔ لیکن جب کوئی ظالمانہ حکم جاری ہوتا ہے تو تنگدستی اور مفلسی آ جاتی ہے اور ہماری اشیاء سے ہمارا نفع منقطع (یعنی ختم) ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہم جان لیتے ہیں کہ کس وقت کس طرح کا حکم جاری ہوا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ بڑا حیران ہوا پھر ماں بیٹی کو انعام و اکرام کے ساتھ واپس بھیج دیا۔

(میںون الحکایات مؤلف: امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی جوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی صفحہ ۱۷۲)

(661) وَعَنْ أَبِي مَرْيَمَ الْأَزْدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ وَلاَهُ اللَّهُ شَيْئًا مِنْ أُمُورِ الْمُسْلِمِينَ فَاحْتَجَبَ كُؤُنَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقَّرَهُمْ، اخْتَجَبَ اللَّهُ كُؤُنَ حَاجَتِهِ وَخَلَّتِهِ وَفَقَّرَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَعَلَّ مُعَاوِيَةَ رَجُلًا عَلَى حَوَائِجِ النَّاسِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ.

حضرت ابو مریم ازدی ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ ؓ سے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس کو اللہ نے مسلمانوں کے کاموں میں سے کسی چیز کا والی بنا دیا پھر اس نے ان کی ضروریات، حاجات اور محتاجی کے سامنے حجاب ڈال دیا اور علیحدہ ہو رہا (رکاوٹ ڈالی) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ضروریات و حاجات اور غربت کے آگے پردہ ڈال دے گا۔ حضرت معاویہ ؓ نے یہ سن کر ایک آدمی کو لوگوں کی ضروریات پر مقرر کر دیا۔ اسے امام

ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب فيما يلزم الامام من امر الرعية والجابة عنه ج ۲ ص ۶۱۹ رقم: ۲۹۵۰ سنن ترمذی باب ما جاء في امام الرعية ج ۲ ص ۶۱۹ رقم: ۱۳۲۲ السنن الکبڑی للبیہقی: باب ما يستحب للقاضي من ان يقضي في موضع بارز للناس ج ۱ ص ۱۰۱ رقم: ۲۰۷۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ حضرت معاویہ کی دوران سلطنت میں گئے یا صرف ملاقات کے لیے اور یہ حدیث تذکرہ سنادی یا یہ حدیث ہی سنانے کے لیے، پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔

(والی بناد یا یعنی) کہ بادشاہ بناد یا گیا یا حاکم۔ ولی ماضی مجہول ہے لام کے شد سے یا فقط کسرہ سے یعنی باب تفعیل سے یا باب ضرب یضرب سے۔

مظلوم اور ذی الحاجت کے عموم میں ذمی اور مستامن کفار بھی داخل ہیں کیونکہ بادشاہ و حکام پر تمام رعایا کی دادرسی واجب ہے مسلمان ہوں یا کافر۔

دنیا و آخرت میں، اگر لوگ بادشاہ کے محتاج ہیں تو بادشاہ بھی رب تعالیٰ کا حاجت مند ہے۔

یعنی جب ایسے بادشاہ کو لوگوں کے تعاون کی ضرورت ہوئی تو اللہ اس پر رحمت کے دروازے بند کر لے گا کہ لوگ اس کی مدد نہ کریں گے۔ اس حدیث کا نظارہ کرنا ہے تو موجودہ زمانہ میں الیکشن کے وقت ووٹ کی بھیک مانگنے کا نظارہ کرو۔

(مزاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۶۷)

79- بَابُ الْوَالِي الْعَادِلِ

منصف حکمران

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ) (النحل: 90) آيَةً.

شرح: حضرت صدر الا فاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ انصاف تو یہ ہے کہ آدمی لا الہ الا اللہ کی گواہی دے اور نیکی اور فرائض کا ادا کرنا اور آپ ہی سے ایک اور روایت ہے کہ انصاف شرک کا ترک کرنا اور نیکی اللہ کی اس طرح عبادت کرنا گویا وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور دوسروں کے لئے وہی پسند کرنا جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، اگر وہ مومن ہو تو اس کے برکات ایمان کی ترقی تمہیں پسند ہو اور اگر کافر ہو تو تمہیں یہ پسند آئے کہ وہ تمہارا اسلامی بھائی ہو جائے۔ انہیں سے ایک اور روایت ہے کہ انصاف تو حید ہے اور نیکی اخلاص اور ان تمام روایتوں کا طرز بیان اگرچہ جدا جدا ہے لیکن مال و مدعا ایک ہی

ہے۔ (خزان العرقان)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
الْمُقْسِطِينَ) (الحجرات: 9)۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: انصاف کرو یقیناً اللہ
تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

(662) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ
اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمَامٌ عَادِلٌ،
وَشَابٌ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ تَعَالَى، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ
مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَاتَّبَا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا
عَلَيْهِ، وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ
مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ، وَرَجُلٌ
تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا
تُؤْتِي بِيَمِينِهِ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا ففَاضَتْ
عَيْنَاهُ مُنْتَفِقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ
تعالیٰ اس دن اپنا سایہ عطا فرمائے گا جس دن کوئی سایہ
نہ ہوگا عادل حکمران، نوجوان عبادت گزار جس کی اللہ کی
عبادت میں پرورش ہوئی اور وہ آدمی جس کا دل مسجد کے
ساتھ لٹکا رہتا ہے اور وہ دو آدمیوں جو اللہ کی محبت میں
اکٹھے اور جدا ہوئے ہوں اور وہ آدمی جسے کوئی خاندانی
اور حسن و جمال والی عورت دعوت (گناہ) دے اور وہ
کے میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ شخص جو چھپا کر صدقہ
کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہیں ہوتا کہ
دائیں نے کیا خرچ کیا اور جو شخص تنہائی میں اللہ کا ذکر
کرے اور اس کی آنکھیں بہہ پڑھیں۔ (مشق نیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاة وفضل المساجد ج ۱ ص ۱۳۲ رقم: ۶۶۰ صحیح
مسلم باب فضل اخفاء الصدقة ج ۲ ص ۱۲ رقم: ۱۲۲۴ الاصاب للبیہقی باب من خاف الله عز وجل فترك معاصیه ج ۲ ص ۴ رقم:
۱۲۲ موطأ امام مالک باب ما جاء فی المتحابین فی الله ص ۱۵۲ رقم: ۱۴۰۹ صحیح ابن خزيمة باب فضل انتظار الصلاة ج ۱ ص ۱۸۵
رقم: ۲۵۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(دن اپنے سایہ میں رکھے گا) یعنی اپنی رحمت کے سایہ میں یا عرش اعظم کے سایہ میں تاکہ قیامت کی دھوپ سے
محفوظ رہیں۔

(عادل بادشاہ) یعنی وہ مؤمن بادشاہ اور حکام جو رعایا میں انصاف کرتے ہیں کیونکہ دنیا ان کے سایہ میں رہتی
تھی، ہذا یہ قیامت میں رب تعالیٰ کے سایہ میں رہے گا۔ یہ ان تمام سے افضل ہے اس لئے اس کا ذکر سب سے پہلے
ہوا۔ عادل حکام بھی اس بشارت میں داخل ہیں۔

(وہ جوان جو اللہ کی عبادت میں جوانی گزارے) یعنی جوانی میں گناہوں سے بچے اور رب کو یاد رکھے، چونکہ جوانی میں اعضاء قوی اور نفس گناہوں کی طرف مائل ہوتا ہے، اس لئے اس زمانہ کی عبادت بڑھاپے کی عبادت سے افضل ہے۔
در جوانی توبہ کردن سنت پیغمبری است وقت پیری گرگ ظالم میشود پرہیزگار

(حتی کہ مسجد میں لوٹ آئے) صوفیاء فرماتے ہیں کہ مؤمن مسجد میں ایسا ہوتا ہے جیسے مچھلی پانی میں۔ اور منفق ایسے جیسے چڑیا بنجرے میں، اسی لئے نماز کے بعد بلا وجہ فوراً مسجد سے بھاگ جانا اچھا نہیں۔ خدا توفیق دے تو مسجد میں پہلے آؤ اور بعد میں جاؤ، اور جب باہر ہو تو کان اذان کی طرف لگے رہیں کہ کب اذان ہو اور مسجد کو جائیں۔

(وہ دو شخص جو اللہ کے لیے محبت کریں) کہ جس کی محبت سے رب راضی ہو اس سے محبت کریں اور جس کی نفرت سے رب راضی ہو اس سے نفرت کریں، بے دین اور بد عمل اولاد سے نفرت، متقی اجنبی سے محبت عبادت ہے۔
ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد فدائے یک تن بیگانہ کا شتابا شد

یونہی گہرے دوست کی بد عقیدگی پر واقف ہو کر اس سے الگ ہو جانا اور جانی دشمن سے تقوے پر خبردار ہو کر اس کا دوست بن جانا بہترین عمل ہے۔

(تو اس کی آنکھیں بہیں) یعنی خوف خدا یا عشق جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں رونے، تنہائی کی قید اس لئے لگائی کہ سب کے سامنے رونے میں ریاء کا اندیشہ ہے۔

(میں اللہ سے ڈرتا ہوں) یعنی خود ایسی عورت اس سے بد فعلی کی خواہش کرے اور یہ اس نازک موقعہ پر محض خوف خدا سے بچ جائے یہ بہت مشکل ہے اسی لئے رب تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے اس فعل شریف کی تعریف قرآن میں فرمائی اللہ نصیب کرے۔ خیال رہے کہ ایسے نازک موقعہ پر عورت سے یہ کہہ دینا ریاء نہیں تبلیغ ہے، یعنی میں رب تعالیٰ سے ڈرتا ہوں تو بھی ڈر۔

(داہنا ہاتھ کیا دے رہا ہے) یہاں صدقہ نفلی مراد ہے صدقہ فرض اور چندے کے موقعہ پر صدقہ نفلی علانیہ دینا مستحب ہے، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِنْ تَبَدُّوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱ ص ۶۶۱)

سات خوش نصیب

مشہور حدیث پاک میں سات ایسے خوش نصیبوں کا ذکر ہے جنہیں اللہ عز و جل اپنے عرش عظیم کا سایہ عطا فرمائے گا اور انہی سات خوش نصیبوں کا ذکر شیخ ابوشامہ نے بھی اپنے دوا شعار میں کیا ہے۔

طویل عرصہ مشائخ اہل بارے میں بحث و تحقیق کرتے رہے کہ کیا ان سات کے علاوہ کسی آٹھویں شخص کو بھی عرش عظیم کا سایہ نصیب ہوگا یا نہیں؟ شیخ الاسلام ابوالفضل امام ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سات افراد پر ان لوگوں کا اضافہ فرمایا جن کا ذکر احادیث صحاح میں آیا ہے۔ اور ان کو اپنے دوا شعار میں جمع کر دیا پھر مزید تلاش کی تو اب سات کے بجائے

دُگنے (یعنی چودہ) ہو گئے۔ اور ان کو چار اشعار میں جمع کیا ہے۔

(حضرت مصنف علامہ سیوطی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں) عرش کا سایہ پانے والوں کے بارے میں میرے پاس ان سے بھی زیادہ احادیث ہیں جو کہ دیگر اعمال و خصائل کے بارے میں نہیں، اور ان سب افراد کا ذکر میں نے اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ جس میں اس (باب) کے اصول اور بنیادی باتوں کو بیان کیا ہے، صرف ترغیب ہی نہیں دلائی بلکہ تمام احادیث کے ساتھ ان کے تمام شواہد تصریحاً یا اشارتاً ذکر کر دیئے ہیں اور اس کا نام تَتَهَيَّدُ الْعَرْشَ فِي الْخِصَالِ الْمُوجِبَةِ لِظَلِّ الْعَرْشِ (یعنی سایہ عرش کا مستحق بنانے والے اعمال کے لئے راہ کو ہموار کرنا) رکھا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ ہی سے بھلائی کی توفیق اور سیدھے راستہ پر چلنے کا سوال کرتا ہوں۔ (تَحْيِيَةُ الْعَرْشِ فِي الْخِصَالِ الْمُوجِبَةِ لِظَلِّ الْعَرْشِ ص ۱۷)۔

(663) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللَّهِ عَلَى مَنَابِرٍ مِنْ نُورٍ: الَّذِينَ يَعْلَمُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلَوْ أَرْوَاكَ مُسْلِمًا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً انصاف کرنے والے اللہ کی بارگاہ میں نور کے منبروں پر ہوں گے۔ جو لوگ اپنے فیصلوں اپنے گھر والوں اور اپنی ذمہ داریوں میں انصاف کرتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضیلة الامام العادل وعقوبة الجائر والحد علی الرفیق: ج ۱، ص ۲۸۶، رقم: ۲۸۲۵ سنن الکبیری للبیہقی: باب فضل من ابتلی بشی من الاعمال فقام فیہ بالقسط: ج ۱، ص ۸۷، رقم: ۲۸۶۶ سنن النسائی: باب فضل الحاكم العادل فی حکمہ: ج ۸، ص ۲۲۱، رقم: ۵۲۷۹ مسند امام احمد بن حنبل: مسند عبداللہ بن عمرو: ج ۲، ص ۱۱۰، رقم: ۶۳۹۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(انصاف کرنے والے) مقسط باب افعال کا اسم فاعل ہے، اس کا مادہ قسط ہے بمعنی حصہ مگر اس میں لطف یہ ہے کہ مجرد کا اسم فاعل قاسط بمعنی ظالم آتا ہے یعنی دوسروں کا حصہ ظلماً لے لینے والا اور باب افعال کا اسم فاعل بمعنی عادل آتا ہے یعنی لوگوں کو ان کا حصہ دینے والا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: أَمَّا الْمُقْسِطُونَ فَكَأَنَّهُمْ بِحَبْنِ شَارِصِينَ نے فرمایا کہ قسط بمعنی ظلم ہے باب افعال کا ہمزہ سلب کے لیے ہے لہذا اقساط کے معنی دفع ظلم مقسط بمعنی دفع ظلم کرنے والا یعنی عادل یا قاسط بنا قسوط بمعنی ظلم سے اور مقسط بنا ہے بمعنی انصاف سے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ۔ غرض کہ اس کلمہ میں عجیب خوبی ہے۔

(نور کے منبروں پر ہوں گے) منابر جمع ہے منبر کی اور منبر اسم آلہ یا ظرف ہے منبر مصدر کا بمعنی اٹھانا اور چڑھانا، منبر چڑھانے اٹھانے کا آلہ یا اس کی جگہ۔ محشر میں مومنوں کے مقامات مختلف ہوں گے کوئی مشک کے ٹیلوں پر کوئی نور کے منبروں پر۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں منبر اپنے حقیقی معنی میں ہے تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔

داہنا فرمانا صرف سمجھانے کے لیے ہے، بادشاہوں کے ہاں جسے عزت دیتے ہیں اسے سلطان کی داہنی طرف جگہ دیتے ہیں، قرب و عزت کے بیان کے لیے یمن فرمایا گیا اور ظاہری معنی سے براءت کے لیے ارشاد ہوا کہ اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف یمن کی نسبت تو کی جاتی ہے مگر شمال میں بائیں کی نسبت نہیں کی جاتی کہ یمن بنا ہے یمن سے بمعنی برکت، شمال کی نسبت رب کی طرف بے ادبی ہے۔ (ازمرقات)

(اپنی ذمہ داریوں میں انصاف کرتے ہیں) حکمہم سے مراد ہے سلطنت و حکومت و قضاء جس کا تعلق عام رعایا سے ہے اور اہلہم سے مراد اپنے بال بچے نوکر چاکر ہیں جن کا تعلق گھر سے ہے اور ماولوا سے مراد وہ یتیم بیوگان وغیرہ ہیں جن کی پرورش اس کے ذمہ آن پڑی ہے۔ غرض کہ سیاست مدنی اور تدبیر منزل سب میں عدل و انصاف کرتے ہیں، بعض شارحین نے فرمایا کہ ماولوا میں خود اپنی ذات بھی داخل ہے یعنی اپنے متعلق بھی انصاف سے کام لیتے ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی امت کی تین قسمیں فرمائیں: ظالم، مقتصد اور سابق، سابق وہ ہے جو اپنے اندر عدل و احسان دونوں جمع کرے۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۵۹۰)

(664) وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "خِيَارُ أُمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَتُحِبُّونَهُمْ، وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ، وَشِرَارُ أُمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ، وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ!" قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَفَلَا نُنَاقِلُهُمْ؟ قَالَ: "لَا، مَا أَقَامُوا فِيكُمْ الصَّلَاةَ. لَا، مَا أَقَامُوا فِيكُمْ الصَّلَاةَ وَآلَهُ مُسْلِمٌ."

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ تمہارے اچھے حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں۔ تم ان کے لیے دعائے رحمت اور وہ تمہارے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں اور تمہارے برے حکمران وہ ہیں جن سے تم بغض کرو اور وہ تم سے بغض کریں۔ تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم ان کی بیعت توڑ نہ دیں۔ فرمایا: نہیں جب تک وہ تم میں نماز قائم کریں "نہیں" جب تک وہ تم میں نماز قائم کریں۔ (مسلم)

قَوْلُهُ: "تُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ": تَدْعُونَ لَهُمْ.

تُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ: تَدْعُونَ لَهُمْ: تم ان کے لیے دعائے رحمت کرتے ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب خیار الائمة وشرارہم ج ۶ ص ۲۲ رقم: ۳۹۱۰ السنن الکبریٰ للبیہقی باب الصبر علی اذی یضیبه من جهة امامہ ج ۸ ص ۱۵۸ رقم: ۱۴۰۶۶ السنن الدارمی باب فی الطاعة ولزوم ج ۱ ص ۴۱۴ رقم: ۲۷۷۰ صحیح ابن حبان باب طاعة الائمة ج ۱ ص ۲۴۹ رقم: ۳۵۸۱ مسند امام احمد بن حنبل مسند عوف بن مالک ج ۶ ص ۲۲ رقم: ۲۲۰۰۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں آنکہ سے مراد والی ہیں خواہ سلطان ہو یا حکام۔ (مرقات) مطلب یہ ہے کہ حکام عادل ہوں تم سے مل جل کر رہیں، تمہاری ان کی آپس میں محبت ہو، تمہارے ساتھ نمازوں میں شریک ہوں ایسے حکام اللہ کی رحمت ہیں جیسے عہد صحابہ میں ہوتا تھا اور بعد میں بھی عادل سلاطین میں رہا۔

(تم ان پر پھٹکار کرو) یعنی ظالم ہوں متکبر ہوں، اپنے عیش و طرب میں رہیں، ملک و رعایا سے لاپرواہ رہیں فساق و فجار ہوں ایسے حکام خدا کا عذاب ہیں۔

(ہم اس وقت ان کو پھینک دیں) یعنی کیا ہم ان کو حکومت سے نکال باہر نہ کر دیں اور ان سے کی ہوئی بیعت توڑ کر ان سے جنگ نہ کریں۔

(جب تک کہ وہ تم میں نماز قائم کریں) یعنی جب تک سلاطین و حکام مسلمانوں میں جمعہ و عیدین قائم کریں، مسجدوں کا انتظام کریں، نمازوں کا اہتمام کریں تب تک تم ان کو علیحدہ نہ کرو ان کی بیعت نہ توڑو کیونکہ نمازیں قائم کرنا مؤمن ہونے کی علامت ہے، جو نمازیں قائم کرتا ہے وہ دین کا ضرور خیال رکھے گا، اس میں نماز کی اہمیت کا اظہار ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَالَّذِينَ يَذْكُرُونَ مَسْجِدَ اللَّهِ مِمَّنْ أَمَّنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ**۔

(وہ اللہ کا گناہ کرتا ہے اسے تو ناپسند کرے) اس طرح کہ اگر طاقت ہو تو زبان سے بادشاہ کو نصیحت کرے ورنہ اس کی حرکتوں کو دل سے برا جانے اس کی حمایت نہ کرے۔

(اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے) یعنی سلطان یا حکام کی معصیت کی وجہ سے ان کی بغاوت نہ کرے ان سے لڑے نہیں کہ مسلمانوں کی خون ریزی بڑے سے بڑا گناہ ہے ہاں ان کی معصیوں کی حمایت نہ کرے۔

(بڑاؤ المناجیح، ج ۵ ص ۵۷)

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اہل جنت تین ہیں۔ انصاف کرنے والا حکمران جس کو توفیق خیر دی گئی۔ ایک مہربان آدمی جس کا دل ایمان دار اور رشتہ دار کے لیے نرم ہو۔ پاک دامن عیال دار سوال سے بچنے والا۔ (مسلم)

(665) وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حَمَارٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «أَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ: ذُو سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُوَفَّقٌ، وَرَجُلٌ رَحِيمٌ رَقِيقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِي قُرْبَى وَمُسْلِمٌ، وَعَفِيفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُو عِيَالٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ»

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا اهل الجنة، ج ۸ ص ۱۸۸ رقم: ۱۷۸۱ الاصاب

سلبیاتی باب فی تراحم الخلق، ج ۲ ص ۲۰ رقم: ۲۸ المعجم الكبير للطبرانی من اسماء عیاض بن حمار، ج ۱ ص ۲۲۶ رقم: ۱۶۸۲ سنن

النسائی، باب قراءة القرآن على كل الاحوال، ج ۲۶ ص ۲۶ رقم: ۸۰۰۰، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عیاض بن حماد رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۸۶ رقم: ۱۸۴۶۶

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اہل جنت تین ہیں) یعنی میری امت میں تین قسم کے لوگ یقیناً جنتی ہیں۔

(حکمران جس کو توفیق خیر دی گئی) یعنی جسے اللہ حکومت بھی دے تو وہ لوگوں کے ساتھ بھلائی اور سلوک کرے اسے خیر کرنے خیر کرانے کی توفیق ملے کہ حاکم درست ہو جانے سے رعایا خود درست ہو جاتی ہے۔

(مہربان آدمی) یعنی عوام مسلمانوں پر عبوسا اور اپنے عزیز قرابت داروں پر خصوصاً مہربان ہو۔

(سوال سے بچنے والا) یعنی وہ مسلمان جو باوجود عیالدار ہونے کے کسی سے بھیک نہ مانگے گناہ کے قریب نہ

جاوے۔ (برزۃ المناجیح، ج ۶ ص ۷۹۰)

عادل حکمران پر عرش کا سایہ

عدل و انصاف سے کام لینے والے بادشاہ کے بارے میں اشارتاً تو بہت سی احادیث مبارکہ ہیں نیز حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے جو عنقریب آئے گی، یہاں پر ان احادیث مبارکہ کو بیان کیا جاتا ہے جو عادل حکمران کے بارے میں واضح و صریح ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان بشارت نشان ہے: انصاف کرنے والے بادشاہ بروز قیامت اللہ عز و جل کے قرب میں عرش کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور یہ وہ ہوں گے جو اپنی رعایا اور اہل و عیال کے درمیان فیصلہ کرتے وقت عدل و انصاف سے کام لیتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلة الامیر العادل... الخ، الحدیث ۷۲۱ ص ۱۰۰۵)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان و نشان ہے: عادل حکمران بروز قیامت اللہ عز و جل کا سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ اس کے قرب میں ہوگا۔

(تھیذ القریٰ فی الفصال الموضیعیہ لفظی العرش ص ۲۱)

جائز کاموں میں حکمرانوں کی اطاعت کا

لازم ہونا اور ناجائز کاموں میں

ان کی اطاعت کا ناجائز ہونا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو اللہ کی

80- بَابُ وُجُوبِ طَاعَةِ وَلَاةِ

الْأَمْرِ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةٍ وَتَحْرِيمِ

طَاعَتِهِمْ فِي الْمَعْصِيَةِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا

اللَّهُ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ طَاعَتِ كَرُوا اور رسول کی طاعت کرو اور حکمرانوں کی طاعت کرو۔ (النساء: 59)

شرح: حضرت صدرالفاضل سیّدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ المہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ احکام تین قسم کے ہیں ایک وہ جو ظاہر کتاب یعنی قرآن سے ثابت ہوں ایک وہ جو ظاہر حدیث سے ایک وہ جو قرآن و حدیث کی طرف بطریق قیاس رجوع کرنے سے اولی الامر میں امام امیر بادشاہ حاکم قاضی سب داخل ہیں خلافت کاملہ تو زمانہ رسالت کے بعد تیس سال رہی مگر خلافت ناقصہ خلفاء عباسیہ میں بھی تھی اور اب تو امامت بھی نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ امام کے لئے قریش میں سے ہونا شرط ہے اور یہ بات اکثر مقامات میں معدوم ہے لیکن سلطنت و امارت باقی ہے اور چونکہ سلطان و امیر بھی اولو الامر میں داخل ہیں اس لئے ہم پر ان کی طاعت بھی لازم ہے۔

(خزائن العرفان)

(666) وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ إِلَّا أَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ؐ کو فرماتے ہوئے سنا: ہر مسلمان پر سننا ماننا لازم ہے۔ پسند کا حکم ہو یا ناپسند جبکہ گناہ کا حکم نہ ہو لیکن اگر گناہ کا حکم دیا جائے تو نہ اس کی بات سننا لازم ہے نہ ماننا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب السمع والطاعة للامام مالم تكن معصية، ج ۱، ص ۱۲، رقم: ۱۲۲، صحیح مسلم، باب وجوب طاعة الامراء في غير معصية، ج ۱، ص ۱۵، رقم: ۲۸۹۹، سنن النسائي، باب جزاء من امر بمعصية فاطاع، ج ۱، ص ۱۱۰، رقم: ۴۲۰۱، مسند امام احمد، مسند عبدالله بن عمر، ج ۲، ص ۱۳۲، رقم: ۶۲۴۸، المعتنى لابن الجارود، باب ما يجب من طاعة الامراء ولو كانا امرًا بمعصية، ص ۲۹۰، رقم: ۱۰۳۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(ہر مسلمان پر سننا ماننا لازم ہے) بشرطیکہ اس کا حکم خلاف شرع نہ ہو۔

(تو نہ اس کی بات سننا لازم ہے نہ ماننا) یعنی سلطان اسلام کا جائز حکم تمہاری طبیعت کے خلاف ہو یا موافق بہر حال قبول کرو لیکن اگر وہ خلاف شرع حکم کرے تو اس کی فرمانبرداری نہ کی جائے، فرمانبرداری صرف اللہ رسول کی ہے مگر ایسے احکام ماننے بھی نہیں اور اس بنا پر بغاوت بھی نہ کرے، بادشاہ سے جنگ ملک کی تباہی کا باعث ہے۔ (مرقت)

(مراۃ المناجیح، ج ۵، ص ۵۶۵)

انوکھی عاجزی

حضرت سیدنا ابوعلی رباعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں میں حضرت سیدنا عبداللہ رازی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ساتھی بن گیا وہ جنگل میں جا رہے تھے انہوں نے کہا امیر تم ہو گے یا میں؟ میں نے کہا آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوں گے انہوں نے فرمایا پھر تمہیں میرا حکم ماننا پڑے گا میں نے کہا جی ہاں مانوں گا۔ انہوں نے ایک تھیلا لے کر اس میں سامان ڈالا اور اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا جب میں کہتا آپ مجھے دیں تو وہ فرماتے کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ تم امیر ہو؟ لہذا تم پر حکم ماننا لازم ہے رات کے وقت بارش نے ہمیں آلیا تو وہ صبح تک میرے سرہانے کھڑے رہے اور ان پر ایک چادر تھی میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ مجھے بارش سے بچا رہے تھے میں دل میں کہتا کاش کہ میں مرجاتا اور یہ نہ کہتا کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) امیر ہیں۔

(فیضان احیاء العلوم ص ۳۰۱)

(667) وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا إِذَا بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّعْيِ وَالطَّاعَةِ يَقُولُ لَنَا: "يَا اسْتَطَعْتُمْ مُثْلَِّي عَلَيْهِ". انہی سے روایت ہے ہم جب رسول اللہ ﷺ سے سنے اور اطاعت کرنے بیعت پر کرتے تو آپ ہم سے فرمادیتے جتنی تم میں طاقت ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف یبایع الامام الناس ج ۱، ص ۴۴، رقم: ۲۰۲، صحیح مسلم، باب البیعة ص السبع والطاعة فیما استطاع ج ۱، ص ۲۹، رقم: ۲۰۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الصلاة خلف من لا یمه فعله ج ۲، ص ۱۲۱، رقم: ۵۵۰۸، سنن ابن ماجہ، باب البیعة ج ۲، ص ۱۵۸، رقم: ۲۸۹۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی بیعة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲، ص ۵۰، رقم: ۱۵۹۳)

شرح حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو ترجیح

زوجہ حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت زینب ثقفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں، سرکار و الاتبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو اگر چہ اپنے زیور سے ہی ہو، فرماتی ہیں، میں عبداللہ کی طرف لوٹی کہا، تم کچھ مسکین و تنگدست ہو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو صدقہ کا حکم دیا ہے تم وہاں حاضر ہو کر پوچھ آؤ اگر تم پر میرا صدقہ کرنا درست ہو تو خیر ورنہ میں آپ لوگوں کے سواء کسی اور جگہ خرچ کروں، فرماتی ہیں، کہ مجھ سے عبداللہ بولے، کہ تم ہی وہاں جاؤ، لہذا میں چلی گئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے در اقدس پر ایک اور انصاری بی بی تھیں جنہیں میرے جیسا ہی کام تھا، فرماتی ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قدرتی ہیبت دی گئی تھی، فرماتی ہیں، کہ ہمارے پاس حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے ہم نے اُن سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جائیں اور عرض کریں کہ دروازے پر دو بیبیاں ہیں جو حضور سے پوچھتی ہیں کہ کیا اُن کا اپنے خاوندوں اور اُن یتیموں پر خرچ کر دینا جو اُن کی پرورش میں ہوں

صدقہ بن جائیگا؟ اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں، فرماتی ہیں، کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ پوچھا، اُن سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، وہ کون ہیں؟ عرض کی کہ ایک انصاری بی بی اور زینب ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کونسی زینب؟ عرض کی عبد اللہ بن مسعود کی زوجہ، تب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ انہیں دو ہر اِثواب ہے ایک ثواب قرابت کا دوسرا صدقہ کا۔

غالباً حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد (اُسے عورتوں کی جماعت صدقہ کیا کرو) عید کے دن تھا چونکہ اُس زمانہ میں عورتیں بھی نماز عید کے لئے عید گاہ جاتی تھیں اور اُن کے لئے بعد نماز مخصوص وعظ ہوتا تھا، اُس وعظ میں آپ نے یہ سننا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ عورتوں کے استعمالی زیور پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اور یہ زکوٰۃ عورت پر فرض ہے نہ کہ اُس کے خاوند پر خواہ میکے سے زیور ملا ہو یا سسرال والوں نے دیا ہو بشرطیکہ (انہوں نے) مالک کر دیا ہو، لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے امام شافعی کے ہاں پہننے کے زیور میں زکوٰۃ نہیں۔

اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو کہا، یعنی اگر تم کو میرا صدقہ دینا درست ہو تو تب تو میں تم ہی کو صدقہ دے دوں، ورنہ کسی اور کو دوں، اس سے معلوم ہوا غنی عورت کا خاوند اور غنی خاوند کی بیوی ایک دوسرے کے غنی سے غنی نہ مانے جائیں گے، جیسے امیر کی بالغ اولاد باپ کے غنا سے غنی نہیں ہوتی، دیکھو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی غنیہ تھیں مگر خود ابن مسعود مسکین تھے۔

حضرت ابن مسعود کی کچھ اولاد بھی تھی، اور اب حضرت زینب اُن کی پرورش فرماتی تھیں، غیر کم میں ان سب سے خطاب ہے، یعنی اگر تمہیں اور تمہارے ان بچوں کو میرا صدقہ لینا درست ہو تو میں تمہیں دے دوں ورنہ دوسروں کو دوں۔

اور راویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وہ فرمان، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قدرتی ہیبت دی گئی، یعنی رب العالمین نے دلوں میں آپ کی ہیبت ڈال دی تھی جسکی وجہ سے ہر شخص بغیر اجازت خدمت میں حاضر ہونے، عرض معروض کرنے کی ہمت نہ کرتا تھا، اور حاضرین بارگاہ بھی ایسے خاموش اور باادب بیٹھتے تھے جیسے انکے سروں پر پرندے ہیں، حالانکہ سرکار انتہائی خلیق اور بہت رحیم و کریم تھے، شعر

ہیبت حق است اس از خلق عیست

ز ہیبت اس مرد صاحب دلق نیست

اسی وجہ سے دونوں بیبیاں دروازے پر کھڑی رہ گئیں، بارگاہ پاک میں باریاب نہ ہوئیں۔

اور شاید یتیموں سے اُن کے خاوندوں کی وہ اولاد مراد ہے جن کی والدہ فوت ہو چکی تھی یعنی ان کی سوتیلی اولاد انہیں یتیم کہنا مجاز ہے، ورنہ انسان یتیم وہ نابالغ ہوتا ہے جس کا باپ فوت ہو جائے اور جانوروں میں وہ بچہ یتیم جس کی ماں مرجائے، ان بیبیوں کا خیال یہ تھا کہ چونکہ یہ سب لوگ ہمارے ساتھ ہی رہتے سہتے ہیں اور ساتھ کھاتے پیتے ہیں، اگر

انہیں صدقہ دیا گیا، تو اس کا کچھ حصہ ہمارے کھانے میں بھی آ جائیگا لہذا ناجائز ہونا چاہیے۔

اور بیٹیوں کا یہ عرض کرنا، کہ یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں، تاکہ حاضرین میں ہمارا نام نہ لیا جائے اور ہمارا سوال ریاض بن جائے یا ہم بلا نہ لی جائیں۔

حضرت بلال کا جواب (ابن مسعود کی زوجہ زینب ہیں) نہایت ایمان افروز ہے کیونکہ ان بیٹیوں نے کہا تھا کہ ہمارا نام نہ بتانا، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نام بتاؤ تو حکم رسول و حکم امتی میں تعارض ہوا، جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو ترجیح ہوئی اور امتی کا حکم قابل قبول عمل نہ رہا: (صاحب) مرقات نے یہاں فرمایا کہ حضرت بلال پر نام بتانا فرض شرعی ہو گیا، کیونکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ماننا فرض ہے، انہیں دوسری بی بی کا نام معلوم نہیں تھا ورنہ وہ بھی بتا دیتے۔

سارے ائمہ اس پر متفق ہیں کہ خاوند اپنی بیوی کو اپنی زکوٰۃ نہیں دے سکتا مگر اس میں اختلاف ہے کہ بیوی خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں، ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ نہیں دے سکتی، دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ دے سکتی ہے، اُن بزرگوں کی دلیل یہ حدیث ہے امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہاں صدقہ نفل مراد ہے، صدقہ فرض کی تصریح نہیں، نیز عورت و خاوند کے مال قریباً مشترک ہوتے ہیں، تو جب خاوند بیوی کو زکوٰۃ نہ دے سکا تو بیوی خاوند کو زکوٰۃ کیسے دے سکتی ہے صدقہ کا لفظ صدقہ نفل پر عام شائع ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکاة المصابیح، ج ۳، ص ۱۱۸-۱۲۰)

انہی سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے اطاعت سے ہاتھ کھینچی وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ﷻ کو اس طرح ملے گا کہ اس کے لیے دلیل نہ ہوگی اور جو اس طرح مرا کہ اس کی گردن میں کسی (حکمران) کی بیعت نہیں وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ (مسلم)

ان کی ایک اور روایت میں ہے جو جماعت (مسلمین) میں سے جدا ہو کر مرے گا۔ وہ جاہلیت کی موت مرے گا المیتۃ میم کے کسرہ کے ساتھ ہے۔

(668) وَعَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «مَنْ خَلَعَ يَدًا مِّنْ طَاعَةِ لِّعْنِ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ، مَاتَ مَيْتَةً جَاهِلِيَّةً رَّوَاهُ مُسْلِمٌ»

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: «وَمَنْ مَاتَ وَهُوَ مُفَارِقٌ لِلْجَمَاعَةِ، فَإِنَّهُ يَمُوتُ مَيْتَةً جَاهِلِيَّةً» «الْبَيْتَةُ بِكَسْرِ الْبَاءِ»

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب الامر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن، ج ۶، ص ۲۲، رقم: ۵۸۹۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الترغیب فی لزوم الجماعة، ج ۸، ص ۱۵۶، رقم: ۱۴۰۵۵، مستخرج ابی عوالہ بیان عقاب من ترک الطاعة و نکث لبيعة، ج ۸، ص ۲۱۵، رقم: ۵۴۹۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث میں دلیل سے مراد بندے کے ایمان و تقویٰ کی دلیل و ثبوت ہے اور بیعت سے اگر خلیفہ و سلطان اسلام کی بیعت مراد ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ جب خلیفہ رسول یا سلطان اسلام موجود ہو پھر یہ اس کی بیعت خلافت نہ کرے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا اور اگر بیعت سے عام بیعت مراد ہے خواہ بیعت خلافت ہو یا بیعت ارادہ تو حدیث مطلق ہے کہ جو بغیر مرشد پکڑے مر جائے اس کی موت کفار کی سی ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے، یہ حدیث ان کی دلیل ہے۔ خیال رہے کہ بیعت بہت قسم کی ہے: بیعت اسلام، بیعت اطاعت اور بیعت ارادت۔

(بزازۃ النایج، ج ۵ ص ۵۷۵)

(669) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا، وَإِنْ اسْتُعِيبَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، كَانَ رَأْسُهُ زَبِيحَةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو اور مانو اگرچہ تم پر حبشی غلام حاکم بنا دیا جائے گو اس کا سر کشش ہے۔ (چھوٹے یا بد صورت ہونے میں)۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب السبع والطاعة للامام مالم تكن معصية، ج ۵ ص ۹۲، رقم: ۶۱۳۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب امامة العبيد ج ۵ ص ۸۸، رقم: ۵۲۲۲، مسند امام احمد حدیث أم الحصین الاحمسیة، ج ۶ ص ۳۰۲، رقم: ۲۴۳۰۶، مسند البزار، مسند انس بن مالك، ج ۲ ص ۲۵۲، رقم: ۴۲۴، معرفة الصحابة لابن نعیم، من اسمه أم حصین الاحمسیة، ج ۶ ص ۳۳۱، رقم: ۶۲۶۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ فرمان عالی مبالغہ کے طور پر ہے یعنی اگر ذلیل و حقیر ناقص الخلق گنجا غلام بھی تم پر حاکم مقرر ہو جائے تو اس کا حکم بھی قبولیت کے ساتھ سنو اور اس پر عمل کرو، جیسے حدیث پاک میں ہے کہ جو مسجد بنائے اگرچہ چڑیا کے آشیانہ کے برابر ہو اسے بھی ثواب ہے۔ خیال رہے کہ یہاں کشش سے تشبیہ یا تو چھوٹا ہونے میں ہے یا بال سے صاف گنجا اور پلپل ہونے میں، اکثر حبشیوں کے سر چھوٹے ہوتے ہیں۔ (بزازۃ النایج، ج ۵ ص ۵۶۳)

(670) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَلَيْكَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِي عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ، وَآثَرَةٍ عَلَيْكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر سننا اور ماننا لازمی ہے تمہاری تنگی اور فراخی میں تمہاری خوشی اور ناپسندیدگی میں اور تم پر ترجیح ہونے کی صورت میں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب وجوب طاعة الامرا في غير معصية ومحرماتها في المعصية، ج ۵ ص ۱۳، رقم: ۲۸۱۰، مسند امام احمد حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۸۱، رقم: ۸۳۰، مسند البزار، مسند سعد بنع بأذنة رضی اللہ عنہ، ج ۱ ص ۱۳، رقم: ۲۸۱۰)

ج ۱ ص ۲۵ رقم: ۲۵، مصنف عبدالرزاق بہاب السبع والطاعة ج ۱ ص ۲۲ رقم: ۲۵۸۱

شرح حدیث: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دورِ خلافت

حضرت سیدنا اہل بن یحییٰ المروزی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی وفات کے بعد جب حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ المجید نے اسے دفن کر دیا اور قبرستان سے واپس آنے لگے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو شاہی سواری پیش کی گئی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ عرض کی گئی، یہ وہ سواری ہے جس پر خلفاء سوار ہوا کرتے ہیں چونکہ اب آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہی ہمارے خلیفہ ہیں لہذا شاہی سواری حاضر خدمت ہے، قبول فرمائیے۔

یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اسے مجھ سے دور کر دو، میرے لئے میرا خیر ہی کافی ہے۔ چنانچہ آپ نے شاہی سواری کو چھوڑا اور اپنے خیر پر سوار ہو گئے پھر ایک خادم آیا اور عرض کی: حضور! چلئے، میں آپ کے خیر کی لگام پکڑ کر ساتھ ساتھ چلتا ہوں۔ آپ نے اس سے بھی انکار فرما دیا اور خود ہی اپنے خیر پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے اور لوگوں سے فرمایا: تم مجھے عجیب و غریب مخلوق نہ سمجھو میں بھی تمہاری ہی طرح ایک عام مسلمان ہوں، مجھے اپنے جیب ہی سمجھو۔

سب لوگ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیچھے پیچھے آرہے تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجد میں داخل ہوئے اور منبر پر چڑھ کر خطبہ دینے لگے۔ تمام لوگ جمع ہو گئے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام سننے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے لوگو! میرے کندھوں پر خلافت کا بار گرا رکھا گیا ہے مگر میں اسے سرانجام دینے کی طاقت نہیں رکھتا لہذا جس نے میری بیعت کی ہے میں اسے اختیار دیتا ہوں کہ وہ میرے علاوہ جس کے ہاتھ پر چاہے بیعت کر لے میں یہ خلافت قبول نہیں کرتا لہذا مسلمانوں میں سے تم جسے چاہو اپنا خلیفہ مقرر کر لو۔ جب لوگوں نے یہ بنا تو ان کی چیخیں بلند ہونے لگیں اور سب نے بیک زبان کہا: اے عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! ہم نے آپ ہی کو خلیفہ مقرر کیا، ہم آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے راضی ہیں، ہم سب آپ ہی کی خلافت پر متفق ہیں۔ آپ اللہ عزوجل کا نام لے کر امورِ خلافت سرانجام دیں، اللہ عزوجل اس میں برکت دے گا۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لوگوں کی یہ عقیدت دیکھی اور آپ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ لوگ بخوشی میری خلافت قبول کرنے پر آمادہ ہیں تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے کے بعد لوگوں سے کچھ اس طرح مخاطب ہوئے: اے لوگو! میں تمہیں اللہ عزوجل سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، تم تقویٰ اختیار کرو اور اپنی آخرت کے لئے اعمالِ صالحہ کرو۔ بے شک جو شخص آخرت کے لئے نیک اعمال کریگا اللہ عزوجل اس کی دُنیوی حاجات کو خود پورا فرمائے گا۔

اے لوگو! تم اپنے باطن کی اصلاح کی کوشش کرو اللہ عزوجل تمہارے ظاہر کی اصلاح فرمائے گا۔ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو اور موت سے پہلے اپنے لئے اعمالِ صالحہ کا خزانہ اکٹھا کر لو، موت تمام لذات ختم کر دے گی۔ اے لوگو! تم اپنے

آباؤ اجداد کے احوال میں غور و فکر کیا کرو وہ بھی دنیا میں آئے اور زندگی گزار کر چلے گئے اسی طرح تم بھی چلے جاؤ گے۔ اگر تم ان کے احوال کو یاد نہ رکھو گے تو موت تمہارے لئے بہت سختی کا باعث ہوگی لہذا موت سے پہلے موت کی تیاری کر لو۔

اور بے شک یہ امت مسلمہ اپنے رب عزوجل، اس کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی کتاب قرآن مجید کے بارے میں ایک دوسرے سے جھگڑا نہیں کرے گی، اس مسئلے میں ان کے درمیان اختلاف نہ ہوگا بلکہ ان کے درمیان عداوت و فساد تو درہم و دنانیر کی وجہ سے ہوگا۔ اللہ عزوجل کی قسم! میں کسی ایک کو بھی ناحق کوئی چیز نہ دوں گا اور حق دار کو اس کا حق ضرور دوں گا۔ پھر آپ نے مزید فرمایا: اے لوگو! جو اللہ عزوجل کی اطاعت کرے، تم پر اس کی اطاعت واجب ہے اور جو اللہ عزوجل کی اطاعت نہ کرے اس کی اطاعت ہرگز نہ کرو۔ جب تک میں اللہ عزوجل کی اطاعت کرتا رہوں اس وقت تک تم میری اطاعت کرنا اگر تم دیکھو کہ (معاذ اللہ عزوجل) میں اللہ عزوجل کی اطاعت نہیں کر رہا تو اس معاملے میں تم میری ہرگز اطاعت نہ کرنا۔

یہ خطبہ دے کر آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ اپنا مال و دولت اور تمام کپڑے وغیرہ منگوائے اور انہیں بیت المال میں جمع کرادیا پھر تمام شاہی لباس جو خلفاء کے لئے تھے اور تمام آرائشی چیزیں منگوائیں اور حکم دیا کہ ان کو بیچ کر بیت المال میں جمع کرادو۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہوئی اور تمام رقم مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کر دی گئی۔

آپ دن رات لوگوں کے مسائل حل کرنے میں مصروف رہتے کبھی تو ایسا بھی ہوتا کہ آرام کے لئے بالکل وقت نہ ملتا اور آپ لوگوں کے مسائل کی وجہ سے آرام کو ترک کر دیتے۔ ایک دن ظہر کی نماز سے قبل بہت زیادہ تھکاوٹ محسوس ہونے لگی تو کچھ دیر قیلولہ کرنے کے لئے کمرے میں تشریف لے گئے ابھی آپ لیٹے ہی تھے کہ آپ کے صاحبزادے حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: اے امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہاں کیسے تشریف فرما ہیں؟ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: مجھے مسلسل بے آرامی کی وجہ سے بہت زیادہ تھکاوٹ ہو رہی تھی اس لئے کچھ دیر کے لئے آرام کی غرض سے آیا ہوں۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے نے کہا: حضور! لوگ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے منتظر ہیں اور مظلوم اپنی فریاد لے کر حاضر ہیں اور آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہاں آرام فرما ہیں۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: میں ساری رات نہیں سو سکا اب تھوڑی دیر آرام کر کے ظہر کے بعد لوگوں کے مسائل حل کروں گا۔ تو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے عظیم صاحبزادے نے کہا: اے امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ ظہر تک زندہ رہیں گے؟

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنے لخت جگر کا فکر آخرت سے بھرپور یہ جملہ سنا تو فرمایا: اے میرے بیٹے! میرے قریب آؤ۔ جب وہ قریب آئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمانے لگے: تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں جس نے مجھے ایسی اولاد عطا فرمائی جو دین کے معاملہ میں میری مدد کرتی ہے۔

(عُیُنُ الْوُكَايَاتِ ص ۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے ہم کسی منزل میں اترتے تو کوئی ہم میں سے خیمہ درست کر رہا تھا۔ کوئی تیر اندازی کر رہا تھا۔ کوئی جانوروں کی خدمت میں مصروف تھا۔ اچانک ایک بلانے والے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلایا اور کہا نماز تیار ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اکٹھے ہو گئے تو آپ نے فرمایا: مجھ سے پہلے جتنے نبی تھے ہر نبی پر لازم تھا کہ اپنی امت کے لیے جو اچھا جانے اس پر اپنی امت کی رہنمائی کرے اور جس کو برا جانے اس سے انہیں ڈرائے۔ اور اس امت کی عافیت اس کے ابتدائی حصہ میں ہے۔ اور عنقریب اس کے آخری حصہ کو مصائب اور عجیب حالات درپیش ہوں گے اور آزمائش آئے گی۔ ایمان دار کہے گا یہ مجھے ہلاک کر دے گی پھر وہ گزر جائے گی۔ اور ایک اور آزمائش آئے گی تو ایمان دار کہے گا۔ یہ مجھے ہلاک کرنے والی ہے پس جو یہ چاہتا ہے کہ اسے آگ سے بچایا جائے اور جنت میں داخل کیا جائے۔ اس کو موت اس طرح آنی چاہیے کہ وہ اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھنا پسند کرے اور لوگوں سے ایسے سلوک کرے جیسا اپنے لیے پسند کرتا ہے جو کسی حاکم سے بیعت کرے۔ اسے اپنے ہاتھ کا وعدہ اور دل کا پھل دے تو حتی الامکان اس کی اطاعت کرے۔ اگر دوسرا اس سے چھینا جھپٹی کے لیے آئے تو دوسرے کی گردن اڑا دو۔ (مسلم)

(671) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَانْزَلْنَا مَلَزِلًا، فَرِثًا مَنْ يُصْلِحُ خَبَائِثَهُ، وَمِمَّا مَنْ يَنْتَضِلُ، وَمِمَّا مَنْ هُوَ فِي جَشِيرَةٍ، إِذْ نَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ. فَاجْتَمَعْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلَى غَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ. وَإِنْ أُمَّتُكُمْ هَذِهِ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِي أَوَّلِهَا، وَسَيُصِيبُ آخِرَهَا بَلَاءٌ وَأُمُورٌ تُنْكَرُ وَنَهَا، وَتَجِيئُ فِتْنَةٌ يُرْقِئُ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَتَجِيئُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ: هَذِهِ مُهْلِكَتِي، ثُمَّ تَنْكَشِفُ، وَتَجِيئُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ: هَذِهِ هَذِهِ. فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزْخَرَ عَنِ النَّارِ، وَيَدْخُلَ الْجَنَّةَ، فَلْتَأْتِهِ مَنِئَتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَلَيَأْتِيَ إِلَى النَّاسِ الَّتِي يُحِبُّ أَنْ يُؤْتَى إِلَيْهِ. وَمَنْ بَايَعَ إِمَامًا فَأَعْطَاهُ صَفْقَةً يَدِهِ وَتَمَرَةً قَلْبِهِ، فَلْيُطِعهُ إِنْ اسْتَطَاعَ، فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ فَاصْرَبُوا عَنِّي الْآخِرَ وَآهَ مُسْلِمٌ."

قَوْلُهُ: "يَنْتَضِلُ أَيُّ: يُسَابِقُ بِالرَّمْيِ بِالنَّبْلِ

يَنْتَضِلُ: تِيرَانْدَازِی کا مقابلہ کرنا۔ الْجَشِيرُ: جِیم

وَالنُّشَابُ وَالْجَشْرُ: يَفْتَحُ الْجَنِيمُ وَالشَّيْنُ الْمُجَبَّةُ وَالزَّاءُ وَهِيَ: الدَّوَابُّ الَّتِي تَزْغَى وَتَبْهَتُ مَكَانَهَا. وَقَوْلُهُ: يُرَقِّقُ بَعْضَهَا بَعْضًا أَيْ: يُصَيِّرُ بَعْضَهَا بَعْضًا رَقِيقًا: أَيْ خَفِيفًا لِعَظْمِ مَا بَعْدَهُ قَالَتِ الْغَالِيَةُ يُرَقِّقُ الْأَوَّلَ. وَقِيلَ مَعْنَاهُ يُشَوِّقُ بَعْضَهَا إِلَى بَعْضٍ بِتَخْسِينِهَا وَتَسْوِيلِهَا. وَقِيلَ: يُشَبِّهُ بَعْضَهَا بَعْضًا.

پر زبر شین مجہد اور را کے ساتھ وہ موسیقی جو چرتے اور وہیں رات گزارتے ہیں۔ یُرَقِّقُ بَعْضَهَا بَعْضًا: یعنی بعد میں آنے والا فتنہ بڑا ہونے کی وجہ سے پہلے کو ڈھانپ لے گا یعنی پہلے فتنہ سے بعد والا ہلکا ہوگا۔ اور بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے کہ ایک فتنہ دوسرے پر شوق دلائے گا۔ اس کو مزین کر کے دکھائے گا۔ اور بعض نے کہا کہ بعض ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب الوفا ببيعة الخلفاء الاول في الاول ج ۱ ص ۱۸ رقم: ۲۸۸۲ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب ما جاء في قتال اهل البلی والخوارج ج ۸ ص ۱۶۹ رقم: ۱۴۱۴ السنن ابن ماجه: باب ما يكون من الفتن ج ۲ ص ۱۲۶ رقم: ۲۱۵۱ صحیح ابن حبان: باب ما جاء في الفتن ج ۱ ص ۲۴۴ رقم: ۵۱۱۱ مسند امام احمد: مسند عبد اللہ بن عمرو ج ۲ ص ۱۶۱ رقم: ۲۵۰۲ مصنف ابن ابی شیبہ من کراه الخروج في الفتنه وتعود عليها ج ۳ ص ۳۳۱ رقم: ۲۴۱۱۹)

شرح حدیث: بقدر استطاعت پیروی کرے

حضور نبی پاک، صاحب نواک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے اللہ عزوجل کی اطاعت چھوڑ دی وہ قیامت کے دن اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس (عذاب سے بچنے کی) کوئی حجت نہ ہوگی، اور جو اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں بیعت کا پٹہ نہ تھا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۴۷۹۳ ص ۱۰۱۰)

شہنشاہ خوش خصال، پیکرِ حسن و جمال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین افراد ایسے ہیں جن سے اللہ عزوجل قیامت کے دن نہ کلام فرمائے گا اور نہ ہی انہیں پاک فرمائے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ اس حدیث پاک میں آگے چل کر ارشاد فرمایا: وہ شخص جو کسی امام کی بیعت دنیا کی خاطر کرے یعنی اگر وہ اسے اس کی خواہش کے مطابق دے تو اس سے وفا کرے اور اگر کچھ نہ دے تو بے وفائی کرے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلط تحریم اسباب الازار۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۲۹۷۷ ص ۶۹۶)

جبکہ بخاری شریف کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: وہ شخص جس کو میری خاطر کچھ دیا گیا ہو لیکن وہ اس میں خیانت کرے۔ (صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب اثم من باع حرا، الحدیث: ۲۲۲۷ ص ۱۷۳)

اور مسلم شریف کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: جس نے اللہ عزوجل کی اطاعت ترک کر دی۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۴۷۹۳ ص ۱۰۱۰)

ہوگا، اگر وہ اپنے فرائض کی ادائیگی کرتے ہیں تو تم اپنے فرائض میں کوتاہی کیوں کرو تم کو اپنی قبر میں سونا ہے ان کو اپنی قبر میں سونا۔ علیہم اور علیکم کے مقدم فرمانے سے حصر کا فائدہ حاصل ہوا۔ سبحان اللہ! کیسا ایمان افروز فرمان ہے کہ اپنے حقوق کی فکر کرو دوسروں کی فکر چھوڑو۔ (بزاز الناجح، ج ۵ ص ۵۷۳)

عادل حکمران پر عرش کا سایہ

عدل و انصاف سے کام لینے والے بادشاہ کے بارے میں اشارتاً تو بہت سی احادیث مبارکہ ہیں نیز حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے جو عنقریب آئے گی، یہاں پر ان احادیث مبارکہ کو بیان کیا جاتا ہے جو عادل حکمران کے بارے میں واضح و صریح ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان بشارت نشان ہے: انصاف کرنے والے بادشاہ بروز قیامت اللہ عز و جل کے قرب میں عرش کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور یہ وہ ہوں گے جو اپنی رعایا اور اہل و عیال کے درمیان فیصلہ کرتے وقت عدل و انصاف سے کام لیتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلة الامیر العادل... الخ، الحدیث ۴۷۲۱ ص ۴۰۵)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان مہر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے: عادل حکمران بروز قیامت اللہ عز و جل کا سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ اس کے قرب میں ہوگا۔

(673) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّهَا سَتَكُونُ بَعْدِي أَكْثَرُ وَأَمْوَرٌ تُنْكَرُونَ بِهَا. أَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ تَأْمُرُ مَنْ أَكْرَكَ بِهَا ذَلِكَ؟ قَالَ: "تُؤَدُّونَ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْكُمْ، وَتَسْأَلُونَ اللَّهَ الَّذِي لَكُمْ مُتَّفَقِينَ عَلَيْهِ."

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً میرے بعد خود غرض حکمران ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں۔ ہم میں سے جو اس کو پاسے تو آپ سے فرمایا تم وہ حق ادا کرو جو تمہارے ذمہ ہے اور تم اللہ سے مانگو جو تمہارا حق ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب علامات النبوة فی الاسلام، ج ۱ ص ۱۰۹، رقم: ۲۴۰۸، صحیح مسلم، باب الوفاء ببيعة الخلفاء الاول فالاول، ج ۲ ص ۱۷۱، رقم: ۲۸۸۱، صحیح ابن حبان، باب طاعة الائمة، ج ۲ ص ۲۱۱، رقم: ۲۵۸۶، مسند ابی یعلیٰ مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۲ ص ۸۸، رقم: ۵۱۵۶، مجمع الزوائد للہیثمی، باب فی ایام الصدور، ج ۵ ص ۵۵۶، رقم: ۲۲۲۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

کہ تمہارے حقوق بادشاہ دوسرے کو دیں گے تم کو تمہارے حقوق سے محروم کر دیا کریں گے۔

یعنی محض اپنا حق لینے کے لیے بغاوت نہ کرنا بلکہ ان سلاطین کی جائز اطاعت کیے جانا اور رب تعالیٰ سے دعا کیا کرنا

کہ خدایا ان کو ہمارے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے۔ (برزائۃ الماتنج، ج ۸ ص ۳۸۲)

(674) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمَنْ يُطِيعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب یقاتل من وراء الامام ویقتل بہ، ج ۵، رقم: ۲۵۴، صحیح مسلم، باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة وتمریمها فی المعصیة، ج ۱۲، رقم: ۴۵۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۳۱۲، رقم: ۸۱۱۱، مسند الشامیین للطبرانی، احادیث شعیب عن ابی الزناد عبد اللہ بن زکوان، ج ۳ ص ۲۶۲، رقم: ۲۲۵۵)

شرح حدیث: حکیم لائٹ حضرت مشتق احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کر رہی ہے مَنْ يُطِيعُ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ۔ خیال رہے کہ اطاعت تو اللہ تعالیٰ کی بھی لازم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اور سلطان اسلام، ماں باپ، استاذ کی بھی کہ ہر بزرگ کا فرمان لائق عمل ہے مگر عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور کسی کی نہیں اور اتباع صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو سکتی ہے، نہ خدا تعالیٰ کی نہ کسی اور بزرگ کی۔ اتباع کے معنی ہیں کسی کے نقش قدم پر چلنا جو اسے کرتے ہوئے دیکھنا وہ کرنا، قرآن کریم کی اتباع مجازی ہے اسی لیے قرآن مجید میں اطاعت کے ساتھ تین ذاتوں کا ذکر ہے أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ اور عبادات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اعْبُدُوا اللَّهَ اور اتباع کے ساتھ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے نہ خدا تعالیٰ کا نہ کسی بندے کا فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ۔ یہ بھی خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت خدا تعالیٰ کی اطاعت کی طرح مطلقاً واجب ہے کہ جو بھی حکم دیں بلا وجہ پوچھے بلا وجہ سوچے سمجھے اطاعت کی جائے، دوسرے بندوں کی اطاعت واجب ہے جب کہ جائز کام کا حکم دیں خلاف شرع حکم نہ دیں، حضور کا حکم خود شریعت ہے اگر حضور نماز چھوڑنے یا نکاح نہ کرنے کا حکم دیں تو اس کے لیے وہی حکم شرع ہے، دیکھو ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ اور ہماری تفسیر نعیمی پارہ پنجم جہاں اس کی بہت سی آیات و احادیث پیش کی گئیں۔

(اس نے اللہ کی نافرمانی کی) اس فرمان میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَازِحَةً جَنَّاتٍ۔

(اس نے میری نافرمانی کی) زمانہ جاہلیت میں لوگ نہ امارت سے واقف تھے نہ قضاء سے، ان کے قبیلوں کے رئیس

ہوتے تھے، جب اسلام نے یہ محکمے قائم فرمائے تو لوگوں کو تامل اور تعجب ہوا تب یہ ارشاد فرمایا گیا تاکہ لوگ امارت و قضاء کی اہمیت جانیں۔ (مرقات) خیال رہے کہ یہاں امیر کی اطاعت سے مراد جائز احکام میں اطاعت ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ (اشع) یہاں امام سے مراد یا تو سلطان اسلام ہے یا اس کا نائب جو جہاد میں سپہ سالار ہو یعنی جہاد کے لیے امیر ضروری ہے اور ملک کے لیے بھی، امیر ڈھال ہے جیسے ڈھال دشمن کے تیر و شمشیر سے بچاتی ہے ایسے ہی سلطان رعایا کو داخلی اور خارجی دشمنوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ سلطان کو ڈھال کی طرح جنگ میں سب سے آگے رکھو تاکہ پہلا تیر اسی کو لگے۔ (لغات) قتال سے مراد خوارج، باغیوں کفار اور سارے فساد یوں سے جنگ ہے۔

اگر بادشاہ اسلام خلاف شرع چیزوں کا حکم دے تو اس پر گناہ اور وبال بھی اتنا ہے جو ہمارے بیان و اندازے سے باہر، تمام ملک کا بوجھ اس کی گردن پر ہے، یہاں علی نقصان کے لیے ہے۔ (بزائنا الناجح، ج ۵ ص ۵۶۲)

(675) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَن رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَن كَرِهَ مِنْ أَمِيرٍ شَيْئًا فَلْيُضِرْ، فَإِنَّهُ مَن خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شَيْئًا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے امیر سے کچھ ناپسند کرے تو صبر کرے کیونکہ جو بالشت بھر حاکم کی اطاعت سے نکل کر مرادہ جاہلیت کی موت مرا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری) کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترون بعدی أمورا تنكرونها، ج ۴ ص ۲۰۲، رقم: ۴۰۸۲، صحیح مسلم باب الامر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن، ج ۷ ص ۲۱، رقم: ۴۸۸۴، جامع الاصول لابن اثیر: الفصل الخامس فی وجوب طاعة الامام والامیر، ج ۷ ص ۶۹، رقم: ۲۰۸۲

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: (تو صبر کرے) یعنی اگر حاکم یا سلطان میں کوئی شرعی یا طبعی یا اخلاقی نقص دیکھے تو صرف اس وجہ سے اس پر خروج نہ کرے اور اس کے خلاف حکم بغاوت بلند نہ کرے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ احسن طریقہ سے اس کی اصلاح بھی نہ کرے۔ جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق کہہ دینا تو اعلیٰ درجہ کا جہاد ہے، اصلاح اور چیز ہے خروج کچھ اور۔

(بالشت بھر الگ رہے پھر مرجائے) یعنی جو مسلمانوں کی اس جماعت سے جو کسی سلطان اسلام پر متفق و متحد ہوں تھوڑا سا بھی الگ رہے گا اس کا انجام وہ ہوگا جو آگے مذکور ہے۔

(وہ جاہلیت کی موت مرے گا) یعنی اس کی موت زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی سی موت ہوگی کہ نہ ان کا کوئی سلطان ہوتا تھا نہ جماعت نہ ان میں تنظیم تھی نہ قوی اتفاق۔ (مرقات) اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ کافر ہوگا۔ خیال رہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے یزید پلید کو سلطان اسلام بنانے کا مسئلہ تھا نہ کہ بنے ہوئے سلطان کی اطاعت کا مسئلہ لہذا اس عالی جناب کی ذات مقدس اس حدیث کی زد میں نہیں آسکتی، جیسے قاسق کو امام نماز بنانا مکروہ و ممنوع ہے مگر جس مسجد میں

فاسق آدمی امام بن جائے تو اس کی وجہ سے جماعت نہ چھوڑے اس کے پیچھے پڑھے۔ (مزاہد النایج، ج ۵ ص ۵۶۹)

(676) وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ آهَانَ السُّلْطَانَ آهَانَهُ اللَّهُ وَآهَانَ اللَّهُ زَمَانَهُ» وَكَأَنَّ السُّلْطَانَ آهَانَهُ اللَّهُ زَمَانَهُ. (ترمذی)۔
 حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو سلطان کی توہین کرے اللہ اس کی توہین کرے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء في الخلفاء: ج ۳ ص ۵۰۲ رقم: ۲۲۲۲ جامع الاصول لابن الدير الفصل الخامس في وجوب طاعة الامام والامير: ج ۳ ص ۶۲ رقم: ۲۰۵۴ السنن الكبرى للبيهقي: باب النصيحة لله ولكتابه ورسوله ولائمة المسلمين: ج ۸ ص ۱۱۲ رقم: ۱۶۱۰۲ مسند الشهاب: باب من آهان سلطان الله آهانه الله: ج ۲ ص ۲۵۰ رقم: ۳۱۸ مسند الطيالسي: بقية احاديث ابی بکر: ص ۱۲۱ رقم: ۸۸۷)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

روایت ہے حضرت زیاد بن کسیب عدوی سے فرماتے ہیں میں ابوبکرہ کے ساتھ ابن عامر کے منبر کے نیچے تھا وہ خطبہ پڑھ رہا تھا اور اس پر باریک کپڑے تھے تو ابوبلال نے کہا کہ امیر کو دیکھو فاسقوں کا لباس پہنتا ہے تو ابوبکرہ بوے چپ رہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو زمین میں اللہ کے بادشاہ کی توہین کرے اللہ اسے ذلیل کرے۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(زیاد بن کسیب عدوی) آپ تابعی ہیں، مصری ہیں، ثقہ ہیں، کسیب کاف کے ضمہ سے ہے مصغر۔ (اکمال)
 (ابن عامر کے منبر کے نیچے تھا) عبداللہ ابن عامر ابن کریم اموی حضرت عثمان ابن عفان کے ماموں ہیں، حضور کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی، حضرت عثمان نے آپ کو بصرہ و خراسان کا حاکم مقرر کیا تھا۔
 (ابوبلال نے کہا) غالباً آپ ابو بردہ ابن سعد ابن ابوموی اشعری ہیں، آپ کے بیٹے کا نام بلال ہے، آپ بصرہ کے حاکم تھے۔

(فاسقوں کا لباس پہنتا ہے) یا تو کپڑے ریشمی تھے یا تھے تو سوتی مگر تھے باریک جیسے کہ عیش پسند مال داروں کا لباس ہے، دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔

(اللہ اسے ذلیل کرے) سبحان اللہ! کینیسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ سلطان اسلام کے وقار سے اسلام کا وقار، مسلمانوں کا رعب، ملک کا انتظام ہے، جب اس کا وقار ختم ہو گیا تو یہ سب کچھ ختم ہو گیا۔ باریک کپڑے پہننا حرام نہیں مگر وقار سلطان بگاڑنا حرام ہے۔

حکایت: حضرت امام جعفر صادق ایک بار نہایت اعلیٰ جب پہنے تھے سفیان ثوری نے عرض کیا اے ابن رسول اللہ یہ لباس آپ کے لیے موزوں نہیں تو آپ نے سفیان کا ہاتھ اپنی آستین میں ڈال دیکھا کہ نیچے پشمینہ کا جبہ ہے فرمایا یہ اوپر کا لباس مخلوق کے لیے ہے اور یہ اندرونی لباس خالق کے لیے۔ (مرقات) الناس باللباس آج کل اعلیٰ لباس ذریعہ عزت ہے۔

حکایت: فرقہ سخی جوٹاٹ کے کپڑے پہنتا تھا حضرت امام حسن کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نہایت اعلیٰ جوڑا پہنے تھے، وہ بنظر اعتراض آپ کے کپڑے چھونے لگا تو آپ نے فرمایا کیا دیکھتا ہے مجھ پر جنتیوں کا لباس ہے اور تجھ پر دوزخیوں کا لباس ہے، پھر فرمایا اکثر ٹاٹ پہننے والے دوزخی ہوں گے جن کے جسم پر ٹاٹ ہے دل میں تکبر ہے۔ (مرقات) (بزم النایح، ج ۵ ص ۵۹۵)

اور اس باب کی بکثرت صحیح احادیث ہیں اور گزشتہ ابواب میں بعض گزر چکیں۔

امارۃ ومنصب کا طلب کرنا منع ہے اور منصب کو ترک کرنا بہتر جب اس پر متعین نہ ہو یا اس کی مجبوری نہ ہو

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ آخرت والا گھر ہم ان کے لیے بنائیں گے جو زمین میں بڑائی یا فساد کا ارادہ نہیں رکھتے۔ اور اچھا انجام پر ہیزگاروں کے لیے ہے۔

حضرت ابوسعید عبدالرحمن بن سمرہ ؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبدالرحمن بن سمرہ تو عہدہ نہ مانگ کیونکہ بغیر طلب کے اگر وہ تم کو دیا گیا تو اس پر تمہاری مدد ہوگی اور اگر تجھے طلب کے بعد ملا تو تجھے اسی کی طرف سپرد کر دیا جائے گا اور جب تو کسی کام پر قسم اٹھائے پھر دیکھے کہ دوسرا کام زیادہ بہتر ہے۔ تو وہ کر جو زیادہ بہتر ہے اور اپنی قسم کا

وَفِي الْبَابِ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ فِي الصَّحِيحِ. وَقَدْ سَبَقَ بَعْضُهَا فِي أَبْوَابٍ.

81- بَابُ التَّهْنِئَةِ عَنْ سُؤَالِ الْإِمَارَةِ وَالاِخْتِيَارِ تَرْكِ الْوَلَايَاتِ إِذَا لَمْ يَتَّعَيْنْ عَلَيْهِ أَوْ تَدْعُ حَاجَةً إِلَيْهِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: رِبْكَ الدَّارِ الْآخِرَةُ نَجْعُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (القصص: 83).

(677) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَةَ لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا، وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وَكَلْتَ إِلَيْهَا، وَإِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ، فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، فَأَبِ الدِّينِ هُوَ خَيْرٌ وَكَفَرٌ عَنْ يَمِينِكَ مُتَّفَقٌ

کفارہ ادا کر۔ (متفق علیہ)

عَلَيْهِ

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الکفارة قبل الحنث وبعده ج ۴ ص ۱۳۴ رقم: ۱۰۲۲ صحیح مسلم: باب نذیب من حلف بيميناً فرأى غيرها ج ۵ ص ۸۱ رقم: ۲۲۴۰ السنن الصغرى: باب الکفارة بالمال قبل الحنث ج ۵ ص ۲۲ رقم: ۳۳۲۲ المعجم الاوسط لطبرانی: باب من اسمه ابراهيم ج ۴ ص ۸۴ رقم: ۲۵۱۵ سنن ابو داؤد: باب ما جاء في طلب الامارة ج ۴ ص ۴۱ رقم: ۴۳۱) شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(امیر ہونا نہ مانگو) یعنی حکومت و سرداری کی خواہش نہ کرو نہ اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرو، آج کل تو بھری وزارت حاصل کرنے و وٹ لینے کی جو کوشش ہوتی ہے سب کو معلوم ہے کہ دونوں کے لیے دین ایمان دولت عزت سب کچھ قربان کر دیتے ہیں اس کا انجام بھی آنکھوں دیکھا جا رہا ہے سارے فسادات ان حکومتوں کے ہیں جو یہ کوشش حاصل کی جاتی ہیں۔

(تم اس کی طرف سر د کر دیے جاؤ گے) یعنی حکومت کی ذمہ داریاں بہت ہیں ہر شخص ان کو پورا نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ ہی مدد کرے تو بندہ اس میں کامیاب ہو سکتا ہے لیکن جو کوئی اپنی کوشش سے حکومت لے گا وہ خود اس کا ذمہ دار ہوگا اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہ کرے گا، یہ حکم اس صورت میں ہے کہ انسان نفسانی خواہش عیش دولت عزت شہرت حاصل کرنے کے لیے حکومت چاہے لیکن اگر نظام حکومت نا اہلوں کے پاس جا کر ملک کے فساد کا اندیشہ ہو تو اللہ کے دین اور مخلوق کی خدمت کے لیے حکومت حاصل کرنا عبادت ہے جب کہ اپنی نفسانی خواہش کو اس میں دخل نہ ہو۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر سے فرمایا تھا: اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ مجھے خزانوں کا حاکم بنا دو، اگر آپ اس وقت یہ عہدہ نہ سنبھالتے تو اس قحط سالی میں لوگ بھوکے مر جاتے۔

(اس پر تمہاری مدد کی جائے گی) یعنی اس صورت میں اللہ تعالیٰ بذریعہ فرشتے کے تمہاری مدد فرمائے گا کہ اس کا فرشتہ تمہارا مشیر رہے گا تمہیں سنبھالے رہے گا۔

(اور جو بہتر ہے وہ کر لو) جو شخص گناہ کرنے یا فرائض ادا نہ کرنے کی قسم کھالے مثلاً خدا کی قسم میں شراب پیوں گا یا نماز نہ پڑھوں گا تو ایسی قسم کا توڑنا اور کفارہ ادا کر دینا واجب ہے اور جو غیر مناسب کام کی قسم کھالے مثلاً خدا کی قسم میں ایک ماہ تک اپنی بیوی سے صحبت نہ کروں گا ایسی قسم کا توڑ دینا مستحب ہے، اور جائز کاموں کی قسموں کا پورا نہ کرنا ضروری ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَاحْفَظُوا أَنْفُسَكُمْ جیسے قسم رب کی میں یہ روٹی نہ کھاؤں گا، یہ کپڑا نہ پہنوں گا۔

(اپنی قسم کا کفارہ دے لو) مگر ہر قسم کی قسم توڑنے میں کفارہ واجب ہے کیونکہ قسم تو اللہ تعالیٰ کے نام کی حرمت کے اظہار کے لیے ہے کہ اس نے رب کو ضامن دے کر ایک وعدہ کیا مگر پورا نہ کیا نام پاک کی اس میں بے حرمتی کی تو کفارہ

دے۔ (بہار المنافع، ج ۵ ص ۳۲۷)

(678) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا ذَرٍّ، إِيَّاكَ ضَعِيفًا، وَإِيَّا أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي. لَا تَأْمُرَنَّ عَلَى الْفُتْنِ، وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيهِرُ وَاهٍ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو ذر میں تجھے کمزور دیکھتا ہوں اور جو چیز اپنے لیے پسند کرتا ہوں تیرے لیے بھی پسند کرتا ہوں دو آدمیوں پر بھی امیر نہ بننا اور ہرگز یتیم کے مال کا نگران نہ بننا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب کراهية الامارة بغير ضرورة ج ۱، ص ۲۰، رقم: ۴۸۲۲ صحیح ابن حبان: کتاب المحظر والاباحة ج ۱، ص ۱۰، رقم: ۴۰۵۶ سنن الکبیری للبیہقی: باب کراهية الامارة ج ۲، ص ۲۴، رقم: ۲۰۴۰۶ سنن النسائی: باب النهی عن الولاية علی مال الیتیم ج ۱، ص ۲۵، رقم: ۳۶۹۶ سنن ابو داؤد: باب ما جاء فی الدخول فی الوصایا ج ۳، ص ۲، رقم: ۲۸۵۰)

(679) وَعَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا

تَسْتَعْلِمُنِي؟ فَضَرَبَ يَدَيْهِ عَلَى مَثَرِكِي، ثُمَّ قَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ، إِنَّكَ ضَعِيفٌ، وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ، وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ بِحُزْنٍ وَنَذَامَةٌ، إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا، وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا زَوَاةً مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول

اللہ! آپ مجھ کو کسی جگہ کا عامل نہیں مقرر فرمادیتے؟ آپ نے دست اقدس میرے کندھے پر رکھا اور فرمایا: اے ابو ذر تو کمزور آدمی ہے یہ امانت ہے۔ قیامت کے دن رسوائی اور پشیمانی کا باعث ہے سوائے اس شخص کے جس نے اس کو حق کے ساتھ لیا۔ اور اس نے اپنی ذمہ داری پوری کی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب کراهية الامارة بغير ضرورة ج ۱، ص ۲۰، رقم: ۴۸۲۲ سنن الکبیری للبیہقی: باب کراهية الامارة ج ۱، ص ۱۰، رقم: ۲۰۴۰۶ سنن النسائی: باب النهی عن الولاية علی مال الیتیم ج ۱، ص ۲۵، رقم: ۳۶۹۶ سنن ابو داؤد: باب ما جاء فی الدخول فی الوصایا ج ۳، ص ۲، رقم: ۲۸۵۰)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

حضرت ابو ذر سے روایت ہے فرماتے ہیں عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے حاکم کیوں نہیں بنادیتے فرماتے ہیں کہ حضور انور نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا پھر فرمایا اے ابو ذر تم کمزور ہو اور حکومت امانت اور وہ قیامت کے دن رسوائی ندامت ہے سوائے اس کے جو اسے حق سے لے اور وہ ذمہ داریاں پوری کرے جو اس میں ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ ان سے فرمایا اے ابو ذر میں تم کو ضعیف دیکھتا ہوں اور میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں تم نہ تو دو شخصوں پر بیچ بننا اور نہ یتیم کے مال کا ولی بننا۔ (مسلم)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(یا رسول اللہ آپ مجھے حاکم کیوں نہیں بنادیتے) تاکہ مجھے عدل و انصاف کرنے کا ثواب ملے یہ ثواب بے شمار ہے

آپ کی یہ گزارش حرص دنیا کی بنا پر نہ تھی بلکہ طلب اجر کے لیے تھی اور اس وقت تک طلب حکومت سے حضور نے منع نہ فرمایا تھا۔

(میرے کندھے پر ہاتھ مارا) ازراہ شفقت و محبت تاکہ ان کو اس سے منع فرمادینے سے رنج نہ ہو۔

(اور حکومت امانت) یعنی تم سیاستدان نہیں ہو غابد زاهد تارک الدنیا ہو اور حکومت کے لیے اسلامی سیاستدانی ضروری ہے، دیکھو رب تعالیٰ نے عابد و زاہد فرشتوں کو خلیفہ نہ بنایا۔ حکومت کو امانت فرما کر اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا: **إِنَّا عَمَّا خَبَّئْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ الْأَيَّة۔**

(قیامت کے دن رسوائی ندامت ہے) یعنی حکومت و سلطنت ظالم کے لیے رسوائی ہے اور عادل کے لیے ندامت و شرمندگی، وہ سوچے گا کہ میں نے حکومت کرنے کے اوقات عبادت میں کیوں نہ گزارے۔

(جو اس میں ہیں) یعنی حکومت و سلطنت عادل حاکم کے لیے بھی ندامت ہے مگر دو شرطوں سے ندامت نہیں بلکہ باعث کرامت ہے: ایک یہ کہ حق کے ساتھ حکومت اختیار کرے کہ دوسرے نا اہل ہوں اور ملک و قوم و دین کو اس کی رہنمائی کی ضرورت ہو۔ دوسرے یہ کہ حقوق رعایا ادا کرے اس کے لیے حکومت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سات شخصوں کو عرش الہی کا سایہ ملے گا ان میں ایک عادل سلطان ہے، نیز فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک عادل بادشاہ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام، اور حضرت سلیمان و داؤد علیہما السلام ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلطان بھی نبی تھے، ان کی سلطنت ان کے لیے درجات عالیہ کا ذریعہ ہے، یہ حدیث بڑی دلیل ہے کہ نا اہل کو حکومت میں دخل دینا نہ چاہیے اگرچہ وہ کتنا ہی متقی ہو اللہ تعالیٰ حکام و سلاطین کو حضرات خلفاء راشدین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

(اے ابوذر میں تم کو ضعیف دیکھتا ہوں) یہ روایت بھی مسلم کی ہے۔ دیکھنے سے مراد ہے معصوم کر لینا چونکہ حضور کا اندازہ ہمارے عین الیقین سے اعلیٰ ہے اس لیے اراک فرمایا۔

(جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں) یعنی اگر ہم ضعیف ہوتے تو ہم بھی حکومت و سلطنت اختیار نہ فرماتے، چونکہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے قوت و طاقت دی ہے کہ نبوت و حکومت دین و دنیا دونوں کو سنبھال سکتے ہیں اس لیے ہم نے یہ قبول کی، لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

(اور نہ یتیم کے مال کا ولی بننا) یعنی اے ابوذر عام لوگوں پر حکومت تو بہت مشکل ہے تمہارے لیے تو ضروری ہے کہ تم دو شخصوں کے بیچ بھی نہ بنو بلکہ ایک یتیم کے مال کے متولی بھی نہ بنو کہ اس کی ذمہ داری بھی بہت ہے اور تم تارک الدنیا اللہ والے ہو۔ اس حدیث سے آج کل کے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو ممبری و وزارت صدارت کے لیے سر پھوڑے مرے جاتے ہیں۔ (بڑا ڈالنا ج، ج ۷ ص ۲۳۳)

(680) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِيَّاكُمْ سَتُخْرِصُونَ عَلَى الْإِمَارَةِ، وَتَكُونُونَ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ زَوَاةُ الْبُخَارِيِّ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم غنقریب امیر بننے پر حرص کرو گے اور یہ قیامت کے دن پشیمانی کا باعث ہوگی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من الحرص علی الامارة، ج ۶، ص ۶۲، رقم: ۷۱۳۸، المحرر فی الحدیث لابن عبد الہادی، باب احکام القضاء، ص ۶۲۸، رقم: ۱۱۷۱، جامع الاصول لابن الیوم، الفصل الرابع فی کراہیۃ الامارة و منع من سألها ج ۱، ص ۱۰، رقم: ۲۰۰۹، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الامارة والقضاء، الفصل الاول، ج ۲، ص ۳۲۸، رقم: ۲۶۸۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حرص کرو گے) اس میں خطاب سارے مسلمانوں سے ہے اور حرص سے مراد نفسانی خواہش ہے حضور کی یہ پیشگوئی آج آنکھوں دیکھی جا رہی ہے کہ مسلمان صدارت، وزارت، سفارت، مہمبری کے لیے سر توڑ کوشش کرتے ہیں اور اس کے لیے ہر جائز ناجائز حربہ استعمال کرتے ہیں۔

(قیامت کے دن شرمندگی) کیونکہ ایسے سلطان کے ذمہ ہزاروں کے حقوق و مظالم ہوتے ہیں جن کے حساب سے چھوٹا آسان نہیں ہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۵، ص ۵۸۱)

دنیا سے کنارہ کشی

دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے والوں میں سے ایک حضرت سیدنا ابو ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار تھے کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بیمار پرسی کے لئے آئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روتے ہوئے پایا، حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا: اے ماموں جان! آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا درد نے آپ کو پریشان کر رکھا ہے یا دنیا کی حرص ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ہرگز نہیں بلکہ حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے ایک عہد لیا تھا جسے ہم نے پورا نہ کیا۔ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہ کون سا عہد تھا؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے حضور نبی رحمت، شفیع امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مال جمع کرنے کے مقابلے میں ایک خادم اور راہ خدا عزوجل میں سفر کے لئے ایک سواری کافی ہے۔ (پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا) اور آج میں اپنے پاس مال جمع پاتا ہوں۔

پس جب حضرت سیدنا ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ترکہ کو شمار کیا گیا

تو صرف ۳۰ درہم کی مقدار کو پہنچا، اور اس حساب میں وہ برتن بھی شامل تھا جس میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آٹا گوندھا کرتے اور اسی میں کھانا کھاتے تھے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب التوبۃ والزہد، الحدیث: ۵۰۸۲، ج ۳، ص ۹۵)

82- بَابُ حَقِّ السُّلْطَانِ وَالْقَاضِي

وَعَلَيْهِمَا مِنْ وُلاَةِ الْأُمُورِ عَلَى اتِّخَاذِ

وَزِيرٍ صَالِحٍ وَتَحْذِيرِهِمْ مِنْ قُرْنَاءِ

السُّوءِ وَالْقَبُولِ مِنْهُمْ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: الْإِخْلَاقُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ

لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ (الزخرف: 67)

سلطان اور قاضی وغیرہ کو اپنے وزیر کا

انتخاب کرنے کی ترغیب دینا

اور برے ساتھیوں اور ان کی

بات ماننے سے بچنے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس دن دوست ایک

دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔

شرح: حضرت صدرالفاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی دینی دوستی اور وہ محبت جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے باقی رہے گی۔ حضرت عی مر تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے آپ نے فرمایا دو دوست مومن اور دو دوست کافر، مومن دوستوں میں ایک مرجاتا ہے تو بارگاہ الہی میں عرض کرتا ہے یا رب فلاں مجھے تیری اور تیرے رسول کی فرمانبرداری کا اور نیکی کرنے کا حکم کرتا تھا اور مجھے برائی سے روکتا تھا اور خبر دیتا تھا کہ مجھے تیرے حضور حاضر ہونا ہے، یا رب اس کو میرے بعد گمراہ نہ کر اور اس کو ہدایت دے جیسی میری ہدایت فرمائی اور اس کا اکرام کر جیسا میرا اکرام فرمایا، جب اس کا مومن دوست مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم میں ہر ایک دوسرے کی تعریف کرے تو ہر ایک کہتا ہے کہ یہ اچھا بھائی ہے، اچھا دوست ہے، اچھا رفیق ہے۔ اور دو کافر دوستوں میں سے جب ایک مرجاتا ہے تو دعا کرتا ہے، یا رب فلاں مجھے تیری اور تیرے رسول کی فرماں برداری سے منع کرتا تھا اور بدی کا حکم دیتا تھا، نیکی سے روکتا تھا اور خبر دیتا تھا کہ مجھے تیرے حضور حاضر ہونا نہیں، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک دوسرے کی تعریف کرے تو ان میں سے ایک دوسرے کو کہتا ہے بُرا بھائی، بُرا دوست، بُرا رفیق۔

(681) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ ؓ سے

اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی اور ضیفہ

قَالَ: "مَا بَعَثَ اللَّهُ مِنْ نَبِيٍّ وَلَا اسْتَخْلَفَ مِنْ

کے دور از دار ہوتے ہیں۔ ایک اس کو کار خیر کا مشورہ دیتا

خَلِيفَةٍ إِلَّا كَانَتْ لَهُ بِطَانَتَانِ: بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ

ہے اور اس پر برا ہیغتہ کرتا ہے۔ اور دوسرا برے کام پر

بِالْمَعْرُوفِ وَتَحْضُهُ عَلَيْهِ. وَبِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالسُّرِّ

آمادہ کرتا ہے اور اس کا حکم دیتا ہے۔ بچا ہوا وہی ہے

وَتَحْضُهُ عَلَيْهِ. وَالْبَعْضُ مِنْ عَصَمَ اللَّهُ رِوَاةُ

جس کو اللہ تعالیٰ بچالے۔ (بخاری)

الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب بطانة الامام واهل مشورته البطانة الدخلاء ج ۶، ص ۶۶، رقم: ۱۱۸۸ السنن

النسائی: باب بطانة الامام ج ۶، ص ۲۲۰، رقم: ۸۵۵، صحیح ابن حبان: باب بده الخلق ج ۱۴، ص ۶۲، رقم: ۱۱۸۲، مشکل الآثار للطحاوی:

باب بیان مشکل ما روی عن رسول الله من قوله: "ما بعث الله من نبی" ج ۶، ص ۱۱۱، رقم: ۱۱۸۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(خلیفہ بنایا کوئی خلیفہ) یا تو خلیفہ سے مراد حضرات انبیاء کرام ہی ہیں عطف تفسیری، رب تعالیٰ نے آدم علیہ السلام

کے متعلق فرمایا: اِنَّ جَاعِلٍ لِّي الْاَرْضِ خَلِيفَةً اس سے مراد سلطان ہے۔

(اس کی رغبت دیتا ہے) بطانہ لغت میں استر کو کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: بَطَانَتُهَا مِنْ اَسْتَبَدَّتْ اس کا مقابل

ظہارہ بمعنی ابرہ، اصطلاح میں اندرونی یار، دخیل کار، مشیر خاص کو بطانہ کہا جاتا ہے کہ وہ استر کی طرح اس سے مل رہتا

ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ اچھے اور برے مشیر قدرتی طور پر ہوتے ہیں۔

(وہ جسے اللہ بچالے) یعنی برے مشیر سے ہم محض اپنی طاقت سے بچ نہیں سکتے ہیں، رب بچائے تو بچ سکتے ہیں۔ علماء

فرماتے ہیں کہ اچھے مشیر سے مراد فرشتہ ہے اور برے مشیر سے مراد قرین شیطان۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب

صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ فضل کیا کہ حضور کا قرین مسلمان ہو گیا جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی روایات میں ہے۔ اصطلاح شریعت

میں معصوم صرف حضرات انبیاء کرام ہیں اور فرشتے بعض اولیاء محفوظ ہیں۔ معصوم وہ جو گناہ نہ کر سکے محفوظ وہ جو گناہ نہ

کرے، یہاں معصوم لغوی معنی میں ہے جو محفوظ کو بھی شامل ہے۔ ہاروت و ماروت فرشتوں سے گناہ اس لیے ہوا کہ ان میں

عارضی طور پر بشریت شامل کر دی گئی تھی لہذا ان کے واقعہ سے فرشتوں کی عصمت پر اعتراض نہیں ہو سکتا، رب تعالیٰ

فرشتوں کے متعلق فرماتا ہے لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ۔ اس کی نفیس تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی

کلاں پارہ اول میں دیکھئے۔ (برزائے الناجی، ج ۵، ص ۵۹۱)

(682) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا. قَالَتْ:

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے آپ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِالْأَمِيرِ خَيْرًا، جَعَلَ لَهُ وَزِيرَ صِدْقٍ، إِنْ لَيْسَ ذِكْرُهُ، وَإِنْ ذَكَرَ أَعَانَهُ، وَإِذَا أَرَادَ بِهِ غَيْرَ ذَلِكَ جَعَلَ لَهُ وَزِيرَ سُوءٍ، إِنْ لَيْسَ لَهُ يُذَكِّرُهُ، وَإِنْ ذَكَرَ لَهُ يُعَنِّهُ، وَآهَ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ.

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی امیر سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لیے اچھا وزیر مہیا فرما دیتا ہے جو اگر بھولے تو اسے یاد دلاتا ہے اور اگر یاد رکھے تو اس کی مدد کرتا ہے۔ اور جب کسی اور کام کا ارادہ فرمائے تو اس کے لیے برا وزیر بنا دیتا ہے اگر وہ بھول جائے تو اسے یاد نہیں دلاتا اور اگر اس کو یاد ہو تو مدد نہیں کرتا۔ ابو داؤد نے شرط مسلم کے مطابق اس حدیث کو جید سند کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب فی اتخاذ الوزير، ج ۲ ص ۶۲، رقم: ۴۸۳۲ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب من یشاور، ج ۱ ص ۱۱۱، رقم: ۲۰۸۱۶، صحیح ابن حبان، باب فی الخلافة والامارة، ج ۱ ص ۳۳۵، رقم: ۲۲۴۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(سچا وزیر دیتا ہے) یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بادشاہ کی بھلائی چاہتا ہے کہ دین و دنیا اس کی درست رہے تو اسے اچھے وزیر و مشیر عطا فرماتا ہے۔ وزیر کے معنی ہیں بوجھ اٹھانے والا، وزیر کے معنی بوجھ بھی ہیں اور گناہ بھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: حَتَّى تَلْعَمَ الْحَرْبُ أَوْ ذَارَهَا اور فرماتا ہے: يَخْلِفُونَ أَوْ ذَارَهُمْ چونکہ وزیر پر سلطنت کا بہت بوجھ ہوتا ہے اس لیے اسے وزیر کہتے ہیں۔

(تو اس کی مدد کرے) کہ اگر بادشاہ کسی معاملہ میں حکم شرعی بھول جائے تو اسے وزیر بتادے یا شدہ حکم کے جاری کرنے میں بادشاہ کا معاون و مددگار ہو۔ سبحان اللہ! اچھا وزیر رب تعالیٰ کی رحمت ہے، ایسے ہی اچھی بیوی مرد کے لیے اللہ کی بخشش ہے۔

(اگر یاد کرے تو اس کی مدد نہ کرے) کسی خوشامدی ملحد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ گزشتہ خلافتوں میں فتوحات و خیر بہت ہوئی، آپ کی خلافت میں فتنے زیادہ ہوئے اسکی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فوراً جواب دیا کہ ان خفء کے ہم وزیر تھے اور ہم کو وزیر ملے تم۔ تو راجح کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ کے مشیروں و وزیروں نے بہت ہی پریشان کیا، نہروانیوں نے پہلے خود ہی زور دیا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کو علی مرتضیٰ اپنا حکم و بیچ بنا لیں بعد میں خود ہی بولے کہ علی مشرک ہو گئے کہ انہوں نے ماسویٰ اللہ کو حکم بنا لیا، قرآن کریم فرماتا ہے: إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ اور پھر حضرت علی سے پھر کر خارجی ہو گئے۔ (دیکھئے کتب تواریخ اور کتاب ہشت بہشت)

(بزاز النج، ج ۵ ص ۶۰۱)

83- بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَوَلِّيَةِ الْإِمَارَةِ
وَالْقَضَاءِ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الْوَلَايَاتِ لِمَنْ
سَأَلَهَا أَوْ حَرَصَ عَلَيْهَا فَعَرَضَ بِهَا

حکومت و قضاء کا منصب ایسے آدمی کو
دینا منع ہے جو اس کا حریص
اور طلبگار ہو

(683) عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِي عَمِي، فَقَالَ أَحَدُهُمَا: يَا رَسُولَ
اللَّهِ، أَمَرْنَا عَلَى بَعْضِ مَا وَلَّكَ اللَّهُ - عَزَّ وَجَلَّ -
وَقَالَ الْآخَرُ مِثْلَ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنَّا وَاللَّهِ لَا نُؤَيِّ
هَذَا الْعَمَلُ أَحَدًا سَأَلَهُ، أَوْ أَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
میں اور میرے دو چچا زاد بھائی نبی اکرم ﷺ کی خدمت
اقدم میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا یا
رسول اللہ جن علاقوں پر اللہ عزوجل نے آپ کو حاکم بنایا
ہے ان میں سے بعض پر ہم کو حاکم بنادیں اور دوسرے
نے بھی ایسا ہی کیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم ہم اس
کام کا دالی کسی ایسے کو نہیں بناتے جو اس کا طلبگار یا لالچی
ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب ما یکرہ من الحرص علی الامارة ج ۵ ص ۶۲ رقم: ۴۱۲۹، صحیح مسلم باب النهی عن
طلب الامارة والحرص علیها ج ۵ ص ۶۰ رقم: ۲۸۲۱، السنن الکبریٰ للبیہقی باب کراهية طلب الامارة والقضاء ج ۱ ص ۱۰۰ رقم:
۲۰۴۸، المنذقی لابن الجارود باب اول کتاب الزکاة ص ۱۲ رقم: ۳۲۴، صحیح ابن حبان باب فی الخلافة والامارة ج ۱ ص ۲۲۲ رقم:
۳۳۸۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
(جن پر اللہ نے آپ کو حاکم بنایا) یعنی نبوت تو حضور کے لیے خاص ہے کوئی اس کی تمنا کر سکتا ہی نہیں مگر اللہ نے آپ
کو سلطان بنایا ہے تو اپنی ماتحتی میں قاضی، حاکم کسی علاقہ کا امیر ہم کو بنادیتے۔

(نہ اس کو جو اس پر حریص ہو) یہ سوال پورا نہ فرمانا عطاء سے منع نہیں بلکہ ان دونوں حضرات پر اور مخلوق خدا پر رحم و کرم
ہے کیونکہ حکومت کے خواہشمند حکومت پا کر ظلم و ستم کر کے اپنا دین بگاڑ لیتے ہیں اور لوگوں کی دنیا برباد کرتے ہیں اس کی
شرح پہلے کی جا چکی ہے کہ حکومت کی طلب کب بری ہے اور کب اچھی۔ سوال سے مراد ہے منہ سے مانگنا اور حرص سے مراد
ہے منہ سے تو نہ مانگنا مگر اس کی کوشش کرنا۔

(جو اسے چاہے) دنیا طلبی نفسانی خواہش کے لیے کیونکہ ایسے آدمی کی اللہ تعالیٰ مدد نہیں کرتا جس سے لوگوں پر ظلم کرتا

ہے۔ (بزاز النج، ج ۵ ص ۵۸۳)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

2- کتاب الآداب

84- بَابُ الْحَيَاءِ وَفَضْلِهِ

وَالْحِثِّ عَلَى التَّغَلُّبِ بِهِ

(684) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَعْظُمُ أَخَاكَ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "دَعُهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ."

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

ادب کا بیان

حیاء اور اس کی فضیلت اور اس کو

اپنانے کی ترغیب

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزرا ایک انصار کے ایک آدمی کے پاس سے ہوا جو اپنے بھائی کو حیاء کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے رہنے دے کیونکہ حیاء تو ایمان کا حصہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحیاء من الایمان، ج ۱ ص ۱۳۲، رقم: ۲۶۰۰، صحیح مسلم، باب شعب الایمان، ج ۱ ص ۱۰۹، رقم: ۱۶۳، الادب للسیوطی، باب فی الحیاء والعفاف، ج ۱ ص ۸۶، رقم: ۱۳۵، المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، ج ۱ ص ۱۱۸، رقم: ۱۶۱، سنن ابوداؤد، باب فی الحیاء، ج ۲ ص ۳۹۹، رقم: ۴۰۹۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(شرم و حیاء کے متعلق نصیحت کر رہا تھا) اس سے کہہ رہا تھا کہ تو بہت شرمیلا ہے اتنی شرم نہ کیا کر کیونکہ بہت شرمیلا آدمی دنیا کما نہیں سکتا، یہاں وعظ سے مراد ڈاکر نصیحت کرنا ہے۔ (مرقات)

(اسے چھوڑ دو) یعنی اسے حیاء وغیرت سے نہ روکو اسے شرمیلا رہنے دو۔

(حیاء تو ایمان کا حصہ ہے) خیال رہے کہ جو حیا گناہوں سے روک دے وہ تقویٰ کی اصل ہے اور جو غیرت و حیاء اللہ کے مقبول بندوں کی ہیبت دل میں پیدا کر دے وہ ایمان کا رکن اعلیٰ ہے اور جو حیاء نیک اعمال سے روک دے وہ بری ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو نماز پڑھنے سے شرم لگتی ہے یہ حیاء نہیں بے وقوفی ہے، یہاں پہلے یا دوسرے درجہ کی حیاء مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنا خوف اپنے حبیب کی غیرت نصیب کرے۔ اعلیٰ حضرت اقدس سرہ فرماتے ہیں: دن بھر میں کھونا تجھے شب نیند بھر سونا تجھے شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۸۹۷)

حیاء کسے کہتے ہیں؟

آپ نے دیکھا! با حیا نو جوان، اللہ عز وجل کی خشیت (خ۔ شنی۔ یت) اور گناہوں سے نفرت کی برکت سے

معصیت سے اپنی حفاظت میں کامیاب ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ گناہوں سے بچنے میں حیا بہت ہی مؤثر ہے۔ حیا کے معنی ہیں عیب لگائے جانے کے خوف سے ٹھہرنا۔ اس سے مراد وہ وصف ہے جو ان چیزوں سے روک دے جو اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے نزدیک ناپسندیدہ ہوں۔ لوگوں سے شرما کر کسی ایسے کام سے رُک جانا جو ان کے نزدیک اچھا نہ ہو مخلوق سے حیا کہلاتا ہے۔ یہ بھی اچھی بات ہے کہ عام لوگوں سے حیا کرنا دنیاوی برائیوں سے بچائے گا اور علماء و صلحاء سے حیا کرنا دینی برائیوں سے باز رکھے گا۔ مگر حیا کے اچھا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مخلوق سے شرمانے میں خالق عز و جل کی نافرمانی نہ ہوتی ہو اور نہ کسی کے حقوق کی ادائیگی میں وہ حیا رکاوٹ بن رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ سے حیا یہ ہے کہ اُس کی ہیبت و جلال اور اس کا خوف دل میں بٹھائے اور ہر اُس کام سے بچے جس سے اُس کی ناراضی کا اندیشہ ہو۔ حضرت سیدنا شہاب الدین شہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اللہ عز و جل کے عظمت و جلال کی تعظیم کے لئے روح کو ٹھکانا حیا ہے۔ اور اسی قبیل (قسم) سے حضرت سیدنا اسرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیا ہے جیسا کہ وارد ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حیا کی وجہ سے اپنے پروں سے خود کو چھپائے ہوئے ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح ج ۸ ص ۸۰۲، تحت الحدیث ۵۰۷۱ راۓ البکر بیروت)

سب سے بڑا باحیا امتی

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیا بھی اسی قسم سے ہے، جیسا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے: میں بند کمرے میں غسل کرتا ہوں تو اللہ عز و جل سے حیا کی وجہ سے سمٹ جاتا ہوں۔ (ایضاً) ابن عساکر نے حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حیا ایمان سے ہے اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری امت میں سب سے بڑھ کر حیا کرنے والے ہیں۔

(المجامع الفخیر للشیخ علی ص ۲۳۵ حدیث ۳۸۶۹ دار الکتب اعمیہ بیروت)

حیا کی 2 قسمیں

فقہ ابو اللیث سمرقندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حیا کی دو قسمیں ہیں: (1) لوگوں کے معاملہ میں حیا، (2) اللہ عز و جل کے معاملہ میں حیا۔ لوگوں کے معاملے میں حیا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تُو اپنی نظر کو حرام کردہ اشیاء سے بچا اور اللہ عز و جل کے معاملے میں حیا کرنے سے مراد یہ ہے کہ تُو اُس کی نعمت کو پہچان اور اُس کی نافرمانی کرنے سے حیا کر۔ (تنبیہ الغافلین ص ۲۵۸ پشاور)

فطری اور شرعی حیا

فطری و شرعی (شرعی) اعتبار سے بھی حیا کی تقسیم کی گئی ہے۔ فطری حیا وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہر جان میں پیدا فرمایا ہے اور یہ پیدائشی طور پر ہر شخص میں ہوتی ہے اور شرعی حیا یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں پر غور کر کے نادم و شرمندہ ہو اور اس شرمندگی اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی بناء پر آئندہ گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی کوشش

کرے۔ علماء (ع۔ ل۔ مائی) فرماتے ہیں کہ حیاء ایک ایسا خلق ہے جو بُرے کام چھوڑنے پر ابھرے اور حق دار کے حق میں کمی کرنے سے روکے۔ (برزقۃ المفاتیح ج ۸ ص ۸۰۰، تحت الحدیث ۵۰۷)

حیاء میں تمام اسلامی احکام پوشیدہ ہیں

حیاء کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک ایسا خلق ہے جس پر اسلام کا مزار ہے اور اس کی توجیہ (یعنی وجہ) یہ ہے کہ انسان کے افعال دو طرح کے ہیں (۱) جن سے حیا کرتا ہے (۲) جن سے حیا نہیں کرتا۔ پہلی قسم حرام و مکروہ کو شامل ہے اور ان کا ترک مشرّع (یعنی موافق شرع) ہے۔ دوسری قسم واجب، مستحب اور مباح کو شامل ہے، ان میں سے پہلے دو کا کرنا مشرّع اور تیسرے کا کرنا جائز ہے۔ یوں یہ حدیث مبارکہ جب تو حیا نہ کرے تو جو چاہے کر۔ ان پانچوں احکام کو شامل ہے۔ (برزقۃ المفاتیح ج ۸ ص ۸۰۲، تحت الحدیث ۵۰۷)

حیاء کے احکام

حیاء کبھی فرض و واجب ہوتی ہے جیسے کسی حرام و ناجائز کام سے حیا کرنا کبھی مستحب جیسے مکروہ تنزیہی سے بچنے میں حیاء، اور کبھی مباح (یعنی کرنا نہ کرنا یکساں) جیسے کسی مباح شرعی کے کرنے سے حیاء۔ (زعمۃ القاری ج ۱ ص ۳۳۴)

(685) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُمْ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: "الْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي

رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهَا وَقَالَ: "الْحَيَاءُ

كُلُّهُ خَيْرٌ".

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حیاء بھلائی کو ہی رہتا

ہے۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے حیاء

بھلائی ہے۔ یا فرمایا: حیاء ساری بھلائی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب الحیاء ج ۸ ص ۲۹ رقم: ۶۱۱۷ صحیح مسلم باب شعب الایمان ج ۱ ص ۳۱ رقم: ۱۹۵ الادب لبیہقی باب فی الحیاء ولا عفاف ج ۱ ص ۸۷ رقم: ۱۳۶ المعجم الاوسط من اسمہ عمران بن حصین ج ۱ ص ۹ رقم: ۱۳۹۸ مسند امام احمد حدیث عمران بن حصین ج ۲ ص ۲۲۷ رقم: ۱۷۷۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ شرعی حیاء کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ کی نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں میں غور کر کے شرمندہ و نادم ہو، اس شرمندگی کی بنا پر آئندہ گناہوں سے بچنے، نیکیاں کرنے کی کوشش کرے، جو غیرت نیکوں سے روک دے وہ عجز ہے حیاء نہیں۔ اس معنی سے یہ حدیث پاک بالکل واضح ہوگئی واقعی یہ حیا تو گویا ایمان ہی ہے خیر ہی ہے۔

(مرقات داشعہ) (برزقۃ المفاتیح ج ۶ ص ۸۹۸)

حیاء کرنے کا حق

حضرت سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم، نور مجسم، شاہ بنی آدم، رسول مستقیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: اللہ عزّ و جلّ سے حیاء کرو جیسا حیاء کرنے کا حق ہے۔ سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا: ہم اللہ عزّ و جلّ سے حیاء کرتے ہیں اور سب خوبیاں اللہ عزّ و جلّ کیلئے ہیں۔ ارشاد فرمایا: یہ نہیں، بلکہ اللہ عزّ و جلّ سے کما حقہ حیاء کرنے کے معنی یہ ہیں کہ سر اور سر میں جتنے اعضاء ہیں انکی اور پیٹ کی اور پیٹ جن جن اعضاء کو گھیرے ہے اُن کی حفاظت کرے اور موت اور مرنے کے بعد گلے مڑنے کو یاد کرے۔ اور آخرت کو چاہنے والا دنیا کی زیب و زینت چھوڑ دیتا ہے تو جس نے ایسا کیا اُس نے اللہ عزّ و جلّ سے شرمانے کا حق ادا کر دیا۔ (مسند امام احمد ج ۲ ص ۳۳ حدیث ۳۶۷۱)

ہمیں اپنے جسم کے تمام اعضاء کو جب اکامادی بنانا اور گناہوں سے بچانا چاہئے۔ اعضاء کو گناہوں سے بچانے کے ضمن میں کچھ مدنی پھول عرض کرتا ہوں:

سر کی حیاء

سر کو برائیوں سے بچانا یہ ہے کہ بُرے خیالات، گندی سوچ اور کسی مسلمان کے بارے میں بدگمانی وغیرہ سے اجتناب (پرہیز) کیا جائے اور سر کے اعضاء جیسے ہونٹ، زبان، کان اور آنکھوں وغیرہ کے ذریعے بھی گناہ نہ کئے جائیں۔

زبان کی حیاء

زبان کو برائیوں سے بچاتے ہوئے بد زبانی اور بے حیائی کی باتوں سے ہر وقت پرہیز کرنی چاہئے، اور یاد رکھئے! اپنے بھائی کو گالی دینا گناہ ہے اور بے حیائی کی باتیں کرنے والے بد نصیب پر جنت حرام ہے۔ چنانچہ

جنت حرام ہے

حضور تاجدار مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ پیمینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ باقرینہ ہے: اُس شخص پر جنت حرام ہے جو فحش گوئی (یعنی بے حیائی کی بات) سے کام لیتا ہے۔

(الجامع الصغیر للشیخ طبری ص ۲۲۱ حدیث ۳۶۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت)

جہنمی بھی بیزار

منقول ہے: چار طرح کے جہنمی کہ جو کھولتے پانی اور آگ کے مابین (یعنی درمیان) بھاگتے پھرتے ویل و ثبور (ہلاکت) مانگتے ہوں گے۔ ان میں سے ایک وہ شخص کہ اس کے منہ سے پیپ اور خون بہتے ہوں گے۔ جہنمی کہیں گے: اس بد بخت کو کیا ہوا ہماری تکلیف میں اضافہ کئے دیتا ہے؟ کہا جائے گا: یہ بد بخت خبیث اور بُری بات کی طرف متوجہ ہو کر اس

سے لذت اٹھاتا تھا جیسا کہ جماع کی باتوں سے۔ (امام مسند اللہ لیبیدی ج ۹ ص ۸۷ ادارہ کتب العلمیہ بیروت)

سیدنا شعیب بن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں: جو بے حیائی کی باتوں سے لذت اٹھائے بروز قیامت اس کے منہ سے پیپ اور خون جاری ہونگے۔ (ایضاً ص ۱۸۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کے ستر اور کچھ حصے ہیں ان میں سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے کم درجہ تکلیف وہ چیز کو راستہ سے دور کرنا ہے اور حیاء ایمان کا ایک حصہ ہے۔ (متفق علیہ)

البیض: باپ زریہ کے ساتھ اور زبر پڑھنا بھی جائز ہے اور یہ تین سے دس تک عدد کے لیے بوجا جاتا ہے۔ الشعبۃ: حصہ شاخ اور خصلت کے معنی ہیں ہے۔ الإمّاظۃ: ہٹانا اور آلادی: جو تکلیف پہنچائے جیسے پتھر کاٹنا، مٹی کنکریاں اور گندگی وغیرہ۔

(686) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً: فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَذْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. "الْبِضْعُ بِكَسْرِ الْبَاءِ وَيَجُوزُ فَتَحُّهَا: وَهُوَ مِنَ الثَّلَاثَةِ إِلَى الْعَشْرَةِ. وَالشُّعْبَةُ: الْقِطْعَةُ وَالْخِصْلَةُ. وَالْإِمَاطَةُ: الْإِزَالَةُ. وَالْأَذَى: مَا يُؤْذِي كَعَجَرٍ وَشَوْكٍ وَطِينٍ وَرَمَادٍ وَقَذِرٍ وَنَحْوِ ذَلِكَ

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب امور الایمان ج ۱ ص ۱۱۱ رقم: ۱۰۰۰ صحیح مسلم باب شعب الایمان ج ۱ ص ۲۱ رقم: ۱۱۱ سنن ابوداؤد باب فی رد الارحام ج ۲ ص ۲۵۴ رقم: ۳۶۴۸ سنن ابن ماجہ باب فی رد الارحام ج ۲ ص ۲۶۲ رقم: ۳۶۴۱ صحیح ابن حبان باب فرض الایمان ج ۱ ص ۴۲ رقم: ۱۱۶)

شرح حدیث: خواہش نفس ایک طرح کا نابینا پن

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں: خواہش نفس ایک طرح کا نابینا پن ہے اور حیرانگی کے وقت توقف (یعنی درست بات کا علم ہونے کا انتظار) کرنا توفیق کی بات ہے اور غم کوٹالنے والی بہترین چیز یقین ہے۔ جھوٹ کا انجام پشیمانی ہے اور سچ میں سلامتی ہے۔ بہت سے بیگانے اپنوں سے زیادہ قریب ہوتے ہیں، اور غریب وہ ہے جس کا کوئی مددگار نہ ہو اور صدیق وہ ہے جس کا باطن اس کی تصدیق کرے۔ دیکھو! بدظنی کے باعث کسی دوست کو کھونہ دینا بہترین عادت کرم ہے۔ حیاء ہر اچھی بات کی بنیاد ہے، سب سے مضبوط رسی تقویٰ ہے اور سب سے مستحکم عمل وہ ہے جو تیرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے۔ دنیا میں سے تیرا حصہ وہی ہے جس کے ذریعے تو اپنی آخرت کو درست کرے۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں رزق کی دو قسمیں ہیں ایک رزق وہ ہے جسے تو تلاش کرتا ہے اور دوسرا وہ جو تجھے تلاش کرتا ہے اور اگر تو اس کے پاس نہ جائے تو وہ تیرے پاس آئے گا۔ اگر تو اس مصیبت پر واویلا کرتا ہے جو تجھ تک پہنچ چکی ہے تو اس

مصیبت پر دوا دینا نہ کر جو تجھ تک نہیں پہنچی۔ اور جو چیز نہیں ہوئی اسے اس پر قیاس کر جو ہو چکی ہے کیونکہ کہ تمام امور ایک جیسے ہیں انسان اس چیز کے حصول پر خوش ہوتا ہے جو جانے والی نہ ہو اور جسے کبھی نہیں پاسکتا اس کے نہ ملنے پر ناراض ہوتا ہے۔ لیکن تجھے دنیا سے جو کچھ ملے اس پر زیادہ خوش نہ ہو جو کچھ تجھے نہ مل سکا اس پر افسوس نہ کر بلکہ تجھے اس پر خوش ہونا چاہئے جو آگے بھیجا اور اس پر افسوس کرنا چاہئے جو تو نے پیچھے چھوڑا۔ تجھے آخرت کے لئے مشغول ہونا چاہئے اور موت کے بعد والی زندگی سے متعلق فکر مند ہونا چاہئے۔ (نہان احیاء العلوم ص ۹۵)

(687) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذَاءِ فِي خُدْرِهِمَا، فَإِذَا رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ عَرَفْنَاهُ فِي وَجْهِهِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پردہ میں بیٹھنے والی کنواری لڑکی سے زیادہ شرمیلے (حیاء دار) تھے۔ جب کوئی ناپسند چیز دیکھتے تو اس کا اثر ہم آپ کے چہرہ سے پہچان لیتے تھے۔ (متفق ص ۱۰۰)

قَالَ الْعُلَمَاءُ: حَقِيقَةُ الْحَيَاءِ خُلُقٌ يَبْعَثُ عَلَى تَزَكِّي الْقَلْبِ، وَيَمْنَعُ مِنَ التَّفْصِيرِ فِي حَقِّ ذِي الْحَقِّ. وَرَوَيْنَا عَنْ أَبِي الْقَاسِمِ الْجَنْبِي رَحِمَهُ اللَّهُ، قَالَ: الْحَيَاءُ: رُؤْيَةُ الْآلَاءِ - أَيْ التَّعَمُّ - وَرُؤْيَةُ التَّفْصِيرِ، فَيَتَوَلَّدُ بَيْنَهُمَا حَالَةٌ تُسَمَّى حَيَاءً. وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

علماء نے فرمایا: حقیقت حیاء ایک استعداد ہے جو آدمی کو برے کام کے چھوڑنے پر آمادہ کرتی ہے اور ہمدار کے حق کی ادائیگی میں سستی سے منع کرتی ہے۔ حضرت ابوالقاسم جنبی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اللہ کی نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں پر نظر کرنے کے بعد جو درمیانی کیفیت پیدا ہوتی ہے اسے حیاء کہتے ہیں۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من لم یواجه الناس بالعتاب ج ۸ ص ۲۶، رقم: ۶۱۰۲، صحیح مسلم، باب کثرۃ حیاء صلی اللہ علیہ وسلم ج ۸ ص ۴۸، رقم: ۶۱۴۶، السنن الکبریٰ، باب بیان مکارم الاخلاق ومعالیہا ج ۱ ص ۱۰۲، رقم: ۲۱۴۰۶، الشیائل المحمدیہ للترمذی، باب ما جاء فی حیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۰۲، رقم: ۲۵۲، مسند ابی یعلیٰ من مسند ابی سعید الخدری ج ۲ ص ۳۸۵، رقم: ۱۱۵۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(کنواری لڑکی سے زیادہ شرمیلے (حیاء دار) تھے) کنواری لڑکی کی جب شادی ہونے والی ہوتی ہے تو اسے گھر کے ایک گوشہ میں بٹھا دیا جاتا ہے اسے اردو میں مایوں بٹھانا کہا جاتا ہے، اس جگہ یعنی گھر کے گوشہ کو مائیں کہتے ہیں عربی میں خدر۔ اور اس زمانہ میں لڑکی بہت ہی شرمیلی ہوتی ہے، گھر والوں سے بھی شرم کرتی ہے، کسی سے کھل کر بات نہیں کرتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم اس سے بھی زیادہ تھی، حیاء انسان کا خاص جوہر ہے جتنا ایمان قوی اتنی حیاء زیادہ۔

(ہم آپ کے چہرہ سے پہچان لیتے تھے) یعنی دنیاوی باتوں میں سے کوئی بات یا کوئی چیز حضور انور کو ناپسند ہوتی تو زبان مبارک سے نہ فرماتے مگر چہرہ انور پر ناپسندیدگی کے آثار نمودار ہو جاتے تھے خدام بارگاہ پہچان لیتے تھے۔ ایک دعوتِ ولیمہ پر دو تین آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر شریف میں کھانے کے بعد بیٹھے باتیں کر رہے تھے حضور کو ان کے بیٹھنے سے تکلیف ہوئی مگر ان سے نہ فرمایا کہ چلے جاؤ، رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَعْجِلُ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَعْجِلُ مِنَ الْحَقِّ تمہارا یہ عمل ہمارے نبی کی تکلیف کا باعث ہے مگر وہ تم سے حیا فرماتے ہیں رب تعالیٰ نہیں شرماتا، یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا۔ (بِزَاوِةِ الْمَنَاجِيحِ، ج ۸ ص ۷۲)

85- بَابُ حِفْظِ السِّرِّ

راز کی حفاظت کرنا

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَآؤْفُوا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا) (الاسراء: 34)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وعدہ پورا کرو یقیناً وعدہ کے متعلق سوال ہوگا۔

(688) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ مَنْزِلَةَ يَوْمِ الْقِيَمَةِ الرَّجُلُ يُفْضِي إِلَى السَّرَاةِ وَتُفْضِي إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ بِهَا رَوَاةً مُسْلِمًا."

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزِ حشر اللہ کی بارگاہ میں وہ آدمی یقیناً سب سے بُرا ہے جو اپنی بیوی سے ملے اور بیوی اس سے ملے اور پھر اس کے راز کی باتیں اڑائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الشائم من المراقبة، ج ۲ ص ۱۵۷، رقم: ۲۱۱۵ سنن ابوداؤد، باب فی نقل الحدیث، ج ۲ ص ۳۱۹، رقم: ۳۸۶۲ جامع الاحادیث، ان المشددة مع الهمة، ج ۲ ص ۲۲۷، رقم: ۸۵۲۱ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج ۲ ص ۱۶۷، رقم: ۱۱۶۴۲ مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی اخبار ما یصنع الرجل بأمراته، ج ۲ ص ۲۹۱، رقم: ۱۷۸۳۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(وہ آدمی یقیناً سب سے بُرا ہے) اگر یہ الرجل من اثر الناس کی خبر ہو تب تو مطلب واضح ہے کہ قیامت کے دن بدترین شخص یہ ہوگا اور اگر ان اعظم الامانۃ کی خبر ہو تو الرجل سے پہلے خیانت پوشیدہ ہے یعنی بدترین خیانت اس شخص کی خیانت ہے بہر حال دونوں معنی درست ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ خیانت صرف مال کی ہی نہیں ہوتی بلکہ مال، راز اور عصمت وغیرہ سب میں ہوتی ہے بلکہ مال میں خیانت سے بدرجہا بدتر رازداری میں خیانت ہے۔

(پھر اس کے راز کی باتیں اڑائے) یعنی یا تو اپنی بیوی کے خفیہ عیوب لوگوں کو بتائے یا اس کا حسن اس کی خوبیاں لوگوں کو بتائے یا صحبت کے وقت کی گفتگو اس وقت کے حالات لوگوں سے کہتا پھرے جیسا کہ عام آزاد نو جوانوں کا دستور ہے کہ شبِ اول کی باتیں اپنے دوستوں کو بے تکلف بتاتے ہیں۔ یہاں مرقات نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ کسی کی اپنی

بیوی سے جنگ رہتی تھی اس کے ایک دوست نے پوچھا کہ تیری بیوی میں خرابی کیا ہے؟ وہ بولا کہ تم میرے اندرونی معاملات پوچھنے والے کون ہو؟ آخر اسے طلاق دے دی، اس سائل نے کہا کہ اب تو وہ تمہاری بیوی نہ رہی اب بتاؤ اس میں کیا خرابی تھی یہ بولا وہ عورت غیر ہو چکی مجھے کسی غیر کے عیوب بتانے کا کیا حق ہے یہ ہے پردہ پوشی۔

(برۃ المناجیح، ج ۸ ص ۷۲)

(689) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جِئَ تَائِمَتُ بِنْتِ حَفْصَةَ، قَالَ: لَقِيتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَتَكْخُثُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ، قَالَ: سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي. فَلَمَّ بِنْتُ لَيْلَى ثُمَّ لَقِيتُ، فَقَالَ: قَدْ بَدَأَ لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هَذَا. فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَتَكْخُثُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ، فَصَبَّ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا! فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْجَدَ مَعِيَ عَلَى عُثْمَانَ، فَلَمَّ لَيْلَى ثُمَّ خَطَبَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَكْخُثُهَا إِثَاءً. فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ، فَقَالَ: لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَى جِدِّكَ عَرَضْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ شَيْئًا، فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ قِيمًا عَرَضْتُ عَلَى إِلَّا أَتَى كُنْتُ عَلِمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهَا، فَلَمْ أَكُنْ لِأَفْشِي سِرَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَوْ تَرَكَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَبَلْتُهَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر ؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہ جب بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان ؓ سے ملا میں نے ان کو حفصہ سے نکاح کی پیش کش کی میں نے کہا اگر تم پسند کرو تو میں تمہارا نکاح حفصہ بنت عمر سے کر دوں۔ انہوں نے کہا میں اپنے معاملہ میں دیکھوں گا۔ کچھ راتوں کے بعد مجھے ملے اور کہا مجھے یہی سمجھ میں آیا ہے کہ میں آج کل نکاح نہ کروں۔ پھر میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو ملا اور کہا اگر آپ چاہیں تو آپ کا نکاح حفصہ بنت عمر سے کر دوں تو حضرت ابوبکر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ مجھے ان پر حضرت عثمان کی نسبت زیادہ غصہ آیا۔ پھر میں کچھ راتیں ٹھہرا رہا تو نبی اکرم ﷺ نے حفصہ سے نکاح کا پیغام دیا میں نے اس کا نکاح آپ ﷺ سے کر دیا۔ پھر مجھے ابوبکر ملے اور کہا آپ نے جب مجھے حضرت حفصہ کے بارے پیشکش کی تھی میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ شاید آپ اس پر ناراض ہوئے تھے۔ میں نے کہا ہاں تو کہا کہ مجھے تمہاری پیش کش کا جواب دینے سے صرف اس بات نے روکا کہ مجھے علم تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کا ذکر کیا ہے تو میں نبی اکرم ﷺ کے راز کا افشاء کرنے والا تو تھا نہیں اگر رسول اللہ ﷺ اس

سے نکاح (کا ارادہ) ترک کر دیتے تو میں ضرور قبول کر لیتا۔ (بخاری)

تَأْتِمَتْنِي: صَارَتْ بِلاَ زَوْجٍ وَكَانَ زَوْجُهَا
تَوَفَّى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَجَدْتُ: غَضِبْتُ.
تَأْتِمَتْنِي: یعنی بیوہ ہو گئیں ان کے شوہر فوت ہو گئے۔ وَجَدْتُ: تم ناراض ہو گئے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب تفسیر ترک الخطبة ج ۱ ص ۱۹ رقم: ۵۱۳۵ السنن الکبریٰ للبیہقی باب لا ولاية لاحد مع اب ج ۱ ص ۱۲۰ رقم: ۱۴۱۱۹ صحیح ابن حبان کتاب النکاح ج ۱ ص ۲۲۴ رقم: ۲۰۲۹ مسند البزار مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۵ رقم: ۱۱۶)

شرح حدیث: حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد ماجد امیر المؤمنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت زینب بنت مطلقون رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جو ایک مشہور صحابیہ ہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پہلی شادی حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اور انہوں نے اپنے شوہر کے ساتھ مدینہ طیبہ کو ہجرت بھی کی تھی لیکن ان کے شوہر جنگ بدر یا جنگ احد میں زخمی ہو کر وفات پا گئے اور یہ بیوہ ہو گئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۳ھ میں ان سے نکاح فرمایا اور یہ ام المؤمنین کی حیثیت سے کاشانہ نبوی کی سکونت سے مشرف ہو گئیں۔

یہ بہت ہی شاندار، بلند ہمت اور سخاوت شعار خاتون ہیں۔ حق گوئی حاضر جوابی اور فہم و فراست میں اپنے والد بزرگوار کا مزاج پایا تھا۔ اکثر روزہ دار رہا کرتی تھیں اور تلاوت قرآن مجید اور دوسری قسم قسم کی عبادتوں میں مصروف رہا کرتی تھیں۔ ان کے مزاج میں کچھ سختی تھی اسی لئے حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ کہیں ان کی کسی سخت کلامی سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دل آزاری نہ ہو جائے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار ان سے فرمایا کرتے تھے کہ اے حفصہ! تم کو جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے طلب کر لیا کرو، خبردار کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی چیز کا تقاضا نہ کرنا نہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کبھی ہرگز ہرگز دل آزاری کرنا ورنہ یاد رکھو کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے ناراض ہو گئے تو تم خدا کے غضب میں گرفتار ہو جاؤ گی۔

یہ بہت بڑی عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ نقد و حدیث میں بھی ایک ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ساٹھ حدیثیں روایت کی ہیں جن میں سے پانچ حدیثیں بخاری شریف میں مذکور ہیں باقی احادیث دوسری کتب حدیث میں درج ہیں۔

علم حدیث میں بہت سے صحابہ اور تابعین ان کے شاگردوں کی فہرست میں نظر آتے ہیں جن میں خود ان کے بھائی

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت مشہور ہیں۔ شعبان ۲۵ھ میں مدینہ منورہ کے اندر ان کی وفات ہوئی اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت کا زمانہ تھا اور مروان بن حکم مدینہ کا حاکم تھا۔ اسی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک ان کے جنازہ کو بھی اٹھایا پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر تک جنازہ کو کاندھا دیئے چلتے رہے۔ ان کے دو بھائی حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے تین بھتیجے حضرت سالم بن عبداللہ و حضرت عبداللہ بن عبداللہ و حضرت حمزہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان کو قبر میں اتارا اور یہ جنت البقیع میں دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے پہلو میں مدفون ہوئیں۔ بوقت وفات ان کی عمر ساٹھ یا تریسٹھ برس کی تھی۔

(المواہب اللدیہ و شرح الزرقانی، باب حفصۃ ام المؤمنین، ج ۴، ص ۳۹۳، ۳۹۶)

(690) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كُنَّ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهُ، فَأَقْبَلْتُ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَمْشِي، مَا تُحْطِي بِمَشِيئَتِهَا مِنْ مَشِيئَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا، فَلَمَّا رَأَاهَا رَحَبَ بِهَا، وَقَالَ: "مَرْحَبًا يَا بِنْتِي"، ثُمَّ أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ سَارَّهَا فَهَكَتُ بُكَاءً شَدِيدًا، فَلَمَّا رَأَى جَزَعَهَا، سَارَّهَا الْقَائِيَةَ فَضَجَّكَتْ، فَقُلْتُ لَهَا: خَصَّكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي نِسَائِهِ بِالْإِسْرَارِ، ثُمَّ أَتَيْتُ تَبَكُّيْنِ! فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُهَا: مَا قَالَ لِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: مَا كُنْتُ لِأُفْشِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرًّا، فَلَمَّا تَوَقَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: عَزَمْتُ عَلَيْكَ بِمَا لِي عَلَيْكَ مِنَ الْحَقِّ، لَمَّا حَدَّثْتَنِي مَا قَالَ لِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ: أَمَّا الْآنَ فَنَعَمْ، أَمَّا حِينَ سَارَّتَنِي فِي الْمَرَّةِ الْأُولَى فَأَخْبَرْتَنِي أَنَّ جَبْرِئِلَ كَانَ يُعَارِضُهُ الْقُرْآنَ فِي

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج آپ کے پاس تھیں کہ حضرت فاطمہ ﷺ حاضر ہوئیں۔ ان کے چلنے کا انداز ہو بہو رسول اللہ ﷺ کی طرح تھا۔ جب آپ ﷺ نے ان کو دیکھا تو آپ نے فرمایا: اے میری بیٹی! مرحبا کہا پھر اپنے دائیں یا بائیں جانب بٹھایا۔ پھر ان سے کوئی سرگوشی کی تو وہ شدت سے رو پڑیں۔ آپ نے ان کو بے قرار دیکھ کر دوبارہ سرگوشی فرمائی تو وہ ہنس پڑیں۔ میں نے کہا تم سے رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی موجودگی میں سرگوشی کے ساتھ خاص بات کی کہ تم رو دوں پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں کیا کہا تھا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا راز کھولنے والی نہیں ہوں۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ وصال پا گئے تو میں نے انہیں کہا کہ میں تمہیں اس حق کی قسم جو مجھے تم پر حاصل ہے تم مجھے ضرور بتاؤ گی کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں کیا فرمایا تھا۔ فرمانے لگیں کہ ہاں اب بتاتی ہوں۔ جب آپ ﷺ نے پہلی بار مجھے سے مجھ سے

كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ. وَأَنَّهُ عَارِضُهُ الْآنَ
مَرَّتَيْنِ، وَإِنِّي لَا أَرَى الْأَجَلَ إِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ، فَأَتَى
اللَّهُ وَاصِدِي، فَإِنَّهُ نَعَمَ السَّلَفُ أَكَا لِكَ، فَبَكَيْتُ
بُكَائِي الَّذِي رَأَيْتُ، فَلَمَّا رَأَى جَزَعِي سَارَى
الْعَاقِبَةَ، فَقَالَ: يَا فَاطِمَةُ، أَمَا تَرْضَيْنِ أَنْ تَكُونِي
سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ، أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هَذِهِ
الْأُمَّةِ، فَضَحِكْتُ هَوِي الَّذِي رَأَيْتُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ،
وَهَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

سرگوشی کی تو بتایا ہر سال جبریل علیہ السلام میرے ساتھ
ایک یا دو بار دور کرتے تھے۔ اس سال دو بار دور کیا ہے
اور میرا خیال یہی ہے کہ میری موت کا وقت قریب ہے۔
تو اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا کیوں کہ میں تیرے لیے اچھا
پیش رو ہوں۔ تو میں رو پڑی جو تم نے دیکھا پھر جب
آپ ﷺ نے میری شدت غم کی کیفیت دیکھی تو دوبارہ
سرگوشی کی اور فرمایا: اے فاطمہ کیا تم اس بات پر راضی
نہیں کہ تو ایمان دار خواتین کی سردار ہو یا فرمایا اس امت
کی خواتین کی سردار ہو۔ تو میں ہنس پڑی جو تم نے دیکھا۔
(متفق علیہ) یہ لفظ مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول الرجل مرحباً، ج ۸ ص ۶۶، رقم: ۶۲۸۹، صحیح مسلم، باب فضائل فاطمة بنت
النبی علیہا الصلوٰۃ والسلام، ج ۷ ص ۱۳۶، رقم: ۶۲۶۶، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی ذکر مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،
ج ۱ ص ۵۱۸، رقم: ۶۲۶۱، سنن الکبیری للنسائی، باب مناقب فاطمة بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہا، ج ۵ ص ۹۶، رقم:
۸۶۶۸، مسند امام احمد، احادیث فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۶ ص ۲۸۲، رقم: ۶۲۴۵۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فاطمہ بنا ہے فطم سے بمعنی دور ہونا اس لیے جس بچہ کا دودھ چھڑا دیا جاوے اس فطیم کہتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے
جناب فاطمہ ان کی اولاد ان کے مجین کو دوزخ کی آگ سے دور کیا ہے اس لیے آپ کا نام فاطمہ ہوا۔ (مرقات) آپ کا لقب
ہے بتول اور زہرا بتول کے معنی ہیں منقطع ہونا کثرت جانا و تبئیل الیہ تبئیل چونکہ آپ دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا سے
الگ تھیں لہذا بتول لقب ہوا زہرا بمعنی کلی آپ جنت کی کلی تھیں حتیٰ کہ آپ کو کبھی حیض نہیں آیا۔ (مدارج) آپ کے جسم سے
جنت کی خوشبو آتی تھی جسے حضور سونگھا کرتے تھے (مبسوط سرخسی) اس لیے آپ کا لقب زہرا ہوا رضی اللہ عنہا۔ ہم نے عرض
کیا۔

بتول و فاطمہ زہرا لقب اس واسطے پایا
حضرت فاطمہ سر سے پاؤں تک ہم شکل مصطفیٰ تھیں، آپ کی چال ڈھال ہر وضع قطع حضور کے مشابہہ تھی، اللہ نے
رسول کی جیتی جاگتی تصویر بنایا تھا ہم نے عرض کیا۔

رسول اللہ کی جیتی جاگتی تصویر کو دیکھا
کیا نظارہ جن آنکھوں نے تفسیر نبوت کا
حضور جب فاطمہ زہرا کو آتے دیکھتے تو خوشی میں کھڑے ہو جاتے تھے پیشانی اور ہاتھ کو بوسہ دیتے تھے، اپنی جگہ

بٹھالیتے تھے یہ واقعہ وفات شریف سے بالکل قریب ہی ہوا تمام ازواج پاک موجود تھیں مگر یہ راز کی بات صرف جناب فاطمہ سے فرمائی آپ صاحب راز ہیں۔

(یعنی حضرت عائشہ صدیقہ نے پوچھا) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تشریف لے گئے تو ہم نے حضرت فاطمہ سے پوچھا کہ حضور نے تم سے کیا فرمایا۔

(حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا) یعنی میں تمہاری ماں ہوں اور تم میری بیٹی ہو ماں کا بیٹی پر حق ہوتا ہے اس حق کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ اب تم مجھ کو بتا دو کہ حضور انور نے تم سے کیا فرمایا تھا۔

جناب فاطمہ نے اپنی قوت اجتہاد سے معلوم فرمالیا تھا کہ حضور کی حیات شریف میں یہ بات چھپانے کی تھی کیونکہ اس میں حضور کی وفات کی خبر تھی قبل از وقت اس کا اظہار مناسب نہ تھا اب جب کہ وفات شریف ہو چکی وہ راز نہ رہی تو اس گفتگو کا دوسرا حصہ یعنی میری وفات اور میرے درجہ کا اظہار بھی راز نہ رہا اس لیے اب بیان فرمادیا۔

ظاہر یہ ہے کہ قرآن سے مراد سارا قرآن مجید ہے حضرت جبریل علیہ السلام ہر ماہ رمضان میں پورے قرآن کا حضور کے ساتھ دور کرتے تھے مگر اس دور کا نام نزول قرآن نہ تھا نزول تو وہ تھا جو حسب موقع آیات کا وارد ہوتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان میں قرآن مجید کا دور کرنا سنت رسولی بھی ہے اور سنت جبریلی بھی کہ ایک پڑھے دوسرا سنے، پھر وہ پڑھے یہ سنے۔ یہ واقعہ یعنی دوبار ایک ماہ میں دور فرمانا پندرہ دن میں دورہ ختم کر دینا حضور کے آخری رمضان شریف میں ہوا اور حضرت فاطمہ سے حضور کا یہ فرمان رمضان کے بعد تھا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول ہی سے سارے قرآن سے واقف تھے، جسے قرآن نہ آتا ہو اس کے ساتھ دور نہیں کیا جاتا بلکہ اسے پڑھایا جاتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کی خبر تھی کہ اگلے رمضان سے پہلے ہماری وفات ہو جاوے گی، بعض سورتیں مکمل نہیں نازل ہوئی تھیں کچھ آیات آچکی تھیں کچھ آنے والی تھیں پھر دور کیسا۔

یعنی اے فاطمہ جیسے تم ہماری حیات شریف میں طیبہ طاہرہ متقیہ صابرہ رہی ہو ایسے ہی ہماری وفات کے بعد بھی رہنا تمہارے پائے استقلال میں جنبش نہ آنے پائے آپ نے اس پر عمل کر کے دکھا دیا۔ رونا صبر کے خلاف نہیں نوحہ پیٹنا، ماتم کرنا صبر کے خلاف ہے یہ آپ نے کبھی نہیں کیا۔

(میں تیرے لیے اچھا پیش رو ہوں) پیش رو وہ جو کسی کے آگے کسی مقام پر جا کر اس کا انتظام وغیرہ کرے یعنی ہم تم سے پہلے جا رہے ہیں جب تم آؤ گی تو ہم تمہارے انتظار میں ہوں گے تمہارا گھر بار ساز و سامان ہماری نگرانی میں سب تیار ہو چکا ہوگا۔ سبحان اللہ!

یعنی مؤمن مردوں کی بیویوں کی تم سردار ہوگی لہذا جناب فاطمہ ازواج مطہرات خصوصاً جناب عائشہ صدیقہ اور خدیجہ الکبریٰ کی سردار نہیں کہ وہ بیویاں مؤمنین کی بیویاں نہیں بلکہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں۔ سبحان اللہ! کیسی پیاری

اور جامع عہارت ارشاد فرمائی۔

یعنی میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تمہاری وفات ہوگی۔ یہاں یہ نہ فرمایا کہ تمہاری وفات ہوگی بلکہ فرمایا سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی۔ اس میں کئی غیبی خبریں ہیں: حضرت فاطمہ زہرا کا وقت وفات آپ کی نوعیت وفات کہ آپ خاتمہ ایمان، تقویٰ پر ہیزگاری کے اعلیٰ درجہ پر ہوگا آپ کا قبر وحشر میں اول نمبر کامیاب ہونا، آپ کا پل صراط سے بخوبی گزر جانا، آپ کا جنت کی اعلیٰ مقام پر حتیٰ کہ حضور کے ساتھ رہنا یہ ہی علوم خمسہ کی خبریں ہیں۔ خیال رہے کہ فضیلت فاطمہ زہرا کے متعلق چند قول ہیں: ایک یہ کہ حضرت فاطمہ زہرا دنیا بھر کی تمام عورتوں سے افضل ہیں حتیٰ کہ بی بی مریم جناب عائشہ و جناب خدیجہ الکبریٰ سے بھی۔ دوسرے یہ کہ حضرت خدیجہ و عائشہ جناب فاطمہ زہرا سے افضل ہیں۔ تیسرے یہ کہ یہ تینوں حضرات یعنی جناب خدیجہ الکبریٰ، عائشہ صدیقہ، فاطمہ زہرا ہم رتبہ ہیں کوئی کسی سے افضل نہیں برابر ہیں، ترجیح دوسرے قول کو ہے کہ جناب عائشہ و خدیجہ حضرت فاطمہ زہرا سے افضل ہیں کہ وہ ماں ہیں اور جناب فاطمہ زہرا بیٹی، نیز جنت میں وہ دونوں حضور کے ساتھ ہوں گی حضرت فاطمہ علی کے ساتھ، نیز عائشہ صدیقہ بڑی فقیہہ عالمہ مجتہدہ ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَيْسَ الْبِرُّ بِالنِّسَاءِ كَأَنَّكَ كَافٍ فِيهِمْ يَكْفُرُونَ (نساء: ۳۴) کوئی نہیں ہو سکتا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۸ ص ۳۷۹)

(691) وَعَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَلَى عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَلْعَبُ مَعَ الْغُلَّامَانِ، فَسَلَّمَ عَلَيْنَا، فَبَعَثَنِي إِلَى حَاجَةٍ، فَأَبْطَأْتُ عَلَى أَنِّي، فَلَمَّا جِئْتُهُ قَالَتْ: مَا حَبَسَكَ؟ فَقُلْتُ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَاجَةٍ، قَالَتْ: مَا حَاجَتُهُ؟ قُلْتُ: إِنِّي سِرٌّ. قَالَتْ: لَا تُخْبِرَنَّ بِسِرِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدًا، قَالَ أَنَسٌ: وَاللَّهِ لَوْ حَدَّثْتُ بِهِ أَحَدًا لَحَدَّثْتُكَ بِهِ يَا ثَابِتُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ بَعْضُهُ مُخْتَصَرًا.

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ آپ نے ہمیں سلام کیا پھر مجھے ایک کام بھیجا میں نے اپنی والدہ کے پاس آنے میں دیر کر دی پس جب میں آیا تو پوچھا تم کو کس نے روکا میں نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک کام سے بھیجا تھا کہنے لگیں: کیا کام تھا میں نے کہا یہ راز ہے کہنے لگیں کہ رسول اللہ ﷺ کے راز کو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ حضرت انس کہتے ہیں اللہ کی قسم! میں وہ راز، اگر کسی کو بتاتا تو اسے ثابت! تم کو ضرور بتاتا۔ (مسلم) اور بخاری نے اس کا بعض حصہ مختصر بیان کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم) باب من فضائل انس بن مالک رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۱۰۰ رقم: ۱۰۵۳۲ الادب البغری للبخاری باب الامانة ص ۳۵۵ رقم: ۱۱۵۴ مسند امام احمد بن حنبل مسند انس بن مالک ج ۲ ص ۲۵۲ رقم: ۱۳۶۱۱

شرح حدیث: راز فاش کرنا

زبان کی ایک آفت لوگوں کے راز فاش کرنا بھی ہے اور یہ ایک طرح کی خیانت ہے جو کہ ممنوع ہے کیونکہ اس سے اس شخص کو تکلیف پہنچتی ہے جس کا راز فاش کیا جائے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو شخص آپس میں ایک دوسرے کو راز داں بنائیں تو ایک کیلئے دوسرے کا وہ راز فاش کرنا جائز نہیں جس کا فاش ہونا پہلے کو ناگوار گزرے۔ (شعب الایمان، رقم الحدیث ۱۱۱۹۱، ج ۷، ص ۵۲۰)

جبکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت کونین نے فرمایا: ایک شخص کی بات دوسرے کے پاس امانت ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی ان المجالس امان، رقم الحدیث ۱۹۶۶، ج ۳، ص ۳۸۶)

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روز قیامت اللہ کے نزدیک سب سے بُرا وہ ہوگا جو اپنی بیوی سے یا جو بیوی اپنے شوہر سے قضائے شہوت کرے اور ان میں سے کوئی اپنے ہمسفر کا راز فاش کر دے۔ (صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریر افشاء سر المرءہ، رقم الحدیث ۳۷۷، ص ۷۷)

لیکن تین قسم کی باتوں کو ظاہر کرنا جائز ہے جیسا کہ۔۔۔۔۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجالس امانت ہیں سوائے تین قسم کی مجالس کے، (۱) جس مجلس میں کسی کو ناحق قتل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہو (۲) حرام جماع کا منصوبہ بنایا ہو (۳) ناحق مال لینے کا منصوبہ بنایا ہو۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، رقم الحدیث ۴۸۶۹، ج ۴، ص ۳۵۱)

وعدہ وفا کرنا اور عہد نبھانا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وعدہ پورا کرو یقیناً وعدہ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے وعدہ کو پورا کرو جب تم وعدہ کر لو تو۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان معاہدے پورے کرو۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان وہ بات کیوں کرتے جو تم کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بات بڑی ناراضگی کی ہے۔ کہ تم وہ کہو جو نہ کرو۔

86- بَابُ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَإِجْازِ الْوَعْدِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا) (الإسراء: 34).

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ) (النحل: 91).

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ) (المائدة: 1).

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ) (الصف: 2-3).

(692) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «آيَةُ الْمُنَافِي ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذِبًا، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا أُؤْتِمِنَ خَانَ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔ اور جب اس کو امانت دی جائے تو خیانت کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

زَادَ فِي رِوَايَةِ لِمُسْلِمٍ: «وَأَنْ صَامَ وَصَلَّى

وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ».

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب علامات المنافق، ج ۱، ص ۱۱، رقم: ۳۳ صحیح مسلم، باب بیان خصال المنافق، ج ۱، ص ۵۹، رقم: ۲۱۱) (دار الجلیل، بیروت) سنن ترمذی، باب ما جاء في علامة المنافق، ج ۵، ص ۱۱، رقم: ۲۶۳۱ تحف الخيرة البهية للبهقي، كتاب الايمان، باب علامات النفاق، ج ۱، ص ۱۱، رقم: ۱۴۴۱ سنن الكبيري للبيهقي، باب ما جاء في الترغيب في اذا الامانات، ج ۱، ص ۲۸۸، رقم: ۱۳۰۱۲

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

منافق سے اعتقادی منافق مراد ہیں، یعنی دل کے کافر زبان کے مسلم، یہ عیوب ان کی علامتیں ہیں مگر علامت کے ساتھ علامت والا پایا جانا ضروری نہیں۔ کوئے کی علامت سیاہی ہے مگر ہر کالی چیز کو نہیں۔

یعنی یہ منافقوں کے کام ہیں۔ مسلمان کو اس سے بچنا چاہیے یہ نہیں کہ یہ جرم خود نفاق ہیں۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ تینوں جرم کئے تھے مگر وہ نہ منافق ہوئے نہ کافر لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ (برزۃ المنجیح، ج ۱، ص ۵۳)

امانت میں خیانت

حضرت سیدنا یوسف بن حسن رازی علیہ رحمۃ اللہ الہادی فرماتے ہیں: مجھے بتایا گیا کہ حضرت سیدنا ڈوالتون بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی اسم اعظم جانتے ہیں۔ چنانچہ، میں مصر کی طرف روانہ ہوا۔ سفر کی صعوبتیں برداشت کرتا ہوا بالآخر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ میری داڑھی کافی بڑھی ہوئی تھی۔ ایک بڑا سا پیالہ میرے پاس تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک نظر میری طرف دیکھا پھر دوسری طرف متوجہ ہو گئے پھر میری طرف بالکل التفات نہ فرمایا۔ میں بھی آس لگائے بیٹھا رہا کہ کبھی نہ کبھی تو نظر کرم ضرور فرمائیں گے، اسی آس میں کافی دن گزر گئے۔

ایک دن ایک تیز طراز چرب زبان شخص جو علم کلام میں ماہر تھا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آیا اور منظرہ کرنے لگا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دلائل سے گفتگو کی لیکن وہ اپنی چرب زبانی کی وجہ سے قابو نہ آیا۔ جب میں نے یہ صورت

حال دیکھی تو اس سے مناظرہ کیا اور اسے لاجواب کر دیا، وہ شکست کھا کر وہاں سے چلا گیا۔ اب حضرت سیدنا ذوالثنون مضری علیہ رحمۃ اللہ القوی میرا مقام جان چکے تھے، آپ میرے پاس آئے مجھے گلے سے لگایا اور میرے سامنے بیٹھ گئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ضعیف العمر جبکہ میں عالم شباب میں تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کمال انکساری کا مظاہرہ کیا اور معذرت کرتے ہوئے فرمایا: اے نوجوان! میں تجھے پہچان نہ سکا میں اپنے روپے پر معذرت خواہ ہوں۔ میں نے کہا: حضور! کوئی بات نہیں، میں آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔

چنانچہ، ایک سال تک میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت کرتا رہا، ایک دن موقع پا کر میں نے عرض کی: حضور! میں ایک سال مسلسل آپ کی خدمت کرتا رہا ہوں، اب میرا حق آپ پر لازم ہو گیا ہے، مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ اسم اعظم جانتے ہیں۔ ایک سال کے عرصہ میں آپ مجھے اچھی طرح جان چکے ہوں گے، حضور! مجھے یقین ہے کہ میری مثل آپ کسی ایسے کو نہ پائیں گے جسے اسم اعظم سکھایا جائے، میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اسم اعظم کی تعلیم دے دیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا لیکن مجھے ایسا محسوس ہوا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھے اسم اعظم سکھانے کے لئے راضی ہو گئے ہیں۔

میں چھ ماہ تک مزید آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت کرتا رہا، ایک دن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک تھال اور رومال میں بندھی ہوئی کوئی چیز دے کر فرمایا: اے نوجوان! ہمیر فسطاط میں رہنے والے ہمارے فداں دوست کو تم جانتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: ہماری خواہش ہے کہ تم یہ تھال اس تک پہنچا دو، میں نے وہ تھال اٹھایا اور فسطاط کی طرف چل پڑا، میں سوچ رہا تھا کہ ذوالثنون مضری علیہ رحمۃ اللہ القوی جیسا شخص فلاں شخص کو ہدیہ بھیج رہا ہے، اس تھال میں ضرور کوئی خاص چیز ہوگی، دیکھوں تو سہی کہ آخر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے دوست کو کیا تحفہ بھجوایا ہے۔ میں بے صبر ہو گیا، ایک پل کے قریب پہنچ کر تھال نیچے رکھا اس میں نہ جانے کیا چیز تھی جسے رومال سے باندھ دیا گیا تھا، میں نے رومال کھول کر اوپر اٹھایا تو ایک چوہا نکل کر بھاگا یہ دیکھ کر مجھے بہت غصہ آیا اور دل میں کہنے لگا: حضرت ذوالثنون مضری علیہ رحمۃ اللہ القوی جیسے بندے نے مجھ جیسے شخص کے ہاتھوں اپنے دوست کو تحفہ میں چوہا بھجوا کر میرے ساتھ مذاق کیا ہے۔ چنانچہ، اسی غصہ کی حالت میں، میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس پہنچا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میری حالت دیکھ کر فرمایا: اے نادان! ہم نے تجھے آزمایا اور ایک چوہا تیرے پاس امانت رکھوایا لیکن تو چوہے کے معاملے میں بھی خیانت کر بیٹھ، اگر میں نے اسم اعظم امانت تیرے پاس رکھ دیا تو تیرا کیا حال ہوگا، جا مجھ سے دور ہو جا۔ تو اس قابل نہیں کہ تجھے یہ دولت دی جائے۔

(عیون الحکایات ص ۱۳۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے

(693) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس میں چار

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، قَالَ: "أَرْبَعٌ مِّنْ كُنْ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنَ الرَّفَاقِ حَتَّى يَدْعَهَا: إِذَا أُوْثِنَ عَنَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذِبًا، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ مُتَشَفِّقٌ عَلَيْهِ."

باتیں ہوں۔ وہ خالص منافق ہوگا۔ اور جس میں اس میں سے ایک ہو تو اس میں منافقت کی ایک بات ہوگی حتیٰ کہ اس کو ترک کر دے۔ جب اس کو امانت دار بنایا جائے تو خیانت کرے۔ اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو عہد شکنی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرنے لگے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب علامة المنافق، ج ۱، ص ۱۶، رقم: ۳۳، صحیح مسلم، باب بیان خصال المنافق، ج ۱، ص ۵۶، رقم: ۲۱۴، الادب للمہدی، باب الرجل یحدث میکذب ویعد فی علف، ج ۱، ص ۱۸۱، رقم: ۲۰۶، اطراف المسند المعتبر، من اسنہ مسروق بن الاعدع، ج ۱، ص ۹۱، رقم: ۸۶۲، سنن ابو داؤد، باب الدلیل علی زیادة الایمان ونقصانہ، ج ۱، ص ۳۵۶، رقم: ۳۶۱۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث پچھلی حدیث کے خلاف نہیں ایک چیز کی بہت سی علامتیں ہوتی ہیں کبھی ساری بیان کر دی جاتی ہیں کبھی کم و بیش لہذا وہ تین بھی نفاق کی علامتیں تھیں اور یہ چار بھی۔

منافق عملی یعنی منافقوں کے سے کام کرنے والا جیسے رب فرماتا ہے: أَقِمُْوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُسْهِكِينَ يَا حُضُورَ فَرَمَاتے ہیں۔ مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَبِّدًا فَقَدْ كَفَرَ یعنی بے نمازی ہونا کفر عملی ہے۔ (کافروں کا سر کام)

اس سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جن کے ہاں تبر اور گلیاں بکنا عبادت بلکہ اصل ایمان ہے اسلام میں شیطان فرعون و ہامان کو بھی گالیاں دینا برا ہے کہ اس میں اپنی ہی زبان گندی ہوتی ہے۔ (برائۃ النایج، ج ۱، ص ۵۴)

باتوں، کاموں اور عہدوں کی امانت

واضح رہے کہ جس طرح روپیوں، پیسوں اور مال و سامان کی امانتوں میں خیانت حرام ہے اسی طرح باتوں، کاموں اور عہدوں کی امانتوں میں بھی خیانت حرام ہے۔ مثلاً کسی نے آپ سے اپنے راز کی بات کہہ دی اور آپ سے یہ کہہ دیا کہ یہ بات امانت ہے کسی سے مت کہیے گا اور وہ بات آپ نے کسی سے کہہ دی تو یہ امانت میں خیانت ہو گئی۔ اسی طرح کسی نے آپ کو مزدور رکھ کر کوئی کام سپرد کر دیا مگر آپ نے قصداً اس کام کو بگاڑ دیا، یا کم کام کیا تو آپ نے امانت میں خیانت کی۔ اسی طرح حاکم کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی رعایا کی نگرانی رکھے اور ان کی خبر گیری کرتا رہے اور عدل و انصاف قائم رکھے۔ اگر اس نے اپنے عہدے کی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کیا تو یہ امانت میں خیانت ہو گئی۔ اسی طرح رات میں میاں بیوی جو کچھ کہتے یا کرتے ہیں اس میں میاں بیوی ایک دوسرے کے امین ہیں۔ اگر ان دونوں میں سے کسی نے ان باتوں کو دوسرے لوگوں سے کہہ دیا تو یہ بھی امانت میں خیانت ہو گئی۔ غرض مزدور، کاریگر، ملازم وغیرہ جو کام ان لوگوں کو سونپا گیا ہے وہ ان

کاموں کے امین ہیں۔ اگر یہ لوگ اپنے کام اور ڈیوٹی کے پوری کرنے میں کمی یا کوتاہی کریں گے تو امانت میں خیانت کے مرتکب ہوں گے۔ یاد رکھو کہ ہر قسم کی امانتوں میں خیانت حرام ہے اور ہر خیانت جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ ہر مسلمان کو ہر قسم کی خیانتوں سے بچنا ایمان کی سلامتی، اور جہنم سے نجات پانے کیلئے انتہائی ضروری ہے۔

(جہنم کے خطرات ۶۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بحرین سے مال آئے گا تو میں تمہیں اس طرح اور اس طرح اور اس طرح دوں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے قبل بحرین کا مال نہ آیا جب وہ آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اعدان کا حکم دیا کہ جس کسی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ ہو یا آپ پر قرض آتا ہو۔ وہ ہمارے پاس آ جائے میں ان کے پاس گیا۔ اور بتایا کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح اور اس طرح فرمایا تھا۔ آپ نے دونوں ہاتھ پڑ کر کے مجھے دیا۔ میں نے اس کو گناہ پانچ سو تھا تو فرمایا اس سے دو گنا اورے لو۔

(694) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أُعْطَيْتُكَ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا فَلَمْ يَجِئْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتَّى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَمَرَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَنَادَى: مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَّةٌ أَوْ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا، فَأَتَيْنَاهُ وَقُلْتُ لَهُ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِي كَذَا وَكَذَا، فَمَلَأَ لِي خَشِيَّةً فَعَدَدْتُهَا، فَإِذَا هِيَ خُمُسِيَّةٌ، فَقَالَ لِي: خُذْ مِثْلَهَا، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب من تکفل عن میت دیناً ج ۲ ص ۹۹ رقم: ۲۲۹۹ صحیح مسلم باب ما سئل رسول اللہ شیئاً قط فقال لا وکثرة عطاء ج ۲ ص ۵۵ رقم: ۱۱۹۵ مسند ابی یعلیٰ مسند جابر بن عبد اللہ الانصاری ج ۲ ص ۵۰ رقم: ۱۰۱۱ اطراف المسند المعتبر من اسمہ محمد بن السنکدر عن جابر ج ۲ ص ۱۵۲ رقم: ۱۹۵۷ مسند الحمیدی احادیث جابر بن عبد اللہ ج ۲ ص ۵۱ رقم: ۱۲۳۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں۔

لغت میں اچھی چیز کی امید دلانے یا بری چیز سے ڈرانے ان دونوں کو وعدہ کہا جاتا ہے۔ اصطلاح میں کسی چیز کی امید دلانے کو وعدہ کہتے ہیں، بری چیز سے ڈرانے کو وعید۔ میں تم کو کچھ دوں گا وعدہ ہے، تم کو سزا دوں گا وعید ہے۔ یہاں وعدہ اصطلاحی مراد ہے خلاف وعدہ کرنا جھوٹ ہے خلاف وعید کرنا معافی، وعدہ خلافی بری چیز ہے معافی اچھی چیز ہے۔

(وہ ہمارے پاس آ جائے) اور ہم سے حضور کا قرض وصول کرے حضور کا وعدہ پورا کرائے۔ اس سے دوسرے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ وعدہ مثل قرض کے ہے۔ دوسرے یہ کہ مرحوم کی طرف سے اس کے قرض ادا کر دینا اس کے وعدے پورے کرنا سنت ہے خواہ کوئی میت کا عزیز کرے یا کوئی اور اس وجہ سے حضرت صدیق باغ فدک کی آمدنی حضور کے بل

پر خرچ کرتے تھے۔ (مرقات)

معلوم ہوا کہ حضور کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ کرم تھا کہ حضور انور نے اپنے لب بھر دینے کا وعدہ فرمایا تھا حضرت صدیق اکبر نے اپنا ہاتھ بھر کر انکی جھولی میں ڈالا تھا۔

آپ نے خود تین لب بھر کر نہ دیئے تاکہ اصل اور نائب کے لب میں فرق رہے۔ خیال رہے کہ آپ نے حضرت جابر سے اس وعدہ پر گواہی نہیں مانگی نہ قسم لی کیونکہ معاملات میں گواہی منکر کے مقابل ہوتی ہے یہاں کوئی منکر تھا نہیں اور حضرات صحابہ ثقہ عادل ہیں ان کے قول بغیر قسم قبول ہیں، وہ حضرات حضور سے احادیث روایت کرتے ہیں تو ان پر نہ جرح ہوتی ہے نہ ان سے قسم لی جاوے۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کی تقسیم نہیں ورنہ حضرت جابر جناب فاطمہ زہراہ حضرت عباس سے یہ وعدہ پورا کرانے۔ دوسرے یہ کہ جو ذاتِ کریم ایسی دیا نندار ہو وہ خلافت جیسی اہم چیز کبھی غصب نہیں کر سکتی حضرت صدیق اکبر خلیفہ برحق ہیں، دیا نندار ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین اسلام کے پہلے تاجدار ہیں۔ (برزائۃ الناجح، ج ۶ ص ۷۰۸)

87- بَابُ الْمُحَافَظَةِ عَلَى مَا

اعْتَادَهُ مِنَ الْخَيْرِ

جس کا رخیرواپنائے اس پر

پابندی کرے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ کسی قوم کے ساتھ نعمت والے معاملہ کو تبدیل نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ اپنی حالت کو تبدیل کرے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس عورت کی طرح نہ بنو جو اپنے کاتے ہوئے سنت کو پختہ کرنے کے بعد نکلے نکلے کرے۔

اَنْكَاثٌ: نِکَک کی جمع ہے اس کا مطلب ہے ٹوٹا ہوا دھاگہ۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں کی طرح نہ بنو جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے، ان پر مہلت لمبی ہو گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پس نبیوں نے اس کا خیال نہ رکھا جس طرح اس کا حق تھا۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ) (الرعد: 11).

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَقَضَتْ غَزْلَهُمَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا) (النحل: 92).

وَالْأَنْكَاثُ: جَمْعُ نِکَکٍ، وَهُوَ الْغَزْلُ الْمَنْقُوضُ.

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ) (الحديد: 16).

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (حديد: 27)

(895) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا عَبْدَ اللَّهِ، لَا تَكُنْ مِثْلَ فَلَانٍ، كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ." (متفق عليه)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ فلاں کی طرح نہ بن کہ وہ رات کا قیام کرتا تھا پھر رات کے قیام کو چھوڑ دیا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومہ، ج ۱ ص ۶۵۲، رقم: ۱۱۵۰، صحیح مسلم، باب النہی عن صوم النہر لمن تضرر بہ او فوت بہ حقاً، ج ۲ ص ۱۶۴، رقم: ۲۰۹۰، سنن الکبیری للبیہقی، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل، ج ۲ ص ۱۶، رقم: ۴۰۹، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی قیام اللیل، ج ۱ ص ۴۲۲، رقم: ۱۳۲۱، سنن الکبیری للنسائی، باب الحث علی قیام اللیل، ج ۱ ص ۶۱۱، رقم: ۱۳۰۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بلا عذر محض سستی کی وجہ سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد گزار کو تہجد چھوڑنا بہت برا ہے۔ اشعہ اللمعات میں ہے کہ عبداللہ ابن عمرو تمام رات عبادت کرتے تھے ان کے والد اس سے منع کرتے تھے مگر نہ مانتے تھے۔ چنانچہ ان کے والد نے بارگاہ رسالت میں ان کی شکایت کی تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ تم سے یہ عبادت نبھ نہ سکے گی اور تم اصل تہجد بھی چھوڑ بیٹھو گے۔ شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بہت تلاش کے باوجود ان صاحب کا نام نہ ملا جو یہ قیام چھوڑ بیٹھے تھے۔ (برزائ المناجیح، ج ۶ ص ۷۰۸)

جو بھی عمل کرتا اسے مستقل کرتا

حضرت سیدنا محمد سمین علیہ رحمۃ اللہ البین فرماتے ہیں: آیام ریاضت میں میری کیفیت یہ تھی کہ جو بھی عمل کرتا اسے مستقل کرتا۔ ایک مرتبہ میں مجاہدین کے ایک لشکر کے ساتھ جہاد پر گیا۔ دشمنوں کے بہت بڑے رومی لشکر نے مسلمانوں پر زبردست حملہ کیا اور غالب آنے کی بھرپور کوشش کرنے لگے۔ رومی لشکر کی کثرت دیکھ کر مسلمان مجاہدین پر خوف کی سی کیفیت طاری ہونے لگی۔ میں بھی خوف محسوس کر رہا تھا، میرا نفس مجھے اپنے وطن کی یاد دلا رہا تھا۔ جب نفس نے بہت زیادہ بزدلی کا مظاہرہ کیا تو میں نے اسے ڈانٹا اور شرم دلاتے ہوئے کہا: اے نفس کذاب! تُو تو دعویٰ کرتا تھا کہ تو بہت عبادت گزار اور مجاہدات کا شوقین ہے۔ اب جب وطن سے دور آ گیا ہے تو بزدلی کا مظاہرہ کر رہا ہے حالانکہ یہی تو موقع ہے کہ تو اپنے شوق کا مظاہرہ کرے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے تجھے شرم آنی چاہیے۔

پھر میرے دل میں خیال آیا کہ سامنے نہر میں اتر جاؤں اور غسل کروں۔ چنانچہ میں نے غسل کیا اور باہر آ گیا۔ اب میری کیفیت ہی کچھ اور تھی۔ جذبہ شوق میرے رویں رویں سے عیاں تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر میرے اندر اتنا جذبہ کہاں سے آ گیا۔ میں نے اپنا اسلحہ زیب تن کیا اور میدان جنگ میں گھس کر بڑی شدت سے دشمنوں کی صفوں پر حملہ

کیا۔ میں خود نہیں جانتا تھا کہ کس طرح لڑ رہا ہوں۔ میں دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا ان کے پیچھے چلا گیا اور نہر کے قریب پہنچ کر اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدا میں بلند کیں۔ دشمنوں نے تکبیر کی آواز سنی تو ان کے ہوش اڑ گئے اور وہ سمجھے کہ شاید مسلمانوں کی کمک (یعنی مدد) کے لئے مجاہدین کی فوج پہنچ چکی ہے۔ پھر رومی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ دُوم دُبا کر بھاگ گئے۔ مسلمان مجاہدین نے ان پر بھرپور حملہ کیا۔ نعرہ تکبیر کی برکت سے اس جنگ میں رومیوں کے چار ہزار سپاہی مارے گئے اور اللہ رب العزت نے میرے اس نعرہ کو مسلمانوں کی فتح و نصرت کا سبب بنا دیا۔

(عیون الحکایات ۶۳)

ملاقات کے وقت خوش کلامی

اور خندہ پیشانی مستحب ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے پہلو کو، ایمان داروں کے لیے جھکائیں۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا: اگر آپ بدخلق اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔

حضرت عدی بن حاتم ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ٹکڑا دے کر جسے یہ نہ ملے وہ پاکیزہ بات کہہ دے۔

(متفق علیہ)

88- بَابُ اسْتِحْبَابِ طَيِّبِ الْكَلَامِ

وَطَلَاَقَةِ الْوَجْهِ عِنْدَ الْإِقَاءِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ (الحجر: 88)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران: 159)

(696) وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فِي كَلِمَةٍ طَيِّبَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صفة الجنة والنار، ج ۲، ص ۹۱، رقم: ۵۶۲، صحیح مسلم، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة، ج ۲، ص ۱۱۱، رقم: ۲۳۹۶، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث عدی بن حاتم الطائی، ج ۲، ص ۲۵۶، رقم: ۱۸۲۴۹، مسند ابن الجعد، من حدیث ابی اسحاق، ص ۸۱، رقم: ۳۵۳، مسند البزار، مسند ابی بکر الصدیق، ج ۱، ص ۱۹، رقم: ۸۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

یہاں کلمہ طیبہ سے مراد یا تو کلمہ شہادت ہے یا اللہ کا ہر ذکر ہے یا فقیر سے اچھی بات کہہ دینا معذرت کرو دینا آئندہ کے لیے وعدہ کر لینا کہ ابھی کچھ نہیں جب کچھ ہوگا تب ان شاء اللہ تم کو دیں گے اسی کو قرآن مجید نے قول معروف فرمایا ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور نے آئندہ دولت کی خبریں دے کر انہیں سخاوت و دینداری پر قائم رہنے کی تاکید فرمادی، یہ ہے قوم کی اصلاح۔ (مزاۃ النبی، ج ۸، ص ۱۱۵)

اچھی باتوں کا فائدہ اور بری باتوں کا نقصان

اچھی باتیں مثلاً سُبْحَنَ اللّٰهُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ ان کا اخروی نفع تو یہ ہے کہ ہر کلمہ سے ایک پیڑ (یعنی درخت) جنت میں لگایا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب فضل فی التَّسْبِيح، الحدیث ۳۸۰۷، ج ۴، ص ۲۵۲)

اسی کو فرمایا جاتا ہے:

وَالْبَقِيَّةُ الصَّالِحَةُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور باقی رہنے والی اچھی باتیں ان کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر اور وہ اُمید میں سب سے بھلی۔ (پ ۱۵، الکصف: ۴۶)

اور دوسری جگہ فرمایا ہے:

وَالْبَقِيَّةُ الصَّالِحَةُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَّرَدًّا ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور باقی رہنے والی نیک باتوں کا تیرے رب کے ہاں سب سے بہتر ثواب اور سب سے بھلا انجام۔ (پ ۱۶، الریم: ۷۶)

اور فی الحال ان کا نفع یہ ہے کہ وہ کلمات منہ سے نکل کر ہوا میں مجتمع (یعنی جمع) رہتے ہیں قیامت تک تَسْبِيحٌ وَتَقْدِيسٌ کریں گے اور اپنے قابل کے واسطے مغفرت مانگیں گے۔ اسی طرح کلمات کُفْر منہ سے نکل کر ہوا میں مجتمع رہتے ہیں، قیامت تک تَسْبِيحٌ وَتَقْدِيسٌ کریں گے اور اپنے قابل پر لعنت کرتے رہیں گے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۳۶۳)

اچھی بات کے سوا کچھ نہ بولو

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا: ہمیں ایسا عمل بتائیے جسے کرنے سے ہم جنت میں داخل ہو جائیں۔ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کبھی نہ بولو۔ عرض کیا گیا: ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ فرمایا: (پھر) اچھی بات کے علاوہ کچھ نہ بولو۔ (بحر الدروع ۲۶۵)

(697) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهُوَ بَعْضُ حَدِيثٍ تَقَدَّمَ بِطَوْلِهِ.»

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور عمدہ بات صدقہ ہے۔ (متفق علیہ) یہ اس طویل حدیث کا بعض حصہ ہے جو اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل الصلاح بین الناس والعدل بینہم، ج ۲، ص ۲۸۷، رقم: ۲۰۰۰، صحیح مسلم، باب بیان ان اسم الصدقة يقع علی کل نوع من المعروف، ج ۲، ص ۱۸۲، رقم: ۲۲۸۲، ۲۲۸۳، صحیح ابن خزمہ، باب ذکر کتابہ الصدقة، ج ۱، ص ۵۴، رقم: ۱۳۹۳، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۲۱۶، رقم: ۸۱۶۸، تقریب

السائد وترتيب المسانيد للعراقي باب صلاة الجماعة والشيء الذي صلاحة الضحي (ص ۲۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدنی، لوگوں سے اچھے برتاوے صدقہ ہیں بشرطیکہ رضائے الہی کے لیے ہوں، ہر معمولی سے معمولی کام جب ادائے سنت کی نیت سے کیا جائے گا تو وہ بڑا ہو جائے گا کیونکہ منسوب اگرچہ چھوٹا ہے مگر منسوب الیہ جن کی طرف نسبت ہے صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو بڑے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۸ ص ۱۱۵)۔

اچھی بات کے علاوہ کچھ کہتے ہوئے نہ سنا

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سرکارِ دہلیا تبار، بے کسوں کے مددگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر خدمت تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابھی اس دروازے سے ایک جنتی شخص داخل ہوگا۔ تو ایک انصاری شخص داخل ہوا جس کی داڑھی وضو کی وجہ سے تر تھی اور اس نے اپنے جوتے بائیں ہاتھ میں لٹکا رکھے تھے، اس نے حاضر بارگاہ ہو کر سلام عرض کیا۔ پھر جب دوسرا دن آیا تو اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، مٹرۃ عین الغیوب عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہی بات ارشاد فرمائی کہ ابھی اس دروازے سے ایک جنتی مرد داخل ہوگا۔ تو بعینہ وہی شخص پہلے کی طرح حاضر بارگاہِ اقدس ہوا، پھر جب تیسرا دن آیا تو حضور نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہی بات ارشاد فرمائی تو حسب معمول وہی شخص داخل ہوا، پھر جب دافع رنج و ملال، صاحبِ بخود و نوال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے تو حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شخص کے پیچھے چل دیئے اور اس سے کہا: میں نے اپنے والد صاحب سے جھگڑ کر قسم اٹھائی ہے کہ میں تین دن تک ان کے پاس نہیں جاؤں گا لہذا اگر میں تین راتیں گزرنے تک آپ کے پاس پناہ لینا چاہوں تو کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں۔

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: میں نے وہ تین راتیں اس کے ساتھ گزاریں لیکن رات کے وقت اسے کوئی عبادت کرتے ہوئے نہ دیکھا، ہاں! مگر جب وہ بیدار ہوتا یا کروٹ بدلتا تو اللہ عزوجل کا ذکر کرتا اور اللہ اکبر کہتا اور جب تک نماز کے لئے اقامت نہ ہو جاتی بستر سے نہ اٹھتا اور میں نے اسے اچھی بات کے علاوہ کچھ کہتے ہوئے نہ سنا، پھر جب تین دن گزر گئے تو میں اس کے عمل کو معمولی جاننے لگا اور اس سے کہا: اے اللہ عزوجل کے بندے! میرے اور میرے والد محترم کے درمیان کوئی ناراضگی نہیں تھی مگر چونکہ میں نے رسولِ بے مشابہ، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تمہارے بارے میں تین مرتبہ یہ کہتے ہوئے سنا: ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آئے گا تو تینوں مرتبہ تم ہی آئے تو میں نے سوچا کہ تمہارے پاس رہ کر دیکھوں کہ تمہارا عمل کیا ہے تاکہ میں بھی تمہاری پیروی کر سکوں مگر میں نے تو تمہیں کوئی بڑا عمل کرتے ہوئے نہیں دیکھا، پھر

تہیں اس مقام تک کس عمل نے پہنچایا جس کے بارے میں خاتم المرسلین، رحمۃ اللہ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے؟ تو اس نے کہا: میرا عمل تو وہی ہے جو تم نے دیکھ لیا۔ پھر جب میں واپس آنے لگا تو اس نے مجھے بلا کر کہا: میرا عمل تو وہی ہے جسے تم نے دیکھ لیا مگر میں اپنے دل میں کسی مسلمان سے بددیانتی نہیں پاتا اور نہ ہی اللہ عزوجل کی عطا کردہ بھلائی پر کسی سے حسد کرتا ہوں۔ تو حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: بس یہی وہ اعمال ہیں جنہوں نے تجھے اس مقام تک پہنچا دیا۔ (شعب الایمان، باب فی المحث علی ترک القل والحدیث: ۶۶۰۵، ج ۵، ص ۲۶۳، ۲۶۵، جغیر قلیل)

(698) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ
لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَحْقِرَنَّ
مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا، وَلَوْ أَنَّ تَلْفَى أَخَاكَ بِوَجْهِهِ
ظُلْفَرًا وَاهًا مُسْلِمًا." حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مجھے رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی بھلائی کو حقیر نہ جان اگرچہ یہ اپنے
بھائی کو کھلے چہرہ سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب طلاق الوجه عند اللقاء، ج ۲، ص ۶۲۸، رقم: ۶۸۵۶، صحیح ابن حبان، باب
حسن الخلق، ج ۱، ص ۲۱۲، رقم: ۴۶۸، سنن الکبیری للبیہقی، باب وجوب الصدقة، ج ۲، ص ۱۸۸، رقم: ۶۱۲، الاحاد والمشافی، من اسمہ
ابو جری الہجری، ص ۲۹۱، رقم: ۱۱۸۱، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی حمیمہ الہجیمی، ج ۲، ص ۲۸۲، رقم: ۱۵۹۹۷)
شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ کوئی نیکی حقیر جان کر چھوڑ نہ دو کہ کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچا لیتا ہے اور کوئی گناہ حقیر
سمجھ کر نہ لو کہ کبھی چھوٹی چنگاری گھر پھونک دیتی ہے، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ مسلمان بھائی سے خوش ہو کر ملنا اس کے
دل کی خوشی کا باعث ہے اور مؤمن کو خوش کرنا بھی عبادت ہے۔ (بزاۃ النایج، ج ۳، ص ۱۲۰)

ابوالفرج حضرت سیدنا عبدالرحمن ابن جوزی حنبلی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنی کتاب عُیُونُ الْحِکَايَاتِ میں لکھتے ہیں:
اے ابن آدم! تو ہرگز نیکی کے کسی کام کو بھی حقیر نہ جان، کیونکہ جب تو اسے دار جزاء میں دیکھے گا تو اس نیکی کا وہاں
موجود ہونا تجھے خوش کر دے گا۔ اور برائی کے کسی کام کو ہرگز حقیر نہ جان! کیونکہ جب تو اسے دیکھے گا تو اس کا وہاں موجود ہونا
تجھے غمناک کر دے گا۔ اے ابن آدم! زمین کو اپنے قدموں تلے روندھ ڈال کیونکہ یہ تیری قبر کے قریب ہے۔

اے ابن آدم! جس وقت سے تیری ماں نے تجھے جنا اس وقت سے اب تک لگا تار تیری عمر کم ہوتی جا رہی ہے۔
اے ابن آدم! تیرے لئے ایک نامہ اعمال کھول دیا گیا ہے اور تیرے اوپر دو فرشتے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ ایک
تیری دائیں جانب جبکہ دوسرا بائیں جانب ہے۔ اب کم اعمال کر! یا زیادہ، جب تو مرے گا تو اس نامہ اعمال کو لپیٹ کر اسے
تیرے گلے میں پہنا دیا جائے گا۔

اقْرَأْ كِتَابَكَ * كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا

ترجمہ کنز الایمان: فرمایا جائے گا کہ اپنا نامہ (نامہ اعمال) پڑھ، آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت سب۔

(پ 15، نئی اسرئیل: 14)

اے ابن آدم! تو ریاض کاری کرتے ہوئے کوئی نیکی نہ کرا اور نہ ہی شرم کی وجہ سے کسی نیکی کو چھوڑ۔

(غنیۃ المصابیح ج ۱ ص ۳۰۰)

مخاطب کے لیے بات کی وضاحت اور
تکرار مستحب ہے تاکہ بات سمجھ میں
آجائے جب وہ نہ سمجھ رہا ہو

89- بَابُ اسْتِخْبَابِ بَيَانِ الْكَلَامِ
وَإِيضًا لَهُ لِلْمُخَاطَبِ وَتَكْرِيرِهِ
لِيُفْهَمَ إِذَا لَمْ يَفْهَمْ إِلَّا بِذَلِكَ

(699) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ
أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تُفْهَمَ عَنْهُ، وَإِذَا آتَى عَلَى قَوْمٍ
فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا. رَوَاهُ
الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ
جب کوئی اہم بات کرتے تو اس کو تین بار دہراتے تاکہ
خوب سمجھ آجائے۔ اور جب کسی قوم کے پاس آتے تو
انہیں تین بار سلام کہتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری) باب من أعاد الحديث ثلاثاً يفهم عنه ج ۱ ص ۲۰۰ رقم: ۶۹۹ مسند امام احمد بن حنبل
مسند انس بن مالك رضي الله عنه ج ۱ ص ۲۱۲ رقم: ۱۴۲۲ مسند ابی حمزہ عن انس بن مالك ج ۱ ص ۳۰۰ رقم: ۶۲۰ مشکوٰۃ البصايع كتاب العلم الفصل الاول ج ۱ ص ۲۵ رقم: ۲۰۸

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

لفظ سے مراد پوری بات ہے، یعنی مسائل بیان کرتے وقت ایک ایک مسئلہ تین تین بار فرماتے تاکہ لوگوں کے ذہن
میں اتر جائے ہر کلام مراد نہیں۔ اسی لیے صاحب مشکوٰۃ اس حدیث کو "کتاب العلم" میں لائے۔

ایک سلام اجازت حاصل کرنے کا، دوسرا ملاقات کا، تیسرا رخصت کا، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور
بوقت ملاقات ایک سلام کراتے تھے کیونکہ وہاں صرف ملاقات کا سلام مراد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں داخلے کی
اجازت کے لئے شور نہ مچائے، بہت دروازہ نہ پیٹے، بلکہ صرف یہ کہے السلام علیکم آجاؤں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آنے اور
جانے والا سلام کرے اگرچہ بڑا ہو۔ (برزۃ المناجیح ج ۱ ص ۲۰۶)

(700) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ:

كَانَ كَلَامُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامًا
فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ يَسْمَعُهُ. (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ کا کلام اتنا واضح ہوتا کہ اس کو برسنے والا
سمجھ لیتا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سان ابو داؤد: باب الہدی فی الکلام: ج ۳۰۸، رقم: ۴۸۴۱ الادب للمیثقی: باب ما يستحب من ترویل الکلام تبیینہ: ج ۱ ص ۶۸۲، رقم: ۴۱۱ مصنف ابن ابی شیبہ: باب ما يستحب من الکلام: ج ۱ ص ۱۵، رقم: ۶۸۲۱ الفتح الکبیر: حرف الکاف ج ۲ ص ۳۲۴، رقم: ۹۲۶۵ کذا العمال: حرف الشین: ج ۸ ص ۴۰، رقم: ۱۸۳۳)

شرح حدیث: بات چیت کرنے کی سنتیں اور آداب

اس زندگی میں ہمیں ہر وقت بات چیت کرنے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ بلکہ ہم لوگ بلا ضرورت بھی ہر وقت بولتے رہتے ہیں حالانکہ یہ بلا ضرورت بولنا بہت بہت ہی نقصان دہ ہے غیر ضروری گفتگو کرنے سے خاموش رہنا افضل ہے۔ لہذا ہمارے پیارے مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بات چیت کے سلسلے میں سنتیں اور آداب اور خاموشی کے فضائل وغیرہ یہاں پر بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گفتگو اس طرح دلنشین انداز میں ٹھہر ٹھہر کر فرماتے کہ سننے والا آسانی سے یاد کر لیتا چنانچہ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صاف صاف اور جدا جدا کلام فرماتے تھے، ہر سننے والا اس کو یاد کر لیتا تھا۔

(المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند عائشہ، الحدیث ۲۶۲۶۹، ج ۱۰، ص ۱۱۵)

(۲) مسکرا کر اور خندہ پیشانی سے بات چیت کیجئے۔ چھوٹوں کے ساتھ مشفقانہ اور بڑوں کے ساتھ مؤدبانہ لہجہ رکھئے ان شاء اللہ عزوجل دونوں کے نزدیک آپ معزز رہیں گے۔

(۳) چلا چلا کر بات کرنا جیسا کہ آجکل بے تکلفی میں دوست آپس میں کرتے ہیں، معیوب ہے۔

(۴) دورانِ گفتگو ایک دوسرے کے ہاتھ پر تالی دینا ٹھیک نہیں کیونکہ تالی، سیٹی بجانا محض کھیل کود، تماشہ اور طریقہ کفار ہے۔ (تفسیر نعیمی، ج ۹، ص ۵۴۹)

(۵) بات چیت کرتے وقت دوسرے کے سامنے بار بار ناک یا کان میں انگلی ڈالنا، تھوکتے رہنا اچھی بات نہیں۔ اس سے دوسروں کو گھن آتی ہے۔

(۶) جب تک دوسرا بات کر رہا ہو، اطمینان سے سنیں۔ اس کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع نہ کر دیں۔

(۷) کوئی ہکلا کر بات کرتا ہو تو اس کی نقل نہ اتاریں کہ اس سے اس کی دل آزاری ہو سکتی ہے۔

(۸) بات چیت کرتے ہوئے قہقہہ نہ لگائیں کہ سرکارِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی قہقہہ نہیں لگایا (قہقہہ یعنی اتنی آواز سے ہنسنا کہ دوسروں تک آواز پہنچے۔) (ماخوذ از مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۴۰۲)

(۹) زیادہ باتیں کرنے اور بار بار قہقہہ لگانے سے وقار بھی مجروح ہوتا ہے۔

(۱۰) سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب تم کسی دنیا سے بے رغبت شخص کو دیکھو اور اُسے کم گو

پاؤ تو اس کے پاس ضرور بیٹھو کیونکہ اس پر حکمت کا نزول ہوتا ہے۔

- (سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الزہد فی الدنیا، الحدیث ۴۱۰۱، ج ۳، ص ۴۲)
- (۱۱) حدیث پاک میں ہے جو چپ رہا اس نے نجات پائی۔ (شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان، فصل فی السکوت، الحدیث ۲۵۸۳، ج ۴، ص ۲۵۲، جامع الترمذی، کتاب صفة القيامة، باب (نمبر ۵) الحدیث ۲۵۰۹، ج ۴، ص ۲۲۵)
- (۱۲) کسی سے جب بات چیت کی جائے تو اس کا کوئی صحیح مقصد بھی ہونا چاہیے۔ اور ہمیشہ مخاطب کے ظرف اور اس کی نفسیات کے مطابق بات کی جائے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے، کَلِمَاتُ النَّاسِ عَلَى قَدْرِ عَقُولِهِمْ (یعنی لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کرو۔) یعنی اس طرح کی باتیں نہ کی جائیں کہ دوسروں کی سمجھ میں نہ آئیں، الفاظ بھی سادہ صاف صاف ہوں، مشکل ترین الفاظ بھی استعمال نہ کئے جائیں کہ اس طرح اگلے پر آپ کی علمیت کی دھاک تو بیٹھ جائے گی مگر مدعا خاک بھی سمجھ نہ آئے گا۔
- (۱۳) اپنی زبان کو ہمیشہ بُری باتوں سے روک رکھیں۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نجات کیا ہے؟ فرمایا، اپنی زبان کو بُری باتوں سے روک رکھو۔

- (جامع الترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء فی حفظ اللسان، الحدیث ۲۴۱۳، ج ۴، ص ۱۸۲)
- 90- بَابُ إِصْغَاءِ الْجَلِيسِ بِحَدِيثِ جَلِيسِهِ
الَّذِي لَيْسَ بِحَرَامٍ وَاسْتِنَصَاتِ
الْعَالِمِ وَالْوَاعِظِ حَاضِرِي مَجْلِسِهِ
(701) عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،
قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
حَجَّةِ الْوَدَاعِ: "اسْتَنْصِتِ النَّاسَ ثُمَّ قَالَ: لَا
تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ
بَعْضٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.
- مجلس کی بات کان لگا کر سننا بشرطیکہ وہ
بات حرام نہ ہو اور عالم و واعظ کا
حاضرین مجلس کو خاموش کرانا
- حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حجۃ الوداع کے موقع پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
لوگوں کو خاموش کراؤ پھر فرمایا میرے بعد کافر نہ ہو جانا
کہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو۔ (متفق علیہ)

- تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الانصات للعلماء، ج ۱، ص ۲۵، رقم: ۱۲۱، صحیح مسلم، باب لا ترجعوا بعدی کفاراً
ببعضکم رقاب بعض، ج ۱، ص ۵۸، رقم: ۲۲۲، سنن ابن ماجہ، باب لا ترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض،
ج ۱، ص ۱۳۰، رقم: ۱۹۲۲، سنن الدارمی، باب فی حرمة المسلم، ج ۱، ص ۹۵، رقم: ۱۹۲۱، سنن الکبیری للنسائی، باب تحریم القتل،
ج ۱، ص ۳۱۴، رقم: ۲۵۹۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ جریر ابن عبد اللہ بکلی ہیں، کنیت ابو عمرو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چالیس دن پہلے اسلام لائے، پھر بہت عرصہ کوفہ میں رہے، مقام قر قسیہ ۵۱ھ میں وفات پائی مشہور صحابی ہیں، آپ سے بہت خلق نے احادیث لیں۔ (اکمل) کافر سے مراد یا لغوی کافر ہے یعنی ناشکرا یا شرعی کافر، تو مطلب یہ ہے کہ قریب الکفر ہو گیا یا اس نے کافروں کا سا کام کیا۔ (مزاہد الناج، ج ۵ ص ۲۶۷)

مسلمان کا قتل

مسلمان کا خون ناحق کرنا یہ بھی جہنم میں لے جانے والا گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کا ہلاک ہو جانے والا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل ہونے سے ہلکا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، پ ۵، النساء: ۹۳) قرآن مجید میں ہے کہ

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَبِدًا قَدْ جَازَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کیلئے تیار رکھا بڑا عذاب۔ (پ ۵، النساء: ۹۳) دوسری آیت میں یہ ارشاد فرمایا کہ

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۖ ذَٰلِكُمْ وَصَّيْكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی ہے اسے ناحق نہ مارو یہ تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو۔ (پ ۸، الانعام: ۱۵۱)

ایک دوسری آیت میں یوں ارشاد فرمایا کہ

وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔ (پ ۵، النساء: ۲۹)

ایک دوسری آیت میں ہے کہ

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِمَّنْ أَمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۖ

ترجمہ کنز الایمان: اور اپنی اولاد قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے۔

(پ ۵، النساء: ۲۸)

اور ایک دوسری آیت میں یہ بھی فرمایا کہ

وَإِذَا النُّفُوسُ سُئِلَتْ ۖ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کس خطا پر ماری گئی۔ (پ 30، التکویر: 8، 9)

اب اس مضمون کے بارے میں چند حدیثیں بھی پڑھ لیجئے جو بہت رقت انگیز و عبرت خیز ہیں۔

حضرت ابوسعید و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اگر تمام آسمان وزمین والے ایک مسلمان کا خون کرنے میں شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اُن سب کو منہ کے بل اوندھا کر کے جہنم میں ڈال دے گا۔

(سنن الترمذی، کتاب الدیات، باب الحکم فی الدمائی، حدیث ۱۴۰۳، ج ۳، ص ۱۰۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) مقتول کی رگوں سے خون بہتا ہوگا اور وہ اپنے قاتل کے سر کا اگلا حصہ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے خدا عزوجل کے حضور حاضر ہوگا، اے میرے پروردگار! اس نے مجھ کو قتل کیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ عرش تک پہنچ کر خدا عزوجل کے دربار میں اپنا مقدمہ پیش کریگا۔ (سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب من سورۃ النساء، الحدیث ۳۰۴۰، ج ۵، ص ۲۳)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر گناہ کے بارے میں اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔ لیکن جو شرک کی حالت میں مر گیا اور جس نے کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دیا اُن دونوں کو نہیں بخشے گا۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب القصاص، الفصل الثانی، الحدیث ۳۴۶۸، ج ۲، ص ۲۸۹۔ سنن ابی داؤد، کتاب المغنن والملاحم، باب فی تعظیم قتل المؤمن، الحدیث ۴۲۷۰، ج ۴، ص ۱۳۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک مسلمان کے قتل میں مدد کرے اگرچہ وہ ایک لفظ بول کر بھی مدد کرے تو وہ اس حال میں (قیامت کے دن) اللہ عزوجل کے دربار میں حاضر ہوگا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوگا کہ یہ اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہو جانے والا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب التغلیظ فی قتل (مسلم) ظلماء، الحدیث ۲۶۲۰، ج ۳، ص ۲۶۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی مسلمان کو قتل کرنا بہت ہی سخت گناہ کبیرہ ہے۔ پھر اگر مسلمان کا قتل اس کے ایمان کی عداوت سے ہو یا قاتل مسلمان کے قتل کو حلال جانتا ہو تو یہ کفر ہوگا اور قاتل کافر ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جلتا رہے گا۔ اور اگر صرف دنیوی عداوت کی بنا پر مسلمان کو قتل کر دے اور اس قتل کو حلال نہ جانے جب بھی آخرت میں اس کی یہ سزا ہے کہ وہ مدتِ دراز تک جہنم میں رہے گا۔

دُنیا میں مقتول کے وارثوں کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہیں تو قاتل کو قتل کر کے قصاص لے لیں۔ اور اگر چاہیں تو ایک سو انٹ یا اس کی قیمت قاتل سے بطور خون بہا کے لے لیں۔ اور اگر چاہیں تو قاتل کو مُعاف کر دیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

91۔ بَابُ الْوَعْظِ وَالْإِقْتِصَادِ فِيهِ

وعظ اور اس میں مہیا نہ روی

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اپنے رب کے راستہ کی

بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (الدخل: 125)

(702) وَعَنْ أَبِي وَائِلٍ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ،

قَالَ: كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُدَارِكُنَا فِي كُلِّ خَمِيسٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، لَوِ دِدْتُ أَنَّكَ ذَكَرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ، فَقَالَ: أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذَلِكَ أَلِي أَكْرَهُ أَنْ أُمْلِكُكُمْ، وَإِنِّي أَخَوُلُّكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ، كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا عَفَافَةَ السَّامَةِ عَلَيْنَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

طرف حکمت اور اچھے وعظ کے ساتھ بلاؤ۔

ابوداؤد شقیق بن سلمہ کہتے ہیں کہ ہم کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کے روز وعظ فرمایا کرتے۔ ایک آدمی نے کہا: اے ابو عبد الرحمن ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہم کو روزانہ نصیحت فرمایا کریں۔ فرمایا: آگاہ ہو کہ مجھے اس سے صرف یہ بات روکتی ہے کہ تم اکتا جاؤ گے اور میں تم کو اکتاہٹ میں ڈالنا پسند نہیں کرتا۔ میں وعظ نصیحت کرنے میں تمہارا خیال رکھتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا خیال رکھتے تھے۔ کہ ہم اکتانہ جائیں۔ (متفق علیہ)

يَتَخَوَّلُنَا: ہمارا خیال رکھتے۔

يَتَخَوَّلُنَا: يَتَعَهَّدُنَا.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من جعل لاهل العلم ایاماً معلومة، ج ۱ ص ۲۵، رقم: ۴۰، صحیح مسلم، باب

الاقتصاد فی الموعظة، ج ۱ ص ۱۳۲، رقم: ۴۰، صحیح ابن حبان، باب فی الخلافة والامارة، ج ۱ ص ۲۸۲، رقم: ۴۱، مسند امام احمد

بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، ج ۱ ص ۳۲۵، رقم: ۴۱، مسند ابی یعلیٰ، مسند عبد اللہ بن مسعود، ج ۱ ص ۴۰، رقم: ۵۱۲۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام شقیق ابن ابی سلمہ ہے، کنیت ابوداؤد ہے، قبیلہ بنی اسد سے ہیں، عظیم الشان تابعی ہیں، حضور کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کر سکے اکابر صحابہ سے ملاقات کی، جیسے حضرت عمر سیدنا ابن مسعود کے خاص ساتھیوں میں سے ہیں۔ حجاج ابن یوسف کے زمانہ میں وفات پائی رضی اللہ عنہم۔

(ہر جمعرات کے روز وعظ فرمایا کرتے) اس سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال کے لئے دن اور وقت مقرر کرنا شرک یا حرام نہیں سنت صحابہ ہے۔ اسی لیے اب دینی مدرسوں کی امتحان و تعطیل کے لئے دن اور مہینے اور تعلیم کے لئے اوقات مقرر کیے جاتے ہیں لہذا میلاد شریف، فاتحہ عرس وغیرہ کے لئے دن مقرر کرنا جائز ہیں اسے حرام کہنا غلطی ہے۔ مراقا نے اسی جگہ فرمایا کہ حضرت ابن مسعود نے جمعرات کو وعظ کے لئے اس لیے منتخب کیا کہ یہ دن جمعہ کا پڑوسی ہے اس کی برکت جمعہ تک پہنچے گی۔ بعض لوگ ہر جمعرات کو میلاد شریف اور مردوں کی فاتحہ کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

(تم اکتا جاؤ گے) یعنی روزانہ وعظ سے تم اکتا جاؤ گے اور یہ ذوق شوق جاتا رہے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اتنا لمبا وعظ بھی نہ کہا جائے کہ لوگ گھبرا جائیں تاکہ علم و وعظ کی بے قدری نہ ہو۔

یعنی حضور بھی ہمیں ہر وقت اور ہر روز وعظ نہیں سنا تھے تاکہ ہم اکتانہ جائیں۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جو عالم یا شیخ لوگوں کے سامنے ہر دم اللہ اللہ ہی کرے وہ مکار ہے۔ حضور کی مجلس پاک میں دنیوی تذکرے بھی ہوتے تھے۔

(بزائے النبی، ج ۱ ص ۲۰۵)

حضرت ابوبقضان عمار بن یاسر ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آدمی کی نماز کا لمبا ہونا اور خطبہ کا مختصر ہونا اس کی فقہ کی علامت ہے۔ پس نماز کو لمبا کیا کرو اور خطبہ کو مختصر۔ (مسلم)

(703) وَعَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ عَمَارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنْ طَوَّلَ صَلَاةَ الرَّجُلِ وَقَصَرَ خُطْبَتَهُ، مِثْنَةٌ مِنْ لِقَائِهِ، فَأَطِيلُوا الصَّلَاةَ وَأَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مِثْنَةٌ بِمِثْمٍ، مَفْتُوحَةٌ ثُمَّ هَمْزَةٌ مَكْسُورَةٌ ثُمَّ تَوْنٌ مُشَدَّدَةٌ، أَيْ: عَلَامَةٌ دَالَّةٌ عَلَى لِقَائِهِ.

مِثْنَةٌ میم پر زبر پھر ہمزہ پر زیر اور نون مشدّد کے ساتھ اس کا مطلب ہے علامت جو اس کی سمجھداری پر دلیل ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تخفیف الصلاة والخطبة، ج ۳ ص ۱۱۲ رقم: ۱۲۰۲۶ الادب اللہی، باب ما یستحب من ايجاز الكلام، ج ۱ ص ۱۸۴ رقم: ۳۱۲ صحیح ابن حبان، باب صلاة الجمعة، ج ۳ ص ۳۰ رقم: ۲۶۹۱ مسند امام احمد بن حنبل، بقية حدیث عمار بن یاسر، ج ۳ ص ۲۶۲ رقم: ۱۸۲۲۴ مجمع الزوائد للہی، باب قصر الخطبة، ج ۲ ص ۳۱۴ رقم: ۲۱۵۸)

شرح حدیث: حکیم الاثنت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی فرض جمعہ خطبہ جمعہ سے بڑے ہوں کیونکہ نماز مقصود ہے، خطبہ اس کے تابع، نیز خطبہ میں خلق سے خطاب ہے اور نماز میں خالق سے عرض و معروض لہذا یہ دراز چاہیے، مگر خطبہ اتنا مختصر بھی نہ ہو کہ اس کی سنتیں رہ جائیں۔

(بزائے النبی، ج ۲ ص ۶۳۲)

حضرت معاویہ بن حکم سلمی ؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں مصروف تھا کہ حاضرین میں سے ایک آدمی کو چھینک آئی میں نے کہا یوحناک اللہ اللہ تم پر رحم فرمائے لوگوں نے مجھے تیز نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا ہائے میری ماں پیٹے تمہیں کیا ہوا۔ اس طرح مجھ کو کیوں دیکھ رہے ہیں انہوں نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے شروع کر دیے جب میں نے انہیں دیکھا کہ مجھے خاموش کرنا

(704) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السَّلْمِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَصَلُّ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقُلْتُ: يَزْحَمُكَ اللَّهُ، فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ! فَقُلْتُ: وَالْكَلَّ أُمِّيَاةً، مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ! فَجَعَلُوا يَضْرِبُونَ بِأَيْدِيهِمْ عَلَى أَلْخَاذِهِمْ! فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَيِّتُونَنِي لِكَيْفَى سَكْتُ، فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَانِي هُوَ وَأَتَانِي.

(میں نے کہا ہائے میری ماں پچھنے تمہیں کیا ہوا) عرب میں یہ لفظ تعجب پر بولا جاتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ میں اور میری ماں مجھے رورہی ہے یعنی میں نے ایسا کون سا کام کیا جو اس کے رونے کا سبب ہوا۔

(اس طرح مجھ کو کیوں دیکھ رہے ہیں) اولاً اسلام میں بحالت نماز کلام سلام بھی کیا جاتا تھا اور امام کے پیچھے قرائت بھی **وَكُنُومُوا بِنُوقِيَتِيُونِ** سے کلام و سلام بند ہوا اور **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا** سے امام کے پیچھے قرائت ممنوع ہوئی، نماز میں کلام بند ہو چکی تھی انہیں یہ خبر نہ تھی اس لیے انہوں نے یہ گفتگو کی۔

(انہوں نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے شروع کر دیے) یعنی صحابہ نے انہیں کلام سے روکنے کے لیے اپنا ایک ہاتھ ایک ایک بار ران پر مارا، اگر دونوں ہاتھ مارتے یا ایک مسلسل تین بار مارتے تو ان کی اپنی نماز جاتی رہتی کیونکہ عمل کثیر نماز فاسد کر دیتا ہے عمل قلیل بھی اگر مسلسل تین بار کیا جائے تو کثیر بن جاتا ہے اور نماز فاسد کر دیتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں ضرور ۴ انگلیوں سے دائیں بائیں دیکھنا اور عمل قلیل بھی جائز ہے۔

(تو میں خاموش ہو گیا) یعنی مجھے غصہ تو بہت آیا اور میں نے چاہا کہ کچھ اور کہوں لیکن ان بزرگوں کا ادب و احترام کرتے ہوئے میں خاموش رہا۔

(اللہ کی قسم آپ نے مجھے نہ جھڑکانا مارا نہ ہی گالی دی) فَوَاللّٰهِ لَئِنَّا كَا جَوَابِ ہے اور اس سے پچھلا جملہ معترضہ تو کھرا اور قہر ہم معنے ہیں۔ چنانچہ ایک قرأت میں ہے فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تُفْهَرُ یعنی سرکار نے اس غلطی کی وجہ سے بھ پر کسی قسم کی سختی نہ فرمائی نہایت نرمی سے مسئلہ بتا دیا۔

(نماز میں لوگوں کے کلام میں سے کوئی چیز مناسب نہیں) یعنی تمہارا ایزحٰک اللہ کہنا انسانی کلام ہے اس سے نماز جاتی رہتی ہے آئندہ نہ کہنا نماز میں صرف یہ مذکور چیزیں۔ فقہا فرماتے کہ اگر نمازی جواب کی نیت سے قرآن شریف کی آیت ہی پڑھ دے تو وہ کلام انسانی ہوگا اور نماز فاسد کر دے گا جیسے خوشی کی خبر پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور غم کی خبر پر اِنَّ لِلّٰہِ الخ۔

(یا جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا) یعنی مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ شریفہ میں شک ہے یہی تھے یا اور البتہ مضمون یہی تھا۔ خیال رہے کہ حضور علیہ السلام نے انہیں نماز لوٹانے کا حکم نہ دیا، اس لیے کہ انہیں اس آیت کے نزول کی خبر نہ تھی اور ابھی یہ قانون مشہور نہ ہوا تھا، قانون کی شہرت سے پہلے اس کے احکام مرتب نہیں ہوتے۔ اب اگر کوئی نمازی بے خبری سے یہ کرے گا تو نماز دہرانا واجب ہوگا کیونکہ یہ قانون مشہور ہو چکا ہے خبری عذر نہیں۔ لہذا یہ حدیث سواد اعظم کے خلاف نہیں۔ امام شافعی و ابو یوسف اس حدیث کی بنا پر فرماتے ہیں کہ نماز میں چھینک کا جواب دینا حرام ہے لیکن اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

(ہم میں سے کچھ لوگ نجومیوں کے پاس آتے تھے فرمایا تو ان کے پاس نہ جا) حضور علیہ السلام کو مہربان دیکھ کر دینی مسائل پوچھنے شروع کر دیے۔ کاہن وہ لوگ ہیں جنہیں شیاطین سے تعلق ہوتا ہے علم غیب کا دعویٰ کرتے ہیں اور آئندہ کی

جھوٹی سچی خبریں دیتے ہیں جیسے آج کل پنڈت اور جوگی۔ عراف وہ کہلاتے ہیں جو چھپی چیزیں چوری کے مال کا پتہ بتاتے ہیں، کاہنوں سے غیبی چیزیں پوچھنا گناہ کبیرہ بلکہ قریب کفر ہے اس کی بحث ان شاء اللہ باب الکہانت میں ہوگی۔

(جسے وہ اپنے سینوں میں پاتے ہیں یہ ان کو ہرگز (کسی کام کے لیے) نہ روکے) کفار عرب میں ذل کے بہت طریقے تھے: ان میں سے ایک پرندے اڑاتا تھا کہ اگر کسی کام کو چلے اور راستہ میں کوئی چڑیا بیٹھی ملی اسے اڑایا، اگر دائیں طرف اڑی تو سمجھے کامیابی ہے اگر سیدھی اڑھے تو سمجھے کامیابی میں دیر ہے اور اگر بائیں طرف اڑی تو ناکامی کا یقین کر کے واپس لوٹ آئے۔ حضور علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ یہ ان کے نفسیاتی وسوسے ہیں رب پر توکل چاہیے اور ایسے وہمیات کی بنا پر کام چھوڑنا نہیں چاہیے۔ قال کی بحث انشاء اللہ باب الفال میں آئے گی۔ (برائۃ الناجح، ج ۲ ص ۲۰۳)

(705) وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: وَعَظَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً وَجَلَّتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ... وَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَقَدْ سَبَقَ بِكِتَابِهِ فِي تَابِ الْأَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى السُّنَّةِ، وَذَكَرْنَا أَنَّ التِّرْمِذِيَّ، قَالَ: "إِنَّهُ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک وعظ فرمایا جس سے دل کانپ اٹھے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔ اور حدیث کو ذکر کیا جو باب الامر بالمحافظہ میں مکمل گزر چکی اور ہم نے ذکر کیا ہے کہ امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء في الاحتل بالسنة واجتناب البدع، ج ۲ ص ۲۴۴، رقم: ۲۶۶۶ سنن ابوداؤد، باب في لزوم السنة، ج ۲ ص ۲۲۸، رقم: ۴۶۰۹ سنن الکبیری للبیہقی، باب ما يقضي به القاضي ويفتي به المفتي، ج ۱ ص ۱۱۴، رقم: ۲۰۸۲۵ سنن ابن ماجه، باب اجتناب البدع والمجدل، ج ۱ ص ۱۸، رقم: ۳۶۱ سنن الدارمی، باب اتباع السنة، ج ۱ ص ۵، رقم: ۱۵)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث سنن ابوداؤد میں ابن القفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

حضرت سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی پھر اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف کر کے ایسا بیان فرمایا کہ جس سے آنسو بہہ پڑے اور دل خوف زدہ ہو گئے تو ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ عز وجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! یوں لگتا ہے کہ یہ بیان، ابوداع کہنے والے کی نصیحت کی طرح ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں کس چیز کی وصیت فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں اللہ عز وجل سے ڈرنے اور امیر کی بات سن کر اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ وہ امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ کثیر اختلافات دیکھے گا تو (اُس وقت) تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ، راہنمائی کرنے والے خلفاء کی پیروی لازم ہے، پس سنت کا دامن مضبوطی سے تھم لینا اس طرح کہ جیسے کوئی چیز داڑھوں سے پکڑتے ہو اور خود کو نئے پیدا ہونے والے کاموں سے بچا کر رکھنا کیونکہ

ہر نیا (خلاف شریعت) کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں (لے جانے والی) ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، رقم الحدیث ۴۶۵۷، ج ۲، ص ۲۶۷)

امام جلیل، عارف باللہ حضرت سیدنا عبدالغنی نابلسی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس حدیث پاک کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں: حضور نبی رحمت، شفیع امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے الوداع کہنے والے کی طرح نصیحت فرمائی یعنی ایسے شخص کی وصیت کی طرح جو اپنی قوم کو چھوڑ کر جا رہا ہو اور چاہتا ہو کہ اپنے جانے سے پہلے انہیں ان باتوں کی وصیت کر جائے کہ اس کے بعد انہیں ان باتوں کی انتہائی ضرورت پڑے گی۔ تو وہ انہیں وصیت و نصیحت کرتا ہے، خوف دلاتا ہے اور زجر و توبیخ کرتا ہے اور اپنی مخالفت سے ڈراتا ہے۔ اور یہ صرف ان کی بھلائی کی انتہائی چاہت کے سبب کرتا ہے کہ کہیں وہ اس کے بعد گمراہ نہ ہو جائیں۔ (مزید فرماتے ہیں) اس حدیث پاک میں یہ اشارہ بھی ہے کہ واعظ کو چاہے کہ بوقت وعظ اپنے پاس موجود حاضرین کو نصیحت کرنے میں پوری کوشش صرف کرے اور ایسی کوئی بھی فائدہ مند بات ترک نہ کرے جس کے متعلق جانتا ہو کہ حاضرین اس کے لئے دوسری مجلس کے محتاج ہوں گے کیونکہ دوسری مجلس تک زندہ رہنے کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اور واعظ کے لئے یہ جائز ہے کہ بغیر کوئی مشقت اٹھائے حاضرین کی حالت کے مطابق کبھی بکھارا ان کو ڈرائے اور زجر و توبیخ کرے، البتہ اس کی عادت نہ بنائے جیسا کہ حضور نبی رحمت، شفیع امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک عمل تھا کہ کبھی ڈراتے اور کبھی نہ ڈراتے۔

(الحدیقة الندیة شرح الطريقة المحمدية، الباب الاول فی الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔۔۔ الخ، ج ۱، ص ۹۵)

وعظ و نصیحت کے بے شمار فوائد ہیں، اس کے ذریعے کفار دولت اسلام سے مشرف ہوتے، مسلمانوں کے دل خوف خدا عز و جل سے لبریز اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار ہوتے، ایمان کو تازگی ملتی، اسلام کی محبت میں ترقی آتی، نیکیوں کا جذبہ ملتا، گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی، ثواب کی طلب میں اضافہ ہوتا، گناہ سے بچنے کا ذہن بنتا اور دین سیکھنے سکھانے کے لئے راہ خدا عز و جل میں سفر کا جذبہ ملتا ہے۔ الغرض وعظ و نصیحت ہر طرح سے فائدہ مند ہے۔ چنانچہ اللہ عز و جل ارشاد فرماتا ہے:

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَ يَ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔ (پ 27، الذریت: 55)

حضرت سیدنا امام فخر الدین رازی علیہ رحمۃ اللہ الوالی نے اس کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: اگر سمجھانا کسی کافر کو شرف ایمان کا فائدہ دے تو یہ مسلمان ہی کو نفع دینا ہے کیونکہ وہ مسلمان ہو چکا ہے۔

(تفسیر کبیر، سورۃ الذریت، تحت الایۃ 55، ج 10، ص 191)

92- بَابُ الْوَقَارِ وَالشَّكِينَةِ

وقار و سکون کا تذکرہ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ۝۱) (الفرقان: 63)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کہہ دیتے ہیں۔

شرح: حضرت صدر اللہ فاضل سیّدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یہ سلام متارکت ہے یعنی جاہلوں کے ساتھ مجادلہ کرنے سے اعراض کرتے ہیں یا یہ معنی ہیں کہ ایسی بات کہتے ہیں جو درست ہو اور اس میں ایذا اور گناہ سے سالم رہیں۔ حسن بھری نے فرمایا کہ یہ تو ان بندوں کے دن کا حال ہے اور ان کی رات کا بیان آگے آتا ہے، مراد یہ ہے کہ ان کی مجلسی زندگی اور خلق کے ساتھ معاملہ ایسا پاکیزہ ہے اور ان کی خلوت کی زندگی اور حق کے ساتھ رابطہ یہ ہے جو آگے بیان فرمایا جاتا ہے۔ (خزائن العرفان)

(706) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْبِعًا قَطُّ ضَاجِكًا حَتَّى تُرَى مِنْهُ لَهَوَاتُهُ، إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ ۷؎ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ۷؎ کو کبھی کھل کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے حلق کا کوا نظر آ جائے۔ آپ صرف تبسم ہی فرمایا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

اللَّهَوَاتُ: لَهَآءُ کی جمع ہے گوشت کا وہ ٹکڑا جو اندرونی منہ کی چھت کے آخری کنارہ پر ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب التبسم والضحك ج ۴ ص ۲۶ رقم: ۶۰۴۳ صحیح مسلم باب التعوذ عند روية الريح والغيم والفرح بالمطر ج ۳ ص ۲۶ رقم: ۲۱۲۳ تہذیب اللسان الکبزی باب ما جاء فی تغیر لون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ج ۳ ص ۲۱۰ رقم: ۱۱۱۳ سان ابو داؤد باب ما تقول اذا هاجت الريح ج ۳ ص ۲۸۴ رقم: ۵۱۰۰ مسند امام احمد مسند عائشہ رضی اللہ عنہا ج ۱ ص ۶۶ رقم: ۲۴۴۱۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ تفسیر ہے مستجبعا کی یعنی اس طرح ہنستے نہ دیکھا کہ آپ کا منہ شریف کھل جاتا اور میں آپ کے تالو کا آخری حصہ دیکھ لیتی۔ لہوات جمع ہے لہات کی، لہات وہ پارہ گوشت جو تالو کی انتہا اور حلق سے متصل ہے حضور انور اس طرح ساری عمر کبھی نہ ہنستے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے کبھی نہ تھے مسکراتے بہت تھے، ہنسنا قلب میں غفلت پیدا کرتا ہے تبسم خوش اخلاقی

ہے اس سے سانسے والے کو خوشی ہوتی ہے۔ شعر
جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں

اُس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

(مزاۃ النبی، ج ۲ ص ۲۰۳)

قہقہہ کی مذمت

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزّ و جلّ کے محبوب، دانائے غیوب، منزّہ عن النعیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: الْقَهْقَهَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَالتَّبَسُّمُ مِنَ اللَّهِ يَعْنِي لَهْفَهُ (قہ - قہ - ہہ) شیطان کی طرف سے ہے اور مسکرا نا اللہ عزّ و جلّ کی طرف سے ہے۔

(المعجم الصغير للطبرانی، الحديث ۱۰۵۷، ج ۲ ص ۲۱۸)

قہقہہ سے مراد آواز کے ساتھ ہنسا ہے۔ شیطان اسے پسند کرتا ہے اور اس پر سوار ہو جاتا ہے۔ جبکہ تبسم سے مراد بغیر آواز کے تھوڑی مقدار میں ہنسا ہے۔ (فیض القدر، تحت الحديث ۶۱۹۶، ج ۴ ص ۷۰۶)

نماز، علم وغیرہ عبادات کے لیے
سکون و وقار سے آنا
مستحب ہے

93- بَابُ التَّذَبُّبِ إِلَى اثْنَيْنِ الصَّلَاةِ
وَالْعِلْمِ وَتَحْوِيهِمَا مِنَ الْعِبَادَاتِ
بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو اللہ کے نشانات کی تعظیم
کرنے تو یہ کام دلوں کے تقویٰ سے ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ
فَأَتَيْنَاهُم بِتَقْوَى الْقُلُوبِ) (الحج: 32)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے
رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جب جماعت کھڑی
ہو جائے تو اس کی طرف تم دوڑ کر نہ آیا کرو بلکہ اطمینان
سے آؤ جو پالو وہ پڑھو اور جو (جماعت سے) رہ جائے
وہ پھر پوری کر لو۔ (متفق علیہ)

(707) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:
"إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَلَا تَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَسْعَوْنَ،
وَأَتُوهَا وَأَنْتُمْ تَمْشُونَ، وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ، فَمَا
أَكْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا مُتَّفَقٍ عَلَيْهِ."
زَادَ مُسْلِمٌ فِي رِوَايَةٍ لَهُ: "فَإِنْ أَحَدُكُمْ إِذَا
كَانَ يَعْبُدُ إِلَى الصَّلَاةِ فَهُوَ فِي صَلَاةٍ."

مسلم نے اپنی ایک روایت میں یہ اضافہ کیا ہے
کہ تم میں سے کوئی جب نماز کا اراد کر لیتا ہے تو وہ نماز
میں بھی ہوتا ہے۔

بودر وسکونہ ج ۲ ص ۱۰۰ رقم: ۳۸۸ سنن ابن ماجہ باب المشی الی الصلاة ج ۲ ص ۲۵۵ رقم: ۴۴۵ السنن الکبریٰ للبیہقی باب من ذکر صلاة وهو فی اخری ج ۱ ص ۲۲۱ رقم: ۳۲۱۴ سنن ابو داؤد باب السعی الی الصلاة ج ۲ ص ۲۲۲ رقم: ۵۴۲

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جماعت کے لئے گھبرا کر دوڑتے نہ آؤ کہ اس میں گر جانے چوٹ کھانے کا اندیشہ ہے۔ خیال رہے کہ رب نے جو فرمایا فاستعوا الی ذکر اللہ وہاں سعی سے مراد دوڑنا نہیں بلکہ نماز جمعہ کی تیاری کرنا ہے، لہذا آیت وحدیث میں مخالفت نہیں۔

(رہ جائے وہ پھر پوری کرلو) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جماعت میں شامل ہونے کے لئے سکون سے آنا مستحب ہے، دوڑنا مستحب کے خلاف ہے حرام نہیں، لہذا فاروق اعظم کا ایک دفعہ دوڑ کر رکوع میں شامل ہو جانا جائز نہ تھا۔ دوسرے یہ کہ آخری جزو مل جانے سے جماعت مل جاتی ہے، لہذا جو نماز جمعہ کی انتہیات میں مل جائے وہ جمعہ پڑھے۔ تیسرے یہ کہ جس رکعت میں مقتدی ملے وہ تعداد کے لحاظ سے رکعت اول ہے اور قرأت کے لحاظ سے رکعت آخری۔

جب سے وہ نماز کے ارادے سے گھر سے چلا اسے نماز کا ثواب مل رہا ہے پھر جلدی کیوں کرتا ہے، کیوں گرتا اور چوٹ کھاتا ہے، اطمینان سے آئے جو پائے اس کو ادا کرے۔ خیال رہے کہ اگر تکبیر اولیٰ یا رکوع پانے کے لئے قدرے تیزی سے آئے مگر نہ اتنی کہ چوٹ لگنے لگنے کا اندیشہ ہو تو مضائقہ نہیں جیسا کہ فاروق اعظم کا عمل پہلے بیان ہوا۔

(مزا اللہ الناجح، ج ۱ ص ۶۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ عرفہ کے دن آرہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے اونٹ کو سخت مارنے پٹنے اور ست کہنے کی آوازیں سنیں تو آپ ﷺ نے عصا سے ان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: اے لوگو! سکون کو لازم پکڑو اس لیے کہ تیز رفتاری نیکی نہیں ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔ اور مسلم نے اس کا کچھ حصہ روایت کیا ہے۔

البتہ: فرماں برداری۔ الايضاعضا (مجموعہ سے پہلے یا اور ہمزہ کسور کے ساتھ کا مطلب ہے۔ تیز رفتاری (جانور چلانے کی ایک قسم کا نام ہے)۔

(708) وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَسَبَّحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَاهُ زَجْرًا شَدِيدًا وَضَرْبًا وَصَوْتًا لِلْإِبِلِ فَأَشَارَ بِسَوْطِهِ إِلَيْهِمْ، وَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، عَلَيْكُمْ بِالشَّكِينَةِ، فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْإِيضَاعِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوَى مُسْلِمٌ بَعْضَهُ.

الْبِرُّ: الطَّاعَةُ. وَالْإِيضَاعُ عِضَادٌ مُعْجَنَةٌ قَبْلَهَا يَاءٌ وَهَمْزَةٌ مَكْسُورَةٌ، وَهُوَ: الْإِسْرَاعُ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالسکينة عند الافاضة، ج ۲ ص ۱۱۳، رقم ۱۶۶۱ صحیح مسلم: باب استحباب اقامة الحاج التلبية حتى لشرع فی رمی جمرة العقبة، ج ۳ ص ۱۱، رقم: ۲۱۳۹ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب ما یفعل من دفع من عرفة، ج ۶ ص ۱۱۹، رقم: ۵۵۹۷ مسند امام احمد بن حنبل: حدیث اسامة بن زید، ج ۶ ص ۲۰۲، رقم: ۲۱۸۰۹ الاحاد والمثنائی: باب "وقالوا عبد الله بن عبد الله بن عمر رضى الله عنه" ج ۲ ص ۶۲، رقم: ۵۵۹۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(عرفہ کے دن آرہے تھے) عرفات سے مزدلفہ کی طرف چلے دسویں ذوالحجہ کی شب کو، چونکہ یہ شب بھی نویں تاریخ میں داخل ہے اس لیے اسے یوم عرفہ فرمایا گیا، بعض لوگوں نے یوم عرفہ سے دھوکا کھایا اور منیٰ سے عرفات کی روانگی سمجھ بھٹا ہے۔ (مرقات) دسویں ذی الحجہ کی شب میں جو عرفات پہنچ جائے اسے حج مل جاتا ہے۔

(اورست کہنے کی آوازیں سنیں) کہ حجاج اونٹوں کو دوڑانے کے لیے انہیں ڈانٹ ڈپٹ و مار کر رہے تھے۔

(تیز رفتاری نیکی نہیں ہے) یعنی اس جگہ اونٹ دوڑانا ثواب نہیں بلکہ خطرہ ہے کہ گناہ بن جائے کہ ہجوم زیادہ ہے تیز دوڑانے میں حجاج کے کچل جانے چوٹ کھا جانے کا خطرہ ہے، بلکہ ثواب تو اطمینان سے اراکان ادا کرنے میں ہے، اب بھی حجاج کو چاہیے کہ وہ بھاگ دوڑ سے بچیں۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۱۹)

مہمان کی عزت و تکریم کرنا

94- بَابُ إِكْرَامِ الضَّيْفِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا ۖ قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ فَرَأَىٰ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَتَاءً يُعْجِلُ سَمِينٍ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ) (الذاریات: 24-27)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا تیرے پاس ابراہیم (علیہ السلام) کے معزز مہمانوں کی بات آئی جب وہ داخل ہوئے اور انہوں نے سلام کیا۔ (جواب میں) انہوں نے سلام فرمایا: کہ اجنبی لوگ ہیں۔ پھر آہنگی سے گھر گئے۔ اور ایک موٹا بچھڑا ان کے لیے لائے۔

اس کو ان کے قریب کیا اور کہا تم کھاتے کیوں نہیں۔

شرح: حضرت صدرالفاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت مہمان نواز تھے۔ منقول ہے کہ جب تک آپ کے دسترخوان پر مہمان نہیں آجاتے تھے آپ کھانا نہیں تناول فرماتے تھے۔ ایک دن مہمانوں کا ایک ایسا قافلہ آپ کے گھر اتر پڑا کہ ان مہمانوں سے آپ خوفزدہ ہو گئے یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے جو دس یا بارہ فرشتوں کو ہمراہ لے کر تشریف لائے تھے اور سلام کر کے مکان کے اندر داخل ہو گئے۔ یہ سب فرشتے نہایت ہی خوبصورت انسانوں کی شکل میں تھے۔ اونا تو یہ حضرات ایسے وقت تشریف لائے جو مہمانوں کے آنے کا وقت نہیں تھا۔ پھر یہ حضرات بغیر اجازت طلب کئے دندناتے ہوئے مکان کے اندر

داخل ہو گئے پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حسب عادت ان حضرات کی مہمان نوازی کے لئے ایک فرہ بھنا ہوا بچھڑا لائے تو ان حضرات نے کھانے سے انکار کر دیا۔ ان مہمانوں کی مذکورہ بالا تین اداؤں کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کچھ خدشہ گزرا کہ شاید یہ لوگ دشمن ہیں کیونکہ اس زمانے کا یہی رواج تھا کہ دشمن جس گھر میں دشمنی کے لئے جاتا تھا اس گھر میں کچھ کھاتا پیتا نہیں تھا۔ چنانچہ آپ ان مہمانوں سے کچھ خوف محسوس فرمانے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اے اللہ کے نبی علیہ السلام آپ ہم سے بالکل کوئی خوف نہ کریں ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور ہم دو کاموں کے لئے آئے ہیں پہلا مقصد تو یہ ہے کہ ہم آپ کو یہ بشارت سنائے آئے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ ایک علم والا فرزند عطا فرمائے گا اور ہمارا دوسرا کام یہ ہے کہ ہم حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب لے کر آئے ہیں۔

فرزند کی بشارت سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مقدس بیوی حضرت سارہ چونک پڑیں کیونکہ ان کی عمر ننانوے برس کی ہو چکی تھی اور وہ کبھی حاملہ بھی نہیں ہوئی تھیں۔ تعجب سے وہ چلاتی ہوئی آئیں اور ہاتھ سے ماٹھا ٹھونک کر کہنے لگیں کہ کیا مجھ بڑھیا بامجھ کے بھی فرزند ہوگا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ ہاں آپ کے رب کا یہی فرمان ہے اور وہ پروردگار بڑی حکمتوں والا بہت علم والا ہے۔ چنانچہ حضرت اسحق علیہ السلام پیدا ہوئے۔

(تفسیر خزائن العرفان، ص ۳۸۸ (ملخصاً) پ ۲۶، الذاریات: ۲۳-۲۹)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان کی قوم ان کے پاس آئی (گویا) ان کو دھکیل کر لایا گیا۔ اور پہلے وہ برے کام کے عادی تھے۔ فرمایا: اے میری قوم یہ میری قوم کی بیٹیاں تمہارے لیے ستھری ہیں۔ اللہ سے ڈرو مجھے میرے مہمانوں کے معاملہ میں رسوا نہ کرو کیا تم میں کوئی ہدایت والا شخص نہیں۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهَرَعُونَ إِلَيْهِ وَمَنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَا قَوْمِ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ زَكِيٌّ) (هود: 78)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے اور جو اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔ (متفق علیہ)

(709) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْبُتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب اکرام الضیف وخدمته ایادہ بنفسه ج ۸ ص ۲۲ رقم: ۶۱۳۶ صحیح مسلم باب المحی

علی اکرام الجار والضيف ولزوم الصمت ج ۱ ص ۵۰ رقم: ۱۸۵ سنن ابوداؤد باب فی حق الجوار ج ۲ ص ۵۰ رقم: ۱۵۶ صحیح ابن حبان باب الجار ج ۲ ص ۲۰ رقم: ۱۵۱ مسند امام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۶۲ رقم: ۱۵۱۸

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ضيافت بنا ہے ضیف سے بمعنی مائل ہونا، اصطلاح میں دعوت کو بھی کہتے ہیں اور مہمان کو بھی اس لیے مہمان کو ضیف کہا جاتا ہے جمع اضياف۔ دعوت اور مہمان دونوں میں کچھ کھانے والے کے آداب ہیں کچھ کھانے والے کے آداب۔ بہتر یہ ہے کہ ہر ایک اپنے آداب و احکام کا خیال رکھیں، یہ احکام و آداب اسی باب میں مذکور ہیں۔ بعض وقت دعوت قبول کرنا سنت ہے، بعض وقت مباح، بعض حالات میں مکروہ۔

مہمان کا احترام یہ ہے کہ اس سے خندہ پیشانی سے ملے اس کے لیے کھانے اور دوسری خدمات کا انتظام کرے حتیٰ الامکان اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت کرے، بعض حضرات خود مہمان کے آگے دسترخوان بچھاتے اس کے ہاتھ دھلاتے ہیں یہ اسی حدیث پر عمل ہے، بعض لوگ مہمان کے لیے بقدر طاقت اچھا کھانا پکاتے ہیں وہ بھی اس عمل پر ہے جسے کہتے ہیں مہمان کی خاطر تواضع۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ جو مہمان کی خدمت نہ کرے وہ کافر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مہمان کی خاطر تقاضاء ایمان کا ہے جیسے باپ اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو میری خدمت کر، مہمان کی خاطر مؤمن کی علامت ہے۔ خیال رہے کہ پہلے دن مہمان کے لیے کھانے میں تکلف کر، پھر دو دن درمیانہ کھانا پیش کر، تین دن کی بھی مہمانی ہوتی ہے بعد میں صدقہ ہے۔ (مرقات)

پڑوسی کو تکلیف دینے کے لیے کوئی کام نہ کرے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کے گیارہ حق ہیں: (۱) جب اسے تمہاری مدد کی ضرورت ہو اس کی مدد کرو (۲) اگر معمولی قرض مانگے دے دو (۳) اگر وہ غریب ہو تو اس کا خیال رکھو (۴) وہ بیمار ہو تو مزاج پرسی بلکہ ضرورت ہو تو بیماری کرو (۵) مرجائے تو جنازہ کے ساتھ جاؤ (۶) اس کی خوشی میں خوشی کے ساتھ شرکت کرو (۷) اس کے غم و مصیبت میں ہمدردی کے ساتھ شریک رہو (۸) اپنا مکان اتنا اونچا نہ بناؤ کہ اس کی ہوا روک دو مگر اس کی اجازت سے (۹) گھر میں پھل فروٹ آئے تو اسے ہدیہ بھیجتے رہو نہ بھیج سکو تو خفیہ رکھو اس پر ظاہر نہ ہونے دو، تمہارے بچے اس کے بچوں کے سامنے نہ کھائیں (۱۰) اپنے گھر کے دھوئیں سے اسے تکلیف نہ دو (۱۱) اپنے گھر کی چھت پر ایسے نہ چڑھو کہ اس کی بے پردگی ہو۔ قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے پڑوسی کے حقوق وہ ہی ادا کر سکتا ہے جس پر اللہ رحم فرمائے۔ (مرقات) کہا جاتا ہے ہمسایا اور ماں جابا برابر ہونے چاہئیں۔ افسوس! مسلمان یہ باتیں بھول گئے۔ قرآن کریم میں پڑوسی کے حقوق کا ذکر فرمایا بہر حال پڑوسی کے حقوق بہت ہیں ان کے ادا کی توفیق رب تعالیٰ سے مانگئے۔

(اچھی بات کرے یا خاموش رہے) خیر سے مراد یا اچھی بات ہے خواہ واجب ہو یا فرض یا سنت یا مستحب یا ہر مباح

بات ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مباح بات بھی زیادہ نہ کرے تاکہ ناجائز بات میں نہ پھنس جائے۔ تجربہ ہے کہ زیادہ بولنے سے اکثر ناجائز باتیں منہ سے نکل جاتی ہیں۔ مشہور مقولہ ہے کہ جو خاموش رہا وہ سلامت رہا جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا۔ فی صدی پچانوے گناہ زبان سے ہوتے ہیں اور پانچ فی صدی گناہ دوسرے اعضاء سے۔ مطلب یہ ہے کہ مؤمن کامل وہ ہے جو بھلی بات منہ سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔ خیال رہے کہ بات ہی ایمان ہے، بات ہی کفر، بات ہی مقبول ہے، بات ہی مردود۔

اور اپنے ذی رحم قرابتداروں کے حقوق ادا کرے۔ ذی رحم وہ عزیز ہے جس کا رشتہ ہم سے لسی ہو۔ محرم وہ ہے جس سے نکاح کرنا حرام ہو، لہذا ادا محرم ہے ذی رحم نہیں اور چچا زاد بھائی ذی رحم ہے محرم نہیں اور سگا بھائی بھی تجا ذی رحم بھی ہے اور محرم بھی، یہاں ذی رحم عزیز مراد ہیں خواہ محرم ہوں یا نہ ہوں اگر چہ ساس، سر، بیوی کے حقوق بھی ادا کرنا ضروری ہے مگر ان کو صد رحمی نہیں کہتے۔ یہ حدیث، طبرانی، ترمذی جامع صغیر وغیرہ میں اور طریقوں سے وارد ہوئی ہے جس میں علامات ایمان اور بہت چیزیں ارشاد ہوئیں۔ (مزاۃ الناجح، ج ۶ ص ۹۱)

حضرت ابو شریح خویلد بن عمرو خزاعی ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو کوئی اللہ اور روزِ حشر پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ مہمان کو اس کے حق کا آرام دے صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے۔ فرمایا: ایک دن اور رات مہمان نوازی تین دن ہیں جو اس کے بعد ہے وہ اس پر صدقہ ہے۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس ٹھہرا رہے حتیٰ کہ اس کو گناہ میں مبتلا کر دے صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ اسے کیسے گناہ میں مبتلا کرے گا؟ فرمایا: اس کے پاس ٹھہر جائے اور اس کے پاس مہمانی کی کوئی چیز نہ ہو۔ (مسلم)

(710) وَعَنْ أَبِي شَرِيحٍ خُوَيْلِدِ بْنِ عَمْرِو الْخَزَاعِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزًا مَقَالُوا: وَمَا جَائِزُهُ؟ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: "يَوْمُهُ وَلَيْلَتُهُ. وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، فَمَا كَانَ وَرَاءَ ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُقِيمَ عِنْدَ أَخِيهِ حَتَّى يُؤْتِمَّهُمْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ يُؤْتِمُّهُ؟ قَالَ: "يُقِيمُهُ عِنْدَهُ وَلَا شَيْءَ لَهُ يُقْرِئُ بِهِ."

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤفکارہ ج ۱ ص ۱۱ رقم: ۱۰۱۱ صحیح مسلم:

باب الضیافۃ ونحوہا ج ۱ ص ۱۲ رقم: ۱۲۱۰ الادب للبیہقی باب فی اکرام الضیف ج ۱ ص ۲۸ رقم: ۲۸ سنن ابوداؤد باب ما جاء

لی الضیافۃ ج ۲ ص ۲۴۲ رقم ۱۰۰، مسند ترمذی باب ما جاء فی الضیافۃ کھوج ص ۲۲۵ رقم ۱۱۶۶

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام خویلد ابن عمرو ہے، عدوی ہیں، قبیلہ بنی کعب سے ہیں، فتح مکہ کے دن بنی کعب کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا، مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

ہمارا مہمان وہ ہے جو ہم سے ملاقات کے لیے باہر سے آئے خواہ اس سے ہماری واقفیت پہلے سے ہو یا نہ ہو۔ جو ہمارے اپنے ہی محلہ یا اپنے شہر میں سے ہم سے ملنے آئے دو چار منٹ کے لیے وہ ملاقاتی ہے مہمان نہیں اس کی خاطر تو کرو مگر اس کی دعوت نہیں ہے اور جو ناواقف شخص اپنے کام کے لیے ہمارے پاس آئے وہ مہمان نہیں جیسے حاکم یا مفتی کے پاس مقدمہ والے یا فتویٰ والے آتے ہیں یہ حاکم کے مہمان نہیں۔

حضرت لیث اس کی بناء پر فرماتے ہیں کہ مہمان کو ایک شب کھانا کھانا داجب ہے اگر نہ کھلائے گا تو گنہگار ہوگا۔ جائزہ کے معنی ہیں عطیہ ہدیہ، اس کی جمع ہے جواز جیسے فاضلہ کی جمع فواضل یعنی مہمان کا مضبوط و پختہ حق۔

اگر صاحب خانہ خود ہی بخوشی روکے تو رک جانے میں حرج نہیں لیکن اس پر تنگی ہو اور مہمان ڈنار ہے یہ بے غیرتی بھی ہے اور مسلمان کو تنگ کرنا بھی یہ ممنوع ہے۔ یہ قوانین آج عیسائیوں نے اختیار کر لیے ہیں، انکے ہاں مہمان پہلے ہی خط لکھ دیتا ہے کہ میں اتنے روز کے لیے آپ کے ہاں آ رہا ہوں، پھر جب وہ دن گزر جاتے ہیں اور یہ مہمان کسی وجہ سے ٹھہرتا ہے تو صاحب خانہ کو ان زائد دنوں کا بل ادا کرتا ہے۔ (برزۃ الناجح، ج ۶ ص ۹۱)

مہمان نوازی کی سنتیں اور آداب

مہمان نوازی کرنا سنت مبارک ہے، احادیث مبارکہ میں اس کے بہت سے فضائل بیان کئے گئے ہیں بلکہ یہاں تک فرمایا کہ مہمان باعث خیر و برکت ہے۔ ایک دفعہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں مہمان حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قرض لے کر اس کی مہمان نوازی فرمائی۔ چنانچہ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ فلاں یہودی سے کہو کہ مجھے آٹا قرض دے۔ میں رجب شریف کے مہینے میں ادا کر دوں گا (کیونکہ ایک مہمان میرے پاس آیا ہوا ہے) یہودی نے کہا، جب تک کچھ گروی نہیں رکھو گے، نہ دوں گا۔ حضرت سیدنا ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں واپس آیا اور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس کا جواب عرض کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، واللہ! میں آسمان میں بھی امین ہوں اور زمین میں بھی امین ہوں۔ اگر وہ دے دیتا تو میں ادا کر دیتا۔ (اب میری وہ زرہ لے جا اور گروی رکھ آ۔ میں لے گیا اور زرہ گروی رکھ کر لایا) (المعجم الکبیر، الحدیث ۹۸۹، ج ۱، ص ۲۳۱)

مہمان باعث خیر و برکت ہے

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس گھر میں مہمان ہو اس گھر میں خیر و برکت اسی طرح دوڑتی ہے جیسے اونٹ کی کوہان سے چھڑی (تیزی سے گرتی ہے)، بلکہ اس سے بھی تیز۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الضیافۃ، الحدیث ۳۳۵۶، ج ۲، ص ۵۱)

چھڑی اونٹ کے کوہان پر رکھ دیں تو فوراً لڑھک کر نیچے کی طرف آ جاتی ہے، مہمان کی وجہ سے خیر و برکت اس سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ نازل ہوتی ہے۔

مہمان میزبان کے گناہ معاف ہونے کا سبب ہوتا ہے

سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے، جب کوئی مہمان کسی کے یہاں آتا ہے تو اپنا رزق لے کر آتا ہے اور جب اس کے یہاں سے جاتا ہے تو صاحبِ خانہ کے گناہ بخشے جانے کا سبب ہوتا ہے۔

(کشف الخفاء، حرف الصادقۃ، الحدیث ۱۶۴۱، ج ۲، ص ۳۳)

دس فرشتے سال بھر تک گھر میں رحمت لٹاتے ہیں

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی حضرت براء بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے براء! آدمی جب اپنے بھائی کی، اللہ عزوجل کے لئے مہمان نوازی کرتا ہے اور اس کی کوئی جزاء اور شکر یہ نہیں چاہتا تو اللہ عزوجل کی اس کے گھر میں دس فرشتوں کو بھیج دیتا ہے جو پورے ایک سال تک اللہ عزوجل کی تسبیح و تہلیل اور تکبیر پڑھتے اور اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور جب سال پورا ہو جاتا ہے تو ان فرشتوں کی پورے سال کی عبادت کے برابر اس کے نامہ اعمال میں عبادت لکھ دی جاتی ہے اور اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے کہ اس کو جنت کی لذیذ غذا میں جَنَّۃُ الْخُلْدِ اور نہ فنا ہونے والی بادشاہی میں کھلائے۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، قسم الافعال، الحدیث ۲۵۹۷۲، ج ۹، ص ۱۱۹)

سبحان اللہ، سبحان اللہ! کسی کے گھر مہمان تو کیا آتا ہے گویا اللہ عزوجل کی رحمت کی چھما چھم برسات شروع ہو جاتی ہے اس قدر اجر و ثواب اللہ! اللہ!

اچھی خبر پر مبارک باد اور خوشخبری

دینا مستحب ہے

95- بَابُ اسْتِجَابِ التَّبَشِيرِ

وَالْتَهْنِئَةِ بِالْخَيْرِ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میرے ان بندوں کو

خوشخبری دے دو جو بات کو توجہ سے سنتے ہیں۔ پھر ان

تمام اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ

يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ) (الزمر:

18-17)

شرح: حضرت صدر الا فاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزانہ العرفان میں اس سے تحت لکھتے ہیں:

شان نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما لائے تو آپ کے پاس حضرت عثمان اور عبدالرحمن ابن عوف اور طلحہ وزبیر وسعد بن ابی وقاص وسعید بن زید آئے اور ان سے حال دریافت کیا انہوں نے اپنے ایمان کی خبر دی یہ حضرات بھی سن کر ایمان لے آئے ان کے حق میں یہ نازل ہوئی۔

(تفسیر خزائن العرفان)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان کو ان کا رب اپنی طرف سے رحمت و رضا کی خوشخبری عطا فرماتا ہے۔ اور ایسی جنتوں کی جن میں ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا تھا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہم نے اس (ابراہیم) کو حلم والے بیٹے کی خوشخبری دی۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور قسم ہے ہمارے قاصدا ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس خوشخبری لائے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ان کی بیوی کھڑی تھی وہ ہنس پڑی ہم نے اس کو اسحاق کی بشارت دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پس فرشتوں نے اسے آواز دی اور وہ اپنی جگہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب فرشتوں نے کہا: اے مریم یقیناً اللہ تعالیٰ تجھے اپنی طرف سے ایک کلمہ کی (عظیم نشان) بشارت عطا فرماتا ہے۔ اس کا نام مسیح ہے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ) (التوبة: 21)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَأَبَشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ) (فصلت: 30)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (فَبَشِّرْ نَاكَ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ) (الصافات: 101)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَى) (هود: 69)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَأَمْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشِّرْ نَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ) (هود: 71)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمَحَارِبِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَى) (آل عمران: 39)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ) (آل عمران: 45) الْآيَةُ.

وَالْآيَاتِ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ مَعْلُومَةٌ وَأَمَّا
الْأَحَادِيثُ فَكَثِيرَةٌ جِدًّا وَهِيَ مَشْهُورَةٌ فِي
الصَّحِيحِ مِنْهَا:

(711) عَنْ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَيُقَالُ: أَبُو مُحَمَّدٍ
وَيُقَالُ: أَبُو مُعَاوِيَةَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَّرَ
خَدِيجَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ
لَا صَنْبٍ فِيهِ، وَلَا نَصَبٍ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

"الْقَصَبُ": هُنَا اللَّوْلُؤُ الْمَجُوفُ. وَالصَّخَبُ:
الضِّيَاخُ وَاللَّغَطُ. وَ"النَّصَبُ": الثَّعْبُ.

اس باب میں آیات بکثرت ہیں اور مشہور ہیں اور
احادیث صحیح تو بہت زیادہ مشہور ہیں۔ بعض ان میں سے
درج ذیل ہیں۔

حضرت ابو ابراہیم اور ابو محمد بھی کہا گیا اور ابو معاویہ
بھی کہا گیا۔ عبد اللہ بن اوفیؓ سے روایت ہے کہ رسول
اللہؐ نے حضرت خدیجہؓ کو جنت میں موتیوں کے
گھر کی خوشخبری دی کہ اس میں نہ شور ہے نہ تھکاوٹ۔

(متفق علیہ)
الْقَصَبُ: سوراخ دار یا وہ موتی جو اندر سے خالی
ہو۔ صَخَبُ: شور و غل۔ نَصَبُ: ٹکان و تھکاوٹ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ وفضلہا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، ج ۳، ص ۳۹، رقم:
۳۸۱۹ صحیح مسلم، باب فضائل خدیجہ أم المؤمنین رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، ج ۳، ص ۱۳۳، رقم: ۴۲۶۹ المعجم الصغير، باب الالف من اسمه
احمد، ج ۳، ص ۳۲، رقم: ۱۱۱ سنن ترمذی، باب فضل خدیجہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، ج ۳، ص ۴۰۲، رقم: ۲۸۴۹ سنن الکبیری للنسائی، باب مناقب
خدیجہ بنت خویلد، ج ۳، ص ۴۳، رقم: ۸۳۵۸)

شرح حدیث: حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے پہلی بیوی اور رفیقہ حیات ہیں یہ خاندان قریش کی بہت ہی باوقار و
ممتاز خاتون ہیں ان کے والد کا نام خویلد بن اسد اور ان کی ماں کا نام فاطمہ بنت زائدہ ہے ان کی شرافت اور پاک دامن کی
بنا پر تمام مکہ والے ان کو طاہرہ کے لقب سے پکارا کرتے تھے انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق و عادات اور
جمال صورت و کمال سیرت کو دیکھ کر خود ہی آپ سے نکاح کی رغبت ظاہر کی چنانچہ اشراف قریش کے مجمع میں باقاعدہ نکاح
ہوا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بہت ہی جاں نثار اور وفا شعار بیوی ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وسلم کو ان سے بہت ہی بے پناہ محبت تھی چنانچہ جب تک یہ زندہ رہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی دوسری عورت
سے نکاح نہیں فرمایا اور یہ مسلسل پچیس سال تک محبوب خدا کی جاں نثاری و خدمت گزاری کے شرف سے سرفراز رہیں حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ان سے اس قدر محبت تھی کہ ان کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی محبوب ترین
بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم! خدیجہ سے بہتر مجھے کوئی بیوی نہیں ملی جب سب
لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا اس وقت وہ مجھ پر ایمان لائیں اور جب سب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے اس وقت انہوں نے
میری تصدیق کی اور جس وقت کوئی شخص مجھے کوئی چیز دینے کے لئے تیار نہ تھا اس وقت خدیجہ نے مجھے اپنا سارا سامان دے

دیا اور انہیں کے شکم سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا فرمائی۔ (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدیۃ، حضرت خدیجہ ماجدہؓ، ج ۲، ص ۳۶۳ والاستیاب، کتاب النساء ۷۳۳، خدیجہ بنت خویلد، ج ۲، ص ۳۷۹)

اس بات پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر یہی ایمان لائے اور ابتداء اسلام میں جب کہ ہر طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کا طوفان اٹھا ہوا تھا ایسے خوف ناک اور کھنکھناتے وقت میں صرف ایک حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہی ذات تھی جو پر والوں کی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہو رہی تھیں اور اتنے خطرناک اوقات میں جس استقلال و استقامت کے ساتھ انہوں نے خطرات و مصائب بمقابلہ کیا اس خصوصیت میں تمام ازواج مطہرات پر ان کو ایک ممتاز فضیلت حاصل ہے۔

ان کے فضائل میں بہت سی حدیثیں بھی آئی ہیں چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمام دنیا کی عورتوں میں سب سے زیادہ اچھی اور باکمال چار بیبیاں ہیں ایک حضرت مریم دوسری آسیہ فرعون کی بیوی تیسری حضرت خدیجہ چوتھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام دربار نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) یہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک برتن میں کھانا لے کر آرہی ہیں جب یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آجائیں تو ان سے ان کے رب عزوجل کا اور میرا سلام کہہ دیجئے اور ان کو یہ خوشخبری سنا دیجئے کہ جنت میں ان کے لئے موتی کا ایک گھر بنا ہے جس میں نہ کوئی شور ہوگا نہ کوئی تکلیف ہوگی۔

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ، رقم ۳۸۲۰، ج ۲، ص ۵۶۵)

سرکارِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی وفات کے بعد بہت سی عورتوں سے نکاح فرمایا لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی محبت آخر عمر تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک میں رہی بسی رہی یہاں تک کہ ان کی وفات کے بعد جب بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں کوئی بکری ذبح ہوتی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کے یہاں بھی ضرور گوشت بھیجا کرتے تھے اور ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بار بار حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر فرماتے رہتے تھے ہجرت سے تین برس قبل پینسٹھ برس کی عمر پر کرمہ رمضان میں مکہ مکرمہ کے اندر انہوں نے وفات پائی اور مکہ مکرمہ کے مشہور قبرستان جحون (جنت المعلیٰ) میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی قبر انور میں اتر کر اپنے مقدس ہاتھوں سے ان کو سپرد خاک فرمایا اس وقت تک نماز جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انکی نماز نہیں پڑھائی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات سے تین یا پانچ دن پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابوطالب کا انتقال ہو گیا تھا ابھی چچا کی وفات کے صدمہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گزر رہے ہی تھے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہو گیا اس سانحہ کا قلب مبارک پر

اتنا زبردست صدمہ گزرا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سال کا نام عام الحزن (غم کا سال) رکھ دیا۔ (جنی زیورہ ۷۷)

(712) وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ: أَنَّهُ تَوَضَّأَ فِي بَيْتِهِ، ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ: لَا كُزْمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا كُوتَنَ مَعَهُ يَوْمَ هَذَا، فَجَاءَ الْمَسْجِدَ فَسَأَلَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا وَجَّهَ هَاهُنَا، قَالَ: فَخَرَجْتُ عَلَى أَثَرِهِ أَسْأَلُ عَنْهُ، حَتَّى دَخَلْتُ بَيْتَ أَرَيْسٍ، فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ حَتَّى قَطَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهُ وَتَوَضَّأَ، فَقُمْتُ إِلَيْهِ، فَإِذَا هُوَ قَدْ جَلَسَ عَلَى بَيْتِ أَرَيْسٍ وَتَوَسَّطَ قَفَّهَا، وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبَيْتِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انصَرَفْتُ، فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ فَقُلْتُ: لَا كُوتَنَ بَرَكَاتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَدَفَعَ الْبَابَ فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ: أَبُو بَكْرٍ، فَقُلْتُ: عَلَى رِسْلِكَ، ثُمَّ قَهْبْتُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا أَبُو بَكْرٍ يُسْتَأْذِنُ، فَقَالَ: «إِذْنٌ لَهُ وَبَشِيرَةٌ بِالْجَنَّةِ» فَأَقْبَلْتُ حَتَّى قُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ: ادْخُلْ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ، فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى جَلَسَ عَنِ يَمِينِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ فِي الْقَفِّ، وَدَلَّ رِجْلَيْهِ فِي الْبَيْتِ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ، ثُمَّ رَجَعْتُ وَجَلَسْتُ، وَقَدْ تَرَكْتُ ابْنِي يَتَوَضَّأُ وَيُلْحَقُنِي، فَقُلْتُ: إِنْ يُرِيدُ اللَّهُ بِفُلَانٍ - يُرِيدُ أَخَاهُ خَيْرًا يَأْتِي بِهِ - فَإِذَا إِنْسَانٌ يُحَرِّكُ الْبَابَ، فَقُلْتُ:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے گھر میں وضو کیا اور نکلے اور کہا میں آج رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہوں گا۔ پھر مسجد میں آئے اور آپ ﷺ کے بارے پوچھا لوگوں نے بتایا کہ اس طرف گئے ہیں فرماتے ہیں کہ میں آپ کے نشان قدم پر پوچھتے ہوئے چل پڑا۔ حتیٰ کہ برابر میں جا پہنچا۔ میں دروازہ کے پاس بیٹھا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت سے فارغ ہوئے اور وضو کیا پھر اٹھ کر میں آپ کی طرف آیا۔ دیکھا کہ آپ برابر میں کے منڈیر پر بیٹھے ہیں اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا ہٹایا اور کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ میں نے انہیں سلام عرض کیا۔ پھر میں واپس لوٹا اور دروازے کے پاس بیٹھ گیا میں نے کہا کہ میں آج رسول اللہ ﷺ کا دربان بنوں گا۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے دروازہ پر دستک دی میں نے کہا کون ہیں خواب دیا ابو بکر میں نے کہا ٹھہر جائیے۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا عرض کیا: یا رسول اللہ! ابو بکر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ فرمایا: ان کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دو۔ میں متوجہ ہوا حتیٰ کہ میں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہا داخل ہو جائیں اور آپ کو رسول اللہ ﷺ جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ پس حضرت ابو بکر آنے اور رسول اللہ ﷺ کے دائیں جانب منڈیر پر آپ کے ساتھ بیٹھ گئے رسول اللہ ﷺ کی طرح اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا دیے اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا ہٹا دیا۔ پھر میں لوٹا اور دروازہ کے پاس بیٹھ گیا۔

مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ. فَقُلْتُ: عَلَى رِسْلِكَ ثُمَّ جِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَقُلْتُ: هَذَا عُمَرُ يَسْتَأْذِنُ، فَقَالَ: "اِئْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَبَشَّرْتُ عُمَرَ، فَقُلْتُ: اِئْذَنْ وَبَشِّرْكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ، فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُبِّ عَنْ يَسَارِهِ وَدَلَّ رِجْلَيْهِ فِي الْبُيْتِ، ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ، فَقُلْتُ: إِنْ يُرِيدُ اللَّهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا - يَعْنِي أَخَاهُ - يَأْتِ بِهِ، فَجَاءَ إِنْشَاءً فَحَرَكَ الْبَابَ. فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ: عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ. فَقُلْتُ: عَلَى رِسْلِكَ، وَجِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: "اِئْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلَوَى تُصِيبُهُنَّ فَجِئْتُ، فَقُلْتُ: ادْخُلْ وَبَشِّرْكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلَوَى تُصِيبُكَ، فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْقُبَّ قَدْ مَلِيَ، فَجَلَسَ وَجَاهَهُمْ مِنَ الشِّقِّ الْأَخِيرِ. قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: فَأَوَلَتْهَا قُبُورُهُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

میں اپنے ایک بھائی کو وضو کرتے ہوئے چھوڑ آیا تھا کہ وہ مجھے پیچھے سے آ کے مل جائے گا تو میں نے کہا کہ اگر اللہ فلاں سے بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کو لائے فلاں سے مراد وہی بھائی ہے اچانک کوئی انسان دروازہ کو حرکت دیتا ہے۔ میں نے کہا کون؟ جواب دیا: عمر بن خطاب میں نے کہا: ٹھہریے۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور عرض کی: یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ سے اجازت مانگ رہے ہیں۔ فرمایا: ان کو اجازت دے دے اور جنت کی خوشخبری دے۔ میں نے حضرت عمر سے آ کر کہا آپ نے اجازت عطا فرمائی ہے اور آپ کو رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے۔ پس وہ داخل ہوئے اور بنی اکرم رضی اللہ عنہ کے ساتھ منڈیر پر آپ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا دیئے۔ میں پھر لوٹا اور بیٹھ گیا۔ میں دل میں کہنے لگا اگر اللہ فلاں سے یعنی اپنے بھائی کے بارے بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کو لے آئے تو ایک انسان آیا۔ اس نے دروازہ کو حرکت دی میں نے کہا کون؟ جواب دیا: عثمان بن عفان۔ میں نے کہا ٹھہر جائیں اور میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ اور ان کے بارے آپ کو بتایا تو آپ تو فرمایا: اس کو اجازت دے اور جنت کی بشارت دے ایک مصیبت کے ساتھ جو اس پر آئے گی۔ میں آیا اور کہا داخل ہو جائیں آپ کو رسول اللہ ﷺ جنت کی بشارت دیتے ہیں ایک آزمائش کے ساتھ جو تم پر آئے گی۔ تو وہ داخل ہوئے۔ انہوں نے منڈیر کو پر پایا تو دوسری جانب اس

کے سامنے آ بیٹھے۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں: میں نے اس کا مطلب قبول سمجھا ہے۔ (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں یہ زیادہ ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے دروازہ کی دربانی کا حکم فرمایا اور اس میں ہے کہ جب حضرت عثمان کو بشارت دی تو انہوں نے اللہ کی حمد بیان کی اور کہا اللہ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے۔

وجہ: داد پر زبر اور جیم پر شد کے ساتھ یعنی متوجہ ہوئے۔ بیئر اریس: ہمزہ پر زبر اور را پر زیر کے ساتھ اس کے بعد یا مثناة کے نیچے زیر پھر سین مہملہ یہ منصرف ہے۔ بعض نے اسے غیر منصرف بھی کہا ہے۔ القف: قاف پر پیش اور فا پر شد کے ساتھ کنوئیں کی منڈیر کو کہتے ہیں۔ علی رسلک: راہ پر زیر مشہور ہی ہے لیکن اس پر زبر بھی پڑھی گئی ہے اس کا مطلب ہے: ٹھہر جا۔

وَزَادَ فِي رِوَايَةٍ: وَأَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ الْبَابِ. وَفِيهَا: أَنَّ عُمَانَ جِئَنَ بِبَشَرَةٍ حَمْدَ اللَّهِ تَعَالَى، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُ الْمُسْتَعَانُ.

وَقَوْلُهُ: "وَجَّهْتُ فَتَحَ الْوَاوِ وَتَشْدِيدِ الْجِيمِ. آئِي: تَوَجَّهَ. وَقَوْلُهُ: "بِئْرٍ أَرِيسُهُو بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَكَسْرِ الرَّاءِ وَبَعْدَ كَاةٍ يَاءٌ مُثْنَاةٌ مِنْ تَحْتِ سَاكِنَةٍ ثُمَّ سَيْنٌ مُهْمَلَةٌ وَهُوَ مَضْرُوفٌ وَمِنْهُمْ مَنْ مَنَعَ صَوْرَتَهُ، وَالْقُفْ بِضَمِّ الْقَافِ وَتَشْدِيدِ الْفَاءِ: وَهُوَ الْمَبْنِيُّ حَوْلَ الْبِئْرِ. وَقَوْلُهُ: "عَلَى رَسْلِكَ كَسْرِ الرَّاءِ عَلَى الْمَشْهُورِ، وَقِيلَ: يَفْتَحُهَا، آئِي: اذْفُقْ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت متخذاً خلیلاً ج ۸ ص ۸۸ رقم: ۳۶۴۲ صحیح مسلم باب من فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۱۱۸ رقم: ۶۳۶۶ مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی موسیٰ الاشعری ج ۲ ص ۳۱۲ رقم: ۱۱۵۲۶ سنن ترمذی باب فی مناقب عثمان بن عفان ج ۵ ص ۶۳۱ رقم: ۲۶۱۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حائط دراصل دیوار کو کہتے ہیں پھر اس باغ کو کہہ دیتے ہیں جو چار دیواری سے گھرا ہو یہاں وہی مراد ہے اور حضرت ابو موسیٰ اس باغ کے دروازے پر حضور کے دربان بن بیٹھے تھے حضور انور وسط باغ میں جلوہ افروز تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق نے دروازہ کھٹکھٹایا ابو موسیٰ اشعری نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی صاحب دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں کیا کھول دوں تب یہ فرمایا۔ معلوم ہوا حضور انور نے نور نبوت سے یہ بھی دیکھ لیا کہ آنے والے جناب صدیق ہیں اور یہ بھی کہ وہ قطعی جنتی ہیں فرمایا دروازہ بھی کھول دو اور انہیں جنت کی بشارت بھی دے دو۔

اس کا شکر کیا کہ اب میں رجسٹری شدہ جنتی ہو گیا کہ مالک جنت نے مجھے اپنی زبان سے جنتی فرما دیا صلی اللہ علیہ وسلم جسے حضور انور صرف مسلمان کہہ دیں اس کی تقدیر جاگ جاوے۔

یہ ہے حضور انور کی شان بشری حضور انور کی بشارت و نذارت سن کر نہیں بلکہ دیکھ کر ہے جس درجہ کا جو جنتی ہے اس درجہ کی اسے بشارت ہے۔ جنت کی بشارت میں حسن خاتمہ، قبر کے سوالات میں کامیابی، حشر میں کامیابی، پل صراط پر خیریت سے گزرنا سب ہی آگیا کیونکہ جنت تو ان چیزوں کے بعد ملے گی، اب ان حضرات کا دوزخی ہونا ایسا ہی ناممکن ہو گیا جیسے دو خدا ہونا بالکل ناممکن ہے کیونکہ ہم نے جس زبان سے اللہ کی وحدانیت سنی اسی زبان سے ان کا جنتی ہونا سنا، حضور کی زبان وہ زبان ہے جس پر خود اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے۔ ان کا ہر کلام وحی الہیہ ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ یعنی ان حضرات کو دوزخی ماننے والا ایسا ہی جہنمی ہے جیسے دو خدا ماننے والا۔

یہاں علی بمعنی مع ہے یعنی انہیں جنت کی بشارت دو مگر ایک مصیبت عظمیٰ کے سات۔ خیال رہے کہ مؤمن کی تکالیف اور مصیبتیں بھی اللہ کی رحمتیں ہوتی ہیں اس لیے اس مصیبت کی بشارت دی گئی۔ (مرقات)

حضرت عثمان غنی نے دونوں چیزوں پر خدا کا شکر کیا مگر بلا وقفہ پھر اللہ سے بدد مانگی کہ مجھے صبر کی توفیق ملے۔ خیال رہے کہ ایسے موقعہ پر دفعیہ کی دعا کرنا ممنوع ہے کہ اس میں ایک طرح کی بے صبری ہے۔ عہدیت کے اظہار کے لیے ہر وقت دعائیں مانگو مگر امتحان کے موقعہ پر دفعیہ کی دعا نہ کرو بلکہ صبر کر کے پاس ہونے کی کوشش کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین کی شہادت کی تفصیلی خبر دی تو فرمایا اللھم اعط حسین صبرا جمیلا واجرا جزیلا خدا یا میرے حسین کو صبر جمیل دے اور اجر جزیل یعنی بڑا ثواب دے۔ دفعیہ کی دعا نہ کی بچہ کو امتحان سے بچاتے نہیں بلکہ محنت کرا کے کامیاب کراتے ہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۸ ص ۳۲۶)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ارد گرد بیٹھے تھے۔ ہمارے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر ؓ بھی تھے اور ایک جماعت بھی موجود تھی تو رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھ کھڑے ہوئے تو آپ نے کافی دیر کر دی ہم ڈر گئے کہ ہماری عدم موجودگی میں آپ کو شہید نہ کر دیا گیا ہو اور ہم گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔ میں سب سے پہلے گھبرایا میں رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرنے نکلا حتیٰ کہ میں انصار کے ایک باغ کے پاس آیا میں نے اس کا چکر لگایا کہ مجھے دروازہ ملے جو مجھے نہ ملا۔ اچانک مجھے ایک نالہ نظر آیا جو بیرونی کنویں سے باغ کی دیوار میں سے آرہا

(713) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:
كُنَّا قُعُودًا حَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،
وَمَعَنَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي بَقْرٍ، فَقَامَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِنَا
فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا، وَخَشِينَا أَنْ يُقْتَطَعَ دُونَنَا وَقَرَعَنَا
فَقُمْنَا، فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ قَرَعَ، فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى آتَيْتُ حَائِطًا
لِلْأَنْصَارِ لِبَنِي النَّجَّارِ، فَدُرْتُ بِهِ هَلْ أَجِدُ لَهُ أَبًا؟
فَلَمْ أَجِدْ! فَإِذَا رَبِيعٌ يَدْخُلُ فِي جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ
بَيْتٍ خَارِجَهُ - وَالرَّبِيعُ: الْجَدُولُ الصَّغِيرُ -
فَاخْتَفَرْتُ، فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "أَبُو هُرَيْرَةَ أَفَقُلْتُ: نَعَمْ، يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: "مَا شَأْنُكَ أَقُلْتُ: كُنْتُ بَيْنَ أَظْهُرِنَا فَقُمْتُ فَأَبْطَأْتُ عَلَيْنَا، فَخَشِينَا أَنْ تُقْتَطَعَ دُونَنَا، فَفَزِعْنَا، فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزَعَ، فَأَتَيْتُ هَذَا الْحَائِطَ، فَاحْتَفَرْتُ كَمَا يَحْتَفِرُ الشَّعْلَبُ، وَهُوَ لَا النَّاسَ مِنْ وَرَائِي، فَقَالَ: سَيَا أَبَا هُرَيْرَةَ تَوَاعَظَانِي نَعَلَيْهِ، فَقَالَ: "أَذْهَبُ بِنَعْلَيْ هَاتَيْنِ، فَمَنْ لَقِيتُ مِنْ وَرَاءِ هَذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَيِقِنًا بِهَا قَلْبُهُ، فَبَشِيرَةٌ بِالْجَنَّةِ... وَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطَوِيلِهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تھا۔ (ربیع کا معنی چھوٹا نالہ ہے۔) میں سمٹ کر لومڑی کی طرح اندر داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: ابو ہریرہ ہے میں نے عرض کیا: ہاں! یا رسول اللہ! فرمایا: تجھے کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ ہمارے درمیان تھے پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور دیر لگا دی ہم ڈر گئے کہ آپ کو ہماری عدم موجودگی میں شہید نہ کر دیا گیا ہو۔ تو ہم گھبرا گئے اور میں سب سے پہلے گھبرایا تو میں اس باغ کے پاس آ پہنچا۔ پھر میں سکڑا جس طرح لومڑی سکڑتی ہے اور اندر آ گیا اور لوگ میرے پیچھے آرہے ہیں۔ آپ نے مجھے اپنا جوڑا مبارک عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: اے ابو ہریرہ میرا یہ جوڑا لے جا اس دیوار کے پیچھے تم کو جو ملے اور وہ یقین قلب سے لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہو تو اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ اور یہی حدیث ذکر کی۔ (مسلم)

"الرَّبِيعُ": التَّهْرُ الضَّعِيفُ، وَهُوَ الْجَذْوَلُ - بِفَتْحِ الْجِيمِ - كَمَا فَسَّرَهُ فِي الْحَدِيثِ. وَقَوْلُهُ: "اِحْتَفَرْتُ تُرْوَى بِالزَّاءِ وَبِالزَّاءِ، وَمَعْنَاهُ بِالزَّاءِ: تَضَامُنْتُ وَتَضَاعَرْتُ حَتَّى أَمَكَّنِي الدُّخُولُ.

الرَّبِيعُ: چھوٹی نہر کھالا۔ الْجَذْوَلُ: جیم پر زبر کے ساتھ جیسا کہ حدیث میں اس کی تفسیر وارد ہے۔ اِحْتَفَرْتُ: را اور زا دونوں طرح روایت کیا گیا ہے۔ زاء کے ساتھ اس کا مطلب ہے میں سکڑا چھوٹا بنا حتیٰ کہ میں نالے میں داخل ہو سکا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب من لقی اللہ بالایمان وهو غیر شاک فیہ دخلاً الجنة وحرماً علی النار: ج ۱ ص ۳۰۸ رقم: ۱۵۱ صحیح ابن حبان: باب فی الخلافة والامارة: ج ۱ ص ۳۰۸ رقم: ۳۵۴ جامع الاصول: الباب التاسع فی فضائل الاعمال والاقوال: الفصل الاول: ج ۱ ص ۳۵۹ رقم: ۴۰۴ مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الایمان: الفصل الثالث: ج ۱ ص ۲۹ رقم: ۲۹)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس بیٹھے تھے۔ ہمارے ساتھ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے کہ اچانک ہمارے درمیان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ گئے واپسی میں دیر لگائی

ہم ڈر گئے کہ مبادا حضور کو ہماری غیر حاضری میں کوئی ایذا پہنچے ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے گھبرانے والا پہلا میں تھا میں حضور کو ڈھونڈھنے نکل کھڑا ہوا یہاں تک کہ انصار بنی نجار کے ایک باغ میں پہنچا باغ کے ارد گرد گھوما کہ کوئی دروازہ ملے مگر نہ ملا ایک نالی تھی جو بیر دنی کنوئیں سے باغ میں جاتی تھی فرماتے ہیں کہ میں سکڑ کر نالی میں گھس کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا حضور نے فرمایا کیا ابو ہریرہ ہیں میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ فرمایا تمہارا کیا حال ہے میں نے عرض کیا کہ حضور ہم میں تشریف فرماتے اچانک اٹھ آئے اور واپسی میں دیر ہوئی ہم ڈر گئے کہ مبادا حضور کو ہماری غیر موجودگی میں ایذا پہنچے تو ہم گھبرا گئے پہلے میں ہی گھبرایا تو اس باغ میں آیا اور میں لومڑی کی طرح سکڑ گیا اور باقی یہ لوگ میرے پیچھے ہی ہیں حضور نے فرمایا اے ابو ہریرہ اور مجھے اپنے نعلین شریف عطا کئے فرمایا ہمارے نعلین لے جاؤ جو تمہیں اس باغ کے پیچھے یقین دل سے یہ گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دو پہلے جن سے ملاقات ہوئی وہ عمر تھے وہ بولے اے ابو ہریرہ یہ جوتے کیسے ہیں میں نے کہا کہ یہ حضور کے نعلین پاک ہیں مجھے یہ دیکر حضور نے اس لیے بھیجا ہے کہ جو مجھے یقین دل سے گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دوں جناب عمر نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا کہ میں چت گر گیا اور فرمایا لوٹ چلو ابو ہریرہ تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور رو کر فریاد کی اور مجھ پر عمر کی ہیبت سوار ہو گئی تھی دیکھا تو وہ میرے پیچھے ہی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو ہریرہ کیا حال ہے میں نے کہا کہ میں جاب غمر سے ملا اور انہیں وہ ہی پیغام سنایا جو دے کر حضور نے مجھے بھیجا تھا تو انہوں نے میرے سینے پر ایسا مارا کہ میں چت گر گیا اور فرمایا کہ لوٹو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر اس کام پر تمہیں کس خیال نے ابھارا وہ عرض کرنے لگے میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ کیا آپ نے ابو ہریرہ کو نعلین پاک دے کر اس لیے بھیجا کہ جو انہیں یقین دل سے یہ گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دیں فرمایا ہاں عرض کیا ایسا نہ کیجئے میں خوف کرتا ہوں کہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے انہیں چھوڑ دیں کہ عمل کرتے رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا چھوڑ دو۔ (مسلم)

حکیم الثاثر حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جماعت صحابہ میں یہ دونوں بزرگ ایسا درجہ رکھتے ہیں جیسے تاروں میں چاند و سورج اسی لیے اکثر جگہ ان کا ذکر خصوصیت سے ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ صحابہ کے شیخین ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں، محدثین کے شیخین بخاری و مسلم، فقہاء کے شیخین امام ابو حنیفہ و ابو یوسف رضی اللہ عنہم، منطق کے شیخین بوعلی سینا و فارابی ہیں۔

(حضور کو ہماری غیر حاضری میں کوئی ایذا پہنچے) اس طرح کہ ہم خدمت میں حاضر نہ ہوں حضور کہیں اکیلے ہوں اور کوئی دشمن آپ کو ایذا پہنچائے کیونکہ عرب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت دشمن ہیں، یہ گھبراہٹ اسباب کے لحاظ سے ہے، ورنہ اللہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔

(انصار بنی نجار کے ایک باغ میں پہنچا) بنی نجار انصار کا ایک بڑا قبیلہ ہے۔ حائط وہ باغ کہلاتا ہے جس کے آس پاس دیوار ہو اور ایک دروازہ۔ بستان ہر باغ کو کہہ سکتے ہیں دیوار سے گھرا ہوا یا نہ ہو۔

(باغ کے ارد گرد گھوما) اس لیے کہ اندازے سے مجھے پتا لگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں ہیں۔ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ نسیم جمال نے بوئے محبوب عاشق کے دماغ محبت میں پہنچائی، جیسے بوئے یوسفی مصر سے کنعان پہنچ گئی، مگر عشاق کے حال مختلف ہوتے ہیں کبھی قبض، کبھی بسط۔

(مگر نہ ملا) یعنی دروازہ موجود تھا مگر نظر نہ آیا اور فتنگی عشق محبوب کی وجہ سے۔

(جو بیرونی کنوئیں سے باغ میں جاتی تھی) وہ نظر آگئی پیاروں کے حال نیارے ہوتے ہیں، ان کی کیفیات عقل سے وراہ ہیں، دیکھو رب کی شان کہ دروازہ نظر نہ آیا اور نالی سوجھ گئی، یہ واردات ان لوگوں پر گزرتی ہیں جنہیں عشق سے حقہ ملا ہو۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا) معلوم ہوتا ہے کہ نالی بہت تنگ تھی جس میں حضرت ابو ہریرہ بتکلف داخل ہوئے۔ خیال رہے کہ بغیر اجازت نالیوں کے ذریعہ کسی کے گھر یا باغ میں چلا جانا از روئے قانون ممنوع ہے، مگر یہ عشق کا کرشمہ تھا خود کو آتش نمرود میں ڈالنا، بے قصور فرزند کو ذبح کرنا سب عشق کی جلوہ گری ہے، قانون اس سے کوسوں دُور ہے۔

(حضور نے فرمایا کیا ابو ہریرہ ہیں) یہ سوال تعجب کی بنا پر ہے کہ دروازہ ہوتے ہوئے نالی کے رستہ پہنچے یا دروازہ بند تھا اور آگئے۔

(فرمایا تمہارا کیا حال ہے) یعنی پریشان کیوں ہو، ہانپ کیوں رہے ہو۔

(پہلے میں ہی گھبرایا) اس میں اللہ کی نعمت کا اظہار ہے نہ کہ فخر و ریا، یعنی مجھے اللہ نے حضور کا ایسا عشق دیا ہے کہ آپ کے بغیر صبر نہیں کر سکتا۔

(لومڑی کی طرح سکنڑ گیا) اس میں اظہار معذرت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس گھبراہٹ میں آداب و ربار بجا نہ لاسکا، بغیر اذن آگیا، سلام بھی کرنا بھول گیا، حالانکہ یہ دونوں حکم قرآنی ہیں مگر ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے۔

(باقی یہ لوگ میرے پیچھے ہی ہیں) یعنی شرع۔

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم ازیں مے پچومن بسا رشد مست

ع ایک میں ہی نہیں عالم ہے طلبگار تیرا

(مجھے اپنے نعلین شریف عطا کئے) کیوں عطا کئے، عاقل تو یہ کہتے ہیں کہ نشانی کے طور پر تا کہ معلوم ہو کہ حضور کے بھیجے ہوئے ہیں۔ عاشق کہتے ہیں نہیں صحابی سچے ہیں ان کی ہر بات بغیر نشانی مانی جاتی ہے۔ منشاء یہ ہے کہ آگے

صرف "لا الہ الا اللہ" کا ذکر ہے، ابو ہریرہ کو کفش بردار بنا کر یہ بتایا کہ کلمہ اور توحید اس کا معتبر ہے جو ہمارا کفش بردار ہو، اس میں تبلیغ قوی کے ساتھ تبلیغ عملی بھی ہے، عشق کی تفسیر سے حدیث پر کوئی اعتراض نہ رہا، کفش برداری میں سارے عقائد و اعمال آگئے، ان کا نعلین بردار یقیناً جنتی ہے۔

(جو تمہیں اس باغ کے پیچھے یقین دل سے یہ گواہی دیتا ملے) سبحان اللہ! کیا لطیف اشارہ ہے یعنی یہ بشارت ہر شخص کو نہ دینا کہ ہر کوئی یہ راز سمجھے گا نہیں، صرف جناب عمر کو بتانا جو تمہیں اس باغ کے پیچھے ہی مل جائیں گے، جو ہمارے راز دار ہیں۔

(اسے جنت کی بشارت دے دو) یعنی ان سے کہہ دو کہ تم جنتی ہو۔ یقیناً اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور کو یہ خبر تھی کہ حضرت ابو ہریرہ کو پہلے حضرت عمر ہی ملیں گے۔ دوسرے یہ کہ حضرت عمر یقینی لازمی جنتی ہیں۔ تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی سعادت و شقاوت کی خبر ہے۔ چوتھے یہ کہ مسلمان کو زبان سے کلمہ طیبہ پڑھنا ضروری ہے صرف عقیدے پر کفایت نہ کرے، زبان سے اقرار بھی کرے۔ پانچویں یہ کہ اس قسم کی احادیث عوام تک بغیر شرح نہ پہنچائی جاویں، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قید لگادی کہ جو تمہیں اس باغ کے پیچھے مسلمان ملے صرف اسے بشارت دو۔

(جن سے ملاقات ہوئی وہ عمر تھے) یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا ظہور ہے کہ فرمایا تھا جو تمہیں اس باغ کے پیچھے ملے، ملاقات حضرت عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تفسیر ہے۔

(میرے سینہ پر ہاتھ مارا) یہاں تھوڑا مضمون پوشیدہ ہے، یعنی مجھ سے فرمایا لوٹ چلو، میں نہ مانا، تب آپ نے مجھے مارا کیونکہ بیرم کچھ کہے سے مارنا عقل کے خلاف ہے۔ (مرقاۃ) اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں مارنا مقصود نہ تھا بلکہ آگے جانے سے روکنا اور منہ پھیر کر مجبوراً واپس کرنا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کمزور تھے۔ اس تھوڑی سی حرکت دینے سے گر پڑے اور اگر مارا ہی ہو تب بھی خرچ نہیں کہ جناب عمر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے مثل استاد یا کم از کم بڑے بھائی کی طرح تھے۔

(فرمایا لوٹ چلو ابو ہریرہ) خیال رہے کہ اس فرمان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت نہیں، مقصد یہ ہے کہ اے ابو ہریرہ! تم تعمیل کر چکے ہو، میں تمہیں مل گیا تم نے مجھے فرمان سنا دیا۔ حدیث اپنے انتہا کو پہنچ گئی، اس کی عام اشاعت کی ضرورت نہیں۔ خیال رہے کہ حدیث کا مبداء نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حدیث کا منتہی مجتہد ہیں۔ عوام براہ راست حدیث رسول پر عمل نہ کریں بلکہ مجتہد سے سمجھ کر عمل کریں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَعَلَّہُمُ الَّذِینَ یَسْتَكْبِطُوْنَ حدیث و قرآن طب روحانی کی دوائیں ہیں۔ کسی طبیب روحانی کے مشورہ سے استعمال کرو ورنہ مارے جاؤ گے۔ یہ حدیث تقلید آئمہ کی قوی دلیل ہے۔

(اور رو کر فریاد کی) یعنی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی پناہ لی جیسے بچہ مادر مہربان کی۔ خیال رہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہاں آ کر روئے وہاں نہ روئے تھے کیونکہ مظلوم فریاد رس کو دیکھ کر رویا کرتا ہے۔

(مجھ پر عمر کی ہیبت سوار ہو گئی تھی) یہ عرب کا محاورہ ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں پر قرض سوار ہو گیا یعنی غالب آ گیا۔ (انہوں نے میرے سینے پر ایسا مارا کہ میں چت گر گیا اور فرمایا کہ لوٹو) یعنی اس کام کے لیے یہاں سے آگے نہ بڑھو خواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس چلویا اور کام کیلئے جاؤ۔

(اے عمر اس کام پر تمہیں کس خیال نے ابھارا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو واپس کرنے پر نہ کہ انہیں مارنے پر، جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔ اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ شکایات وغیرہ میں اکثر ایک کی خبر معتبر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے گواہی مانگی اور نہ جناب عمر سے اقرار کرایا صرف لوٹانے کی وجہ پوچھی۔

(یا رسول اللہ کیا آپ نے ابو ہریرہ کو نعلین پاک دے کر اس لیے بھیجا) یہ عرض معروض بارگاہ نبوی کے آداب میں سے ہے نہ کہ حضرت ابو ہریرہ پر بدگمانی کی بنا پر کیونکہ سارے صحابہ عادل ہیں، ان کی خبریں معتبر، جب شاہی کارندے کے کسی کام پر بادشاہ سے عرض معروض کرنا ہو تو پہلے بادشاہ سے تصدیق کر لینی ادب دربار ہے۔

(جنت کی بشارت دے دیں) خیال رہے کہ اس جگہ ایک چیز کا ذکر نہیں آیا یعنی اس باغ کے پیچھے معلوم ہوتا ہے کہ جناب عمر ازدار پیغمبر ہیں دلی رازوں سے خبردار ہیں۔

(عرض کیا ایسا نہ کیجئے) یعنی آئندہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو عام لوگوں سے یہ کلام کرنے کی اجازت نہ دیں اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک مشورہ کی پیش کش ہے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سرتابی۔ رب فرماتا ہے وَشَاوْزْهُمْ فِي الْاَمْرِ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَكَ عَلَيْهِمْ حُكْمٌ اِنَّكَ لَتَكُنْ مِنَ الْغَالِبِينَ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر عتاب نہ کیا بلکہ آپ کا مشورہ قبول کر لیا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جناب عمر کی عقل و دانائی حضور سے زیادہ ہے۔ اس حدیث کا راز کچھ اور ہی ہے جو ہم پہلے عرض کر چکے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم اپنے موقع پر پہنچ چکا، تعمیل ارشاد ہو چکی۔

(کہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے) یعنی وہ نو مسلم لوگ جو ابھی تک منشاء کلام سمجھنے کے لائق نہیں ہیں وہ ظاہر الفاظ سن کر اعمال ہی چھوڑ بیٹھیں گے اور سمجھیں گے کہ نجات کے لئے صرف کلمہ پڑھ لینا کافی ہے، اس لئے موجودہ زمانے کے اہل حدیث حضرات کو عبرت پکڑنی چاہیے جو ہر حدیث پر بلا سوچے سمجھے عمل کرنے کے مدعی ہیں۔ آیات قرآنیہ پر بھی اندھا دھند گرنا حرام ہے، رب فرماتا ہے: ذَالِذِیْنِ اِذَا ذُكِّرُوْا بِآیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخْفَوْا عَلَیْہَا صُغًا وَّعُثٰیًا۔

(کہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے) یعنی تمہاری رائے منظور ہے، بہت درست ہے۔ خیال رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے جناب حضرت ابو ہریرہ کا نہ قصاص دلویا نہ ان سے معافی دلوائی۔ کیونکہ حضرت عمر مجتہد ہیں۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ محض محدث، مجتہد استاد ہیں، محدث شاگرد، استاد پر شاگرد کا قصاص لازم نہیں اگرچہ

غلطی سے سزا دیدے۔ دیکھو موکی علیہ السلام نے خطاء ہارون علیہ السلام کے بال پکڑ کر کھینچے مگر رب نے ان سے قصاص نہ دلویا (قرآن حکیم) ہماری اس شرح سے حسب ذیل سوالات اٹھ گئے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ کو باغ کا دروازہ نظر کیوں نہ آیا تالی کیوں نظر آئی (۲) آپ دوسرے کے باغ یا مکان میں اجازت کیوں گئے (۳) آپ نے پہلے سلام کیوں نہ کیا (۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نعلین شریف کیوں نہ فرمائیں (۵) حضرت عمر نے اشاعت حدیث سے جناب ابو ہریرہ کو کیوں روکا (۶) انہیں مارا کیوں (۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کیوں کرائی (۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فرمان کے اشاعت نہ کرنے کی رائے کیوں دی (۹) حضور نے ان کی رائے قبول کیوں کر لی (۱۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس مار کا بدلہ کیوں نہ لیا گیا۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۱ ص ۳۷)

ابو شماسہ کہتے ہیں۔ ہم حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ موت کی حالت نزع میں تھے۔ آپ کافی دیر روتے رہے اور اپنا چہرہ دیوار کی جانب کر لیا۔ تو ان کے بیٹے نے کہا ابا جان کیا آپ کو رسول اللہؐ نے اس طرح بشارت نہیں دی کیا آپ کو رسول اللہؐ نے فلاں چیز کی بشارت نہیں دی تو انہوں نے اپنا چہرہ اس طرف متوجہ کیا اور کہنے لگے یقیناً سب سے افضل چیز جس کو ہم شمار کرتے ہیں وہ۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا ہے۔ مجھ پر تین دور گزرے میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ مجھ سے زیادہ رسول اللہؐ کا دشمن کوئی اور نہ تھا اور مجھے سب سے زیادہ یہ بات پسند تھی کہ موقعہ پا کر آپ کو قتل کر سکوں۔ اگر میں اس حال میں مرجاتا تو جہنمی ہوتا پھر جب اللہ نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا تو میں نبی اکرمؐ کے پاس حاضر ہوا میں نے عرض کیا: اپنا ہاتھ پھیلاؤں تاکہ میں آپ کی بیعت کروں تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ پھیلا یا میں نے اپنا ہاتھ روک لیا فرمایا: اے

(714) وَعَنْ أَبِي شَمَّاسَةَ، قَالَ: حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ فِي سَيَاقَةِ الْمَوْتِ، فَبَكَى طَوِيلًا، وَحَوَّلَ وَجْهَهُ إِلَى الْجِدَارِ، فَجَعَلَ ابْنُهُ يَقُولُ: يَا أَبَتَاهُ، أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَاءٍ، أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَاءٍ، فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهِ، فَقَالَ: إِنَّ أَفْضَلَ مَا نَعِدُ شَهَادَةً أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، إِنْ قَدْ كُنْتُ عَلَى أَطْبَاقٍ ثَلَاثٍ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَمَا أَحَدٌ أَشَدُّ بُغْضًا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي، وَلَا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكُونَ قَدِ اسْتَمَكَّ مِنْهُ فَقَتَلْتُهُ، فَلَوْ مِتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ لَكُنْتُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَلَمَّا جَعَلَ اللَّهُ الْإِسْلَامَ فِي قَلْبِي أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: ابْسُطْ يَمِينَكَ فَلَا بُايْعَكَ، فَبَسَطَ يَمِينَهُ فَقَبِضْتُ يَدِي، فَقَالَ: «مَا لَكَ يَا عَمْرُو؟ قُلْتُ: أَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِطَ، قَالَ: «تَشْتَرِطُ مَاذَا؟ قُلْتُ: أَنْ يُغْفَرَ لِي، قَالَ: «أَمَّا عَلِمْتُ أَنْ الْإِسْلَامَ يَهْدِي مَا كَانَ

قَبْلَهُ وَأَنْ هِجْرَةً فَلَهُمْ مَا كَانَ قَبْلَهَا، وَأَنْ الْحَجَّ
يَهْدِيهِمْ مَا كَانَ قَبْلَهُ أَوْ مَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَى مَنْ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا أَجَلَ فِي
عَمَلِي مِنْهُ وَمَا كُنْتُ أَطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنِي مِنْهُ،
إِجْلَالًا لَهُ وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَوْصِلَهُ مَا أَطَقْتُ، لِأَنِّي
لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنِي مِنْهُ، وَلَوْ مُتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ
لَرَجَوْتُ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، ثُمَّ وَلَيْتَنَا أَشْيَاءَ
مَا أَكْرَهِي مَا حَالِي فِيهَا، فَإِذَا أَكَا مَتَّ فَلَا تَصْحَبِي
تَائِبَةً وَلَا تَارًا، فَإِذَا دَفَنْتُمُونِي فَشُنُّوا عَلَى التُّرَابِ
شَنًّا، ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا تُنَحَرُ جُزُورُ،
وَيُقَسَّمُ لَحْمُهَا، حَتَّى اسْتَأْنَسَ بِكُمْ، وَأَنْظَرِ مَا
أَرَا جُعِي بِهِ رُسُلَ رَبِّي، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

عمر و کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا میرا ارادہ ہے کہ شرط
لگا لوں فرمایا کس چیز کی شرط لگاتا ہے۔ میں نے کہا کہ
میری مغفرت کر دی جائے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم کو علم
نہیں کہ اسلام پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ ہجرت
پہلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج پہلے گناہوں کو مٹا دیتا
ہے اور پھر رسول اللہ ﷺ سے زیادہ پیارا اور عظیم تر میری
آنکھ میں کوئی نہ تھا۔ اور میں آپ کی تعظیم کی وجہ سے
آپ کو آنکھ بھر کر نہ دیکھ پاتا تھا۔ اگر مجھ سے سوال کیا
جائے کہ آپ کی وصف بیان کروں تو میں نہیں کر سکتا۔
اگر میں اس حال میں مرجاتا تو امید ہے کہ میں اہل جنت
سے ہوتا پھر ہم کو کچھ چیزوں پر والی بنایا گیا۔ میں نہیں
جانتا اس میں میرا کیا حال ہوگا۔ تو جس وقت میں مر
جاؤں تو میرے ساتھ بن کرنے والی کوئی نہ ہو۔ اور نہ
ہی آگ ہو تو جب تم مجھ کو دفن کر لو تو مجھ پر مٹی آرام سے
ڈالنا۔ پھر میری قبر کے گرد ٹھہر جانا اتنی دیر کہ جس میں
اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے تاکہ
میں تم سے انس حاصل کر سکوں اور دیکھوں کہ اپنے رب
کے قاصدوں کو کس چیز کے ساتھ جواب دیتا ہوں۔
(مسلم)

قَوْلُهُ: "شُنُّوْا رُوِي بِالْشَّيْنِ الْمُعْجَمَةِ
وَالْمُهْمَلَةِ، أَيْ: صُبُّوْهُ قَلِيلًا قَلِيلًا، وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ
أَعْلَمُ.

شُنُّوْا: شَيْنٌ مَهْمَلٌ اور مُعْجَمٌ دونوں طرح روایت کیا
گیا ہے یعنی تھوڑی تھوڑی کر کے مٹی ڈالنا اور اللہ سبحانہ و
تعالیٰ ہی زیادہ علم والا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب کون الاسلام یهدی ما قبله و کذا الهجرة ج ۱ ص ۷۸، رقم: ۲۲۱ السنن الکبریٰ
لسیوطی: باب الکافر الحزلی یقتل مسلما ثم یسلم ج ۱ ص ۷۸، رقم: ۱۸۱۵۲ مستخرج ابی عوانة: بیان دفع الائم عن الذی یاتی
الشیء والمنهی عنه قبل علیہ ج ۱ ص ۷۸، رقم: ۱۵۱ مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الایمان الفصل الاول ج ۱ ص ۸، رقم: ۲۸۰)

شرح حدیث: بندے کے لئے اللہ عز و جل کی محبت کا بیان

اس بات پر آیات و احادیث دلالت کرتی ہیں۔ اللہ عز و جل کا فرمان عالیشان ہے:

(1) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهِ صَفًا

ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا (صف) باندھ کر۔

(پ 28، الف: 4)

(2) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الشّٰوِیِّیْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔

(پ 2، البقرہ: 222)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سید المہلغین، زحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: جب اللہ عز و جل کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا اور گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الشّٰوِیِّیْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔

(پ 2، البقرہ: 222)

اس کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ عز و جل کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو مرنے سے پہلے اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے ہر اس کے گزشتہ گناہ نقصان نہیں دیتے اگرچہ کثیر ہوں جس طرح اسلام قبول کرنے والے کو گزشتہ کفر نقصان نہیں دیتا۔

اللہ عز و جل نے محبت کے لئے گناہوں کی بخشش کا ذکر فرمایا: ارشاد خداوندی ہے:

يُحِبُّكُمْ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ *

ترجمہ کنز الایمان: اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ (پ 3، عمران: 31)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الدُّنْيَا لِمَنْ يُّحِبُّ وَلَمْ يَنْ لَّا يُحِبُّ، وَلَا يُعْطِي الْاٰمَانَ اِلَّا لِمَنْ يُّحِبُّ۔

ترجمہ: بے شک اللہ عز و جل دنیا سے بھی دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اسے بھی جس سے محبت نہیں کرتا

لیکن ایمان صرف اُسے عطا فرماتا ہے جس سے محبت کرتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الزحد، باب کلام ابن مسعود، الحدیث ۳۰، ج ۸، ص ۱۶۱)

شہنشاہ خوش خصال، پیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانِ رفعت نشان ہے: جو اللہ عز و جل کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ عز و جل اسے بلندی عطا فرماتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ عز و جل اسے پست کر دیتا ہے اور جو اللہ عز و جل کو کثرت سے یاد کرتا ہے تو وہ اس سے محبت فرماتا ہے۔
(المعجم للأوسط، الحدیث ۳۸۹۲، ج ۳، ص ۳۸۲) (موسوعة لابن ابی الدنیا، کتاب التواضع والخلو، الحدیث ۷۷، ج ۳، ص ۵۵۲)

حدیثِ قدسی میں ہے، اللہ عز و جل نے ارشاد فرمایا:

فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ، كُنْتُ سَعَةً، الَّذِي يَسْتَعْمِدُ۔

ترجمہ: جب میں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سوتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، الحدیث ۶۵۰۲، ص ۵۳۵)

حضرت سیدنا زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عز و جل بندے سے محبت کرتا ہے حتیٰ کہ وہ محبتِ الہی میں اس مقام تک جا پہنچتا ہے کہ اللہ عز و جل ارشاد فرماتا ہے: تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔
سرکارِ والا تنہا، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: اللہ عز و جل فرماتا ہے: بندہ نفعی عبادت کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، الحدیث ۶۵۰۲، ص ۵۳۵)

اللہ عز و جل کی بندے سے محبت کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ عز و جل کے علاوہ سے وحشت محسوس کرتا ہے اور اللہ عز و جل اس کے اور تمام اسباب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

شہنشاہ خوش خصال، پیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و ملال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: اللہ عز و جل جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے آزمائش میں ڈال دیتا ہے اور جب اس سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے تو اس کو چن لیتا ہے۔ پوچھا گیا: چننے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: اس کا مال اور اولاد نہیں چھوڑتا۔

(فردوس الاخبار للذہبی، باب الالف، الحدیث ۹۷۳، ج ۱، ص ۱۵۱)

ساتھی کو رخصت کرنے اور سفر پر جدائی کے

وقت اسے وصیت کرنے اور اس کے

لیے دعا کرنے اور اپنے لیے

دعا کی درخواست کرنے کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس کی وصیت ابراہیم

96- بَابُ وَدَاعِ الصَّاحِبِ وَوَصِيَّتِهِ

عِنْدَ فِرَاقِهِ لِسَفَرٍ وَغَيْرِهِ

وَالدُّعَاءُ لَهُ وَطَلَبِ

الدُّعَاءِ مِنْهُ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَوَصَّي بِهَا إِبْرَاهِيمَ بَنِيهِ

وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُمْ مُسْلِمُونَ أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَالِاهُ آبَاؤُكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَهُهَا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (البقرة: 132-133)

(علیہ السلام) نے اپنے بیٹوں کو کی اور یعقوب (علیہ السلام) نے (فرمایا): اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لیے دین کو منتخب فرمایا ہے تو تم صرف مسلمان ہی مرنے۔ کیا تم حاضر تھے جب یعقوب (علیہ السلام) کے پاس موت حاضر ہوئی۔ جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہم آپ کے اور آپ کے باپ داؤد ابراہیم اسماعیل اور اسحاق کے مبعود کی عبادت کریں گے جو ایک ہی معبود ہے اور ہم اس کے لیے اسلام لانے والے ہیں۔

شرح: حضرت صدرالفاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزان العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شان نزول: یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی انہوں نے کہا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے روز اپنی اولاد کو یہودی رہنے کی وصیت کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے اس بہتان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (خازن) معنی یہ ہیں کہ اے بنی اسرائیل تمہارے پہلے لوگ حضرت یعقوب علیہ السلام کے آخر وقت ان کے پاس موجود تھے جس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلا کر ان سے اسلام و توحید کا اقرار لیا تھا اور یہ اقرار لیا تھا جو آیت میں مذکور ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے آباء میں داخل کرنا تو اس لئے ہے کہ آپ ان کے چچا ہیں اور چچا بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اور آپ کا نام حضرت اسحاق علیہ السلام سے پہلے ذکر فرماتا دو وجہ سے ہے ایک تو یہ کہ آپ حضرت اسحاق علیہ السلام سے چودہ سال بڑے ہیں دوسرے اس لئے کہ آپ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد ہیں۔ (تفسیر خزان العرفان)

اور احادیث میں سے حضرت زید بن ارقم کی طویل حدیث باب اکرام اہل بیت رسول ﷺ میں (نمبر 346) کے تحت گزر چکی ہے۔ (ایک حصہ اس کا ذکر کرتے ہیں) فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لیے ہمارے درمیان کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثنا کی

(715) وَأَمَّا الْآحَادِيثُ فَمِنْهَا: حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - الَّذِي سَبَقَ فِي بَابِ أَكْرَامِ أَهْلِ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِينَا خَطِيبًا، فَحَمِدَ اللَّهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَوَعَّظَ وَذَكَّرَ، ثُمَّ

قَالَ: «أَمَّا بَعْدُ إِلَّا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ لِّؤَشْكُ أَنْ يُآتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَهُ وَآنَا تَارِكٌ بِفِيكُمْ ثَقَلَيْنِ، أَوَّلُهُمَا: كِتَابُ اللَّهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ، فَخُذُوا بِكِتَابِ اللَّهِ وَاسْتَنِسُوا بِهِ، فَحَقِّي عَلَى كِتَابِ اللَّهِ وَرَغَبْ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: «وَأَهْلُ بَيْتِي، أَذْكُرْكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي وَآلِ مُسْلِمٍ، وَقَدْ سَبَقَ بِطَوْلِهِ».

اور وعظ و نصیحت کی اور پھر فرمایا۔ اما بعد: خبردار اے لوگو! میں ایک انسان ہوں عنقریب میرے رب کا قاصد آئے گا، تو میں لبیک کہوں گا۔ میں تم میں دو قابل قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ پہلی چیز اللہ کی کتاب ہے اس میں ہدایت اور نور ہے، تو اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامو تو آپ نے اللہ کی کتاب پر برا بیختہ کیا اور شوق دلایا پھر فرمایا اور میرے اہل بیت۔ میں تم کو اپنی آل کے سلسلے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں (کہ ان سے حسن سلوک کرنا) (مسلم) پوری حدیث پیچھے گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من فضائل علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج ۱، ص ۱۲۲، رقم: ۱۳۶۸، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب یمان اہل بیتہ اللہن ہم آلہ، ج ۲، ص ۱۳۸، رقم: ۲۹۶۱، سنن الدارمی، باب فضل من قرأ القرآن، ج ۲، ص ۵۲۲، رقم: ۳۳۱۱، سنن الکبریٰ للنسائی، من اسمہ العباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ، ج ۱، ص ۵۱، رقم: ۸۱۴۵، مسند امام احمد، حدیث زید بن ارم، ج ۲، ص ۳۶۱، رقم: ۱۹۲۸۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اے لوگو! میں ایک انسان ہوں) چونکہ میں بشر ہوں لہذا مجھے بھی موت یقیناً آنی ہے۔

جو یہاں آیا ہے اس کو ہوگا جانا ایک دن سب کو ہے منھا خلقنا کم کا صدمہ ایک دن

(عنقریب میرے رب کا قاصد آئے گا) رسول رب سے مراد یا حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں جو سب کے پاس موت کے وقت آتے ہیں، یا حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جو وفات شریف کے وقت ملک الموت کے ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے استقبال کے لیے بارگاہ الہی میں ساتھ لے جانے کے لیے۔

(میں تم میں دو قابل قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں) ثقلین بنا ہے ثقل سے بمعنی بوجھ، جن و انس کو بھی ثقلین کہتے ہیں کہ زمین میں ان کا بڑا وزن ہے، پھر فرمان الہی احکام شرعیہ کو ثقل کہتے ہیں کہ ان پر عمل نفس پر بوجھ ہے اِنَّا سَنُلْقِيْكَ ثِقْلًا چونکہ قرآن مجید پر عمل اہل بیت کی اطاعت نفس پر بھاری ہے لہذا انہیں ثقلین فرمایا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ ثقلین بمعنی زینت کی چیز ہیں۔ جن و انس کو ثقلین اس لیے فرمایا گیا ہے کہ ان سے زمین کی زینت ہے سَنَقُودُ لَكُمْ آيَةَ الثَّقَلَانِ محشر میں انہیں کا حساب و کتاب ہے، چونکہ ایمان کی زینت دین کی رونق قرآن مجید اور اہل بیت اطہار سے ہے اس لیے انہیں ثقلین فرمایا۔ (مرقات) یعنی دو بھاری بھر کم چیزیں یا نفیس ترین چیزیں جو متاع ایمان میں سب سے زیادہ قیمتی ہیں۔

(اس میں ہدایت اور نور ہے) یعنی قرآن مجید میں عقائد و اعمال کی ہدایت ہے اور یہ دنیا میں دل کا نور ہے قیامت میں پلصراط کا نور۔

(تو اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامو) استمساک کے معنی ہیں مضبوطی سے تھامنا کہ چھوٹ نہ جائے قرآن کریم کو ایسی مضبوطی سے تھامو کہ زندگی اس کے سایہ میں گزرے موت اس کے سایہ میں آئے کیونکہ ۔
گرتوی خواہی مسلمان زیستن نیست ممکن جز بقرآن زیستن

خیال رہے کہ کتاب اللہ میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہے کہ وہ کتاب اللہ کی شرح اور اس پر عمل کرانے والی ہے، سنت کے بغیر کتاب اللہ پر عمل ناممکن ہے لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ صرف قرآن کافی ہے حدیث کی ضرورت نہیں بلکہ فقہ بھی کتاب اللہ کی ہی شرح یا حاشیہ ہے۔

(براہیختہ کیا اور شوق دلایا) یعنی قرآن مجید پر عمل نہ کرنے سے ڈرا یا عمل کرنے پر رغبت دی ثواب کا وعدہ فرمایا۔
(ان سے حسن سلوک کرنا) یعنی میری اولاد میری ازواج جناب علی وغیرہم ان کی اطاعت ان سے محبت کرو۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ بیت یعنی گھر دو ہیں: ایک جسم کا گھر، دوسرے ذکر کا گھر یہ دونوں آبادی دنیا کا ذریعہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم خانہ والے تو آپ کی اولاد ازواج ہیں اور ذکر خانہ والے تاقیامت علماء اولیاء صالحین ہیں ان کے دلوں میں حضور کا نور بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہیں۔ (حکیم علی ترمذی، ائحة اللغات)

میں تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ سے ڈراتا ہوں، ان کی نافرمانی بے ادبی بھول کر بھی نہ کرنا ورنہ دین کھو بیٹھو گے۔ خیال رہے کہ حضرات صحابہ اور اہل بیت کی لڑائیاں جھگڑے عداوت و بغض کے نہ تھے بلکہ اختلاف رائے کے تھے جیسے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا اختلاف رائے یوسف علیہ السلام کے متعلق یا جناب سارہ کا اختلاف رائے حضرت ہاجرہ سے لہذا وہ نہ کفر ہیں نہ الحاد ورنہ لازم آئے گا کہ حضرت علی و عائشہ دونوں پر الزام آ جاوے کہ دونوں اہل بیت ہیں اور ان دونوں بزرگوں کی جنگ ہوئی جمل میں، اس پر مفصل گفتگو ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھو۔

یہ فرمان عالی اس آیت کی طرف اشارہ ہے **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا** جیسے کنویں میں گیا ہوا ڈول رسی سے وابستہ رہے تو پانی لے آتا ہے وہاں کی کچھڑ میں نہیں پھنستا لیکن اگر رسی سے کھل جاوے تو وہاں کی دلدل میں پھنس جاتا ہے، دنیا کنواں ہے جہاں نیک اعمال و ایمان کا پانی بھی ہے اور کفر و گناہوں کی دلدل بھی، ہم لوگ گویا ڈول ہیں اگر قرآن اور صاحب قرآن سے وابستہ رہے تو یہاں کے کفر و عصیان میں نہیں پھنسیں گے نیک اعمال کا پانی لے کر بخیریت اپنے گھر پہنچیں گے۔ خیال رہے کہ قرآن رسی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اوپر کھینچنے والے مالک ہیں اور اگر حضور رسی ہیں تو رب تعالیٰ اوپر کھینچنے والا۔ امام ابو صیری کہتے ہیں ۔

ری کا ایک کنارہ ڈول میں ہوتا ہے دوسرا کنارہ اوپر والے بکے ہاتھ میں اگر اوپر والا ہاتھ نہ کھینچے تو ری ڈول کو نہیں نکال سکتی۔

لہذا کوئی قرآن چھوڑ کر ہدایت پر نہیں آ سکتا۔ خیال رہے کہ بعض مؤمنین بغیر کتاب اللہ صرف نبی کے ذریعہ رب تک پہنچ گئے جیسے فرعون جادوگر یا جیسے وہ لوگ جو عین جہاد میں ایمان لا کر فوزِ اشہید ہو گئے مگر کوئی شخص صرف کتاب اللہ سے بغیر نبی رب تک نہیں پہنچا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱ ص ۷۳)

حضرت ابوسلیمان مالک بن حویرث رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہم سب ہم عمر جوان تھے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تقریباً بیس رات تک قیام پذیر رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت رحم دل اور نرم مزاج تھے۔ آپ نے خیال فرمایا کہ ہم گھر والوں سے اداس ہیں تو آپ نے پوچھا کہ تمہارے گھر والوں میں کون کون ہے جس کو چھوڑ آئے ہو ہم نے آپ کو بتایا: تو آپ نے فرمایا: اپنے گھروں کو لوٹو اور وہیں رہ جاؤ ان کو تعلیم دو اور انہیں کار خیر کا حکم دو اور فلاں نماز اس وقت اور فلاں اس وقت ادا کرو۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک اذان کہہ دے اور تم میں سے بڑا جماعت کرائے۔ (متفق علیہ)

اور بخاری کی ایک اور روایت میں یہ اضافہ بھی ہے اور نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

رَجِمَا رَفِيقًا: نرم مزاج، ف اور قاف اور دونوں قافون کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے۔ (یعنی رقیقا)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رحمة الناس واليهائم، ج ۱ ص ۶۸، رقم: ۶۰۰۸، صحیح مسلم، باب من احق بالامامة، ج ۲ ص ۱۲۴، رقم: ۱۵۶۶، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب وجوب تعلم ما تجزی به الصلاة من التكبير، ج ۲ ص ۱۱۶، رقم: ۳۶۱، السنن الدارمی، باب من احق بالامامة، ج ۱ ص ۳۱۸، رقم: ۱۲۵۳، صحیح ابن حبان، باب صفة الصلاة، ج ۵ ص ۱۹۰، رقم: ۱۸۶۲، مسند امام احمد

(716) وَعَنْ أَبِي سُلَيْمَانَ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ، فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عَشْرَيْنَ لَيْلَةً، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجِيمًا رَفِيقًا، فَظَنَّ أَكَا قَدِ اشْتَفَقْنَا أَهْلَنَا، فَسَأَلَنَا عَنْ تَرْكِنَا مِنْ أَهْلِنَا، فَأَخْبَرْنَاهُ، فَقَالَ: "ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ، فَأَقِيمُوا فِيهِمْ، وَعَلَيْهِمْهُمْ وَمُرُؤُهُمْ، وَصَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي جِدْنِ كَذَا، وَصَلُّوا كَذَا فِي جِدْنِ كَذَا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَدِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيُؤَمِّكُمْ أَكْبَرُكُمْ تَتَفَقَّحَ عَلَيْهِ."

رَأَى الْبُخَارِيُّ فِي رِوَايَةٍ لَهُ: "وَصَلُّوا كَذَا رَأَيْتُنِي أَصْلَحَ."

وَقَوْلُهُ: "رَجِيمًا رَفِيقًا رَوَى بِهَاءٍ وَقَافٍ، وَرَوَى بِقَافٍ."

بن حبیل: حدیث مالک بن الحویث ج ۲ ص ۲۲۸ رقم: ۱۵۱۲۱

شرح حدیث: گھر میں آنے جانے کی سنتیں اور آداب

ہمیں ہر روز اپنے یا کسی عزیز یا دوست و احباب کے گھر میں جانے کی حاجت پڑتی رہتی ہے تو ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ گھر میں داخل ہونے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ کسی کے گھر میں جائیں تو دروازے کے سامنے کھڑے ہوں یا ایک طرف ہٹ کر؟ اور کس طرح اجازت طلب کریں؟ اگر اجازت نہ ملے تو کیا کرنا چاہیے؟ دعا پڑھ کر گھر سے نکلنے کی کیا کیا برکتیں ہیں؟ اگر گھر میں کوئی موجود نہ تو کیا پڑھنا چاہیے؟ گھر میں داخل ہونے اور اجازت طلب وغیرہ کے حوالے سے متعدد سنتیں اور آداب ہیں:

(۱) اپنے گھر میں آتے ہوئے بھی سلام کریں اور جانتے ہوئے بھی سلام کریں۔ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ جب تم گھر میں آؤ تو گھر والوں کو سلام کرو اور جاؤ تو سلام کر کے جاؤ۔

(شعب الایمان، باب فی مقاربتہ..... الخ، فصل فی السلام من خرج من بیتہ، الحدیث ۸۸۴۵، ج ۶ ص ۲۲۷)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ القوی مرآۃ المناجیح جلد 6 صفحہ 9 پر تحریر فرماتے ہیں: بعض بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ اول دن میں جب پہلی بار گھر میں ہوتے تو بسم اللہ اور قل ہو اللہ پڑھ لیتے، کہ اس سے گھر میں اتفاق بھی رہتا ہے اور رزق میں برکت بھی۔

(۲) اللہ عزوجل کا نام لئے بغیر جو گھر میں داخل ہوتا ہے، شیطان بھی اس کے ساتھ گھر میں داخل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب آدمی گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے: آج یہاں نہ تمہاری رات گزر سکتی ہے اور نہ تمہیں کھانا مل سکتا ہے۔ اور جب انسان گھر میں بغیر اللہ عزوجل کا ذکر کئے داخل ہوتا ہے تو شیطان کہتا ہے، آج کی رات یہیں گزرے گی۔ اور جب کھانے کے وقت اللہ عزوجل کا نام نہیں لیتا تو وہ کہتا ہے: تمہیں ٹھکانا بھی مل گیا اور کھانا بھی مل گیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الاثریۃ، باب آداب الطعام والشراب و احکامها، الحدیث ۲۰۷۸، ج ۳ ص ۱۱۶)

(۳) جب کوئی خوش نصیب اپنے گھر سے باہر جاتے وقت باہر جانے کی دعا پڑھ لیتا ہے تو وہ گھر لوٹنے تک ہر بل و آفت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے میں برکت ہی برکت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی اپنے گھر کے دروازے سے باہر نکلتا ہے تو اس کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہوتے ہیں۔ جب وہ آدمی کہتا ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ تو وہ فرشتے کہتے ہیں تو نے سیدھی راہ اختیار کی۔ اور جب انسان کہتا ہے، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہِ تو

فرشتے کہتے ہیں اب تو ہر آفت سے محفوظ ہے۔ جب بندہ کہتا ہے تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ تو فرشتے کہتے ہیں۔ اب تجھے کسی اور کی مدد کی حاجت نہیں، اس کے بعد اس شخص کے دو شیطان جو اس پر مسلط ہوتے ہیں وہ اس سے ملتے ہیں فرشتے کہتے ہیں اب تم اس کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟ اس نے تو سیدھا راستہ اختیار کیا۔ تمام آفات سے محفوظ ہو گیا اور خدا عز وجل کی امداد کے علاوہ دوسرے کی امداد سے بے نیاز ہو گیا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب ما یذہب الوجل اذا خرج من بیتہ، الحدیث ۳۸۸۶، ج ۳، ص ۲۹۲)

(۳) جب کسی کے گھر جانا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اندر آنے کی اجازت حاصل کیجئے پھر جب اندر جائیں تو پہلے سلام کریں پھر بات چیت شروع کیجئے۔ (ملخصاً بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۸۳) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین مرتبہ اجازت طلب کرو اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ورنہ واپس لوٹ جاؤ۔ (صحیح مسلم، کتاب الاستئذان والادب، الحدیث ۲۱۵۳، ص ۱۱۸۶)

(۵) جو سلام کئے بغیر گھر میں داخلے کی اجازت مانگے اسے داخلہ کی اجازت نہ دی جائے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سلام کے ساتھ ابتداء نہ کرے اس کو اجازت نہ دو۔ (شعب الایمان للبیہقی، باب فی مقاربتہ وموادۃ اہل الدین، فصل فی الاستئذان الحدیث ۸۸۱۶، ج ۶، ص ۴۴۱)

گھر میں داخلہ کی اجازت مانگنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ فوراً گھر میں باہر والے کی نظر نہ پڑے۔ آنے والا باہر سے سلام کر رہا ہو، اجازت چاہ رہا ہو اور صاحب خانہ پردہ وغیرہ کا انتظام کر لے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اجازت طلب کرنے کا حکم آنکھ کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ (اس لئے کہ اہل خانہ کی نجی زندگی کے اسرار منکشف نہ ہو سکیں)۔

(صحیح مسلم، کتاب الادب، باب الاستئذان، الحدیث ۲۱۵۶، ص ۱۱۸۹)

(۶) جب کسی کے گھر جانا ہو اجازت مانگنا سنت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس طرح اجازت مانگیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۳۳۶) حضرت ربیع بن خراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ہمیں بنو عامر کے ایک شخص نے یہ بات بتائی کہ اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے۔ اس نے عرض کیا، کیا میں داخل ہو جاؤں؟ حضور نبی کریم رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خادم سے فرمایا: باہر اس آدمی کے پاس جاؤ اور اس کو اجازت طلب کرنے کا طریقہ سکھاؤ، اس سے کہو کہ اس طرح کہے، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟ اس آدمی نے سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سن لیا اور عرض کیا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟ تو سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اجازت عطا فرمائی اور وہ اندر داخل ہوا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کیف الاستئذان، الحدیث ۵۱۷۷، ج ۴، ص ۴۴۳)

حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں حضور سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ میں جب اندر داخل ہوا اور سلام عرض نہ کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، لوٹ جاؤ اور یہ کہو، اَسْئَلُکُمْ عَلَیْکُمْ کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کیف الاستئذان، الحدیث ۵۱۷۷، ج ۴، ص ۴۴۳)

(۷) اگر کوئی شخص آپ کو بلانے کے لئے بھیجے اور بھیجا ہوا شخص آپ کو ساتھ لے کر جائے تو اب اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ ساتھ والا شخص ہی خود اجازت ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت تم میں سے کسی کو بلایا جائے، اور وہ اپنی (یعنی قاصد) کے ساتھ آئے یہ اس کا اذن (اجازت) ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آدمی کا کسی کو بلانے کے لئے بھیجنا اس کی طرف سے اجازت ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الرجل اذا دُعِيَ لِمَنْ ذَلِكُ اَذْنُهُ، الحدیث ۹۸۱۵، ج ۴، ص ۴۴۷)

(۸) اپنی موجودگی کا احساس دلانے کے لئے کھٹکارنا چاہے جیسا کہ مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں ایک مرتبہ رات کے وقت اور ایک مرتبہ دن کے وقت حاضر ہوتا تھا۔ جب میں رات کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضری دیتا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے کھٹکارتے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب الاستئذان، الحدیث ۷۰۸، ج ۴، ص ۲۰۶)

جب کسی کے گھر جائیں تو دروازے سے گزرتے وقت ضرور بنا دوسرے کمرے کی طرف جاتے ہوئے کھٹکار لینا چاہے تاکہ گھر کے دیگر افراد کو ہماری موجودگی کا احساس ہو جائے اور وہ آگے پیچھے ہو سکیں۔

(۹) اگر دروازے پر پردہ نہ ہو تو ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہوں۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کے دروازہ پر تشریف لاتے تو دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے پھر فرماتے اَسْئَلُکُمْ عَلَیْکُمْ اور یہ اس لئے کہ ان دنوں دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، فصل کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستئذان، الحدیث ۵۱۸۶، ج ۴، ص ۴۴۶)

(۱۰) جب کوئی کسی کے گھر جائے تو اندر سے جب کوئی دروازے پر آئے تو پوچھے کون ہے؟ باہر والا میں نہ کہے جیسا کہ آج کل بھی یہی رواج ہے۔ بلکہ اپنا نام بتائے۔ جواباً میں کہنا سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پسند نہیں۔

(بہار شریعت، حصہ ۶، ص ۸۳)

جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا، میں مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوا۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں، میں کیا؟ گویا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ناپسند فرمایا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب اذا قال من ذاق قال انما، الحدیث ۶۲۵۰، ج ۴، ص ۱۷۱)

(۱۱) کسی کے گھر میں جھانکنا نہیں چاہیے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم شفیع روز محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خانہ اقدس میں تشریف فرما تھے۔ کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جھانکا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نیزہ کی نوک اس کی طرف کی چنانچہ وہ پیچھے ہٹ گیا۔

(جامع الترمذی، کتاب الاستئذان، باب من اطلع فی دار قوم بغیر اذنہم، الحدیث ۲۷۱۷، ج ۴، ص ۳۲۵)

اسی طرح کسی موقع پر سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم در دولت پر جلوہ فرما تھے اور کسی نے جب سوراخ سے جھانک کر دیکھا تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اظہار ناراضگی فرمایا۔ جیسا کہ حضرت ہل بن ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک شخص نے حجرہ مبارک کے سوراخ سے جھانکا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوہے کی کنگھی سے سر مبارک کھجارے تھے فرمایا: اگر میری توجہ اس طرف ہوتی کہ تو دیکھ رہا ہے تو اس لوہے کی کنگھی کو تیری آنکھ میں چبھو دیتا۔ نظر سے بچاؤ کے لئے ہی تو اجازت طلب کرنے کا حکم ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب الاستئذان، باب من اطلع فی دار قوم بغیر اذنہم، الحدیث ۲۷۱۷، ج ۴، ص ۳۲۵)

دوسروں کے گھروں میں جھانکنے سے بچنے کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے گھروں کے دروازے یا کھڑکیاں بند رکھنی چاہیں یا ان پر کوئی سادہ سا پردہ وغیرہ ڈال دینا چاہیے جس کی وجہ سے بے پردگی نہ ہو۔

(۱۲) گھر کے انتظامات پر بے جا تنقید نہ کریں جس سے میزبان کی دل آزاری ہو۔ ہاں، اگر ناجائز بات دیکھیں، مثلاً جانداروں کی تصاویر وغیرہ آویزاں ہوں تو احسن طریقے سے سمجھا دیں۔ ہو سکے تو کچھ نہ کچھ تحفہ پیش کریں خواہ کتنا ہی کم قیمت ہو، محبت بڑھے گی۔

(۱۳) جو کچھ کھانے پینے کو پیش کیا جائے۔ کوئی صحیح مجبوری نہ ہو تو ضرور قبول کریں۔ ناپسند ہو جب بھی منہ نہ بگاڑیں کہ میزبان کی دل شکنی ہوگی۔

(۱۴) واپسی پر اہل خانہ کے حق میں دعا بھی کریں اور شکریہ بھی ادا کریں۔

(۱۵) سلام کرنے کے بعد رخصت ہوں۔

(۱۶) گھر میں اگر کوئی نہ ہو تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کہیں کہ مومنوں کے گھر میں سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روح

مبارک تشریف فرما ہوتی ہے۔ (شرح فقہاء، الباب الرابع، ج ۲، ص ۱۱۸)

(۱۷) جب گھر سے باہر نکلیں تو یہ دعا پڑھیں:

بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

ترجمہ: اللہ عزوجل کے نام سے، اللہ عزوجل ہی کی طرف سے طاقت و قوت ہے اللہ عزوجل ہی کے بھروسے

پر۔ (مشکوۃ المصابیح، الحدیث ۲۴۴۳، ج ۲، ص ۲۵۶)

گھر سے نکلنے وقت کیا کہے

(۱) چلتے وقت سب عزیزوں اور دوستوں سے ملاقات کرے اور اپنے قصور معاف کرائے اور اپنے لئے سب سے دعائیں کرائے کیونکہ دوسروں کی دعائیں قبول ہونے کی زیادہ امید ہے اور یہ معلوم نہیں کہ کس کی دعا مقبول ہوگی اس لئے سب سے دعا کرائے اور لوگ حاجی یا کسی مسافر کو رخصت کرتے وقت یہ دعا پڑھیں:

أَسْتَوِدِعُ اللَّهَ دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ

اور حاجی سب لوگوں کے دین اور جان مال اولاد اور سلامتی و تندرستی کو خدا کے سپرد کرے۔

(۲) سفر کا لباس پہن کر گھر میں چار رکعت نفل الحمد اور چاروں قبل سے پڑھ کر باہر نکلے یہ چاروں رکعتیں واپس آنے تک اس کے اہل و مال کی نگہبانی کریں گی نماز کے بعد یہ دعا پڑھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْخَوَرِ بَعْدَ الْكُورِ وَسُوءِ الْمُنْظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ۔

پھر کچھ صدقہ کرے اور گھر میں سے نکلے اور دروازہ سے باہر نکلے ہی کچھ صدقہ کرے اور گھر میں سے نکلے تو یہ پڑھے:

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَأٰكَ إِلَىٰ مَعَادِهِ

ان شاء اللہ تعالیٰ خیر و عافیت کے ساتھ مکان پر واپس آئے گا۔ (بہار شریعت، ج ۶، ص ۲۴)

گھر سے نکلنے وقت خوشی خوشی باہر نکلے

(۳) سب سے رخصت ہونے کے بعد اپنی مسجد سے رخصت ہو اور اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نفل پڑھے پھر ریل وغیرہ جس سواری پر سوار ہو نسیم اللہ تین بار پڑھے پھر اللہ اکبر اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور سُبْحَانَ اللہ ہر ایک تین تین بار اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ایک بار پڑھے پھر یہ پڑھے:

سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِبِينَ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ۝

سواری کے شرف و ساد سے محفوظ رہے گا۔ (جنتی زیور، ص ۳۷)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں

نے نبی اکرم ﷺ سے عمرہ کی اجازت طلب کی۔ آپ

(717) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

قَالَ: اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

الْعُمْرَةِ فَأَذِنَ وَقَالَ: لَا تَنْسَاقَا يَا أُنْحَى مِنْ دُعَائِكَ فَقَالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي بِهَا الدُّنْيَا وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ: أَشْرِكُنَا يَا أُنْحَى فِي دُعَائِكَ

نے اجازت دی اور فرمایا: اے ہمارے بھائی! ہم کو دعا میں نہ بھولنا تو آپ نے مجھے یہ ایسی بات کہہ دی کہ اس کے بدلے ساری دنیا ملنے پر میں خوش نہیں۔ اور ایک روایت میں ہے اے ہمارے بھائی ہم کو اپنی دعا میں شامل کر لیتا۔

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سان ابو داؤد، باب الدعاء، ج ۱ ص ۵۵۵ رقم: ۱۵۰۰، سنن ترمذی، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱ ص ۵۵۶ رقم: ۲۵۱۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب التودیع، ج ۱ ص ۲۵۱ رقم: ۱۰۶۱۲، جامع الاصول لابن الیبر، ذکر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج ۱ ص ۶۱۳ رقم: ۵۷۳۳، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الدعوات، الفصل الثانی، ج ۲ ص ۶ رقم: ۲۲۲۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام سے پہلے عمرہ کی نذر مانی تھی جو پوری نہ کر سکے تھے کہ مسلمان ہو گئے، پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تو فرمایا نذر پوری کر جب آپ عمرہ کے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے روانہ ہوئے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عمر کو بھائی فرمایا یہ انتہائی کرم کریمانہ ہے، جیسے سلطان اپنی رعایا سے کہے میں تمہارا خادم ہوں مگر کسی مسلمان کا حق نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا اَلَا يَهْدِي لَشَرٍّ عَظِيمٍ۔ اسی لیے کبھی صحابہ کرام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہہ کر نہ پکارا، روایت حدیث میں تمام صحابہ یہی کہتے تھے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ہم کو دعا میں نہ بھولنا) یعنی مکہ معظمہ پہنچ کر ہر مقبول دعا میں اپنے ساتھ میرے لیے بھی دعا کرنا معلوم ہوا کہ حاجی سے دعا کرانا اور وہاں پہنچ کر دعا کرنے کے لیے کہنا سنت ہے۔ صوفیائے کرام اس جملہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ اے عمر ہر دعا میں ہم پر درود شریف پڑھنا ہمارے درود کو نہ بھولنا تا کہ اس کی برکت سے تمہاری دعائیں قبول ہوں حضور کے لیے اعلیٰ درجہ کی دعا آپ پر درود شریف پڑھنا ہے صلی اللہ علیہ وسلم کریم کے پیاروں کو دعائیں دینا درحقیقت اس سے مانگنے کی تدبیر ہے ہمارا بھکاری ہمارے دروازہ پر آ کر ہمارے جان و مال اولاد کو دعائیں دیتا ہے ہم سے بھیک پاتا ہے۔ ہم بھی رب تعالیٰ کے محبوب کو دعائیں دیں رب تعالیٰ سے بھیک لیں۔

(آپ نے مجھے یہ ایسی بات کہہ دی کہ اس کے بدلے ساری دنیا ملنے پر میں خوش نہیں) حضرت عمر کا یہ فرمان فخریہ

نہیں بلکہ شکر یہ کے طور پر ہے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھائی کے خطاب سے نوازا۔ معلوم ہو کہ میں دنیا و آخرت میں صحیح مؤمن ہوں پھر مجھے حکم دعا کہ حضور کو دعائیں دوں۔ معلوم ہوا کہ میرا منہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے لائق ہے، پھر فرمایا مجھے بھولنا نہیں۔ معلوم ہوا کہ میرا دل کا شانہ یا رب بننے کے لائق ہے، یہ ایسی بشارتیں ہیں کہ تمام دنیا کی نعمتیں ان پر قربان ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۷۲)

(718) وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ

عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، كَانَ يَقُولُ لِلزُّجَلِ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا: أَذْنُ مِثْنِي حَتَّى أُوَدِّعَكَ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُودِّعُنَا، فَيَقُولُ: "أَسْتَوْدِعُ اللَّهَ، دِينَكَ، وَأَمَانَتَكَ، وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكُمْ وَآهَ الْيَوْمِ ذِي الْقُرْبَى" وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ اس آدمی سے جو سفر کا ارادہ کرتا فرماتے میرے قریب ہو جا میں تم کو اس طرح الوداع کروں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہم کو الوداع کیا کرتے تو فرماتے میں تیرے دین، امانت اور کاموں کے انجام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی) باب ما یقول اذا ودع انسانا، ج ۴ ص ۴۱۹، رقم: ۳۴۴۳، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب التودیع، ج ۵ ص ۲۵۱، رقم: ۱۰۶۱۰، سنن ابوداؤد، باب فی الدعا عند الوداع، ج ۲ ص ۲۳۹، رقم: ۲۶۰۲، سنن ابن ماجہ، باب تشیيع الفراق ووداعهم، ج ۲ ص ۴۳۲، رقم: ۲۸۲۶، مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمر، ج ۲ ص ۲۵، رقم: ۲۷۸۱

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صحابہ کرام سفر کو جاتے وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اس بارگاہ عالی سے وداع ہوتے تھے اس وقت کا یہاں ذکر ہو رہا ہے، اب بھی زائرین مدینہ منورہ سے چلتے وقت آخری سلام کے لیے روضہ انور پر حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں "الوداع الوداع یا رسول اللہ الفراق الفراق یا حبیب اللہ" ہم نے ایک وداعیہ قصیدہ عرض کیا تھا جس کے کچھ شعر یہ ہیں۔ شعر

عرض کرنے کو غلامانہ سلام
یہ فرماؤ کہ بلواؤ گے کب
رکھو اپنے سایہ میں ہم کو سد

دور سے آئے تھے پردیسی غلام
آستانہ سے وداع ہوتے ہیں اب
چشم رحمت سے نہ تم کر یو جدا

اس وقت جو دل کا حال ہوتا ہے وہ وداع ہونے والا ہی جانتا ہے۔ شعر

ترے فدائی نکلتے ہیں جب مدینے سے
سب کچھ اچھا ایک رخصت کی گھڑی اچھی نہیں

بدن سے جان نکلتی ہے آہ سینے سے
روضہ اچھا زائر اچھے، اچھی راتیں، اچھے دن

محمود غزنوی کی بارگاہ رسالت میں مقبولیت

حضرت سلطان محمود غزنوی علیہ رحمۃ اللہ القوی اے کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں مدت مدید سے حبیب رب مجید غزّ و جلّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دید کی عید سعید کا آرزو مند تھا قسمت سے گزشتہ رات سرور کائنات، شاہ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی سعادت ملی۔ حضور مفیض الثور، شاہ غیور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سرور پا کر عرض کی، یا رسول اللہ غزّ و جلّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں ایک ہزار درہم کا مقروض ہوں، اس کی ادائیگی سے عاجز ہوں اور ڈرتا ہوں کہ اگر اسی حالت میں مر گیا تو بارِ قرض میری گردن پر ہوگا۔ زحمتِ عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی آدم، رسولِ مستنم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: محمود سبکدین کے پاس جاؤ وہ تمہارا قرض اُتار دے گا۔ میں نے عرض کی، وہ کیسے اعیانہ دکرے گا؟ اگر اُن کیلئے کوئی نشانی عنایت فرمادی جائے تو کرم بالائے کرم ہوگا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جا کر اس سے کہو، اے محمود اتم رات کے اوّل حقے میں تیس ہزار بار دُرود پڑھتے ہو اور پھر بیدار رہو کرات کے آخری حقے میں مزید تیس ہزار بار پڑھتے ہو۔ اس نشانی کے بتانے سے (ان شاء اللہ غزّ و جلّ) وہ تمہارا قرض اُتار دے گا۔ سلطان محمود علیہ رحمۃ اللہ الودود نے جب شاہِ خیر الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا زخمیوں بھرا پیغام سنا تو رونے لگے اور تصدیق کرتے ہوئے اُس کا قرض اُتار دیا اور ایک ہزار درہم مزید پیش کئے۔ دُراء وغیرہ معجب ہو کر عرض گزار ہوئے! عالیجاہ! اس شخص نے ایک ناممکن سی بات بتائی ہے اور آپ نے بھی اس کی تصدیق فرمادی حالانکہ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں آپ نے کبھی اتنی تعداد میں دُرود شریف پڑھا ہی نہیں اور نہ ہی کوئی آدمی رات بھر میں ساٹھ ہزار بار دُرود شریف پڑھ سکتا ہے۔ سلطان محمود علیہ رحمۃ اللہ الودود نے فرمایا! تم سچ کہتے ہو لیکن میں نے علمائے کرام سے سنا ہے کہ جو شخص دس ہزاری دُرود شریف ایک بار پڑھ لے اُس نے گویا دس ہزار بار دُرود شریف پڑھے۔ میں تین بار اوّل شب میں اور تین بار آخر شب میں دس ہزاری دُرود شریف پڑھ لیتا ہوں۔ اس طرح سے میرا گمان تھا کہ میں ہر رات ساٹھ ہزار بار دُرود شریف پڑھتا ہوں۔ جب اس خوش نصیب عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شاہِ خیر الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا زخمیوں بھرا پیغام پہنچایا، مجھے اس دس ہزاری دُرود شریف کی تصدیق ہو گئی، اور گریہ کرنا (یعنی رونا) اس خوشی سے تھا کہ علمائے کرام کا فرمان صحیح ثابت ہوا کہ رسولِ غیب دان، زحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر گواہی دی ہے۔ (ملخص از: تفسیر روح البیان ج ۷ صفحہ ۲۳۴ مکتبہ عثمانیہ کوئٹہ)

(720) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أُرِيدُ سَفَرًا، فَرَوِّدْنِي فَقَالَ: رَوِّدَكَ اللَّهُ التَّقْوَى قَالَ: رَوِّدْنِي قَالَ: وَغَفَرَ ذُنُوبَكَ قَالَ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا ارادہ سفر کا ہے مجھ کو تیرا راہ عطا فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: تمہیں اللہ تعالیٰ تقویٰ والا زاد عطا فرمائے۔

رَحِمَهُ قَالَ: "وَيَسِّرْ لَكَ الْخَلْقَ حَتَّىٰ تَمَازِلَهُمْ" ۖ وَعَلَىٰ رَأْسِهِ يَدُوحُ ۖ

کو آسان فرمادے تو جہاں بھی ہو۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخريج حديث: (سنن ترمذي: باب ما يقول اذا ودع السنان: ج ٥ ص ٥٠٠ رقم: ٢٢٢٢ جامع الاصول: الفصل السابع في ادعية السفر والقلول: ج ٢ ص ٦٠ رقم: ٢٢٨٤ الدعوات الكبير للمهدي: باب ما يقول عند الوداع: ص ٢٢١ رقم: ٣٨٢ كتاب الزهد لاهل بيت حنبل: ص ١٣٦ رقم: ١٣٦)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(مجھ کو زاور راہ عطا فرمائیں) یعنی میرے لیے ایسے دوا عیہ دعا فرمائیے کہ جو توشہ کی طرح سفر دنیا و سفر آخرت میں ساتھ رہے اور مجھے توشہ کی طرح ہر وقت کام آئے۔ زاور وہ زائد کھانا ہے جو مسافر کی موجودہ ضرورت سے بچا ہوا آئندہ کام آوے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَزِدُ ذَرْأًا فَذَاكَ كُنْزُ الْبَاقِ الْحَزْنُ الَّذِي لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لیے توشہ دارین سمجھتے تھے اور ہر موقعہ پر آپ سے دعائیں کراتے تھے اپنی دعاؤں پر کفایت نہ کرتے تھے۔

(تمہیں اللہ تعالیٰ تقویٰ والا زاد عطا فرمائے) یعنی تمہیں دنیا میں لوگوں سے غنا دے کہ تم سوال سے بچو اور آخرت کے لیے نیک اعمال کی توفیق بخشے، بہت جامع دعا ہے۔

(کچھ اور دیں) یعنی ابھی فقیر کی سیری نہیں ہوئی داتا کچھ اور ملے، دنیا میں صبر بہتر، آخرت کے معاملہ میں بے صبری و حرص افضل۔ شعر

حاجتے نیست مرا سیر ازین آب حیات ضاعف الله علی کل زمان عطشی

(اللہ تعالیٰ تیرے لیے بھلائی کو آسان فرمادے تو جہاں بھی ہو) یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں جیتے مرتے، قبر و حشر ایسی بھلائیاں عطا فرمادے جس سے تمہیں پوری کامیابی نصیب ہو۔ حیث ماکنت میں سفر، حضر، زندگی و قبر ہر جگہ داخل ہے۔ سبحان اللہ سائل کی جھولی بھر دی نہ معلوم ان الفاظ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا دے دیا ہو اور سائل نے کیا کچھ لے لیا، یہ تو دینے والے اور لینے والے جانیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۴)

97-بَابُ الْإِسْتِخَارَةِ وَالْمُشَاوَرَةِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ) (آل
عمران: 159)،

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان سے معاملات میں
مشورہ کرو۔

شرح: حضرت صدر اللہ فاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الجہادی خزائن العرفان میں اس کے

تحت لکھتے ہیں:

کہ اُس میں اُن کی دلدادہ بھی ہے اور عزت افزائی بھی اور یہ فائدہ بھی کہ مشورہ سنت ہو جائے گا اور آئندہ امت اس سے نفع اٹھاتی رہے گی۔ مشورہ کے معنی ہیں کسی امر میں رائے دریافت کرنا۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَأْمُرْهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ)
(الشوری: 38)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان کا کام باہم مشورہ کرنا ہے۔

یعنی آپس میں مشورہ کرتے ہیں۔

اَمَّا: يَتَشَاوَرُونَ بَيْنَهُمْ فِيهِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کاموں کے لیے استخارہ اس طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ دو رکعت نماز ادا کرے جو فرضی نہ ہو پھر کہے: اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے ساتھ بھلائی طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے ساتھ تجھ سے قدرت طلب کرتا ہوں اور تجھ سے تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں۔ تو قادر ہے میں نہیں، تو جانتا ہے میں نہیں جانتا۔ تو غیب کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تو یہ جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے میرے دین دنیا اور انجام کار کے اعتبار سے میرے لیے بہتر ہے۔ یا یہ کام میرے لیے جلد اور بدیر بہتر ہے۔ تو اس کو میرے لیے مقدر کر دے اور میرے لیے آسان فرما دے پھر مجھے اس میں برکت دے اور اگر تو یہ جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین دنیا اور انجام کار میں میرے لیے برا ہے یا کہے میرے لیے جلد اور بدیر برا ہے تو اس کو مجھ سے اور مجھ کو اس سے پھیر دے اور میرے لیے بھلائی مقدر فرما جہاں ہے پھر مجھ کو اس پر راضی کر دے۔ فرمایا: یہاں

(721) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْأَسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا كَالسُّورَةِ مِنَ الْقُرْآنِ يَقُولُ: "إِذَا هُمْ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ، فَلْيَرْكَعْ رُكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ لِيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ. اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ: "عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ، فَأَقْدِرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي، ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ. وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ: "عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ، فَاصْرِفْهُ عَنِّي، وَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَاقْدِرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ" قَالَ: "وَيُسَبِّحُ حَاجَتَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ."

اپنی حاجت کا نام لے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب الدعاء عند الاستخارة ج ۸ ص ۸۱ رقم: ۱۲۸۲ السنن الکبریٰ للبیہقی باب الاستخارة ج ۵ ص ۲۴۹ رقم: ۱۰۶۰۱ سنن ترمذی باب صلاة الاستخارة ج ۱ ص ۲۴۵ رقم: ۳۸۰ السنن الکبریٰ للنسائی باب کیف الاستخارة ج ۲ ص ۲۴۵ رقم: ۵۵۸۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(جیسے قرآن کی سورۃ سکھاتے تھے) یعنی نماز استخارہ ایسے اہتمام سے سکھاتے تھے جیسے قرآن مجید کی سورت۔ استخارہ کے معنی ہیں خیر مانگنا یا کسی سے بھلائی کا مشورہ کرنا، چونکہ اس دعا و نماز میں بندہ اللہ سے گویا مشورہ کرتا ہے کہ فلاں کام کروں یا نہ کروں اسی لیے اسے استخارہ کرتے ہیں۔

(جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے) بشرطیکہ وہ کام نہ حرام ہو نہ فرض و واجب اور نہ روزمرہ کا عادی کام۔ لہذا نماز پڑھنے، حج کرنے یا کھانا کھانے، پانی پینے پر استخارہ نہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کام کا پورا ارادہ نہ کیا ہو صرف خیال ہو جیسے کوئی کاروبار، شادی بیاہ، مکان کی تعمیر وغیرہ کا معمولی ارادہ ہو اور تردد ہو کہ نہ معلوم اس میں بھلائی ہوگی یا نہیں تو استخارہ کرے۔ (لبات)

(فرض کے سوا دور کعتیں پڑھے) خاص استخارہ کے لیے دن میں یا رات میں مکروہ اوقات کے علاوہ میں۔ پہلی رکعت میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھے دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کہ یہ ہی آسان ہے۔ (مرقاۃ)

(اور تیری قدرت کے وسیلہ سے تجھ سے قدرت مانگتا ہوں) یعنی اپنی علم و قدرت کے صدقے مجھے اس کام کے انجام سے بھی خبردار کرے اور اگر خیر ہو تو مجھے اس پر قادر بھی کر دے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے صفات سے امداد طلب کرنا جائز ہے۔

(تو جانتا ہے میں نہیں جانتا) مگر تیرے بتانے سے جانتا ہوں۔ (مرقاۃ) یعنی اگر تو مجھے اس کام کا انجام بتا دے تو میں بھی جان لوں۔

(میرے لیے اس جہاں اور اس جہاں میں بہتر ہو) خیال رہے کہ یہاں اللہ کے علم میں شک نہیں کہ یہ تو کفر ہے، بلکہ شک و تردد اس میں ہے کہ اس کام کی بہتری اللہ کے علم میں ہے یا بدتری لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں اور الفاظ میں شک راوی کی طرف سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں یہ الفاظ فرمائے یا وہ۔ اب بہتر یہ ہے کہ پڑھنے والا دونوں الفاظ پڑھ لیا کرے۔

(مجھ پر آسان کر دے پھر مجھے برکت دے) یعنی مجھے اس کام پر قدرت بھی دے، اسے آسان بھی کر دے اور انجام کار برکت بھی نصیب کر، یہ معنی نہیں کہ میری تقدیر میں لکھ دے کہ تقدیر کی تحریر تو پہلے ہو چکی ہے۔

(تو اسے مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس سے) یعنی مجھے اس کام پر قدرت بھی نہ دے اور میرے دل میں اس سے

نفرت بھی پیدا فرمادے کہ چھوٹ جانے پر مجھے رنج و غم بھی نہ ہو، پھیرنے کے یہ معنی بہت مناسب ہیں، اس جملے کے اور معانی بھی ہو سکتے ہیں۔

(میرے لیے بھلائی مقدر کر جہاں ہو) یعنی اس شرکام سے بچا کر اس کے عوض کوئی اور خیر کام عطا فرمادے اور اس نکاح یا تجارت سے بچا کر دوسری جگہ نکاح یا دوسرا کاروبار عطا فرما۔

(پھر مجھے اس پر راضی کر دے فرمایا اور اپنی حاجت کا نام لے) یعنی ہذا الامر کی جگہ اپنے کام کا نام لے ہذا النکاح یا ہذا التجارة یا ہذا التعبد کہے۔ حدیث شریف میں ہے جو استخارہ کر لیا کرے وہ نقصان میں نہ رہے گا اور جو استخارہ کر لیا کرے وہ نادم نہ ہوگا۔ اس استخارہ کے بعد پھر جدھر دل متوجہ ہو وہ کرے ان شاء اللہ کامیابی ہوگی۔ بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر سوتے وقت دو رکعتیں پڑھ کر یہ دعا پڑھے، پھر با وضو قبلہ رو ہو جائے تو اگر خواب میں سبزی یا سفیدی جاری پانی یا روشنی دیکھے تو کامیابی کی علامت ہے اور اگر سیاہی یا گدلا پانی یا اندھیرا دیکھے تو ناکامی اور نامرادی کی علامت ہے سات روز یہ عمل کرے ان شاء اللہ اس دوران میں خواب میں اشارہ ہو جائے گا۔ استخارہ کے اور بہت طریقے اس جگہ مرقاۃ نے بیان کیے فرمایا کہ جسے بہت جلدی ہے تو وہ صرف یہ کہہ لے اَللّٰهُمَّ خَرِّبْ اَوَّلَ اَخْتَلٰی وَ اَجْعَلْ لِّی الْخَیْرَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اس کام میں خیر و برکت ہوگی۔ (بزاء الناجح، ج ۲ ص ۵۵۵)

98 بَابُ اسْتِخْبَابِ الدُّعَاءِ اِلَى الْعِيْدِ

وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ وَالْحَجَّ وَالْغَزْوَ وَالْجَنَازَةَ

وَنَحْوَهَا مِنْ طَرِيقٍ، وَالرَّجُوعَ مِنْ طَرِيقٍ

اٰخَرَ لِتَكْثِيْرِ مَوَاضِعِ الْعِبَادَةِ

(722) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمَ عِيدٍ

خَالَفَ الطَّرِيقَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

قَوْلُهُ: "خَالَفَ الطَّرِيقَ" يَعْنِي: ذَهَبَ فِي طَرِيقٍ

وَرَجَعَ فِي طَرِيقٍ آخَرَ.

تَخْرِيجُ حَدِيثٍ: (صحيح بخاری باب من خالف الطريق اذا رجع يوم العيد ج ۲ ص ۲۲ رقم: ۱۸۶ الا لہام باحادیث

الاحکام لابن دقیق العید باب صلاة العیدین ص ۲۸۸ رقم: ۲۹۰ تحفة الاشراف للمزی من اسمہ سعید بن الحارث بن ابی سعید

بن المعلی ج ۲ ص ۱۴۹ رقم: ۲۲۵ مشکوٰۃ المصابیح باب صلاة العیدین ج ۳ ص ۲۲۲ رقم: ۱۲۲۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عید عیادت مریض حج غزوہ جنازہ

وغیرہ کے لیے ایک راستہ سے جانا

اور دوسرے سے آنا تاکہ عبادت کی

جگہیں زیادہ ہوں مستحب ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

عید کے دن (آنے جانے کا) راستہ بدلا کرتے تھے۔

(بخاری)

یہ قول "خالف الطريق" یعنی ایک راستے سے

جاتے اور دوسرے راستے سے واپس آتے۔

وَيُسْتَحَبُّ تَقْدِيمُ الْيَسَارِ فِي هَذِهِ ذَلِك. كَالْأَمْتِخَاطِ وَالْبُصَاقِ عَنِ الْيَسَارِ. وَدُخُولِ الْخَلَاءِ وَالْخُرُوجِ مِنَ الْمَسْجِدِ وَخَلْعِ الْحَقِّبِ وَالْتَعْلِ وَالشَّرَاوِيلِ وَالْثُوبِ وَالْإِسْتِنْجَاءِ وَفِعْلِ الْمُسْتَقْنَدَاتِ وَأَشْبَاهِ ذَلِكَ.

جانب کو ترجیح دی جائے۔ جیسے ناک صاف کرنا، تھوکرنا، بیت الخلاء میں داخل ہونا، مسجد سے نکلنا، موزے جوتے، شلوار اور کپڑا اتارنا اور استنجاء اور اس جیسے ناپسندیدہ کام۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (فَأَمَّا مَنْ أَوَّلَ كِتَابَهُ بَيْمِينِهِ فَيَقُولُ هَؤُلَاءِ أَقْرَأُوا كِتَابِيهِ) (الحاقة: 19) الْآيَاتِ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تو وہ جو اپنا نامہ اعمال دہنے ہاتھ میں دیا جائے گا کہے گا لو میرے نامہ اعمال پڑھو۔

وَقَالَ تَعَالَى: (فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ) (الواقعة: 8-9)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تو وہی طرف والے کیسے وہی طرف والے اور بائیں طرف والے کیسے بائیں طرف والے۔

(724) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الثَّيْتُنِ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ: فِي طَهْوَرِهِ، وَتَرَجُّلِهِ، وَتَنَعُّلِهِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے تمام کاموں میں دائیں جانب سے ابتداء کرنا اچھا لگتا تھا۔ وضو کرنے میں کنگھا کرنے میں اور جوتا پہننے میں۔ (متفق علیہ)

تَخْرِيجُ حَدِيثٍ: (صحيح بخارى: باب التيمم في الوضوء والغسل ج ١ ص ١٢٥ رقم: ١٢٨ صحيح مسلم: باب التيمم في الطهور وغيره ج ١ ص ٢٦٩ رقم: ٢٢٠ السنن الكبرى للبيهقي: باب استحباب البداية باليسرى ثم باليسرى ج ١ ص ٢١٦ رقم: ١٠٤٣ مسند امام احمد حديث السيدة عائشة رضي الله عنها ج ١ ص ١٨٤ رقم: ٢٥٥٨١)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یہ تین چیزیں بطور مثال ارشاد فرمائی گئیں ورنہ سرمہ لگانا، ناخن و بغل کے بال لینا، حجامت اور مونچھیں کٹوانا، مسجد میں آنا اور مسواک کرنا وغیرہ سب میں سنت یہ ہے کہ داہنے ہاتھ یا داہنی جانب سے ابتداء کرے کیونکہ نیکیاں لکھنے والا فرشتہ داہنی طرف رہتا ہے اس کی وجہ سے یہ سمت افضل ہے حتیٰ کہ داہنا پڑوسی بائیں پڑوسی سے زیادہ مستحق سلوک ہے۔

(اشعة المصحات)

علماء فرماتے ہیں کہ دوسری مسجدوں میں صف کا داہنا حصہ بائیں سے افضل مگر مسجد نبوی میں بایں حصہ داہنے سے افضل کیونکہ وہ روضہ مطہرہ سے قریب ہے۔ روضہ مطہرہ دل ہے اور دل بائیں طرف ہے جس پر زندگی کا دار و مدار ہے ان کا

ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ صوفیائے کرام کے اقوال بے دلیل نہیں ہوتے کیونکہ جب نیکیاں لکھنے والے فرشتے کی وجہ سے داہنا حصہ بائیں سے افضل ہوا تو وہاں قرب مصطفویٰ کی وجہ سے بائیں سمت افضل ہوگی۔ چنانچہ سرکار فرماتے ہیں کہ نماز میں داہنی جانب نہ تھو کو نہ جوتا رکھو کیونکہ ادھر رحمت کا فرشتہ ہے۔ (بِزَاۃُ النَّاجِ، ج ۱ ص ۳۸۱)

ہر تکریم والا کام

ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفیٰ، شب اسرا کے دولہا، شافع روز جزا، سلطان انبیاء، محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر تکریم والا کام سیدھی طرف سے شروع فرماتے ہیں۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائیں جانب سے وضو کرنا پسند فرماتے اور اسی طرح کنگھا بھی سیدھی طرف سے ہی کرتے، نیز نعلین شریفین بھی جب پہننے کا ارادہ فرماتے تو پہلے سیدھا قدم محترم نعل شریف میں داخل فرماتے۔ (جامع الترمذی، الشاغل باب ماجاء فی تریجل رسول اللہ، الحدیث ۳۴، ج ۵ ص ۵۰۹)

ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدھی طرف سے وضو کرنا پسند فرماتے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وضو کرتے وقت پہلے سیدھا ہاتھ مبارک دھوتے پھر بائیں۔ اسی طرح پاؤں مبارک دھوتے وقت بھی یہی ترتیب ملحوظ رکھا کرتے۔ نیز اس حدیث پاک میں کنگھا اور نعلین شریفین کے بارے میں بھی سیدھی ہی جانب سے شروع کرنا منقول ہوا۔ یعنی سراقدس اور داڑھی مبارک میں جب کنگھا فرماتے تو پہلے سیدھی جانب سے شروع کرتے، پھر بائیں جانب۔ نیز نعلین شریفین پہنتے وقت بھی پہلے سیدھے قدم مبارک کو نعل پاک میں داخل فرماتے پھر بائیں قدم مکرم کو۔ صرف ان تین کاموں ہی کی تخصیص نہیں، جتنے بھی تکریم کے کام ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدھی جانب سے ہی شروع کرنا پسند فرماتے۔ چنانچہ لباس پہننا، مسجد میں داخل ہونا، سر اور مونچھ وغیرہ کے بال تراشنا، مسواک کرنا، ناخن کاٹنا، آنکھوں میں سرمہ ڈالنا، کسی کو کوئی چیز دینا یا کسی سے لینا، کھانا پینا وغیرہ کام سیدھے ہاتھ سے سیدھی جانب سے کرنے چاہیں۔

(725) وَ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنَى لِظُهُورِهِ وَطَعَامِهِ وَكَانَتِ الْيُسْرَى لِحَلَاثِهِ وَمَا كَانَ مِنْ أَدْنَى حَدِيثٍ صَحِيحٍ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دایاں ہاتھ آپ کے وضو اور کھانے کے لیے تھا اور بائیں ہاتھ بیت الخلاء اور افیت (کے ازالہ) کے لیے تھا۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد وغیرہ نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سان ابوداؤد) باب کراہیۃ مس الذکر بالیمن فی الاستبراء ج ۱ ص ۱۲ رقم: ۲۲ سنن الکبریٰ

للبيهقي، باب النهي عن الاستنجاء باليمين ج ۱ ص ۱۱۲ رقم: ۱۲۴ اخلاق النبی لابی الشیخ الاصبهانی ذکر استعبانہ ید الیمنی

ص ۲۰۶ رقم: ۱۲، مشکوٰۃ المصابیح، باب احاب الخلاء الفصل الثانی ج ۵ ص ۴۵ رقم: ۲۲۸

شرح حدیث: کھانا کھانے کے آداب

حضور پاک، صاحب نوالاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو سیدھے ہاتھ سے کھائے اور جب پئے تو سیدھے ہاتھ سے پئے کہ شیطان الٹے ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔
 • (صحیح مسلم، کتاب الاشریہ، باب آداب الطعام والشراب، الحدیث ۲۰۲۰، ص ۱۱۷)

پانی پینے کے آداب

اس سلسلے میں ان کا ذہن بنا لیں کہ پانی بیٹھ کر، اجالے میں دیکھ کر، سیدھے ہاتھ سے بسم اللہ پڑھ کر تین ہانسون میں اس طرح پیئیں کہ ہر مرتبہ گلاس کو منہ سے ہٹا کر سانس لیں، پہلی اور دوسری بار ایک ایک گھونٹ پیئیں اور تیسری سانس میں جتنا چاہیں پیئیں۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اونٹ کی طرح ایک ہی گھونٹ میں نہ پی جایا کرو بلکہ دو اور تین بار پی کر دو اور جب پینے لگو تو بسم اللہ پڑھا کر دو اور جب پی چکو تو الحمد للہ کہا کرو۔

(جامع الترمذی، کتاب الاشریہ، باب ما جاء فی النفس فی الاثناء، الحدیث ۱۸۹۲، ج ۳، ص ۳۵۲)

سیدھے ہاتھ سے پیئیں کہ سنت ہے

بے شک عالمِ باعمل کی صحبت میں نفعِ آخرت کے معلقِ مدنی پھول ملتے رہتے ہیں، حضورِ محمدؐ کا عظیم پاکستان علیہ رحمۃ الجنان بھی عالمِ باعمل تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عادتِ کریمہ تھی کہ جب بھی کسی کو سنت ترک کرتا ملاحظہ کرتے تو اس کی اصلاح فرماتے چٹا مچھ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کے ایک شاگردِ رشید بیان کرتے ہیں: 373؎ کا واقعہ ہے کہ ایک دن درسِ حدیث کے دوران جب کہ مسلم شریف کا درس شروع تھا۔ ایک صاحب ”دارالحدیث“ میں طلباء کے لیے چائے لے آئے۔ درس ختم ہونے پر حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد علیہ رحمۃ اللہ الاحد کے اشارے پر چائے تقسیم ہونے لگی۔ جب اس ناچیز کی باری آئی تو بندے نے دائیں (یعنی سیدھے) ہاتھ میں کپ پکڑا، پڑچ (یعنی پلیٹ) میں چائے ڈالی اور بائیں (یعنی الٹے) ہاتھ سے پلیٹ منہ کے قریب لے گیا۔ حضرت محمدؐ کا عظیم پاکستان علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی آواز ”دارالحدیث“ میں گونجی: مولانا! آپ بائیں (یعنی الٹے) ہاتھ سے پی رہے ہیں! بندے نے کپ نیچے رکھ کر دائیں (یعنی سیدھے) ہاتھ سے پلیٹ پکڑی اور پینے لگا۔ جب دوبارہ کپ سے پڑچ (یعنی پلیٹ) میں چائے ڈالنے لگا تو پھر آواز آئی۔ مولانا! آپ بائیں (یعنی الٹے) ہاتھ سے ڈال رہے ہیں۔ تو بندے نے پلیٹ رکھ دی، دائیں (یعنی سیدھے) ہاتھ میں کپ لے کر پینے لگا۔ تو حضرت محمدؐ کا عظیم پاکستان علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے جھسم فرمایا اور زبانِ مبارک سے یہ لفظ فرمایا: ”طیب طیب یعنی اب ٹھیک ہے۔“ اب بھی تنہائی میں بیٹھے ہوئے جب یہ واقعہ یاد آتا ہے اور طیب طیب کے الفاظ کی گونج کانوں میں آتی ہے تو آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ (حیاتِ محمدؐ کا عظیم ص ۱۵۷)

اُلٹے ہاتھ سے کھانا، پینا، لینا، دینا شیطان کا طریقہ ہے

اس حکایت سے حضرت محمدؐ عظیم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی سنت سے محبت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کاش! ہر سب بھی نیکی کی دعوت کا یہی انداز اختیار کرتے ہوئے خوب خوب سنتوں کی دھوم مچاتے رہیں۔ مذکورہ (یعنی بیان کردہ) حکایت میں اُلٹے ہاتھ سے چائے پینے سے منع کرنے کا تذکرہ ہے اور حدیث پاک میں اُلٹے ہاتھ سے کھانے پینے کی ممانعت موجود۔ چنانچہ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1548 صفحات پر مشتمل کتاب، ”فیضانِ سنت“ (جلد اول) صفحہ 230 تا 232 پر ہے: حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروایت ہے کہ تاجدارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ پسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے ہر ایک سیدھے ہاتھ سے کھائے اور سیدھے ہاتھ سے پئے اور سیدھے ہاتھ سے لے اور سیدھے ہاتھ سے دے کیونکہ شیطان اُلٹے ہاتھ سے کھاتا اور اُلٹے ہاتھ سے پیتا اُلٹے ہاتھ سے دیتا اور اُلٹے ہاتھ سے لیتا ہے۔“ (سنن ابن ماجہ ج ۴ ص ۱۲۱ حدیث ۳۲۶۶) ہر کام میں اُلٹا ہاتھ کیوں؟

افسوس! آج کل ہم دنیا کے چکر میں اس قدر گھر چکے ہیں کہ محبوب باری صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری پیاری سنتوں کی طرف ہماری توجہ ہی نہیں رہتی۔ یاد رکھئے! حدیث مبارک میں ہے کہ ”بے شک شیطان انسان (کے بدن) میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔“ (بخاری ج ۱ ص ۶۶۹ حدیث ۲۰۳۸) ظاہر ہے کہ یہ ہمیں سنتوں کی طرف کہیں جانے دے گا؟ شیطان پیچھے لگا ہی رہتا ہے اگرچہ سیدھے ہاتھ سے ہی کھانا کھاتے ہیں لیکن پھر بھی اُلٹے ہاتھ سے کچھ نہ کچھ دانے پھانک ہی لئے جاتے ہیں، کھاتے ہوئے چونکہ سیدھا ہاتھ آلودہ ہوتا ہے لہذا اکثر لوگ پانی اُلٹے ہی ہاتھ سے پیتے ہیں، چائے پیتے وقت کپ سیدھے ہاتھ میں اور رکابی اُلٹے ہاتھ میں لئے چائے پیتے ہیں، کسی کو پانی پلاتے وقت جگ سیدھے ہاتھ میں ہوتا ہے جبکہ گلاس اُلٹے میں اور اُلٹے ہاتھ سے گلاس دوسروں کو دیتے ہیں۔ ”حیاتِ محمدؐ عظیم“ صفحہ 374 پر ہے، محمدؐ عظیم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد قادری چشتی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ”لینے اور دینے میں دائیں (یعنی سیدھے) ہاتھ کو استعمال کرو، یہ عادت ایسی پختہ (یعنی پکی) ہو جائے کہ کل قیامت میں جب نامہ اعمال پیش ہو تو اسی عادت کے موافق دایاں (یعنی سیدھا) ہاتھ آگے بڑھ جائے تب تو کام بن جائے گا۔“

(نیکی کی دعوت ۴۲۷)

عمامہ کے فضائل

عمامہ شریف ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بہت ہی پیاری سنت ہے۔ ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ سراقہ پر اپنی مبارک ٹوپی پر عمامہ مبارک کو سجا کر رکھا۔ امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں عمامہ سنت متواترہ دائمہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۶، ص ۲۰۸، ۲۰۹)

حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ماجد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور حاضر ہوا وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے تو میری طرف التفات کر کے فرمایا: تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں افرمایا: اسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیر لے گا، اے فرزند عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ باندھنے والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ (تذاتی رضویہ جدید، ج ۶، ص ۲۱۵)

عمامہ مبارکہ کے بیچ سیدھی جانب ہونے چاہیں چنانچہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن عمامہ شریف اس طرح باندھتے کہ شملہ مبارکہ سیدھے شانہ پر رہتا۔ نیز باندھتے وقت اسکی گردش بائیں (یعنی اگلی) ہاتھ سے فرماتے جبکہ سیدھا ہاتھ مبارک پیشانی پر رکھتے اور اسی سے ہر بیچ کی گرفت فرماتے۔

(حیات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ، ج ۱، ص ۱۳۳)

(726) وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا فِي غَسْلِ الْبَيْتِ زَيْنَبُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: "إِبْدَانِ بِمَيِّمِهَا، وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ." حضرت ام عطیہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ؐ نے ان (خواتین) کو اپنی بیٹی حضرت زینب ؓ کو غسل دینے کے موقع پر فرمایا (اس کا غسل) اس کی دائیں طرفوں اور وضو کے مقامات سے شروع کرو۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب التیمن فی الوضوء والغسل: ج ۱ ص ۲۵ رقم: ۱۶۷ صحیح مسلم: باب فی غسل البیت: ج ۳ ص ۲۸ رقم: ۲۲۱۸ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب توشیئة البیت: ج ۳ ص ۲۸۸ رقم: ۶۸۶۸ سنن ابوداؤد: باب کیف غسل البیت: ج ۳ ص ۱۶۷ رقم: ۳۱۳۴ السنن الکبریٰ للنسائی: باب میامن البیت ومواضع الوضوء منه: ج ۱ ص ۶۱ رقم: ۲۰۱۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: آپ کا نام نسیم بنت کعب ہے، انصاریہ ہیں، اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوؤں میں شریک رہیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

یہ صاحبزادی حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوجہ ابوالعاص ابن ربیع ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد میں بڑی تھیں، ۸۷ھ میں وفات پائی، بعض نے فرمایا کہ ام کلثوم زوجہ حضرت عثمان تھیں جن کی وفات ۹۷ھ میں ہوئی مگر قول اول قوی ہے۔

(غسل میت) اس طرح (ہو) کہ بیری کے پتے پانی میں جوش دے لو کیونکہ بیری سے میل خوب کٹتا ہے، جوئیں وغیرہ صاف ہوتی ہیں اور اس سے میت کا بدن جلد بگڑتا نہیں۔ تین بار غسل دینا سنت ہے، سات بار تک جائز اور بلا وجہ اس

سے زیادہ مکروہ۔ بیری کا استعمال پہلی بار میں سنت ہے، باقی میں جائز۔ خیال رہے کہ غسل میت میں کلی اور ناک میں پانی نہیں۔

اور آخری بار جو پانی ان پر بہاؤ اس میں کچھ کافور ملا ہو کیونکہ یہ بہترین خوشبو ہے، اس سے کیڑے مکوڑے جسم کے قریب نہیں آتے۔ جمہور علماء یہی فرماتے ہیں کہ کافور آخری پانی میں ملایا جائے، بعض نے فرمایا کہ اسے خوشبوؤں میں شامل کیا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ دونوں جگہ استعمال کیا جائے۔

شعار وہ کپڑا کہلاتا ہے جو جسم سے ملا رہے، شعر یعنی بالوں سے ملا ہوا، دثار اوپر والے کپڑے کو یعنی میرا تہبند شریف ان کے جسم سے ملا ہوا رکھو اور کفن اوپر۔ یہ تہبند کفن میں شمار نہ تھا بلکہ برکت اور قبر کی مشکلات حل کرنے کے لیے رکھا گیا۔ اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بزرگوں کے بال، ناخن، ان کے استعمال کے کپڑے تبرک ہیں جن سے دنیا، قبر و آخرت کی مشکلات حل ہوتی ہیں، قرآن شریف میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کی قمیض کی برکت سے یعقوب علیہ السلام کی نابینا آنکھیں روشن ہو گئیں۔ احادیث میں ثابت ہے کہ حضرت امیر معاویہ، عمرو ابن عاص و دیگر صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن، بال و تہبند شریف اپنے ساتھ قبر میں لے جانے کے لیے محفوظ رکھے۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کے تبرکات اور قرآنی آیت یا دعا کسی کپڑے یا کاغذ پر لکھ کر میت کے ساتھ قبر میں دفن کرنا جائز بلکہ سنت ہے۔ تیسرے یہ کہ ان چیزوں کے متعلق یہ خیال نہ کیا جائے کہ جب میت پھولے پھٹے گی تو ان کی بے حرمتی ہوگی، دیکھو سورۃ فاتحہ لکھ کر دھو کر بیمار کو پلاتے ہیں، یونہی آب زمزم برکت کے لیے پیتے ہیں حالانکہ پانی پیٹ میں پہنچ کر کیا بنتا ہے سب کو معلوم ہے۔ کفنی النفی لکھنے اور تبرکات کفن میں رکھنے کی پوری بحث ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ اول میں دیکھو۔

یعنی پہلے میت کو وضو کراؤ پھر اس طرح غسل دو کہ اولاً داہنا حصہ دھوؤ پھر بائیں، یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ اگر غسل انگلی پر کپڑا پیٹ کر کر کے اس کے دانتوں اور نکتوں پر پھیر دے تو مستحب ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۸۵۸)

(727) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمَنِ، وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ. لِيَكُنَّ الْيَمَنُ أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ، وَآخِرُهُمَا تُنْزَعُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں جب کوئی جوتا پہنے تو ابتداء دائیں سے کریں اور جب اتارے تو پہلے بائیں اتارے چاہیے کہ دائیں پہلے پہنا جائے اور بعد میں اتارا جائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب ینزع نعلہ الیسری، ج ۴ ص ۱۵۳، رقم: ۵۸۵۵، صحیح مسلم: باب اذا انتعل فلیبداء بالیسرین، ج ۱ ص ۱۵۳، رقم: ۵۶۱۱، الادب للبیہقی: باب فی الانتعال، ج ۳ ص ۳۰۹، رقم: ۵۱۹، الشبائل للمحدثیہ لترمذی: باب ما جاء فی نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۴۰، رقم: ۱۰۳، المعجم الصغیر للطبرانی: من اسمہ احمد، ج ۱ ص ۵۱، رقم: ۳۸، سنن ابو داؤد

باب فی الانتعال ج ۱۱۱، رقم: ۳۱۳۱ سنن ابن ماجہ، باب لبس النعال وخلعها ج ۲، ص ۱۱۱، رقم: ۳۱۳۱

شرح حدیث: حکیم لائٹ حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حکم استحبائی ہے۔ اس کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ اچھا و اعلیٰ کام داہنی طرف سے شروع کیا جاوے اور ادنیٰ اور گھٹیا کام بائیں طرف سے، مسجد میں داخل ہو تو داہنا پاؤں پہلے داخل کرے بائیں پاؤں پیچھے، جب نکلے تو اس کے برعکس کرے کہ بائیں پاؤں پہلے نکالے داہنا پاؤں پیچھے اور پاخانہ جاتے وقت بائیں پاؤں پاخانہ میں داخل کرے بعد میں داہنا نگر وہاں سے نکلتے وقت اس کے برعکس۔ جوتے پہننا اعلیٰ کام ہے اور اتارنا ادنیٰ کام لہذا یہ حکم دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں جوتے یکدم اتارنا پہننا بھی سنت کے خلاف ہے، اولاً داہنے پاؤں میں پہنے پھر بائیں میں۔

اسلام میں داہنا حصہ بائیں سے افضل ہے اس لیے یہ حکم دیا گیا حتیٰ کہ وضو میں داہنے ہاتھ پاؤں پہلے دھو لیے جائیں بائیں بعد میں یہ ترتیب بہت جگہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۵۳)

جوتا پہننے کی سنتیں اور آداب

نعلین پہننا سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ جوتے پہننے سے کنکر، کانٹے وغیرہ چھپنے سے پاؤں کی حفاظت رہتی ہے۔ نیز موسم سرما میں سردی سے بھی پاؤں محفوظ رہتے ہیں اور گرمیوں میں دھوپ میں چلنے کے لئے جوتے نہایت ہی کارآمد ہیں۔ جوتا پہننے کی چند سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں:

- (۱) کسی بھی رنگ کا جوتا پہننا اگرچہ جائز ہے لیکن پیلے رنگ کے جوتے پہننا بہتر ہے کہ مولا مشکل کشا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو پیلے جوتے پہنے گا اس کی فکر میں کمی ہوگی۔ (کشف الخفاء، الحدیث ۲۵۹۵، ج ۲، ص ۲۳۶)
- (۲) پہلے سیدھا جوتا پہنیں پھر الٹا اور اتارنے وقت پہلے الٹا جوتا اتاریں پھر سیدھا۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے محبوب، داناے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (کوئی شخص) جب جوتا پہنے تو پہلے داہنے پاؤں میں پہنے اور جب اتارے تو پہلے بائیں پاؤں کا اتارے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب لبس النعال وخل، الحدیث ۳۶۱۶، ج ۳، ص ۱۶۶)

- (۳) جب بیٹھیں تو جوتے اتار لینا سنت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ بیٹھے تو سنت ہے کہ اپنے جوتے اتار لے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الانتعال، الحدیث ۴۱۳۸، ج ۳، ص ۹۵)

(۴) جوتا پہننے سے پہلے جھاڑ لیں تاکہ کیر یا کنکر وغیرہ ہو تو نکل جائے۔

- (۵) استعمالی جوتا الٹا پڑا ہو تو سیدھا کر دیجئے ورنہ فقر و تنگ دستی کا اندیشہ ہے۔ (سنن بیہقی زیور، حصہ ۵، ص ۲۰۱)

(728) وَعَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْعَلُ يَمِينَهُ اللَّهُ ﷻ اپنے دائیں ہاتھ کو کھانے پینے اور کپڑوں کے حضرت حفصہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول

لِطَعَامِهِ وَشَرَابِهِ وَثِيَابِهِ، وَيَجْعَلُ يَسَارَةً لِّمَا يَسُورِي
ذَلِكَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ.

لیے استعمال فرماتے اور اس کے سوا دوسرے کام کرنے
میں بایاں ہاتھ استعمال فرماتے۔ اس حدیث کو ابوداؤد
اور ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کراہیۃ مس الذکر بالیمین فی الاستبراء، ج ۱ ص ۱۲، رقم: ۴۲، مسند ابی یعلیٰ
حدیث حفصۃ أم المؤمنین، ج ۱ ص ۳۸۴، رقم: ۴۰۹۰، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الہی عن الاستنجاء بالیمین، ج ۱ ص ۱۱۲، رقم:
۵۵۵، المستدرک للحاکم، کتاب الاطعمۃ، ج ۱ ص ۴۲، رقم: ۴۰۹۱، صحیح ابن خبان، باب آداب الاکل، ج ۱ ص ۳۱، رقم: ۵۲۲۶)

شرح حدیث: لباس پہننے کی سنتیں اور آداب

اللہ عزوجل کا یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں لباس کی دولت عطا کی۔ لباس سے ہم سردی، گرمی کے اثرات سے
اپنی حفاظت کر سکتے ہیں، یہ لباس ہماری زینت کا سبب بھی ہے اور سبب وقار بھی ہے۔ ہر قوم کا جدا جدا لباس ہوتا ہے، مگر
مسلمان کا لباس سب سے ممتاز ہے۔ لباس کی چند سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں:

(۱) سفید لباس ہر لباس سے بہتر ہے اور سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پسند فرمایا ہے۔ حضرت سیدنا سرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحبِ نواک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
سفید لباس پہنو کیونکہ یہ زیادہ صاف اور پاکیزہ ہے اور اپنے مردوں کو بھی اسی میں کفناؤ۔

(سنن ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی لبس البیاض، الحدیث ۲۸۱۹، ج ۴، ص ۲۷۰)

(۲) جب کپڑا پہننے لگیں تو یہ دعا پڑھیں، اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسٰنِیْ هٰذَا وَزَوَّجَنِیْہِ
مِنْ غَیْرِ حَوْلِ مِیْنِیْ وَلَا قُوَّةَ تَرْجَمَ: اللہ عزوجل کا شکر ہے جس نے مجھے یہ پہنایا اور بغیر میری قوت و طاقت کے مجھے یہ
عطا کیا۔ (المعراج، کتاب اللباس، باب الدعاء عند فراغ الطعام، الحدیث ۷۴۸۶، ج ۵، ص ۲۷۰)

(۳) پہنتے وقت سیدھی طرف سے شروع کریں مثلاً جب کرتا پہنیں تو پہلے سیدھی آستین میں سیدھا ہاتھ داخل کریں پھر الٹی
میں، اسی طرح پاجامہ میں پہلے سیدھے پانچے میں سیدھا پاؤں داخل کریں اور جب اتارنے لگیں تو اس کے برعکس
کریں یعنی الٹی طرف سے شروع کریں۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ، فیض
گنجینہ، راحتِ قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کرتا پہنتے تو دائیں طرف سے شروع فرماتے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی الامتعاد، الحدیث ۴۱۳۱، ج ۴، ص ۱۹۶)

(۴) پہلے کرتا پہنیں پھر پاجامہ۔

(۵) عمامہ باندھنے کی عادت ڈالنے کہ حضرت سیدنا عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے
محبوب، دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمامہ ضرور باندھا کرو کہ یہ فرشتوں کا نشان ہے اور اس

(کے شملے) کو پیٹھ کے پیچھے لٹکا لو۔ (کنز العمال، کتاب المعیضۃ، الحدیث ۴۱۳۲، ج ۸، ص ۱۳۳)
 عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

(کنز العمال، کتاب المعیضۃ والاعادات، باب العمامۃ، الحدیث ۴۱۳۰، ج ۱۵، ص ۳۳)
 اے ہمارے پیارے اللہ عزوجل! ہمیں فیشن والے لباس سے بچا اور محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق لباس پہننے کی توفیق مرحمت فرما۔

(729) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا لَبِسْتُمْ، وَإِذَا تَوَضَّأْتُمْ، فَأَبْدَأُوا بِأَيِّمِكُمْ حَدِيثٌ صَحِيحٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم لباس پہنو اور جب تم وضو کرو تو دائیں جانب سے ابتداء کرو۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ابوداؤد اور ترمذی نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سان ابو داؤد، باب فی الانتعال، ج ۱، ص ۱۱۴، رقم: ۴۱۳۲ صحیح ابن خزیمہ، باب الامر بالتیامن فی الوضوء امر استحباب، ج ۱، ص ۹۰، رقم: ۱۴۸، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب السنۃ فی البدایۃ بالیمن، ج ۱، ص ۸۶، رقم: ۴۱۲ صحیح ابن حبان، باب فرض الوضوء، ج ۲، ص ۳۶، رقم: ۱۰۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۳۵، رقم: ۸۶۲۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
 پہننا کرتا، پانچامہ، جوتا ان سب کو شامل ہے۔ اور وضو میں غسل و تیمم بھی داخل ہے۔ ایسا من الیمن کی جمع ہے جو یمنین یا یمن سے بنا بمعنی برکت و مبارک۔ چونکہ اسلام میں داہنا حصہ مبارک مانا گیا کہ قیامت میں نیکیوں کے نامہ اعمال بھی اسی ہاتھ میں ہوں گے اسی لئے اسے الیمن یا یمنین کہتے ہیں۔ یعنی جب کچھ پہنو تو داہنے ہاتھ پاؤں میں پہلے، بائیں میں بعد میں پہنو اور جب وضو یا غسل و تیمم کرو تو داہنی جانب سے شروع کرو مگر اتارنے میں اس کے برعکس۔

(بزائۃ المناجیح، ج ۱، ص ۳۸۲)

لباس پہننے کی سنتیں اور آداب

اللہ عزوجل کا یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں لباس کی دولت عطا کی۔ لباس سے ہم سردی، گرمی کے اثرات سے اپنی حفاظت کر سکتے ہیں، یہ لباس ہماری زینت کا سبب بھی ہے اور سبب وقار بھی ہے۔ ہر قوم کا جدا جدا لباس ہوتا ہے، مگر مسلمان کا لباس سب سے ممتاز ہے۔ لباس کی چند سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں:

(۱) سفید لباس ہر لباس سے بہتر ہے اور سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پسند فرمایا ہے۔ حضرت سیدنا سرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سفید لباس پہنو کیونکہ یہ زیادہ صاف اور پاکیزہ ہے اور اپنے مردوں کو بھی اسی میں کفناؤ۔

(سنن ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی لبس البیاض، الحدیث ۲۸۱۹، ج ۳، ص ۳۷۰)

(۲) جب کپڑا پہننے لگیں تو یہ دعا پڑھیں، اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسٰنِیْ هٰذَا وَزَنَیْنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلِ مَیْنِیْ وَلَا قُوَّةَ تَرْجَمَ: اللہ عزوجل کا شکر ہے جس نے مجھے یہ پہنایا اور بغیر میری قوت و طاقت کے مجھے یہ عطا کیا۔ (المصدر، کتاب اللباس، باب الدعاء عند فراغ الطعام، الحدیث ۷۲۸۶، ج ۵، ص ۲۷۰)

(۳) پہننے وقت سیدھی طرف سے شروع کریں مثلاً جب کرتا پہنیں تو پہلے سیدھی آستین میں سیدھا ہاتھ داخل کریں پھر اٹنی میں، اسی طرح پا جامہ میں پہلے سیدھے پانچے میں سیدھا پاؤں داخل کریں اور جب اتارنے لگیں تو اس کے برعکس کریں یعنی اٹنی طرف سے شروع کریں۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ مدینہ فیضِ منجینہ، راحتِ قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کرتا پہننے تو داہنی طرف سے شروع فرماتے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی الایصال، الحدیث ۴۱۴۱، ج ۴، ص ۹۶)

(۴) پہلے کرتا پہنیں پھر پا جامہ۔

(۵) عمامہ باندھنے کی عادت ڈالنے کے لئے کہ حضرت سیدنا عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے پیارے محبوب، داناے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمامہ ضرور باندھا کرو کہ یہ فرشتوں کا نشان ہے اور اس (کے شملے) کو پیٹھ کے پیچھے لٹکا لو۔ (کنز العمال، کتاب المعیشتہ، الحدیث ۴۱۱۳۲، ج ۸، ص ۱۳۳)

عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

(کنز العمال، کتاب المعیشتہ والعادات، باب العمامۃ، الحدیث ۴۱۱۳۰، ج ۱۵، ص ۳۲)

نمائے ہمارے پیارے اللہ عزوجل! ہمیں فیشن والے لباس سے بچاؤ اور محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق لباس پہننے کی توفیق مرحمت فرما، آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

وضو کی سنتیں

وضو میں سولہ چیزیں سنت ہیں۔ (۱) وضو کی نیت کرنا (۲) بسم اللہ پڑھنا (۳) پہلے دونوں ہاتھوں کو تین دفعہ دھونا (۴) مسواک کرنا (۵) داہنے ہاتھ سے تین مرتبہ کلی کرنا (۶) داہنے ہاتھ سے تین مرتبہ ناک میں پانی چڑھانا (۷) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا (۸) داڑھی کا انگلیوں سے خلال کرنا (۹) ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا (۱۰) ہر عضو کو تین تین بار دھونا (۱۱) پورے سر کا ایک بار مسح کرنا (۱۲) ترتیب سے وضو کرنا (۱۳) داڑھی کے جو بال منہ کے دائرہ کے نیچے ہیں ان پر گھیلا ہاتھ پھرائیٹا (۱۴) اعضا کو لگاتار دھونا کہ ایک عضو سوکھنے سے پہلے ہی دوسرے عضو کو دھو لے (۱۵) کانوں کا مسح کرنا (۱۶) ہر مکر وہ بات سے بچنا۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطہارۃ، الفصل الثانی فی سنن الوضوء، ج ۱، ص ۶-۸، بحوالہ صحتی زیور ص ۲۱۸)

(730) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى مِنْى، فَأَتَى الْجُمُرَةَ فَرَمَاهَا، ثُمَّ أَتَى مَذْلُجَهُ بِمِمْسٍ وَمِحْرٍ، ثُمَّ قَالَ لِلْحَلَاقِي: "خُذُوا أَشَارَ إِلَى جَانِبِهِ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ الْأَيْسَرِ، ثُمَّ جَعَلَ يُعْطِيهِ النَّاسَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قَوْنِي بِرِوَايَةٍ: لَمَّا رَمَى الْجُمُرَةَ وَنَحَرَ نُسْكَهُ وَحَلَقَ، تَأَوَّلَ الْحَلَاقِي شِقَّةَ الْأَيْمَنِ فَحَلَقَهُ، ثُمَّ دَعَا أَبَا طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ، ثُمَّ تَأَوَّلَهُ الشَّقَى الْأَيْسَرَ، فَقَالَ: "أَحْلِقِي"، فَحَلَقَهُ فَأَعْطَاهُ أَبَا طَلْحَةَ، فَقَالَ: "أَقْسِمُهُ بِئِنَّ النَّاسَ".

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ منیٰ آئے پس آپ جمرہ کے پاس تشریف لائے تو اس کو کنکریاں ماریں پھر منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر آئے اور قربانی کی پھر مونڈنے والے کو فرمایا شروع کر اور دائیں جانب کی طرف اشارہ کیا پھر بائیں جانب۔ پھر وہ (بال مبارک) لوگوں کو عطا فرمانے لگے۔ (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے کنکریاں مار کر قربانی کر لی تو حلق کروایا آپ نے سرمونڈانے کے لیے حجام کی طرف اپنی دائیں جانب سر کی بڑھائی۔ اس نے آپ کے بال مونڈے پھر آپ نے حضرت ابو طلحہ انصاری ؓ کو بلایا اور انہیں اپنے بال عطا فرمائے پھر آپ نے اپنی بائیں جانب سر کی حجام کی طرف بڑھائی اور فرمایا یہ مونڈ دو جب وہ آپ کے بال مونڈ چکا تو آپ نے حضرت ابو طلحہ کو وہ عطا فرمائے اور فرمایا کہ انہیں لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من ہدأ بالخلاب أو الطيب عند الغسل، ج ۱، ص ۶۱، رقم: ۲۵۸، صحیح مسلم، باب بیان ان السنة یوما لنحر ان یرمی ثم ینحر، ج ۱، ص ۸۲، رقم: ۲۲۱۲، السنن الکبریٰ، باب البدایة بالشق الايمن، ج ۱، ص ۱۰۳، رقم: ۱۱۱۱، جامع الاصول لابن اثیر، الباب السابع فیما یحلق والتقصیر، ج ۱، ص ۲۸۹، رقم: ۱۵۱۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان مونڈنے والے کا نام معمر ابن عبد اللہ قرشی عدوی ہے جو قدیم الاسلام صحابی ہیں، مسند امام احمد میں ہے کہ جب معمر نے داہنے ہاتھ میں استرہ لیا اور مونڈنے لگے تو حضور نے فرمایا اے معمر اس نعمت کی قدر کرو، انہوں نے عرض کیا کہ مجھ پر اللہ کی بڑی نعمت یہ ہے کہ آج میرا ہاتھ حضور کے سر مبارک پر ہے۔ (اشع) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاجی بقرعید کے دن پہلے رمی، پھر قربانی، پھر حجامت کرے، ہمارے ہاں یہ ترتیب واجب ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن سو قربانیاں کی تھیں، ۱۶۳ اپنے دست مبارک سے باقی ۷۳ سیدنا علی سے کرائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حجامت میں دایاں حصہ پہلے، بائیں حصہ بعد میں منڈانا چاہیے، امام ابو حنیفہ فرمایا کرتے تھے کہ

نائی کا دایاں اور بایاں معتبر ہے کہ فاعل وہ ہے، اس صورت میں مخلوق کا بایاں پہلے منڈے گا دایاں بعد میں مگر یہ حدیث سن کر امام صاحب نے اپنے قول سے رجوع کر لیا اور فرمایا کہ حدیث قیاس پر مقدم ہے اگر نائی پیچھے کھڑا ہو کر حجامت بنائے تو دونوں کا دایاں بایاں ایک ہی سمت میں ہوگا۔ (مرقات) حجامت کے بعد لب و داڑھی بنوانا، پھر ناخن ترشوانا سنت ہے۔ (مرقات)

اس موقع پر حضور انور نے اپنے ناخن شریف بھی لوگوں میں تقسیم کرائے، یہ بال و ناخن تبرک کے لیے ساروں میں تقسیم کیے گئے، ان میں سے بعض حضرات تو یہ تبرکات اپنی قبروں میں لے گئے تاکہ وہاں کی مشکلات آسان ہوں جیسے حضرت امیر معاویہ و عمرو ابن عاص وغیرہم اور بعض حضرات چھوڑ گئے تاکہ قیامت تک مسلمان ان کی زیارت کرتے رہیں۔ چنانچہ آج تک مختلف جگہ یہ بال شریف موجود ہیں اور ان کی زیارتیں ہو رہی ہیں، صحابہ کرام ان بالوں کو پانی میں غوطہ دے کر دواء پیتے تھے، حضرت شیخ نے یہاں ایک شعر لکھا۔ شعر

مرا از زلف تو موئے سداست فضولی سے کنم بوئے سداست

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ انسان کے بال جدا ہو کر بھی پاک ہیں۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے بعض اجزاء بدن شریف محفوظ رکھے ہیں۔ تیسرے یہ کہ بزرگوں کے تبرکات خصوصاً حضور کے بال و ناخن شریف سنبھال کر رکھنا، ان کی زیارت کرنا، ان سے شفا حاصل کرنا، ان کے توسل سے دعائیں مانگنا، قبر میں انہیں ساتھ لے جانا سب جائز و بہتر ہے کہ یہ تقسیم انہی مقاصد کے لیے ہوتی تھی، اس کی تحقیق شامی اور ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ اول میں ملاحظہ کیجئے اور ان شاء اللہ اس شرح میں بھی اپنے موقع پر اس کا ذکر آئے گا۔ (برزۃ الناجی، ج ۲ ص ۸۵۸)

عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلوں کی دھڑکن بن چکا تھا اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت و غلامی میں اتنے منہمک اور مستغرق ہو چکے تھے کہ انہیں دنیا کی کسی چیز اور کسی نسبت سے کوئی غرض نہ تھی۔ وہ سب کچھ برداشت کر سکتے تھے لیکن انہیں کبھی یہ گوارا نہ تھا کہ کوئی ان کے دلوں کے چین، رحمت کو نین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی شان اقدس میں ادنیٰ سی بے ادبی کی جرأت کرے چنانچہ عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ جب قریش نے انھیں (ایمان لانے سے پہلے) صلح حدیبیہ کے سال، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، انھوں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بے پناہ تعظیم دیکھی، انھوں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جب بھی وضو فرماتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے بے حد کوشش کرتے حتیٰ کہ قریب تھا کہ وضو کا پانی نہ ملنے کے سبب لڑ پڑیں۔ انہوں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم دہن مبارک یا بینی مبارک کا پانی ڈالتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اسے ہاتھوں میں لیتے، اپنے

۔ ہر مہر پرستہ اور آبرو پاستہ، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بال جسداں طہر سے جدا نہیں ہوتا تھا عمر اس نے
مور سے جدا نہیں کرتے، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں کوئی حکم دیتے تو فوراً تعمیل کرتے اور جب نبی اکرم
سرخندہ قدس صلیہ وآلہ وسلم فرماتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے خاموش رہتے اور ازراہ تعظیم آپ صلی
نہ قدس صلیہ وآلہ وسلم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے۔ (الشفاء، الباب الثالث، ج ۲، ص ۶۹)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

3- کتاب آداب الطعام

100 باب التَّسْبِیْةِ فِیْ اَوَّلِهِ

وَالْحَمْدُ فِیْ اٰخِرِهِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

کھانے پینے کے آداب کا بیان

کھانے کے شروع میں بسم اللہ

اور آخر میں الحمد للہ پڑھنا

(731) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: «سَمِ اللَّهَ، وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عمر بن ابوسلمہ ؓ سے روایت ہے مجھے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا نام لے اور دائیں ہاتھ

سے کھا اور اپنے سامنے سے کھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب التسمية على الطعام والاكل باليمين ج ١ ص ١٠٨ رقم: ٥٢٤٦ صحیح مسلم باب آداب الطعام والشراب واحكامها ج ١ ص ١٠٩ رقم: ٥٢٨٨ سنن الکبیری للنسائی باب اكل الانسان مما يليه اذا كان معه من ياكل ج ٢ ص ١٤٥ رقم: ٦٤٥٩ المعجم الكبير للطبرانی من اسمه عمر بن ابي سلمه ج ١ ص ١٢٤ رقم: ٨٣١٥ مكتبة العصور والحكم الموصل) سنن ابن ماجه باب الاكل باليمين ج ٢ ص ١٠٨٤ رقم: ٣٢٦٤ (دار الفكر بيروت)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الختان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ عمر ابن عبد اللہ ابن عبد الامہ ہیں، قرشی مخدومی ہیں، جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے ہیں۔ ہجری میں حبشہ میں پیدا ہوئے، حضور انور کی وفات کے وقت آپ کی عمر نو سال تھی، ۸۳ھ میں عید الملک ابن مروان کے زمانہ حکومت میں وفات پائی، جنت البقیع شریف میں دفن ہوئے، جب حضور انور نے حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا تو آپ کو اور آپ کی بہن زینب کو اپنی پرورش میں لے لیا رضی اللہ عنہم اجمعین۔

یعنی کبھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پیالہ میں کھانا کھاتا تھا تو میں کھانے کے آداب سے واقف نہ تھا اس لیے ہر طرف سے کھانا کھاتا تھا جدھر سے دل چاہا ادھر سے بوٹی لے لی، ادھر ہی لقمہ شوربے میں بھگو لیا۔

(اپنے سامنے سے کھاؤ) یعنی بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ ہر طرف سے نہ کھاؤ، یہ تینوں حکم جمہور علماء کے نزدیک استحبائی ہیں، بعض آئمہ کے ہاں داہنے ہاتھ سے کھانا واجب ہے۔ خیال رہے کہ ہر چیز پیتے وقت بھی بسم اللہ پڑھے اور داہنے ہاتھ سے پئے یہ ہی سنت ہے، یہ تینوں امور سنت علی العین ہیں یعنی اگر جماعت میں سے صرف ایک آدمی کر لے تو کافی نہیں ہر شخص داہنے ہاتھ سے کھائے، ہر شخص بسم اللہ پڑھے، ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے، اگر اکیلا بھی کھائے تب بھی اپنے سامنے سے کھائے، ہاں اگر طباق میں مختلف مٹھائیاں یا مختلف قسم کی کھجوریں ہیں تو جہاں سے چاہے کھالے جیسا کہ آئندہ آوے گا۔ (مرقات) (بزائۃ المناجیح، ج ۲ ص ۸۵۸)

(732) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ تَعَالَى فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللَّهِ تَعَالَى فِي أَوَّلِهِ فَلْيَقُلْ: بِسْمِ اللَّهِ أَوَّلُهُ وَآخِرُهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھائے تو اس کو چاہیے کہ بسم اللہ شریف پڑھ لے اگر اس کو ذکر کرنا بھول جائے تو وہ اس طرح کہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ ابتداء و انتہاء کرتا ہوں۔ اسے امام ابو داؤد اور اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

مخرج حديث: (سنن ابو داؤد: باب التسمية على الطعام: ج ٤، ص ٣٠٠، رقم: ٤١١، سنن ترمذی: باب ما جاء في التسمية على الطعام: ج ٥، ص ١٢٨، رقم: ١٨٥٨، سنن الدارمی: باب في التسمية على الطعام: ج ٢، ص ١٢٩، رقم: ٢٠٢٠، سنن الکبیری للنسائی: باب ما يقول اذا لسی التسمية ثم ذکر: ج ٤، ص ٤٨، رقم: ١٠١١٢)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الجنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اللہ کے ذکر سے مراد بسم اللہ شریف پڑھنا ہے کہ کھانے کے وقت یہ ہی ذکر اللہ سنت ہے ہر وقت کا ذکر علیحدہ ہے۔ خوشی کی خبر سننے کے وقت کا ذکر ہے الحمد للہ، غم کی خبر کا ذکر ہے انا للہ، بری بات سننے کے وقت کا ذکر ہے لاحول الخ تو کھانے کے وقت کا ذکر ہے بسم اللہ بلکہ وضو کرتے وقت، سوتے وقت، مسجد میں داخل ہوتے وقت بھی بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔ اس جگہ بعض علماء نے فرمایا کہ ذکر اللہ سے مراد یہ ذکر ہے حتیٰ کہ اگر کھاتے وقت کلمہ طیبہ بھی پڑھ لے تو بھی یہ فائدہ حاصل ہو جائے گا۔ شاید یہ حضرت کھاتے وقت انا للہ یا لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنے کو بھی مفید کہتے ہوں بہر حال قوی یہ ہے کہ یہاں ذکر اللہ سے مراد بسم اللہ شریف ہے۔

اصل میں فی اولہ و آخرہ تھانی کو دور کر دیا گیا اور اول آخر کو فتح دیا گیا۔ اول آخر سے مراد کھانے کی ساری حالات ہیں، اول آخر درمیانی حالت جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا یہاں صبح شام سے مراد تمام اوقات ہیں یعنی جو شخص کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو درمیان میں جب یاد آ جائے تب یہ کہہ لے بلکہ بعض علماء نے فرمایا کہ کھانا کھا چکنے ہاتھ دھونے لینے کلی کر لینے کے بعد یاد آوے تب بھی یہی کہہ دے مگر صحیح یہ ہے کہ دوران کھانے میں یاد آتے وقت ہی کہے تاکہ شیطان کھایا ہوا کھانا قے کر دے بعد فراغ یہ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

(بزاز المناجیح، ج ٦، ص ٥٢)

(733) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "حَضْرَت جَابِر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جب کوئی آدمی

اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھانے وقت اللہ کا ذکر کرے۔ تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے تمہارے لیے رات گزارنے کی جگہ ہے نہ رات کا کھانا اور جب کوئی گھر میں داخل ہو اور داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے تو شیطان کہتا ہے تم نے رات گزارنے کی جگہ پالی اور پھر جب کھاتے وقت اللہ کا ذکر نہ کرے تو شیطان کہتا ہے تم نے رات گزارنے کی جگہ اور رات کا کھانا پالیا۔ (مسلم)

«إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَذَكَرَ اللَّهَ تَعَالَى عِنْدَ دُخُولِهِ، وَعِنْدَ طَعَامِهِ، قَالَ الشَّيْطَانُ لِأَصْحَابِهِ: لَا مَبِيتَ لَكُمْ وَلَا عِشَاءَ، وَإِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ تَعَالَى عِنْدَ دُخُولِهِ، قَالَ الشَّيْطَانُ: أَذْرَكُكُمْ الْمَبِيتَ، وَإِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ تَعَالَى عِنْدَ طَعَامِهِ، قَالَ: أَذْرَكُكُمْ الْمَبِيتَ وَالْعِشَاءَ وَآهَ مُسْلِمٌ»

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب آداب الطعام والشراب واحکامها، ج ۶ ص ۱۰۸، رقم: ۵۲۸۱، الادب المفرد، باب اذا لم يذكر الله عند دخوله البيت يبيت فيه الشيطان، ص ۳۶، رقم: ۱۰۹۶، اللسان الکبیر للبیہقی، باب التسمية على الطعام، ج ۶ ص ۲۶، رقم: ۱۸۰۰۲، المستدرک للحاکم، تفسیر سورة الفرقان، ج ۳ ص ۲۶، رقم: ۲۵۱۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد الله، ج ۳ ص ۳۶، رقم: ۱۳۴۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص گھر میں داخل ہوتے وقت پوری بسم اللہ پڑھ کر داہنا قدم پہلے دروازہ میں داخل کرے پھر گھر والوں کو سلام کرتا ہوا گھر میں آئے، اگر کوئی نہ ہو تو السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ کہہ دے۔ بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ اول دن میں جب پہلی بار گھر میں ہوتے ہیں تو بسم اللہ اور قل ہو اللہ پڑھ لیتے ہیں کہ اس سے گھر میں اتفاق بھی رہتا ہے اور رزق میں برکت بھی۔

شیطان کا یہ خطاب اپنی ذریت سے ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ اس خطاب میں قرین بھی داخل ہو کہ وہ بھی اس بسم اللہ کی برکت سے نہ کھائے اور ہمارے گھر میں رہنے سہنے سے محروم ہو جائے اور اس کے شر سے محفوظ ہو جائے اور اللہ کے ذکر سے غافل اس نعمت سے محروم رہے۔ دوپہر کے کھانے کو غداء کہتے ہیں اور بعد دوپہر سے رات تک کے کھانے کو عشاء کہا جاتا ہے، یہاں مراد مطلقاً کھانا ہے جو شخص صبح کو یہ عمل کرے تو ناشتہ او دوپہر کے کھانے سے شیطان محروم ہوگا جو بعد دوپہر یہ عمل کرے تو رات کے کھانے سے وہ محروم رہے گا۔ (برزائہ الناجی، ج ۶ ص ۱۳)

(734) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے پر ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابتداء کرنے سے پہلے ہم ہاتھ (کھانے پر) نہ

كُنَّا إِذَا حَضَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا، لَمْ نَضَعْ أَيْدِينَا حَتَّى يَبْدَأَ رَسُولُ

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ فَمَضَعَ يَدَهُ وَإِنَّا حَضَرْنَا مَعَهُ مَرَّةً طَعَامًا، فَجَاءَتْ جَارِيَةٌ كَاتِبًا تُذْفَعُ، فَلَمَّحَتْ لِعَضْعَ يَدِهَا فِي الطَّعَامِ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ بِيَدِهَا، ثُمَّ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ كَاتِبًا يُذْفَعُ، فَأَخَذَ بِيَدِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ: "إِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ أَنْ لَا يُذَكَّرَ اسْمُ اللّٰهِ تَعَالَى عَلَیْهِ، وَإِنَّهُ جَاءَ بِهِ إِلَیْهِ الْجَارِيَةُ لِیَسْتَحِلَّ بِهَا، فَأَخَذْتُ بِيَدِهَا، فَجَاءَ الْاَعْرَابِيُّ لِیَسْتَحِلَّ بِهِ، فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِیَدِهِ، إِنَّ يَدَهُ فِي يَدَيَّ مَعَ يَدَيْهِمَا ثُمَّ ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالَى وَآكَلَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

رکھتے ایک بار ہم کھانے پر آپ ﷺ کے ساتھ حاضر تھے۔ ایک لڑکی تیزی سے آئی گویا اس کو دھکیلا گیا کہ اپنا ہاتھ کھانے میں رکھ دے رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر ایک دیہاتی تیزی سے آیا گویا کہ اس کو دھکیلا گیا۔ آپ نے اس کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان کھانے کو اس طرح حلال جانتا ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہ کیا جائے وہ اس لڑکی کو لایا تاکہ اس کے ذریعہ اپنے لیے کھانا حلال کر لے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر اس دیہاتی کو لایا کہ اس کے ذریعہ کھانا (اپنے لیے) حلال کر لے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔ پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا اور کھانا کھایا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب آداب الطعام والشراب واحکامها، ج ۲، ص ۱۰۴، رقم: ۵۲۶۸، مسند امام احمد بن حنبل: حدیث حلیفہ بن الیمان، ج ۵، ص ۲۸۲، رقم: ۲۲۹۴، مصنف عبدالوہاب: باب اسم اللہ علی الطعام، ج ۱۰، ص ۲۲۰، رقم: ۱۵۱۲، مستخرج ابی حواری: باب من ذلك وجوب التسمية عند حضور الطعام، ج ۱، ص ۱۲۰، رقم: ۱۶۴۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی بزرگ کے ساتھ دسترخوان پر حاضر ہو تو ان سے پہلے کھانا شروع نہ کرے کہ اس میں بے ادبی ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ سارے کھانے والے بالغ ہوں، ان میں ایک بزرگ باقی خدام لیکن اگر کھانے والے میں کوئی نا سمجھ بچہ بھی ہو تو وہ پہلے کھانا شروع کر سکتا ہے بلکہ اس کے ہاتھ پہلے دھلائے جائیں اور کھانا کھا چکنے پر اس کے ہاتھ پیچھے دھلائے جائیں کیونکہ بچے آہستہ آہستہ کھاتے ہیں، دیر تک کھاتے ہیں اور کھانا سامنے آنے پر زیادہ صبر نہیں کر سکتے۔ یہ تمام احکام عالمگیری وغیرہ میں مطالعہ کرو۔

جاریہ سے مراد لونڈی نہیں بلکہ چھوٹی بچی ہے جو اتنی تیز دوڑتی آرہی تھی جیسے کسی نے اسے اس طرح دھکا دیا ہو، دھکا کھا کر انسان بہت تیزی سے گرتا ہے۔

یعنی ابھی ہم نے کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا تھا اس نے پہلے ہی ہاتھ ڈالنا چاہا بغیر بسم اللہ پڑھے ہوئے درحقیقت اسے شیطان اسی طرح بھگائے ہوئے لارہا ہے۔

(پھر ایک دیہاتی تیزی سے آیا) یہاں بھی یہی حال تھا کہ وہ بدوی صاحب بھی ان حضرات سے پہلے ہی بغیر بسم اللہ پڑھے ہوئے ہاتھ ڈالنا چاہتے تھے یہاں بھی شیطان ہی کا دھوکا تھا۔

(اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہ کیا جائے) یعنی اگر جماعت میں ایک آدمی بھی بغیر بسم اللہ کھانے لگے تو شیطان اس کھانے میں شریک ہو جاتا ہے تم سب کو بسم اللہ پڑھ کر کھاتے شیطان کو ساتھ کھانے کی جرأت نہ ہوتی اس لیے وہ آگے پیچھے ان دونوں کو لایا کہ یہ بغیر بسم اللہ کھائے اور ان کے ذریعہ شیطان بھی کھائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ بچے جو بسم اللہ پڑھ سکیں ضرور بسم اللہ پڑھ کر کھایا کریں ورنہ شیطان کھانے میں شریک ہوگا، ہاں بالکل بے سمجھ بچہ جو صحیح بول نہ سکے اس حکم سے علیحدہ ہے۔

(ان دونوں کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے) تاکہ یوں دونوں میں سے کوئی بغیر بسم اللہ ہاتھ نہ ڈال سکے اور شیطان کو موقع نہ ملے اس کی کوشش بیکار جائے۔

ان دونوں نے بھی بسم اللہ پڑھ کر کھایا اور دوسرے حضرات نے بھی۔ حضرات صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر مجمع میں ایک بھی نا اہل شریک ہو جائے تو سب کے لیے ممنوع کیونکہ ایک نا اہل کی شرکت سے شیطان شریک ہو جاتا ہے اور وہ کام شیطانی بن جاتا ہے، اس قول کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ اگر کھانے والوں کو جماعت میں ایک شخص بھی بغیر بسم اللہ شریک ہو جائے تو شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ (بزاۃ الناجی، ج ۶ ص ۱۳)

(735) وَعَنْ أُمِّيَّةَ بْنِ مَخْشِيٍّ الصَّخَاوِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا، وَرَجُلٌ يَأْكُلُ، فَلَمْ يُسَمِّ اللَّهَ حَتَّى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهِ إِلَّا لُقْمَةٌ، فَلَمَّا رَفَعَهَا إِلَى فِيهِ، قَالَ: بِسْمِ اللَّهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: «مَا زَالَ الشَّيْطَانُ يَأْكُلُ مَعَهُ، فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ اسْتَقَاءَ مَا فِي بَطْنِهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ»

حضرت اُمیہ بن مخشی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے تھے۔ اور ایک آدمی کھانا کھ رہا تھا اس نے اللہ کا نام نہ لیا حتیٰ کہ ایک لقمہ باقی تھا اس کو منہ کی طرف اٹھایا اور کہا بسم اللہ اولہ و آخرہ۔ نبی اکرم ﷺ مسکرا دیے پھر فرمایا شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا جب اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر دیا تو جو اس کے پیٹ میں تھا قے کر دیا۔ اس کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سان ابو داؤد باب التسمیۃ علی الطعام، ج ۱ ص ۴۰۴، رقم: ۴۷۰۰ سنن الکبیری للنسائی باب اذا نسی الذکر ثم ذکر ج ۱ ص ۱۷۲، رقم: ۶۷۵۸ مستدرک للحاکم، کتاب الاطعمۃ، ج ۱ ص ۷۲، رقم: ۶۰۸۹، مسند امام احمد بن حنبل

حدیث امیہ بن عیسیٰ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۲۱ رقم: ۱۸۱۸۲ معرفۃ الصحابة لابی نعیم باب من اسماه امیہ ج ۲ ص ۱۳۵ رقم: ۹۰۵

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کی کنیت ابو عبید ہے، امیہ تصغیر سے ہے اور محشی میم کے فتح شین کے کسرہ ی کی شد سے ہے، آپ صحابی ہیں، خزاعی اسدی ہیں، بصرہ میں قیام رہا، آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے۔ (مرقات و شجر)

اس سے معلوم ہوا کہ کھانا شروع کرتے وقت پوری بسم اللہ پڑھے لیکن اگر بیچ میں یاد آدے تو صرف بسم اللہ کہے اور ساتھ ہی اولہ و آخرہ کہہ لے۔ یہ اصل میں فی اولہ و آخرہ تھانی کو پوشیدہ کر کے اول آخر کو فتح دے دیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریں حقیقت میں چھپی مخلوق کو بھی ملاحظہ فرماتی ہیں اور حدیث بالکل اپنے ظاہری معنی پر ہے کہ کسی تاویل کی ضرورت نہیں جیسے ہمارا معدہ مکھی والا کھانا ہضم نہیں کر سکتا ایسے شیطان کا معدہ بسم اللہ والا کھانا ہضم نہیں کرتا اگرچہ اس کا تے کیا ہوا کھانا ہمارے کام نہیں آتا مگر مردود تو بیمار بھی پڑ جاتا ہے اور بھوکا بھی رہ جاتا ہے اور ہمارے کھانے کی فوت شدہ برکت لوٹ آتی ہے۔ غرضیکہ اس میں ہمارا فائدہ ہے اس کے دو نقصان اور ممکن ہے کہ وہ مردود آئندہ ہمارے ساتھ بغیر بسم اللہ والا کھانا بھی ڈر کے سبب نہ کھائے کہ شاید یہ بیچ میں بسم اللہ پڑھ لے اور مجھے تے کرنی پڑے۔ غالباً یہ شخص اکیلا کھا رہا تھا اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھاتا ہوتا تو بسم اللہ نہ بھولتا وہاں تو حاضرین بسم اللہ بلند آواز سے کہتے تھے اور ساتھیوں کو بسم اللہ کہنے کا حکم کرتے تھے۔ (برزائہ الناجح، ج ۲ ص ۵۳)

(736) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ طَعَامًا فِي بَيْتِهِ مِنْ أَضْحَائِهِ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَأَكَلَهُ بِلُقْمَتَيْنِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَا إِنَّهُ لَوْ سَمَى لَكَفَاكُمْ رَسُولًا التَّزْمِيدِيَّ، وَقَالَ: «حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ».

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے چھ صحابہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ ایک دیہاتی آیا اور سارا کھانا دو لقموں میں کھا گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار اگر وہ اللہ کا نام لیتا تو تم سب کو کافی ہوتا۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی) باب ما جاء في التسمية على الطعام ج ۲ ص ۲۸۸ رقم: ۱۸۵۱ جامع الاصول لابن اثیر الفصل الثاني في التسمية عند الاكل ج ۲ ص ۲۸۸ رقم: ۵۲۲۸ الاحاب للبيهقي باب الذکر عند دخوله بيته وعند طعامه والاكل ج ۲ ص ۲۲۲ رقم: ۲۹۸ الشیائل البهيمية للترمذی باب ما جاء في قول رسول الله قبل الطعام ج ۲ ص ۲۱۸ رقم: ۱۹۲ سنن ابن ماجه باب التسمية عند الطعام ج ۲ ص ۱۰۸۶ رقم: ۲۲۳۳ سنن الدارمی باب في التسمية على الطعام ج ۲ ص ۱۲۹ رقم: ۲۰۲۰

شرح حدیث: کھانے کو شیطان سے بچاؤ

کھانے سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھنے سے کھانے میں بے برکتی ہوتی ہے۔ حضرت سیدنا ابوالیوب انصاری رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ہم تاجدار رسالت، ماہِ نبوت، مالکِ کوثر و جنت، محبوبِ رب العزت عزَّ وَّجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی خدمتِ سراپا رخصت میں حاضر تھے۔ کھانا پیش کیا گیا، ابتداء میں اتنی بکت ہم نے کسی کھانے میں نہیں دیکھی مگر آخر میں بڑی بے بکتی دیکھی۔ ہم نے عرض کی، یا رسول اللہ! عزَّ وَّجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ایسا کیوں ہوا؟ ارشاد فرمایا، ہم سب نے کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھی تھی۔ پھر ایک شخص بغیر بسم اللہ پڑھے کھانے کو بیٹھ گیا، اُس کے ساتھ شیطان نے کھانا کھالیا۔ (شرح السنہ ج ۶ ص ۶۲ رقم الحدیث ۲۸۱۸)

بوقتِ ذبح الرحمن الرحیم نہ پڑھنے کی حکمت

حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان خدائے رحمن عزَّ وَّجَلَّ کی رخصتِ بے پایاں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں، غور تو کرو کہ سورہ توبہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی گئی اسی طرح ذبح کے وقت پوری بسم اللہ نہیں پڑھتے بلکہ یوں کہتے ہیں بسم اللہ اللہ اکبر، اس میں کیا حکمت ہے؟ حکمت یہ ہے کہ سورہ توبہ میں اڈل سے آخر تک جہاد اور قتال کا ذکر ہے اور یہ کافروں پر فہم ہے، اسی طرح ذبح میں جانور کی جان لی جاتی ہے یہ بھی جبر و ظہر کا وقت ہوتا ہے اس موقع پر رخصت کا ذکر نہ کرو۔ بسم اللہ عزَّ وَّجَلَّ تو جو شخص پوری بسم اللہ شریف (یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم) کا ورد کرے تو ان شاء اللہ عزَّ وَّجَلَّ خدا کے غضب سے محفوظ رہے گا۔ (تفسیر نسیمی جلد اول ص ۴۳)

انیس حروف کی حکمتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم کے 19 حروف ہیں اور دوزخ پر عذاب دینے والے فرشتے بھی انیس۔ پس امید ہے کہ اس کے ایک ایک حرف کی بکت سے ایک ایک فرشتے کا عذاب دور ہو جائے۔ دوسری خوبی یہ بھی ہے کہ دن رات میں 24 گھنٹے ہیں جن میں سے پانچ گھنٹے پانچ نمازوں نے گھیر لئے اور 19 گھنٹوں کیلئے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے انیس حروف عطا فرمائے گئے۔ پس جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ورد کرتا رہے، ان شاء اللہ عزَّ وَّجَلَّ اس کا ہر گھنٹہ عبادت میں شمار ہوگا اور ہر گھنٹے کے گناہ معاف ہوں گے۔ (تفسیر کبیر ج اول ص ۱۵۶)

(737) وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَفَعَ مَائِدَتَهُ قَالَ: "الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، غَيْرَ مَكْفِيٍّ، وَلَا مُؤَدِّعٍ، وَلَا مُسْتَغْنَى عَنْهُ رَبَّنَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابو امامہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ؐ کا دسترخوان جب اٹھایا جاتا تو آپ فرماتے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں وہ تعریفیں کثیر و طیب ہیں برکت والی ہیں۔ اس کے بغیر گزارا نہیں اور اسے ہمارے رب! ہمیں اس سے بے پرواہی نہیں تھی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب ما یقول اذا فرغ من طعامه ج ۶ ص ۶۲ رقم الحدیث ۲۸۱۸) الاداب للبیہقی باب ما یقول

إذا فرغ من الطعام: ج ۱ ص ۲۷۱ رقم: ۳۸۲ الشماثل البعيدة للترمذی باب ما جاء في قول رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل الطعام: ص ۲۷۱ رقم: ۱۱۱ سنن ابوداؤد باب ما يقول الرجل اذا طعم: ج ۲ ص ۳۲۱ رقم: ۳۸۵۱ سنن ابن ماجه باب ما يقول اذا فرغ من الطعام: ج ۲ ص ۱۰۱۲ رقم: ۳۲۸۳

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
(دستر خوان جب اٹھایا جاتا) حق یہ ہے کہ یہاں ماندہ سے مراد کپڑے کا دسترخوان ہے یا کھجور کے پتوں کا نہ کہ لکڑی کا خوان کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لکڑی کے خوان اور میز پر کھانا نہ کھاتے تھے۔
(بہت شکر پاکیزہ) یعنی ایسی حمد جو ریاض وغیرہ سے پاک ہو، اخلاص سے شامل ہو یہ تینوں کلمے یعنی کثیر، طیب اور مبارک صفا کی صفات ہیں اور حمداً مفعول ہے حمد فعل پوشیدہ کا۔

(اور نہ اس سے بے پرواہی کی ہوئی اسے ہمارے رب) ظاہر یہ ہے کہ غیر پیش سے ہے ہو پوشیدہ کی خبر اور یہ کلام دعا یہ ہے، ہو کا مرنج بچا ہوا وہ کھانا ہے جو سامنے سے اٹھایا جا رہا ہے یعنی ابھی یہ کام ہم کو کافی نہ ہو چکا ہو، ہم سے وداع نہ ہو گیا ہو، ہم اس سے بے نیاز نہ ہو گئے ہوں، ہم کو پھر بھی عطا ہو۔ یہ تینوں لفظ اسم مفعول ہیں مکملی۔ مودع اور مستغنی اور ہو سکتا ہے کہ غیر کو فتح ہو اور یہ حمد کی صفت یا حال ہو یعنی ہم رب کی ایسی حمد کرتے ہیں جو نہ تو کفایت کی جا چکی ہے اور بس ہو چکی اور نہ آخری حمد ہے اور نہ ہم آئندہ کے لیے اس حمد سے بے نیاز ہو چکے ہم پھر بھی اپنے رب کی حمد کرتے رہیں اس کی نعمتوں کے گن گاتے رہیں اور ہو سکتا ہے کہ مکملی، مودع اور مستغنی تینوں اسم فاعل ہوں اور یہ عبارت حمدہ کے مفاعل سے حال ہو تب معنی ہوں گے کہ ہم اتنی حمد پر کفایت ہی نہ کریں آئندہ بھی حمد کریں نہ حمد کی وداع کریں نہ آئندہ حمد الہی سے مستغنی و بے نیاز ہو جائیں مگر پہلی توجیہ ظاہر بھی ہے قوی بھی اور موقعہ کے مناسب بھی کہ کھانا کھا چکنے پر یہ دعا ہے تو کھانے کے متعلق ہونی چاہیے۔ رہنا مرفوع بھی ہو سکتا ہے منصوب بھی مجرور بھی۔ انت ربنا یا ربنا یہ اللہ کا بدل ہے تو مجرور ہے۔ (مرقت وغیرہ)

(برآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۴۹)

(738) وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَكَلَ طَعَامًا، فَقَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هَذَا، وَزَادَنِي مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مَلِيٍّ وَلَا قُوَّةَ غُفَرٍ لَهُ مَا تَقَلَّمَتْ مِنْ ذُنُوبِهِ وَأَنَا أَبُو دَاوُدَ وَاللَّزِمِيَّةُ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کھانا کھایا پھر کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں۔ جس نے مجھے یہ کھلایا اور رزق دیا میری ہمت و قوت کے بغیر تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد باب ما يقول اذا لبس ثوبا جديداً ج ۱ ص ۴۲ رقم: ۴۰۲۵ سنن ترمذی باب ما يقول اذا فرغ من الطعام ج ۲ ص ۵۰۸ رقم: ۳۲۵۸ الاصاب للبيهقي باب ما يقول اذا لبس ثوبا ج ۱ ص ۳۱۱ رقم: ۵۲۲ المعجم

الکبیر للطبرانی من اسمه معاذ بن انس الجهنی ج ۲ ص ۱۸۱ رقم: ۱۷۱۶ مسند امام احمد حلیث معاذ بن انس الجهنی ج ۲ ص ۳۲۹ رقم: ۱۵۶۰

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ صحابی ہیں، قبیلہ جند سے ہیں، مصر میں قیام رہا، آپ سے آپ کے فرزند سل نے احادیث روایات کیں۔ زبان سے یہ کلمات کہے اور دل میں عقیدہ رکھے کہ مجھے جو کچھ مل رہا ہے میرے علم و عقل کا نتیجہ نہیں صرف میرے رب کا فضل ہے ورنہ مجھ سے اچھے اچھے مارے مارے پھر رہے ہیں بڑی مصیبتوں میں ہیں تو ان شاء اللہ مغفرت ہوگی۔ حاکم نے مستدرک میں بروایت عائشہ صدیقہ مرفوعاً روایت کی، فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی ایک یا آدھے دینار کا کپڑا خریدے اس پر رب تعالیٰ کی حمد کرے تو یہ کپڑا اس کے گھٹنوں پر پیچھے پہنچے گا گناہ پہلے بخش دیے جائیں گے۔ (مرقات) اس کی مثل طبرانی نے حضرت ابوامامہ سے روایت کی کچھ فرق کے ساتھ۔ (بزاۃ الناجح، ج ۶ ص ۱۸۹)

101 کتاب لَا یَعِیْبُ الطَّعَامَ

کھانے کا عیب نہ نکالنا اور اس کی

وَاسْتِحْبَابِ مَذْجِهِ

تعریف کرنا مستحب ہے

(739) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَا عَابَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ، إِنْ اشْتَهَاكَ أَكَلَهُ، وَإِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کھانے کا عیب کبھی نہ نکالا۔ اگر اس کو پسند کرتے تو کھا لیتے اگر ناپسند کرتے ہیں تو اس کو چھوڑ دیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب ما عاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم طعاماً ج ۴ ص ۴۰ رقم: ۵۰۰۹ صحیح مسلم باب لا یعیب الطعام ج ۶ ص ۱۳۲ رقم: ۵۵۰۱ الاصاب للبیہقی باب لا یعیب طعام قدّم الیہ ولا یتخرج من طعام احللہ اللہ عزوجل ج ۱ ص ۲۳۹ رقم: ۳۰۹ سنن ابوداؤد باب فی کراہیۃ ذم الطعام ج ۲ ص ۳۰۶ رقم: ۲۷۰۵ مسند امام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۳۸۱ رقم: ۱۰۲۴۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کھانے پکانے میں کبھی عیب نہ نکالا کہ نمک کم ہے یا زیادہ جیسا بعض لوگوں کا عام طریقہ ہے کہ بغیر عیب نکالے کھانا کھاتے ہی نہیں۔ گوہ کے متعلق یہ فرمانا کہ یہ ہماری زمین میں نہیں ہوتی اس لیے ہم اس سے گھن کرتے ہیں، یہ کراہت طبع کا بیان تھا پکانے میں عیب نہ نکالا گیا تھا لہذا وہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ (بزاۃ الناجح، ج ۶ ص ۸۹)

دعوت میں کھانے کے آداب

کسی کے یہاں دعوت میں جاؤ تو کھانے کے لئے بہت بے صبری نہ ظاہر کرو کہ ایسا کرنے میں تم لوگوں کی نظروں میں

ہلکے ہو جاؤ گے کھانا سامنے آئے تو اطمینان کے ساتھ کھاؤ بہت جلدی جلدی مت کھاؤ دوسروں کی طرف مت دیکھو اور دوسرے کے برتنوں کی جانب نگاہ مت ڈالو خیر وار کسی کھانے میں عیب نہ نکالو کہ اس سے گھر والوں کی دل شکنی ہوگی اور سنت کی مخالفت بھی ہوگی کیونکہ ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس طریقہ یہی تھا کہ کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کھانے کو عیب نہیں لگایا بلکہ دسترخوان پر جو کھانا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مرغوب ہوتا اس کو تناول فرماتے اور جو نا پسند ہوتا اس کو نہ کھاتے بعض مردوں اور عورتوں کی عادت ہے کہ دعوت سے لوٹ کر صاحب خانہ پر طرح طرح کے طعنے مارا کرتے ہیں کبھی کھانوں میں عیب نکالتے ہیں کبھی منتظمین کو کوٹھنے دیتے ہیں میرا تجربہ ہے کہ مردوں سے زیادہ عورتیں اس مرض میں مبتلا ہیں لہذا ان بری باتوں کو چھوڑ دو بلکہ یہ طریقہ اختیار کرو کہ اگر دعوتوں میں تمہارے مزاج کے خلاف بھی کوئی بات ہو تو اس کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرو اور صاحب خانہ کی دلجوئی کے لئے چند تعریف کے کلمات کہہ کر اس کا حوصلہ بڑھا دو ایسا کرنے سے صاحب خانہ کے دل میں تمہارا وقار بڑھ جائے گا۔

(رد المحتار، کتاب المحظر والایمان، ج ۹، ص ۵۶۲)

کھانے میں عیب اپنے گھر میں نکالنا

امام اہل سنت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لکھتے ہیں: کھانے میں عیب نکالنا اپنے گھر میں بھی نہ چاہئے، مکروہ و خلاف سنت ہے۔ (سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی) عادت کریمہ یہ تھی کہ پسند آیا تو تناول فرمالیا ورنہ نہیں۔ (رہا) پرانے گھر میں عیب نکالنا تو (اس میں) مسلمانوں کی دل شکنی ہے اور کمال حرص و بے مروتی پر دلیل ہے۔ گھی کم ہے یا مزہ کا نہیں یہ عیب نکالنا ہے اور اگر کوئی شے اسے مضر (نقصان دیتی) ہے، اسے نہ کھانے کے لئے عذر کیا، اس کا اظہار کیا نہ (کہ) بطور طعن و عیب مثلاً اس میں مرج زائد ہے (اور) اتنی مرج کا یہ عادی نہیں تو یہ عیب نکالنا نہیں اور اتنا بھی (اس وقت ہے کہ جب) بے تکلفی خاص کی جگہ ہو اور اس کے سبب دعوت کنندہ (یعنی میزبان) کو اور تکلیف نہ کرنی پڑے مثلاً دو قسم کا سالن ہے، ایک میں مرج زائد ہے اور یہ عادی نہیں تو اسے نہ کھائے اور وجہ پوچھی جائے تو بتا دے۔ اور اگر ایک ہی قسم کا کھانا ہے، اب اگر (یہ) نہیں کھاتا تو دعوت کنندہ (یعنی میزبان) کو اس کے لئے کچھ اور مزگانا پڑے گا، اسے ندامت ہوگی اور تنگ دست ہے تو تکلیف ہوگی تو ایسی حالت میں مروت یہ ہے کہ صبر کرے اور کھائے اور اپنی اذیت ظاہر نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، نصف آخر، ص ۱۱۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں سے سالن کا پوچھا انہوں نے عرض کیا: ہمارے پاس صرف سرکہ ہے۔ آپ نے منگوایا اور کھانا شروع کیا اور فرمایا: سرکہ تو اچھا سالن ہے۔ سرکہ تو

(740) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ أَهْلَهُ الْأُذْمَ، فَقَالُوا: مَا عِنْدَنَا إِلَّا خَلٌّ، فَدَعَا بِهِ، فَجَعَلَ يَأْكُلُ، وَيَقُولُ: نِعْمَ الْأُذْمُ الْخَلُّ، نِعْمَ الْأُذْمُ الْخَلُّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اچھا سالن ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضیلة الخل والتأدب به، ج ۱ ص ۱۲۵، رقم: ۵۲۴۳ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب من حلف لا یأکل عذرا یا دمر، ج ۱ ص ۱۲، رقم: ۲۰۵۱۱ مسند امام احمد: مسند جابر بن عبد اللہ، ج ۲ ص ۲۶۳، رقم: ۱۳۱۱۶ مستخرج ابی عوانہ بلا سقرانی: بیان فضیلة الخل والترغیب فی الاکتداف به، ج ۱ ص ۱۴۱، رقم: ۱۴۴۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سرکہ طبی رو سے بہت مفید ہے سادہ ارزاں غذا ہے، حضرات انبیاء کرام نے عموماً سرکہ کھایا ہے۔ اس کے بہت فضائل حدیث شریف میں آئے ہیں۔ عوب میں عموماً کھجور کا سرکہ ہوتا ہے، ہمارے ملک میں رس انگور کا سرکہ ہوتا ہے گنے کے رس کا سرکہ بہت مروج ہے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض فقہاء نے فرمایا کہ سرکہ بھی سالن ہے جو کوئی سالن نہ کھانے کی قسم کھالے وہ سرکہ کھانے سے حائث ہو جائے گا اور اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا مگر خیال رہے کہ قسم کا مدار عرف پر بھی ہوتا ہے۔ (بز اذ النایج، ج ۶ ص ۱۸۹)

102 بَابُ مَا يَقُولُهُ مَنْ حَضَرَ الطَّعَامَ

وَهُوَ صَائِمٌ إِذَا لَمْ يُفْطِرْ

(741) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ، فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ، وَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيُطْعَمْ رِوَاةُ مُسْلِمٍ."

قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنَى "فَلْيُصَلِّ": فَلْيَدْعُ وَمَعْنَى "فَلْيُطْعَمْ": فَلْيَأْكُلْ.

روزہ دار کے سامنے کھانا آئے اور وہ

روزہ افطار نہ کرے تو کیا کہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے تو وہ قبول کرے۔ اگر وہ روزہ دار ہو تو دعا کرے اگر روزہ سے نہ ہو تو کھالے۔ (مسلم)

علماء نے کہا کہ فلیصل کا معنی ہے دعا کرنے فلیطعم کا معنی ہے کہ اس کو کھلینا چاہیے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب الامر بأجابة الداعی الی الدعوة، ج ۱ ص ۱۵۲، رقم: ۳۵۹۳ سنن ابو داؤد: باب فی الصائم یدعی الی ولیمة، ج ۲ ص ۲۰۶، رقم: ۲۳۶۲ سنن الکبریٰ للنسائی: باب ما یقول اذا دعی وکان صائماً، ج ۱ ص ۸۲، رقم: ۰۱۲۲، صحیح ابن حبان: باب الضیافة، ج ۱ ص ۱۱۹، رقم: ۵۲۰۶ مسند امام احمد: مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۳۸۹، رقم: ۱۰۳۵۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یا اس طرح کہ دعوت قبول ہی نہ کرے یا اس طرح کہ قبول کر لے اور پہنچ بھی جائے مگر وہاں کھائے نہیں یہ عذر کر دے، دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔ خیال رہے کہ نفلی روزے کا چھپانا بہتر ہے مگر چونکہ یہاں چھپانے سے یا صاحب خانہ کے دل میں عداوت پیدا ہوگی یا رنج و غم، مسلمان کے دل کو خوش کرنا بھی عبادت ہے اس لیے روزے کے اظہار کا حکم دیا گیا۔

دعا کا حکم تو استجابی ہے کہ وہیں نفل پڑھ کر یا بغیر نفل پڑھے دعا کر دینا بہتر ہے اور کھانے کا حکم وجوبی بھی ہو سکتا ہے اور استجابی بھی جیسا دعوت دینے والا اور جیسا موقعہ ویسا حکم۔ (مرقات) لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں دعوت کے موقعہ پر روزہ توڑنے کا حکم ہے۔ (برزائہ الناجح، ج ۳ ص ۳۰۵)

حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی لباب الحیاء میں لکھتے ہیں:

ضیافت (یعنی مہمان نوازی) کے آداب

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزّہ عن الغیوب عزّ وجلّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہدایت نشان ہے: مہمان کے لئے تکلف نہ کرو کیونکہ اس طرح تم اس سے نفرت کرنے لگو گے اور جو مہمان سے نفرت کرتا ہے وہ اللہ عزّ وجلّ سے بغض کرتا ہے اور جو شخص اللہ عزّ وجلّ سے بغض کرتا ہے اللہ عزّ وجلّ اسے ناپسند کرتا ہے۔

(البحر الخار بسند البزار، مسند سلمان الفارسی، الحدیث: ۲۵۱۳، ج ۶، ص ۴۸۲، مختصراً)

فقیر و غنی کے لئے دعوت قبول کرنا سنت ہے۔ بعض آسمانی کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک میل چل کر مریض کی عیادت کرو، دو میل چل کر جنازہ میں شریک ہو اور تین میل چل کر دعوت قبول کرو۔ سرکارِ مکہ، بکرمہ، سلطانِ مدینہ، ستورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تَوَدُّ عَيْنِي إِلَى كَزَاعٍ لَّأَجَبَتْ تَرْجَمَهُ: اگر مجھے (کَزَاعِ الثَّمَنِم میں بھی) بکری کے پائے کی دعوت دی جائے تو میں قبول کروں گا۔

(صحیح البخاری، کتاب الصیۃ، باب القلیل من الصیۃ، الحدیث: ۲۵۶۸، ص ۲۰۲)

کَزَاعِ ایک جگہ کا نام ہے جو مدینے سے چند میل کے فاصلے پر ہے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ماہِ رمضان میں اس جگہ کی طرف سفر فرماتے تو روزہ نہ رکھتے، اور دورانِ سفر نماز میں قصر کیا کرتے۔ اگر نفل روزہ ہو تو اسے افطار کر دے کیونکہ مسلمان کے دل کو خوش کرنا روزہ رکھنے سے افضل ہے۔ اگر کھانے، جگہ یا بچھونے کے بارے میں شبہ ہو یا دعوت دینے والا فاسق، ظالم یا بدعتی ہو، یا دعوت کے ذریعے فخر و مباہات کا طلبگار ہو تو دعوت قبول کرنا منع ہے نیز قبولِ دعوت کا مقصد اطاعت ہونہ کہ پیٹ کی خواہش کو پورا کرنا اور میزبان کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر نہ نکلے۔

اہل میت کی طرف کھانا لے جانا مستحب ہے۔ اس بات کو سمجھ لو یہ تمہارے لئے مفید ہے۔

جس کی دعوت ہے اس کے ساتھ کوئی

103 بَابُ مَا يَقُولُهُ مَنْ دُعِيَ إِلَى

اور بھی چلا جائے تو وہ کیا کہے

طَعَامٍ فَتَبِعَهُ غَيْرُهُ

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

(742) عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ قَالَ: دَعَا رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَطْعَامٍ صَنَعَهُ لَهُ خَامِسَ تَمْسِيَةٍ، فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ فَلَمَّا بَلَغَ الْبَابَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ هَذَا تَبِعَنَا، فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَأْذِنَ لَهُ، وَإِنْ شِئْتَ رَجَعْنَا: بَلْ أَذِنُ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کو کل پانچ آدمیوں کے کھانے کی دعوت دی ان کے پیچھے ایک اور چل پڑا جب دروازہ پر پہنچے تو نبی اکرم ﷺ نے اس کو بتا دیا کہ یہ ہمارے پیچھے چل پڑا ہے اگر تو چاہے تو اس کو اجازت دے اور اگر چاہے تو یہ لوٹ جائے۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بلکہ میں اس کو اجازت دیتا ہوں۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب ما قیل فی اللعَامِ والجَزَارِ ج ۲ ص ۵۸ رقم: ۲۰۸۱ صحیح مسلم: باب ما یفعل الضیف اذا تبعه غیر من دعاء صاحب الطعام ج ۱ ص ۱۱۵ رقم: ۵۳۲۹ صحیح ابن حبان: باب الضیافة ج ۱۲ ص ۱۱۱ رقم: ۶۰۰۰ ابو شعیبہ الکبیر للطبرانی: من اسمہ عقبہ بن عمرو ابو مسعود ج ۱ ص ۱۱۴ رقم: ۱۳۲۱۳ معرفة الصحابة لابی نعیم: من ۳۰ ابو شعیبہ الانصاری ج ۲ ص ۲۲۸ رقم: ۶۲۲۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی چار حضرات غالباً خلفائے راشدین حضور انور کے ساتھ ہوں اور پانچویں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اس نے چہرہ انور پر بھوک کے آثار دیکھے تھے جیسا کہ بعض روایات میں ہے تب یہ انتظام کیا تھا معلوم ہوا کہ گوشت کی تجارت بھی سنت صحابہ ہے۔

مرقات نے یہاں فرمایا طبعینا کی تفسیر کمی کے لیے نہیں ہے کیونکہ ابو شعیبہ نے کھانا کافی تیار کیا تھا بلکہ معنی یہ ہیں کہ پر تکلف کھانا تیار کیا جو نہایت لذیذ تھا۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے لذیذ کھانے بھی تناول فرمائے ہیں، مرغ بھی کھایا ہے مگر بیک وقت چند کھانے نہ کھائے، اسی لیے فقہا فرماتے ہیں کہ بیک وقت چند کھانے بدعت، جائز نہیں۔ (دیکھو شامی وغیرہ) اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کے لیے پر تکلف لذیذ کھانا تیار کرنا سنت ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے پراٹھے شیرمال ایجاد کیے مہمانوں کے لیے۔ (دیکھو ہماری کتاب تفسیر نعیمی پہلا پارہ) غالباً یہ چھٹا شخص راستہ سے ساتھ ہو لیا تھا اور غالباً اسی سے فرما بھی دیا ہوگا کہ تمہارے لیے اگر اجازت مل گئی تو کھالینا ورنہ واپس آ جانا، اس پر برائہ ماننا۔

سبحان اللہ! یہاں تو ایک زائد شخص کے لیے اجازت حاصل فرما رہے ہیں اور حضرت جابر و طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گھر چار پانچ آدمیوں کی دعوت میں کئی سو حضرات کو لے گئے اور کھانا کھلایا، یہاں مسئلہ شرعی بتانا مقصود ہے اور وہاں اپنی ملکیت اور سلطنت خداداد کا اظہار مقصود کہ حضور ہم سب کے مالک ہیں، ساری امت حضور کی لونڈی غلام، مالک کو حق ہے کہ اپنے غلام کی دعوت میں جسے چاہے بلائے، کیونکہ غلام کا مال مالک کا ہے۔

خود اپنے معجزے سے کھانا کھلایا کہ وہاں کھانا کھانے سے کم نہ ہوا، جو چیز خرچ کرنے سے کم نہ ہو وہاں بلائے نہ بلائے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کنوئیں، دریا سے بغیر بلائے سب پانی پیتے ہیں مگر گھڑے کا پانی مالک سے پوچھ کر، ایصالِ ثواب کا بھی یہی حکم ہے، اگر کسی خاص میت کے لیے کھانا پکایا گیا ہے تو تم اس کے ساتھ ساری امت رسول کو ثواب پہنچا سکتے ہو۔

اس سے دعوت کے متعلق بہت سے مسائل معلوم ہوئے: ایک یہ کہ کوئی شخص بغیر بلائے دعوت میں نہ جائے۔ دوسرے یہ کہ بلا یا ہوا آدمی بھی اپنے ساتھ کسی ناخواندہ کو نہ لے جائے الا بالعرف چنانچہ بادشاہ کی دعوت میں اس کا باڈی گارڈ عملہ جاسکتا ہے کہ اب اس پر عرف قائم ہے، تیسرے یہ کہ ناخواندہ شخص کے لیے اجازت لی جائے۔ چوتھے یہ کہ ناخواندہ بغیر اجازت داعی کے گھر میں داخل نہ ہو، پانچویں یہ کہ مہمان کھاتے وقت کسی آجانے والے آدمی کو آرڈر نہ کرے کہ آؤ کھانا کھاؤ کیونکہ مہمان کھانے کا مالک نہیں، چھٹے یہ کہ دسترخوان والا دوسرے دسترخوان والے کو کوئی چیز اس دسترخوان کی نہ دے ہاں ایک دسترخوان کے لوگ ایک دوسرے کو جو چاہیں دیں، بعض فقہاء تو فرماتے ہیں کہ مہمان اجنبی کتے کو ہڈی بھی نہیں ڈال سکتا، اگر مالک کا کتا ہے تو اس کو ڈالے۔ (ازمرقات، دشامی وغیرہ مع زیادت) بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر مہمان کسی وجہ سے خود کھانا نہ کھائے تو اپنا حصہ دوسرے کو بغیر اجازت کھلا سکتا ہے۔ واللہ اعلم! (مرقات)

(مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۱۳۰)

اپنے سامنے سے کھانا اور اس کو سمجھانا اور ادب سکھانا جس کا کھانے کا انداز نامناسب ہو

حضرت عمر بن ابی سلمہ ؓ (یہ ام سلمہ کے پہلے شوہر کے بیٹے تھے اور نبی اکرم کی گود میں تھے) سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی گود میں بچہ تھا میرا ہاتھ پیالے میں چکر لگاتا اس پر رسول اللہ ﷺ نے مخاطب ہو کر مجھے فرمایا: اے لڑکے اللہ کا نام لے کر کھا اور اپنے دائیں ہاتھ سے اور سامنے سے کھا اس بعد میرا کھانے کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا۔

تَطْيِشُ: طا کے زیر اور اس کے بعد یا مثناء کے ساتھ اس کا معنی ہے حرکت کرنا تھا اور پیالے کے کناروں میں گھومتا تھا۔

104 بَابُ الْأَكْلِ مِمَّا يَلِيهِ وَوَعْظُهُ

وَتَأْدِيبُهُ مِنْ يُسَيِّئِ أَكْلَهُ

(743) عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا فِي حِجْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَتْ يَدَايِ تَطْيِشُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا غُلَامُ، سَمِعَ اللَّهُ تَعَالَى وَكُلَّ يَمِينِكَ، وَكُلَّ يَمَانِكَ تَتَفَقَّى عَلَيْهِ.

قَوْلُهُ: "تَطْيِشُ بِكَسْرِ الطَّاءِ وَبَعْدَهَا يَاءٌ مَثْنَاءٌ مِنْ تَحْتُ، مَعْنَاهُ: تَتَحَرَّكُ وَتَمْتَدُّ إِلَى تَوَاجِي الصَّحْفَةِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب التسمیة علی الطعام والاکل بالیمین ج ۱ ص ۱۶۸ رقم: ۵۲۷۹ صحیح مسلم باب آداب الطعام والشراب واحکامهما ج ۱ ص ۱۰۹ رقم: ۵۲۸۸ سنن الکبیری للنسائی باب اکل الانسان مما یلیه اذا کان معه من یأکل ج ۱ ص ۱۰۹ رقم: ۵۲۸۹ المعجم الکبیر للطبرانی من اسماء عمر بن ابی سلمہ ج ۱ ص ۲۴ رقم: ۲۳۱۵ (مکتبة العلوم والحکم الموصل) سنن ابن ماجہ باب الاکل بالیمین ج ۲ ص ۱۰۸۴ رقم: ۲۲۶۴ (دار الفکر بیروت))

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ عمر ابن عبداللہ ابن عبدالامہ ہیں، قرشی مخدومی ہیں، جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے ہیں۔ ہجری میں حبشہ میں پیدا ہوئے، حضور انور کی وفات کے وقت آپ کی عمر نو سال تھی، ۸۳ھ میں عبدالملک ابن مروان کے زمانہ حکومت میں وفات پائی، جنت البقیع شریف میں دفن ہوئے، جب حضور انور نے حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا تو آپ کو اور آپ کی بہن زینب کو اپنی پرورش میں لے لیا رضی اللہ عنہما اجمعین۔

یعنی کبھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پیالہ میں کھانا کھاتا تھا تو میں کھانے کے آداب سے واقف نہ تھا اس لیے ہر طرف سے کھانا کھاتا تھا جدھر سے دل چاہا دھر سے بوٹی لے لی، اذھر ہی لقمہ شوربے میں بھگولیا۔

یعنی بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کر دینے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ ہر طرف سے نہ کھاؤ، یہ تینوں حکم جمہور علماء کے نزدیک استحبابی ہیں، بعض آئمہ کے ہاں دینے ہاتھ سے کھانا واجب ہے۔ خیال رہے کہ ہر چیز پیتے وقت بھی بسم اللہ پڑھے اور دینے ہاتھ سے پئے یہ ہی سنت ہے، یہ تینوں امور سنت علی العین ہیں یعنی اگر جماعت میں سے صرف ایک آدمی کر لے تو کافی نہیں ہر شخص دینے ہاتھ سے کھائے، ہر شخص بسم اللہ پڑھے، ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے، اگر اکیلا بھی کھائے تب بھی اپنے سامنے سے کھائے، ہاں اگر طباق میں مختلف مٹھائیاں یا مختلف قسم کی کھجوریں ہیں تو جہاں سے چاہے کھالے جیسا کہ آئندہ آدے گا۔ (مرقات) (بزاۃ النانی ج ۶ ص ۱۲۰)

ابو حامد حضرت سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنی مفرد تصنیف میں فرماتے ہیں:

بچوں کو پڑھانے والے کے آداب

• (بچوں کو پڑھانے والا) پہلے اپنے نفس کی اصلاح کرے کیونکہ بچوں کی نظریں اسے دیکھتی ہیں اور ان کے کان اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ پس جو اس کے نزدیک اچھا ہوگا وہ ان کے نزدیک بھی اچھا ہوگا اور جو اس کے نزدیک برا ہوگا وہ ان کے نزدیک بھی برا ہوگا، کلاس میں خاموشی اختیار کرے، آنکھوں میں غضب و جلال کو لازم پکڑے، اپنے رعب و ہیبت کے ذریعے بچوں کو ادب سکھائے، مارنے اور ایذا رسانی میں زیادتی نہ کرے، ان سے زیادہ ہنسی مذاق بھی نہ کرے کہ وہ استاذ پر جرات کرنے لگیں، نہ انہیں آپس میں زیادہ گفتگو کرنے دے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس کے سامنے بے تکلف ہو جائیں، اور نہ ہی بچوں کے سامنے کسی سے ہنسی مذاق کرے، بچے اسے کچھ دیں تو اس سے بچنے کی کوشش کرے، اپنے

سامنے موجود مشتبہ چیزوں سے احتراز کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ بچے اس سے دور ہو جائیں، انہیں لڑائی جھگڑے سے منع کرے اور دوسروں کی تفتیش (یعنی ان کی ٹوہ میں پڑنے) سے روکے، ان کے سامنے غیبت، جھوٹ اور چغلی کی مذمت اور برائی بیان کرے، بچوں سے ایسے کام کی بار بار پوچھ گچھ نہ کرے جس کے وہ عادی ہوں کہ کہیں وہ اس کو بوجھ تصور نہ کرنے لگ جائیں، ان کے والدین سے نہ مانگتا پھرے ایسا نہ ہو کہ وہ اس سے اکتا جائیں، انہیں نماز و طہارت (یعنی پاکی حاصل کرنے) کے مسائل سکھائے اور ان چیزوں کی پہچان کروائے جن سے انہیں نجاست لاحق ہوتی (یعنی پلیدی پہنچتی) ہے۔

(الاذنب لی الذین ص ۷۱)

(744) وَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا أَكَلَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشْتَالِهِ، فَقَالَ: "كُلْ بِبَيْبِيكَ قَالَ: لَا أَسْتَطِيعُ. قَالَ: "لَا أَسْتَطِيعُ! مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبَرُ أَفَنَارَفَعَهَا إِلَيَّ يَوْمَ رَوَاكَ مُسْلِمٌ.

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کا حکم دیا تو وہ کہنے لگا میں اس کو اٹھا نہیں سکتا فرمایا: تو نہ اٹھا سکے اس کو تکبر نے بات ماننے سے روکا ہے تو پھر اس کا ہاتھ منہ کی طرف کبھی نہ اٹھ سکا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب آداب الطعام والشراب واحکامهما، ج ۲ ص ۲۰۹، رقم: ۵۲۸۴ سنن الکبیری للمہدوی، باب الاکل والشرب بالیمین، ج ۲ ص ۲۷۷، رقم: ۱۵۰۰۰، صحیح ابن حبان، باب المعجزات، ج ۲ ص ۲۶۱، رقم: ۶۵۱۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں سردار لوگ الٹے ہاتھ سے کھاتے تھے معمولی آدمی داہنے ہاتھ سے یہ شخص کوئی سردار تھا جو اس تکبرانہ عادت سے الٹے ہاتھ سے کھا رہا تھا۔

اس نے شرمندگی مٹانے کے لیے کہا کہ میرا داہنا ہاتھ بیمار ہے منہ تک نہیں پہنچتا۔ اسی پر یہ جواب ارشاد ہوا یعنی اب تک تو منہ تک آتا تھا اب نہ آ سکے گا۔ معلوم ہوا کہ لوگوں کے اعضاء بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر فرمان ہیں۔

وہ شخص علاج کرتے کرتے تھک گیا مگر اس کا ہاتھ منہ تک نہ اٹھ سکا۔ شعر

قسم خدا کی نہ وہ اٹھ سکا قیامت تک کہ جس کو تو نے نظر سے گرا کہ چھوڑ دیا

(مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۳۰)

تکبر کا معنی

تکبر نفس کی ایک صفت ہے جو نفس کے دیکھنے سے پیدا ہوتی ہے اور ظاہراً تکبر سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ اس صفت کے لئے اثر کی طرح ہے۔ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا مانگی: اَمُوذِيكَ مِنْ نَفْحَةِ الْكِبَرِيَاءِ ترجمہ: میں تکبر کی پھونک سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔
(سنن ابن ماجہ، ابواب اقامۃ الصلوات والسنۃ فیہا، باب الاستعاذۃ فی الصلاۃ، الحدیث ۸۰۸، ص ۲۵۵)

تکبر کی اقسام

اگر تکبر اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر ہو یعنی وہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے احکام کی اطاعت نہ کرے تو یہ مکمل کفر ہے، اگر رسولوں پر تکبر ہو کہ وہ اپنے جیسے بشر کی اطاعت نہیں کرتا تو یہ بھی مکمل کفر ہے اور تیسری قسم مخلوق پر تکبر کرنا ہے کہ وہ لوگوں پر بڑائی چاہے اور انہیں اپنی خدمت کرنے اور اپنے لئے عاجزی اختیار کرنے کی دعوت دے اور یہ کبریائی میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ساتھ جھگڑا کرنے کی طرح ہی ہے کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے سوا کسی کو یہ زیبا نہیں کہ وہ لوگوں سے اپنی اطاعت کرائے۔ اور اگر تکبر مال و جاہ کے ساتھ ہو تو اس کا علاج پیچھے گزر چکا ہے، اچھی چیز کو دیکھ کر تکبر آتا تو اچھی چیز ہی کے خلاف ہے (یعنی اچھی چیز کو دیکھ کر تکبر نہیں آتا) اور اگر تکبر نیکیوں اور علم و عمل کی وجہ سے ہو تو اس بارے میں حقیقت یہ ہے کہ یہ بات اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے لئے ہو۔ جب انسان اعمال کے ساتھ لوگوں پر تکبر کرتا ہے تو گویا اس نے اپنا اجر وصول کر لیا جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔ پس قریب ہے کہ اس کا اجر ضائع ہو جائے اور یہی اس کے علاج کا طریقہ ہے۔ اور وہ جو اپنے اندر خیانات پاتا ہے اس کے مقابلہ میں اسے راحت حاصل ہوگی۔ پس جب اس کا نفس لوگوں پر برتری چاہنے پر ابھارے تو اسے عاجزی کا پیکر بننا چاہیے اور اس پر استقامت اختیار کرنی چاہئے تاکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے اس سے نجات عطا فرمائے اور جب بھی اس کا نفس تکبر سے خلاصی چاہئے تو اسے چار امور کے ساتھ اپنے نفس کو آزمائے:

- (۱) کیا وہ کسی دوسرے کی زبان پر حق کے ظاہر ہونے سے غصہ میں آتا ہے یا نہیں؟ اور کیا وہ بلندی چاہتا ہے یا نہیں؟
- (۲) وہ محافل میں اپنے ہم عمروں کو اپنے سے مقدم جانے۔
- (۳) وہ کھانا وغیرہ ضرورت کی اشیاء خود اپنے گھر اٹھا کر لائے کہ یہ سنت ہے اور اپنے گھر کے کام کاج میں اپنے غلام کا ہاتھ بٹائے اور اس کے ساتھ مل کر کھانا کھائے، یہ سب سنت ہے۔ اور فقراء کی دعوت کو قبول کرنا، ان کے ساتھ بازار جانا اور ان کے ساتھ ان کی ضروریات پوری کرنا اسی سے ہے۔ (الباب الاخیاء ص ۲۸۷)

105 بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقِرَانِ بَيْنَ مَمْرَتَيْنِ
وَمَحْوِهِمَا إِذَا أَكَلَ جَمَاعَةٌ إِلَّا بِأَذْنِ رُفْقَتِهِ

(745) عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُهَيْمٍ، قَالَ: أَصَابَنَا
عَامٌ سَنَةٍ مَعَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، فَرَزِقْنَا مَمْرًا، وَكَانَ عَبْدُ
اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَمْرُؤًا بَنًا وَنَحْنُ نَأْكُلُ

اجتماعی کھانے میں ساتھیوں کی اجازت کے
بغیر دو کھجوروں وغیرہ کو ملا کر کھانا منع ہے
حضرت جبلة بن سہیم کہتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر
ؓ کے دور میں ہم قحط سالی میں مبتلا ہوئے پھر ہمیں
تھوڑی سی کھجوریں ملیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ اور ہم

فَيَقُولُ: لَا تُقَارِئُوا. فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْقِرَانِ ثُمَّ يَقُولُ: إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ أَخَاهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کھاتے رہے تھے تو آپ نے فرمایا: دُور ملا کر نہ کھاؤ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے پھر فرمایا کہ جب کوئی آدمی اپنے بھائی کو اجازت دے دے تو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب القرآن فی الصوم، ج ۱، ص ۱۰۰، رقم: ۱۰۰۱، صحیح مسلم، باب نہی الاکل مع جماعة عن قرآن ثم یتن ولھوھا فی لیلۃ، ج ۱، ص ۱۲۲، رقم: ۱۰۰۲، سنن الدارمی، باب نہی عن القرآن ج ۲، ص ۱۲۱، رقم: ۱۰۰۱، الاذاب لمسلم، باب فی القرآن بین التمرین، ج ۱، ص ۲۵۸، رقم: ۱۰۰۲، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر بن عبداللہ، ج ۱، ص ۱۰۰، رقم: ۵۸۰۲)

شرح حدیث: زمین سے چُن چُن کر ٹکڑے کھانا

سرکار بغداد خضو ر غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، میں شہر میں جب کھانے کے ارادے سے گرے پڑے ٹکڑے یا جنگل کی کوئی گھاس یا پتی اٹھانا چاہتا اور دیکھتا کہ دوسرے فقراء بھی اس کی تلاش میں ہیں تو اپنے اسلامی بھائیوں ایثار کرتے ہوئے نہ اٹھاتا بلکہ یونہی چھوڑ دیتا تا کہ وہ اٹھا کر لے جائیں اور خود بھوکا رہتا۔ جب بھوک کے سبب کمزوری حد سے بڑھی اور میں قریب المرگ ہو گیا تو پھول والے بازار سے ایک کھانے کی چیز جو زمین پر پڑی تھی وہ میں نے اٹھائی اور ایک کونے میں جا کر اسے کھانے کیلئے بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک غمی نو جوان آیا اس کے پاس تازہ روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت تھا وہ بیٹھ کر کھانے لگا۔ اس کو دیکھ کر میری کھانے کی خواہش ایک دم شدت اختیار کر گئی۔ جب وہ اپنے کھانے کے لئے لقمہ اٹھاتا تو بھوک کی بے تابی کی وجہ سے بے اختیار جی چاہتا کہ منہ کھول دوں تا کہ وہ میرے منہ میں لقمہ ڈال دے۔ آخر میں نے اپنے نفس کو ڈانٹا کہ بے مبری مت کر اللہ عز و جل میرے ساتھ ہے۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے مگر میں اس نو جوان سے مانگ کر ہرگز نہیں کھاؤں گا۔ یکا یک وہ نو جوان میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا، بھائی! آجائے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی کھانے میں شریک ہو جائیے، میں نے انکار کیا۔ اس نے اصرار کیا، میرے نفس نے مجھے کھانے کیلئے بہت ابھارا لیکن میں نے پھر بھی انکار کیا۔ مگر اُس نو جوان کے پیہم اصرار پر میں نے تھوڑا سا کھانا کھالیا۔ اُس نے مجھ سے پوچھا، کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا، جیلان کا۔ وہ بولا، میں بھی جیلان ہی کا ہوں۔ اچھا یہ بتاؤ تم مشہور عابد و زاہد اور ولی اللہ حضرت سید عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نواسے عبد القادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جانتے ہو؟ میں نے کہا، وہ تو میں ہی ہوں۔ یہ سن کر وہ بے قرار ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں بغداد آنے لگا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تی جان نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دینے کے لئے مجھے سونے کی آٹھ اشرفیاں دی تھیں میں یہاں بغداد آ کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تلا شتا رہا مگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کسی نے پتہ نہ دیا یہاں تک کہ میری تمام رقم خرچ ہو گئی، میرا تین دن کا فاقہ ہے، میں جب بھوک سے نڈھال ہو گیا اور جان پر بن گئی تو میں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی امانت میں سے یہ روٹیاں ورہن

ہوا گوشت خریدا۔ حضور! آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی بخوشی اسے تناول فرمائیے کہ یہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کا مال ہے پہلے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میرے مہمان تھے اور اب میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مہمان ہوں۔ بقیہ رقم پیش کرتے ہوئے بولا، میں معافی کا طلب گار ہوں۔ اضطرابی حالت میں میں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رقم ہی سے کھانا خریدا تھا۔ میں بہت خوش ہوا۔ میں نے بچا ہوا کھانا اور مزید کچھ رقم اُس کو پیش کی اُس نے قبول کی اور چلا گیا۔

(الذیل علی طبقات المناقب ج ۳ ص ۲۵۰)

جو کھا کر سیر نہیں ہوتا وہ کیا
کرے اور کیا کہے؟

106 بَابُ مَا يَقُولُهُ وَيَفْعَلُهُ

مَنْ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ

(746) عَنْ وَحْشِيِّ بْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ:

أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،
قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا نَأْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ، قَالَ:
"فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُونَا؟" نَعَمْ. قَالَ: "فَاَجْتَمِعُوا
عَلَى طَعَامِكُمْ، وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ، يُبَارِكْ لَكُمْ فِيهِ
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

حضرت وحشی بن حرب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ہم
کھاتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے فرمایا شاید تم الگ الگ
کھاتے ہو عرض کیا: جی ہاں فرمایا کھانا اکٹھے ہو کر کھا
کرو۔ اور اللہ کا نام لیا کرو تمہارے لیے اس میں برکت
ہوگی۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب فی الاجتماع علی الطعام ج ۳ ص ۲۰۶ رقم: ۱۲۶۶۶) (الاداب للبیہقی: باب الاجتماع علی
الطعام ج ۱ ص ۲۴۴ رقم: ۳۶۵) المعجم الكبير للطبرانی من اسمه وحشی ج ۲ ص ۱۳۹ رقم: ۱۸۲۱۸

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان کا نام وحشی ابن حرب ابن وحشی ابن حرب ہے، یہ وحشی تابعین سے ہیں اور ان کے دادا وحشی ابن حرب وہی ہیں
جنہوں نے زمانہ کفر میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، پھر زمانہ اسلام میں خلافت صدیقی میں مسیہ کذاب کو جہنم رسید
کیا یعنی وحشی نے اپنے باپ حرب سے روایت کی اور حرب نے اپنے باپ وحشی سے روایت کی جو کہ ان راوی وحشی کے دادا
ہیں، ان وحشی صحابی کے بہت سے بیٹے ہیں یعنی حرب، اسحاق وغیرہم۔ (مرقات و اشعہ)

(اور سیر نہیں ہوتے) یعنی ہم کھاتے زیادہ ہیں اور سیری کم ہوتی ہے ہم چاہتے ہیں کہ ہم کو قناعت اور قوت علی لفظ
نصیب ہو وہ کم میسر ہوتی ہے۔

(شاید تم الگ الگ کھاتے ہو عرض کیا ہاں) یعنی گھر والے ایک ایک کر کے الگ الگ کھاتے ہیں جمع ہو کر ایک ساتھ
نہیں کھاتے۔ سبحان اللہ! یہ ہے مرض کا بیان ہے اور یہ ہے حکیم مطلق کی تشخیص اور پہچان۔

(اللہ کا نام لو تم کو اس میں برکت دی جائے گی) یہ ہے ان حکیم مطلق صلی اللہ علیہ وسلم کا علاج فرمانا کہ جمع ہو کر ایک

ساتھ کھانے میں برکت ہے۔ خیال رہے کہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا یعنی تم پر گناہ نہیں مل کر کھاؤ یا الگ الگ کیونکہ آیت کریمہ میں الگ الگ کھانے کے جواز کا ذکر ہے اور اس حدیث پاک میں مل کر کھانے کے استحباب کا تذکرہ ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۴۰)

107- بَابُ الْأَمْرِ بِالْأَكْلِ مِنْ جَانِبِ

الْقِصْعَةِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْأَكْلِ مِنْ وَسْطِهَا
فِيهِ: قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَكُلْ مِنْهَا
يَلِيكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ كَمَا سَبَقَ."

پیالہ کے کنارہ سے کھانے کا حکم
اور درمیان سے کھانے کی ممانعت
اس بارے میں آپ کا فرمان: اور اپنے آگے
سے کھا۔ متفق علیہ ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

(747) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا،
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْبَرَكَهُ
تَنْزِيلُ وَسْطِ الطَّعَامِ، فَكُلُوا مِنْ حَافَتَيْهِ، وَلَا
تَأْكُلُوا مِنْ وَسْطِهِمْ وَأَهْ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ:
"حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ."

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی
اکرم ﷺ نے فرمایا: برکت کھانے کے درمیان اترتی ہے
تم اس کے کناروں سے کھاؤ اس کے درمیان سے مت
کھاؤ۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا
اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سان ترمذی باب ما جاء في كراهية الاكل من وسط الطعام ج ۳ ص ۲۱۰ رقم: ۱۸۰۵ صحیح ابن حبان
باب آداب الاكل ج ۱۲ ص ۵۰ رقم: ۵۲۲۵ جامع الاصول النوع الثالث الاكل من جوانب الطعام وترك وسطه ج ۳ ص ۲۱۰ رقم:
۵۲۲۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی ہر شخص اپنے سامنے والے کنارہ سے کھائے بیچ پیالے سے نہ کھائے، درمیان پیالہ نزول رحمت کی جگہ ہے
درمیان پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

یہاں بھی نیچے سے مراد اپنے سامنے والا کنارہ ہے اور اوپر سے مراد پیالہ کا درمیانی حصہ ہے مطلب وہ بی ہے جو ابھی
عرض کیا گیا۔ درمیانی پیالہ مشترک ہے اور پیالہ کے کنارے ہر کھانے والے کا حق ہے۔ بیچ سے کھانا حرص کی علت
ہے، حرص رحمت الہی سے محروم ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے کھانے کے وقت بھی رحمت باری کا
نزول ہوتا ہے خاص کر جب کہ سنت کی نیت سے کھایا جائے۔

نیچے سے مراد برتن کے کنارے ہیں جہاں سے کھانے والے کھائیں گے اور اوپر سے مراد درمیان برتن ہے، چونکہ یہ
درمیانی جگہ قدر مشترک ہے اس لیے برکت کا وہاں ہی نزول مناسب ہے۔ اس فرمان عالی میں برکت اور رحمت کو اس پانی
سے تشبیہ دی گئی جو اوپر یعنی اونچی جگہ میں اترے اور وہاں سے چو طرف کناروں میں پہنچ جائے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۹)

(748) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسَيْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِصْعَةٌ يُقَالُ لَهَا: الْغَرَاءُ يُحِبُّهَا أَرْبَعَةُ رِجَالٍ، فَلَمَّا أَطْعَمُوا وَتَعَدُّوا الضُّحَى أُنِيَ بِتِلْكَ الْقِصْعَةِ، يَعْنِي وَقَدْ ثُرِدَ فِيهَا، فَالْتَفُوا عَلَيْهَا، فَلَمَّا كَثُرُوا جَفَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ أَعْرَابِي: مَا هَذِهِ الْجُلُوسَةُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللَّهَ جَعَلَنِي عَبْدًا كَرِيمًا، وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا عَنِيدًا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُلُوا مِنْ حَوَالِيهَا، وَدَعُوا فِزْوَنَهَا يَبَارِكَ فِيهَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پیالہ تھا اس کو غراء کہا جاتا تھا۔ اس کو چار آدمی اٹھاتے تھے۔ جب چاشت کا وقت ہوا انہوں نے چاشت کی نماز پڑھ لی تو اس پیالہ کو لایا گیا۔ اس میں ٹرید بنایا ہوا تھا۔ وہ اس پر جمع ہو گئے۔ پس جب زیادہ ہو گئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوزانو بیٹھ گئے۔ ایک بدو کہنے لگا یہ کیا بیٹھنے کا طریقہ ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مہربان عزت والا بندہ بنایا ہے۔ مجھ کو سرکش قیدی نہیں بنایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو کناروں سے کھاؤ اس کا درمیان چھوڑ دو۔ اس میں برکت دی جائے گی۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا۔

"فِزْوَنُهَا: أَغْلَاهَا يَكْسِرُ الدَّالَ وَضَوْهَا.

فِزْوَنُهَا: ذَالِ پر زیر اور زبرد دونوں طرف پڑھا گیا اس کا مطلب ہے: بلند حصہ۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب ما جاء في الاكل من اهل الصلوة، ج ۳ ص ۳۰۹ رقم: ۴۷۷۵ الادب للبيهقي: باب الاكل متكئا، ج ۱ ص ۲۱۳ رقم: ۴۴۰ سنن ابن ماجه: باب الاكل متكئا، ج ۲ ص ۱۰۸۶ رقم: ۲۲۱۲ مشکوۃ البصاير: باب الضيافة الفصل الثاني، ج ۱ ص ۳۶۵ رقم: ۲۲۵۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: آپ سلمیٰ مازنی ہیں، آپ خود اور آپ کے والد بسر، والدہ عطیہ اور بھائی بہن سب صحابیہ و صحابی ہیں، شام میں مقام حمص میں رہے، وہاں وضو کرتے ہوئے اچانک فوت ہوئے ۱۸۸ھ اٹھاسی ہجری میں، آپ شام کے آخری صحابی ہیں۔ غراء مؤنث ہے اغرہ کا بمعنی روشن چمکدار۔

اکثر یہ ٹرید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوتا تھا ان تمام نمازیوں کے لیے جو نماز اشراق یا چاشت پڑھتے پھر حاضر ہوتے، مشائخ کرام کے درباریوں کے لنگروں کے لیے یہ حدیث اصل ہے۔ یہ حضور کا لنگر تھا کبھی صحابہ کرام بھی اس پیالے میں اپنے کھانے شامل کر دیا کرتے تھے جیسا کہ بعض احادیث میں ہے جیسے آج بعض اہل توفیق بزرگوں کے لنگر کے لیے کچھ نذرانہ پیش کر دیتے ہیں اس کی اصل بھی یہی حدیث ہے، اب بھی ماہ رمضان میں بعض اہل مدینہ افطار سحری

کے وقت مسجد نبوی شریف میں لنگر لگاتے ہیں اور بعض اہل خیر اس لنگر میں کچھ چندہ اپنی خوشی سے دیتے ہیں، میں نے خود جناب الحاج غلام حسین مدنی کے لنگر میں سحریاں کھائی ہیں، اللہ پھر نصیب کرے۔

یعنی لوگ اتنے زیادہ ہونے لگے کہ جگہ تنگ ہو گئی حضور انور نے اس تنگی کی وجہ سے اکڑوں کھانا کھایا مگر الگ کھانا منظور نہ فرمایا سب کے ساتھ ہی کھایا یہ ہے کرم کریمانہ۔ شعر

عجز اللہ رے تمہارا کہ شہ کل ہو مگر زندگی تم نے غریبوں میں گزاری ساری

(ایک بدو کہنے لگا یہ کیا بیٹھنے کا طریقہ ہے) ان بدوی صاحب نے متکبرین کے طور طریقے دیکھے تھے کہ وہ نشست و برخاست میں بڑی شان و شکوہ ظاہر کرتے ہیں، وہ حضور انور کی یہ سادگی دیکھ کر حیران رہ گئے تعجب سے پوچھا کہ اللہ اکبر یہ شان اور یہ عجز و انکسار اور تواضع۔

(مجھ کو مہربان عزت والا بندہ بنایا۔ یہ) یعنی مجھے اللہ تعالیٰ نے کریم سخی و بندہ بنایا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری ہر ادا سے میری بندگی ظاہر ہو اور یہ بیٹھک اظہار بندگی کے لیے بہت ہی مناسب ہے دوسری نشستیں بڑائی ظاہر کرتی ہیں۔

یعنی اے میرے ساتھیو! پیالہ کے کناروں سے اپنے اپنے آگے سے کھاؤ بیچ پیالہ سے نہ کھاؤ کہ بیچ پیالہ میں برکت اترتی ہے وہاں سے کناروں تک پہنچتی ہے، اگر تم نے بیچ سے کھانا شروع کر دیا تو وہاں برکت آنا بند ہو جائے، غرضیکہ برکت اترنے کی جگہ اور ہے اور برکت لینے کی جگہ کچھ اور۔ (برازۃ المناجیح، ج ۶ ص ۹۹)

108- بَابُ كَرَاهِيَةِ الْأَكْلِ مُتَشَكِّئًا

ٹیک لگا کر کھانا مکروہ ہے

حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبد اللہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔ (بخاری)

خطابی نے کہا اس حدیث میں ٹیک لگانے والے سے وہ شخص مراد ہے جو نیچے رکھے ہوئے ٹیکے پر ٹیک لگا کر بیٹھے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ تکیوں اور گدوں پر بیٹھ کر کھانا نہ کھاتے جس طرح زیادہ کھانے کے خواہش مند لوگ کرتے ہیں۔ بلکہ آپ اکڑوں بیٹھتے نہ کہ ٹیک لگا کر اور بقدر ضرورت تناول فرماتے۔ یہ خطابی کا موقف ہے۔ دیگر علماء نے فرمایا: مُتَشَكِّئًا کا معنی پہلو پر جھکنے والا ہے۔ اور اللہ ہی زیادہ علم والا ہے۔

(749) عَنْ أَبِي جَحِيفَةَ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا أَكُلُ مُتَشَكِّئًا وَادَّةَ الْبُخَارِيِّ».

قَالَ الْخَطَّابِيُّ: الْمُتَشَكِّئُ هَاهُنَا: هُوَ الْجَالِسُ مُعْتَمِدًا عَلَى وَطْءٍ تَحْتَهُ، قَالَ: وَأَرَادَ أَنَّهُ لَا يَقْعُدُ عَلَى الْوِطْءِ وَالْوَسَائِدِ كِفْعَلٍ مَنْ يُرِيدُ إِلَّا كَثَارَ مِنَ الطَّعَامِ، بَلْ يَقْعُدُ مُسْتَوْفِزًا لَا مُسْتَوْطِنًا، وَيَأْكُلُ بُلْغَةً. هَذَا كَلَامُ الْخَطَّابِيِّ، وَأَشَارَ غَيْرُهُ إِلَى أَنَّ الْمُتَشَكِّئَ هُوَ الْمَائِلُ عَلَى جَنْبِهِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

(تخریج حدیث: صحیح بخاری: باب الاکل متکثراً ج ۲ ص ۴۲ رقم: ۵۲۸۸ سنن ابوداؤد: باب ما جاء فی الاکل متکثراً ج ۲ ص ۳۰۸ رقم: ۲۴۴۱ الاداب للبیہقی: باب الاکل متکثراً ج ۱ ص ۲۶۲ رقم: ۳۲۴ سنن الدارمی: باب فی الاکل متکثراً ج ۲ ص ۱۰۵ رقم: ۲۰۴۱ مسند امام احمد: حدیث ابی یحییٰ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۰۹ رقم: ۱۸۴۸۱ مسند الطیالسی: احادیث ابی یحییٰ ص ۱۲۰ رقم: ۱۰۲۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام وہب بن عبد اللہ سواکی ہے یعنی سواء ابن عامر سے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے مگر حضور سے روایات لی ہیں، آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وزیر خزانہ بنایا تھا، آپ حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے، آپ کوفہ میں ۴۷ عہدہ میں فوت ہوئے، آپ سے آپ کے بیٹے عوز نے اور بہت سے تابعین بلکہ حضرت علی نے بھی روایات لیں۔ (اشعورقات)

کھاتے وقت تکیہ لگانے کی چار صورتیں ہیں: ایک یہ کہ ایک پہلو زمین سے قریب کر کے بیٹھے، دوسرے یہ کہ چار زانو بیٹھے، تیسرے یہ کہ ایک ہاتھ زمین پر رکھ کر اس پر ٹیک لگا کر بیٹھے، چوتھے یہ کہ دیوار وغیرہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے یہ چاروں تکیے مناسب نہیں۔ دوزانو یا اکڑوں بیٹھ کر کھانا اچھا ہے طبی لحاظ سے بھی مفید ہے، کھڑے ہو کر کھانا اچھا نہیں۔

(اشعورقات) (برزۃ المنجیح، ج ۲ ص ۹۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ زانو کھڑے کر کے پیٹ سے ملا کر بیٹھے ہوئے کھجوریں تناول فرماتے تھے۔

(750) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا مُقْعِيًا يَأْكُلُ تَمْرًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(مسلم)

المقعی جو دونوں سرین زمین پر رکھے اور دونوں پنڈلیاں کھڑی کر کے بیٹھے۔

”المُقْعِي: هُوَ الَّذِي يُلْصِقُ أَلْيَتَيْهِ بِالْأَرْضِ

وَيَنْصِبُ سَاقَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب تواضع الاکل وصفة قعود ج ۱ ص ۱۲۲ رقم: ۵۲۸۸ سنن الکبیری للبیہقی: باب الاکل متکثراً ج ۲ ص ۲۸۲ رقم: ۱۵۳۸۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قعاء اس بیٹھک کو کہتے ہیں کہ سرین زمین پر لگی ہو دونوں پنڈلیاں کھڑی ہوں یعنی اوکڑوں۔ یہ بیٹھک نماز میں مکروہ ہے کھاتے وقت بہتر کیونکہ یہ بیٹھک جلدی کے اظہار کے لیے ہوتی ہے نماز میں سکون کا اظہار چاہیے نہ کہ جلدی اور تیزی کا، کھانے میں جلدی اور تیزی تاکہ اس سے جلد فارغ ہو کر عبادت یا اور کسی دینی کام میں مشغول ہو جائیں۔ مطیع فرما، نبرداری غلام اوکڑوں بیٹھ کر کھاتے ہیں کہ منہ میں نوالہ ہے کان لگے ہیں آقا کی آواز کی طرف کہ کب دہ بلائے اور سب یہ فوراً اٹھ کر

جائے، نیز اوکڑوں بیٹھ کر کھانے سے زیادہ کھانا نہیں کھایا جاتا۔ غرضیکہ کہ کھانے کی اس نشست میں بہت حکمتیں ہیں۔
کھانے میں یہ تیزی اور جلدی یا تو سخت بھوک کی وجہ سے تھی یا کسی کام کی جلدی تھی یا وہ ہی حکمت تھی کہ جلد کھا کر
دوسرے کام میں مشغول ہو جائیں کھانا مقصود للغير ہے عبادت مقصود بالذات۔ (مرقات و اشعہ) غرضیکہ اس جلدی میں
بھی حکمتیں تھیں۔ (برزائۃ الناجح، ج ۶ ص ۳۷)

109 مَبَابُ اسْتِحْبَابِ الْأَكْلِ بِثَلَاثِ

أَصَابِعٍ وَاسْتِحْبَابِ لَعْقِ الْأَصَابِعِ،

وَكَرَاهَةِ مَسْحِهَا قَبْلَ لَعْقِهَا

وَاسْتِحْبَابِ لَعْقِ الْقِصْعَةِ وَأَخْذِ

اللُّقْمَةِ الَّتِي تَسْقُطُ مِنْهُ وَآكْلِهَا

وَمَسْحِهَا بَعْدَ اللَّعْقِ بِالسَّاعِدِ

وَالْقَدَمِ وَغَيْرِهَا

تین انگلیوں سے کھانا اور ان کو چاٹنا
مستحب ہے اور چاٹنے سے پہلے ان کو
صاف کرنا مکروہ ہے اور پیالہ صاف
کرنا مستحب ہے اور گرے ہوئے لقمہ کو
اٹھانا اور کھانا کھانے کے بعد انگلیوں کو
چاٹنے کے بعد بازوؤں اور پاؤں پر
ملنا جائز ہے

(751) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا،

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا

أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا، فَلَا يَمْسَحُ أَصَابِعَهُ حَتَّى

يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعَقَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو
انگلیاں چاٹنے سے پہلے نہ پونچھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لعق الاصابع، ومعها قبل ان تمسح بالمندیل، ج ۲، ص ۸۲، رقم: ۵۲۵۶، صحیح مسلم،
باب استحباب لعق الاصابع والقصة واكل اللقمة الساقطة، ج ۶، ص ۱۱۳، رقم: ۵۲۱۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الاكل بثلاث
اصابع ولعقها، ج ۲، ص ۲۷۸، رقم: ۱۵۰۱۱، تحف الخيرة المهرة، باب لعق الاصابع قبل مسحها لاجزاء، ج ۲، ص ۳۰۳، رقم: ۳۹۰۲، سنن ابن
ماجه، باب لعق الاصابع، ج ۲، ص ۱۰۸۸، رقم: ۲۲۶۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اپنی بیوی کو یا خاوند کو یا چھوٹے بچوں کو یا خاص خادم کو یا شاگرد کو یا مرید کو چٹا دے جو اس سے نفرت نہ کرے بلکہ
تبرک سمجھ کر چاٹ لیں، کتوں، بلوں کو نہ چٹائیں۔ بعض مغربی تہذیب کے دلدادہ مسلمانوں کو دیکھ گیا کہ کتے پالتے ہیں
اور کتے ان کے پاؤں گردن بلکہ پیار میں منہ تک چاٹتے ہیں اور یہ خوش ہوتے ہیں۔ نعوذ باللہ! (برزائۃ الناجح، ج ۶ ص ۱۸)

(752) وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،
حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ بِثَلَاثِ أَصَابِعٍ، فَإِذَا فَرَغَ لَعَقَهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ تین انگلیوں کے ساتھ کھاتے ہیں جب آپ (کھانے سے) فارغ ہوتے تو ان کو چاٹ لیتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب لعق الاصابع والقصة واكل اللقمة ج ۱ ص ۱۱۲ رقم: ۵۲۱۴ البیہقہ الکبیر للطبرانی من اسمہ کعب بن مالک الانصاری ج ۱ ص ۱۶ رقم: ۱۵۸۵۹ الادب للبیہقی: باب الاکل بثلاث اصابع ولعقها ج ۱ ص ۲۲ رقم: ۲۰۲ سنن ابوداؤد: باب فی المندیل ج ۳ ص ۳۱ رقم: ۳۸۵۰ سنن الدارمی: باب الاکل بثلاث اصابع ج ۱ ص ۱۳ رقم: ۲۰۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی روٹی کا لقمہ تین انگلیوں سے کھاتے تھے انگوٹھا، کلمہ کی انگلی بیچ کی انگلی۔ سنت یہ ہی ہے کہ روٹی ان تینوں انگلیوں سے ہی کھائے بلا ضرورت زیادہ انگلیاں استعمال نہ کرے، چاول تو بغیر پانچ انگلیوں کے کھائے جاسکتے ہیں اس لیے پانچوں انگلیوں سے ان کا لقمہ بنایا جائے۔ عموماً اہل عرب فرنی چاولوں کا سلیقہ چار انگلیوں سے کھاتے ہیں۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے انگلیاں چاٹتے تھے پھر رومال سے پونچھتے تھے، پھر دھوتے تھے اب بھی ایسا کرنا سنت ہے، سنی ہوئی انگلیاں صرف دھوڑا طریقہ منکرین ہے۔ جن روایات میں پانچ انگلیوں سے کھانا برا ہے وہاں یا پتی چیز کا کھانا مراد ہے یا وہ عمل کبھی کبھی تھا یہاں جواز کے لیے، بہر حال سنت یہ ہے جو یہاں بیان ہوا۔ (مرقات)

(بڑا ذخیرہ، ج ۱ ص ۱۶)

(753) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِلَعْقِ الْأَصَابِعِ وَالصُّحُفَةِ، وَقَالَ: «إِنَّكُمْ لَا تَذَوُّونَ فِي آتِي طَعَامِكُمُ الْبَرَكَهَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انگلیاں چاٹنے اور پیالہ صاف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا تم نہیں جانتے تمہارے کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب لعق الاصابع والقصة واكل اللقمة ج ۱ ص ۱۱۲ رقم: ۵۲۲۰ مسند امام احمد بن حنبل: مسند جابر بن عبد اللہ ج ۲ ص ۲۳ رقم: ۱۵۲۶۱ مصنف ابن ابی شیبہ: باب فی لعق الاصابع ج ۱ ص ۱۰۸ رقم: ۲۳۹۲ شعب الایمان للبیہقی: باب رفع اللقمة اذا سقطت وانقاء القصة ج ۱ ص ۸۲ رقم: ۵۸۵۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

منکرین انگلیاں اور رکابی چاٹنے سے نفرت کرتے ہیں۔ تعلیم تو وضع کے لیے یہ حکم صادر ہوا۔ عیسائی اور انکی دیکھا دیکھی بعض مغرب زدہ لوگ تو انگلیوں سے کھانا بھی ناپسند کرتے ہیں وہ چھری کانٹے اور چمچ وغیرہ سے ہی کھاتے ہیں، عیسائی تو اس عمل پر مجبور ہیں کیونکہ وہ ناخن کٹواتے نہیں اور ہاتھ دھوتے نہیں، پانی سے استنجاء کرتے نہیں کاغذ سے ہی پونچھتے

ہیں، ان وجوہ سے ان کے ناخن زہریلے بھی ہوتے ہیں اور ان میں میل بھی بھرا رہتا ہے وہ انگلیوں سے کیسے کھائیں ان کے ناخنوں میں تو نجاست گندگی میل سب کچھ بھرا ہے۔ مسلمان یہ عمل کیوں کریں وہ ناخن کٹواتے ہیں، ہر وقت وضو وغیرہ میں ہاتھ دھوتے ہیں، استنجاء ڈھیلے پھر پانی سے کرتے ہیں، لمبے ناخن ہوتے ہی نہیں اور پورے زہریلے نہیں، بڑے بڑے ناخنوں کا اندر کا میل نجاست زہریلے ہیں۔ ہمارے اسلاف ہمیشہ انگلیوں سے کھاتے رہے نہ مرے نہ بیمار پڑے۔ ہم سے زیادہ قوی و توانا تھے اور زیادہ عمر پاتے تھے۔ اولاً آنکھیں کھانا ٹیسٹ کرتی ہیں کہ اس میں کوڑا گجرا تو نہیں ہے، پھر انگلیاں اسکی سردی گرمی کا پتہ لگاتی ہیں، پھر ناک اس کی خوشبو بدبو محسوس کرتی ہے، پھر زبان اس کا ذائقہ تازہ یا سی ہونا، اچھا برا، گلا سڑا ہونا محسوس کرتی ہے، پھر دانت اس کا صاف یا کرکرا ہونے کا پتہ لگاتے ہیں، اتنی جگہ کھانا ٹیسٹ ہو کر گلے سے اترتا ہے، چھری کا نئے تچے سے کھانے سے دوسری ٹیسٹ ختم ہو جاتی ہے لہذا ضرر کا اندیشہ ہے اس لیے حتی الامکان انگلیوں سے ہی کھانا چاہیے۔

(انگلیاں چاٹنے اور پیالہ صاف کرنے کا حکم دیا) لہذا ہو سکتا ہے کہ اس کھانے میں برکت ہو جو انگلیوں یا پیالے میں لگا رہ گیا ہے، اگر انگلیاں ویسے ہی دھو دی گئیں تو ہم برکت سے محروم رہ گئے۔ (بزاۃ النبی ج ۲ ص ۱۷۱)

(754) وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ، فَلْيَأْخُذْهَا فَلْيُطِّمْ مَا كَانَ يَهَا مِنْ أَدَى، وَلْيَأْكُلْهَا، وَلَا يَدْعُهَا لِلشَّيْطَانِ، وَلَا يَمْسَحَ يَدَهُ بِالْيَمِينِ حَتَّى يَلْعَقَ أَصَابِعَهُ، فَإِنَّهُ لَا يَذَرُ فِي آتِي طَعَامِهِ الْبَرَكَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اس پر جو تکلیف وہ چیز لگی ہو اس کو زائل کرے اور کھالے اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑ دے اور اپنے ہاتھ کو رومال سے نہ پونچھے حتیٰ کہ اپنی انگلیاں چاٹ کر صاف کر لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب لعق الأصابع والقصة واكل اللقمة ج ۲ ص ۱۰۴ رقم: ۲۰۲۲ مسند امام احمد بن حنبل: مسند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۲ رقم: ۱۵۲۱ مصنف ابن ابی شیبہ باب فی لعق الأصابع ج ۸ ص ۱۰۸ رقم: ۲۴۴۲ شعب الایمان للبیہقی: باب رفع اللقمة اذا سقطت والقاء القصة ج ۵ ص ۸۲ رقم: ۵۸۵۴ سنن ابن ماجہ باب لعق الأصابع ج ۲ ص ۱۶۴ رقم: ۲۲۴۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کھاتے پیتے وقت، پیشاب پاخانہ، نماز و دعا حتیٰ کہ اپنی بیوی سے صحبت کرتے، وقت بھی قرینی شیطان انسان کے ساتھ رہتا ہے ساتھ ہی کھاتا پیتا حتیٰ کہ ساتھ ہی صحبت کرتا ہے جس سے کھانے میں بہت بے برکتی ہوتی ہے اولاد دے ادب سرکش ہوتی ہے، اگر ان اوقات میں بسم اللہ پڑھ لی جائے تو کھانوں میں برکت ہوتی ہے اولاد نیک و صالح اور باادب پیدا ہوتی ہے، اگر پاخانہ جاتے وقت بسم اللہ پڑھ لی جائے تو شیطان اس کا ستر نہیں دیکھ سکتا۔

اگر گرے ہوئے لقمہ میں مٹی وغیرہ پاک چیز لگ گئی ہے تو اسے صاف کر کے لقمہ کھائے اور اگر نجاست لگ گئی ہے تو دھو کر کھالے، اگر دھل نہ سکے تو کتے بلی کو کھلا دے یوں ہی نہ چھوڑ دے کہ اسمیں مال ضائع کرنا ہے اور رب تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہے۔

(شیطان کے لیے نہ چھوڑ دے) کہ اس چھوڑے ہوئے لقمہ کو یا تو شیطان کھا ہی لے گا یا اسکے ضائع ہونے پر خوش ہوگا شیطان کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔

(کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے) لہذا کچھ بھی نہ چھوڑے سب ہی چاٹ لے، اگر فی آدمی ایک، شہ کھانا بھی برتن میں لگا رہا جو برتن دھوتے ہوئے نالیوں میں گیا تو حساب لگا لو کہ جس شہر میں آٹھ دس لاکھ آدمی رہتے ہوں تو دو دفعہ کتنا کھانا نالیوں میں جاتا ہے، یہ فضول خرچی بھی ہے، مال ضائع کرنا بھی، کھانے کی بے ادبی بھی اس لیے کچھ بھی نہ چھوڑو برتن کو اچھی طرح صاف کر و کھانے کا احترام و ادب یہ ہی ہے یا اتنا چھوڑو کہ دوسرا آدمی کھا سکے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۹)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان تم میں سے کسی کے ہر کام کے وقت حاضر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ تمہارے کھانے کے وقت بھی تو جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو جو تکلیف وہ چیز اس پر لگی ہو اس کو زائل کرے پھر کھالے اور اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے پس جب فارغ ہو جائے تو انگلیاں چاٹ لے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔ (مسلم)

(755) وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ أَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَأْنِهِ، حَتَّى يَحْضُرَهُ عِنْدَ طَعَامِهِ، فَإِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةٌ أَحَدِكُمْ فَلْيَأْخُذْهَا فَلْيَبِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ أَذَى، ثُمَّ لِيَأْكُلْهَا وَلَا يَدْعُهَا لِلشَّيْطَانِ، فَإِذَا فَرَغَ فَلْيَلْعَقْ أَصَابِعَهُ، فَإِنَّهُ لَا يَنْدِرُ فِي آتِي طَعَامِهِ الْبَرَكَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب لعق الاصابع والقصة واكل اللقمة الساقطة ج ۶ ص ۱۱۳ رقم: ۵۲۱۲ شعب الایمان باب رفع اللقمة اذا سقطت والقصة والقصة بالتمسك بالمندیل ج ۶ ص ۸۰ رقم: ۵۵۵۳ جامع الاصول لابن اثیر النوع الثامن فی لعق الصابع والصفحة ج ۶ ص ۳۰۰ رقم: ۵۵۶۱)

شرح حدیث: انگلیاں چاٹنا سنت ہے

حضرت سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک، صلی اللہ علیہ وسلم نے فرماتے اور جب فارغ ہو جاتے تو انہیں چاٹ لیا کرتے تھے۔

(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۳ حدیث ۷۹۲۳)

نہ معلوم کھانے کے کس حصے میں برکت ہے

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، تاجدارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، فیضِ گنجینہ، صاحبِ مُعْطَرِ پسینہ، باعثِ تڑولِ سکینہ، سلطانِ باقرینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انگلیوں اور برتن کے چاٹنے کا حکم دیا اور فرمایا، تمہیں معلوم نہیں کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔ (صحیح مسلم ص ۱۱۲۲ الحدیث ۲۰۲۳)

افسوس صد کروڑ افسوس! آج کل مسلمانوں کے کھانے کا انداز دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ بہت کم ہی خوش نصیب ایسے ہوں گے جو سنت کے مطابق کھانا کھاتے اور اس کی برکتیں پاتے ہوں۔ بیان کردہ حدیثِ مبارک میں فرمایا گیا، تمہیں معلوم نہیں کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔ لہذا ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ کھانے کا ایک ذرہ بھی ضائع نہ ہو، ہڈی وغیرہ کو اس قدر چوس چاٹ لینا چاہئے کہ اس پر بوٹی کا کوئی بجز اور کسی قسم کے غذائی اثرات باقی نہ رہیں، ضرور تارکابی میں ہڈی کو جھاڑ لیجئے تاکہ کوئی دانہ وغیرہ اٹکا ہو تو باہر آجائے اور کھایا جاسکے، اگر ہو سکے تو کھانے میں پکے ہوئے گرم مصالحے مثلاً الاچھی، کالی مرچ، لونگ، دارچینی، وغیرہ بھی کھا لیجئے ان شاء اللہ عزّ و جلّ فائدہ ہی ہوگا۔ اگر نہ کھا سکیں تب بھی کوئی گنہ نہیں۔ بریانی وغیرہ سے ثابت ہری مرچیں نکال کر پھینک دینے کے بجائے ممکن ہو تو کھانا شروع کرنے سے پہلے ہی انہیں چُن کر محفوظ کر لیجئے اور آہندہ کسی کھانے میں پیس کر ڈال دیجئے۔ اکثر لوگ مچھلی کی کھال بھی پھینک دیتے ہیں اس کو بھی کھا لینا چاہئے۔ الغرض کھانے کے تمام اجزاء پر غور کر لیا جائے اور اس کی ہر بے ضرر چیز کھالی جائے۔ نیز انگلیاں اور برتن اس قدر چائیں کہ ان میں کھانے کے اجزاء باقی نہ رہیں۔

انگلیاں چاٹنے کی ترتیب

حضرت سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو انگوٹھا، شہادت والی اور درمیاں انگلی ملا کر تین انگلیوں سے کھاتے دیکھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پوچھنے سے پہلے چاٹ لیا سب سے پہلے درمیاں پھر شہادت والی اور پھر انگوٹھا شریف چاٹا۔

(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۹ حدیث ۷۹۴۱)

انگلیاں تین مرتبہ چاٹنا سنت ہے

انگلیاں تین تین بار چاٹنا سنت ہے اگر تین بار کے باوجود انگلیوں پر غذا چپکی ہوئی نظر آئے تو زیادہ بار چاٹ لیجئے یہاں تک کہ غذا کا اثر نظر نہ آئے۔ شاملِ ترمذی میں ہے، سلطانِ دو جہاں، شہنشاہِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (کھانے کے بعد) اپنی انگلیاں تین تین مرتبہ چاٹتے تھے۔ (شاملِ ترمذی ص ۶۱ حدیث ۱۳۸)

برتن چائنا سنت ہے

سرکارِ مکرمہ، سلطانِ مدینہ منورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمانِ برکت نشان ہے، جو رکابی اور اپنی انگلیوں کو چاٹ لیتا ہے اللہ عزَّ وَّجَلَّ اُس کو دنیا و آخرت میں آمودہ (عیر) رکھتا ہے۔ (طبرانی کبیر ج ۱۸ ص ۲۶۱ حدیث ۶۵۳)

آخر میں برکت زیادہ ہوتی ہے

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، کھانے کے برتن کو نہ اٹھایا جائے یہاں تک کہ کھانے والا اس کو چاٹ لے یا کسی اور کو چٹوا دے کہ کھانے کے آخر میں برکت (زیادہ) ہوتی ہے۔

(کنز العمال ج ۱۵ ص ۱۱۱ حدیث ۴۰۸۲۳)

برتن دعائے مغفرت کرتا ہے

حضرت فیضہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ باذن پروردگار دو عالم کے مالک و مختار، مکی مدنی سرکار، محبوب غفار عزَّ وَّجَلَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو کھانے کے بعد برتن کو چاٹ لے گا وہ برتن اُس کیلئے استغفار کریگا۔ (ابن ماجہ ج ۴ ص ۱۳۱ حدیث ۳۲۷۱)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ برتن کہتا ہے اے اللہ عزَّ وَّجَلَّ! اس کو جہنم سے آزاد کر جس طرح اس نے مجھے شیطان سے نجات دی۔ (کنز العمال ج ۱۵ ص ۱۱۱ حدیث ۴۰۸۲۴)

مفسرِ شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں، سنا ہوا (یعنی آلودہ) برتن بغیر صاف کئے پڑا رہے تو اس سے شیطان چائتا ہے۔ (مراۃ ج ۶ ص ۵۲)

ادب ہے، اس کو بربادی سے بچانا ہے، برتن یوں ہی چھوڑ دینے سے اس پر نگھیاں بھینھاتی ہیں، برتن میں لگے ہوئے کھانے کے اجزاء معاذ اللہ عزَّ وَّجَلَّ نالیوں، گندگیوں میں پھینک دیئے جاتے ہیں، جس سے اُس کی سحت بے اُوبی ہوتی ہے۔ اگر ایک وقت میں ہر فرد چند دانے بھی برتن میں چھوڑ کر ضائع کر دے تو روزانہ کئی من کھانا برباد ہوگا۔ فرضیکہ برتن چاٹنے میں کئی حکمتیں ہیں۔ (منہج منہج از مراۃ ج ۶ ص ۳۸)

ایمان افروز ارشاد!

سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، پیالہ چاٹ لینا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ پیالہ بھر کھانا تصدق کروں۔ (یعنی چاٹنے میں چونکہ انکساری ہے لہذا اس کا ثواب اُس صدقہ کے ثواب سے زیادہ ہے)

(کنز العمال ج ۱۵ ص ۱۱۱ حدیث ۴۰۸۲۱)

آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، جو رکابی اور اپنی انگلیاں چاٹے اللہ عزَّ وَّجَلَّ دنیا و آخرت میں اُس کا پیٹ

بھرے۔ (یعنی دنیا میں فقر و فاقہ سے بچے، قیامت کی بھوک سے محفوظ رہے، دوزخ سے پناہ دیا جائے کہ دوزخ میں کسی کا پیٹ نہ بھرے گا) (طبرانی کبیر ج ۱۸ ص ۲۶۱ حدیث ۶۵۳)

ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب

خُجَّہُ الْإِسْلَام حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں، جو کھانے کا برتن، چائے اور دھو کر اس کا پانی پی لے اُس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۷۷)

دھو کر پینے کا طریقہ

صرف کھانے کی رکابی ہی کو چائنا کافی نہیں، جب بھی کسی پیالے یا گلاس وغیرہ میں چائے، دودھ، لسی، پھلوں کا رس (JUICE) وغیرہ استعمال فرمائیں ان کو بھی چائے اور دھو کر پی لیجئے۔ اسی طرح سالن یا کسی اور غذا کا اجتماعی کٹورا، کڑاہی یا پتیلا خالی ہو چکا ہے یا اُس میں معمولی سی غذا باقی رہ گئی ہے تو اس کو اور نکالنے کے کچ کو بھی ممکن ہو تو صاف کر لیجئے غموں، پتیلوں اور بڑے برتنوں کے اندر کچھ نہ کچھ غذا باقی رہ جاتی ہے جو ضائع کر دی جاتی ہے، ایسا نہیں ہونا چاہئے جتنا ممکن ہو اُس سے غذائی اجزاء نکال لیجئے ایک دانہ بھی ضائع نہ ہونے دیجئے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُس کو دھو کر پانی جمع کر کے فرج میں رکھ لیا جائے اور پکانے میں استعمال کر لیا جائے، مگر یہ سب توفیق الہی عز و جل سے ہی ممکن ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ برتن یا گلاس وغیرہ کو چائے یا دھونے میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ اس سے کھانے کے اجزاء ختم ہو جائیں۔ اگر برتن میں کھانے کے اجزاء لگے رہے تو یہ دھونا نہیں کہلائے گا۔ تجربہ (سچ۔ بر۔ بہ) یہ ہے کہ ایک بار دھو کر پینے سے غموں کا برتن صاف نہیں ہوتا لہذا دو یا تین بار پانی ڈال کر اچھی طرح اوپری کناروں سمیت ہر طرف انگلی پھرا کر دھو کر پیئیں تو بہتر ہے۔

دھو کر پینے کے بعد بچے ہوئے قطرے

دھو کر پینے کے بعد بھی رکابی یا پیالے وغیرہ میں چند قطرے بچ جاتے ہیں لہذا انگلی سے جمع کر کے پی لیجئے، پانی یا مشروب پی کر گلاس یا بوتل بظاہر خالی ہو جانے کے باوجود چند لمحوں کے بعد دیکھیں گے تو اُس کی دیواروں سے اتر کر پیندے میں چند قطرے جمع ہو چکے ہونگے، ان کو بھی پی لیجئے کہ حدیث پاک میں ہے، تم نہیں جانتے کہ کھانے کے کس حصے میں بڑکت ہے کاش! اس طرح دھو کر پینا نصیب ہو کہ کھانے کا وہ برتن، لسی کا گلاس یا چائے کا پیالہ وغیرہ ایسا ہو جائے کہ شناخت نہ ہو سکے کہ اس میں ابھی کچھ کھایا یا شربت وغیرہ پیا گیا ہے!

برتن دھو کر پینے کے طبی فوائد

الحمد لله عز وجل کوئی سنت خالی از حکمت نہیں۔ جدید سائنس بھی اب اعتراف کرتی ہے کہ حیاتیات یعنی وہ منر

خصوصاً دامن بی کپلیس کھانے کے اوپری حصے میں کم اور برتن کے پینڈے میں زیادہ ہوتے ہیں نیز غذا میں موجود معدنی نمکیات صرف پینڈے ہی میں ہوتے ہیں جو کہ برتن کو چائے یا دھو کر پی لینے سے کئی امراض کے اسبب اور (ہیں)۔
ک۔ (اد) یعنی روک تھام کا باعث بنتے ہیں۔ (آداب طعام ۲۷۲-۲۷۵)

(756) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ. وَقَالَ: إِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةٌ أَحَدِكُمْ فَلْيَأْخُذْهَا، وَلْيُبِطْ عَنْهَا الْأَذَى وَلْيَأْكُلْهَا، وَلَا يَدْعُهَا لِلشَّيْطَانِ وَأَمَرَنَا أَنْ نُسَلِّتَ الْقِصْعَةَ. وَقَالَ: إِنَّكُمْ لَا تَذُودُونَ فِي آجِي طَعَامِكُمُ الْبَرْكَهَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی تین انگلیاں چاٹ لیتے اور فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا ٹکڑا گر جائے تو اس کو اٹھا لے اس سے تکلیف دہ چیز کو زائل کر دے اور کھا لے اور اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور ہم کو حکم فرمایا کہ ہم پیالہ کو صاف کریں اور فرمایا تم نہیں جانتے کہ تمہارے کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب لعق الاصابع والقصة واكل اللقمة الساقطة، ج ۱ ص ۱۱۵، رقم ۵۷۲۱، آداب اللبیب، باب الاكل بثلاث اصابع ولعقها عند الفراغ من الاكل، ج ۱ ص ۲۲۷، رقم ۵۷۲۲، سنن ابوداؤد، باب في اللقمة تسقط، ج ۲ ص ۳۲۰، رقم ۳۸۴۷، سنن الدارمی، باب اللقمة اذا سقطت، ج ۲ ص ۱۱۲، رقم ۲۰۲۸، صحیح ابن حبان، باب آداب الاكل، ج ۱ ص ۵۲، رقم ۵۷۲۱)

شرح حدیث: شیطان کے لئے نہ چھوڑے

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِنْهَشُوا نَهْشَاتِ جَمْرٍ: گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھاؤ۔

(جامع الترمذی، کتاب الاطعمة، باب ما جاء [أنه قال]: اِنْهَشُوا نَهْشَاتِ جَمْرٍ، الحدیث ۱۸۳۵، ص ۱۸۳۸)

روٹی پر پیالہ یا کوئی اور چیز نہ رکھے مگر جس چیز کے ساتھ روٹی کھا رہا ہے (اسے رکھ سکتا ہے جیسے اچار وغیرہ)۔

سید المبلغین، رحمۃ اللہ علیہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عزت نشان ہے:

اَكْبِرُوا الْخُبْرَ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَنْزَلَهُ مِنْ بَرَكَاتِ السَّمَاءِ۔

ترجمہ: روٹی کی عزت کرو کیونکہ اللہ عز و جل نے اسے آسمانی برکات سے اتارا ہے۔

(الاصابة فی تمييز الصحابة، حرف الزاي المستوفى، رقم ۲۹۵۶، زید ابو عبد اللہ، ج ۲، ص ۱۵)

اور روٹی کے ساتھ ہاتھوں کو نہ پونچھے۔ نبی رحمت، شفیع امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں

سے کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اسے اٹھالے، اگر اس کے ساتھ کچھ لگا ہوا ہو تو اسے دور کر دے اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشریہ، باب استحب لعن الاصابع۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۵۲۰۱، ص ۱۰۴۰)

اور انگلیوں کو چاٹ لینا چاہیے۔ گرم کھانے میں پھونک نہ مارے کہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ کھجوریں طاق عدد میں کھائے اور ایک ہی پلیٹ میں کھجوریں اور گٹھلیاں جمع نہ کرے۔

پینے کے آداب میں سے یہ ہے کہ گلاس کو دائیں ہاتھ میں پکڑے، بسم اللہ پڑھے، چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے، چوس کر پئے اور بڑے گھونٹ نہ بھرے کہ اس سے جگر کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اور پینے کے بعد یہ پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَهُ عَذْبًا فَرَاتًا بِرَحْمَتِهِ وَكَمْ یَجْعَلُهُ مِنْحًا حَاجًا یَذْكُوْنٰ تَرْجَمَہ: تمام تعریفیں اللہ عز و جل کے لئے ہیں جس نے اپنی رحمت سے اسے میٹھا، پیاس بجھانے والا بنایا اور ہمارے گناہوں کے سبب کھارا اور کڑوا نہیں بنایا۔

جو چیز بھی لوگوں پر پھیری جائے تو سیدھے ہاتھ سے ابتداء کی جائے اور پانی کو تین سانسوں میں پئے، کھانے پینے کے شروع اور آخر میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے، جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو کھانے کے ٹکڑوں کو چننا مستحب ہے اور (دانتوں کا) خلال کرے اور کہا گیا ہے کہ جو پیالے کو چائے اور دھو کر اس کا پانی پی لے تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے پھر پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ الَّذِیْ یَنْعِمُ عَلَیْہِمْ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَتَنْزِلُ الْبَرَكَاتُ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ قُوَّةً عَلٰی مَعْصِیَتِكَ تَرْجَمَہ: تمام تعریفیں اللہ عز و جل کے لئے ہیں جس کی نعمت سے نیکیاں مکمل ہوتی اور برکتیں اترتی ہیں، اے اللہ عز و جل! اس کو اپنی نافرمانی کے لئے قوت کا باعث نہ بنا۔

پھر سورہ اخلاص اور سورہ قمریش کی تلاوت کرے، جب تک دسترخوان نہ اٹھایا جائے اس وقت تک نہ اٹھے، اگر کسی دوسرے کے ہاں کھانا کھائے تو اس کے لئے یوں دعا مانگے: اَكَلْتُ طَعَامَكُمْ الْاَبْرَارُ وَاَفْطَرْتُ عِنْدَكُمْ الصَّالِحُونَ وَصَلَّتْ عَلَیْكُمْ الْمَلَائِكَةُ تَرْجَمَہ: تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں، تمہارے پاس روزہ دار افطار کیا کریں اور فرشتے تمہارے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں۔

اور (کھانے کے بعد) یہ دعا پڑھنا مستحب ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَاَنَا سَيِّدُنَا وَمَوْلَانَا تَرْجَمَہ: تمام تعریفیں اللہ عز و جل کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا، کفایت دی اور ٹھکانہ دیا، وہ ہمارا سردار و مالک ہے۔ پھر دونوں ہاتھوں کو دھو لے۔ (باب الاحیاء ۳۰)

(757) وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ: اَنَّهُ سَأَلَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْہُ عَنِ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، فَقَالَ: لَا، قَدْ كُنَّا زَمَنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَجِدُ مِثْلَ ذٰلِكَ الطَّعَامِ اِلَّا قَلِيْلًا، فَاِذَا

حضرت سعید بن حارث سے روایت ہے انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بارے میں وضو کرنے کا مسئلہ کا دریافت کیا: تو انہوں نے فرمایا: نہیں۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں

نَحْنُ وَجَدْنَاكَ لَمْ يَكُنْ لَنَا مَنَادِيلٌ إِلَّا أَكْفَتْنَا. اِیسا کھانا کم پاتے تھے۔ پس جب پاتے تو ہمارے پاس
وَسَوَاعِدَتَا، وَأَقْدَامَنَا، ثُمَّ نَصَلُّ وَلَا نَتَوَضَّأُ. رَوَاهُ رومال نہ ہوتے ہماری ہتھیلیوں کلائیوں اور قدموں کے
السُّبْحَانِی. سوا (یعنی ہم انہی سے پونچھ لیتے تھے) پھر ہم نماز دا
کرتے اور وضو نہ کرتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب المندیل: ج ۱، ص ۸۱، رقم: ۵۲۵۴، سنن ابن ماجہ: باب مسح الید بعد الطعام
ج ۲، ص ۱۰۱۲، رقم: ۲۲۸۲، جامع الاصول: الفصل الرابع فی غسل الید والضم: ج ۱، ص ۳۰۲، رقم: ۵۲۵۰)
شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

اور یہ اس لیے کہ اس وقت رومال موجود نہ تھا بیان جواز کے لئے کہ اسی طرح اعضاء پر اپنے تر ہاتھ خشک کر لینا بھی
جائز ہے۔ خیال رہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے تو انہیں نہ پونچھے اور جب کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے تو پونچھ لے اس
میں بڑی حکمت ہے۔

یعنی وہ جو ہم نے فرمایا ہے کہ آگ کی پکی چیز کھانے سے وضو کرے وہاں وضو سے مراد ہے یہ ہی ہاتھ دھونا کلی کرنا ہے
نہ کہ نماز کا وضو۔

یہاں وضو لغوی معنی میں ہے، وضاء سے مشتق ہے، بمعنی صفائی۔ شرعی معنی مراد نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آگ کی پکی
چیز کھا کر ہاتھ دھونا اور کلی کرنا بہتر ہے۔ پھل فروٹ کھانے کے بعد اس کی ضرورت نہیں، جیسا کہ اگلی احادیث سے ظاہر
ہو رہا ہے، نیز ایک بار حضور علیہ السلام نے گوشت کھا کر ہاتھ دھوئے، کلی کی اور فرمایا آگ کی پکی چیز کا وضو یہ ہے، اس
صورت میں یہ حدیث منسوخ نہیں، کھانا کھا کر ہاتھ دھونا مستحب ہے۔ (براء النایج)

110- بَابُ تَكْثِيرِ الْاَيْدِي عَلَى الطَّعَامِ

(758) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «طَعَامُ
الْاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي
الْارْبَعَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ». کھانے پر آدمیوں کا زیادہ ہو جانا
حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا: دو کا کھانا تین کو کافی ہوتا ہے۔ اور تین
کا چار کو کافی ہوتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب طعام الواحد یكفی الاثنین: ج ۱، ص ۴۱، رقم: ۵۲۹۲، صحیح مسلم: باب فضیلة
المواساة فی الطعام القلیل: ج ۱، ص ۱۲۲، رقم: ۵۲۸۸، موطا امام مالک: باب جامع ما جاء فی الطعام والشراب: ج ۲، ص ۹۲۸، رقم:
۱۶۵۸، سنن ترمذی: باب ما جاء فی طعام الواحد یكفی الاثنین: ج ۱، ص ۲۶۴، رقم: ۱۸۲۰)

شرح حدیث: قناعت کی تعلیم

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر کھانا تھوڑا ہو کھانے والے زیادہ تو انہیں چاہیے کہ دو آدمیوں کے کھانے پر تین آدمیوں کے کھانے پر چار آدمی گزارہ کر لیں اگرچہ پیٹ تو نہ بھرنے کا مگر اتنا کھا لینے سے ضعف نہ ہوگا، عبادات بخوبی ادا ہو سکیں گی۔ اس فرمان عالی میں قناعت مروت کی اعلیٰ تعلیم ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ دنیا میں بہت سیر ہو کر کھانے والا آخرت میں زیادہ بھوکا ہوگا، جب کھانے میں کتنی ہو تو چاہیے کہ امیر لوگ تھوڑا کھائیں تھوڑا بچائیں، بچا ہوا ان غرباء و مساکین پر خرچ کریں جن کے پاس کھانا نہیں۔ (مرقات) (برزائے النہج، ج ۶ ص ۲۷)

تنخواہ کم کروادی

خلیفۃ الرسول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کا واقعہ ہے، ایک بار حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خلوا کھانے کی خواہش ہوئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ہمارے پاس اتنی رقم نہیں کہ ہم خلوا خرید سکیں۔ عرض کی: میں اپنے گھریلو اخراجات میں سے چند دنوں میں تھوڑے تھوڑے پیسے بچا کر کچھ رقم جمع کر لوں گی اسی سے خلوا خرید لیں گے۔ فرمایا: ایسا کر لینا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رقم جمع کرنا شروع کی۔ چند دنوں میں تھوڑی سی رقم جمع ہو گئی۔ جب انہوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا تا کہ آپ خلوا خرید لیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ رقم لی اور بیت المال میں لوٹا دی اور فرمایا کہ یہ ہمارے اخراجات سے زائد ہے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آئندہ کیلئے بیت المال سے ملنے والے وظیفے میں اتنی رقم کم کروادی۔ (اکمال فی التاریخ، ج ۲ ص ۲۷۱)

(759) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ، وَطَعَامُ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِي الْارْبَعَةَ، وَطَعَامُ الْارْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ."

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ ایک کا کھانا دو کو اور دو کا چار کو اور چار کا آٹھ کو کافی ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضیلة المواصلۃ فی الطعام القلیل: ج ۱ ص ۱۳۲ رقم: ۵۳۸۹ سنن الدارمی باب طعام الواحد یکفی الاثنین: ج ۲ ص ۱۳۶ رقم: ۲۰۲۲ الادب للبیہقی: باب کراهیۃ کثرة الاکل: ج ۱ ص ۲۶۳ رقم: ۳۵۹ المعجم الاوسط: من اسمہ ابراهیم: ج ۲ ص ۲۰۰ رقم: ۲۳۲۶ سنن ابن ماجہ: باب طعام الواحد یکفی الاثنین: ج ۲ ص ۱۰۸۳ رقم: ۳۲۵۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ زیادہ نازک حالات کے لیے ہے جب کہ کھانے میں بہت ہی کمی ہو جائے، ان ہنگامی حالات میں آدھا پیٹ کھانا چاہیے اتنے کھانے سے بھی انسان مرتا نہیں کام چل جاتا ہے بلکہ ارزانی کے زمانہ میں بھی مسلمان کو چاہیے کہ کبھی روزہ رکھے کبھی کم کھائے تاکہ مصیبت پڑنے پر بھوک برداشت کر سکے۔ ہر ماہ میں تین روزے سنت ہیں اس کی ایک حکمت یہ بھی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ کھانا الگ نہ کھاؤ مجتمع ہو کر کھاؤ جماعت میں برکت ہے۔ (مرقات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ جماعت کے ساتھ کھانا کھاتے تھے جیسا کہ روایات میں ہے۔ (بزاز المناجیح، ج ۶ ص ۲۸)

کھانا کتنا کھانا چاہئے

اللہ کے محبوب، دانا، غنیوب، مَنَزَّةٌ عَنْ الْغُيُوبِ عَزَّ وَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ صحت نشان ہے، آدمی اپنے پیٹ سے زیادہ برابر تن نہیں بھرتا، انسان کیلئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں اگر ایسا نہ کر سکے تو جہائی (۱/۳) کھانے کیلئے تہائی پانی کیلئے اور ایک جہائی سانس کیلئے ہو۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۳۸ حدیث ۳۳۳۹)

کھانے کی نیت کس طرح کریں

کھاتے وقت بھوک لگی ہونا سنت ہے۔ کھانے میں یہ نیت کیجئے کہ اللہ رب العزت عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت پر ثواب حاصل کرنے کیلئے کھا رہا ہوں۔ کھانے سے فقط لذت مقصود نہ ہو۔ حضرت سیدنا ابراہیم بن شیبان علیہ رحمۃ اللہ فرمانے ہیں، میں نے اُسی برس سے کوئی بھی چیز فقط لذتِ نفس کی غرض سے نہیں کھائی۔ (احیاء العلوم ج ۲ ص ۵) کم کھانے کی نیت بھی کرے کہ عبادت پر ثواب حاصل کرنے کی نیت بھی سچی ہوگی کیونکہ پیٹ بھر کے کھانے سے عبادت میں التَّارُکَاوُث پیدا ہوتی ہے! کم کھانا صحت کیلئے مفید ہے ایسے شخص کو ڈاکٹر کی ضرورت کم ہی پیش آتی ہے۔

نیت کی اہمیت

بخاری شریف کی سب سے پہلی حدیث پاک ہے، اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ یعنی اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۵ الحدیث ۱) جو عمل اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا کیلئے کیا جائے اُس میں ثواب ملتا ہے، ریاء یعنی اگر دکھاوے کیلئے کیا جائے تو وہی عمل گناہ کا باعث بن جاتا ہے اور اگر کچھ بھی نیت نہ ہو تو نہ ثواب ملے نہ گناہ جبکہ وہ عمل فی نفسہ مباح (یعنی جائز) ہو۔ مثلاً کوئی حلال چیز جیسا کہ آنکس کریم یا مٹھائی یا روٹی کھائی اور اس میں کچھ بھی نیت نہ کی تو نہ ثواب ہوگا نہ گناہ۔ البتہ قیامت میں حساب کا معاملہ درپیش ہوگا جیسا کہ سرکارِ نامدار، دو عالم کے مالک و مختار، ظہیرِ شاہِ ابراہیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ حقیقت بنیاد ہے، حَلَّالُهَا حِسَابٌ وَ حَرَامُهَا عَذَابٌ۔ یعنی اس کے حلال میں حساب ہے اور حرام میں عذاب۔

عذاب۔ (فردوسِ بمانور الخطاب ج ۵ ص ۲۸۳ حدیث ۸۱۹۲)

سرمہ کیوں ڈالا؟

رسول پاک، صاحب نواک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے، بے شک قیامت کے دن آدمی سے اس کے ہر کام حتیٰ کہ آنکھ کے ٹرے کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا

(جلد الاول ج ۱۰ ص ۳۱ حدیث ۱۳۴۰۴)

لہذا عافیت اسی میں ہے کہ اپنے ہر مباح کام میں اتنی ہی نیتیں شامل کر لی جائیں۔ چنانچہ ایک بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میں ہر کام میں نیت پسند کرتا ہوں حتیٰ کہ کھانے، پینے، سونے اور بیٹ الخلاء میں داخل ہونے کیلئے بھی۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۲۶) نبیوں کے سلطان، رحمۃ عالمیان، سردارِ دو جہان محبوبِ رحمن عز و جل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عظیم الشان ہے، مسلمان کی نیت اسکے عمل سے بہتر ہے۔ (طبرانی معجم کبیر ج ۶ ص ۱۸۵ حدیث ۵۹۳۲) نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں، زبان سے کہنا شرط نہیں بلکہ زبان سے نیت کے الفاظ کہے مگر دل میں نیت موجود نہ ہوئی تو نیت ہی نہیں کہلائے گی اور ثواب نہیں ملیگا۔ کھانے کی ۴۳ نیتیں پیش خدمت ہیں ان میں سے جو جو حسب حال ہوں اور ممکن ہوں کر لینی چاہئیں۔ یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ یہ نیتیں مکمل نہیں، علمِ نیت رکھنے والا اس کے ذریعے اور بہت ساری نیتیں نکال سکتا ہے۔ جتنی نیتیں زیادہ ہوں گی اتنا ہی ثواب بھی زیادہ ملیگا۔ ان شاء اللہ عز و جل!

پینے کے آداب برتن سے باہر تین بار سانس لینا مستحب ہے اور برتن میں سانس لینا منع ہے اور برتن کو دائیں طرف پھر بائیں طرف بڑھانا مستحب ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پینے کے دوران تین بار سانس لیتے۔ یعنی برتن سے باہر سانس لیتے۔ (متفق علیہ)

111- بَابُ آدَابِ الشَّرْبِ وَاسْتِحْبَابِ

التَّنْفِيسِ ثَلَاثًا خَارِجَ الْإِنَاءِ وَكَرَاهَةِ

التَّنْفِيسِ فِيْنَاءِ وَاسْتِحْبَابِ إِدَارَةِ الْإِنَاءِ

عَلَى الْيَمِينِ فَالْأَيْمَنِ بَعْدَ الْمُبْتَدِئِ

(760) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي

الشَّرَابِ ثَلَاثًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. يَعْنِي: يَتَنَفَّسُ

خَارِجَ الْإِنَاءِ:

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب الشرب بتفہین او ثلاثہ ج ۱ ص ۱۱۲ رقم: ۵۶۲۱ صحیح مسلم باب کراہیۃ

التنفیس فی نفس الإناء واستحباب التنفس ثلاثا ج ۱ ص ۱۱۱ رقم: ۵۶۰۵ المستدرک للحاکم کتاب الاشریۃ ج ۱ ص ۱۱۰ رقم:

۲۰۵ سنن ابن ماجہ باب الشرب بثلاثة انفاس ج ۲ ص ۱۱۲ رقم: ۲۲۶۱ سنن الکبیری للبیہقی باب الشرب بثلاثة انفاس

ج ۲ ص ۲۸۲ رقم: ۱۲۲۲ صحیح ابن حبان باب آداب الشرب ج ۲ ص ۱۳۸ رقم: ۵۴۱۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے میں برتن سے علیحدہ منہ کر کے تین سانس لیتے تھے۔ پہلی سانس پینا شروع کرتے وقت پھر کچھ پی کر سانس لیتے یہ دوسرا سانس شریف ہوا، پھر کچھ پی کر تیسرا سانس لیتے یہ تیسرا سانس ہوا یعنی دوران پینے میں دوسانس لیتے تھے اور کل تین سانس، یہ عمل شریف ہر پینے میں ہوتا تھا خواہ پانی ہو یا دودھ یا شربت یا کوئی اور چیز اور یہی سنت ہے مگر خیال رہے کہ یہ سانس برتن سے منہ الگ کر کے ہیں۔

ادوی بنا ہے دوی سے بمعنی سیرابی اس لیے مشکیزہ کو راویہ کہتے ہیں کہ یہ ذریعہ سیری ہے اور ابری بنا ہے برو سے بمعنی دوری صحت کو براءت کہتے ہیں کہ اس میں مرض سے دوری ہو جاتی ہے، ابرا کا معنی زیادہ صحت بخش ہے اور امراء بنا ہے مر الطعام سے بمعنی کھانا ہضم ہو جانا یعنی تین سانسوں میں پینے سے یہ تین فائدے ہیں، ان فوائد کا آج بھی مشاہدہ ہوتا ہے، ایک سانس میں پانی پینے سے زیادہ پیا جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ سرکار اول میں بسم اللہ پڑھتے اور تیسری بار پی کر الحمد للہ پڑھتے تھے، یہی سنت ہے اور فرماتے تھے کہ ایک سانس میں پانی پینا شیطان کا طریقہ ہے اور اس سے مرض کبوا یعنی جگر کی بیماری پیدا ہوتی ہے، یہ حدیث بہت اسنادوں پر مروی ہے اس کی تفصیل یہاں مراقبات میں ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۱۱)

پانی پینے کا طریقہ

جو کچھ بھی بسم اللہ پڑھ کر داہنے ہاتھ سے پیو بائیں ہاتھ سے پینا شیطان کا طریقہ ہے جو چیز بھی پیو تین سانس میں پیو اور ہر مرتبہ برتن سے منہ ہٹا کر سانس لو چاہے کہ پہلی مرتبہ اور دوسری مرتبہ ایک گھونٹ پئے اور تیسری سانس میں جتنا چاہے پی لے کھڑے ہو کر ہرگز کوئی چیز نہ پیئے۔

حدیث شریف میں اس کی ممانعت ہے پانی چوس چوس کر پینا چاہے غٹ غٹ بڑے بڑے گھونٹ نہ پئے جب پی چکے تو الحمد للہ کہے پینے کے بعد گلاس یا کٹورے کا بچا ہوا پانی پھینکنا اسراف و گناہ ہے صراحی اور مشک کے منہ میں منہ لگا کر پانی پینا منع ہے۔ (بہار شریعت، ج ۱۶ ص ۲۶)

اسی طرح لوٹے کی ٹونٹی سے بھی پانی پینے کی ممانعت ہے لیکن اگر پانی انڈیلنے کے لئے کوئی برتن نہ ہو تو ٹونٹی وغیرہ میں دیکھ بھال کر پانی پی لینے میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: وضو کا بچا ہوا پانی اور زمزم شریف کا پانی کھڑے ہو کر پیا جائے ان دو کے سوا ہر پانی بیٹھ کر پینا چاہے۔ (بہار شریعت، ج ۳ ص ۱۶ ج ۲ ص ۲۷) حدیث شریف میں ہے کہ ہرگز تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر کچھ نہ پئے اور اگر بھول کر کھڑے کھڑے پی لے اس کو چاہے کہ قے کر دے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاشریۃ، باب کراہیۃ الشرب قائما، رقم ۲۰۲۶ ص ۱۹)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں تحریر فرمایا کہ جب بھول کر پی لینے میں یہ حکم ہے کہ قے کر دے تو قصد اپنے میں تو بدرجہ اولیٰ یہ حکم ہوگا۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الاطعمۃ، باب الاشریۃ، ج ۳ ص ۵۵)

مسئلہ: سبیل کا پانی مالدار بھی پی سکتا ہے ہاں البتہ وہاں سے پانی کوئی اپنے گھر نہیں لے جاسکتا کیونکہ وہاں پینے کے لئے پانی رکھا گیا ہے نہ کہ گھر لے جانے کے لئے لیکن اگر سبیل لگانے والے کی طرف سے اس کی اجازت ہو تو گھر میں لے جاسکتا ہے۔ (التتای الممدیۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الحادی عشر فی الکراہیۃ فی الاکل وما یحصل بہ، ج ۵، ص ۳۴۱)

مسئلہ: جاڑوں میں اکثر جگہ مسجد کے سقایہ میں پانی گرم کیا جاتا ہے تاکہ مسجد میں جو نمازی آئیں اس سے وضو غسل کریں وہ پانی بھی وہیں استعمال کیا جاسکتا ہے گھر لے جانے کی اجازت نہیں اسی طرح مسجد کے لوٹوں کو بھی وہیں استنماں کر سکتے ہیں گھر نہیں لے جاسکتے بعض لوگ تازہ پانی پھر کر مسجد کے لوٹوں میں گھر لے جاتے ہیں یہ جائز نہیں۔

(بہار شریعت، ج ۶، ص ۲۷)

(761) وَعَنِ ابْنِ عَرَبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَكْزِبُوا وَاحِدًا كَكُزِبِ الْبَعِيرِ، وَلَكِنْ اكْزِبُوا مَثْلِي وَثَلَاثَ، وَتَمُوتُوا إِذَا أَنْتُمْ شَرِبْتُمْ، وَاحْمَدُوا إِذَا أَنْتُمْ رَفَعْتُمْ رَوَاكُ الْتَزْمِيذِي، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک ہی بار نہ پیو جس طرح اونٹ پیتا ہے۔ دو دو اور تین تین سانس میں پیو۔ اور جب تم پیو تو بسم اللہ پڑھو۔ جب اٹھاؤ تو اللہ کی حمد کرو۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی العنفس فی الاقام، ج ۶، ص ۳۰۲، رقم: ۱۸۸۵، جامع الاصول، الفصل الثالث فی العنفس عند الشرع، ج ۶، ص ۴۰، رقم: ۳۰۰۰، مشکوٰۃ المصابیح، باب الاشریۃ، الفصل الثانی، ج ۶، ص ۴۲، رقم: ۴۲۷۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بہتر تو یہ ہی ہے کہ تین سانسوں میں پیو دو سانسیں درمیان میں لو ایک آخر میں یا دو سانسوں میں پیو کہ ایک سانس پینے کے بیچ میں لو دوسری آخر میں مگر ہر سانس برتن کو منہ سے الگ کر کے لو۔

یعنی جب پینے لگو تو بسم اللہ پڑھو اور جب پی چکو تو الحمد للہ کہو۔ احیاء العلوم میں امام غزالی فرماتے ہیں، بسم اللہ پڑھ کر پینا شروع کرے پہلی سانس لینے پر کہے الحمد للہ، دوسری سانس لینے پر کہے الحمد للہ رب العالمین، تیسری سانس پر کہے الرحمن الرحیم۔ (افق الممات) اس کے متعلق اور دعائیں بھی منقول ہیں۔ (برزۃ الناجی، ج ۶، ص ۱۲۶)

(762) وَعَنِ ابْنِ قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. يَعْنِي: يَتَنَفَّسُ فِي نَفْسِ الْإِنَاءِ.

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا یعنی برتن کے اندر سانس لینے سے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب النہی عن التنفس فی الاثناء ج ۱ ص ۱۱۱ رقم: ۲۳۰۳ مسند امام احمد حدیث ابی قتادہ الانصاری التنفس فی نفس الاثناء واستحباب التنفس ثلاثاً ج ۱ ص ۱۱۱ رقم: ۲۳۰۳ مسند امام احمد حدیث ابی قتادہ الانصاری ج ۱ ص ۲۹۵ رقم: ۲۲۵۵ سنن اللسان: باب النہی عن الاستنجاء بالیمین ج ۱ ص ۳۲ رقم: ۳۸ مستخرج ابی عوانہ بیان النہی عن التنفس فی الاثناء ج ۱ ص ۱۰۴ رقم: ۱۶۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام حارث ابن ربیع یا ابن نعمان ہے، انصاری ظفری ہیں، بیعت عقبہ اور تمام غزوات میں شامل ہوئے، بدر یا احد میں آپ کی آنکھ نکل پڑی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ ٹکا کر اپنا لعاب شریف لگا دیا تو دوسری آنکھ سے زیادہ روشن ہو گئی، ابوسعید خدری کے انخیانی یعنی ماں شریکے بھائی ہیں، ستر سال عمر پائی ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

بلکہ برتن منہ سے عیجدہ کر کے سانس لے تاکہ تھوک یا ریخت پانی میں نہ پڑے، نیز سانس میں اندر کی گرمی اور زہریلا مادہ ہوتا ہے جو پانی میں مل کر بیماری پیدا کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چائے وغیرہ گرم چیز میں پھونکیں مارنا منع ہے۔ (بڑا ذخیرہ السناجیح، ج ۱ ص ۲۲۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دودھ لایا گیا۔ اس میں پانی ملا یا گیا تھا آپ کے دائیں طرف ایک اعرابی تھا اور بائیں جانب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ ﷺ نے دیہاتی کو دیا اور فرمایا دایاں پھر دایاں۔ (متفق علیہ)

شائب: کا مطلب ہے ملا یا ہوا۔

(763) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى بَلْبَنٍ قَدْ شَيْبَ بَمَاءٍ، وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ، وَعَنْ يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَشَرِبَ، ثُمَّ أَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ، وَقَالَ: "الْأَيْمَنُ فَإِلَيْمَنٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

قَوْلُهُ: "شَيْبَ آخِي: خُلِطَ."

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب فی الشرب ج ۱ ص ۱۱۰ رقم: ۲۲۵۲ صحیح مسلم: باب استحباب اذکار الباء واللام ونحوها، ج ۱ ص ۱۱۲ رقم: ۵۰۰۸ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الايمن فالایمن فی الشرب ج ۱ ص ۲۸۵ رقم: ۱۵۰۶۳ سنن ابوداؤد: باب فی الساقی متی یشرّب ج ۱ ص ۳۹۱ رقم: ۲۴۲۸ سنن ابن ماجہ: باب اذا شرب اعطى الايمن فالایمن ج ۱ ص ۱۱۲ رقم: ۲۲۲۵ مسند امام احمد بن حنبل: مسند انس بن مالک ج ۱ ص ۱۹۴ رقم: ۱۳۰۶۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کچی لسی تیار کی گئی، اس کنویں کا نام اس لیے بتایا گیا تاکہ آئندہ مسلمان اس کنویں کا پانی برکت کے لیے پیئیں، زائرین مدینہ تمام ان کنوؤں کا پانی پیتے ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیایا غسل کیا ہے بیرعبین، بیرشمس، بیربضاغہ وغیرہ۔

ان خوش نصیب بدوی کا نام معلوم نہ ہو سکا بہر حال مدینہ کے چاند بیچ میں جلوہ گر تھے اور یہ تارے داہنے بائیں تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت عمر اس وقت حضور انور کے سامنے تھے آپ نے بطور مشورہ یہ عرض کیا کیونکہ جناب صدیق افضل، اعلم، اکمل، اقدم اعلیٰ تھے۔ آپ کا منشاء تھا کہ سید المرسلین کی پس خوردہ لی سید المسلمین نوش کریں۔

(فرمایا دایاں پھر دایاں) یعنی کھانے پینے کی ترتیب میں قرب مرتبہ کا اعتبار نہیں قرب مکان کا لحاظ ہے اور داہنا شخص بائیں سے قریب تر ہوتا ہے۔ نماز کی امامت میں اعلیٰ و افضل و اعلم کو مقدم رکھا جاتا ہے، یہ ترتیب عقل کے بھی مطابق اور قرین قیاس ہے۔ دائرہ کی گردش داہنی طرف سے ہوتی ہے طواف کعبہ میں سنگِ اسود چومنے کے بعد داہنے چلتے ہیں۔

(برائۃ المناجیح، ج ۲، ص ۱۲۱)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مشروب لایا گیا۔ آپ نے اس میں سے پیا آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا اور بائیں جانب بزرگ بیٹھے تھے آپ نے لڑکے کو فرمایا کیا تو مجھے ان کو دینے کی اجازت دیتا ہے لڑکے نے عرض کیا: اللہ کی قسم نہیں (یا رسول اللہ!) آپ سے اپنے حصہ میں کسی کو اپنے آپ پر ترجیح نہیں دیتا۔ تو یہ پیالہ رسول اللہ ﷺ نے اس لڑکے کے ہاتھ میں دے دیا۔ (متفق علیہ)

تَلَّہُ: یعنی رکھ دیا۔ یہ لڑکے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تھے۔

(764) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ أَشْيَاخٌ فَقَالَ لِلْغُلَامِ: "أَتَأْخُذُ بِي أَنْ أُعْطِيَ هَؤُلَاءِ؟" فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللَّهِ لَا أَوْثِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا. فَتَلَّهَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَدِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

قَوْلُهُ: "تَلَّهَ آتَى وَضَعَهُ. وَهَذَا الْغُلَامُ هُوَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فی الشرب ج ۳، ص ۱۱۰، رقم: ۲۲۵۲ صحیح مسلم، باب استحباب اِدارۃ الماء والدين ونحوهما، ج ۱، ص ۱۱۲، رقم: ۵۳۰۸ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الامن فالامن فی الشرب ج ۳، ص ۸۵، رقم: ۱۵۰۱۲ سنن ابوداؤد، باب فی الساقی متی یشرّب ج ۲، ص ۳۹۱، رقم: ۲۴۲۸ سنن ابن ماجہ، باب اذا شرب اعطى الامن فالامن ج ۲، ص ۱۱۲، رقم: ۲۲۵۵ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک ج ۳، ص ۱۹۴، رقم: ۱۲۰۶۱)

شرح حدیث: حکیم الثامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: وہ لڑکا حضرت عبداللہ ابن عباس تھے جو بالکل نو عمر تھے رضی اللہ عنہ۔ (مرقات) معلوم ہوا کہ یہ حق عبد ہے اگر بندہ خود اپنا حق دوسرے کو دینے پر راضی ہو جاوے تو فیہا ورتہ اس کی اجازت کے بغیر دوسرے کو نہ دیا جائے۔

(آپ سے اپنے حصہ میں کسی کو اپنے آپ پر ترجیح نہیں دیتا) اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی امور میں نیار کرنا سخاوت

ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ** مگر اخروی امور میں ایسا نہ کرنا بخل کرنا محمود ہے، یہ بخل قابل ستائش ہے۔ یہاں پانی کم نہ تھا جس کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہوتا بلکہ بلا واسطہ حضور کا پس خوردہ پینا مطلوب تھا جو کبھی کسی کو خوش نصیبی سے میسر ہوتا ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اسناد جتنی چھوٹی ہو اتنی اعلیٰ اور قوی ہے اور خرقہ نبویہ جس قدر زیادہ واسطوں سے پہنچے اتنا اشرف ہوتا ہے کہ اس میں بہت برکتیں شامل ہوتی ہیں لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ چہارم ہونا بہت ہی محبوب ہے کہ آپ کو حضور کی خلافت تین واسطوں سے پہنچی جس میں بہت برکتیں ان واسطوں کی بھی شامل ہو گئیں بہر حال یہ عمل شریف بہت ہی اعلیٰ ہے۔

(لڑکے کے ہاتھ میں دے دیا) اس سے معلوم ہوا کہ حکم اور مشورہ میں فرق ہے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو حکم نہ دیا تھا بلکہ مشورہ فرمایا تھا کہ اگر تم اجازت دو تو ہم یہ تمہارا حق دوسرے کو دے دیں، حضرت ابن عباس نے مشورہ قبول نہ کیا بلکہ نہایت ادب و احترام اور اچھی معذرت سے اپنا حق خود لے لیا۔ اس سے بہت سے مسائل شریعت و طریقت کے حل ہوتے ہیں۔ (برائۃ الناجح، ج ۶ ص ۱۲۲)

مشک وغیرہ کو منہ لگا کر پینا

مکروہ تنزیہی ہے تحریمی نہیں

112- بَابُ كَرَاهَةِ الشَّرْبِ مِنْ فَمِ الْقُرْبَةِ

وَتَحْوِهَا وَبَيَانِ أَنَّهُ كَرَاهَةٌ تَنْزِيهٌ لَا حَرَامٌ

(765) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَنِ اخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ. يَعْنِي: أَنْ تُكْسَرَ أَفْوَاهُهَا،

وَيُشْرَبَ مِنْهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول

اللہ ﷺ نے مشک کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا

ہے۔ یعنی اس کے منہ کو موڑ کر اس میں سے پانی

پینا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب اختناث الاسقية، ج ۳ ص ۱۱۲، رقم: ۵۶۲۵، صحیح مسلم: باب آداب الطعام

ج ۶ ص ۱۱۰، رقم: ۵۶۱۰، الادب للبيهقي: باب كراهية الشرب من فم السقي لما فيه من خشية الاذى ج ۱ ص ۲۶۸، رقم: ۴۴۹،

البيستدرك للحاكم: كتاب الاشرية، ج ۳ ص ۱۵۶، رقم: ۴۲۱۲، سان ابوداؤد: باب في الاختناث الاسقية، ج ۳ ص ۲۹۰، رقم: ۴۴۲۲، مسند امام احمد: مسند ابی سعید الخدری، ج ۳ ص ۳۳، رقم: ۱۱۹۰۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس ممانعت میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ ممکن ہے کہ مشکیزے میں کوئی زہریلا کیڑا ہو جو اس طرح پینے سے منہ کے

ذریعہ پیٹ میں چلا جائے، ممکن ہے کہ مشکیزہ کا منہ چوڑا ہو پانی زیادہ گرے کپڑے بھیگ جاویں، نیز پھر مشکیزہ کا پانی استنجے

کے قابل نہ رہے کیونکہ پس خوردہ پانی سے استنجا کرنا منع ہے۔ جن روایات میں ہے کہ حضور اقدس نے مشکیزے کے منہ سے

پانی پیا وہاں مشکیزہ چھوٹا تھا اور اس کا منہ بہت چوڑا نہ تھا اور خبر تھی کہ پانی صاف ہے لہذا یہ حدیث اس سے متعارض نہیں یا وہ

حدیث بیان جواز کے لیے ہے اور یہ حدیث بیان استحباب کے لیے۔ مرقات میں اس جگہ ہے کہ ایک شخص نے بطور آزمائش مشکیزے کے منہ سے پانی پیا تو اس کے منہ میں سانپ چلا گیا یا مقصد یہ ہے کہ اس طرح ہمیشہ پینا ممنوع ہے کبھی اتفاقاً پی لینا جائز ہے۔ (اشع) (مزا ڈالنا ج ۶ ص ۱۱۲)

(766) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: حَضَرْتُ ابُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ رِوَايَةٍ هِيَ رِوَايَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ يُشْرَبُ مِنْ فِي السِّقَاءِ أَوْ الْقِرْبَةِ: مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. مَنَعَ فَرَمَا يَافِيهِ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الشرب من السقاء، ج ۱ ص ۱۱۲، رقم: ۵۱۲۸، صحیح مسلم، باب آداب الطعام والشراب واحکامها، ج ۱ ص ۱۱، رقم: ۵۱۱، المستدرک للحاکم، کتاب الاثریہ، ج ۱ ص ۱۱، رقم: ۴۹۶، سنن ابوداؤد، باب الشراب من فی السقاء، ج ۱ ص ۳۸، رقم: ۴۹۱، سنن ابن ماجہ، باب الشرب من فی السقاء، ج ۱ ص ۱۱۲، رقم: ۴۲۲۰)

شرح حدیث: پانی پینے کی سنتیں اور آداب

پانی بیٹھ کر، اجالے میں دیکھ کر، سیدھے ہاتھ سے بسم اللہ پڑھ کر اس طرح پیئیں کہ ہر مرتبہ گلاس کو منہ سے ہٹا کر سانس لیں، پہلی اور دوسری بار ایک ایک گھونٹ پیئیں اور تیسری سانس میں جتنا چاہیں پیئیں۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرزور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اونٹ کی طرح ایک ہی گھونٹ میں نہ پی جایا کرو بلکہ دو یا تین بار پیا کرو اور جب پینے لگو تو بسم اللہ پڑھا کرو اور جب پی چکو تو الحمد للہ کہا کرو۔ (سنن ترمذی، کتاب الاثریہ، باب ماجاء فی النفس فی الاثناء، الحدیث ۱۸۹۲، ج ۳ ص ۳۵۲)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ، فیضِ گنجینہ، راحتِ قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پینے میں تین بار سانس لیتے تھے اور فرماتے تھے: اس طرح پینے میں زیادہ سیرابی ہوتی ہے اور صحت کے لئے مفید و خوش گوار ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاثریہ، باب کراۃ النفس فی الاثناء، الحدیث ۲۰۲۸، ج ۳ ص ۱۱۴۰)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ عز و جل کے پیارے محبوب، داناے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے برتن میں سانس لینے اور پھونکنے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الاثریہ، الحدیث ۴۷۲۸، ج ۳ ص ۳۷۵)

(767) وَعَنْ أَبِي ثَابِتٍ كَبْشَةَ بِنْتِ ثَابِتٍ أَخْبَرَتْ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ فِي قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَلَمًا، فَقُمْتُ إِلَى فِيهَا. حَضَرْتُ ام ثَابِتٍ كَبْشَةَ بِنْتُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا مِنْ رِوَايَةٍ هِيَ رِوَايَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. كِي مَن هِيَا فَرَمَاتِي هِيَا كِي مَرِي غُورِ رُوسُولِ اللّٰهِ ﷺ تَشْرِيفَ لَائِي۔ آپ نے ایک لٹکی ہوئی مشک کے پاس کھڑے ہو کر اس

میں سے پیامیں نے کھڑے ہو کر اس (مشک) کا منہ کاٹ لیا۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فَقَطَعْتُهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَوِيحٌ".

اور میں نے اس کو کاٹ لیا تاکہ رسول اللہ ﷺ منہ والی جگہ کی حفاظت رہے اور اس سے برکت حاصل کریں اور اسیعام استعمال سے محفوظ کر لیں۔ اور یہ حدیث بیان جواز پر محمول ہے اور پہلی دو حدیثیں انضلیت و اکملیت کے بیان کے لیے ہیں۔ اور اللہ کا ہی زیادہ علم ہے۔

وَالْمَا قَطَعْتَهَا: لِتَحْفَظَ مَوْضِعَ فَمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَتَذَكَّرَ بِهِ، وَتَصُونَهُ عَنِ الْإِهْتِدَالِ. وَهَذَا الْحَدِيثُ مَحْمُولٌ عَلَى بَيَانِ الْجَوَازِ، وَالْحَدِيثَانِ السَّابِقَانِ لِبَيَانِ الْأَفْضَلِ وَالْأَكْمَلِ. وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء في الرخصة في ذلك ج ۳ ص ۳۰۶ رقم: ۱۸۹۲ جامع الاصول لابن اثیر الفصل الثاني في الشرب افواه الاسقية ج ۵ ص ۶۱ رقم: ۳۰۱۲ مشکوٰۃ الصابیح: باب الاشربة الفصل الثاني ج ۲ ص ۳۶۲ رقم: ۲۲۸۱)

شرح حدیث: ایمان کی نشانی

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ حضرات صحابہ و صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کتنی والہانہ اور عاشقانہ محبت تھی کہ جس چیز کو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق ہو جاتا تھا وہ چیز ان کی نظروں میں باعث تعظیم اور لائق احترام ہو جایا کرتی تھی کیوں نہ ہو کہ یہی ایمان کی نشانی ہے کہ مسلمان نہ صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے محبت کرے بلکہ حضور کی ہر چیز سے بھی محبت کرے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہر چیز کو اپنے لئے قابل تعظیم جانے اور اس کا ایمانی محبت کے ساتھ اعزاز و اکرام کرے۔

بستر موت پر عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو ان کی بیوی نے غم سے نڈھال ہو کر کہا کہ واحزنناہ (ہائے رے غم) یہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بستر موت پر تڑپ کر کہا کہ

وَاطْرَبْنَاكَ غَدًا أَلْقَى الْأَحِبَّةَ مُحَمَّدًا وَحِزْنُهُ

واہ رے خوشی میں کل تمام دوستوں سے یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے ملوں گا۔

(شفاء جعریف حقوق المصطفى، القسم الثاني فيما يجب على الامام... إلخ، الباب الثاني، فصل فيما روي عن السلف والائمة، الجزء الثاني ص ۲۳)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کتنی محبت ہے؟ تو

آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے مال، ہماری اولاد، ہمارے باپ، ہماری ماں اور سخت پیاس کے وقت پانی سے بھی بڑھ کر ہمارے نزدیک محبوب ہیں۔

(الشفاء بترغیف حقوق المصطفى، القسم الثانی، الباب الاول، فصل فیما روی عن السلف والائمة، الجزء الثانی، ص ۲۲)

مسلمان کا بچا ہوا پانی پینے کی فضیلت

محبوب رب العالمین، جناب صادق و امین عز و جل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: عاجزی کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے مسلمان بھائی کا جوٹھا یعنی بچا ہوا پانی پی لے اور جو اپنے بھائی کا جوٹھا پیتا ہے اس کے 70 درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں، 70 گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کے لئے 70 نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الحدیث: ۵۷۴۵، ج ۳، ص ۵۱)

113 کتاب کراهية النفخ في الشراب

(768) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ، فَقَالَ رَجُلٌ: الْقَدَاءُ أَرَاهَا فِي الْإِنَاءِ فَقَالَ: "أَهْرِقْهَا". قَالَ: إِنِّي لَا أَرُؤِي مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ قَالَ: "فَأَبْنِ الْقَدَحَ إِذَا عَنِ فِيمَكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ."

پانی میں پھونک مارنا مکروہ ہے
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے پینے کی چیزوں میں پھونک مارنے سے منع کیا ہے۔ ایک آدمی نے عرض کیا: برتن میں اگر میں تنکا دیکھوں تو فرمایا انڈیل دے۔ عرض کیا: میں ایک سانس سے سیراب نہیں ہوتا فرمایا پیالہ کو منہ سے ہٹا کر سانس لے لیا کر۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء في كراهية النفخ في الشراب ج ۲ ص ۳۰۲ رقم: ۱۱۸۸۰ الاداب للمصنف باب كراهية التنفس في الاناء والنفخ فيه ج ۲ ص ۳۱۲ رقم: ۲۲۲ سنن الدارمی باب النهی عن النفخ في الشراب ج ۲ ص ۱۶۳ رقم: ۲۱۳۲ موطاء امام محمد باب النفخ في الشرب ج ۲ ص ۳۲۴ رقم: ۴۳۰ صحیح ابن حبان باب آداب الشرب ج ۱ ص ۱۳۴ رقم: ۵۲۲۴ مسند امام احمد مسند ابی سعید الخدری ج ۲ ص ۳۶ رقم: ۱۱۲۱۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس ممانعت کی حکمتیں ابھی عرض کی گئیں۔ پھونک مارنا پانی میں ہو یا دودھ میں یا کسی اور پینے کی چیز میں، پھر خواہ ٹھنڈا کرنے کے لیے ہو یا تنکا وغیرہ دور کرنے کے لیے اور خواہ پانی میں پھونک مارے یا کھانے میں سب ممنوع ہے۔ چنانچہ طبرانی کی روایت میں ہے عن النفخ في الطعام والشراب۔

(اگر میں تنکا دیکھوں) یعنی اگر برتن میں کوڑا تنکا نظر آئے تو میں کیا کروں وہ تو پھونک سے ہی دفع ہو سکتا ہے اور آپ

حضور پھونک سے منع فرماتے ہیں۔

(فرمایا انڈیل دے) اس طرح کہ برتن سے تھوڑا پانی گرا دو جس سے وہ کوڑا بھی گر جائے یا چمچ یا کسی تنگ سے الگ کر دو بہر حال پھونک نہ مارو۔

(ایک سانس سے سیراب نہیں ہوتا) سائل کا مقصد یہ ہے کہ آپ برتن میں پھونک مارنے سے منع فرماتے ہیں اور میں ایک سانس میں پانی وغیرہ سے سیر نہیں ہوتا دوسری تیسری سانس ضرور لینا پڑتی ہے وہ سانس برتن ہی میں لی جاوے گی تو پھر پھونکنا ہو گیا۔

(منہ سے ہٹا کر سانس لے لیا کر) جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ چند سانسوں میں ہو مگر سانس برتن میں نہ لو برتن منہ سے ہٹا کر لو۔ خیال رہے کہ تین سانس سے پینا بہتر ہے ایک سانس سے پینا جائز۔ (مرقات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک سانس سے نہ پیا۔ (بزاۃ النایح، ج ۶ ص ۱۲۷)

(769) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ؐ نے برتن میں سانس لینے اور پھونکنے سے منع فرمایا ہے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء في كراهية النفخ في الشراب ج ۲ ص ۲۰۴ رقم: ۱۸۸۸، سنن ابوداؤد، باب في النفخ في الشراب والتنفس فيه ج ۲ ص ۳۹۲ رقم: ۲۴۳۰، اطراف المسند المعتلى من اسماء عبد الكريم بن مالك الجزري ج ۲ ص ۱۲۱۳ رقم: ۲۴۱۶، شعب الایمان باب كراهية التنفس في الاناء والنفخ فيه ج ۶ ص ۱۱۳ رقم: ۶۰۰۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبد الله بن عباس ج ۳ ص ۲۲۰ رقم: ۱۹۰۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: برتن میں سانس لینا جانوروں کا کام ہے، نیز سانس کبھی زہریلی ہوتی ہے اس لیے برتن سے الگ منہ کر کے سانس لو۔ گرم دودھ یا چائے کو پھونکوں سے ٹھنڈا نہ کرو بلکہ کچھ ٹھہر دو قدرے ٹھنڈی ہو جائے پھر پیو، اگر پانی میں تنکا وغیرہ ہو تو کچھ گرا دو پھونک سے الگ نہ کرو۔ بعض لوگوں کو گندہ دہنی کی بیماری ہوتی ہے انکی پھونک سے پانی میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اس لیے ہر شخص ان دونوں سے پرہیز کرے برتن میں سانس لینے اور اس میں پھونک مارنے سے، حضور کے احکام میں صدمہ ہا حکمتیں ہیں۔ (بزاۃ النایح، ج ۶ ص ۱۲۵)

کھڑے ہو کر پینا جائز ہے
اور بیٹھ کر پینا افضل

114 بَابُ بَيَانِ جَوَازِ الشَّرْبِ قَائِمًا
وَبَيَانِ أَنَّ الْأَكْمَلَ وَالْأَفْضَلَ

الشَّرْبُ قَاعِدًا

فِيهِ حَدِيثُ كُبُشَةَ السَّابِقِ.

واکمل ہے

اس بارے میں حضرت کبشہ کی حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

(770) وَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَقَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ، فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو زمزم کا پانی پیش کیا تو آپ نے پیا حالانکہ آپ کھڑے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب ما جاء في زمزم، ج ۲ ص ۱۵۶، رقم: ۱۱۳۴، صحیح مسلم: باب في الشرب من زمزم قائما، ج ۲ ص ۱۱۱، رقم: ۵۳۹۹، السنن الكبرى للبيهقي: باب سقاية الحاج والشرب منها، ج ۵ ص ۱۳۴، رقم: ۱۱۳۵، الشرائع المحمدية للترمذي: باب ما جاء في صفة رسول الله صلى الله عليه وسلم، ج ۱ ص ۲۲۴، رقم: ۲۰۰۰، مسند امام احمد: مسند عبدالله بن عباس، ج ۱ ص ۲۲۲، رقم: ۲۱۸۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ بھی سنت ہے کہ آپ زمزم کھڑے ہو کر پے تعظیم کے لیے۔ اس پانی کی دو وجہ سے تعظیم ہے: ایک یہ کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی سے پیدا ہوا۔ دوسرے یہ کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب شریف ملا ہوا ہے کہ ان حضور سرکار نے ایک بار زمزم شریف پی کر باقی پانی کنوئیں میں ڈال دیا۔ بعض شارحین نے فرمایا اثر وہام کی وجہ سے وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی اس لیے کھڑے ہو کر پیایہ غلط ہے کہ آپ زمزم ہمیشہ کھڑے ہو کر پینا چاہیے۔

(بازاۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۱۶)

(771) وَ عَنْ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَى عَلِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَابَ الرَّحْبَةِ، فَشَرِبَ قَائِمًا، وَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّ كَمَا رَأَيْتُهُمْ يَفْعَلُونَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باب رجبہ پر تشریف لائے پھر کھڑے ہو کر پیا۔ اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح کرتے دیکھا ہے جس طرح میں نے کیا۔ (یعنی کھڑے ہو کر پانی پیتے دیکھا ہے)۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری: باب الشرب قائما، ج ۵ ص ۲۱۲، رقم: ۵۲۹۲، السنن الكبرى للبيهقي: باب ما جاء في الاكل والشرب قائما، ج ۵ ص ۲۸۲، رقم: ۱۵۰۳۴، مسند البزار: مسند علي بن ابي طالب، ج ۱ ص ۱۲۱، رقم: ۱۲۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

رجبہ کے فتح سے بمعنی نضایا کھلی جگہ، کوفہ کی جامع مسجد کے صحن میں ایک خاص چبوترہ تھا جہاں بیٹھ کر حضرت علی مرتضیٰ لوگوں کے مقدمات طے فرماتے اسے رجبہ کہتے تھے وہ جگہ اب بھی موجود ہے اور اس پر ایک محراب بنا دی گئی ہے

جسے محراب علی کہتے ہیں۔ فقیر نے اس کی زیارت کی ہے یعنی حضرت علی نماز کے بعد اس عدالت کے چہرہ پر تشریف فرما ہوئے۔

یہ پینا پیاس دفع کرنے کے لیے تھا اس وقت آپ کو پیاس تھی مگر اس بار بیٹھ کر پیا پھر وضو کیا تا کہ معلوم ہوا کہ پس خوردہ پانی سے وضو جائز ہے۔ بعض شارحین نے اس کے معنی یہ کیے کہ وضو میں کلی کی کلی کا پانی بجائے اگلنے کے نکل لیا وہ یہاں مراد ہے مگر پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ پینا علاوہ وضو کے تھا وضو کے بعد ہوا۔

یعنی باقاعدہ وضو کیا بعض اعضاء وضو کا ذکر ہے اور پورا وضو مراد ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

یعنی لوگ سمجھتے ہیں پانی کھڑے ہو کر مطلقاً ممنوع ہے حالانکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے وضو کا پانی کھڑے ہو کر پیا۔ معلوم ہوا کہ وضو کا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے یا یہ مطلب ہے کہ کھڑے ہو کر پینا مطلقاً ممنوع نہیں بلکہ جائز ہے میں نے حضور انور کو کھڑے ہو کر پانی پیتے دیکھا ہے مگر پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں۔ ابھی ہم نے عرض کر دیا کہ پانی کھڑے ہو کر پینا حرام نہیں، ہاں بہتر یہ ہے کہ بیٹھ کر پئے اور چند پانیوں کا کھڑا ہو کر پینا مستحب ہے: ایک آب زمزم، دوسرے بعض وضو کا بچا ہوا پانی، تیسرے بزرگوں کا پس خوردہ پانی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضرت علی، سعد ابن ابی وقاص، ابن عمر، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین کھڑے ہو کر پانی پینا درست فرماتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ تمام فقہاء وہی جائز کہتے ہیں صرف مستحب یہ ہے کہ بیٹھ کر پئے۔ (برزاة الناجح، ج ۶ ص ۱۱۷)

(772) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنَّا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَأْكُلُ وَنُحْنُ نَمْشِي، وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامًا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ."

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چلتے چلتے کھا لیتے اور کھڑے ہوئے پانی پی بھی لیتے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء في النهي عن الشرب قائماً، ج ۳ ص ۲۰۰ رقم: ۱۸۹۰ سنن ابن ماجہ باب الاكل قائماً، ج ۲ ص ۱۰۹۸ رقم: ۲۲۰۱ المعاف الخيرة المهرة باب ما جاء في الاكل والشرب قائماً وقاعداً، ج ۳ ص ۲۸۹ رقم: ۳۵۸۰ صحيح ابن حبان باب آداب الشرب ج ۱۲ ص ۱۳۶ رقم: ۵۳۲۲ مسند عبد بن حميد احاديث بن عمر ص ۲۵۱ رقم: ۷۸۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہم بعض صحابہ زمانہ نبوی میں کبھی چلتے پھرتے کچھ کھالیا کرتے تھے جیسے دانے چابنا یا کھجور کھانا اور کبھی کھڑے کھڑے کچھ پی لیا کرتے تھے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بغیر اطلاع کے ہوگا اگر حضور انور مدظلہ فرماتے تو منع فرمادیتے کیونکہ چلتے پھرتے کھانا اور کھڑے کھڑے پینا ممنوع ہے، یوں گھوڑے پر سوار کھانا پینا بہتر نہیں۔ (مرقات) ہو سکتا ہے کہ یہ چلتے پھرتے کھانا کھڑے کھڑے پینا کسی مجبوری و معذوری سے ہو جیسے جہاد میں بارہا چلتے

پھرتے کھانا پڑتا ہے یا ایسی چیز کھائی ہو جو عموماً چلتے پھرتے کھائی جاتی ہے جیسے دانے یا کھجوریں ورنہ کھڑے کھڑے یا چلتے پھرتے روٹی چاول وغیرہ کھانا ممنوع ہے خصوصاً جب کہ فیشن کے طور پر ہو جیسے آج کل مغرب زدہ مسلمانوں کا حال ہے کہ جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے کھاتے ہیں محض عیسائیوں کی نقالی کرتے ہوئے۔ (برزائۃ النائج، ج ۶ ص ۱۲۳)

(773) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ قَائِمًا وَقَاعِدًا. رَوَاهُ الْإِسْمَاعِيلِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".
حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے بیٹھے دونوں طرح پانی پیتے دیکھا ہے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء في الرخصة في الشرب قائماً، ج ۶ ص ۲۰۱، رقم: ۱۸۸۲، سنن الکبیری للنسائی، باب الانصراف من الصلاة، ج ۶ ص ۲۰۵، رقم: ۱۲۸۴، المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه محمود، ج ۸ ص ۲۹، رقم: ۴۸۱۲، مجمع الزوائد للهيتمي، باب الشرب قائماً، ج ۶ ص ۱۲، رقم: ۸۲۵۲، مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو، ج ۲ ص ۲۰۶، رقم: ۱۱۲۸)
شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کھڑے ہو کر پینا ضرورت کے موقع پر تھا یا زمزم یا وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے پیا باقی پانی بیٹھ کر پئے یا کھڑے ہو کر پینا بیان جواز کے لیے تھا بیٹھ کر پینا بیان استحباب کے لیے لہذا دونوں عمل درست ہی ہیں۔

(برزائۃ النائج، ج ۶ ص ۱۲۳)

(774) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ نَهَى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا. قَالَ قَتَادَةُ: فَقُلْنَا لَأَنَسٍ: فَالْأَكْلُ؟ قَالَ: ذَلِكَ أَشْرَبُ - أَوْ أَحَبُّ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ.
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ آدمی کھڑے ہو کر پیے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہا کہ کھانا تو انہوں نے فرمایا یہ زیادہ بدتر یا خبیث ہے۔

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَجَرَ عَنِ الشَّرْبِ قَائِمًا
اور مسلم ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے پر ڈانٹا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب کراهية الشرب قائماً، ج ۶ ص ۱۱۰، رقم: ۵۲۳، سنن ابوداؤد، باب في الشرب قائماً، ج ۲ ص ۲۸۸، رقم: ۴۷۱۹، تحف الخيرة المهرة، باب فيمن كره الشرب قائماً، ج ۳ ص ۲۲۰، رقم: ۲۷۰۷، المنتقى لابن الجارود، باب ما جاء في الاشرية، ص ۲۱۰، رقم: ۸۶۶، سنن ترمذی، باب ما جاء في النهي عن الشرب قائماً، ج ۶ ص ۳۰۰، رقم: ۱۸۷۹)

شرح حدیث: کھڑے ہو کر کھانے کے طبی نقصانات

اٹلی کے ایک ماہر اغذیہ ڈاکٹر کا کہنا ہے، کھڑے ہو کر کھانا کھانے سے تلی اور دل کی بیماریاں نیز نفسیاتی امراض پیدا

ہوتے ہیں یہاں تک کہ بعض اوقات انسان ایسا پاگل ہو جاتا ہے کہ اپنوں تک کو پہچان نہیں پاتا۔

سنت سے محبت

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے کے تابع نہ ہو جائے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام... الخ، ج ۱، ص ۵۴، الحدیث: ۱۶۷)

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے، جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام... الخ، ج ۱، ص ۵۵، الحدیث: ۱۷۵)

ان احادیث سے واضح ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کی پیروی ایمان کے کامل ہونے اور جنت میں آپ کا قرب پانے کا ذریعہ ہے اور ہر مسلمان یہ خواہش کریگا کہ وہ ان نعمتوں سے سرفراز ہو لہذا اسے چاہیے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال، افعال، حالات اور سیرت طیبہ کا بغور مطالعہ کر کے اپنی زندگی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی سنتوں پر عمل کرتے ہوئے گزارے۔

(775) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَشْرَبَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ قَائِمًا، فَمَنْ نَبِيٍّ فَلْيَسْتَقْبِلْ رِوَاةً مُسْلِمًا." حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر پانی نہ پیے۔ جو بھول جائے اس کو چاہیے کہ وہ قے کر دے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب کراہیۃ الشرب قائمًا، ج ۱، ص ۱۱۰، رقم: ۵۲۹۸، مسند البزار، مسند ابی ہریرہ، ج ۲، ص ۳۶۶، رقم: ۸۸۱۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یہ حکم استحبانی ہے جو کھڑے ہو کر پانی یا کوئی چیز پی لے تو یہ بہتر ہے کہ قے کر دے یہ حکم منسوخ نہیں۔ (مرقات) یہ حکم اس لیے ہے کہ لوگ اس سے بچیں۔ (بزاۃ النانی، ج ۶، ص ۱۱۵)

مستحب ہے کہ پلانے والا

سب سے آخر میں پئے

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ

نے فرمایا: قوم کو پلانے والا آخر میں پئے۔ اے امام

ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

115 بَابُ اسْتِحْبَابِ كَوْنِ

سَاقِي الْقَوْمِ اٰخِرَهُمْ شُرْبًا

(776) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "سَاقِي الْقَوْمِ

اٰخِرُهُمْ شُرْبًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ

حَسَنٌ صَحِيحٌ"

حَسَنٌ صَوْنٌ.

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء ان ساقی القوم آخرهم شرباً ج ۲ ص ۲۰۴ رقم: ۱۸۹۲ المعجم الاوسط للطبرانی: باب المیہ من اسمہ محمد ج ۲ ص ۱۱۳ رقم: ۸۴۱ سنن ابوداؤد: باب فی الساقی معنی یسرب ج ۳ ص ۳۹۱ رقم: ۴۶۲۴ سنن ابن ماجہ: باب ساقی القوم آخرهم شرباً ج ۲ ص ۱۱۴ رقم: ۳۳۳۳ سنن الدارمی: باب فی ساقی القوم آخرهم شرباً ج ۲ ص ۱۱۴ رقم: ۲۱۲۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی قانون یہ ہے کہ پلانے والا پیچھے پیئے، کھلانے والا پیچھے کھائے ہم ہیں پلانے والے اس لیے ہم تمہارے بھی بعد
ہیں گے۔ خیال رہے کہ رب تعالیٰ کی طرف سے قاسم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور تاقیامت ہیں اور حضور انور کی
طرف سے قاسم حضرت ابوقحادہ تھے حقیقتاً پلانے والے حضور انور تھے ظاہری ساقی ابوقحادہ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں
کہ ساقی تو حضرت ابوقحادہ تھے۔ (مرآۃ المناجیح ج ۸ ص ۱۶۸)

سونے چاندی کے سوا تمام پاک برتنوں
میں پانی پینا اور ہاتھ اور برتن کے بغیر
نہر وغیرہ سے پانی پینا جائز ہے
اور کھانے پینے اور طہارت
اور دیگر استعمالات میں سونے
چاندی کے برتنوں کو استعمال
کرنا حرام ہے

116- بَابُ جَوَازِ الشَّرْبِ مِنْ جَمِيعِ
الْأَوَانِ الظَّاهِرَةِ غَيْرِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ
وَجَوَازِ الْكُرْعِ - وَهُوَ الشَّرْبُ بِالْفَمِ مِنْ
النَّهْرِ وَغَيْرِهِ بِغَيْرِ إِثَاءٍ وَلَا يَدٍ - وَتَحْرِيمِ
اسْتِعْمَالِ إِثَاءِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فِي
الشَّرْبِ وَالْأَكْلِ وَالطَّهَارَةِ
وَسَائِرِ وَجُوهِ الِاسْتِعْمَالِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کا وقت
ہو گیا جو قریب گھر والے تھے چلے گئے۔ اور کچھ لوگ
باقی رہ گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک چھوٹا سا پتھر کا
برتن لایا گیا۔ برتن اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں ہتھیلی نہ
تھی۔ تو سب لوگوں نے وضو کر لیا۔ لوگوں نے کہا کہ تم
کتنے تھے کہا کہ اسی سے زیادہ۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ
بخاری کے ہیں۔

(777) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
خَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيبَ الدَّارِ إِلَى
أَهْلِهِ، وَبَقِيَ قَوْمٌ، فَأَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِمُخَضَّبٍ مِنْ حِجَارَةٍ، فَصَغَرَ الْبِغَضَبُ أَنْ
يَبْسُطَ فِيهِ كَفَّهُ، فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ. قَالُوا: كَمْ
كُنْتُمْ؟ قَالَ: ثَمَانِينَ وَزِيَادَةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. هَذِهِ
رِوَايَةُ الْبُخَارِيِّ.

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ وَلِإِسْلِيمَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِأَنَاءٍ مِنْ مَاءٍ فَأَتَى بِقَدَحٍ وَخَرَّاجٍ فِيهِ شَيْءٌ مِنْ مَاءٍ فَوَضَعَ أَصَابِعَهُ فِيهِ. قَالَ أَنَسٌ: فَجَعَلْتُ أَنْظُرَ إِلَى الْمَاءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ. فَخَزَرْتُ مَنْ تَوَضَّأَ مَا بَيْنَ السَّبْعَيْنِ إِلَى الثَّمَانَيْنِ.

ایک اور متفق علیہ روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے پانی کا برتن منگوا یا تو ایک کھلے منہ کا پیالہ لایا گیا۔ اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں انگلیاں رکھ دیں۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں آپ کی انگلیوں کے درمیان سے اچلتے ہوئے پانی کو دیکھنے لگا۔ میں نے وضو کرنے والوں کا اندازہ لگا یا تو وہ ستراسی کے درمیان تھے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الغسل والوضو والقدح والخشب والحجارة ج ۱ ص ۵۰ رقم: ۱۱۵ صحیح مسلم: باب المعجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۵۰ رقم: ۱۰۸۰ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب التطهر فی سائر الاوالی من الحجارة والزجاج والصفیر ج ۱ ص ۳۰ رقم: ۱۱۴ صحیح ابن حبان: باب المعجزات ج ۱ ص ۳۸۲ رقم: ۶۵۳۵ مسند امام احمد بن حنبل: مسند انس بن مالک ج ۱ ص ۱۴۵ رقم: ۱۲۸۱۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ پانی خود انگلیوں کے درمیان یعنی گاہیوں میں سے ایسے پھوٹا جیسے پتھر سے پانی کا چشمہ جاری ہوتا ہے۔ حضور کا یہ معجزہ موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ سے افضل اور عجیب تر ہے کہ پتھر سے پانی کے چشمے پھوٹے، بعض نے جو کہا ہے کہ اس سے مراد پانی میں برکت ہو گئی غلط ہے حدیث کی منشاء کے خلاف ہے۔ غالب یہ ہے کہ پانی کی قلت ہو گئی ہوگی اور وضو کرنے والے زیادہ ہوں گے عرب میں کبھی بستیوں میں بھی پانی کم ہو جاتا ہے۔ ہمارے ہاں گجرات میں ایک بار پانی کی بہت ہی کمی ہو گئی تھی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ شہر میں پانی کی کمی کیسی وہاں تو پانی ہوتا ہی ہے۔ (بزاۃ الناجی، ج ۸ ص ۱۱۵)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں انگلیوں کے درمیان سے نکلنے اس پانی کے متعلق فرماتے ہیں:

علماء کو اس اجماع اعنی قول متیقن ناصح نزاع کے بعد کہ سب پانیوں میں افضل وہ پانی ہے جو اُس بحر بے پایاں کرم و نعم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے بارہا نکلا اور ہزاروں کو سیراب و طاہر کیا زمزم افضل ہے یا کوثر؟ شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی شافعی نے فرمایا کہ زمزم افضل ہے کہ شب اسرا ملائکہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل مبارک اُس سے دھویا حالانکہ وہ آب کوثر لا سکتے تھے اور اللہ عزوجل نے ایسے مقام پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اختیار نہ فرمایا مگر افضل شمس نے اس میں سراج کا اتباع کیا فتاویٰ علامہ شمس الدین محمد رطبی شافعی میں ہے:

افضل البیاء ما تبع من بین اصابعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وقد قال البلقینی ان ماء

زمزم افضل من الكوثر لان به غسل صدر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولم يكن يغسل الا بافضل المياه (فتاوى علامہ شمس الدین علی قنادی الکبریٰ کتاب الطہارۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۵)

افضل ترین پانی وہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگلیوں سے نکلا اور بلقینی نے فرمایا کہ زمزم کا پانی کوثر سے افضل ہے کیونکہ اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سینہ مبارک دھویا گیا ہے اور اس کا دھونا افضل پانی سے ہی ہو سکتا تھا۔ (ت)

اس پر اعتراض ہوا کہ زمزم تو سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوا اور کوثر ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو لازم کہ کوثر ہی افضل ہو امام ابن حجر مکی نے جواب دیا کہ کلام دنیا میں ہے آخرت میں بے شک کوثر افضل ہے۔

اقول: تو یہ قول ثالث یا دونوں قولوں کی توفیق ہوا۔ فتاویٰ فقہیہ کی عبارت یہ ہے:

(سئل) ایسا افضل ماء زمزم او الكوثر (فاجاب) قال شیخ الاسلام البلقینی ماء زمزم افضل لان المثلثة غسلوا به قلبه صلى الله تعالى عليه وسلم حين شقوة ليلة الاسراء مع قدرتهم على ماء الكوثر فاختياره في هذا البقام دليل على افضليته ولا يعارضه انه عطية الله تعالى لاسماعيل عليه الصلوة والسلام والكوثر عطية الله تعالى لنبينا صلى الله تعالى عليه وسلم لان الكلام في عالم الدنيا لا الآخرة ولا مزية ان الكوثر في الآخرة من اعظم مزايا نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم ومن ثم قال تعالى انا اعطيتك الكوثر بنون العظيمة الدالة على ذلك وبما قررته علم الجواب عما اعترض به على البلقینی اه

آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آب زمزم افضل ہے یا کوثر؟ تو اس کے جواب میں فرمایا: شیخ الاسلام بلقینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آب زمزم افضل ہے کیونکہ معراج کی رات اس سے فرشتوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قلب مبارک کو کھول کر غسل دیا، تو کوثر کے استعمال پر قدرت کے باوجود زمزم کو ترجیح دینا اس کی افضلیت کی دلیل ہے۔ زمزم کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اور کوثر کا ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہونا اس کو معارض نہیں کیونکہ کلام دنیاوی فضیلت میں ہے اور آخرت کے لحاظ سے ہذا شبہ کوثر کو بہت بڑا اعزاز ہے جو ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انا اعطيتك الكوثر کو اپنے لئے منسوب فرمایا جس پر نون متکلم دلالت کرتا ہے اور یہ بڑی عظمت ہے، اور میری تقریر سے بلقینی پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب بھی معلوم ہو گیا (ت) (فتاویٰ کبریٰ کتاب الطہارۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۵)

اس وقت اس مسئلہ پر کلام اپنے علما سے نظر فقیر میں نہیں اور وہ کہ فقیر کو ظاہر ہوا تفصیل کوثر ہے۔

فاقول وبالله التوفيق الافضل معنيان الاكثر ثوابا وهو في المكلفين من يشاب اكثر دني

الاعمال ما الثواب عليه اكبر ولا مدخل لهذين في زمزم والكوش وان اول بالتعاطي اي
ماتعاطيه اكثر ثوابا فالكوش غير مقدور لنا فلا يتأتى التفاضل من هذا الوجه ايضا ولا
معنى لان يقال ان ثوابه صلى الله تعالى عليه وسلم كان اكثر في غسل البئر في قلبه الكريم
باحدهما۔

پس میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ہی توفیق حاصل ہے۔ افضل کے دو معنی ہیں، ایک ثواب کے لحاظ کثرت ہے
یہ معنی انسانوں میں جس کو ثواب حاصل ہو، اور اعمال میں وہ عمل جس پر ثواب زیادہ مرتب ہو، اس معنی کی
دونوں مذکورہ صورتیں زمزم اور کوش میں نہیں پائی جاسکتیں اور اگر اس معنی کی یہاں یہ تاویل کی جائے کہ ان کے
لین دین میں زیادہ ثواب ہے تو پھر کوش میں یہ معنی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ہماری قدرت سے باہر ہے اس لئے دونوں
میں افضلیت کا تقابل نہیں پایا جاسکتا اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ فرشتوں کا حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک کو دھونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے زیادہ ثواب ہے۔ (ت)

فاذن لا كلام فيه الا بمعنى الاعظم شانا والارفع مكانا عند الله تعالى وحينئذ لا يتم استدلال
الامام البلقيني رحمه الله تعالى الا اذا احطنا بالحكم الالهية في غسل قلبه الكريم عليه
افضل الصلاة والتسليم وعلينا انهما كان سواء في تحصيلها ثم الله سبحانه اختار هذا
فكان افضل اما ان يكون شيعي اوفق واصح العمل من غيره فلا يستلزم كونه اجل قدرا
واعظم فخرا منه بالفضل الكلي على انه صلى الله تعالى عليه وسلم لا يتشرف بغيره بل
الكل انما يتشرفون به والله تعالى يصيب برحمته صلى الله تعالى عليه وسلم ما يشاء من
خلقه ليرزقه فضلا كما اختار لولادته صلى الله تعالى عليه وسلم شهر ربيع الاول دون
شهر رمضان ويوم الاثنين دون الجمعة ومكان مولده صلى الله تعالى عليه وسلم دون
الكعبة والفضل بيد الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم اما جواب الامام ابن حجر
فغاية ما يظهر في توجيهه ان زمزم افضل في الدنيا لانه مقدور لنا فنشأب عليه فيترتب
عليه الفضل لنا بخلاف الكوش ان رزق الله تعالى منه احدنا في الدنيا فلفضل فيه
اولتفضل من المولى سبحانه وتعالى فهو يترتب على الفضل وما يورث الفضل افضل اما الآخرة
فليست دار عمل فيذهب هنالك هذا الوجه ويظهر فضل الكوش لانه من اعظم ما من
الله تعالى به على نبيه صلى الله تعالى عليه وسلم۔ (القرآن ۷۳/۲)

اب صرف افضل کے دوسرے معنی میں بات ہو سکتی ہے اور وہ عند اللہ عظمت شان اور رفعت مقام ہے اور اگر،

معنی پر امام بلقینی کا استدلال تب ہی صحیح ہو سکتا ہے جب ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک دھونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو پیش نظر رکھیں اور یہ معلوم کر لیں کہ ان کے حاصل کرنے میں دونوں پانی زمزم اور کوثر مساوی ہیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے زمزم کو پسند فرمایا لہذا افضل ہوا، اس لئے کہ یہ اس کا رروائی کیلئے زیادہ موافق اور زیادہ صلاحیت والا تھا، اس لحاظ سے زمزم کا قدر و منزلت کے اعتبار سے کلی طور پر اعظم ہونا لازم نہیں آتا۔ علاوہ ازیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی دوسرے سے شرف حاصل نہیں ہوا بلکہ دوسروں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شرف پایا ہے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت سے نوازتا ہے تاکہ اس کو فضیلت دے جیسا کہ آپ کی ولادت پاک کیلئے رمضان کی بجائے ربیع الاول کو اور جمعہ کی بجائے سوموار کے دن کو اور کعبہ کی بجائے آپ کی جائے ولادت کو شرف فرمایا۔ فضیلت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے وہ بڑے فضل والا ہے۔ لیکن امام ابن حجر کا جواب فضیلت کی توجیہ میں بہت واضح ہے کہ زمزم دنیا میں افضل ہے کیونکہ وہ ہمارے زیر تصرف ہے اور ہمیں اس پر ثواب ملتا ہے جس سے ہمیں فضیلت میسر ہوتی ہے اور کوثر کا معاملہ اس کے خلاف ہے اگر دنیا میں کسی کو وہ نصیب ہو جائے تو وہ پانے والے کی فضیلت ہوگی یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہوگا لامحالہ کوثر کسی فضیلت پر مرتب ہوگا، اور فضیلت دینے والا (زمزم) افضل ہوتا ہے، اور آخرت دار العمل نہیں ہے تاکہ وہاں یہ وجہ پائی جائے اور وہاں کوثر کی فضیلت ظاہر ہوگی کیونکہ وہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر انعامات سے یہ بڑا انعام ہوگا۔ (ت)

اقول لو تم هذا لكان كل ماء في الدنيا افضل من الكوثر بعين الدليل وهو كما ترى بل الكلام كما علمت في الارتفاع قدرا والاعظم فخرا وهذا لا يختلف باختلاف الدار حتى يكون شئ اجل قدرا عند الله تعالى من آخر في الدنيا فاذا جاءت الآخرة انعكس الامر كلا بل لا يظهر في الآخرة الا ما هو عنده تعالى ههنا فبا كان افضل في الآخرة كان افضل في نفسه وما كان افضل في نفسه كان افضل حيث كان وقد اعترفتم ان الكوثر افضل في الآخرة فوجب ان يكون له الفضل دنيا واخرى كيف وزمزم من مياه الدنيا وهو من مياه الآخرة وللآخرة اكبر درجات واكبر تفضيلا وايضا ما ذكره من الجنة۔ (القرآن ۱۷/۲۱)

میں کہتا ہوں کہ اگر امام ابن حجر کی دلیل درست ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ دنیا کے تمام پانی کوثر سے افضل ہو جائیں کیونکہ وہی دلیل یہاں پائی جاتی ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے بلکہ یہاں فضیلت قدر و فخر کی عظمت و بلندی مراد ہے اور فضیلت کا یہ معنی دنیا یا آخرت کے لحاظ سے نہیں بدلتا تاکہ دنیا میں ایک چیز دوسری کے

مقابلہ میں عند اللہ بڑی قدر والی ہو اور جب آخرت برپا ہو تو معاملہ الٹ ہو جائے ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ آخرت میں عند اللہ وہی چیز قدر و منزلت والی ظاہر ہوگی جو یہاں دنیا میں بھی ایسی ہوگی۔ اور جو چیز آخرت میں افضل ہوگی وہ ہر جگہ افضل ہوگی اور جب آپ نے آخرت میں کوثر کے افضل ہونے کا اعتراف کر لیا تو ضروری ہے کہ وہ دنیا و آخرت دونوں میں افضل ہو، اور کیوں نہ ہو کہ زمزم دنیا کا پانی ہے اور کوثر آخرت کا پانی ہے اور آخرت کا درجہ اور فضیلت بڑی ہے، نیز کوثر کا پانی جنت سے نکلتا ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یغث فیہ میزابان یمداتہ من الجنة احدہما من ذہب والاخر من ورق رواہ مسلم عن ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا ان سلعة اللہ غالیۃ الا ان سلعة اللہ الجنة ثم هو انفع لامتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من شراب منہ لم یظماً ابدا ولم یسود وجہہ ابدا وقد امتن اللہ سبحنہ بہ علی افضل انبیائہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فکان افضل رزقنا السؤل سبحنہ وتعالیٰ الورد علیہ، والشراب منہ بید احب حبیب الیہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ومجد وشرف وعظم وکرم، وعلی الہ الکرام، وصحبہ العظام، وابنہ الکریم وامتہ الکریمۃ خیر الامم، وعلینا بہم ولہم وفیہم ومعہم یا من من علینا بارسالہ وانعم، والحمد للہ رب العلمین حمدا یدوم یدوامہ الادوم، واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم، وعلیہ جل مجدۃ اتم، وحکمہ عز شانہ احکم۔

(صحیح المسلم کتاب الفضائل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۵۱) (جامع للترغی باب من ابواب القیمۃ امین سبکی دہلی ۲/۶۸) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کوثر میں دو میزاب (ٹالے) گرتے ہیں دونوں جنت سے آکر گرتے ہیں ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا ہے۔ اس حدیث کو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مسلم نے روایت کیا ہے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا غور کرو اللہ تعالیٰ کا سامان گراں قیمت والا ہے اور اللہ تعالیٰ کا سامان جنت ہے پھر کوثر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کیلئے وہاں زیادہ نفع مند ہے جو بھی اسے نوش کرے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا اور نہ ہی اس کا چہرہ کبھی سیاہ ہوگا، اور اللہ تعالیٰ نے کوثر حضور افضل الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر احسان فرمایا ہے لہذا کوثر ہی سب سے افضل ہے۔ دعا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک سے پلائے اور اس کوثر پرورد ہمیں نصیب فرمائے۔ حضور پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں، سلامتی، بزرگی، شرف و کرم نازل ہو اور آپ کی برگزیدہ آل پر اور بزرگوں و صحابہ پر اور آپ کے سخی صاحبزادے اور آپ کی بہترین اُمت پر اور ان کی معیت اور صدقے اور سبب سے ہم پر بھی، اے ہم پر ان کو بھیج کر احسان فرمانے والے، الحمد للہ رب العلمین۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ، ج ۳، ص ۵۲)

(778) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
 قَالَ: أَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجَنَا لَهُ ہمارے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہم نے آپ
 مَاءً فِي تَوْرٍ مِنْ صُفْرِ فَتَوَضَّأَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. کے لیے تانبے کے برتن میں پانی نکالا تو آپ نے اس

سے وضو فرمایا۔ (بخاری)

الصُّفْرُ: بِضَمِّ الصَّادِ، وَيَجُوزُ كَسْرُ كَافِهِ، وَهُوَ الثُّعَاسُ، وَالتَّوْرُ: كَالْقُدَحِ، وَهُوَ بِالتَّاءِ الْمُثَنَّىةِ مِنْ فَوْقِ. الصفرة: صاف پر پیش کے ساتھ زیر بھی پڑھنا
 ٹھیک ہے اس کا معنی ہے پیتل توڑ: تاملثا کے ساتھ
 پیالے کی طرح کا برتن۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الغسل والوضو والقروح والخشب والحجارة ج ۱ ص ۵۰ رقم: ۱۱۹۰ السنن الکبریٰ
 للمبیہقی: باب التطهر فی سائر الاوائ من الحجارة والزجاج والصفرة ج ۱ ص ۳۰ رقم: ۲۰ المستدرک للحاکم: کتاب الطهارة
 ج ۱ ص ۲۳۲ رقم: ۶۰۰ سنن ابوداؤد: باب الوضوء فی انیة الصفرة ج ۱ ص ۳۲ رقم: ۱۰۰ مصنف ابن ابی شیبہ: باب فی الوضوء فی النحاس
 ج ۱ ص ۳۴ رقم: ۴۰۲)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ تانبے کے برتن سے وضو کرنے
 کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

الجواب: تانبے کے برتن سے وضو کرنا، اُس میں کھانا پینا، سب بلا کراہت جائز ہے، وضو میں کچھ نقصان نہیں آتا۔
 ہاں قلعی کے بعد چاہیے بے قلعی برتن میں کھانا پینا مکروہ ہے کہ جسمانی ضرر کا باعث ہے اور مٹی کا برتن تانبے سے افضل ہے۔
 علماء نے وضو کے آداب و مستحبات سے شمار فرمایا کہ مٹی کے برتن سے ہو اور اس میں کھانا پینا بھی تو وضع سے قریب تر ہے۔
 رد المحتار میں فتح القدیر سے ہے:

(منها) ای من آداب الوضوء کون انیتہ من خزف

(رد المحتار، کتاب الطهارة، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۸۴)

(ان ہی میں سے) یعنی آداب وضو میں سے (یہ ہے کہ وضو کا برتن پکی مٹی کا ہو)۔ (ت)

اُسی میں اختیار شرح مختار سے ہے۔

(اتخاذها) ای ادائی الاکل والشرب (من الخزف افضل اذلا سرف فیہ ولا مخيلة وفي الحديث

من اتخذ ادائی بیته خزفا زارته الملائكة ویجوز اتخاذها من نحاس او رصاص

(رد المحتار کتاب الحظر والایباحہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۸)

کھانے پینے کے برتن مٹی کے ہونا افضل ہے کہ اُس میں نہ اسراف ہے نہ اترانا، اور حدیث میں ہے: جو اپنے گھر
 کے برتن مٹی کے رکھے فرشتے اس کی زیارت کریں۔ اور تانبے اور رانگ کے بھی جائز ہیں۔

اسی میں ہے:

يَكْرَهُ الْأَكْلَ فِي النَّحَاسِ بِالْفَرِيقِ الْبَطْلِيِّ بِالرِّصَاصِ لِأَنَّهُ يَدْخُلُ الصَّدَاءُ فِي الطَّعَامِ فَيُورِثُ ضَرَرًا عَظِيمًا وَأَمَّا بَعْدَهُ فَلَا أَهْمَ مَلَخَصًا وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ

(رد المحتار کتاب الحظر والایباحہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۸)

بغیر قلعی کیے ہوئے تانبے کے برتن میں کھانا مکروہ ہے، کیونکہ اُس کا زنگ کھانے میں مل کر ضرر عظیم پیدا کرتا ہے اور قلعی ہو جانے کے بعد ایسا نہیں اہم ملخصاً۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱، ص ۵۹)

(779) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَمَعَهُ صَاحِبٌ لَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ هَذِهِ اللَّيْلَةَ فِي شَنَّةٍ وَالْأَكْرَعُ نَارُ الْبُخَارِثِ." الشَّنُّ: الْقِرْبَةُ.

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک انصاری آدمی آیا۔ آپ کے ساتھ آپ کا ایک صحابی تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تیرے پاس پانی ہو جس نے رات مشک میں گزاری ہو تو دو دور نہ ہم منہ لگا کر پانی پی لیں گے۔ (بخاری)

الشَّنُّ: مشک۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب شوب اللبن بالماء، ج ۱، ص ۱۱۰، رقم: ۱۶۱۲ سنن ابو داؤد: باب فی الکوع، ج ۱، ص ۲۱۱، رقم: ۲۴۲۹ الاذکار للبیہقی: باب فی الکوع فی الماء، ج ۱، ص ۲۶۶، رقم: ۲۲۵، صحیح ابن حبان: باب آداب الشرب، ج ۱، ص ۱۲۲، رقم: ۵۳۱۳ مسند امام احمد: مسند جابر بن عبد اللہ، ج ۲، ص ۲۲۸، رقم: ۱۲۵۵۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وہ صحابی حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے اور باغ والے ابوالہیثم تھے یا کوئی اور انصاری عربی میں۔

کہہ اس طرح پینے کو کہتے ہیں کہ اس میں ہاتھ استعمال نہ ہو یعنی نالی یا نہر سے منہ لگا کر پی لینا۔

عریش بننا ہے عرش سے بمعنی بلندی، اصطلاح میں عریش وہ جھونپڑا ہے جو باغ یا کھیت میں گھاس یا تنکوں سے بنایا جائے اس لیے انگور کی بیل پھیلانے کے لیے جو جگہ چھت دی جاتی ہے اسے عریش کہتے ہیں بمعنی معروشات۔ قرآن کریم فرماتا ہے: مَغْرُوثٌ -

عربی میں داجن وہ بکری کہلاتی ہے جسے گھر رکھ کر چارا دیا جائے باہر جنگل میں چرنے کے لیے نہ بھیجا جائے۔ اس کا مادہ دجن ہے بمعنی الفت و محبت، وہ بکری جانور گھر سے الفت رکھتا ہے مالوف ہوتا ہے اس لیے اسے داجن کہتے ہیں۔

یہ باغ والے صاحب ایک بار پانی لائے تو حضور انورؐ نے پیا پھر دوبارہ لائے تو دوسرے صاحب یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پیا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۱۸)

(780) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ الْحَرِيرِ وَالذِّيبَاجِ وَالشُّرْبِ فِي أَيْتَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَقَالَ: هِيَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَهِيَ لَكُمْ فِي الْآخِرَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ بے شک نبی اکرم ؐ نے ہمیں موٹے اور باریک ریشم پہننے سے منع فرمایا اور سونے چاندی کے برتن میں پینے سے منع کیا اور فرمایا یہ چیزیں ان کے لیے دنیا میں اور تمہارے لیے آخرت میں ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الشرب فی آیتہ الذهب، ج ۱، ص ۱۱۲، رقم: ۵۱۳۲، صحیح مسلم، باب تحریم استعمال اناہ الذهب والفضة علی الرجال والنساء، ج ۱، ص ۱۱۲، رقم: ۵۵۲۱، الاذکار للہدائی، باب ما یمنی عنہ الرجل من لبس الحریر، ج ۱، ص ۲۸۲، رقم: ۳۴۴، سنن ابوداؤد، باب فی الشرب فی آیتہ الذهب والفضة، ج ۲، ص ۳۹۰، رقم: ۴۰۲۵، سنن ابن ماجہ، باب الشرب فی آیتہ الفضة، ج ۲، ص ۱۱۲، رقم: ۳۳۱۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جس کپڑے کا تانا بانا یا صرف بانا ریشم کا ہو وہ مرد کو پہننا حرام ہے عورت کو حلال اور جس کا تانا ریشم کا ہو بانا سوت کا یا اون کا اس کا پہننا مرد کو بھی حلال ہے۔ ریشم سے مراد کیڑے کا ریشم ہے، دریائی ریشم یا سن کا ریشم سب کو حلال ہے کہ وہ حریر و دیباچ نہیں۔

یعنی کفار اگر سونے چاندی کے برتنوں میں کھائیں تم انہیں نہ روکو نہ ان سے لڑو مگر ان کی دیکھا دیکھی تم نہ پہنو تمہارے واسطے سونا چاندی جنت میں تیار ہے ان شاء اللہ خوب استعمال کرنا، اس ممانعت میں لاکھوں حکمتیں ہیں۔ اگر مسلمان مردوں نے سونے چاندی کے زیور پہننا شروع کر دیئے تو تلوار و بندوق سے جہاد کون کرے گا، مسلمان کا زیور علم اور ہتھیار ہیں۔ (برزائۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۲۰)

سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی بہار شریعت حصہ ۱۶ صفحہ 38، 39 پر لکھتے ہیں:

☆ سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا اور ان کی پیالیوں سے تیل لگانا یا ان کے عطردان سے عطر لگانا یا ان کی انگلیٹھی سے بخور کرنا (یعنی دھونی لینا) منع ہے اور یہ ممانعت مرد و عورت دونوں کے لیے ہے۔

☆ سونے چاندی کے چمچے سے کھانا، ان کی سلائی یا سرھردانی سے سرمہ لگانا، ان کے آئینہ میں منہ دیکھنا، ان کی قدم دوات سے لکھنا، ان کے لوٹے یا طشت سے وضو کرنا یا ان کی کرسی پر بیٹھنا، مرد و عورت دونوں کے لیے ممنوع ہے۔

☆ چائے کے برتن سونے چاندی کے استعمال کرنا ناجائز ہے۔

☆ سونے چاندی کی چیزیں محض مکان کی آرائش وزینت کے لیے ہوں، مثلاً قرینہ سے یہ برتن و قلم و دوات لگا دیے، کہ مکان آراستہ ہو جائے اس میں حرج نہیں۔ یوں سونے چاندی کی کرسیاں یا میز یا تخت وغیرہ سے مکان سجا رکھا ہے، ان پر بیٹھتا نہیں ہے تو حرج نہیں۔

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ تاج کے برتن سے وضو کرنے کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

وفي الفتاوى الهندية يكره ان يلبس الذكور قلنسوة من الحرير والذهب والفضة والكرباس الذي خيط عليه ابريسم كثير او شيىء من الذهب او الفضة اكثر من قدر ربع اصابع او انتهى، قال العلامة الشامي وبه يعلم حكم العرقية البساة بالطافية فاذا كانت منقشة بالحرير وكان احد نقوشها اكثر من اربع اصابع لاتحل وان كان اقل تحل وان زاد مجموع نقوشها على اربع اصابع بناء على ما مر من ان ظاهر المذهب عدم جمع المتفرق ٢ انتهى، وقد قال العلامة الشامي ايضا ان قد استوى كل من الذهب والفضة والحرير في الحرمة فتخصيص الحرير ترخيص غير اية بدلائل المساواة ويؤيد عدم الفرق ما مر من اباحة الثوب المنسوج من ذهب اربعة اصابع اهـ۔ ملخصاً فانهم وثبت اذبه تحرر ما كان العلامة الطحطاوى متوقفاً فيه۔ والله تعالى اعلم وعليه جل مجده اتم واحكم۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے مردوں کے لئے ریشم یا سونے یا چاندی کی ٹوپی پہننا مکروہ ہے اور اسی طرح وہ سوتی کہ جس پر زیادہ تر ریشم کی سلائی کی گئی ہو یا چار انگلیوں سے زیادہ سونا چاندی لگا ہوا انتہی۔ علامہ شامی نے فرمایا کہ اس سے پکڑی اور توپی کے نچلے کپڑے کا حکم معلوم کیا جاسکتا ہے کہ جس کو طافیہ کہتے ہیں۔ جب اس میں ریشمی نقوش ہوں اور اس کا کوئی ایک نقش چار انگشت سے زیادہ ہو تو اس کا استعمال جائز نہیں لیکن اگر اس سے کم ہو تو جائز ہے اگرچہ اس کے مجموعی نقوش چار انگلیوں سے زیادہ ہو جائیں۔ یہ اس بناء پر ہے جیسا کہ گزر چکا کہ ظاہر مذہب میں متفرق کو جمع کرنا نہیں انتہی حالانکہ علامہ شامی نے یہ بھی فرمایا کہ سونا چاندی اور ریشم یہ سب حرمت میں برابر ہیں۔ لہذا ریشم میں رخصت دوسری چیزوں کی رخصت کی طرح ہے دلالت مساوی ہونے کی وجہ سے، اور گزشتہ کلام سے عدم فرق کی تائید ہوتی ہے کہ سونے کے تاروں سے بنا ہوا کپڑا چار انگلی تک مباح ہے۔ ملخصاً۔ لہذا سمجھئے اور ثابت رہئے، اس سے وہ بھی تحریر ہو گیا جس میں علامہ طحطاوی نے توقف کیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور اس کا علم جس کی بزرگی بڑی ہے زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے۔ (ت) (ا)۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵ / ۳۳۲ (۲) رد المحتار کتاب

الحظر والابادة فصل فی اللیس دار حیات التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۵) (۳۔ رد المحتار کتاب الحظر والابادة فصل فی اللیس دار حیات التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۶) (تاریخی رضویہ ج ۲۲ ص ۱۰)

(781) وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الَّذِي يَشْرَبُ فِي أُنْيَةِ الْفِضَّةِ، إِنَّمَا يُخْرِجُ فِي بَطْنِهِ نَارًا جَهَنَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت اُم سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔ (متفق علیہ)

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: «إِنَّ الَّذِي يَأْكُلُ أَوْ يَشْرَبُ فِي أُنْيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ، وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: «مَنْ شَرِبَ فِي إِنَاءٍ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ، فَإِنَّمَا يُخْرِجُ فِي بَطْنِهِ نَارًا مِنْ جَهَنَّمَ.

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو سونے چاندی کے برتن کے میں کھاتا یا پیتا ہے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے جس نے سونے یا چاندی کے برتن میں پیادہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب أنية الفضة: ج ۵ ص ۲۱۲۲ رقم: ۵۲۱۱ صحیح مسلم: باب تحریم اوائی الذهب والفضة فی الشرب ج ۶ ص ۱۳۹ رقم: ۵۵۰۶ مسند امام احمد حدیث ام سلمة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۶ ص ۳۰۶ رقم: ۲۶۵۳ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب المنع من الشرب فی أنية الذهب ج ۶ ص ۲۴ رقم: ۶۸ السنن الکبریٰ للنسائی: باب التشدید فی الشرب فی أنية الذهب والفضة ج ۶ ص ۱۸۸ رقم: ۶۸۶۲)

شرح حدیث: پیٹ میں جہنم کی آگ

بعض ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی اتباع میں اسے کبیرہ گناہ قرار دیا گیا شاید انہوں نے اس کے کبیرہ گناہ ہونے پر انہی احادیث مبارکہ میں بیان کردہ وعیدوں سے استدلال کیا ہے کیونکہ پیٹ میں جہنم کی آگ بھرنا سخت عذاب کی وعید ہے پھر میں نے شیخ الاسلام صلاح الدین علائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس کے کبیرہ گناہ ہونے کی وہی توجیہ بیان کرتے دیکھا جو میں نے بیان کی ہے البتہ انہوں نے وہ توجیہ اصحاب مذہب سے نقل کی ہے، شیخ الاسلام جلال بلقینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی اتباع کی اور فرمایا کہ شیخ صلاح الدین علائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں پانی پینا گناہ کبیرہ ہے اور اس پر گزشتہ قاعدہ صادق آتا ہے کہ ہر وہ گناہ جس پر جہنم کی وعید آئی ہو گناہ کبیرہ ہے۔

سیدنا میری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے ایک جماعت سے نقل کر کے اپنے منظوم کلام میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَعَدَّ مِنْهُمْ ذُؤُوءَ الْأَعْمَالِ أُنْيَةِ الثَّقَدِينَ فِي اسْتِعْمَالِ

ترجمہ: اور باعمل لوگوں نے سونے، چاندی کے برتنوں کا استعمال بھی حرام امور میں شمار کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

4- کتاب اللباس

117 بَابُ اسْتِحْبَابِ الثَّوْبِ الْاَبْيَضِ

وَجَوَارِ الْاَحْمَرِ وَالْاَخْضَرِ وَالْاَسْوَدِ

وَجَوَارِ مِنْ قُطْنٍ وَكُتَّانٍ وَشَعْرِ

وَصُوفٍ وَغَيْرِهَا اِلَّا الْحَرِيرَ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (يَا بَنِي اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُؤَارِثُ شَوَاتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَيْرٌ) (الأعراف: 26)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: (وَجَعَلْ لَكُمْ سَرَائِیْلَ تَقِیْكُمْ الْحَرَّ وَسَرَائِیْلَ تَقِیْكُمْ بَاسَكُمْ) (النحل: 81)

(782) وَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْبَسُوْا مِنْ ثِیَابِكُمُ الْبَیَاضَ، فَاِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِیَابِكُمْ، وَكَفُّنُوْا فِیْهَا مَوْتًا كَثْرًا وَاهَا أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ، وَقَالَ: "حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب فی البیاض: ص ۳۰۹، رقم: ۴۰۶۳، سنن ترمذی: باب ما یستحب من الاكفان: ص ۳۱۹، رقم: ۱۱۱۳، الاداب للبيهقي: باب البیاض من الثیاب: ص ۲۹۹، رقم: ۵۰۰، صحیح ابن حبان: کتاب اللباس وادابه: ص ۱۲، رقم: ۵۴۲۳، مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن العباس: ص ۳۱۳، رقم: ۳۲۱۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الختان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حکم استحبابی ہے کہ زندوں اور مردوں کے لیے سفید کپڑا مستحب ہے ورنہ عورت میت کے لیے ریشمی، سوتی، سرخ پیلا بر طرح کا کفن جائز ہے اگرچہ بہتر سفید اور سوتی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۶۲)

جو کپڑا زندگی میں پہن سکتا ہے اس کا کفن دیا جاسکتا ہے اور جو زندگی میں نا جائز اس کا کفن بھی نا جائز۔ میت کو کفن دینا

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

لباس کا بیان

سفید کپڑا مستحب ہے سرخ سبز پیلا

اور سیاہ رنگ کا کپڑا سوت بالوں

اور اون وغیرہ سے بنا ہو تو ریشم کے

سوا سب جائز ہیں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے آدم کی اولاد! ہم نے تم پر لباس اتارا جو تمہاری شرم گاہیں چھپاتا ہے اور تمہاری زینت ہے اور تقویٰ کا لباس زیادہ بہتر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے قیصر بنائی جو تم کو گرمی سے بچاتی ہیں اور کچھ قیصیں جو تم کو جنگ سے بچاتی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے کپڑوں میں سے سفید پہنو کیونکہ یہ تمہارے کپڑوں میں سے بہتر ہیں اور اس میں اپنے مردوں کو کفن دو۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فرض کفایہ ہے۔ کفن کے تین درجے ہیں۔

(1) ضرورت (2) کفایت (3) سنت

مرد کیلئے کفن سنت: تین کپڑے ہیں۔

(1) لفافہ (2) ازار (3) قمیص

مرد کیلئے کفن کفایت: دو کپڑے ہیں۔

(1) لفافہ (2) ازار

عورت کیلئے کفن سنت: پانچ کپڑے ہیں۔

(1) لفافہ (2) ازار (3) قمیص (4) اوڑھنی (5) سینہ بند

عورت کیلئے کفن کفایت: تین کپڑے ہیں۔

(1) لفافہ (2) ازار (3) اوڑھنی یا

(1) لفافہ (2) قمیص (3) اوڑھنی

مرد و عورت کیلئے کفن ضرورت: کفن ضرورت دونوں کیلئے یہ کہ جو میسر آئے اور کم از کم اتنا تو ہو کہ سارا بدن ڈھک

جائے۔

(1) لفافہ (یعنی چادر): میت کے قدم سے اتنی بڑی ہو کہ دونوں طرف باندھ سکیں۔

(2) ازار (یعنی تہ بند): چوٹی سے قدم تک یعنی لفافہ سے اتنا چھوٹا جو بندش کیلئے زیادہ تھا۔

(3) قمیص (یعنی کفنی): گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک اور یہ آگے اور پیچھے دونوں طرف برابر ہو اس میں چاک اور

آستینیں نہ ہوں۔ مرد کی کفنی کندھوں پر چیریں اور عورت کیلئے سینے کی طرف۔

(4) اوڑھنی: تین ہاتھ کی ہونی چاہیے یعنی ڈیڑھ گز۔

(5) سینہ بند: پستان سے ناف تک اور بہتر یہ ہے کہ ران تک ہو۔ (بہار شریعت حصہ ۳، ص ۱۶۶، ۱۶۸)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

(783) وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

نے فرمایا: سفید کپڑے پہنو کیونکہ وہ زیادہ پاک اور

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْبَسُوا

زیادہ سترے ہیں اور اس میں اپنے مردوں کو کفن دو۔

الْبَيَاضَ، فَإِنَّهَا أَظْهَرُ وَأَطْيَبُ، وَكَفِّنُوا فِيهَا

مَوْتَاكُمْ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالْحَاكِمُ. وَقَالَ: حَدِيثٌ

صَحِيحٌ

تخریج حدیث: (السان الکبزی للنسائی باب ای الکفن خیر: ص ۲۲۱ رقم: ۲۰۲۲ المعجم الکبیر للطبرانی من اسمہ

سمرقہ بن جندب الغزالی ج ۱ ص ۱۸۰ رقم: ۱۷۷۷ الشیائل المحدثیہ للترمذی باب ما جاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۷۷ رقم: ۱۷۷۸ المعجم الکبیر للطبرانی من اسمہ عمران بن حصین ج ۱ ص ۲۲۵ رقم: ۱۵۲۴۰ مجمع الزوائد باب فی البیاض ج ۱ ص ۲۲۴ رقم: ۱۷۷۷

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اطیب بنا ہے طیب سے اگر طیب خبیث کا مقابل ہو تو بمعنی حلال ہوتا ہے جیسے رب تعالیٰ کا فرمان: لَا یَسْتَوِیَ الْغَبِیْثُ وَالطَّیْبُ ورنہ اس کے معنی ہوتے پسندیدہ شرعاً یا عقلیاً یا طبعاً یہاں اس ہی آخری معنی میں ہے یعنی سفید کپڑا پاکیزہ بھی ہے کہ ذرا سا دھبہ دور سے معلوم ہو جاتا ہے اور دھویا جاتا ہے، رنگین کپڑے کے داغ دھبے نظر نہیں آتے، نیز رنگین کپڑے کے دھونے میں رنگ دھل جانے کا خطرہ ہوتا ہے سفید کپڑے میں یہ خطرہ نہیں، نیز سفید کپڑا اپنے پیدائشی رنگ پر ہے رنگین کپڑے کا رنگ عارضی۔ اطمیب کے معنی میں دل پسند، جتنا حسن و زیبائش سفید کپڑے میں ہے اتنا دوسرے میں نہیں۔ وہ جو وارد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ باندھا یا سرخ جوڑا یعنی سرخ دھاری والا جوڑا پہنا یا عورت کا کپڑا رنگین ہو وہ سب بیان جواز کے لیے ہے یہ فرمان عالی بیان استحباب کے لیے۔ بعض طلباء صوفیاء رنگین کپڑے پہنتے ہیں وہ محض اس لیے کہ جلد جلد دھونا نہ پڑیں ورنہ مسلمان کے لیے سفید کپڑا بہت ہی بہتر ہے۔

بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ عورت کو رنگین کفن دو غلط ہے ہر مردہ کو سفید کفن دینا بہتر ہے کہ اب اس کی گفتگو اور ملاقات فرشتوں سے ہونے والی ہے تو اچھے کپڑوں میں ہونی چاہیے اچھے کپڑے سفید ہیں۔ یہاں مرقعات نے سفید رنگت پر بہت اعلیٰ گفتگو کی ہے۔ (مرآۃ المناجیح ج ۲ ص ۱۸۳)

(784) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَرْبُوعاً، وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ خَمْرَاءَ مَا رَأَيْتُ شَيْئاً

قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میانہ قد کے تھے۔ میں نے آپ کو سرخ (دھاری دار) جوڑے میں دیکھا میں نے آپ سے زیادہ حُسن والا کوئی نہ دیکھا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب الثوب الاحمر ج ۱ ص ۱۵۲ رقم: ۵۷۷۸ صحیح مسلم باب فی صفة النبی صلی اللہ

علیہ وسلم وانه كان احسن الناس وجهاً ج ۱ ص ۷۲ رقم: ۶۲۱۰ سنن الکبیری للنسائی باب اتخاذ الشعر واختلاف اللفظ

الناقلین منه ج ۱ ص ۳۱۲ رقم: ۶۲۲۸ سنن ابوداؤد باب فی الرخصة فی ذلك ج ۱ ص ۷۴ رقم: ۴۰۴۴ مسند امام احمد مسند البراء بن

عازب رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۸۱ رقم: ۱۸۴۹۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضور کا سینہ مبارک بہت کشادہ تھا۔ چوڑا سینہ شجاعت و سخاوت، دل کی وسعت کی علامت ہے، اس سے دل کی وسعت کا پتہ لگتا ہے جس کا دل وسیع ہو وہ کینہ، غصہ، بغض و حسد سے پاک ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات

کا بدلہ کسی سے نہ لیا بلکہ ہمیشہ درگزر کی معافی دی، یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت قلبی۔

یعنی کبھی آپ کے بال شریف تا بگوش ہوتے تھے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بال شریف کندھوں تک تھے۔

یہاں سرخ سے مراد خالص سرخ نہیں کہ مردوں کے لیے خالص سرخ لباس ممنوع ہے بلکہ مخطط بالاحمر مراد ہے یعنی اس کپڑے میں سرخ خطوط بھی تھے اور ہرے بھی اور کپڑا ریشمی نہ تھا سوتی تھا۔ حلہ سوتی کپڑے کا بھی ہوتا ہے یہ حلہ یمنی تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی لباس محبوب تھا۔

یعنی حضور کے جسم شریف میں وہ درازی یا پستی نہ تھی جو بری معلوم ہو۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۱۸۳)

شمال و خصائل

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح کمال سیرت میں تمام اولین و آخرین سے ممتاز اور افضل و اعلیٰ بنایا اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمال صورت میں بھی بے مثل و بے مثال پیدا فرمایا۔ ہم اور آپ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان بے مثال کو بھلا کیا سمجھ سکتے ہیں؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو دن رات سفر و حضر میں جمال نبوت کی تجلیاں دیکھتے رہے انہوں نے محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمال بے مثال کے فضل و کمال کی جو مصوری کی ہے اس کو سن کر یہی کہنا پڑتا ہے جو کسی مداح رسول نے کیا خوب کہا ہے کہ

لَمْ يَخْلُقِ الرَّحْمَنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
أَبَدًا وَ عَلَيْهِ أَنَّهُ لَا يَخْلُقُ

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل پیدا فرمایا ہی نہیں اور میں یہی جانتا ہوں کہ وہ کبھی نہ پیدا کرے گا۔ (حیۃ الہیوان الکبریٰ، باب الہزۃ، ج ۱، ص ۷۵)

صحابی رسول اور تاجدارِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درباری شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قصیدہ ہمزہ میں جمال نبوت کی شان بے مثال کو اس شان کے ساتھ بیان فرمایا کہ

وَ أَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي!
وَ أَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ الْبَنَاءُ

یعنی یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ سے زیادہ حسن و جمال والا میری آنکھ نے کبھی کسی کو دیکھا ہی نہیں اور آپ سے زیادہ کمال والا کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔

خُلِقْتَ مُبَيَّنًّا مِنْ كُلِّ عَيْبٍ!
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

(یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ ہر عیب و نقصان سے پاک پیدا کئے گئے ہیں گویا آپ ایسے ہی پیدا کئے

گئے جیسے حسین و جمیل پیدا ہونا چاہتے تھے۔ (شرح دیوان حسان بن ثابت الانصاری، ص ۶۶)

حضرت علامہ بو صیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے قصیدہ بردہ میں فرمایا کہ

مُلَوَّكَ عَنْ كَرِيمِكَ فِي مَحَاسِنِهِ

لَجُودِ الْحُسْنِ لِيُنْهِ عَزِزُ مُنْقَسِمِ

یعنی حضرت محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی خوبیوں میں ایسے یکتا ہیں کہ اس معاملہ میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں جو حسن کا جو ہر ہے وہ قابل تقسیم ہی نہیں۔ (تصیۃ البردۃ مع شرحها، ص ۱۱۱)

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب قبلہ بریلوی قدس سرہ العزیز نے بھی اس مضمون کی عکاسی فرماتے ہوئے کہتے ہیں اعداد میں فرمایا ہے کہ ۔

ترے خلق کو حق نے عظیم کہا تری خلق کو حق نے جیل کیا کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن وادار کی قسم بہر حال اس پر تمام امت کا ایمان ہے کہ تناسب اعضاء اور حسن و جمال میں حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے مثل و بے مثال ہیں۔ چنانچہ حضرات محدثین و مصنفین سیرت نے روایات صحیحہ کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر عضو شریفہ کے تناسب اور حسن و جمال کو بیان کیا ہے۔ (سیرت مصطفیٰ ص ۵۶۲)

حضرت ابو جحیمہ وہب بن عبد اللہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ؐ کو مکہ کی وادی انطا میں سرخ رنگ کے چمڑے کے خیمہ میں دیکھا۔ حضرت بلال آپ کے وضو کا پانی لے کر نکلے کسی کو چھینٹے ملے اور کسی کو پانی تو نبی اکرم ؐ نکلے جبکہ آپ نے سرخ رنگ کا جبہ پہنا ہوا تھا گویا کہ میں اب بھی آپ (ؐ) کی پنڈلیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ حضرت بلال نے وضو کر کے اذان دی میں ان کے منہ کو دیکھتا کہ دائیں طرف حی علی الصلوٰۃ اور بائیں حی علی الفلاح کہہ رہے تھے۔ پھر آپ ؐ کے لیے ایک نیزہ گاڑ دیا گیا آپ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی آپ کے سامنے سے کتے اور گدھے گزرتے رہے ان کو روکا نہ گیا۔

(متفق علیہ)

(785) وَعَنْ أَبِي مُخَيْفَةَ وَهَبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَهُوَ بِالْأَكْطَحِ فِي قُبَّةٍ لَهُ حَمْرَاءُ مِنْ أَدَمٍ، فَخَرَجَ بِلَالٌ يَوْضُوئُهُ، فَمِنْ كَاطِحٍ وَتَائِلٍ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ سَاقِيهِ، فَتَوَضَّأَ وَأَذَّنَ بِلَالٌ، فَجَعَلْتُ أَتَتَّبِعُ فَأَهْ هَاهُنَا وَهَاهُنَا، يَقُولُ يَمِينُنَا وَشِمَالُنَا: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، ثُمَّ رُكِّزَتْ لَهُ عَزْرَةٌ، فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى بِمَنْزِلِهِ يَدِيهِ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ لَا يَمْنَحُ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

الْعَزْرَةُ: نون پرزبر کے ساتھ چھوٹا نیزہ۔

الْعَزْرَةُ بِفَتْحِ التَّوْنِ: تَحْوِ الْعُكَاظَةِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۱۱۰ رقم: ۲۵۶۶ صحیح مسلم باب سنۃ

البصل ج ۲ ص ۵۶ رقم: ۱۱۴۷ سنن الکبیری للبیہقی باب الاجتماع للصلاة فی السفر ج ۳ ص ۱۵۶ رقم: ۵۲۸۵ مصنف عبدالوہابی

باب استدلال اللہ علیہ و وجہہ اشہدیہ فی الخلیفہ ج ۱ ص ۳۶، رقم ۱۸۰۶ المستند للحاکم کتاب الطب ج ۱ ص ۲۱۲، رقم ۷۵۰۰
شرح حدیث: عظیم الشان حضرت مولانا احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام وہب ابن عبد اللہ عامری ہے، آپ بہت نو عمر صحابی ہیں، حضور کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے،
۳۷۔ جو کولہ میں وصال ہوا۔

(کے کے اطلح مقام) یہ جگہ جنت معلیٰ سے کچھ آگے منی کی جانب ہے جسے وادی مخصب اور بطحاء بھی کہا جاتا ہے، اسی نسبت سے حضور کو اطلحی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے، اطلح کے معنی ہیں بھری والا میدان جہاں بارش میں سیلاب آ جاتا ہے۔

(حضور کے وضو کا پانی لیا) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ میں وضو کیا، غسل ایک لگن میں گرا حضرت بلال وہ پانی کا لگن باہر صحابہ کے پاس لائے تاکہ صحابہ اس سے برکتیں حاصل کر لیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس غسل شریف پر ٹوٹ پڑے اور اسے حاصل کرنے اور برکت لینے کے لیے کیوں کہ وہ پانی حضور کے اعضاء سے لگ کر نورانی بھی ہو گیا اور نور گر بھی۔ پھول سے لگی ہوئی ہو ا دماغ مہکا دیتی ہے، حضور کے جسم اطہر سے لگا ہوا پانی روح دایمان مہکا دے گا۔

اور آپ اپنے سر اور منہ پر مل لیا۔ مرقات میں اسی جگہ ہے کہ حضرت ابو طیبہ رضی اللہ عنہ نے حضور کی فصدی اور خون بہائے پھینکنے کے پی لیا۔ خیال رہے کہ ہمارا فضلہ وضو کا پینے کے قابل نہیں کہ وہ ہمارے گناہ لے کر نکلا ہے، حضور کا غسل متبرک ہے کیونکہ وہ نور لے کر نکلا۔ بعض مرید اپنے مشائخ کا جو پانی تعظیم سے استعمال کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

سرخ جوڑے سے مراد خالص سرخ رنگ میں رنگا ہوا کپڑا نہیں ہے کہ یہ تو مرد کے لیے منع ہے بلکہ سرخ خطوط سے مخطوط کپڑا مراد ہے یا سرخ صوت سے بنا ہوا کپڑا۔ لہذا یہ حدیث ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں۔
یا نجر یا ظہر کی کیونکہ آپ مسافر تھے، غالباً یہ واقعہ حجۃ الوداع یا عمرۃ القضاء کا ہے۔

(ایک نیزہ گاڑ دیا گیا) کیونکہ امام کا سترہ ساری جماعت کا سترہ ہوتا ہے اس کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

(مرآۃ المناجیح ج ۲ ص ۲)

(786) وَعَنْ أَبِي رَمْثَةَ رَفَاعَةَ التَّيْمِيِّ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
وَالترمذی بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ۔
حضرت ابو رمثہ رفاعہ تیمی سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ پر دو سبز رنگ
کے کپڑے تھے۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت
کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب فی الخضاب ج ۱ ص ۱۲۷، رقم ۴۲۰۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الثوب الاخضر

جہ ص ۱۱۹ رقم: ۲۸۱۲ سنن الکبیری للنسائی باب لبس الخضر من الثياب ج ۱ ص ۱۱۹ رقم: ۲۲۳۳ سنن الکبیری للبیہقی باب
ایجاب اللصا ص علی العائل ج ۱ ص ۱۲۴ رقم: ۱۶۲۶۱ سنن الدارمی باب لا یواخذ احدہما حبیہ غیرہ ج ۱ ص ۲۱۰ رقم: ۱۲۱۱۱
شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کے نام میں اختلاف ہے یا تورقاع ابن یثربی ہے یا عمارہ ابن یثربی، قبیلہ تیم رباب سے ہیں نہ کہ تیم قریش
سے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ حبشی ہیں اپنے والد کے ساتھ آئے اور دونوں مسلمان ہو گئے بعد میں کوفہ میں قیام
رہا۔ (لمعات و مرقات واحدہ للمعات)

تمیض اور تہبند شریف یا تو بالکل سبز تھے یا اس میں سبز دھاریاں تھیں پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ جنتیوں کا لباس سبز
ہوگا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: عَلَیْہِمْ ثِیَابٌ سَبْضٌ خَضِرٌ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو ہرے کپڑے پہننا جائز ہے اگر اس
عمل شریف کی اتباع میں ہو تو مستحب ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲)

(787) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ
وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ فتح مکہ کے دن سیاہ دستار باندھے مکہ میں داخل
ہوئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم) باب جواز دخول مكة بغیر احرام ج ۱ ص ۱۱۱ رقم: ۲۲۴۵ سنن الکبیری للبیہقی باب
الرخصة لمن دخلها خائفًا لحرب ج ۱ ص ۱۴۴ رقم: ۱۰۱۲۶ الشیائل المحمدیہ للترمذی باب ما جاء فی عمامة رسول الله صلى الله
عليه وسلم ص ۱۲۰ رقم: ۱۱۵ المعجم الاوسط من اسماء عبد الله ج ۱ ص ۲۴۱ رقم: ۲۶۱۲ سنن ابوداؤد باب فی العمامة ج ۱ ص ۵
رقم: ۲۰۴۸

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یا تو حد و حرم میں داخلہ کے وقت حضور انور نے خود بھی پہنا ہوا تھا یعنی لوہے کی ٹوپی اور عمامہ شریف بھی یا حد و حرم شریف
میں داخلہ کے وقت تو خود پہنے تھے اور بیت اللہ شریف میں یعنی مسجد حرام میں داخلہ کے وقت خود اتار دیا تھا اور عمامہ پہن لیا تھا
لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ لباس سفید افضل ہے مگر عمامہ سیاہ بھی جائز ہے، خصوصاً خطبہ کے
وقت سارے کپڑے کالے پہننا خصوصاً محرم میں روافض سے تشبیہ ہے۔ (از مرقات مع زیادت) (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲)

(788) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانِي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ، قَدْ أَرْنَحِي
ظَرْفِيهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.
حضرت ابوسعید عمرو بن حرث رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے گویا کہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا آپ کے سر
اقدس پر سیاہ دستار بندھی تھی آپ نے اس کے دونوں
کناروں کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا۔

وَلِي رَوَايَةٍ لَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءٌ۔ اور ان کی ایک روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ نے سیاہ دستار لی ہوئی تھی۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب جواز دخول مكة بغير احرام: ج ۳ ص ۱۱۲، رقم: ۲۲۴۸ الاصاب للبيهقي: باب في العمامة: ج ۱ ص ۲۰۶، رقم: ۵۱۲ سنن ابوداؤد: باب في العمامة: ج ۳ ص ۱۵، رقم: ۳۰۴۹ سنن ابن ماجه: باب لبس العمامة: ج ۲ ص ۱۲۲، رقم: ۲۸۲۱ مصنف ابن أبي شيبة: باب في ارجاء العمامة بين الكتفين: ج ۸ ص ۲۲۹، رقم: ۲۵۲۸۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: کہ ایک یہ کہ خطبہ و نماز عمامہ سے بہتر ہے۔ ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ عمامہ کی نماز ستر نمازوں سے افضل ہے۔ دوسرے یہ کہ سیاہ عمامہ بھی سنت ہے۔ تیسرے یہ کہ بغیر شملہ کا عمامہ سنت کے خلاف ہے، شملہ ضرور چاہیے۔ چوتھے یہ کہ عمامہ کے دو شملے ہونا افضل ہیں اور دونوں پشت پر پڑے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ سات ہاتھ کا تھا اور شملہ ایک بالشت سے کچھ زیادہ، امیر معاویہ اور حضرت ابودرداء اکثر سیاہ عمامہ باندھتے تھے، اسی سنت کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمان ابن عوف کے سیاہ عمامہ باندھا تھا یہ واقعہ جو یہاں مذکور ہوا آپ کے مرض وفات کے خطبہ کا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۶۳۶)

عمامہ کے فضائل

عمامہ شریف ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بہت ہی پیاری سنت ہے۔ ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ سر اقدس پر اپنی مبارک ٹوپی پر عمامہ مبارکہ کو سجا کر رکھا۔ امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں عمامہ سنت متواترہ دائمہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۶، ص ۲۰۸، ۲۰۹)

تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آٹھ ۸ ارشادات

(۱) عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر (۷۰) رکعتوں سے افضل ہیں۔

(فردوس الاخبار، باب الرءاء، فصل رکعتان، الحدیث ۳۰۵۲، ج ۳، ص ۳۱۰)

(۲) عمامہ کے ساتھ نماز دس ۱۰ ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔ (فردوس الاخبار، باب الصاد، الحدیث ۳۶۲۱، ج ۲، ص ۳۱)

(۳) بے شک اللہ عزوجل اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے دن عمامہ والوں پر۔

(الجامع الصغیر، حرف الحمز، الحدیث ۱۸۱۷، ص ۱۱۳)

(۴) ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر بیچ پر کہ مسلمان اپنے سر پر دیگا اس پر روز قیامت ایک نور عطا کیا جائیگا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الحدیث ۴۳۴۰، ج ۸، ص ۱۳۷)

(۵) عمامہ باندھو تمہارا حلم بڑھے گا۔ (المستدرک، کتاب اللباس، باب اعتموا ازوادا حلما، الحدیث ۷۴۸۸، ج ۵، ص ۲۷۲)

(۶) عمامہ مسلمانوں کا وقار اور عرب کی عزت ہے تو جب عرب عمامہ اتار دیجئے اپنی عزت اتار دیتے۔

(فردوس الاخبار، باب العین، الحدیث ۳۱۱۱، ج ۲، ص ۹۱)

(۷) تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عمامہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں۔

(کنز العمال، کتاب المعیشتہ والعادات، باب آداب التعمم، الحدیث ۳۱۹۰۶، ج ۱۵، ص ۲۰۵)

(۸) عمامہ کیساتھ ایک جمعہ بغیر عمامہ کے ستر (۷۰) جمعہ کے برابر ہے۔

(فردوس الاخبار، باب التعمم، الحدیث ۲۳۹۳، ج ۱، ص ۲۲۸)

حکایت

حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ماجد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور حاضر ہوا وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے تو میری طرف التفات کر کے فرمایا: تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں! فرمایا: اُسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیر لے گا، اے فرزند عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ باندھنے والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۶، ص ۲۱۵)

عمامہ مبارک کے بیچ سیدھی جانب ہونے چاہیں چنانچہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن عمامہ شریف اس طرح باندھتے کہ شملہ مبارک سیدھے شانہ پر رہتا۔ نیز باندھتے وقت اسکی گردش بائیں (یعنی اُلے) ہاتھ سے فرماتے جبکہ سیدھا ہاتھ مبارک پیشانی پر رکھتے اور اسی سے ہر بیچ کی گرفت فرماتے۔

(حیات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ، ج ۱، ص ۱۴۴)

عمامہ کے آداب

(۱) عمامہ سات ۷ ہاتھ (ساڑھے تین گز) سے چھوٹا نہ ہو اور بارہ ۱۲ ہاتھ (چھ گز سے بڑا نہ ہو)۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب التلباس تحت الحدیث ۴۳۴۰، ج ۸، ص ۱۴۸)

(۲) عمامہ کے شملے کی مقدار کم از کم چار انگل اور زیادہ سے زیادہ اتنا ہو کہ بیٹھنے میں نہ دے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۲۲، ص ۱۸۲، بہار شریعت، حصہ ۱۶ عمامہ کا بیان، ج ۳، ص ۵۵)

(۳) عمامہ اتارتے وقت بھی ایک ایک کر کے بیچ کھولنا چاہیے۔ عمامہ قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑے کھڑے باندھے۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الکراہیۃ، باب التوسع فی التلباس... الخ، ج ۵، ص ۲۳۰)

اے ہمارے پیارے اللہ! عزوجل ہمیں عمامہ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما مین بجاہ النبی الامین صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

(789) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ:

كُفِّنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ
أَلْوَابٍ بَيْضَ سَحُولِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهَا
قَبِيضٌ وَلَا عِمَامَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."السَّحُولِيَّةُ بِفَتْحِ السِّدْنِ وَضَمِّ الْحَاءِ
الْمُهْمَلَتَيْنِ: ثِيَابٌ تُنْسَبُ إِلَى سَحُولٍ: قَرْيَةٍ
بِالْيَمَنِ وَالْكُرْسُفُ: الْقُطْنُ."حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ محول کے بنے ہوئے تین سفید کپڑوں
میں کفن دیے گئے۔ ان میں قبض تھی نہ دستار۔

(متفق علیہ)

السَّحُولِيَّةُ: سین پر زبر اور پیش اور حاء پر پیش
کے ساتھ یمن کی ایک بستی کا نام محول ہے اس کی طرف
منسوب کپڑے کو کہتے ہیں۔ الْكُرْسُفُ: روئی کو کہتے
ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الکفن بغیر قبض ج ۲ ص ۶۶، رقم: ۱۲۶۱ صحیح مسلم: باب فی کفن المیت ج ۳ ص ۳۹، رقم: ۲۱۲۲ السنن الصغریٰ: باب التکفین والتغیط ج ۱ ص ۲۲۲، رقم: ۱۰۵۸ البیہقی لابن الجارود: کتاب الجنائز ج ۱ ص ۱۲، رقم: ۵۲۱ سنن ابوداؤد: باب فی الکفن ج ۳ ص ۱۶۸، رقم: ۲۱۵۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سوتی یعنی سفید کپڑے کا کفن دیا گیا یہی سنت ہے، اونی یا ریشمیں کفن سنت کے خلاف ہے
بلکہ مرد کے لیے ریشمیں کفن حرام ہے۔ یہاں قبض سے سلی ہوئی قبض مراد ہے جو زندگی میں پہنی جاتی ہے کفن کی قبض مراد
نہیں کہ وہ تو سنت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل کے وقت قبض اتار لی گئی تھی، لہذا یہ حدیث حضرت جابر ابن سمرہ کی
اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا: قبض، ازار اور لفافہ کہ وہاں
کفن کی قبض مراد ہے۔ عمامہ کے متعلق بعض علماء نے اس کے معنی کیے ہیں کہ ان تین میں عمامہ نہ تھا بلکہ عمامہ ان کے علاوہ
تھا، اس بناء پر مشائخ، علماء، صوفیاء کے کفن میں عمامہ دینا مستحب ہے۔ واللہ اعلم! (مراۃ النجیح، ج ۲، ص ۸۵۹)

(790) وَ عَنْهَا، قَالَتْ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ .

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ وَعَلَيْهِ مِرْطٌ
مَرَّحَلٌ مِنْ شَعْرِ أَسْوَدَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. الْمِرْطُ
بِكَسْرِ الْمِيمِ: وَهُوَ كَسَاءٌ وَالْمَرَّحَلُ بِالْحَاءِ
الْمُهْمَلَةِ: هُوَ الَّذِي فِيهِ صُورَةُ رِحَالِ الْإِبِلِ وَهِيَ
الْأُكُورُ.انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک صبح اس
طرح نکلے کہ آپ پر سیاہ بالوں سے بنی ہوئی چادر تھی
اس پر کجاووں کی تصویریں تھیں۔ الْمِرْطُ: میم پر زیر
کے ساتھ بمعنی چادر۔ الْمَرَّحَلُ: حاء مہملہ کے ساتھ وہ کپڑا
جس میں کجاوے کی تصویریں بنی ہوں۔تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب التواضع فی اللباس والاقتصار علی الغلیظ منه ج ۱ ص ۱۳۵، رقم: ۵۵۶۶ الادب
لسبیلہ: باب من اختار التواضع فی اللباس ج ۱ ص ۲۹۲، رقم: ۳۹۱ سنن ابوداؤد: باب فی لبس الصوف ج ۲ ص ۸، رقم: ۴۰۳۳)

مصنف ابن ابی شیبہ فضائل علی بن ابی طالب ج ۱۲ ص ۶۲ رقم: ۲۲۶۱۸

شرح حدیث: صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

اون اور بالوں کے کپڑے انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ سب سے پہلے سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کپڑے پہنے۔ حدیث میں ہے کہ اون کے کپڑے پہن کر اپنے دلوں کو منور کرو کہ یہ دنیا میں مذلت ہے اور آخرت میں نور ہے۔ (الفتاویٰ الحمیدیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب التاسع فی اللبس، ج ۵ ص ۳۲۳)

اور صوف یعنی اون کے کپڑے، اولیائے کاملین اور بزرگان دین نے پہنے اور ان کو صوفی کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صوف یعنی اون کے کپڑے پہنتے تھے۔ اگرچہ ان کے جسم پر کالی کالی ہوئی، مگر دل مخزن انوار الہی اور معدن اسرار نامتناہی ہوتا، مگر اس زمانے میں اون کے کپڑے بہت بیش قیمت ہوتے ہیں اور ان کا شمار لبا سہائے فاخرہ میں ہوتا ہے، یہ چیزیں فقرا اور غربا کو کہاں ملیں، انھیں تو اسرار و وسا استعمال کرتے ہیں۔

فقہاء اور حدیث کا مقصد غالباً ان بیش قیمت اونی کپڑوں سے پورا نہ ہوگا، بلکہ وہی معمولی دیسی کپڑے جو کم وقعت سمجھے جاتے ہیں، ان کے استعمال سے وہ بات پوری ہوگی۔ (بہار شریعت حصہ شانزدہم (۱۶) ص ۴۱۶)

(791) وَعَنِ الْمُعِزَّةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي مَسِيرٍ، فَقَالَ لِي: "أَمْعَكَ مَاءً؟ قُلْتُ: نَعَمْ، فَانْزَلَ عَنِّي زَاجِلَتَهُ فَمَشَى حَتَّى تَوَارَى فِي سَوَادِ اللَّيْلِ، ثُمَّ جَاءَ فَأَفْرَعْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْإِذَاوَةِ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَعَلِيهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتَّى أَخْرَجَهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ، فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ أَهْوَيْتُ لِأَنْزَعِ خُفَّيْهِ، فَقَالَ: "دَعْهُمَا فَإِنَّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سفر کے دوران ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا آپ نے مجھے فرمایا کیا تیرے پاس پانی ہے میں نے عرض کیا: جی ہاں تو آپ سواری سے اترے اور چلتے رہے حتیٰ کہ رات کی تاریکی میں چھپ گئے پھر آئے میں نے آپ پر برتن سے پانی انڈیلا تو آپ نے چہرہ دھویا آپ پر اونی جبہ تھا آپ اپنے بازوؤں کو اس میں سے نہ نکال سکے تو جبہ کے نیچے سے ان کو نکالا پھر اپنے بازو دھوئے اور اپنے سر کا مسح کیا پھر میں آپ کے موزے اتارنے کے لیے جھکا تو آپ نے فرمایا رہنے دو میں نے ان کو پاکی کی حالت میں پہنا تھا۔ اور ان کے اوپر مسح کر لیا۔ (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ پر تنگ آستینوں والا شامی جبہ تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ غزوہ

وَفِي رَوَايَةٍ: وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةٌ الْكُمَيْنِ. وَفِي رَوَايَةٍ: أَنَّ هَذِهِ الْقَضِيَّةَ كَانَتْ فِي

تبوک کا تھا۔

عَزَّوَجَلَّ تَبُوكَ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا دخل رجله وها طاهران، ج ۱ ص ۵۲، رقم: ۲۰۶، صحیح مسلم، باب المسح علی الخفین، ج ۱ ص ۱۵۸، رقم: ۱۵۴، مسند امام احمد، حدیث المغيرة بن شعبه، ج ۳ ص ۲۵۱، رقم: ۱۸۲۲۱، سنن الدارمی، باب فی المسح علی الخفین، ج ۱ ص ۱۱۴، رقم: ۱۳، سنن الکبزی للبیہقی، باب رخصة المسح لمن لبس الخفین علی الطهارة، ج ۱ ص ۲۸۱، رقم: ۱۲۴۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(میں نے آپ پر برتن سے پانی انڈیلا) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ وضو میں دوسرے سے مدد لینا سنت سے ثابت ہے۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کو اس طرح وضو کرانا کہ لوٹا خادم کے ہاتھ میں ہو سنت صحابہ ہے۔ خیال رہے کہ یہاں کلی اور ناک میں پانی کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ یہ دونوں چہرے میں داخل ہیں۔

(آپ پر اونی جہہ تھا) پشمینہ اور انکے لباس پہننا جو کہ صوفیائے کرام کا طریقہ ہے، اسی لئے انہیں صوفی کہا جاتا ہے (صوف والے)۔ اس کا ماخذ یہ حدیث ہے حضور کی آستین خوب کشادہ ہوتی تھیں یہ تنگ آستینوں والا جبہ کسی جہاد میں غلیظ آیا ہوگا۔ یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کفار کے بنائے ہوئے کپڑے اور دوسرے ملک کی وضع کا لباس پہننا جائز ہے، ان کپڑوں پر خواجواہ ناپاک ہونے کا وہم نہ کرو۔ حضرت عمر فاروق نے خیرہ کے حلے پہننے سے ممانعت فرمائی اور فرمایا سنا گیا ہے کہ وہ لوگ کپڑے پیشاب سے دھوتے ہیں، ابی ابن کعب نے عرض کیا کہ عہد نبوی میں یہ جوڑے ہم نے بھی پہنے ہیں اور حضور نے بھی تب آپ نے اپنا حکم واپس لیا۔ دوسری قوم کا لباس پہننا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ کفار یا فساق کی علامت نہ ہو۔

(تو جبہ کے نیچے سے ان کو نکالا) نیچے قمیض اور تہبند بھی تھا، ورنہ بے پردگی ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیک وقت کرتہ واسکت اچکن وغیرہ چند کپڑے پہننا جائز ہے۔

پیشانی سے مراد سر کا اگلا چوتھائی حصہ ہے کہ یہ عموماً پیشانی کی بقدر ہی ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ حضور ہمیشہ پورے سر کا مسح ہی کرتے تھے۔ چہارم سر کا مسح اس حدیث سے ثابت ہے یہ فرض اور وہ سنت۔ سرکار نے عمامہ پر مسح نہیں کیا تھا، بلکہ اسے پکڑا تھا تا کہ گر نہ جائے، حضرت مغیرہ اسے مسح سمجھے۔ لہذا یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے خلاف نہیں کہ آپ نے فرمایا عمامہ پر مسح جائز نہیں۔ جب تک کہ سر پر ہاتھ نہ پھیرا۔ (مرقاۃ)

(اور ان کے اوپر مسح کر لیا) یعنی پہلے وضو کر لیا، پھر موزے پہنے ہیں۔ خیال رہے کہ اگر کوئی شخص پہلے پاؤں دھو کر موزے پہن لے پھر وضو کے باقی اعضاء دھوئے تب بھی جائز ہے۔ اس حدیث سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ فرمایا موزے پہنتے وقت میرا پاؤں پاک تھے۔ یہ نہ فرمایا کہ میں با وضو تھا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۵۹)

موزوں پر مسح کرنے کے مسائل

جو شخص موزہ پہنے ہوئے ہو وہ اگر وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح کرے جائز ہے اور بہتر پاؤں دھونا ہے بشرطیکہ مسح جائز سمجھے۔ اور اس کے جواز میں بکثرت حدیثیں آئی ہیں جو قریب قریب تواتر کے ہیں، اسی لیے امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو اس کو جائز نہ جانے اس کے کافر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ امام شیخ الاسلام فرماتے ہیں جو اسے جائز نہ مانے گمراہ ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہلسنت وجماعت کی علامت دریافت کی گئی فرمایا:

تَفْضِيلُ الشَّيْخَيْنِ وَحُبُّ الْخَتَمَيْنِ وَمَسْحُ الْخُفَيْنِ

یعنی حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق و امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تمام صحابہ سے بزرگ جاننا اور امیر المومنین عثمان غنی و امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھنا اور موزوں پر مسح کرنا۔

(غنیۃ المستملی، فصل فی المسح علی الخفین، ص ۱۰۴)

اور ان تینوں باتوں کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ حضرت کوفہ میں تشریف فرما تھے اور وہاں رافضیوں ہی کی کثرت تھی تو وہی علامات ارشاد فرمائیں جو ان کا رد ہیں۔ اس روایت کے یہ معنی نہیں کہ صرف ان تین باتوں کا پایا جانا سنی ہونے کے لیے کافی ہے۔ علامت شے میں پائی جاتی ہے، شے لازم علامت نہیں ہوتی جیسے حدیث صحیح بخاری شریف میں وہابیہ کی علامت فرمائی: ((سَيَمَّا هُمْ التَّحْلِيْقُ)) ان کی علامت سر منڈانا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قراءة الفاجر... إلخ، الحدیث: ۵۶۲، ج ۴، ص ۵۹۹)

اس کے یہ معنی نہیں کہ سر منڈانا ہی وہابی ہونے کے لیے کافی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اس کے جواز پر کچھ خدشہ نہیں کہ اس میں چالیس صحابہ سے مجھ کو حدیثیں پہنچیں۔

(غنیۃ المستملی، فصل فی المسح علی الخفین، ص ۱۰۴)

مسئلہ ۱: جس پر غسل فرض ہے وہ موزوں پر مسح نہیں کر سکتا۔ (الدر المختار، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الخفین، ج ۱، ص ۴۹۵)

مسئلہ ۲: عورتیں بھی مسح کر سکتی ہیں۔ (الفتاویٰ المندیۃ، الباب الخامس فی المسح علی الخفین، الفصل الثانی، ج ۳، ص ۳۶)

118- بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقَمِيصِ

قمیص پہننا مستحب ہے

حضرت ام سلمہ ؓ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پیاری قمیص تھی۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

(792) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ:

كَانَ أَحَبُّ الْبِطْيَابِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيصُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ."

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی القميص، ج ۲، ص ۶۷، رقم: ۴۰۲۷، سنن ترمذی، باب ما جاء فی قميص، ج ۲، ص ۶۷، رقم: ۴۰۲۷)

ج ۲، ص ۲۲، رقم: ۱۶۱، سنن النسائی الکبیری: باب لبس القميص: ج ۲، ص ۳۸۲، رقم: ۱۶۱۸

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ثیاب جمع ہے ثوب کی، پہننے کے کپڑے کو ثوب کہا جاتا ہے خواہ سلا ہوا ہو یا بغیر سلا لہذا بے سلا تہبند بھی ثوب ہے اور سلا ہوا یا نجامہ کرتا بھی ثوب۔

قمیض سے مراد سوتلی قمیض ہے حریر ریشم تو مرد کو حرام ہے اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی ادنیٰ قمیض نہیں پہنی کہ یہ بدن میں چبھتی ہے اور پسینہ میں بودتی ہے۔ قمیض کے پسند ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ بدن سے چمٹی رہتی ہے بدن سے سرکتی نہیں، نماز میں اسے بار بار چڑھانا نہیں پڑتا جیسا کہ چادر اوڑھنے کی حالت میں ہوتا ہے۔ حضور کی قمیض میں گریبان نہ ہوتا تھا بلکہ دو طرفہ کندھوں پر چاک کھلے ہوتے تھے جیسے کہ احادیث میں وارد ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۵۹)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قمیض کے متعلق فرماتے ہیں:

(۱) قمیض مبارک نیم سابق تک تھا۔

مواہب شریف میں ہے:

کان ذیل قمیصہ وردانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی انصاف الساقین۔

(المواہب اللہینہ المقصد الثالث النوع الثانی کتب اسلامی بیروت ۲/ ۳۲۸)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قمیض مبارک کا دامن اور چادر مبارک یعنی تہبند یہ دونوں آدھی پنڈلیوں تک ہوا کرتے تھے۔ (ت)

حاکم نے صحیح اور ابوالشیخ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبس قمیصا وکان فوق الکعبین۔

(المستدرک للحاکم کتاب اللباس دار الفکر بیروت ۳/ ۱۹۵)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایسا کرتہ زیب تن فرمایا جو ٹخنوں سے اوپر تک زرا لمبا تھا (ت)۔

اور کم طول کا بھی وارد ہے بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

کان لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قمیص من قطن قصیر الطول قصیر الکم۔

(شعب الایمان حدیث ۶۱۶۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۱۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک ایسا سوتلی کرتہ تھا جس کا طول کم اور آستین مختصر تھی۔ (ت)

گر بیان مبارک سینہ اقدس پر تھا۔ اشعہ اللمعات میں ہے:
جیب قمیص آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر سینہ مبارک وئے بود چنانکہ احادیث بیسار بر آں دلالت دارد
و علمائے حدیث تحقیق اس نمودہ اند۔

(اشعہ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۳/ ۵۴۴)
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قمیص مبارک کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا۔ چنانچہ بہت سی
احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور محدثین حضرات نے اس کی تحقیق کی ہے۔ (ت)
اسی میں ہے:

تحقیق آنست کہ گریبان پیراہن نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر سینہ بود۔

(اشعہ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۳/ ۵۴۴)
تحقیق یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک کرتے کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا۔ (ت)
دامن کے چاک کھلے ہونا ثابت ہے کہ ان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ تھی اور گوٹ کھلے ہوئے چاکوں پر لگاتے ہیں۔
صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:
انھا اخرجت جبة طیالسة کسروانیة لها البنة دیباہ و فرجیہا مکفوفین بالدیباہ۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس ۲/ ۱۹۰ و سنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲/ ۲۰۵)
سیدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک طیاسی کسروانی جہ (لوگوں کو
دکھانے کے لئے) باہر نکالا جس کے گریبان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ لگی ہوئی تھی اور اس کی دونوں اطراف
ریشم گھری ہوئی تھیں۔ (ت) (مناوی رضویہ، ج ۲۲، ص ۱۵)

محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر ادا سے محبت، اس کی رفتار سے محبت، اسکی گفتار
سے محبت، اس کے لباس و طعام سے محبت، غرض اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے۔

حضرت عبیدہ بن جریح نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے دیکھا آپ بیل کے دباغت کئے ہوئے
چمڑے کا بے بال جوتا پہنتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
کو دیکھا کہ آپ ایسا ہی جوتا پہنتا کرتے تھے جس میں بال نہ ہوں اسی لئے میں بھی ایسا ہی جوتا پہننا پسند کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الرجلین..... الخ، الحدیث ۸۶۶، ج ۱، ص ۸۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کھانے

باب استدلال اللہ علیہ و وطنہ اہمہ فی الخلیفہ ج ۱ ص ۳۶۷ رقم ۱۸۰۶۱ المستند للحاکم کتاب الطب ج ۱ ص ۲۱۲ رقم ۷۵۰۰
شرح حدیث: عظیم الشان حضرت مولانا احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام وہب ابن عبد اللہ ہامری ہے، آپ بہت نو عمر صحابی ہیں، حضور کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے،
۳۷۔ جو کولہ میں وصال ہوا۔

(کے کے اٹلح مقام) یہ جگہ جنت معلیٰ سے کچھ آگے منی کی جانب ہے جسے وادی مخصب اور بطحاء بھی کہا جاتا ہے، اسی نسبت سے حضور کو اٹلحی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے، اٹلح کے معنی ہیں بھری والا میدان جہاں بارش میں سیلاب آ جاتا ہے۔

(حضور کے وضو کا پانی لیا) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ میں وضو کیا، غسل ایک لگن میں گرا حضرت بلال وہ پانی کا لگن ہا ہر صحابہ کے پاس لائے تاکہ صحابہ اس سے برکتیں حاصل کر لیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس غسل شریف پر ٹوٹ پڑے اور اسے حاصل کرنے اور برکت لینے کے لیے کیوں کہ وہ پانی حضور کے اعضاء سے لگ کر نورانی بھی ہو گیا اور نور گر بھی۔ پھول سے لگی ہوئی ہو ا دماغ مہکا دیتی ہے، حضور کے جسم اطہر سے لگا ہوا پانی روح دایمان مہکا دے گا۔

اور آپ اپنے سر اور منہ پر مل لیا۔ مرقات میں اسی جگہ ہے کہ حضرت ابو طیبہ رضی اللہ عنہ نے حضور کی فصدی اور خون بجائے پھینکنے کے پی لیا۔ خیال رہے کہ ہمارا فضلہ وضو کا پینے کے قابل نہیں کہ وہ ہمارے گناہ لے کر نکلا ہے، حضور کا غسل متبرک ہے کیونکہ وہ نور لے کر نکلا۔ بعض مرید اپنے مشائخ کا جو پانی تعظیم سے استعمال کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

سرخ جوڑے سے مراد خالص سرخ رنگ میں رنگا ہوا کپڑا نہیں ہے کہ یہ تو مرد کے لیے منع ہے بلکہ سرخ خطوط سے مخطوط کپڑا مراد ہے یا سرخ صوت سے بنا ہوا کپڑا۔ لہذا یہ حدیث ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں۔
یا نجر یا ظہر کی کیونکہ آپ مسافر تھے، غالباً یہ واقعہ حجۃ الوداع یا عمرۃ القضاء کا ہے۔

(ایک نیزہ گاڑ دیا گیا) کیونکہ امام کا سترہ ساری جماعت کا سترہ ہوتا ہے اس کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

(مرآۃ المناجیح ج ۲ ص ۲)

(786) وَعَنْ أَبِي رَمْثَةَ رَفَاعَةَ التَّيْمِيِّ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
وَالترمذی بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ۔
حضرت ابو رمثہ رفاعہ تیمی سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ پر دو سبز رنگ
کے کپڑے تھے۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت
کیا اور کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب فی الخضاب ج ۱ ص ۱۲۷ رقم ۴۲۰۸ سنن ترمذی: باب ما جاء فی الثوب الاخضر

جہ ص ۱۱۹ رقم: ۲۸۱۲ سنن الکبیری للنسائی باب لبس الخضر من الثياب ج ۱ ص ۱۱۹ رقم: ۲۲۳۳ سنن الکبیری للبیہقی باب
ایجاب اللباس علی العائل ج ۱ ص ۱۲۴ رقم: ۱۶۲۶۱ سنن الدارمی باب لا یواخذ احدہما حبیہ غیرہ ج ۱ ص ۲۱۰ رقم: ۱۲۱۱۱
شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کے نام میں اختلاف ہے یا تورقاع ابن یثربی ہے یا عمارہ ابن یثربی، قبیلہ تیم رباب سے ہیں نہ کہ تیم قریش
سے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ حبشی ہیں اپنے والد کے ساتھ آئے اور دونوں مسلمان ہو گئے بعد میں کوفہ میں قیام
رہا۔ (لمعات و مرقات واحدہ للمعات)

تمیض اور تہبند شریف یا تو بالکل سبز تھے یا اس میں سبز دھاریاں تھیں پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ جنتیوں کا لباس سبز
ہوگا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: عَلَیْہِمْ ثِیَابٌ سَبْضٌ خَضِرٌ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو ہرے کپڑے پہننا جائز ہے اگر اس
عمل شریف کی اتباع میں ہو تو مستحب ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲)

(787) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ
وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ فتح مکہ کے دن سیاہ دستار باندھے مکہ میں داخل
ہوئے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم) باب جواز دخول مكة بغیر احرام ج ۱ ص ۱۱۱ رقم: ۲۲۴۵ سنن الکبیری للبیہقی باب
الرخصة لمن دخلها خائفًا لحرب ج ۱ ص ۱۴۴ رقم: ۱۰۱۲۶ الشیائل المحمدیہ للترمذی باب ما جاء فی عمامة رسول الله صلى الله
عليه وسلم ص ۱۲۰ رقم: ۱۱۵ المعجم الاوسط من اسماء عبد الله ج ۱ ص ۲۴۱ رقم: ۲۶۱۲ سنن ابوداؤد باب فی العمامة ج ۱ ص ۵
رقم: ۲۰۴۸

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یا تو حد و حرم میں داخلہ کے وقت حضور انور نے خود بھی پہنا ہوا تھا یعنی لوہے کی ٹوپی اور عمامہ شریف بھی یا حد و حرم شریف
میں داخلہ کے وقت تو خود پہنے تھے اور بیت اللہ شریف میں یعنی مسجد حرام میں داخلہ کے وقت خود اتار دیا تھا اور عمامہ پہن لیا تھا
لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ لباس سفید افضل ہے مگر عمامہ سیاہ بھی جائز ہے، خصوصاً خطبہ کے
وقت سارے کپڑے کالے پہننا خصوصاً محرم میں روافض سے تشبیہ ہے۔ (از مرقات مع زیادت) (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲)

(788) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَتْ أُنْظَرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ، قَدْ أَرْنَحَى
ظَرْفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.
حضرت ابوسعید عمرو بن حرث رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے گویا کہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا آپ کے سر
اقدس پر سیاہ دستار بندھی تھی آپ نے اس کے دونوں
کناروں کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا۔

وَلِي رَوَايَةٍ لَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءٌ۔ اور ان کی ایک روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ نے سیاہ دستار لی ہوئی تھی۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب جواز دخول مكة بغير احرام: ج ۳ ص ۱۱۲، رقم: ۲۲۴۸ الاصاب للبيهقي: باب في العمامة: ج ۱ ص ۲۰۶، رقم: ۵۱۲ سنن ابوداؤد: باب في العمامة: ج ۳ ص ۱۵، رقم: ۳۰۴۹ سنن ابن ماجه: باب لبس العمامة: ج ۲ ص ۱۲۲، رقم: ۲۸۲۱ مصنف ابن أبي شيبة: باب في ارجاء العمامة بين الكتفين: ج ۸ ص ۲۲۹، رقم: ۲۵۲۸۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: کہ ایک یہ کہ خطبہ و نماز عمامہ سے بہتر ہے۔ ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ عمامہ کی نماز ستر نمازوں سے افضل ہے۔ دوسرے یہ کہ سیاہ عمامہ بھی سنت ہے۔ تیسرے یہ کہ بغیر شملہ کا عمامہ سنت کے خلاف ہے، شملہ ضرور چاہیے۔ چوتھے یہ کہ عمامہ کے دو شملے ہونا افضل ہیں اور دونوں پشت پر پڑے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ سات ہاتھ کا تھا اور شملہ ایک بالشت سے کچھ زیادہ، امیر معاویہ اور حضرت ابودرداء اکثر سیاہ عمامہ باندھتے تھے، اسی سنت کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمان ابن عوف کے سیاہ عمامہ باندھا تھا یہ واقعہ جو یہاں مذکور ہوا آپ کے مرض وفات کے خطبہ کا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۶۳۶)

عمامہ کے فضائل

عمامہ شریف ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بہت ہی پیاری سنت ہے۔ ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ سر اقدس پر اپنی مبارک ٹوپی پر عمامہ مبارکہ کو سجا کر رکھا۔ امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں عمامہ سنت متواترہ دائمہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۶، ص ۲۰۸، ۲۰۹)

تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آٹھ ۸ ارشادات

(۱) عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر (۷۰) رکعتوں سے افضل ہیں۔

(فردوس الاخبار، باب الرءاء، فصل رکعتان، الحدیث ۳۰۵۲، ج ۳، ص ۳۱۰)

(۲) عمامہ کے ساتھ نماز دس ۱۰ ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔ (فردوس الاخبار، باب الصاد، الحدیث ۳۶۲۱، ج ۲، ص ۳۱)

(۳) بے شک اللہ عزوجل اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے دن عمامہ والوں پر۔

(الجامع الصغیر، حرف الحمز، الحدیث ۱۸۱۷، ص ۱۱۳)

(۴) ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر بیچ پر کہ مسلمان اپنے سر پر دیگا اس پر روز قیامت ایک نور عطا کیا جائیگا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الحدیث ۴۳۴۰، ج ۸، ص ۱۳۷)

(۵) عمامہ باندھو تمہارا حلم بڑھے گا۔ (المسند رک، کتاب اللباس، باب اعتموا ازوادا حلما، الحدیث ۷۴۸۸، ج ۵، ص ۲۷۲)

(۶) عمامہ مسلمانوں کا وقار اور عرب کی عزت ہے تو جب عرب عمامہ اتار دیجئے اپنی عزت اتار دیتے۔

(فردوس الاخبار، باب العین، الحدیث ۳۱۱۱، ج ۲، ص ۹۱)

(۷) تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عمامہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں۔

(کنز العمال، کتاب المعیشتہ والعادات، باب آداب التعمم، الحدیث ۳۱۹۰۶، ج ۱۵، ص ۲۰۵)

(۸) عمامہ کیساتھ ایک جمعہ بغیر عمامہ کے ستر (۷۰) جمعہ کے برابر ہے۔

(فردوس الاخبار، باب التعمم، الحدیث ۲۳۹۳، ج ۱، ص ۲۲۸)

حکایت

حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ماجد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور حاضر ہوا وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے تو میری طرف التفات کر کے فرمایا: تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں! فرمایا: اسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیر لے گا، اے فرزند عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ باندھنے والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۶، ص ۲۱۵)

عمامہ مبارک کے بیچ سیدھی جانب ہونے چاہیں چنانچہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولینا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن عمامہ شریف اس طرح باندھتے کہ شملہ مبارک سیدھے شانہ پر رہتا۔ نیز باندھتے وقت اسکی گردش بائیں (یعنی اگلے) ہاتھ سے فرماتے جبکہ سیدھا ہاتھ مبارک پیشانی پر رکھتے اور اسی سے ہر بیچ کی گرفت فرماتے۔

(حیات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ، ج ۱، ص ۱۴۴)

عمامہ کے آداب

(۱) عمامہ سات ۷ ہاتھ (ساڑھے تین گز) سے چھوٹا نہ ہو اور بارہ ۱۲ ہاتھ (چھ گز سے بڑا نہ ہو)۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب التلباس تحت الحدیث ۴۳۴۰، ج ۸، ص ۱۴۸)

(۲) عمامہ کے شملے کی مقدار کم از کم چار انگل اور زیادہ سے زیادہ اتنا ہو کہ بیٹھنے میں نہ دے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۲۲، ص ۱۸۲، بہار شریعت، حصہ ۱۶، عمامہ کا بیان، ج ۳، ص ۵۵)

(۳) عمامہ اتارتے وقت بھی ایک ایک کر کے بیچ کھولنا چاہیے۔ عمامہ قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑے کھڑے باندھے۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الکراہیۃ، باب التوسع فی التلباس... الخ، ج ۵، ص ۲۳۰)

اے ہمارے پیارے اللہ! عزوجل ہمیں عمامہ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما مین بجاہ النبی الامین صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

(789) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ:

كُنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ
الْوَابِ بَيْضِ السَّخُولِيَّةِ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهَا
قَبِيضٌ وَلَا عِمَامَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."السَّخُولِيَّةُ بِفَتْحِ السِّدْنِ وَضَمِّ الْحَاءِ
الْمُهْمَلَتَيْنِ: ثِيَابٌ تُنْسَبُ إِلَى سَخُولٍ: قَرْيَةٍ
بِالْيَمَنِ وَالْكُرْسُفُ: الْقُطْنُ."حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ محول کے بنے ہوئے تین سفید کپڑوں
میں کفن دیے گئے۔ ان میں قمیص تھی نہ دستار۔(متفق علیہ)
السَّخُولِيَّةُ: سین پر زبر اور پیش اور حاکم پر پیش
کے ساتھ یمن کی ایک بستی کا نام محول ہے اس کی طرف
منسوب کپڑے کو کہتے ہیں۔ الْكُرْسُفُ: روئی کو کہتے
ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الکفن بغیر قمیص ج ۲ ص ۶۶، رقم: ۱۲۶۱ صحیح مسلم: باب فی کفن المیت ج ۳ ص ۳۹، رقم: ۲۱۲۲ السنن الصغریٰ: باب التکفین والتغیط ج ۱ ص ۲۲۲، رقم: ۱۰۵۸ البیہقی لابن الجارود: کتاب الجنائز ج ۱ ص ۱۲، رقم: ۵۲۱ سنن ابوداؤد: باب فی الکفن ج ۳ ص ۱۶۸، رقم: ۲۱۵۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سوئی یعنی سفید کپڑے کا کفن دیا گیا یہی سنت ہے، اونی یا ریشمیں کفن سنت کے خلاف ہے
بلکہ مرد کے لیے ریشمیں کفن حرام ہے۔ یہاں قمیص سے سلی ہوئی قمیص مراد ہے جو زندگی میں پہنی جاتی ہے کفن کی قمیص مراد
نہیں کہ وہ تو سنت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل کے وقت قمیص اتار لی گئی تھی، لہذا یہ حدیث حضرت جابر ابن سمرہ کی
اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا: قمیص، ازار اور لفافہ کہ وہاں
کفن کی قمیص مراد ہے۔ عمامہ کے متعلق بعض علماء نے اس کے معنی کیے ہیں کہ ان تین میں عمامہ نہ تھا بلکہ عمامہ ان کے علاوہ
تھا، اس بناء پر مشائخ، علماء، صوفیاء کے کفن میں عمامہ دینا مستحب ہے۔ واللہ اعلم! (مراۃ النجیح، ج ۲، ص ۸۵۹)

(790) وَ عَنْهَا، قَالَتْ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ -

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ وَعَلَيْهِ مِرْطٌ
مَرَجَلٌ مِنْ شَعْرِ أَسْوَدَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. الْمِرْطُ
بِكَسْرِ الْمِيمِ: وَهُوَ كَسَاءٌ وَالْمَرَجَلُ بِالْحَاءِ
الْمُهْمَلَةِ: هُوَ الَّذِي فِيهِ صُورَةُ رِحَالِ الْإِبِلِ وَهِيَ
الْأُكُورُ.انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک صبح اس
طرح نکلے کہ آپ پر سیاہ بالوں سے بنی ہوئی چادر تھی
اس پر کجاووں کی تصویریں تھیں۔ الْمِرْطُ: میم پر زیر
کے ساتھ بمعنی چادر۔ الْمَرَجَلُ: حاکم کے ساتھ کپڑا
جس میں کجاوے کی تصویریں بنی ہوں۔تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب التواضع فی اللباس والاقتصار علی الغلیظ منه ج ۱ ص ۱۳۵، رقم: ۵۵۶۶ الادب
لسبیلہ: باب من اختار التواضع فی اللباس ج ۱ ص ۲۴۲، رقم: ۳۹۱ سنن ابوداؤد: باب فی لبس الصوف ج ۲ ص ۸، رقم: ۴۰۳۳)

مصنف ابن ابی شیبہ فضائل علی بن ابی طالب ج ۱۲ ص ۶۲ رقم: ۲۲۶۱۸

شرح حدیث: صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

اون اور بالوں کے کپڑے انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ سب سے پہلے سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کپڑے پہنے۔ حدیث میں ہے کہ اون کے کپڑے پہن کر اپنے دلوں کو منور کرو کہ یہ دنیا میں مذلت ہے اور آخرت میں نور ہے۔ (الفتاویٰ الحمیدیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب التاسع فی اللبس، ج ۵ ص ۳۲۳)

اور صوف یعنی اون کے کپڑے، اولیائے کاملین اور بزرگان دین نے پہنے اور ان کو صوفی کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صوف یعنی اون کے کپڑے پہنتے تھے۔ اگرچہ ان کے جسم پر کالی کالی ہوتی، مگر دل مخزن انوار الہی اور معدن اسرار نامتناہی ہوتا، مگر اس زمانے میں اون کے کپڑے بہت بیش قیمت ہوتے ہیں اور ان کا شمار لباس ہائے فاخرہ میں ہوتا ہے، یہ چیزیں فقرا اور غربا کو کہاں ملیں، انھیں تو اسرار و سوا استعمال کرتے ہیں۔

فقہاء اور حدیث کا مقصد غالباً ان بیش قیمت اونی کپڑوں سے پورا نہ ہوگا، بلکہ وہی معمولی دیسی کپڑے جو کم وقعت سمجھے جاتے ہیں، ان کے استعمال سے وہ بات پوری ہوگی۔ (بہار شریعت حصہ شانزدہم (۱۶) ص ۴۱۶)

(791) وَعَنِ الْمُبَيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي مَسِيرٍ، فَقَالَ لِي: "أَمْعَكَ مَاءً؟ قُلْتُ: نَعَمْ، فَانْزَلَ عَنِّي زَاجِلَتَهُ فَمَشَى حَتَّى تَوَارَى فِي سَوَادِ اللَّيْلِ، ثُمَّ جَاءَ فَأَفْرَعْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْإِذَاوَةِ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَعَلِيهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتَّى أَخْرَجَهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ، فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ أَهْوَيْتُ لِأَنْزَعِ خُفَّيْهِ، فَقَالَ: "دَعْهُمَا فَإِنَّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سفر کے دوران ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا آپ نے مجھے فرمایا کیا تیرے پاس پانی ہے میں نے عرض کیا: جی ہاں تو آپ سواری سے اترے اور چلتے رہے حتیٰ کہ رات کی تاریکی میں چھپ گئے پھر آئے میں نے آپ پر برتن سے پانی انڈیلا تو آپ نے چہرہ دھویا آپ پر اونی جبہ تھا آپ اپنے بازوؤں کو اس میں سے نہ نکال سکے تو جبہ کے نیچے سے ان کو نکالا پھر اپنے بازو دھوئے اور اپنے سر کا مسح کیا پھر میں آپ کے موزے اتارنے کے لیے جھکا تو آپ نے فرمایا رہنے دو میں نے ان کو پاکی کی حالت میں پہنا تھا۔ اور ان کے اوپر مسح کر لیا۔ (متفق علیہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ پر تنگ آستینوں والا شامی جبہ تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ غزوہ

وَفِي رِوَايَةٍ: وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةٌ الْكُمَيْنِ. وَفِي رِوَايَةٍ: أَنَّ هَذِهِ الْقَضِيَّةَ كَانَتْ فِي

تبوک کا تھا۔

عَزَّوَجَلَّ تَبُوكَ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا دخل رجله وها طاهران، ج ۱ ص ۵۲، رقم: ۲۰۶، صحیح مسلم، باب المسح علی الخفین، ج ۱ ص ۱۵۸، رقم: ۱۵۴، مسند امام احمد، حدیث المغيرة بن شعبه، ج ۳ ص ۲۵۱، رقم: ۱۸۲۲۱، سنن الدارمی، باب فی المسح علی الخفین، ج ۱ ص ۱۱۴، رقم: ۱۳، سنن الکبیری للبیہقی، باب رخصة المسح لمن لبس الخفین علی الطهارة، ج ۱ ص ۲۸۱، رقم: ۱۲۴۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(میں نے آپ پر برتن سے پانی انڈیلا) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ وضو میں دوسرے سے مدد لینا سنت سے ثابت ہے۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کو اس طرح وضو کرانا کہ لوٹا خادم کے ہاتھ میں ہو سنت صحابہ ہے۔ خیال رہے کہ یہاں کلی اور ناک میں پانی کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ یہ دونوں چہرے میں داخل ہیں۔

(آپ پر اونی جہہ تھا) پشمینہ اور انکے لباس پہننا جو کہ صوفیائے کرام کا طریقہ ہے، اسی لئے انہیں صوفی کہا جاتا ہے (صوف والے)۔ اس کا ماخذ یہ حدیث ہے حضور کی آستین خوب کشادہ ہوتی تھیں یہ تنگ آستینوں والا جبہ کسی جہاد میں غلیظ آیا ہوگا۔ یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کفار کے بنائے ہوئے کپڑے اور دوسرے ملک کی وضع کا لباس پہننا جائز ہے، ان کپڑوں پر خواجواہ ناپاک ہونے کا وہم نہ کرو۔ حضرت عمر فاروق نے خیرہ کے حلے پہننے سے ممانعت فرمائی اور فرمایا سنا گیا ہے کہ وہ لوگ کپڑے پیشاب سے دھوتے ہیں، ابی ابن کعب نے عرض کیا کہ عہد نبوی میں یہ جوڑے ہم نے بھی پہنے ہیں اور حضور نے بھی تب آپ نے اپنا حکم واپس لیا۔ دوسری قوم کا لباس پہننا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ کفار یا فساق کی علامت نہ ہو۔

(تو جبہ کے نیچے سے ان کو نکالا) نیچے قمیض اور تہبند بھی تھا، ورنہ بے پردگی ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیک وقت کرتہ واسکت اچکن وغیرہ چند کپڑے پہننا جائز ہے۔

پیشانی سے مراد سر کا اگلا چوتھائی حصہ ہے کہ یہ عموماً پیشانی کی بقدر ہی ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ حضور ہمیشہ پورے سر کا مسح ہی کرتے تھے۔ چہارم سر کا مسح اس حدیث سے ثابت ہے یہ فرض اور وہ سنت۔ سرکار نے عمامہ پر مسح نہیں کیا تھا، بلکہ اسے پکڑا تھا تا کہ گرنہ جائے، حضرت مغیرہ اسے مسح سمجھے۔ لہذا یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے خلاف نہیں کہ آپ نے فرمایا عمامہ پر مسح جائز نہیں۔ جب تک کہ سر پر ہاتھ نہ پھیرا۔ (مرقاۃ)

(اور ان کے اوپر مسح کر لیا) یعنی پہلے وضو کر لیا، پھر موزے پہنے ہیں۔ خیال رہے کہ اگر کوئی شخص پہلے پاؤں دھو کر موزے پہن لے پھر وضو کے باقی اعضاء دھوئے تب بھی جائز ہے۔ اس حدیث سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ فرمایا موزے پہنتے وقت میرا پاؤں پاک تھے۔ یہ نہ فرمایا کہ میں با وضو تھا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۵۹)

موزوں پر مسح کرنے کے مسائل

جو شخص موزہ پہنے ہوئے ہو وہ اگر وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح کرے جائز ہے اور بہتر پاؤں دھونا ہے بشرطیکہ مسح جائز سمجھے۔ اور اس کے جواز میں بکثرت حدیثیں آئی ہیں جو قریب قریب تواتر کے ہیں، اسی لیے امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو اس کو جائز نہ جانے اس کے کافر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ امام شیخ الاسلام فرماتے ہیں جو اسے جائز نہ مانے گمراہ ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہلسنت وجماعت کی علامت دریافت کی گئی فرمایا:

تَفْضِيلُ الشَّيْخَيْنِ وَحُبُّ الْخَتَمَيْنِ وَمَسْحُ الْخُفَيْنِ

یعنی حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق و امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تمام صحابہ سے بزرگ جاننا اور امیر المومنین عثمان غنی و امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھنا اور موزوں پر مسح کرنا۔

(غنیۃ المستملی، فصل فی المسح علی الخفین، ص ۱۰۴)

اور ان تینوں باتوں کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ حضرت کوفہ میں تشریف فرما تھے اور وہاں رافضیوں ہی کی کثرت تھی تو وہی علامات ارشاد فرمائیں جو ان کا رد ہیں۔ اس روایت کے یہ معنی نہیں کہ صرف ان تین باتوں کا پایا جانا سنی ہونے کے لیے کافی ہے۔ علامت شے میں پائی جاتی ہے، شے لازم علامت نہیں ہوتی جیسے حدیث صحیح بخاری شریف میں وہابیہ کی علامت فرمائی: ((سَيَمَّا هُمْ التَّحْلِيْقُ)) ان کی علامت سر منڈانا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قراءة الفاجر... إلخ، الحدیث: ۵۶۲، ج ۴، ص ۵۹۹)

اس کے یہ معنی نہیں کہ سر منڈانا ہی وہابی ہونے کے لیے کافی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اس کے جواز پر کچھ خدشہ نہیں کہ اس میں چالیس صحابہ سے مجھ کو حدیثیں پہنچیں۔

(غنیۃ المستملی، فصل فی المسح علی الخفین، ص ۱۰۴)

مسئلہ ۱: جس پر غسل فرض ہے وہ موزوں پر مسح نہیں کر سکتا۔ (الدر المختار، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الخفین، ج ۱، ص ۴۹۵)

مسئلہ ۲: عورتیں بھی مسح کر سکتی ہیں۔ (الفتاویٰ المندیۃ، الباب الخامس فی المسح علی الخفین، الفصل الثانی، ج ۳، ص ۳۶)

118- بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقَمِيصِ

قمیص پہننا مستحب ہے

حضرت ام سلمہ ؓ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پیاری قمیص تھی۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

(792) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ أَحَبُّ الْبِطْيَابِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيصُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ."

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی القميص، ج ۲، ص ۶۷، رقم: ۴۰۲۷، سنن ترمذی، باب ما جاء فی قميص، ج ۲، ص ۶۷، رقم: ۴۰۲۷)

ج ۲، ص ۲۲، رقم: ۱۶۱، سنن النسائی الکبیری: باب لبس القميص: ج ۲، ص ۳۸۲، رقم: ۱۶۱۸

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ثیاب جمع ہے ثوب کی، پہننے کے کپڑے کو ثوب کہا جاتا ہے خواہ سلا ہوا ہو یا بغیر سلا لہذا بے سلا تہبند بھی ثوب ہے اور سلا ہوا یا نجامہ کرتا بھی ثوب۔

قمیض سے مراد سوتی قمیض ہے حریر ریشم تو مرد کو حرام ہے اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی ادنیٰ قمیض نہیں پہنی کہ یہ بدن میں چبھتی ہے اور پسینہ میں بودتی ہے۔ قمیض کے پسند ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ بدن سے چمٹی رہتی ہے بدن سے سرکتی نہیں، نماز میں اسے بار بار چڑھانا نہیں پڑتا جیسا کہ چادر اوڑھنے کی حالت میں ہوتا ہے۔ حضور کی قمیض میں گریبان نہ ہوتا تھا بلکہ دو طرفہ کندھوں پر چاک کھلے ہوتے تھے جیسے کہ احادیث میں وارد ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۵۹)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قمیض کے متعلق فرماتے ہیں:

(۱) قمیض مبارک نیم سابق تک تھا۔

مواہب شریف میں ہے:

کان ذیل قمیصہ وردانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی انصاف الساقین۔

(المواہب اللہینہ المقصد الثالث النوع الثانی کتب اسلامی بیروت ۲/۳۲۸)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قمیض مبارک کا دامن اور چادر مبارک یعنی تہبند یہ دونوں آدھی پنڈلیوں تک ہوا کرتے تھے۔ (ت)

حاکم نے صحیح اور ابوالشیخ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبس قمیصا وکان فوق الکعبین۔

(المستدرک للحاکم کتاب اللباس دار الفکر بیروت ۳/۱۹۵)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایسا کرتہ زیب تن فرمایا جو ٹخنوں سے اوپر تک زرا لمبا تھا (ت)۔

اور کم طول کا بھی وارد ہے بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

کان لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قمیص من قطن قصیر الطول قصیر الکم۔

(شعب الایمان حدیث ۶۱۶۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/۱۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک ایسا سوتی کرتہ تھا جس کا طول کم اور آستین مختصر تھی۔ (ت)

گر بیان مبارک سینہ اقدس پر تھا۔ اشعہ اللمعات میں ہے:

جیب قمیص آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر سینہ مبارک وئے بود چنانکہ احادیث بیسار بر آں دلالت دارد
و علمائے حدیث تحقیق اس نمودہ اند۔

(اشعہ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۳/ ۵۴۴)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قمیص مبارک کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا۔ چنانچہ بہت سی
احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور محدثین حضرات نے اس کی تحقیق کی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

(اشعہ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۳/ ۵۴۴)

تحقیق یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک کرتے کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا۔ (ت)
دامن کے چاک کھلے ہونا ثابت ہے کہ ان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ تھی اور گوٹ کھلے ہوئے چاکوں پر لگاتے ہیں۔
صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

انھا اخرجت جبة طيالة كسروانية لها البنة ديباج و فراجها مكفوفين بالديباج۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس ۲/ ۱۹۰ و سنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲/ ۲۰۵)

سیدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک طیاسی کسروانی جہ (لوگوں کو
دکھانے کے لئے) باہر نکالا جس کے گریبان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ لگی ہوئی تھی اور اس کی دونوں اطراف
ریشم گھری ہوئی تھیں۔ (ت) (مناوی رضویہ، ج ۲۲، ص ۱۵)

محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر ادا سے محبت، اس کی رفتار سے محبت، اسکی گفتار
سے محبت، اس کے لباس و طعام سے محبت، غرض اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے۔

حضرت عبیدہ بن جریح نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے دیکھا آپ بیل کے دباغت کئے ہوئے
چمڑے کا بے بال جوتا پہنتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
کو دیکھا کہ آپ ایسا ہی جوتا پہنتا کرتے تھے جس میں بال نہ ہوں اسی لئے میں بھی ایسا ہی جوتا پہننا پسند کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الرجلین..... الخ، الحدیث ۸۲۶، ج ۱، ص ۸۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کھانے

کی دعوت کی میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گیا، جو کی روٹی اور شوربا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لایا گیا جس میں کدو اور خشک کیا ہوا نمکین گوشت تھا، کھانے کے دوران میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ پیالے کے کناروں سے کدو کی قاشیں تلاش کر رہے ہیں، اسی لئے میں اس دن سے کدو پسند کرنے لگا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الذبابة، الحدیث ۵۲۳۳، ج ۳، ص ۵۳۶)

امام ابو یوسف (شاگرد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے سامنے اس روایت کا ذکر آیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کدو پسند فرماتے تھے، مجلس کے ایک شخص نے کہا: لیکن مجھے پسند نہیں یہ سنکر امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا: جَذِّدَ الْإِيْمَانَ وَالْأَقْسَلُ لَكَ تَجْدِيدَ إِيْمَانٍ كَرِهَ، ورنہ تم کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔

(الفتاویٰ القاضی، باب الثانی، فصل فی علامۃ محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲، ص ۵۱)

قمیص آستین اور ازار کی لمبائی اور عمامے کا

کنارہ ان میں سے کوئی چیز تکبر کے

طور پر لٹکانے تو حرام ہے اور بغیر تکبر

لٹکانے تو مکروہ ہے

119- بَابُ صِفَةِ طُولِ الْقَمِيصِ وَالْكَمِيَّةِ

وَالْإِزَارِ وَطَرَفِ الْعِمَامَةِ وَتَحْرِيمِ اسْبَالِ

شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ عَلَى سَبِيلِ الْخِيَلَاءِ

وَكَرَاهِيَتِهِ مِنْ غَيْرِ خِيَلَاءٍ

(793) عَنْ أَنَسٍ عَنْ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيِّ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ كُمٌ قَمِيصٌ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الرُّسُجِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

وَالرُّؤَيْمِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ."

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قمیص کی آستین

ہاتھ کی کلائی کے جوڑ تک تھی۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی

نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب ما جاء فی القميص، ج ۶، ص ۶۶، رقم: ۴۰۲۹، سنن ترمذی، باب ما جاء فی اقلص

ج ۶، ص ۲۲۸، رقم: ۱۶۶۵، سنن النسائی الکبیری، باب لبس القميص، ج ۵، ص ۲۸۱، رقم: ۹۶۶۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

لہذا سنت یہ ہے کہ قمیص کی آستینیں نہ تو کلائی سے اوپر ہوں نہ نیچے یعنی ہتھیلی یا انگلیوں تک۔ جن روایات میں

ہے کہ حضور انور کی آستینیں انگلیوں تک ہوتی تھیں وہاں جبہ کی آستینیں مراد ہیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ جبہ کی

آستینیں دراز ہوتی تھیں قمیص کی آستینیں چھوٹی، آج کل قمیص کی آستینیں آدھی کلائی تک بعض لوگ رکھتے ہیں یہ سنت کے

خلاف ہے۔ شلو کے یا واسکٹ کی آستینیں بازو تک ہوتی ہیں یا بالکل نہیں ہوتیں یہ بھی جائز ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۵۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی

(794) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خِيَلًا لَمْ يَنْظُرِ اللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْعِزَّةِ لَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ إِزَارِي يَسْتَرْجِي إِلَّا أَنْ اتَّعَاهَدَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ لَسْتَ بِمَنْ يَفْعَلُهُ خِيَلًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوَى مُسْلِمٌ بَعْضَهُ.

اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنا کپڑا تکبر کے طور پر زمین پر گھسیٹا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا، حضرت ابو بکر نے عرض کیا: یا رسول اللہ میرا تہ بند لٹک جاتا ہے، لیکن اگر میں اس کا خیال رکھوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ان میں سے نہیں جو یہ تکبر سے ایسا کرتے ہیں۔ اسے بخاری نے روایت کیا اور مسلم نے اس کی بعض حصہ روایت کیا ہے۔

مخرج الحديث: (صحيح بخاری، باب من جر ازاره غير خيلاء، ج، ص ۱۳۱، رقم: ۵۰۸۷، صحيح مسلم، باب تعريضه، ج، ص ۱۳۲، رقم: ۵۰۸۸، الاصاب للبيهقي، باب في اسبال الازار، ج، ص ۲۰۲، رقم: ۵۰۸، سنن ابو داود، باب ما جاء في اسبال الازار، ج، ص ۲۰۲، رقم: ۵۰۸، سنن ترمذي، باب ما جاء في جر ذيول النساء، ج، ص ۲۱۲، رقم: ۱۶۲۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: کپڑے سے مراد تہ بند یا پانچامہ ہے اور نیچے سے مراد ٹخنوں کے نیچے ہے۔ تکبر افرما کر اشارہ کیا گیا کہ فیشن یا فخر کے لیے یہ حرکت مکروہ تحریمی ہے، بے خیالی میں نیچے ہو جانا اتنا سخت ممنوع نہیں جیسا کہ آئندہ مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔ غرضیکہ ان قیود سے بہت مسائل معلوم ہوئے۔

(نظر رحمت نہیں فرمائے گا) یعنی نظر رحمت، نظر کرم و عنایت نہ فرمائے گا۔ اس کی شرح پہلے ہو چکی۔ (یا رسول اللہ میرا تہ بند لٹک جاتا ہے) یعنی میں خود تو نہیں لٹکاتا بلکہ تہ بند خود ہی لٹک جاتا ہے شکم کسی قدر بھاری ہے اس لیے پیٹ سے سرک جاتا ہے نہ ارادہ ہے نہ غرور۔

(تم ان میں سے نہیں جو یہ تکبر سے ایسا کرتے ہیں) یعنی ہم نے تکبر و غرور سے تہ بند نیچا رکھنے سے ممانعت کی ہے تم کو غرور سے دور کا بھی تعلق نہیں اور پھر قصد الککاتے بھی نہیں لہذا تم اس حکم کی زد میں نہیں آتے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۱۳)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں اپنا کپڑا لٹکانے کے متعلق فرماتے ہیں: اور اگر بوجہ تکبر نہیں تو بحکم ظاہر احادیث مردوں کو بھی جائز ہے۔ لا باس به كما يرشك اليه التقيد بالبطر والمخيلة۔

تو اس میں کچھ حرج نہیں جیسا کہ اس کی طرف البطر والمخيلة (اترانا اور تکبر کرنا) کی قید لگانا تمھاری راہنمائی کر رہا ہے۔ (ت)

حضرت ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! میری ازار ایک جانب سے

لنگ جاتی ہے۔ فرمایا: تو ان میں سے نہیں ہے جو ایسا براہ تکبر کرتا ہو۔

اخرج البخاری فی صحیحہ قال حدثنا احمد بن یونس قذکر باسنادہ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من جر ثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیمة فقال ابوبکر یرسل اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احد شقی الازاری یسترخی الا ان اتعاہد ذلک منہ فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لست من یصنعه خیلاء اب قلت وبنحوہ روی

ابوداؤد والنسائی۔ (اصح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۶۰)

امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کی تخریج فرمائی۔ فرمایا ہم سے احمد ابن یونس نے بیان کیا۔ پھر اس کی اسناد سے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور نے فرمایا: جس شخص نے ازار اہ تکبر کپڑا لٹکایا اور نیچے گھسیٹا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرا تہبند ایک طرف نیچے لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کی پوری حفاظت کرتا ہوں (یعنی حفاظت میں ذرا سی کوتاہی یا لاپرواہی ہو جائے تو تہبند ایک طرف لٹک جاتا ہے) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو طرز تکبر سے ایسا کرتے ہیں (یعنی علت تکبر نہ ہونے کی وجہ سے تمہارے ازار کے لٹک جانے سے کوئی حرج نہیں قلت) (میں کہتا ہوں) اسی کی مثل ابوداؤد اور نسائی نے بھی روایت کی ہے۔ (ت)

حدیث بخاری ونسائی میں کہ: ما اسفل الکعبین من الازار ففی النار۔

(اصح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۶۱)

ازار کا جو حصہ لٹک کاٹخنوں سے نیچے ہو گیا وہ آگ میں ہوگا۔ (ت)

اور حدیث طویل مسلم و ابوداؤد میں:

ثلاثة لا یکلمہم اللہ یوم القیمة ولا ینظر الیہم ولا یزکیہم ولہم عذاب الیم المسبل والمنان والمنفق سلعتہ بالحلف الکاذب۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلط تحریم اسبال الازار قدیمی کتب خانہ کراچی

۷۱/۱) (سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب ما جاء فی اسبال الازار آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۹)

تین شخص (یعنی تین قسم کے لوگ) ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن نہ تو انہیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا: (۱) ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا (۲) احسان جتلانے والا (۳) جھوٹی قسم کھا کر اپنے اسباب کو رائج کر نیوالا (یعنی فروغ دینے والا ہے) (ت)

علی الاطلاق وارد ہوا کہ اس سے یہی صورت مراد ہے کہ تکبر اسبال کرتا ہو ورنہ ہر گز یہ وعید شدید اس پر وارد نہیں۔ مگر

علماء در صورت عدم تکبر حکم کراہت تنزیہی دیتے ہیں:

فی الفتاویٰ العالمگیری اسبال الرجل ازارہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلا عقیہ
کراہۃ تنزیہ کذا فی الغرائب۔ (فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب السابع لورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۳)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے مرد کا اپنے ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر بوجہ تکبر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اسی طرح غرائب میں ہے۔ (ت)

باجملہ اسبال اگر براہ عجب و تکبر ہے حرام ورنہ مکروہ اور خلاف اولیٰ، نہ حرام مستحق وعید، اور یہ بھی اسی صورت میں ہے کہ پانچے جانب پاشنہ نیچے ہوں، اور اگر اس طرف کعبین سے بلند ہیں گو پنجہ کی جانب پشت پا پر ہوں ہرگز کچھ مضائقہ نہیں۔ اس طرح کالٹکانا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

روی ابو داؤد فی سننہ قال حدثنا مسدد نا یحییٰ عن محمد بن ابن یحییٰ حدثنی عکرمۃ انه رای ابن عباس یاتزر فیضع حاشیۃ ازارہ من مقدمہ علی ظہر قدمہ ویرفعہ مؤخرۃ قلت لم تاتزر هذه الازارۃ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاتزرها قلت ورجال الحدیث کلہم ثقات عدول ممن یروی عنہم البخاری کمال یخفی علی الفطن الباہر بالفن۔

(سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب ما جاء فی الکبر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰)

امام ابو داؤد نے اپنی کتاب سنن ابو داؤد میں روایت فرمائی ہے کہ ہم سے مسدد نے بیان کیا اس سے سنی نے اس نے محمد بن ابی یحییٰ سے روایت کی ہے اس نے کہا مجھ سے عکرمہ تابعی نے بیان فرمایا اس نے ابن عباس کو دیکھا کہ جب ازار باندھتے تو اپنی ازار کی اگلی جانب کو اپنے قدم کی پشت پر رکھتے اور پچھلے حصہ کو اونچا اور بلند رکھتے۔ میں نے عرض کی آپ اس طرح تہبند کیوں باندھتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح ازار باندھتے دیکھا ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں) حدیث کے تمام رواۃ ثقہ (معتبر) اور عادل ہیں۔ ان سے امام بخاری روایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ذہین۔ فہیم اور ماہر فن پر پوشیدہ نہیں۔ (ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:
ازیں جا معلوم شود کہ بلندداشتن ازار از جانب پس کافی ست در عدم اسبال۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس فصل ۳ مکتبہ نوری رضویہ سکھ پکستان ۳/ ۵۵۶)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازار کو پچھلی جانب یعنی ٹخنوں کی طرف سے اونچا اور بلند رکھنا عدم اسبال (یعنی نہ لٹکانا) میں کافی ہے۔ اھ (ت)

ہاں اس میں شبہہ نہیں کہ نصف ساق تک پانچوں کا ہونا بہتر و عزیمت ہے اکثر ازار پر انوار سیدالابرار صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم پہن تک ہوتی تھی۔

لی صحیح مسلم حدیث ابو الطاهر قال انا ابن وهب قال اخبرني حريز بن محمد عن محمد بن عبد الله ارفع ازارك فرفعتہ ثم قل زد فزدت فزالت اتجرها بعد فقال بعض القوم الى ابن فقال انصاف السائقين۔ ولي حديث ابن سعيد بن الخديري مباد رواه ابو داود وابن ماجه قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول ازاره المؤمن الى انصاف ساقيه۔ الحديث

(۱۔ صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم جراثیم خیار الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۵) (۲۔ سنن ابن ماجہ کتاب اللباس موضع الازار

ابن ہوامج ۱۔ ام سعید کہنی کراچی ص ۲۶۳)

صحیح مسلم شریف میں ہے: مجھ سے ابو طاہر نے بیان کیا اس نے کہا مجھے ابن وہب نے بتایا، اس نے کہا مجھے عمر بن محمد نے حضرت عبد اللہ کے حوالے سے بتایا (ان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تھا) اپنا ازار پر کیجئے، میں نے اوپر کیا۔ پھر فرمایا مزید اوپر کیجئے، پھر اس کے بعد ہمیشہ میں اسے کھینچتا رہا، پھر لوگوں نے پوچھا آپ کس حد تک اوپر کرتے رہے؟ ارشاد فرمایا دو پنڈلیوں کے نصف تک۔ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آیا ہے جو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت فرمائی۔ راوی نے فرمایا میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ مسلمانوں کا تہبند دونوں پنڈلیوں کے نصف تک ہونا چاہئے۔ الحدیث (ت)

امام نووی فرماتے ہیں:

فالمستحب نصف الساقين والجائز بلا كراهة ما تحته الى الكعبين في الفتاوى العالمية
ينبغي ان يكون الازار فوق الكعبين الى نصف الساق والله تعالى اعلم۔

(شرح اصح مسلم للنووی کتاب اللباس باب تحریم جراثیم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۵) (فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب

الساہل لوبرانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۳)

مستحب ہے کہ ازار (تہبند) پنڈلیوں کے نصف تک ہو اور بغیر کراہت جائز ہے کہ نیچے ٹخنوں تک ہو، اور فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے کہ مناسب ہے کہ ازار ٹخنوں سے اوپر نصف پنڈلی تک ہو، اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۲۲، ص ۱۳)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر کرے نہ فرمائے گا جس نے اپنا تہبند تکبر سے

(795) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَنْظُرُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِلَى مَنْ جَزَّ إِزَارُهُ بَطَرًا مُتَفَقِّ

کھینچا۔ (متفق علیہ)

عَلَيْهِ

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من جر ثوبه من الخیلاء، ج ۱، ص ۱۳۱، رقم: ۵۷۸۸، صحیح ابن حبان، کتاب اللباس، وادابہ، ج ۱، ص ۲۹۲، رقم: ۵۷۲۷، مسوطاً امام مالک، باب ما جاء فی اسبال الرجل ثوبه، ج ۲، ص ۱۳۴، رقم: ۳۲۸۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراهیة جر الازار، ج ۳، ص ۲۲۲، رقم: ۱۷۳۰، مسند عبد اللہ بن عمر، ج ۱، ص ۱۶۹، رقم: ۵۷۱۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عرب کے رئیس لوگ شیخی میں تہبند بہت نیچا رکھتے تھے جیسے ہمارے ہاں گاؤں کے چوہدری بہت نیچے باندھتے ہیں جو زمین پر گھسٹتے ہی نجس ہو جاتے ہیں ان کے متعلق یہ وعید ہے اسی لیے بطر کی قید لگائی گئی، اگر بغیر نچر کے تہبند نیچا ہو تو یہ وعید نہیں، ہاں سنت یہ ہے کہ مرد کا تہبند یا پا جامہ ٹخنہ سے اوپر رہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۵۸)

(796) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكُعْبَيْنِ مِنَ الْأَزَارِ فِي النَّارِ وَآةُ الْبُعَارِثِ."

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہے آگ میں ہے۔ (انجام کے اعتبار سے)۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما أسفل من الكعبين فهو في النار، ج ۱، ص ۱۳۱، رقم: ۵۷۸۷، مسند امام احمد، مسند ابن ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۳۶۱، رقم: ۱۷۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ، باب موضع الازار ابن ہو، ج ۵، ص ۱۶۷، رقم: ۲۳۸۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ ٹخنے سے نیچے تہبند جہنیوں کا لباس ہے یا یہ مطلب ہے کہ وہ حصہ تہبند کا دوزخ میں جائے گا اس شخص کو ساتھ لے کر، یہ مطلب نہیں کہ تہبند تو دوزخ میں جاوے اور یہ متکبر سیدھا جنت میں، یہاں بھی تکبر شیخی فیشن کے لیے تہبند نیچا رکھنا مراد ہے۔ گزشتہ احادیث اس حدیث کی شرح ہیں اور یہ حکم مردوں کے لیے ہے عورتوں کو ٹخنہ کے نیچے تہبند رکھنا چاہیے تاکہ ان کی پنڈلی کا کوئی حصہ حتیٰ کہ ٹخنہ بھی نہ کھلے کہ یہ ستر عورت ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۶۱)

(797) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابُ الْيُمُوقَالِ: فَقَرَأَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَ أَبُو ذَرٍّ: خَابُوا وَخَسِرُوا! مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: "الْمُسْبِلُ، وَالْمَتَانُ، وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتُهُ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ وَآةُ مُسْلِمٍ."

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ روزِ حشر کلام فرمائے گا نہ نظرِ رحمت ان کی طرف فرمائے گا اور نہ ان کو ستھرا فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے یہ بات تین دفعہ دہرائی حضرت ابو ذر کہتے ہیں کہ وہ لوگ جو خسارے میں پڑے اور نامراد ہوئے وہ کون ہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: چادر لٹکانے والے احسان جتانے والے اور جھوٹی قسم

کے ساتھ مال بکوانے والے۔ (سم)

اور ان کی ایک اور روایت میں ہے "اپنے تہہ بند کو

وَلِي رِوَايَةٍ لَهُ: "الْمُسْبِلُ إِذَا رَكَ"

لنکالنے والے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب بیان غلط تحریم اسبال الازار: ج ۱، ص ۱۰۱، رقم: ۳۰۶ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب کراهیة الیمن فی البیع: ج ۵، ص ۲۶۵، رقم: ۱۰۶۴ سنن ابوداؤد: باب ما جاء فی اسبال الازار: ج ۶، ص ۱۰۰، رقم: ۳۰۸۹ سنن ابن ماجہ: باب ما جاء فی کراهیة الایمان فی الشراء والبیع: ج ۲، ص ۴۴، رقم: ۲۲۰۸ سنن الدارمی: باب فی الیمن الکاذبة: ج ۲، ص ۳۳۵، رقم: ۲۱۰۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کلام سے مراد محبت کا کلام ہے، دیکھنے سے مراد کرم کا دیکھنا ہے اور پاک فرمانے سے مراد گناہ بخشنا ہے یعنی دوسرے مسلمانوں پر یہ تینوں کرم ہوں گے مگر ان تین قسم کے لوگ ان تینوں عنایتوں سے محروم رہیں گے لہذا ان سے بچتے رہو۔
یعنی جو فیشن کے لیے ٹخنوں سے نیچا پا جامہ تہ بند استعمال کریں جیسے آجکل جاہل چودھریوں کا طریقہ ہے اور جو کسی کو کچھ صدقہ و خیرات دے کر ان کو طعنے دیں، احسان جتائیں، لوگوں میں انہیں بدنام کر دیں کہ فلاں آدمی ہمارا دست نگر رہ چکا ہے اور جو جھوٹی قسم کھا کر دھوکا دے کر مال فروخت کریں۔ (براء النانی، ج ۳، ص ۲۰۱)

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لٹکا تہ بند قمیص پگڑی سب میں ہوتا ہے جس نے ان میں کسی شے کو بطور تکبر لٹکایا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر کرم نہیں فرمائے گا۔ اسے ابوداؤد اور نسائی نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(798) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْإِسْبَالُ فِي الْأَزَارِ وَالْقَمِيصِ، وَالْعِمَامَةِ، مَنْ جَزَأَ شَيْئًا خِيَلًا لَهُ يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ زَوَاةً أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ."

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب فی قدر موضع الازار: ج ۶، ص ۱۰۲، رقم: ۳۰۶۱ السنن الکبریٰ للنسائی: باب ذکر اختلاف الفاظ الناقلین لخبر عبدالرحمن بن يعقوب: ج ۵، ص ۳۹۱، رقم: ۴۰۴۰ سنن ابن ماجہ: باب طول القميص کم هو: ج ۲، ص ۱۱۸۳، رقم: ۲۵۴۶ مصنف ابن ابی شیبہ: باب فی طول القميص کم هو: ج ۸، ص ۲۰۸، رقم: ۲۵۳۲۹)

شرح حدیث: متکبرین کی مذمت

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَنْبَشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور زمین میں اترانا نہ چل بے شک ہرگز زمین نہ چیر ڈالے گا اور ہرگز بلندی میں

پھاڑوں کو نہ پہنچے گا۔ (پ 15، بنی اسرائیل: 37)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر و بیانہ، الحدیث: ۲۶۵، ص ۶۹۳)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: کیا میں تمہیں جہنمیوں کے بارے میں خبر نہ دوں ہر سرکش، اکثر کر چلنے والا اور بڑائی چاہنے والا جہنمی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الکبر، الحدیث: ۶۰۷، ص ۵۱۳)

سرکارِ مدینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، فیضِ معجزینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے تکبر سے اپنا کپڑا گھسیٹا اللہ عز و جل قیامت کے دن اس کی طرف نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب اللہاس، باب تحریم جراثوب خیلاء، الحدیث: ۵۳۵۴، ص ۱۰۵۱، توبہ بدلہ زارہ)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ایک شخص اپنے کپڑوں میں اتراتا ہوا سر اُکڑا کر چل رہا تھا کہ اللہ عز و جل نے اسے زمین میں دھنسا دیا اب وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی رہے گا۔ (صحیح البخاری، کتاب اللہاس، باب من جرثوبہ من الخیلاء، الحدیث: ۵۷۸۹، ص ۴۹۴)

حضرت ابو جری جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے پر عملدار آمد کرتے۔ وہ جو کچھ کہتے لوگ کر گزرتے میں نے کہا یہ کون ہے لوگوں نے بتایا یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں نے: علیک السلام یا رسول اللہ دوبار کہا: آپ نے فرمایا: علیک السلام نہ کہہ یہ مردوں کا سلام ہے السلام علیک کہو۔ کہتے ہیں میں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں؟ فرمایا میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ جب تم کو مصیبت پہنچے تو اس سے دعا کرتے ہو تو وہ اس کو کھول دیتا ہو اور جب تجھ کو قحط سالی آتی ہے تو اس سے دعا کرتے ہو تو وہ اس کو تمہارے لیے سبز کر دیتا ہے اور جب صحرا جنگل میں ہو اور تمہاری سواری گم ہو جائے تو اس سے دعا کرتے ہو وہ اس کو تجھ پر لوٹا دیتا ہے۔ کہتے ہیں میں نے کہا مجھ سے وعدہ لے لیں فرمایا کسی کو گالی نہ دینا۔ اس

(799) وَعَنْ أَبِي جُرَيْجٍ جَابِرِ بْنِ سَلِيمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: رَأَيْتُ رَجُلًا يَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَأْيِهِ، لَا يَقُولُ شَيْئًا إِلَّا صَدَرُوا عَنْهُ، قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قُلْتُ: عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُولَ اللَّهِ - مَرَّتَيْنِ - قَالَ: "لَا تَقُلْ: عَلَيْكَ السَّلَامُ. عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَوْتَى، قُلْ: السَّلَامُ عَلَيْكَ" قَالَ: قُلْتُ: أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ؟ قَالَ: "أَنَا رَسُولُ اللَّهِ الَّذِي إِذَا أَصَابَكَ ضَرْفٌ فَدَعْوَتُهُ كَشَفَهُ عَنْكَ، وَإِذَا أَصَابَكَ عَامٌ سَنَةٌ فَدَعْوَتُهُ أَتْبَعَهَا لَكَ، وَإِذَا كُنْتَ بِأَرْضٍ قَفْرٍ أَوْ فَلَاحٍ فَضَلَّتْ رَأْسُكَ، فَدَعْوَتُهُ رَدَّهَا عَلَيْكَ" قَالَ: قُلْتُ: اعْهَدْ إِلَيَّ. قَالَ: "لَا تَسْبِنَ أَحَدًا" قَالَ: فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهُ حُرًّا، وَلَا عَبْدًا، وَلَا بَعِيرًا، وَلَا شَاةً وَلَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا، وَأَنْ تُكَلِّمَ

أَمَّاكَ وَأَنْتَ مُنْتَبِطٌ إِلَيْهِ وَجْهُكَ، إِنَّ ذَلِكَ مِنَ
الْمَعْرُوفِ، وَارْفَعْ إِرَاكَ إِلَى يَصِفِ الشَّيْءَ، فَإِنَّ
أَهْلَكَ لَيَأْتِي الْكَعْبَدِينَ، وَإِلَّاكَ وَاسْتَبَالَ الْإِرَارَ فَإِنَّهَا
مِنَ الْبُحِيلَةِ. وَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ التَّحِيلَةَ، وَإِنْ أَمَرُوا
شَتَمَكَ وَعَذَّرَكَ بِمَا يَعْلَمُ فِيكَ فَلَا تُعْزِزُهُ بِمَا
تَعْلَمُ فِيهِ، فَإِنَّمَا وَبَّالَ ذَلِكَ عَلَيْهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
وَالْإِسْمَاعِيلِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ، وَقَالَ الْإِسْمَاعِيلِيُّ:
"حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ."

کے بعد میں نے کسی آراء نام اونٹ، بکری کسی کو کالی
نہیں دی۔ اور آپ نے فرمایا: بھائی کے کسی کام کو حقیر
نہ سمجھ اس بات کو بھی حقیر نہ سمجھ کہ تو اپنے بھائی سے خندہ
پیشانی سے بات کرے یقیناً یہ بھلائی کے کاموں میں
سے ہے۔ اور اپنی چادر نصف پٹلی تک اٹھا رکھ اگر ایسا
نہ ہو تو ٹخنوں تک اور اس سے نیچے لٹکانے سے بچ کیونکہ
یہ تکبر کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ یقیناً تکبر کو پسند نہیں فرماتا۔
اور اگر تم کو کوئی آدمی گالی دے یا اپنی بات سے عیب
بیان کرے جسے تو جانتا ہے تو اس کو ایسی بات سے عیب
والا نہ کہہ تو اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ اس حدیث کو ابوداؤد
اور ترمذی نے روایت کیا اسناد صحیح کے ساتھ اور ترمذی
نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب کراہیۃ ان یقول علیک السلام: ج ۲ ص ۵۲۰ رقم: ۵۲۱۱ سنن ترمذی: باب ما جاء
فی کراہیۃ ان یقول علیک السلام مبتدئاً: ج ۲ ص ۴۲ رقم: ۲۲۴۲ الادب للہدی: باب الاعراض عن الوقوع فی اعراض
المسلمین: ج ۱ ص ۴۰ رقم: ۱۲۳۳ مسند ابن ابی شیبہ: حدیث الحسن بن علی رضی اللہ عنہما: ج ۲ ص ۵۲ رقم: ۴۱۲ الاحاد والبیہات: من
اسمہ ابو جری الہجری: ج ۲ ص ۳۹۲ رقم: ۱۱۸۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ آپ کا نام جابر ابن سلیم ہے، بعض نے سلیم ابن جابر بھی کہا ہے مگر یہ غلط ہے، صحابی ہیں مگر بہت ہی کم
احادیث آپ سے مروی ہیں، دیہات کے رہنے والے تھے، کام کے لیے کبھی مدینہ پاک آتے تھے اس بار جو آئے تو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات نصیب ہوا جس کا واقعہ یہاں مذکور ہے۔

(مگر لوگ اس پر عمل کرتے ہیں) یعنی آپ کی ہر بات مانتے ہیں وجہ نہیں پوچھتے۔ صَدْرُؤُا صَدُور سے بنا جس کے
معنی ہیں بے سمجھے سوچے چل پڑنا۔

(لوگ بولے یہ رسول اللہ ہیں) یعنی میں نے امراء حکام اور بادشاہوں کے خدام بھی دیکھے مگر کسی کے خدام ایسے بندہ
بے دام نہ پائے مجھے تعجب ہوا کہ ان کی شان تو شاہانہ نہیں مگر فرمان شاہوں سے اعلیٰ ہیں اس لیے تعجب سے پوچھا۔

(میں نے دوبارہ عرض کیا علیہ السلام یا رسول اللہ) مگر آپ نے جواب نہ دیا کیونکہ سلام غلط تھا۔ معصوم ہوا کہ صحیح سلام
کا جواب دینا واجب ہے غلط سلام کو درست کرنا ضروری ہے۔ ہمارے ہاں بعض جہلاء بھی اسلام، ابا سلام کہتے ہیں، یا

آداب عرض، تسلیمات عرض ان میں سے کسی کا جواب دینا واجب نہیں بلکہ انہیں سلام سکھانا چاہیئے۔

(کیونکہ علیہ السلام مردوں کا آپس میں سلام ہے) اس جملہ کے بہت سے معنی کئے گئے ہیں: ایک یہ کہ قبرستان میں جا کر مردوں کو علیہ السلام کہو مگر یہ غلط ہے کیونکہ وہاں بھی السلام علیکم کہنا سنت ہے۔ دوسرے یہ کہ کفار عرب قبرستان جا کر مردوں کو یہ سلام کرتے تھے۔ تیسرے یہ کہ جب مردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو علیہ السلام کہتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ علیہ السلام کہنا مردوں کے لیے مناسب ہے زندے سلام تو السلام علیکم سے کریں اور جواب میں وعلیکم السلام بولیں۔ واللہ اعلم! فقیر کے نزدیک تیسری توجیہ قوی ہے۔

(بلکہ کہو السلام علیہ) یعنی جب ایک دوسرے سے ملو تو السلام علیہ کہو یا ہم سے ملاقات کے وقت تحیت کے لیے یہ کہو درود شریف کے موقع پر صلوٰۃ و سلام جمع کر کے کہو، رب تعالیٰ فرماتا ہے: صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا لَہِذِیْہِ حَیْثُ اَسَّیْتُمْ اَیْتُہُ خِلَافُہِیْ۔

(میں اس سے دعا کر دوں تو تم پر اگادے) مرقات نے فرمایا کہ یہاں تینوں صیغے متکلم کے ہیں اور اللہ کی رسول کی صفت ہے یعنی میں وہ رسول ہوں کہ میری دعا سے اللہ تعالیٰ لوگوں کی مصیبتیں مالتا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ تینوں صیغے مخاطب کے ہوں اور اللہ کی صفت ہو یعنی میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ اگر تو مصیبتوں میں میرے وسیلہ سے اس سے دعائیں کرے تو پروردگار تیری آفتیں مٹال دے۔ (مرقات) وسیلہ کی اس لیے قید لگائی کہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی پہچان کر رہے ہیں وہ خدا کو تو پہلے ہی پہچانتا تھا۔ فقیر کے نزدیک پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں کیونکہ اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت زیادہ ہے جو یہاں اصل مقصود ہے۔

(اللہ وہ تمہیں واپس لوٹا دے) دوسرے معنی کی بنا پر اس حدیث سے ثابت یہ ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حاضر اور غائب غلاموں کے دکھ درد سے خبردار ہیں اور انہیں دعائیں دیتے رہے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: عَنِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِیْتُمْ۔

(غلام اور اونٹ اور بکری کو گالی نہ دی) اگر سب سے مراد فحش گالی ہے تب تو حدیث بالکل ظاہر ہے کہ مسلمان فحش گو نہیں ہوتا اور اگر برا کہنا مراد ہے تو اگرچہ بعض وقت کسی کو برا کہنا جائز ہوتا ہے مگر اس سے بچنا بہتر، ان صحابی نے اس بہتر پر عمل کیا۔

(کسی اچھی بات کو حقیر نہ جاننا) یعنی اگر خدا تجھے تھوڑی نیکی کی بھی توفیق دے تو اسے کر گزرا اور خدا کا بہت شکر کر، موقع کو غنیمت جان کہ کبھی تھوڑی نیکی سے ہی نجات ہو جائے گی اور شکر کی توفیق سے آئندہ بڑی نیکیاں بھی نصیب ہو جائیں گی۔ (اگر نہ مانو تو ٹخنوں تک) یہ حکم مرد کے لیے ہے کہ اسے ٹخنوں کے نیچے پاچامہ یا تہبند رکھنا بطریق تکبر حرام ہے ورنہ

پردہ ای سے خلاف اولیٰ مگر آج کل آدمی پنڈلی تک کے پاجامے وہابیوں کی علامت ہیں جیسے ہمیشہ سرمنڈا لہذا انہوں کے اوپر رکھے، عورتوں کا تہبند یا پاجامہ منخنوں سے نیچے چاہئے۔

(ایسے عیب سے عار نہ دلاؤ جو تم اس میں جانتے ہو) یہ انتہائی حسن اخلاق کی تعلیم ہے کہ اگر کوئی تمہارے عیب کھولے تو تم اس کے عیب نہ کھولو کسی نے کیا مزے کا شعر کہا۔ شعر

اگر مردے بخین ابلی من انا،

بدی را بدی بہل باشد جزاء

مگر یہ اپنے ذاتی معاملات میں ہے اور وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ اگر کوئی بد نصیب اللہ کے محبوبوں کو عیب لگائے تو اس کے سارے چھپے عیب کھول دینا سنت الہیہ ہے، دیکھو ولید ابن مغیرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہا تو رب تعالیٰ جو ستر عیوب ہے سورہ نون میں اس کے دس عیب کھولے حتیٰ کہ اخیر میں فرمایا: عُنْتِلَیْ بِغَدَا ذٰلِکَ رَیْسِیْمٌ کہ وہ حرام کا ختم ہے لہذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں۔ اپنے دشمن کو معافی دینا کمال ہے اور دین کے دشمنوں سے بدلہ لینا کمال۔

خیال رہے کہ ذاتی معاملات میں کسی مسلمان کے عیب کھولنا سخت جرم ہے جس کا وبال بہت ہے مگر دینی معاملات میں خود مسلمان کے عیب کھولنا عبادت ہے۔ محدثین حدیث کے راویوں کے عیوب بیان کر جاتے ہیں غیبت یا عیب لگانے کے لیے نہیں بلکہ حدیث کا درجہ معین کرنے کے لیے کہ اس کے راویوں میں چونکہ فلاں عیب ہے لہذا یہ حدیث ضعیف ہے فضائل اعمال میں کام آئے گی، احکام میں کام نہ دے گی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۳۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اس طرح نماز پڑھی کہ اس نے چادر (منخنوں کے نیچے) لٹکا رکھی تھی۔ اس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جا وضو کر اس نے جا کر وضو کیا۔ پھر آیا تو آپ نے فرمایا: جا وضو کر اس پر آپ ﷺ سے کسی آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ نے اس کو وضو کرنے کا حکم کیوں دیا پھر آپ اس کے متعلق خاموش رہے۔ فرمایا: اس نے چادر لٹکا کر نماز پڑھی تھی اور اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کی نماز قبول نہیں فرماتا جو چادر لٹکانے والا ہے۔ اسے ابو داؤد نے شرط مسلم کے مطابق صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(800) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يُصَلِّي مُسْبِلًا إِزَارَهُ، قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَذْهَبَ فَتَوَضَّأَ فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: "أَذْهَبَ فَتَوَضَّأَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا لَكَ أَمْرَتَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ ثُمَّ سَكَتَ عَنْهُ، قَالَ: "إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّيَ وَهُوَ مُسْبِلٌ إِزَارَهُ، وَإِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ وَإِنَّ أَبَا دَاوُدَ يَأْتِي بِسَنَادٍ صَحِيحٍ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

اسماں الارار لی الصلاة ج ۲ ص ۲۴۱ رقم: ۲۲۲۱ مجمع الزوائد للہیہ باب فی الارار وموضعه ج ۵ ص ۲۱۸ رقم: ۱۵۲۱ مسند امام احمد مسند حیا التمیم رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۶۹ رقم: ۱۶۶۹ مسند البزار مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۳۶۱ رقم: ۱۸۶۶ شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی فیشن اور تکبر کے طریقہ پر اس کا تہبند ٹخنوں سے نیچے تھا جیسا کہ آج کل چوہدریوں کا پہناوا ہے یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اگر فیشن سے نہ ہو تو مضائقہ نہیں، جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق سے منقول ہے کہ آپ کے پیٹ پر تہبند رکنا نہ تھا ڈھلک جاتا تھا جس سے ٹخنوں کے نیچے ہو جاتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا فرمایا تم فیشن والے متکبرین میں سے نہیں ہو، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

تہبند لٹکانے سے وضو واجب نہیں ہوتا یہاں وضو کا حکم دینا یا اس لئے تھا کہ اس کی وجہ سے اس شخص کو یہ واقعہ یاد رہے اور آئندہ کبھی نیچا تہبند نہ پہنے کیونکہ قدرے سزا دے دینے سے بات یاد رہتی ہے یا اس لیے کہ ان کے دل میں فیشن اور تکبر تھا، ظاہری طہارت کے ذریعہ باطنی طہارت نصیب ہو، ہاتھ پاؤں دھلنے سے دل غرور و تکبر سے دھل جائے۔ بعض صوفیاء فرماتے ہیں پاک کپڑوں میں رہنا، پاک بستر پر سونا ہمیشہ با وضو رہنا دل کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ (مراۃ المناجیح ج ۱ ص ۷۱۸)

(801) وَعَنْ قَيْسِ بْنِ بِشْرِ التَّغْلِبِيِّ، قَالَ:

أَخْبَرَنِي أَبِي - وَكَانَ جَلِيسًا لِأَبِي الدُّدَاءِ - قَالَ: كَانَ يَدْمَشْقِي رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ سَهْلُ بْنُ الْحَنْظَلِيَّةِ، وَكَانَ رَجُلًا مُّتَوَجِّدًا قَلَمًا يُجَالِسُ النَّاسَ، إِنَّمَا هُوَ صَلَاةٌ، فَإِذَا فَرَغَ فَإِنَّمَا هُوَ تَسْبِيحٌ وَتَكْبِيرٌ حَتَّى يَأْتِيَ أَهْلَهُ، فَمَرَّ بِنَا وَنَحْنُ عِنْدَ أَبِي الدُّدَاءِ، فَقَالَ لَهُ أَبُو الدُّدَاءِ: كَلِمَةٌ تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ. قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَقَدِمَتْ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَجَلَسَ فِي الْمَجْلِسِ الَّذِي يَجْلِسُ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِرَجُلٍ إِلَى جَنْبِهِ: لَوْ رَأَيْتَنَا حِينَ الثَّقَيْنَا نَحْنُ وَالْعَدُوُّ، فَنَحْمِلُ فَلَانٌ وَطَعَنَ، فَقَالَ: خُذْهَا مِثِّي، وَأَنَا الْعُلَامُ الْغِفَارِيُّ.

حضرت قیس بن بشر ثعلبی کہتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی اور وہ حضرت ابوالدرداء کے پاس بیٹھے والے تھے کہتے ہیں اور دمشق میں ایک اور نبی اکرم ﷺ کے صحابی رہتے تھے ان کو حضرت سہل ابن حنظلہ کہتے تھے وہ تنہا رہنے والے آدمی تھے لوگوں کے ساتھ وہ تعلق کم رکھتے وہ نماز پڑھتے۔ جب فارغ ہوتے تو تسبیح و تکبیر کہتے رہتے حتیٰ کہ گھر چلے جاتے وہ ہمارے پاس سے گزرے ہم حضرت ابوالدرداء کے پاس تھے۔ ان سے حضرت ابودرداء نے کہا کہ کوئی بات کہہ دیں جو ہمارے لیے نفع بخش ہو اور آپ کے لیے نقصان کا سبب نہ بنے۔ تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا وہ واپس آیا تو ایک آدمی ان میں سے آیا اور رسول اللہ ﷺ کی اس مجلس میں حاضر ہوا۔ جس میں

كَيْفَ تَرَى فِي قَوْلِهِ قَالَ: مَا أَرَاهُ إِلَّا قَدْ بَطَلَ
أَجْرُهُ. فَسَمِعَ بِذَلِكَ آخَرُ، فَقَالَ: مَا أَرَى بِذَلِكَ
بَأْسًا، فَتَنَازَعَا حَتَّى سَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «سُبْحَانَ اللَّهِ، لَا بَأْسَ أَنْ يُوجَرَ
وَيُحْمَدَ خَرَأَيْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ سَرَّ بِذَلِكَ، وَجَعَلَ يَرْفَعُ
رَأْسَهُ إِلَيْهِ، وَيَقُولُ: «أَنْتَ سَمِعْتَ ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولُ: نَعَمْ، فَمَا زَالَ
يُعِيدُ عَلَيْهِ حَتَّى إِنِّي لَأَقُولُ لَيْسَ كُنَّ عَلَى رُكْبَتَيْهِ
قَالَ: فَمَرَّ بِنَا يَوْمًا آخَرَ، فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةٌ
تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ، قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْمُنْفِقُ عَلَى الْخَيْلِ، كَالْبَاسِطِ
يَدَهُ بِالصَّدَقَةِ لَا يَقْبِضُهَا، ثُمَّ مَرَّ بِنَا يَوْمًا آخَرَ،
فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةٌ تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ،
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
«نِعَمَ الرَّجُلُ خُرَيْمُ الْأَسَدِيُّ! لَوْلَا طَوْلُ جُنَّتِهِ
وَأَسْبَالُ إِزَارِهِ! فَبَلَغَ ذَلِكَ خُرَيْمًا فَعَجَلَ، فَأَخَذَ
شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُنَّتَهُ إِلَى أَدْنَاهُ، وَرَفَعَ إِزَارَهُ إِلَى
أَنْصَافِ سَاقَيْهِ، ثُمَّ مَرَّ بِنَا يَوْمًا آخَرَ فَقَالَ لَهُ أَبُو
الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةٌ تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ، قَالَ: سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «إِنَّكُمْ
قَادِمُونَ عَلَى إِخْوَانِكُمْ، فَأَصْلِحُوا رِحَالَكُمْ،
وَأَصْلِحُوا لِبَاسَكُمْ حَتَّى تَكُونُوا كَأَنَّكُمْ شَامَةٌ فِي
النَّاسِ، فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ، إِلَّا قَيْسُ بْنُ بِشِيرٍ
فَاخْتَلَفُوا فِي تَوَثُّيقِهِ وَتَضَعِيفِهِ، وَقَدْ رَوَى لَهُ

آپ بیٹھے تھے۔ اور اپنے پہلو والے آدمی کو کہا بتاؤ کہ
جب ہم دشمن سے نلے تو فلاں نے نیزا اٹھا کر مارا ہے
اور کہا یہ ہے یہ لو یہ مجھ سے اور میں غفاری نو جوان ہو۔
اس کے اس قول کے بارے تیری رائے کیا ہے؟ فرمایا
کہ میری رائے میں تو اس کا ثواب برباد ہو گیا۔ ایک اور
نے یہ سنا تو کہا میں اس میں حرج نہیں دیکھتا پس دونوں
جھگڑنے لگے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی آواز سن لی
آپ نے فرمایا: سبحان اللہ (مقام تعجب ہے) اس میں
کوئی حرج نہیں وہ اجرد یا جائے اور تعریف کیا جائے گا۔
میں نے حضرت ابوالدرداء کو دیکھا اس پہ بہت خوش
ہوئے اور بار بار سراٹھا کر ان کی طرف دیکھتے اور کہتے
آپ نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا تو وہ کہتے ہاں تو میں
نے اس کا ہمیشہ تکرار کیا حتیٰ کہ میں نے کہا یہ گھٹنوں کے
بل گر پڑیں گے۔ فرمایا: ہمارے پاس سے وہ پھر ایک
اور دن گزرے تو حضرت ابوالدرداء نے کہا کہ کوئی بات
کہیں جو ہمارے لیے نفع بخش ہو اور آپ کے لیے
نقصان نہ ہو کہا ہم کو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:
گھوڑے پر خرچ کرنے والے کی مثال اس شخص کی
طرح ہے جو ہاتھ کھولے ہوئے صدقہ کرتا ہے۔ اس کو
اس سے کوئی چیز منع نہ کرتی ہو۔ پھر ہمارے پاس سے
ایک اور دن گزرے تو حضرت ابوالدرداء نے کہا کوئی
بات کہو جو ہم کو نفع دے اور آپ کو نقصان نہ دے تو فرمایا
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خُریم اسدی اچھا آدمی ہے اگر
اس کے بال لے لے اور اس کا تہبند لٹکا ہو نہ ہو۔ یہ بات
جب خُریم تک پہنچی تو اس نے جلدی سے چھری لے کر

مُسْلِمٌ۔

اپنے بال نصف کانوں کے برابر تک کاٹ دیے اور اپنی تہ بند کو نصف پنڈلی تک اٹھالیا پھر ایک اور دن دو ہمارے پاس سے گزرے تو حضرت ابو الدرداءؓ نے کہا آپ ہمیں کوئی بات بتادیں جو ہم کو نفع دے اور آپ کو ضرر نہ دے۔ فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تم اپنے بھائیوں پہ آنے والے ہو تم اپنے کجاوے درست کرلو۔ اپنا لباس درست کر لو حتیٰ کہ تم لوگوں میں ”تل“ کی طرح ممتاز ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بری حالت اور بے حیائی کے حال کو پسند نہیں کرتا۔ امام ابو داؤد نے اس حدیث کو اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا۔ سوائے قیس بن بشریؓ کے اس حدیث کے بارے قوی یا ضعیف ہونے کا اختلاف ہے اور امام مسلم نے اس کی روایت کی ہے۔

تخریج حدیث: (سان ابو داؤد: باب ما جاء فی اسبال الازار: ج ۱ ص ۱۰۱ رقم: ۳۰۹۱ شعب الایمان: فعل فیمن کان متوسعا ثوبا حسنا لیری اثر نعمة الله علیه: ج ۱ ص ۱۱۲ رقم: ۱۲۰۴ مسند امام احمد: حدیث سہل بن الحنظلیہ: ج ۱ ص ۱۰۹ رقم: ۱۶۵۱ مصنف ابن ابی شیبہ: باب الاکتناء فی الحرب: ج ۱ ص ۵۰۹ رقم: ۲۲۶۶ معرفة الصحابة لابن نعیم: من اسمه سعید: ج ۱ ص ۲۰۹ رقم: ۲۱۰۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام سہیل ابن ربیع ابن عمرو ہے، حنظلیہ آپ کی ماں کا نام ہے، سہیل صحابی ہیں، بیعت الرضوان میں شریک ہوئے، بڑے گوشہ نشین تاریک الدنیا عالم و عامل بزرگ تھے، لا اولد تھے، شام میں قیام رہا، دمشق میں وفات ہوئی، امارت امیر معاویہ کے شروع میں وفات پائی۔

آپ کا نام خریم ابن اہرم ابن شداد ابن عمرو ابن فاتک ہے، شام میں قیام رہا، صحابی ہیں، قبیلہ بن اسد سے ہیں جو یمن کا مشہور قبیلہ ہے۔

یہ فرمان عالی حضرت خریم کی غیر موجودگی میں ہوا۔ معلوم ہوا کہ کسی کی پس پشت اس کی برائی بیان کرنا درست ہے جب کہ اس کی اصلاح مقصود ہو، اگرچہ سر کے بالوں کا کچھ دراز ہونا ممنوع نہیں مگر چونکہ ان کی نیت اظہار فخر کی تھی اس لیے اس سے منع فرما دیا گیا اس لیے بالوں کے ساتھ درازی تہ بند کا ذکر فرمایا ورنہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریف

کبھی دراز ہوتے تھے۔

خیال رہے کہ مردوں کے لیے دونوں حکم ہیں یعنی سر کے بال کٹوانا تہبند اونچا پہننا، عورتوں کو یہ دونوں کام حرام ہیں عورتیں اپنے سر کے بال خود دراز رکھیں ہرگز نہ کٹوائیں تہبند نیچا باندھیں، ہاں احرام سے فارغ ہونے پر عورتیں بالوں کی نوکیں ایک پورا کٹوادیں۔ (مرقات) یہ بھی خیال رہے کہ مرد کو لمبے بال رکھنا ان میں عورتوں کی سی مانگ چوٹی کرنا حرام ہے۔ (مرآۃ النجیح، ج ۶، ص ۳۰۲)

اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جس طوع ورضا کے ساتھ رسول اللہ عزوجل صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے تھے اس کے متعلق احادیث میں نہایت کثرت سے واقعات مذکور ہیں۔ ذیل کے چند واقعات سے اس کا اندازہ ہو سکے گا۔

ایک بار حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے کپڑے رنگوا رہی تھیں، آپ گھر میں آئے، تو اٹے پاؤں واپس ہو گئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگرچہ منہ سے کچھ نہیں فرمایا تھا، تاہم حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ عتاب کو جان گئیں، اور تمام کپڑوں کے رنگ کو دھو ڈالا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک رنگین چادر اوڑھے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ وہ سمجھ گئے کہ آپ نے یہ ناپسند فرمایا۔ فوراً گھر میں آئے اور اس کو چولھے میں ڈال دیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الحرمة، الحدیث: ۴۰۷۱، ج ۴، ص ۷۴)

حضرت خیرم اسدی رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے جو نیچا تہبند باندھتے تھے اور لمبے لمبے بال رکھتے تھے، ایک روز سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خیرم اسدی رضی اللہ عنہ کتنا اچھا آدمی تھا، اگر لمبے بال نہ رکھتا، اور نیچا تہبند نہ باندھتا، ان کو معلوم ہوا تو فوزِ قینیٰ منگائی، اس سے بال کترے اور تہبند اونچا کر لیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی اسبال الازار، الحدیث: ۴۰۸۹، ج ۴، ص ۸۰)

بیوی سب کو عزیز ہوتی ہے لیکن جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تخلفِ غزوہ تبوک کی بناء پر تمام مسلمانوں کو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے قطع تعلق کرنے کا حکم دیا، اور آخر میں ان کو زوجہ سے علیحدگی اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی تو بولے طلاق دیدوں یا اور کچھ؟ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاصد نے کہا صرف علیحدگی مقصود ہے، چنانچہ انھوں نے فوراً زوجہ کو میکے میں بھیج دیا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک..... الخ، الحدیث: ۴۴۱۸، ج ۳، ص ۱۲۸)

شادی کا معاملہ نہایت نازک ہوتا ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان معاملات میں غور و فکر کرنے سے بے نیاز بنادیا تھا، حضرت ربیعہ سلمیٰ رضی اللہ عنہ ایک نہایت مفلس صحابی تھے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کرنے کا مشورہ دیا اور فرمایا: جاؤ انصار کے فلاں قبیلہ میں نکاح کر لو، وہ آئے اور کہا رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارے یہاں فلاں لڑکیوں کے نکاح کرنے کے لئے بھیجا ہے، سب نے ان کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ رسول اللہ عزوجل صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصدنا کام نہیں جاسکتا۔ چنانچہ فوراً انہوں نے انکی شادی کروائی اور تحائف دیئے۔

(المسند امام احمد بن حنبل، حدیث ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ، حدیث: ۱۶۵۷۷، ج ۵، ص ۵۶۹)

(802) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا رَأَى الْمُسْلِمُ إِلَى نِصْفِ السَّاقِ وَلَا حَرَجَ - أَوْ لَا جُنَاحَ - قِيَمًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكُعْبَيْنِ، فَمَا كَانَ أَشْفَلَ مِنَ الْكُعْبَيْنِ فَهُوَ فِي النَّارِ، وَمَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا لَمْ يَنْظُرِ اللَّهُ إِلَيْهِ زَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان دار کا تہہ بند نصف پنڈلی تک ہے اور اس سے نیچے ٹخنوں تک کچھ حرج یا گناہ نہیں اور جو ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے اور جس نے اپنے تہہ بند کو تکبر کرتے ہوئے کھینچا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر کرم نہ فرمائے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب فی قدر موضع الازار ج ۳ ص ۱۰۲، رقم: ۳۰۹۵ مسند امام احمد: مسند ابی سعید الخدری ج ۲ ص ۵، رقم: ۱۱۰۲۲ الادب للہیثمی: باب فی اسبالی الازار ج ۱ ص ۳۰۰، رقم: ۵۰۴ سنن ابن ماجہ: باب موضع الازار ابن ہو: ج ۲ ص ۱۱۸۲، رقم: ۲۵۶۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(نصف پنڈلی تک ہے) انصاف جمع فرما کر اشارہ بتایا گیا کہ حقیقی آدھا ضروری نہیں قریبی آدھی پنڈلی تک ہوئی چاہیے جیسے کہا جاتا ہے اوائل کتاب یا اواخر کتاب۔ اگر حقیقی آدھی پنڈلی مراد ہوتی تو نصف الساق فرمایا جاتا کہ پنڈلی کا نصف ایک ہی ہوتا ہے نہ کہ چند۔ (اشعہ)

(ٹخنوں تک کچھ حرج) یعنی آدھی پنڈلی تک تہبند ہونا بہتر ہے ٹخنوں تک ہونا جائز، آج کل آدھی پنڈلی تک تہبند، منڈا ہوا سر بہت لمبی داڑھی وہابیوں کی نشانی ہے اس لیے ٹخنہ کے اوپر تہبند رکھے یعنی اس جائز کام پر عمل کرے سر نہ منڈائے، داڑھی صرف ایک مشت رکھے زیادہ بھی نہ رکھے تاکہ ان کی مشابہت سے بچے من تشبه بقوم فهو منهم۔

(وہ آگ میں ہے) اسکی شرح ابھی گزری کہ صرف نیچا تہبند ہی دوزخ میں نہ جائے گا بلکہ اپنے پہننے والے کو بھی ساتھ لے جائے گا۔

اس فرمان عالی نے ساری حدیث کو مقید کر دیا یعنی فخریہ طور پر یا فیشن یا یہود و نصاریٰ کی نقل کے لیے نیچے پاٹھاے

پہننا دوزخ کا ذریعہ ہے۔ اس لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ فیشن یا فشنی کے لیے نیچے پاٹجامہ پہننا مکروہ تحریمی ہے اس کے بغیر مکروہ تنزیہی یا خلاف مستحب۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۷۷)

(803) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَرَرْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِي إِذَا رُمِيَ اسْتِزْحَامٌ فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ، ارْفَعْ إِذَا رَكَ فَرَفَعْتُهُ ثُمَّ قَالَ: زِدْ فَزِدْتُهُ فَمَا رَلْتُ أَحْتَرَأَهَا بَعْدُ. فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: إِلَى آتَيْنِ، فَقَالَ: إِلَى الْآصَافِ السَّاقِطِينَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا جب کہ میری چادر کچھ لٹکی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا: اے عبد اللہ اپنی چادر کو اٹھا میں نے اٹھایا تو آپ نے فرمایا اور اٹھا میں نے اور اٹھایا اس کے بعد میں ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہوں۔ بعض لوگوں نے پوچھا کہاں تک (ازار اوپر ہونی) چاہیے تو فرمایا نصف پنڈلیوں تک۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم جرا العوب خیلاء و بیان حد ما یجوز ان یخلوۃ الیہ، ج ۶ ص ۱۳۸، رقم: ۵۵۸۲ مستخرج ابی عوانۃ، بیانا لخبیر الموجب رفع الرجل ازارہ الی الاعاف الساقین، ج ۶ ص ۲۵۱، رقم: ۵۶۰۱ مشکوٰۃ البصاویح، کتاب اللباس، الفصل الثالث، ج ۶ ص ۲۹۱، رقم: ۴۳۱۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: (میرے تہبند میں درازی تھی) اس طرح کہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا تھا جو کہ مرد کے لیے منع ہے۔ (اور زیادہ میں نے اور زیادہ کر لیا) حتیٰ کہ آدمی پنڈلی تک اٹھ گیا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ (پھر میں اس کا خیال رکھتا رہا) یعنی اس فرمان عالی کے بعد میں نے جب بھی تہبند باندھا آدمی پنڈلی تک باندھا۔ (کہاں تک رہے فرمایا کہ آدمی پنڈلیوں تک) یہ حدیث بہت طریقہ سے مروی ہے۔ بہتر یہ ہی ہے کہ مرد آدمی پنڈلی تک تہبند رکھے اگرچہ ٹخنوں کے اوپر تک بھی جائز ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۱۳)

(804) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خِيَلًا لَمْ يَنْظُرِ اللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ الْبِسَاءُ بِذِيُولِهِنَّ؟" قَالَ: "يُرْخِيْنَ شِبْرًا قَالَتْ: إِذَا تَنَكَّشَفُ أَقْدَامُهُنَّ. قَالَ: "فِي رَحِيْنَهُ ذِرَاعًا لَا يَزْنُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ."

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنا کپڑا تکبر سے کھینچ کر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائے گا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: عورتیں اپنے دامنوں کے بارے کیا کریں تو فرمایا: ایک بالشت نیچے لٹکالیں عرض کیا: اس طرح تو ان کے قدم ننگے ہوں گے۔ فرمایا: تو ایک ہاتھ کی مقدار لٹکالیں اس سے زیادہ نہ کریں۔ اس کو ام ابوداؤد

وامام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب فی قدر موضع الازار: ج ۳ ص ۱۰۲ رقم: ۳۰۹۶ سنن الکبیری للنسائی: باب ذکر اختلاف الفاظ الناقلین لخبر عبدالرحمن بن یعقوب ج ۵ ص ۲۹۱ رقم: ۹۲۰ سنن ابن ماجہ: باب طول القميص کم هو ج ۲ ص ۱۱۸ رقم: ۲۵۴۶ مصنف ابن ابی شیبہ: باب فی طول القميص کم هو ج ۸ ص ۲۰۸ رقم: ۲۵۲۲۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی یہ فرمایا کہ مؤمن کے تہبند آدمی پنڈلی تک رہنے چاہئیں تب حضرت ام سلمہ نے یہ سوال پیش کیا کہ مؤمن تو عورت بھی ہے اگر اس کا تہبند آدمی پنڈلی تک رہے تو اس کی نماز کیسے درست ہوگی اور اس کی پنڈلی ستر ہے اس کا کھلا رکھنا اسے ممنوع ہے۔

(ایک بالشت نیچے لٹکالیں) یعنی بمقابلہ مرد کے ایک بالشت اپنا تہبند زیادہ رکھے۔ مطلب یہ ہے کہ نصف پنڈلی سے ایک بالشت زیادہ لٹکائے تاکہ ٹخنے بھی ڈھکے رہیں۔

(ایک ہاتھ کی مقدار لٹکالیں اس سے زیادہ نہ کریں) یعنی ایک بالشت زیادہ رکھنے میں اگرچہ بیٹھنے کی حالت میں تو اس کا ستر چھپا رہے گا مگر چلنے کی حالت میں اس کے قدم ضرور کھلیں گے یا بے احتیاطی میں پنڈلی بھی کھل جائے گی لہذا ایک بالشت زیادہ ہونے سے بھی ستر حاصل نہ ہوگا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۸۰)

120 بَابُ اسْتِحْبَابِ تَرْكِ

التَّرَفُّعِ فِي اللَّبَاسِ تَوَاضُعًا

قَدْ سَبَقَ فِي بَابِ فَضْلِ الْجُوعِ وَخُشُونَةِ الْعَيْشِ جُمْلًا تَتَعَلَّقُ بِهَذَا الْبَابِ.

(805) وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ

تَرَكَ اللَّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلَّهِ، وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ، دَعَاَهُ

اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَلَى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ حَتَّى يُخَيَّرَهُ

مِنْ آتِي حُلْلِ الْإِيْمَانِ شَاءَ يَلْبَسُهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ."

عاجزی اختیار کرتے ہوئے

اعلیٰ لباس ترک کرنا مستحب ہے

باب فضل الجوع اور خشونۃ العیش میں اس سے متعلق کافی بیان گزر چکا ہے۔

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے قدرت کے باوجود

اعلیٰ لباس کو اللہ کے لیے عاجزی اختیار کرتے ہوئے

ترک کیا۔ اس کو روز قیامت اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے

سامنے بلا کر ایمان کے لباس کے متعلق اختیار دے گا جو

چاہے پہن لے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا

کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی صفة اوائی الخوض، ج ۱۰ ص ۶۵۰، رقم: ۲۲۸۱ جامع الاصول، النوع التاسع فی ترک الزینة، ج ۱۰ ص ۶۵۶، رقم: ۸۲۸۵)

شرح حدیث: ادنی لباس کو ترجیح دینا

محزون جو دو سخاوت، ہیکر عظمت و شرافت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے اللہ عزوجل کے لئے عاجزی اختیار کی اللہ عزوجل اسے بلندی عطا فرمادیتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الادب، باب فی التواضع، الحدیث: ۱۳۰۶، ج ۸، ص ۱۵۷)

محبوبِ رب العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: کھر در اور تنگ لباس پہنا کرو تاکہ عزت افزائی اور فخر کو تم میں کوئی جگہ نہ ملے۔ (کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الحدیث: ۵۷۲۸، ج ۳، ص ۲۹)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ادنی درجے کا لباس پہننا ایمان میں سے ہے۔ یعنی اللہ عزوجل کے لئے تواضع کرتے ہوئے اعلیٰ لباس ترک کرنا اور ادنی لباس کو ترجیح دینا ایمان کی علامت ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الترجل، باب ۱، الحدیث: ۴۱۶۱، ص ۱۵۲۶)

صاحبِ معطرِ پسینہ، باصِ نِزولِ سکینہ، فیضِ کنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے قدرت کے باوجود اللہ عزوجل کے لئے اعلیٰ لباس ترک کر دیا تو اللہ عزوجل قیامت کے دن اسے لوگوں کے سامنے بلا کر اختیار دے گا کہ ایمان کا جو جوڑا چاہے پہن لے۔ (جامع الترمذی، ابواب ملة القیامة، باب النساء کله، الحدیث: ۲۲۸۱، ص ۱۹۰۱)

لباس میں میانہ روی پر اکتفا کرنا مستحب ہے

اور شرعی حاجت و مقصد کے بغیر ایسا حقیر لباس

نہ پہنے جو اس کی شخصیت کو عیب دار کر دے

حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از حد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ بندے پر اس کی نعمت کا اثر نظر آئے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ

یہ حدیث حسن ہے۔

121 سَبَابُ اسْتِخْبَابِ التَّوَسُّطِ فِي

اللباس وَلَا يَقْتَصِرُ عَلَى مَا يُزِرُّ

بِهِ لِغَيْرِ حَاجَةٍ وَلَا مَقْصُودٍ شَرْعِيٍّ

(806) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ

جَدِّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ يُزَى الْأَثَرُ نِعْمَتِهِ عَلَى

عَبْدِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ."

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء ان الله تعالى يحب ان لیری اثر نعمته علی عبده، ج ۱ ص ۱۲۲، رقم:

۲۸۱۱ المستدرک للحاکم، کتاب الاطعمه، ج ۱ ص ۱۰۶، رقم: ۱۸۸، مسند امام احمد مسند ابی هريرة رضي الله عنه، ج ۲ ص ۲۰۱)

رقم: ۸۰۹۲ الادب للبیہقی باب من احب ان يكون ثوبه حسنا ج ۱ ص ۲۹۲ رقم: ۲۸۸

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جسے رب تعالیٰ نے مال دیا ہے تو وہ بخل کی بنا پر بہت ہلکے کپڑے نہ پہنے بلکہ کبھی اچھے کپڑے پہنے تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہو اور فقراء اسے غنی سمجھ کر اس سے کچھ مانگ بھی سکیں، اگر اللہ نے عالم دین بنایا ہے تو عالمانہ لباس پہنے تاکہ حاجتمند لوگ اس سے مسئلے پوچھ سکیں، رب کی نعمت کا اظہار بھی شکر ہے اس کی نعمت چھپانا کفران ہے۔ یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ معمولی کپڑے پہننا ایمان سے ہے۔ وہاں تکبر تکلف کی ممانعت تھی یہاں شکر اور اظہار نعمت الہی کا حکم ہے، ایک ہی چیز ایک نیت سے بری ہوتی ہے دوسری نیت سے اچھی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۸۰)

122- بَابُ تَحْرِيمِ لِبَاسِ الْحَرِيرِ عَلَى
الرِّجَالِ، وَتَحْرِيمِ جُلُوسِهِمْ عَلَيْهِ
وَاسْتِنَادِهِمْ إِلَيْهِ وَجَوَازِ لُبْسِهِ لِلنِّسَاءِ

مردوں کو ریشمی لباس پہننا اس پر بیٹھنا
اس پر ٹیک لگانا حرام ہے اور عورتوں کا
اس کو پہننا جائز ہے

(807) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ، فَإِنَّ مَنْ لَبَسَهُ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ریشم نہ پہنو کیونکہ جس نے یہ دنیا میں پہنا آخرت میں نہ پہنے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب لبس الحریر وافتراشه للرجال وقد ما يجوز منه ج ۱ ص ۱۵۰ رقم: ۵۸۲۲ صحیح مسلم: باب تحريم استعمال اناء الذهب والفضة على الرجال والنساء ج ۱ ص ۱۲۰ رقم: ۵۵۳۱ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب لبس الرجال عن ثياب الحریر ج ۱ ص ۲۲۲ رقم: ۳۲۴۴ سنن الکبریٰ للنسائی: باب النهی عن الشراب في النية الذهب والفضة ج ۱ ص ۱۱۵ رقم: ۶۸۶۹ مسند امام احمد مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۶ رقم: ۱۸۱)

شرح حدیث: ریشم کا جبہ

حضرت سیدنا مطرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہلب (پورا نام مہلب بن ابی صفرہ، حجاج کے لشکر کا ایک رئیس) کو ریشم کا جبہ پہنے اتر کر چلتے دیکھا تو اس سے ارشاد فرمایا: ابے اللہ عزوجل کے بندے! یہ ایسی چال ہے جسے اللہ عزوجل اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ناپسند فرماتے ہیں۔ تو مہلب نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: کیا آپ مجھے نہیں جانتے؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں! میں جانتا ہوں کہ تمہاری ابتدا ایک حقیر نطفہ سے ہوئی اور انتہا بدبودار مردار کی صورت میں ہوگی اور ان دونوں کی درمیانی مدت میں گندگی اٹھائے پھر رہے ہو۔ تو مہلب نے ایسی چال چن

چھوڑ دی۔ (الترغیب والترہیب: کتاب الجلبان ص ۲۳۳)

ریشم مت پہنا کرو

حضرت سیدنا ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطبہ میں یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا گیا: اپنی عورتوں کو ریشم کا لباس نہ پہناؤ کیونکہ میں نے امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رحمت کوئین، ہم غریبوں کے دل کے چین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ریشم مت پہنا کرو کیونکہ جو دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں نہ بہن سکے گا۔ (صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم لبس الحریر۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۵۴۱۰، ج ۵، ص ۱۰۴۹)

نسائی شریف کی روایت میں یہ اضافہ ہے: اور جو آخرت میں ریشم نہ بہن سکے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَلَبَّاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ

ترجمہ کنزالایمان: اور وہاں ان کی پوشاک ریشم ہے۔ (پ 17، الخ: 23)

(السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الزینۃ، باب لبس الحریر، الحدیث: ۹۵۸۴، ج ۵، ص ۴۶۵)

حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھردالوں کو زیور اور ریشم سے منع کرتے اور ارشاد فرماتے: اگر تم جنت کے زیور اور ریشم کو پسند کرتے ہو تو دنیا میں یہ دو چیزیں نہ پہنا کرو۔ (المصدر، کتاب اللباس، باب من کان یومن باللہ۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۷۴۸۰، ج ۵، ص ۲۶۹)

ریشم کے کپڑوں سے متعلق چند احکام

مسئلہ: ریشم کے کپڑے مرد کے لیے حرام ہیں، بدن اور کپڑوں کے درمیان کوئی دوسرا کپڑا حائل ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں حرام ہیں اور جنگ کے موقع پر بھی نہ ریشم کے کپڑے حرام ہیں، ہاں اگر تانا سوت ہو اور بانا ریشم تو لڑائی کے موقع پر پہننا جائز ہے اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہو تو ہر شخص کے لیے ہر موقع پر جائز ہے۔ مجاہد اور غیر مجاہد دونوں پہن سکتے ہیں۔ لڑائی کے موقع پر ایسا کپڑا پہننا جس کا بانا ریشم ہو اس وقت جائز ہے جبکہ کپڑا موٹا ہو اور اگر باریک ہو تو ناجائز ہے کہ اس کا جو فائدہ تھا، اس صورت میں حاصل نہ ہوگا۔

(الہدایۃ، کتاب الکراہیۃ، فصل فی اللبس، ج ۲، ص ۳۶۵ والدر المختار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، ج ۹، ص ۵۸۰)

مسئلہ: تانا ریشم ہو اور بانا سوت، مگر کپڑا اس طرح بنایا گیا ہے کہ ریشم ہی ریشم دکھائی دیتا ہے تو اس کا پہننا مکروہ ہے۔

(الفتاویٰ الحمیدیۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب التاسع فی اللبس ما یکرہ۔۔۔ الخ، ج ۵، ص ۳۲۱)

بعض قسم کی مخمل ایسی ہوتی ہے کہ اس کے رویں ریشم کے ہوتے ہیں، اس کے پہننے کا بھی یہی حکم ہے، اس کی ٹوپی اور صدری (واسکٹ) وغیرہ نہ پہنی جائے۔

مسئلہ: ریشم کے پچھونے پر بیٹھنا، لیٹنا اور اس کا تکیہ لگانا بھی ممنوع ہے، اگرچہ پہننے میں بہ نسبت اس کے زیادہ برائی

ہے۔ (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب التلباس، الباب التاسع فی اللبس ما یکرہ... إلخ، ج ۵، ص ۳۳۱)
مکرور مختار میں اسے مشہور کے خلاف بتایا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ جائز ہے۔

(الدر المختار، کتاب النضر واللباس، فصل فی اللبس، ج ۹، ص ۵۸۷)

مسئلہ: نسر، کہ ایک قسم کے ریشم کا نام ہے، بھاگلپوری کپڑے نسر کے کہلاتے ہیں۔ وہ موٹا ریشم ہوتا ہے، اس کا حکم بھی وہی ہے، جو باریک ریشم کا ہے۔ کاشی سلک اور چینا سلک بھی ریشم ہی ہے، اس کے پہنے کا بھی وہی حکم ہے۔ سن اور رام بانس کے کپڑے جو بظاہر بالکل ریشم معلوم ہوتے ہوں، ان کا پہننا اگرچہ ریشم کا پہننا نہیں ہے مگر اس سے بچنا چاہیے۔ خصوصاً علما کو کہ لوگوں کو بدظنی کا موقع ملے گا یا دوسروں کو ریشم پہننے کا ذریعہ بنے گا۔ اس زمانہ میں کیلے کا ریشم چلا ہے۔ یہ ریشم نہیں ہے بلکہ کسی درخت کی چھال سے اس کو بناتے ہیں اور یہ بہت ظاہر طور پر شناخت میں آتا ہے، اس کو پہننے میں حرج نہیں۔

مسئلہ: ریشم کا لحاف اوڑھنا جائز ہے کہ یہ بھی لبس میں داخل ہے۔ ریشم کے پردے دروازوں پر لٹکانا مکروہ ہے۔ کپڑے بیچنے والے نے ریشم کے کپڑے کندھے پر ڈال لیے جیسا کہ پھیری کرنے والے کندھوں پر ڈال لیا کرتے ہیں، یہ ناجائز نہیں کہ یہ پہننا نہیں ہے اور اگر جبہ یا کرتہ ریشم کا ہو اور اس کی آستینوں میں ہاتھ ڈال لیے، اگرچہ بیچنے ہی کے لیے لے جا رہا ہے یہ ممنوع ہے۔ (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب التلباس، الباب التاسع فی اللبس ما یکرہ... إلخ، ج ۵، ص ۳۳۱)

مسئلہ ۹: عورتوں کو ریشم پہننا جائز ہے اگرچہ خالص ریشم ہو اس میں سوت کی بالکل آمیزش نہ ہو۔ المرجع السابق

(808) وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيرَ مَنْ لَا خَلْقَ لَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ: "مَنْ لَا خَلْقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ. قَوْلُهُ: "مَنْ لَا خَلْقَ لَهُ آخِرٌ لَا نَصِيبَ لَهُ."
انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ریشم تو صرف وہ پہنتا ہے جس کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہ ہو۔ (متفق علیہ) اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔ من لا خلق له: کا مطلب ہے آخرت میں جس کا حصہ نہ ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب یلبس احسن ما یجد ج ۲، ص ۲، رقم: ۸۸۱، صحیح مسلم، باب تحریم استعمال اداء الذهب والفضة علی الرجال والنساء ج ۴، ص ۱۲۷، رقم: ۵۵۲۲، الاصاب للبیہقی، باب ما ینہی عنہ الرجل من لبس الحریر وافتراشه ج ۱، ص ۲۸۱، رقم: ۳۷۱، سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی لبس الحریر ج ۲، ص ۸۱، رقم: ۴۰۶۱، مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمر، ج ۲، ص ۱۲۷، رقم: ۶۱۰۵)

(809) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ لَبَسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ اسے آخرت میں نہ پہنے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب لبس الحریر وافتراشه للرجال: ج ۴، ص ۱۳۹، رقم: ۵۸۲۴، صحیح مسلم: باب تحریم استعمال اناء الذهب والفضة علی الرجال والنساء: ج ۳، ص ۳۰، رقم: ۵۸۳۱، سنن ابن ماجہ: باب کراهیة لبس الحریر: ج ۲، ص ۱۱۸، رقم: ۲۵۸۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: باب نهی الرجال عن ثیاب الحریر: ج ۲، ص ۲۱۹، رقم: ۲۲۴۰، صحیح ابن حبان: کتاب اللباس وآدابہ: ج ۱۲، ص ۲۲۵، رقم: ۵۲۲۹، مسند الزوار: مسند انس بن مالک: ج ۲، ص ۲۸۴، رقم: ۶۴۰۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان احادیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو مسلمان ناجائز ریشم پہنے وہ اولاً ہی جنت میں نہ جاسکے گا کیونکہ ریشم کا لباس ہر جنتی کو ملے گا وہاں پہنچ کر رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ۔ بعض صورتوں میں اور بعض ریشم مرد کو حلال ہیں ان کے پہننے پر سزا نہیں۔ خیال رہے کہ کپڑے کا ریشم مرد کو حرام ہے، دریائی ریشم یا سن سے بنا ہوا نقلی ریشم حلال ہے کہ وہ ریشم نہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۸۰)

(810) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ حَرِيرًا، فَجَعَلَهُ فِي يَمِينِهِ، وَذَهَبًا فَجَعَلَهُ فِي شِمَالِهِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هَذَيْنِ حَرَامٌ عَلَى ذُنُورِ أُمَّتِي رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا کہ آپ نے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا پکڑا ہوا تھا پھر فرمایا یقیناً یہ دو میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب فی الحریر النساء: ج ۳، ص ۸۸، رقم: ۴۰۵۵، سنن ابن ماجہ: باب لبس الحریر والذهب للنساء: ج ۲، ص ۱۱۸، رقم: ۴۵۹۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الرخصة فی الحریر والذهب للنساء: ج ۲، ص ۳۲۵، رقم: ۴۴۹۰، السنن الکبریٰ للنسائی: باب تحریم الذهب علی الرجال: ج ۸، ص ۱۱۰، رقم: ۵۱۴۴، مسند امام احمد: مسند علی بن ابی طالب: ج ۱، ص ۱۱۵، رقم: ۱۲۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان احادیث کے تحت لکھتے ہیں:

مجمع میں لوگوں کے سامنے یہ دو چیزیں ہاتھ میں لیں تاکہ لوگ دیکھ لیں اور یہ دونوں چیزیں خوب واضح ہو جائیں۔ چونکہ ان دونوں چیزوں کو مستقل طور پر حرام فرمانا تھا اس لیے حرام واحد ارشاد فرمایا حرامان تشبیہ نہ فرمایا ورنہ احتمال یہ ہوتا کہ ریشم و سونا مل کر تو حرام ہے اکیلے اکیلے حرام نہیں اس لیے ارشاد فرمایا حرام۔ ان میں سے ہر ایک چیز مستقل حرام کہ ریشم بھی حرام ہے سونا بھی حرام ہے مگر مردوں پر ہیں عورتوں کے لیے یہ دونوں چیزیں حلال ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ حرام مصدر ہے جو واحد، تشبیہ، جمع سب کے لیے استعمال ہو سکتا ہے یہاں دو کے لیے ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۳۸)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ریشم اور سونے کا پہننا میری
 امت کے مردوں پر حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال
 ہے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث
 حسن صحیح ہے۔

(811) وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "حُرْمَةُ لِبَاسِ الْحَرِيرِ وَالذَّهَبِ عَلَى ذُكُورِ أُمَّيٍّ وَأَحِلَّ لِنِسَائِهِمْ رَوَاةُ التِّرْمِذِيِّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ."

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء فی الحریر والذهب ج ۲ ص ۲۱۴ رقم: ۱۴۲۰ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الرخصة فی الحریر والذهب للنساء ج ۲ ص ۲۲۵ رقم: ۲۲۹۱ السنن الکبریٰ للنسائی: باب الرخصة للنساء فی لبس الحریر والذهب ج ۲ ص ۲۰۵ رقم: ۶۲۲۰ المعجم الاوسط للطبرانی: من اسمه مقدم ج ۸ ص ۳۴۶ رقم: ۸۱۲۲ مسند امام احمد: حدیث ابی موسیٰ الاشعری ج ۲ ص ۳۱۲ رقم: ۱۹۵۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان احادیث کے تحت لکھتے ہیں:

اُحل صیغہ واحد غائب ماضی مجہول ہے اعل واحد متکلم مضارع نہیں کیونکہ آگے آ رہا ہے حرم یہ ہی صیغہ ماضی مجہول یعنی میری امت کی عورتوں پر ریشم پہننا حلال کیا گیا خواہ چھوٹی بچیاں ہوں یا بالغہ جوان سب کے لیے حلال ہے، انا ث سب کو شامل ہے۔

ذکور ہر مرد کو شامل ہے بچہ ہو یا جوان سب پر ریشم پہننا حرام ہے، ہاں چھوٹے بچہ کو پہنانے والے گنہگار ہوں گے بڑا مرد خود گنہگار ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۸۷)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا اور موٹے باریک ریشم پہننے سے اور اس پر بیٹھنے سے بھی منع فرمایا۔ (بخاری)

(812) وَعَنْ حذِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: تَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَشْرَبَ فِي أَيْتَةِ الذَّهَبِ وَالْفِطْطَةِ، وَأَنْ نَأْكُلَ فِيهَا، وَعَنْ لُبَسِ الْحَرِيرِ وَالذَّيْبَاجِ، وَأَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب افتراش الحریر ج ۲ ص ۱۵۰ رقم: ۵۸۲۷ الادب للبیہقی: باب ما ینبی عنه الرجل من لبس الحریر وافتراشه ج ۱ ص ۲۸۳ رقم: ۲۲۷۴ سنن الدارقطنی: باب الصيد واللبا ج ۲ ص ۲۹۲ رقم: ۲۸۵۶ مسند امام احمد: حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۳۰۸ رقم: ۲۲۵۱۱ مسند البزار: مسند حذیفہ بن الیمان ج ۱ ص ۳۲۹ رقم: ۲۸۵۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان احادیث کے تحت لکھتے ہیں:

سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا مرد و عورت سب کو حرام ہے، عورتوں کو سونے چاندی کا زیور پہننا حلال ہے مرد کو حرام ہے۔

مردوں کو ریشم پہننا بھی حرام ہے اور ریشمی بستر پر سونا ریشمی لحاف اوڑھنا بھی حرام ہے، عورتوں کو یہ سب درست ہے حتیٰ کہ ریشم کی ڈوری گھڑی میں باندھنا، ریشم کا کمر بند استعمال کرنا یہ سب مردوں کو ممنوع عورتوں کو حلال ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۶۵)

123۔ بَابُ جَوَائِزِ لُبْسِ

الْحَرِيرِ لِمَنْ يَهْجُوهُ

خارش کی بیماری والے کو
ریشم پہننے کی اجازت ہے

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمن بن عوف

ؓ دونوں کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت

دی۔

(813) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَخَّصَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ وَعَبْدِ

الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي لُبْسِ الْحَرِيرِ

لِحَاكِهِ كَأَنَّهُمَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یرخص للرجال من الحریر للحكة، ج ۱۱، رقم: ۵۸۳۹، صحیح مسلم، باب اباحۃ

لبس الحریر للرجل اذا کان به حکة او نحوها، ج ۱۳، رقم: ۵۵۵۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یرخص للرجال من الحریر

للحكة، ج ۱۸، رقم: ۶۲۹۲، مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ج ۱۸، رقم: ۱۲۸۸۲)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو حکم

چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں گے بارے میں فرماتے ہیں:

اس میں بارگاہ وحی و تضرع احکام کی تصویر دکھا کر فرمایا: یعنی حضرت عزت جل جلالہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ

منصب دیا تھا کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں جس طرح حرم مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کی

حدیث میں ہے کہ جب حضور نے وہاں کی گھاس وغیرہ کاٹنے سے ممانعت فرمائی حضور کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنه نے عرض کی: یا رسول اللہ! گویاہ اذخر کو اس حکم سے نکال دیجئے۔ فرمایا: اچھا نکال دی، اس کا کاٹنا جائز کر دیا۔ اگر اللہ

سبحانہ نے حضور کو یہ رتبہ نہ دیا ہوتا کہ اپنی طرف سے جو شریعت چاہیں مقرر فرمائیں تو حضور ہرگز جرأت نہ فرماتے کہ جو چیز

خدا نے حرام کی اس میں سے کچھ مستثنیٰ فرمادیں۔

(میزان الشریعۃ الکبریٰ فصل فی بیان جملۃ من الامثلۃ المحسوسۃ الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۶۰)

اقول: یہ مضمون متعدد احادیث صحیحہ میں ہے:

حدیث ۱: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحیحین میں: یعنی عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! مگر اذخر

کہ وہ ہمارے سناروں اور قبروں کے کام آتی ہے۔ فرمایا: مگر اذخر۔ (صحیح بخاری، کتاب العمرة، باب لا یغفر صید الحرم قدیمی

کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲۷) (صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم مکۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۳۸ و ۴۳۹)

حدیث ۲: ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نیز صحیحین میں: ایک مرد قریش نے عرض کی: مگر اذخر یا رسول اللہ کہ ہم اسے اپنے گھروں اور قبروں میں صرف کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مگر اذخر مگر اذخر۔

(صحیح البخاری کتاب العلم باب کتابہ العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲) (صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم مکۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۳۹)
حدیث ۳: صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سنن ابن ماجہ میں عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: مگر اذخر کہ وہ گھروں اور قبروں کے لیے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مگر اذخر۔

(سنن ابن ماجہ ابواب المناسک فضل المدینۃ الحج ایم سعید کہنی کراچی ص ۲۳۱)
نیز میزان مبارک میں شریعت کی کئی قسمیں کیں، ایک وہ جس پر وحی وارد ہوئی، یعنی شریعت کی دوسری قسم وہ ہے جو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے رب عزوجل نے ماذون فرمادیا کہ خود اپنی رائے سے جو راہ چاہیں قائم فرمادیں، مردوں پر ریشم کا پہننا حضور نے اسی طور پر حرام فرمایا اور اسی حرمت مکہ سے گیاہ اذخر کو استثناء فرمادیا۔ اگر اللہ عزوجل نے مکہ معظمہ کی ہر جڑی بوٹی کو حرام نہ کیا ہوتا تو حضور کو اذخر کے مستغنی فرمانے کی کیا حاجت ہوتی۔ اور اسی قبیل سے ہے حضور کا ارشاد کہ اگر امت پر مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی رات تک ہٹا دیتا۔ اور اسی باب سے ہے کہ جب حضور نے فرض حج بیان فرمایا کسی نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ فرمایا: نہ، اور اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال فرض ہو جائے اور پھر تم سے نہ ہو سکے اور یہی وجہ ہے کہ حضور اپنی امت پر تخفیف و آسانی فرماتے اور مسائل زیادہ پوچھنے سے منع کرتے اور فرماتے ہیں مجھے چھوڑے رہو جب تک میں تمہیں چھوڑوں۔

(میزان الشریعہ الکبریٰ فصل شریف فی بیان الذم من الائمة الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۶۷)
اقول: یہ مضمون بھی کہ میں نماز عشاء کو مؤخر فرمادیتا متعدد احادیث صحیحہ میں ہے۔

حدیث ۴: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما معجم کبیر طبرانی میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ضعیف کے ضعف اور مریض کے مرض کا پاس نہ ہوتا تو میں نماز عشاء کو پیچھے ہٹا دیتا۔

(المعجم الکبیر عن عباس حدیث ۱۳۱۶۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/۴۰۹)

حدیث ۵: ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند احمد و سنن ابی داود و ابن ماجہ وغیرہ میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لولا ضعف الضعیف و سقم السقیم و حاجة ذی الحاجة لآخرت هذه الصلوة لی شطر الدلیل۔ اگر کمزور کی ناتوانی اور بیمار کے مرض اور کامی کے کام کا خیال نہ ہوتا تو میں اس نماز کو آدھی رات تک مؤخر فرما دیتا۔

(سنن ابی داود کتاب الصلوة باب وقت العشاء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۶۱) (سنن ابن ماجہ کتاب الصلوة باب وقت العشاء الحج ایم سعید

کہنی کراچی ص ۵۰) (مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/۵)

ابن ابی حاتم نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا: اگر میں اپنی امت پر بوجھ محسوس نہ کرتا تو میں عشاء کو تہائی رات تک

ہٹا دیتا۔

حدیث ۶: ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ احمد و ابن ماجہ و محمد بن نصر کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اپنی امت کو مشقت میں ڈالنے کا لحاظ نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی یا آدھی رات تک ہٹا دیتا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ وقت العشاء، کتاب عالم پریس لاہور ص ۵۰) (کنز العمال بحوالہ حم و محمد بن نصر حدیث ۱۹۴۸۴ مؤسسۃ

الرسالہ بیروت ۷/ ۳۹۹)

واخرجه ابن جریر فقال الی نصف اللیل۔ (ابن جریر نے روایت کیا، فرمایا: آدھی رات تک۔ ت) اور ان کے سوا احادیث صحیحہ عنقریب اسی معنی میں آتی ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔ نیز یہ مضمون کہ میں ہاں فرمادوں تو حج ہر سال فرض ہو جائے۔ متعدد احادیث صحیحہ میں ہے۔

حدیث ۷: ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عند احمد و مسلم۔

والنسائی (امام احمد، مسلم اور نسائی کے نزدیک۔ ت)

(صحیح مسلم کتاب الحج باب فرض الحج مرة فی العمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۳۲) (سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب وجوب الحج نور محمد

کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱) (مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۵۰۸)

حدیث ۸: امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر سال فرض نہیں اور میں

ہاں کہہ دوں تو فرض ہو جائے۔ (اس کو احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ ت)

(سنن الترمذی کتاب الحج باب ماجاء کم فرض الحج حدیث ۸۱۴ دار الفکر بیروت ۲/ ۲۲۰) (سنن الترمذی کتاب التفسیر باب من سورة

المائدة حدیث ۳۰۶۶ دار الفکر بیروت ۵/ ۴۰) (سنن ابن ماجہ ابواب المناسک باب فرض الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۳) (مسند احمد بن

حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۱۳)

حدیث ۹: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: میں ہاں فرمادوں تو فرض

ہو جائے پھر تم نہ سنو نہ بجالاؤ۔ (اس کو احمد، دارمی اور نسائی نے روایت کیا۔ ت)

(سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۱/ ۶۱) (سنن الدارمی کتاب مناسک الحج باب کیف وجوب الحج

دارالحاسن للطباعة القاهرة ۲/ ۳۶۱) (مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۵۵)

حدیث ۱۰: انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: اگر میں ہاں فرمادوں تو واجب

ہو جائے اور اگر واجب ہو جائے تو بجالاؤ اور اگر بجالاؤ تو عذاب کئے جاؤ (اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا۔ ت)

(سنن ابن ماجہ ابواب المناسک باب فرض الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۳)

اور مضمون اخیر کہ مجھے چھوڑے رہو۔ یہ بھی صحیح مسلم و سنن نسائی میں اسی حدیث ابی ہریرہ کے ساتھ ہے کہ فرمایا: اُر

میں فرماتا ہاں، تو ہر سال واجب ہو جاتا اور بیشک تم نہ کر سکتے۔

پھر فرمایا: مجھے چھوڑے رہو جب تک میں تمہیں چھوڑوں کہ اگلی امتیں اسی کثرت سوال اور اپنے انبیاء کے خلاف مراد چلنے سے ہلاک ہوئیں تو جب میں تمہیں کسی بات کا حکم فرماؤں تو جتنی ہو سکے بجالاؤ اور جب بات سے منع فرماؤں تو اسے چھوڑ دو۔ (اس کو تنہا ابن ماجہ نے ہی روایت کیا۔ ت) (صحیح مسلم کتاب الحج باب فرض الحج مرة فی العمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۳۲) (سنن نسائی کتاب مناسک الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۱/۲) (سنن ابن ماجہ باب اتباع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الحج ایم سعید کہنی کراچی ص ۲) یعنی جس بات میں تم پر وجوب یا حرمت کا حکم نہ کروں اسے کھود کھود کر نہ پوچھو کہ پھر واجب حرام کا حکم فرما دوں تو تم پر تنگی ہو جائے۔

یہاں سے بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس بات کا نہ حکم دیا نہ منع فرمایا وہ مباح و بلا حرج ہے۔ وہابی اسی اصل اصیل سے جاہل ہو کر ہر جگہ پوچھتے ہیں خدا اور رسول نے اس کا کہاں حکم دیا ہے۔ ان احمقوں کو اتنا ہی جواب کافی ہے کہ خدا اور رسول نے کہاں منع کیا ہے، جب حکم نہ دیا نہ منع کیا تو جواز رہا، تم جو ایسے کاموں کو منع کرتے ہو اللہ و رسول پر افترا کرتے بلکہ خود شارع بنتے ہو کہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع کیا نہیں اور تم منع کر رہے ہو۔ مجلس میلاد مبارک و قیام و فاتحہ و سوم و غیرہ مسائل بدعت و ہابیہ سب اسی اصل سے طے ہو جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت حجتہ الخلف بقیۃ السلف خاتمة المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے کتاب مستطاب اصول الرشاد للفتح مہانی الفساد میں اس کا بیان اعلیٰ درجہ کا روشن فرمایا ہے۔ فنور اللہ منزله و اکرم عنذہ نزله امین۔ امام احمد قسطلانی مواہب لدنیۃ شریف میں فرماتے ہیں: من خصائصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یخص من شاء بما شاء من الاحکام۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص کریمہ سے ہے کہ حضور شریعت کے عام احکام سے جسے چاہتے مستثنیٰ فرما دیتے۔

(المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع الفصل الثانی فی المکتب الاسلامی بیروت ۲/۶۸۹)

علامہ زرقانی نے شرح میں بڑھایا: من الاحکام وغیرہا۔ کچھ احکام ہی کی خصوصیت نہیں حضور جس چیز سے چاہیں جسے چاہیں خاص فرما دیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع دار المعرفۃ بیروت ۵/۳۲۲) امام جلیل جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے خصائص الکبریٰ شریف میں ایک باب وضع فرمایا: اب اس بیان کا کہ خاص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ منصب حاصل ہے کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرما دیں۔

(الخصائص الکبریٰ باب اختصاصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بانہ یخص من شاء من شامخ مرکز المسند کجرات الہند ۲/۲۶۲) (فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۱۳۵-۱۳۶)

124 بَابُ النَّهْيِ عَنِ افْتِرَاشِ

جُلُودِ النُّمُورِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا

چیتے کی کھال پر بیٹھنے

اور سوار ہونا منع ہے

(814) عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَرَكُوا

اللہ نے فرمایا: ریشم اور چیتے کی کھال پر نہ بیٹھو۔ یہ

لَحْزٌ وَلَا تَبِيعُوا حَدِيثَ حَسَنٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُ

حدیث حسن ہے اسے امام ابو داؤد نے وغیرہ نے اسناد

بِرِسْنَدٍ حَسَنٍ۔

حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابو داؤد باب فی جلود النور والسباع ج ۱ ص ۱۲۲ رقم: ۱۳۱۰ سنن الکبیری للبیہقی باب المنع

من الانتفاع بشعر البیعة ج ۱ ص ۲۱ رقم: ۱۱۱۱ مسند امام احمد حدیث معاویہ بن ابی سفیان ج ۱ ص ۴۲ رقم: ۱۱۸۸۱ التاریخ

للمیرونی سنن ابی ہلب معاویہ من رسلہ معاویہ بن ابی سفیان ج ۱ ص ۲۰

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معاویہ نام کے بہت صحابہ ہیں مگر جب مطلقاً معاویہ بولا جاوے تو اس سے مراد حضرت امیر معاویہ ابن ابوسفیان

ہوتے ہیں ووعی یہاں مراد ہیں۔

یعنی گھوڑے کی کاٹھی پر ریشمی گدی لہ یا چیتے کی کھال ڈال کر اس پر سوار نہ ہو، درندوں کی کھالوں کو پہننے یا

بچھانے سے دل میں تکبر پیدا ہوتا ہے جیسے ہرن کی کھال پر بیٹھنے یا اسے پہننے سے نامردی پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ بعض

شراحین نے نمار کے معنی کیے ہیں وہاری دار کبل مگر یہ قوی نہیں کیونکہ وہاری دار کبل بچھانا ممنوع نہیں، نیز اس کی جمع نور ہے

نہ کہ نمار، نیز جامع صغیر کی روایت میں ہے عن جلود النمار یعنی نمار کی کھال سے منع فرمایا۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح ج ۲ ص ۲۰۲)

(815) وَعَنْ أَبِي التَّيْلِجِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ

حضرت ابو تلج اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے

ہیں کہ رسول اللہ نے درندوں کی کھال پر بیٹھنے سے

منع فرمایا ہے۔ ابو داؤد ترمذی نسانی نے اسانید صحیحہ کے

ساتھ اس کو روایت کیا ہے اور ترمذی کی ایک روایت میں

یہ ہے کہ درندوں کی کھال کو بچھونا بنانے آپ نے منع

فرمایا۔

عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ

جُلُودِ السَّبَاعِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

وَالنَّسَائِيُّ بِأَسَانِيدٍ صَحَّاحٍ. وَفِي رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ:

نَهَى عَنْ جُلُودِ السَّبَاعِ أَنْ تُفْتَرَشَ.

تخریج حدیث: (سان ابو داؤد باب فی جلود النور والسباع ج ۱ ص ۱۱۶ رقم: ۱۳۲۰ سنن الکبیری للبیہقی باب المنع

من الانتفاع بجلد الکلب والخنزیر ج ۱ ص ۱۸ رقم: ۱۱۱۰ سنن الدارمی باب النہی عن جلود السباع ج ۱ ص ۱۱۰ رقم: ۱۱۸۲ سنن

النسائی باب النہی عن الانتفاع بجلود السباع ج ۱ ص ۱۴۶ رقم: ۶۱۸۲ مسند امام احمد حدیث اسامہ الہذلی رضی اللہ عنہ

ج ۱ ص ۴۲ رقم: ۱۱۸۸۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام عامر ابن اسامہ ابن عمیر ہے، بخولی ہیں، جلیل الشان تابعی ہیں، آپ کے والد اسامہ صحابی ہیں۔

اس کی شرح پہلی حدیث میں گزر چکی، یعنی ان پر بیٹھنے، سوار ہونے، پہننے سے منع فرمایا اور ممانعت تنزیہی ہے۔
پکانے سے پہلے، کیونکہ وہ نجس ہے اس کی بیچ جائز نہیں یا پکانے کے بعد بھی۔ اس صورت میں یہ ابوالخیر کا اپنا مذہب ہے۔ تمام آئمہ کے نزدیک جائز ہے۔ یہ روایت ترمذی کی ہے مگر مصنف کو نہ ملی اس لیے انہوں نے یہاں سفیدی چھوڑ دی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱ ص ۷۶)

125 بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا لَبَسَ

ثَوْبًا جَدِيدًا أَوْ نَعْلًا أَوْ نَحْوَهُ

آدمی جب نیا کپڑا یا جوتا وغیرہ

پہنے تو کون سی دعا پڑھے؟

(816) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَاءَهُ بِاسْمِهِ - عِمَامَةً أَوْ قَمِيصًا، أَوْ رِدَاءً - يَقُولُ: "اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنتَ كَسَوْتَنِيهِ، أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُبِعَ لَهُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُبِعَ لَهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ."

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام دستار قمیص، چادر لیتے اور کہتے اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے یہ پہنایا میں تجھ سے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور جس اچھے کام کے لیے بنائی گئی ہے اور تیرے ساتھ اس کے شر سے پناہ چاہتا ہوں اور جس بُرے مقصد کے لیے بنائی گئی اس کے شر سے بھی پناہ چاہتا ہوں۔ اے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما یقول اذا لبس ثوبا جدیداً، ج ۴ ص ۴۴، رقم: ۴۰۲۲، سنن ترمذی، باب ما یقول اذا لبس ثوبا جدیداً، ج ۲ ص ۲۳۹، رقم: ۱۰۶۷، الادب للبیہقی، باب ما یقول اذا لبس ثوبا او اکل طعاماً، ج ۱ ص ۳۱۱، رقم: ۵۲، المستدرک للحاکم، کتاب اللباس، ج ۱ ص ۱۸۲، رقم: ۴۰۰۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج ۲ ص ۲۰، رقم: ۱۱۲۶۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اس کا نام رکھتے عمامہ یا قمیص) حضور انور حتی الامکان نیا کپڑا جمعہ کو پہنتے تھے اور نیا کپڑا پہن کر پرانا خیرات فرما دیتے تھے۔ (مرقات) پھر پہلے اس کا نام معین فرماتے کہ یہ چادر اوڑھتا ہوں یا قمیص پہنتا ہوں یا تہبند پھر اسے زیب تن فرماتے، ان کی ہر ہر ادا پر کروڑوں درود۔

(اس کی شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں) کپڑے کی خیر یہ ہے کہ کپڑا پہن کر نیک اعمال کی توفیق ملے اور کپڑے کی شر یہ ہے کہ کپڑے پہن کر گناہ کرے، کپڑے پہن کر نماز پڑھنا خیر ہے اور کپڑے پہن کر چوری کرنا اس کی شر ہے اور بندہ اللہ

تعالیٰ ہی کے کرم سے خیر کر سکتا ہے شر سے بچ سکتا ہے، نیز کپڑا پہن کر حمد و شکر کرنا کپڑے کی خیر ہے اس پر فخر کرنا اس کپڑے کی شر۔

یہ حدیث احمد، نسائی، ابن حبان نے اور حاکم نے مستدرک میں ان ہی راوی سے روایت کی۔ شرح سنہ بروایت حضرت ابن عمر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو سفید قمیض پہنے دیکھا تو فرمایا کہ نئی ہے یا دھلی ہوئی عرض کیا نئی، فرمایا اللبس جدیداً عیش حمیداً امت محمدیۃ یعنی نیا لباس پہنوا مجھے جو شہید مروی عنہ۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۱۸۸)

126۔ بَابُ اسْتِعْبَابِ الْاِبْتِدَاءِ .

دائیں جانب سے لباس پہننے کی

ابتداء کرنا مستحب ہے

بِالْيَمِينِ فِي اللِّبَاسِ

اس باب کا مقصد گزر چکا وہاں ہم نے اس میں صحیح

هَذَا الْبَابُ قَدْ تَقَدَّمَ مَقْصُودُهُ وَذَكَرْنَا

احادیث بیان کر دی ہیں۔

الْاَحَادِيثُ الصَّحِيحَةَ فِيهِ .



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

5- کتاب آداب النّوم

وَالْأَضْطِجَاعُ وَالْقُعُودُ وَالْمَجْلِسُ
وَالْمَجْلِيسُ وَالرُّوْیَا

127 بَابُ مَا یَقُولُهُ عِنْدَ النَّوْمِ

(817) عَنْ الدَّرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ

عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ قَامَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ قَالَ:
«اللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِي
إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي
إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنَاجَا مِنْكَ
إِلَّا إِلَيْكَ، أَمِنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ
الَّذِي أَرْسَلْتَ رَوَاةُ الْبُخَارِيِّ بِهَذَا اللَّفْظِ فِي
كِتَابِ الْأَدَبِ مِنْ صَحِيحِهِ»

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سونے کے آداب کا بیان
سونے لیٹنے بیٹھنے مجلس ہم مجلس
اور خواب کے آداب

آدمی سوتے وقت کون سی دعا پڑھے؟

حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ جب بستر پر تشریف فرما ہوتے تو دائیں
پہلو پر لیٹتے اور کہتے اے اللہ! میں نے اپنی جان تیرے
سپردگی میں نے اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کیا۔ اپنا کام
تیرے سپرد کیا اپنی پشت کو سہارا تجھ سے دیا تیرے شوق
اور ڈر کی وجہ سے میرا ٹھکانہ اور جائے پناہ تیری طرف
ہی ہے میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل
فرمائی اور تیرے نبی پر جن کو تو نے رسول
بنایا۔ (بخاری) بخاری نے اپنی صحیح کے کتاب الادب میں
ان الفاظ سے یہ حدیث ذکر کی۔تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من بات علی الوضوء، ج ۱، ص ۸۸، رقم: ۲۲۰۰، صحیح مسلم، باب ما یقول عند
النوم، واخذ البطج، ج ۲، ص ۷۷، رقم: ۷۰۰، الادب للبیہقی، باب کیف ینام وما یقول عند النوم، ص ۳۰۹، رقم: ۷۱، مسند ابن
ماجہ، باب ما یدعو بہ اذا اوی الی فراشه، ج ۲، ص ۱۲۷، رقم: ۲۸۷۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند الدراء بن عازب رضی اللہ
عنه، ج ۲، ص ۲۰۰، رقم: ۱۸۶۷۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نفس سے مراد ذات یا جان ہے اور وجہ سے مراد چہرہ یا توجہ یا دل کا رخ یا ان دونوں جملوں میں اپنے ظاہر و باطن
کی طرف اشارہ ہے یعنی الہی میرا باطن بھی تیرے مطیع ہے کہ اس میں ریاء (شرک) سرکشی نہیں اور میرا ظاہر بھی تیرا
فرمانبردار کہ میرا کوئی عضو یا غی نہیں، غرض کہ میرا اپنا کچھ نہیں، سب کچھ تیرا ہے سوتے وقت یہ کلمات اس لیے عرض کیے تاکہ
معلوم ہوا کہ میرا سونا بھی تیرے حکم کے ماتحت ہے۔ (لمعات وغیرہ)

(تیرے شوق اور ڈر کی وجہ سے) لہذا مجھے اندرونی و بیرونی آفات سے بچالے اور میری معاش و معاد اچھی کر دے، رغبت تو تفویض کے لحاظ سے ہے اور ہیبت الحوائج کے اعتبار سے ہے، چونکہ بیداری میں انسان کچھ ذمہ دار ہوتا ہے اور با اختیار مگر سو جانے پر سب کچھ کھو بیٹھتا ہے اسی لیے اس موقع پر یہ دعا بہت ہی موزوں ہے، نیز سوتے وقت یہ خبر نہیں ہوتی کہ اب سویرے کو اٹھوں گا یا قیامت میں اس لیے یہ کہہ کر سونا بہتر ہے کہ خدا یا اب سب کچھ تیرے سپرد۔ شعر

سپر دم جو مایہ خویش را تودانی حساب کم و بیش را

(اور جائے پناہ تیری طرف ہی ہے) یعنی تیرے غضب سے پناہ صرف تیری رحمت کے دامن میں ہی مل سکتی ہے اور تیری پکڑ سے رہائی صرف تو ہی دے سکتا ہے، تیرے غضب کی آگ کو صرف تیری رحمت ہی کا پانی بجھا سکتا ہے، اگر تو عدل کرے تو اونچے اونچے کانپ جائیں اگر فضل فرمائے تو گنہگاروں کی بھی امید بندھ جائے۔ شعر

عدل کریں تے تھر تھر کنبن اچیاں شانناں والے فضل کریں تو بخشنے جادون میرے جہے منہ کالے

(میں تیری کتاب پر ایمان لایا) کتاب سے مراد قرآن شریف ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ الفاظ ہماری تعلیم کے لیے ہیں ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے کہ میں اپنی رسالت پر ایمان لایا، نیز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات یعنی نبوت و رسالت وغیرہ کا علم حضور کے لیے علم حضوری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو لوگوں کے لیے عین ایمان ہیں جیسے اللہ تعالیٰ اپنی توحید و صفات کو جانتا تو ہے مگر اسے موحد یا مؤمن اس معنی سے نہیں کہہ سکتے، یونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت و رسالت کو جانتے تو ہیں مگر اس جاننے کو ایمان نہیں کہا جائے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے قرآن کے مؤمن ہیں نہ کہ اپنے اسی لیے رب تعالیٰ نے فرمایا: اَمِنَ الرَّسُولُ بِمَا آتٰهُ الْاِلٰهِ مِنْ رَّبِّهِ يَهْدِيهِ اِلَیْهِ اَمِنَ الرَّسُولُ بِرِسَالَتِهِ هَا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا قرآن پر ایمان ہے اور قرآنی آیات میں حضور کی رسالت کی بھی آیات ہیں حضور ان کے مصداق ہیں اسی لحاظ سے اپنے بھی مؤمن۔ (ازمرقات مع زیادہ)

یہ دعائیہ کلمات صبح تک اس کے ایمان کی گارنٹی ہیں، پھر سویرے کو نیا روز نئی روزی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۴ ص ۴)

(818) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ، وَقُلْ وَذَكَرْ نَحْوَهُ، وَفِيهِ: "وَأَجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُولُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

انہی سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم بستر پر لیٹے لگو تو نماز جیسا وضو کرو پھر دائیں پہلو پر لیٹو اور اسی کی مثل کہو (جو اوپر روایت میں جو دعاء ذکر ہے) اور اس میں یہ بھی ہے کہ اس کو سونے سے پہلے سب سے آخر میں کہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من بات علی الوضوء، ج ۱ ص ۵۸، رقم: ۲۷۷۷، صحیح مسلم، باب ما یقول عند النوم واخذ المفج، ج ۲ ص ۷۷، رقم: ۷۰۰، الادب للمصطفیٰ، باب کیف ینام وما یقول عند النوم، ص ۳۰، رقم: ۶۱، سنن ابن

ماجہ: باب ما یدعو بہ اذا اوی الی فراشه: ج ۲ ص ۱۲۷: رقم: ۲۸۷۱: مسند امام احمد بن حنبل: مسند البراء بن عازب رضی اللہ عنہ: ج ۲ ص ۲۰۰: رقم: ۱۸۶۷۷

حکیم الأُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(نماز جیسا وضو کرو) یعنی اگر سوتے وقت تمہارا وضو نہ ہو تو اس اہتمام سے وضو کر لو جس اہتمام سے نماز کے لیے کرتے ہو مع مسواک و ادائے سنن و مستحبات، یہ حکم استحبابی ہے، پہلے بحوالہ مرقات عرض کیا جا چکا ہے کہ اگر اس وقت تیمم بھی کرے جب بھی ان شاء اللہ یہ ہی فائدہ ہوگا۔

یہ تمام کلام حضرت براء کا ہے جو اختصاراً بیان فرمایا۔ ظاہر یہ ہے کہ اس دعا میں کتاب سے قرآن شریف اور نبی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور ممکن ہے کہ کتاب سے تمام آسمانی کتب اور نبی سے تمام نبی مراد ہوں کہ سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ (اشعہ) نبی یا تو نباء سے بنا بمعنی خبر، نبی خبر دینے والا کس کی اللہ کی ذات و صفات، معاش و معاد کی۔ یا نبیاء سے بنا بمعنی بلندی درجہ، نبی بلند درجے والا۔ (مرقات)

بعض روایات میں انہی براء ابن عازب سے ہے کہ میں نے دوبارہ یہی دعا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تو بجائے ہدیث کے ہر سولک کہہ دیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں یہ ہی کہوں ہدیثک۔ معلوم ہوا کہ وظیفہ کے الفاظ بالکل نہ بدلے ورنہ تاخیر نہ ہوگی۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر حدیث کے الفاظ یاد ہوں تو روایت بالمعنی نہ کرے، حدیث کی روایت بالمعنی جب درست ہے جب کہ الفاظ یاد نہ رہے ہوں، یونہی قرآن کریم کے الفاظ، شہد، ہدی، مخارج، طریقہ ادا میں حتی الامکان تبدیلی نہ ہونے دے۔ اس حدیث میں وعدہ فرمایا گیا کہ سوتے وقت یہ پڑھنے والا ان شاء اللہ ایمان پر مرے گا، اسلام و تقویٰ پر جے گا، بڑی ہی مجرب دعا ہے، فقیر بفضلہ تعالیٰ اس پر عامل ہے۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴)

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ رات کے وقت گیارہ رکعت پڑھا کرتے پس جب فجر طلوع ہو جاتی دو خفیف رکعتیں ادا فرماتے تھے پھر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ موزن آ کر آپ کو نماز کے لیے عرض کرتا۔ (متفق علیہ)

(819) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَجِيءَ الْمَوْزِنُ فَيُؤَذِّنُهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب من انتظر الإقامة: ج ۱ ص ۱۲۸: رقم: ۶۲۶: صحیح مسلم: باب صلاة الیل و عدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ج ۲ ص ۱۶۵: رقم: ۱۷۵۲: السنن الکبریٰ للبیہقی: باب صلاة الیل مثنی مثنی: ج ۲ ص ۳۸۶: رقم: ۲۸۷۱: مسند امام احمد بن حنبل: حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا: ج ۱ ص ۲۲: رقم: ۲۴۱۰۲)

شرح حدیث: حکیم الأُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کی آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے تین رکعت وتر۔ خیال رہے کہ بغیر عشاء پڑھے تہجد نہیں ہو سکتی۔
اس آخری جملہ سے بہت لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے، بعض نے اس کے یہ معنی کئے دس رکعتیں تہجد پڑھی ہر دو رکعت پر سلام اور ایک رکعت وتر پڑھی مگر اس بناء پر یہ روایت ان تمام روایات کے خلاف ہوگی جن میں تین رکعت وتر کی تصریح ہے یا جن میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی رکعت اول میں سورۃ اعلیٰ پڑھی دوسری میں قُلْ یَاٰکُمَا الْکَافِرُوْنَ، تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ بعض لوگوں نے یہ معنی کیئے کہ تہجد آٹھ رکعتیں پڑھیں اور وتر تین رکعتیں اگر اس طرح کہ وتر کی دو رکعت ایک سلام سے اور ایک رکعت ایک سلام سے مگر یہ معنی ان احادیث کے خلاف ہیں جن میں وارد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سلام سے تین رکعت وتر پڑھے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص نماز ایک رکعت والی نماز سے منع فرمایا، ارشاد فرمایا کہ مغرب دن کے وتر ہیں اور وتر رات کے وتر، لہذا اس حدیث کے معنی وہی درست ہیں جو احناف نے کیئے وہ یہ کہ دو دو رکعت پر سلام تو تہجد میں پھیرا اور وتر اس طرح پڑھے کہ دو رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملا لی جس سے یہ ساری نماز وتر یعنی طاق ہوگئی یعنی بَرَكَةٌ کی ب تعدیہ کی نہیں بلکہ استعانت کی ہے اب یہ کسی حدیث سے متعارض نہیں۔

نماز تہجد کا ہر سجدہ یا وتر کا ہر سجدہ یا تہجد سے فارغ ہو کر شکر کا ایک سجدہ اتنا دراز ادا کرتے کہ تم میں سے کوئی آدمی اتنی دیر میں پچاس آیات تلاوت کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کے بعد اس کا شکر یہ ادا کرنا کہ رب نے اس نماز کی توفیق بخشی بہتر ہے۔

جب خوب روشنی ہو جاتی تو سنت فجر ادا فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فجر اجیالے میں پڑھنا سنت ہے اس طرح کہ سنتیں بھی بلکہ اذان فجر بھی اجیالے میں ہو ورنہ نام المؤمنین تَبٰیْنُ نہ فرماتیں۔

حضرت بلال جماعت کے وقت در دولت پر حاضر ہو کر عرض کرتے کہ کیا تکبیر کہوں آپ اجازت دیتے تب وہ صف میں پہنچ کر تکبیر شروع کرتے جب صلی علی الفلام پر پہنچتے تو آپ دروازہ شریف سے مسجد میں داخل ہوتے۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ سنت فجر سے بعد داہنی کرؤٹ پر کچھ دیر لیٹ جانا سنت ہے بشرطیکہ نیند نہ آجائے ورنہ وضو جاتا رہے گا۔ دوسرے یہ کہ سلطان اسلام عالم دین کو اذان کے علاوہ بھی نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴۱۴)

(820) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ خَدِّهِ ثُمَّ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَا وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ: "الْحَمْدُ لَكَ يَا رَبِّ الْعَالَمِينَ"۔ حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ؐ جب رات کو بستر پر لیٹتے تو اپنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھتے پھر کہتے اے اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ مرتا اور زندہ ہوتا ہوں۔ اور جب بیدار ہوتے تو کہتے

لِللّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَآلَيْهِ النُّشُورُ وَآلَهُ
الْبُعَاثُ.

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں مارنے
کے بعد زندہ کیا اور ہم نے اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وضع الید الیمنی الاخذ الایمن، ج ۸ ص ۶۹، رقم: ۶۲۱۲، الاداب للبیہقی، باب ما یقول
اذا اراد ان ینام واذا استیقظ، ج ۱ ص ۳۱۷، رقم: ۶۸۲، سنن ابوداؤد، باب ما یقال عند النوم، ج ۲ ص ۳۴۱، رقم: ۵۰۵۱، سنن ابن ماجہ،
باب ما یدعو بہ اذا التبتہ من الیل، ج ۲ ص ۱۲۴، رقم: ۳۸۸۰، سنن الدارمی، باب ما یقول اذا التبتہ من لومہ، ج ۲ ص ۲۴۴، رقم: ۲۹۸۹)
شرح حدیث: حکیم لائٹ حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا بستر شریف قبر کے رخ بچھایا جاتا ہے کہ قبلہ کے داہنے سر مبارک ہوتا اور قبلہ کے بائیں پاؤں شریف حضور
انور صلی اللہ علیہ وسلم سپرد می کروٹ پر لیٹتے، داہنا ہاتھ داہنے رخسارہ کے نیچے رکھتے تھے۔ قبر میں میت کی ہیئت بھی یہ ہی ہوتی
ہے، چونکہ نیند موت کا نمونہ ہے اسی لیے حضور علیہ السلام کا بستر قبر کے نمونہ کا ہوتا تھا تا کہ لیٹنے کے وقت موت یاد آئے کہ
کبھی قبر میں بھی لیٹنا ہے۔

(تیرے نام پر مروں گا اور جیوں گا) یہاں موت و زندگی سے مراد سونا جاگنا ہے، رب تعالیٰ کا نام شریف میت بھی
ہے اور مجھی بھی یعنی میت کے نام پر مروں گا اور مجھی کے نام پر جیوں گا یعنی بیدار ہوں گا کہ میرے یہ دو حال تیرے ان دو
ناموں کا مظہر ہیں۔ (مرقات)

(اسی کی طرف اٹھنا ہے) یعنی یہ جاگنا یہ کل قیامت میں اٹھنے کی دلیل ہے۔ نشور نشر سے بنا بمعنی متفرق ہونا، پھیل
جانا، اسی سے انتشار اور منتشر بنا، جاگنے کو نشور اسی لیے کہتے ہیں کہ بندے جاگ کر طلب رزق وغیرہ کے لیے پھیل جاتے
ہیں اور بکھر جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ عربی میں نیند، سکون، بے عقلی، جہالت، بھیک مانگے، گناہ، بڑھاپے، ناگوار
حالت جیسے ذلت، فقر وغیرہ کو موت کہہ دیتے ہیں اور ان کے مقابل کو حیات یعنی زندگی، یہاں موت بمعنی نیند ہے اور احیاء
بمعنی بیداری، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَأَحْيَيْنَاهُ اور فرماتا ہے: إِنَّكَ لَا تُسَبِّحُ الْمَوْتَىٰ ان دونوں آیتوں
میں موت سے مراد جہالت ہے اور میت سے مراد جاہل و کافر۔ (مرقات و لمعات) (مرآۃ النایب، ج ۳ ص ۲)

(821) وَعَنْ يَعِيشَ بْنِ طَخْفَةَ الْغِفَارِيِّ
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ أَبِي: بَيْنَمَا أَنَا مُضْطَجِعٌ فِي
الْمَسْجِدِ عَلَى بَطْنِي إِذَا رَجُلٌ يُخْرِكُنِي بِرَجْلِهِ، فَقَالَ:
"إِنَّ هَذِهِ ضُفْعَةٌ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ قَالَ: فَنَظَرْتُ، فَإِذَا
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

حضرت یعیش بن طخفہ غفاری رحمہ اللہ سے روایت
ہے کہ میں مسجد میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا کہ اچانک
مجھے کوئی آدمی اپنے پاؤں سے حرکت دیتا ہے اور کہتا ہے
کہ اس طرح کا لیٹنا اللہ کو پسند نہیں۔ فرماتے ہیں میں
نے دیکھا تو وہ رسول اللہ رحمہ اللہ تھے۔ ابوداؤد نے صحیح سند

کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا۔

بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ۔

تَخْرِيجُ حَدِيثٍ: (سنن ابوداؤد: باب فی الرجل یطیح علی بطنه ج ۳ ص ۲۱۸ رقم: ۵۰۴۲ البیہقہ الکبیر للطبرانی من اسمہ طهفة بن قیس الغفاری ج ۸ ص ۲۲۸ رقم: ۸۲۴۲ مسند امام احمد حدیث طهفة بن قیس ج ۳ ص ۲۲۸ رقم: ۱۵۵۸۲ معرفة الصحابة لابن نعیم من اسمہ طهفة ج ۳ ص ۲۰۲ رقم: ۲۵۱۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعیش بروزن یزید تابعی ہیں، ان کے والد طهفة ط، خ، ف، ہ یا طهفة صحابی ہیں، ان کے والد قیس ابن ابی غزرة غفاری کوئی ہیں۔

طهفة صحابی ہیں اور صفہ والوں میں سے ہیں وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

سور سین کے پیش ح کے سکون سے یاسین کے اور ح دونوں کے فتح سے حلق اور سینہ کا درمیانی حصہ یعنی سینہ کے اوپری حصہ میں میرے درد تھا اس لیے میں پیٹ کے بل اوندھا لیٹا ہوا تھا کہ سینہ دبار ہے اور درد کو سکون ہو۔

بڑا خوش نصیب ہے وہ جسم جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹھوکر لگ جاوے ہم نے عرض کیا ہے۔ شعر مرث کے خوب لگتی مٹی مری ٹھکانے

گرا گئی ٹھوکروں میں میرا مزار ہوتا جس غلطی کی بنا پر حضور کی ٹھوکر نصیب ہو جاوے وہ غلطی بھی اللہ کی رحمت ہے۔

چونکہ دوسری طرح لیٹنے سے بھی یہ تکلیف دفع ہو سکتی تھی اس لیے یہ درد اس کے لیے عذر نہ مانا گیا اور اس سے منع فرما دیا گیا لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ ضرورت کے وقت ممنوعات بھی درست ہو جاتے ہیں۔

سبحان اللہ! آپ نے یہ عذر حضور سے عرض نہ کیا بلکہ فوراً کروٹ بدل لی یا اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۵۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا اس پر اللہ کی طرف سے وہ مجلس باعث ہلاکت ہوگی اور جو کسی جگہ لیٹا اور اس جگہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا تو وہ اس کے لیے اللہ کی طرف سے ہلاکت کا باعث ہوگی۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا۔

(822) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ تَعَالَى فِيهِ، كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى تِرَةٌ، وَمَنْ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللَّهَ تَعَالَى فِيهِ، كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللَّهِ تِرَةٌ وَاهُ الْبُؤْسِ دَاوُدُ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

الْبُؤْسُ: تَامِثَةٌ پُر زیر کے ساتھ یعنی کوتاہی کی وجہ سے حسرت کرنا۔

الْبُؤْسُ: بِكْشَرِ النَّاءِ الْمُبْتَدَأَةِ مِنْ قَوْفٍ وَهِيَ: النَّقْصُ، وَقِيلَ: التَّبَعَةُ۔

تخريج حديث: (سنن ابوداؤد: باب كراهية ان يقوم الرجل من مجلسه ولا يدكر الله ج ٢ ص ٢١٣ رقم: ٣٨٥٨ سنن الكبيري للنسائي: باب من جلس مجلسا لم يدكر الله تعالى فيه ج ١ ص ١٠٤ رقم: ١٠٢٣٤ مسند الشاميين للطبراني من اسمه محال بن حميد الهري ج ٢ ص ٢٤٢ رقم: ١٣٢٣)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مجلس سے مراد ہر جائز مجلس ہے جو کہ گندگی وغیرہ سے خالی ہو لہذا قضائے حاجت کی مجلس، اسی طرح شراب خوروں کی مجلس اس سے مستثنیٰ ہے ان موقعوں پر خدا تعالیٰ کا نام لینا بے ادبی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کسی دینی یا دنیاوی مجلس میں بیٹھو اور جب بھی سونے کے لیے بستر پر دراز ہو تو اللہ کا ذکر ضرور کر لو ورنہ کل قیامت میں ان اوقات کے ضائع ہو جانے پر کف افسوس ملو گے۔ بعض لوگ ہر وقت درود شریف پڑھتے رہتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے، مؤمن کی کوئی حالت ذکر اللہ سے خالی نہ چاہیے۔ (مراۃ المناجیح، ج ٣ ص ٢٩٦)

سونے کے آداب

مستحب یہ ہے کہ ہا وضو سونے اور بسم اللہ پڑھ کر کچھ دیر داہنی کروٹ پر

اللَّهُمَّ يَا شَيْكَ أَمُوتْ وَأُحْيِي۔ (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب من (٢٨) رقم ٣٣٢٨، ج ٥ ص ٢٦٣)

پڑھ کر داہنے ہاتھ کو رخسار کے نیچے رکھ کر قبلہ رو سونے پھر اس کے بعد بائیں کروٹ پر سونے پیٹ کے بل نہ لیے حدیث شریف میں ہے کہ اس طرح لیٹنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثلاثون فی التفرقات، ج ٥ ص ٤٦٦)

اور پاؤں پر پاؤں رکھ کر چت لیٹنا منع ہے جب کہ تہ بند پہنے ہوئے ہو کیونکہ اس صورت میں ستر کھل جانے کا اندیشہ ہے۔ (جامع الترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی فصاحة والبیان، رقم ٢٨٦٣، ج ٣ ص ٣٨٨)

ایسی چھت پر سونا منع ہے جس پر گرنے سے کوئی روک نہ ہو لڑکا جب دس برس کا ہو جائے تو اپنی ماں یا بہن وغیرہ کے ساتھ نہ سلا یا جائے بلکہ اتنی عمر کا لڑکا لڑکوں اور مردوں کے ساتھ بھی نہ سوئے۔ (بہار شریعت، ج ١٦ ص ٤١)

مسئلہ: دن کے ابتدائی حصہ اور مغرب و عشاء کے درمیان اور عصر کے بعد سونا مکروہ ہے۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثلاثون، ج ٥ ص ٤٦٦)

مسئلہ: شمال کی طرف پاؤں پھیلا کر بلاشبہ سونا جائز ہے اس کو ناجائز سمجھنا غلطی ہے ہاں البتہ مغرب کی طرف پاؤں کر کے سونا یقیناً ناجائز ہے کہ اس میں قبلہ کی بے ادبی ہے۔

مسئلہ: رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب رات کی ابتدائی تاریکی آجائے تو بچوں کو گھر میں سمیٹ لو کہ اس وقت میں شیاطین ادھر ادھر نکل پڑتے ہیں پھر ایک گھڑی رات چلی جائے تو بچوں کو چھوڑ دو، بسم اللہ پڑھ کر

سکتا۔ پاؤں پر پاؤں رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ ایک پاؤں کھڑا ہو اور دوسرا پاؤں کھڑے ہوئے گھٹنے پر رکھا ہو۔ پہلی صورت جائز یہ دوسری صورت ممنوع لہذا احادیث میں تعارض نہیں پاؤں پر پاؤں رکھنے میں ستر کھل جانے کا اندیشہ ہے خصوصاً جب کہ تہبند بندھا ہوا ہو، آئندہ حدیث میں پاؤں پر پاؤں رکھنے سے ممانعت آرہی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں لیٹنا جائز ہے خصوصاً ضرورت کے وقت یا یہ بحالت اعتکاف۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۲۵)

(824) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِي مَجْلِسِهِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسَنًا. حَدِيثٌ صَحِيحٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُ بِإِسْنَادٍ صَحِيحَةٍ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھا لیتے تو سورج اچھی طرح نکلنے تک اپنی مجلس میں چارزانو (چوکڑی مار کر) بیٹھے رہتے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ ابوداؤد وغیرہ نے اسانید صحیحہ کے ساتھ اس کو روایت ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الرجل یجلس متربعاً، ج ۳ ص ۴۱۲، رقم: ۴۸۵۲، الادب للمذہبی، باب کیفیة الجلوس، ج ۱ ص ۱۲۹، رقم: ۲۸۲، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ جابر بن سمرۃ السوائی، ج ۲ ص ۲۱۶، رقم: ۱۸۸۹، مسند امام احمد ومن حدیث ابی عبد الرحمن، ج ۵ ص ۱۰۰، رقم: ۲۱۰۰۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ نماز فجر کے بعد اشراق تک مصلے پر بیٹھا رہنا سنت ہے۔ دوسرے یہ کہ اس وقت تلاوت قرآن کرنا بہتر نہیں، جن اوقات میں سجدہ حرام ہے ان اوقات میں تلاوت قرآن افضل نہیں کہ اس وقت سجدہ تلاوت نہ کر سکے گا۔ تیسرے یہ کہ نفلی معتکف کو مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا جائز ہے یہ حضرات بہ نیت اعتکاف وہاں بیٹھتے تھے۔ چوتھے یہ کہ مسجد میں جائز اشعار پڑھنا جائز بلکہ نعت شریف پڑھنا سنت صحابہ ہے۔ پانچویں یہ کہ آخرت کی چیزیں کوئی اپنی عقل سے معلوم نہیں کر سکتا یہ صرف نبوت کے نور سے ہی معلوم ہوتی ہیں، دیکھو حضرات صحابہ کرام اب بعد اسلام اپنے زمانہ جاہلیت کی باتوں پر خود ہنستے تھے کہ ہم اس وقت کیسے نا سمجھ تھے اب حضور کے صدقہ سے سمجھ بوجھ میسر ہوئی۔ چھٹے یہ کہ حضور انور بڑے ہی اخلاق کے مالک تھے کہ اپنے کو اپنے خدام کے ساتھ رکھتے تھے ان کے ہر کام میں شریک ہو جاتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۲۵)

(825) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا.

قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْنَاءُ الْكُعْبَةَ مُحْتَبِيًا بِيَدَيْهِ هَكَذَا، وَوَصَفَ بِيَدَيْهِ الْأَحْتِبَاءَ، وَهُوَ الْقُرْقُصَاءُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کے صحن میں اس طرح احتباء کیے ہوئے دیکھا پھر حضرت ابن عمر نے اپنے ہاتھوں سے احتباء کی وصف بیان کی۔ قرقصاء بھی اسی کو کہتے

ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاحتباء بالید وهو القرفصاء، ج ۱، ص ۶۱، رقم: ۶۲۴۱، جامع الاصول، کتاب السادس فی النور وھیکلہ والقعود، ج ۱، ص ۵۱۸، رقم: ۱۱۸۲، مشکوٰۃ المصابیح، باب الجلوس والنوم والشیء، ج ۳، ص ۱۹، رقم: ۲۰۰۰) شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

گھر کے سامنے کی کھلی جگہ جس پر چھت نہ ہونا کہلاتی ہے جسے اردو میں صحن یا آنگن کہتے ہیں۔ احتباء یہ ہے کہ دونوں پنڈلیاں کھڑی ہوں، پاؤں کے تلوے زمین سے لگے ہوں، سرین زمین پر ہوں اور دونوں ہاتھ پنڈلیوں پر رکھے ہوں، ان کا حلقہ کیے ہوئے یہ اکڑوں بیٹھنے کی ایک قسم ہے، اس بیٹھک میں اظہار جزو انکسار ہے یہ بیٹھک سنت ہے۔ (مرقات) کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بھی بیٹھے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۳۳)

(826) وَعَنْ قَبِيْلَةَ بَدِيٍّ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَاعِدُ الْقَرْفَصَاءِ فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ الْبُتَّخِيْعَ فِي الْجُلْسَةِ أُرِيدْتُ مِنَ الْفَرْقِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ.

حضرت قبیلہ بن مخرمہ ؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو قرفصاء کی حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیٹھنے میں ایسے انداز خشوع میں دیکھا تو میں خوف سے کانپ اٹھی۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب فی جلوس الرجل، ج ۲، ص ۳۱۲، رقم: ۲۸۷۹، الشیخ الاسلامی، باب ما جاء فی جلوس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۱۳۰، رقم: ۱۲۸، الاحیاء المفرد للبخاری، باب القرفصاء، ص ۲۰۲، رقم: ۱۱۶۸، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الاحتباء السباح فی غیر وقت الصلاة، ج ۳، ص ۲۲۵، رقم: ۶۱۲۶) شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قرفصاء ایک خاص بیٹھک کا نام ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اپنی پنڈلیاں زمین سے لگائے اور دونوں ران پنڈلیوں سے پیٹ رانوں سے ملا ہوا ہو اور دونوں ہاتھ پنڈلیوں پر ہوں یہ بیٹھک انتہائی عاجزی اور تواضع کی ہے، قرفصاء کی اور صورتیں بھی بیان کی گئیں ہیں۔ (مرقات، داؤد) اشعہ نے فرمایا کہ یہ بیٹھک عرب کے چرواہوں اور غریب لوگوں کی ہے یا ان لوگوں کی جو کسی خاص اہم کام میں غور و فکر کر رہے ہوں بہر حال اس بیٹھک میں عجز و انکسار یا فکر کا اظہار ہے۔

(میں خوف سے کانپ اٹھی) کیونکہ میں نے یہ خیال کیا کہ جب سید المرسلین امام الاولین والآخرین کی یہ نشست ہے اور آپ کے انکسار کا یہ حال ہے تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں یہ خیال کر کے مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔

پیش اد گیتی جبین فرسودہ است
خویشتم را عبدہ فرمودہ است

بوریا ممتوں خواب راحتش
تاج کسریٰ زیر پائے امتش

اپنی تواضع کا یہ حال ہے اور دنیا ان کے آستانہ کی خاک چاٹ رہی ہے ان کی چوکھٹ پر پیشانی رگڑ رہی ہے۔

عاجزی اختیار کرو

سرکار والا اعتبار، ہم بے کسوں کے مددگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: بے شک اللہ عزوجل نے میری طرف وحی فرمائی کہ تم لوگ اتنی عاجزی اختیار کرو یہاں تک کہ تم میں سے کوئی کسی پر غر کرے نہ کوئی کسی پر ظلم کرے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنۃ والنعماء، باب من مات اتی بمعرف بہاء، حدیث: ۲۱۰۱، ص ۱۱۴۵)

(827) وَعَنِ الشَّرِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ قَالَ: مَرَّ بِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَأَنَا جَالِسٌ هَكَذَا، وَقَدْ وَضَعْتُ يَدَيَّ الْيُسْرَى

خَلْفَ ظَهْرِي، وَاتَّكَأْتُ عَلَى الْيَمْنَى، فَقَالَ:

«اتَّقِعْدُ قُعْدَةَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ؛ زَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

حضرت شرید بن سوید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میرے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور میں اس

طرح بیٹھا تھا کہ میں نے اپنا بایاں ہاتھ پیٹھے پیچھے رکھا ہوا

تھا اور ہاتھ کی گبی (انگوٹھے کے ساتھ والی پر گوشت جگہ)

پر سہارا لیا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا، تو ان کی طرح

بیٹھتا ہے جن پر غضب کیا گیا ہے۔ اس کو ابو داؤد نے

اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب فی الجلسة البکروہۃ، ج ۳، ص ۳۱۲، رقم: ۴۸۵۰، الادب للبیہقی، باب ما یکرہ من الجلوس، ج ۱، ص ۱۵۱، رقم: ۱۲۵۶، صحیح ابن حبان، باب التواضع والکبر، ج ۱۲، ص ۳۸۸، رقم: ۵۶۴۴، مسند امام احمد، حدیث الثرید بن سوید، ج ۳، ص ۳۸۸، رقم: ۱۹۳۴۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عمر و ابن شرید تابعی ہیں، ان کے والد شرید صحابی ہیں، عمرو طائف کے رہنے والے ہیں، ثقہ ہیں، ان کی ملاقات اپنے

والد سے اور حضرت عبداللہ ابن عباس سے ہے ان دو بزرگوں کے علاوہ اور چند صحابہ سے بھی ہے۔ (اشعہ)

الیہ سرین کو کہتے ہیں مگر یہاں اس سے مراد تھیلی کا وہ گوشت ہے جو انگوٹھے کی جڑ سے آخری کنارہ تک ہے۔

یعنی اس طرح یہود بیٹھا کرتے ہیں اور یہود پر اللہ کا غضب ہے تو یہ بیٹھک اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے تم مؤمن انعام

والے بندے ہو تم ان سے تشبیہ کیوں کرتے ہو۔ خیال رہے کہ ایک ہاتھ پیٹھے پر رکھنا دوسرے ہاتھ پر ٹیک لگانا مطلقاً ممنوع

ہے خواہ داہنا ہاتھ پیٹھے پر بایاں زمین پر یا برعکس (اشعہ) بلکہ دونوں یا ایک ہاتھ کو کھ پر رکھنا یا پیٹھے سے لگانا ہی ممنوع ہے یوں

ہی دونوں ہاتھ پیٹھے کے پیچھے کھڑے کرنا ان پر ٹیک لگانا ممنوع ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۲، ص ۵۶۷)

مجلس اور ہم نشینی کے آداب

129- بَابُ فِي آدَابِ الْمَجْلِسِ وَالْمَجْلِيسِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول

(828) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يُقِيمَنَّ أَحَدُكُمْ رَجُلًا مِّنْ مَّجْلِسِهِ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيهِ، وَلَكِنْ تَوَسَّعُوا وَتَفَسَّحُوا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا قَامَ لَهُ رَجُلٌ مِّنْ مَّجْلِسِهِ لَمْ يَجْلِسْ فِيهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ» .

اللہ ﷻ نے فرمایا: تم میں سے کوئی دوسرے کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں نہ بیٹھے لیکن وسعت و فراخی پیدا کرو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے کوئی آدمی جب اپنی جگہ سے اٹھتا تو آپ اس کی جگہ میں نہ بیٹھتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب لا یقیم الرجل الرجل من مجلسه، ج ۸، ص ۶۶، رقم: ۶۲۶۹، صحیح مسلم، باب تحریم إقامة الانسان من موضعه المباح الذی سبق الیه، ج ۴، ص ۹، رقم: ۵۸۱۲، اللسان الدارمی، باب لا یقیمین احدکم اخاه من مجلسه، ج ۲، ص ۳۶، رقم: ۲۶۵۲، صحیح ابن حبان، باب الصعرة والمجالسة، ج ۲، ص ۳۲، رقم: ۵۸۴، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر، ج ۲، ص ۱۲۲، رقم: ۶۶۶۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حکم عام ہے کہ کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود بیٹھ جانا ممنوع ہے، ہاں اگر وہ شخص ناجائز طور پر وہاں بیٹھا تھا تو اسے اٹھا دینا جائز ہے جیسے کوئی مسجد میں امام یا مؤذن کی مقررہ جگہ بیٹھ جاوے یا وہ کسی کی جگہ بیٹھ گیا تھا تو یہ لوگ آکر اٹھا سکتے ہیں کہ یہ جگہ خود ان کی اپنی ہے نہ کہ اس بیٹھے ہوئے کی۔

یعنی اگر تھوڑے آدمی بہت سی جگہ گھیرے بیٹھے ہیں تو یہ عام خطاب سے کہے کہ بھائیو ذرا گنجائش کرو ذرا مل کر بیٹھو تا کہ میں بھی جگہ حاصل کر سکوں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۳۳)

(829) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِّنْ مَّجْلِسٍ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ، فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ رَوَاةً مُّسْلِمًا» .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷻ نے فرمایا: جب تم میں سے جو کوئی مجلس سے اٹھے تو وہ جب لوٹے تو وہ اس جگہ کا زیادہ مستحق ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب اذا قام من مجلسه ثم عاد فهو احق به، ج ۴، ص ۱۰، رقم: ۵۸۱۸، الاداب للبيهقي، باب الرجل يقوم من مجلسه لحاجة عرضت له ثم عاد اليه، ج ۱، ص ۱۲۵، رقم: ۱۲۲۴، الاحاد والمثنائين، من اسمه وهب بن حذيفة الشافعي رضي الله عنه، ج ۲، ص ۲۲۵، رقم: ۱۵۹۵، لسان ترمذی، باب ما جاء اذا قام الرجل من مجلسه ثم رجع اليه فهو احق به، ج ۵، ص ۸۹، رقم: ۲۷۵۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ اس صورت میں ہے کہ جانے والا اپنی جگہ کوئی نشانی رکھ گیا ہو جس سے پتہ لگے کہ وہ لوٹ کر آوے گا یا کوئی اور علامت ہو۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۳۳)

(830) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا،

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم

قَالَ: كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَلَسَ أَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِي. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

جب نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوتے تو جہاں جس پر جگہ ملتی بیٹھ جاتا۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب فی الصلوة ج ۳ ص ۳۰۵ رقم: ۴۸۲۴ سنن ترمذی: باب ما جاء فی کراہیۃ ان یقول علیک اللام مبتدئاً ج ۳ ص ۴۲ رقم: ۲۴۲۵ مسند امام احمد: حدیث جابر بن صہرۃ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۹۷ رقم: ۲۰۸۸۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کنارہ مجلس پر بیٹھتا تھا لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر درمیان پہنچنے کی کوشش نہ کرتا تھا یہ آداب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے تھے۔ (مرآۃ المناجیح ج ۶ ص ۵۶۶)

(831) وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طَهْرٍ، وَيَذْهَبُ مِنْ دُخَانِهِ، أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبٍ بَيْتِهِ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ الثَّنَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّي مَا كَتَبَ لَهُ، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْآخَرِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ".

حضرت ابو عبد اللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن ہر آدمی کو چاہیے کہ غسل کرے اور حتی الامکان پاکیزگی حاصل کر لے تیل لگا لے یا گھر کی خوشبو استعمال کرے پھر نکلے اور دو کے درمیان تفریق نہ ڈالے پھر جو توفیق ہو نماز پڑھے پھر جب امام کلام کرے (خطبہ دے) تو خاموش رہے تو اس کے لیے اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک مغفرت ہو جاتی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الدھن للجمعة ج ۲ ص ۲ رقم: ۸۸۲ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب السنة لی التذییف یوم الجمعة ج ۳ ص ۲۲۲ رقم: ۶۱۶۸ مسند امام احمد: حدیث رفاعۃ بن شداد ج ۱ ص ۳۲۸ رقم: ۲۳۵۱ مسند ابن ابی شیبہ: حدیث سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ ص ۶۶۶ رقم: ۲۵۴ المعجم الکبیر للطبرانی: من اسمہ سہیل بن حنظلہ ج ۱ ص ۶۱ رقم: ۶۲۰۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں صرف مرد کا ذکر ہوا کیونکہ نماز جمعہ صرف مردوں پر فرض ہے عورتوں پر نہیں اور بعض احادیث میں عورتوں کا ذکر ہے وہاں عبارت یہ ہے مَنْ اَنَّ الْجُمُعَةَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ اس لیے جمعہ میں عورتوں کو آنا بھی مستحب ہے، مگر اب زمانہ خراب ہے عورتیں مسجدوں میں نہ آئیں۔ (مرقاۃ)

(گھر کی خوشبو استعمال کرے) اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں خوشبو عطر وغیرہ رکھنا اور کبھی ملتے رہنا خصوصاً جمعہ کو ملنا سنت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو بہت پسند تھی۔

(دو کے درمیان تفریق نہ ڈالے) اس طرح کہ نہ تو لوگوں کی گردنیں پھلانگے اور نہ ساتھیوں کو چیر کر ان کے درمیان بیٹھے بلکہ جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جائے۔ بعض لوگ مسجد میں پیچھے پہنچتے ہیں اور پہلی صف میں پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس سے سبق لیں۔

(جو توفیق ہو نماز پڑھے) تحیۃ المسجد کے نفل یا سنت جمعہ، پہلے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ جمعہ کی پہلی چار سنتیں گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔ غرض کہ اس سے جمعہ کے فرض مراد نہیں کیونکہ آئندہ خطبہ سننے کا ذکر ہے فرض جمعہ خطبہ کے بعد ہوتے ہیں۔ (پھر جب امام کلام کرے) (خطبہ دے) تو خاموش رہے (اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ خطبہ کے وقت خاموش رہنا فرض ہے، لہذا اس وقت نفل پڑھنا، بات کرنا، کھانا پینا سب حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ جس تک خطبہ کی آواز نہ پہنچتی ہو وہ بھی خاموش رہے کیونکہ یہاں خاموشی کو سننے پر موقوف نہ فرمایا۔

(اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک مغفرت ہو جاتی ہے) دوسرے جمعہ سے مراد آئندہ جمعہ ہے یا گزشتہ، دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ ابن خزیمہ بلکہ ابوداؤد کی روایات میں ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض نیکیاں گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **زَانِ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ** (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۶۶)

(832) **وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَجْلُسُ لِرَجُلٍ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ"**

حضرت عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ دو کے درمیان بلا اجازت علیحدگی کرے۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

وَفِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوُدَ: "لَا يُجْلِسُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا"

ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب فی الرجل یجلس بین الرجلین بغیر اذنیہما، ج ۳ ص ۴۱۲ رقم: ۳۸۳۷ سنن ترمذی: باب ما جاء فی کراہیۃ الجلوس بین الرجلین بغیر اذنیہما، ج ۳ ص ۸۹ رقم: ۲۷۵۲ الاصحاح المفرد للبغاری باب لا یفرق بین اثنتين ص ۲۱۰ رقم: ۱۱۳۲ مسند امام احمد مسند عبد اللہ بن معرور، ج ۲ ص ۲۱۳ رقم: ۶۱۹۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: اس کی وجہ وہی ہے جو ابھی عرض کی گئی۔ خیال رہے کہ رجل فرماتا اس لیے ہے کہ عورتیں مردوں کے حکم میں ہیں ان پر احکام شرعیہ مردوں کی طرح جاری ہوتے ہیں، رب تعالیٰ نے نماز روزے وغیرہ کے احکام مردوں کو ہی دیے مگر عورتوں پر بھی یہ عبادات فرض ہیں لہذا حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مرد تو یہ حرکت نہ کریں عورتیں کر لیا کریں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۴۱)

(833) وَعَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنْ جَلَسَ وَسَطَ الْحُلُقَةِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ. وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْ أَبِي حُجَلِيزٍ: أَنَّ رَجُلًا قَعَدَ وَسَطَ حُلُقَةٍ. فَقَالَ حُذَيْفَةُ: مَلْعُونٌ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ لَعَنَ اللَّهُ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مَنْ جَلَسَ وَسَطَ الْحُلُقَةِ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ".

حضرت حذیفہ بن یمان ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دائرہ کے درمیان بیٹھنے والے آدمی پر لعنت فرمائی۔ ابوداؤد نے سند حسن کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ترمذی نے حضرت ابوجلز سے اسے روایت کیا کہ ایک آدمی دائرہ کے درمیان بیٹھا تھا تو حضرت حذیفہ ؓ نے کہا جو دائرہ کے درمیان بیٹھے وہ محمد ﷺ کی زبان مبارک سے لعنت کیا گیا ہے یا فرمایا اللہ نے محمد ﷺ کی زبان سے اس پر لعنت فرمائی جو دائرہ کے درمیان میں بیٹھا۔ امام ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب المجلس وسط الحلقة، ج ۲ ص ۲۰۵، رقم: ۲۸۲۸، سنن ترمذی: باب ما جاء في كراهية العنود وسط الحلقة، ج ۱ ص ۹۰، رقم: ۲۴۵۲، السنن الكبرى للبيهقي: باب كراهية المجلس في وسط الحلقة، ج ۳ ص ۲۲۲، رقم: ۱۹۱۱۸، تحف الخيرة البهية: باب خير المجالس أوسعها، ج ۶ ص ۱۱۴، رقم: ۵۲۵۲، مسند البزار: مسند حذيفة بن يمان، ج ۵ ص ۲۵، رقم: ۲۱۵۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ جو کوئی کسی جلسہ میں آخر میں آوے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا بیچ میں پہنچے وہ لعنتی ہے چاہے کہ اگر کنارہ پر جگہ ملے تو وہاں ہی بیٹھ جاوے۔ دوسرے یہ کہ یہ شخص درمیان میں بیٹھا ہو اور لوگ اس کے ارد گرد دست بستہ کھڑے ہوں یہ عمل متکبرین کا ہے بڑا آدمی بھی لوگوں کے ساتھ حقہ میں بیٹھے۔ (مرقات و اشعہ) بعض لوگ مذاق دل لگی کرنے کے لیے کسی کو درمیان حلقہ میں بیٹھا کر اسے مذاق کا نشانہ بناتے ہیں وہ ہر طرف کے لوگوں سے مذاق کرتا ہے وہ بھی لعنتی ہے۔ (اشعہ) (مرآۃ النایح، ج ۶ ص ۵۵۹)

(834) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "خَيْرُ الْمَجَالِسِ أَوْسَعُهَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ".

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: مجلسوں میں سے بہتر مجلس وہ ہے جو کشادہ ہو۔ اسے ابوداؤد نے شرط بخاری پر صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب في سعة المجلس، ج ۲ ص ۳۰۵، رقم: ۲۸۲۲، الادب اللبديقي: باب خير المجالس أوسعها، ج ۱ ص ۱۳۶، رقم: ۲۵۰، الادب المفرد: باب خير المجالس أوسعها، ص ۲۸۸، رقم: ۱۱۳۶، المستدرک للحاكم: كتاب الادب

ج ۱ ص ۲۸۲ رقم: ۴۰۵، مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدري، ج ۱ ص ۱۸ رقم: ۱۱۱۳

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی جب جلسہ مجلس وغیرہ کرو تو وسیع زمین میں کرو تا کہ لوگوں کو بیٹھنے میں تنگی نہ ہو آرام سے کھلے ہوئے بیٹھیں ایسی مجلس بہت مبارک ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۶۰)

(835) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ جَلَسَ فِي مَجْلِسٍ، فَكَلَّمَ فِيهِ لَغَطَهُ فَقَالَ قَبْلَ أَنْ يَقُومَ مِنْ مَجْلِسِهِ ذَلِكَ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا كَانَ فِي مَجْلِسِهِ ذَلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ."

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کسی مجلس میں بیٹھا اس میں اس کی فضول باتیں بہت ہو گئیں پھر اس نے اپنی مجلس سے اٹھنے سے پہلے کہہ دیا: اے اللہ! تیری تسبیح کے ساتھ تیری حمد ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں تو اس مجلس میں جو کچھ ہو وہ معاف کر دیا جاتا ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما یقول اذا قام من المجلس، ج ۱ ص ۲۱۲ رقم: ۲۲۲۲ صحیح ابن حبان، باب الصلۃ والمجالسة، ج ۲ ص ۳۸۲ رقم: ۴۰۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، ج ۱ ص ۳۴۳ رقم: ۱۰۲۲۰، سنن الکبیری للنسائی، باب ما یقول اذا جلس فی مجلس کثر فیہ لفظہ، ج ۱ ص ۱۰۹ رقم: ۱۰۲۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
لفظ سے مراد بے فائدہ گفتگو جس میں وقت ضائع ہو کہ یہ بھی نقصان دہ چیز ہے۔ بعض نے فرمایا کہ بے ہودہ گفتگو غلط ہے جس میں حق اللہ ضائع ہو۔ غرض کہ فریب، جھوٹ، غیبت اس سے خارج ہیں کہ یہ چیزیں حقوق العباد میں سے ہیں بغیر معاف کرائے معاف نہ ہوں گی۔

اس دعا کا ماخذ یہ آیت ہو سکتی ہے وَ سَتَبْتَ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ۔
(تیری طرف توبہ کرتا ہوں) یعنی اس اضاعت وقت کے قصور اور تیری نعمت زبان کو غلط استعمال کرنے کی غلطی سے توبہ کرتا ہوں، میں قصور مند بندہ ہوں تو غفور رحیم رب ہے معافی دے دے۔ سبحان اللہ! کیسی پاکیزہ دعا ہے۔

(وہ معاف کر دیا جاتا ہے) بخشش سے وہ ہی مراد ہے جو ابھی اوپر عرض کیا گیا کہ جیسے مال برباد کرنا گناہ ہے ایسے ہی وقت برباد کرنا بھی گناہ، وقت مال سے زیادہ لائق قدر ہے اسی گناہ کی معافی مانگی گئی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۰)

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخر میں جب مجلس سے اٹھنے کا ارادہ کرتے تو کہتے: پاک ہے تیری ذات اے اللہ! اور تیری ہی حمد ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔ ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اب ایک ایسی بات کہتے ہیں جو پہلے نہیں فرمائی تھی۔ آپ نے فرمایا: یہ ان باتوں کے لیے کفارہ ہے جو مجلس میں ہو جاتی ہیں۔ اس حدیث کی ابو داؤد اور امام حاکم ابو عبد اللہ نے مستدرک میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے اور کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(836) وَعَنْ أَبِي بَرْزَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِأَخْرَجَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُومَ مِنَ الْمَجْلِسِ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ لَتَقُولُ قَوْلًا مَا كُنْتَ تَقُولُهُ قَبْلَ مَا قُلْتَ قَالَ: ذَلِكَ كَفَّارَةٌ لِمَا يَكُونُ فِي الْمَجْلِسِ وَآهَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ فِي الْمُسْتَدْرَكِ مِنْ رَوَايَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَقَالَ: صَحِيحُ الْإِسْنَادِ.

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب فی کفارة المجلس، ج ۲ ص ۲۱۵ رقم: ۴۸۱۱ سنن ترمذی، باب ما یقول اذا قام من المجلس، ج ۲ ص ۲۲۲ رقم: ۲۲۲۲ المعجم الکبیر للطبرانی، ابو العالیة عن رافع بن خدیج، ج ۲ ص ۲۸۶ رقم: ۲۲۲۶ مجمع الزوائد للہیثمی، باب کفارة المجلس، ج ۱ ص ۲۰۶ رقم: ۱۱۴۱۱ الاداب للہیثمی، باب فی کفارة المجلس، ج ۱ ص ۱۵۲ رقم: ۲۵۹)

شرح حدیث: بیٹھنے کی سنتیں اور آداب

ہمارا اٹھنا بیٹھنا بھی سنت کے مطابق ہونا چاہیے۔ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر قبلہ شریف کی طرف روئے انور کر کے بیٹھا کرتے تھے۔ زبے نصیب ہم بھی کبھی کبھی قبلہ رو ہو کر بیٹھیں تو کبھی مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے بیٹھیں کہ یہ بھی بہت بڑی سعادت ہے کاش! مدینہ پاک کی طرف رخ کر کے بیٹھتے وقت یہ تصور بھی بندھ جائے اور زبان حال سے یہ اظہار ہونے لگے۔

دیدار کے قابل تو کہاں میری نظر ہے
یہ تیری عنایت ہے جو رخ تیرا ادھر ہے

بیٹھنے کی چند سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں

(۱) سرین زمین پر رکھیں اور دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے دونوں ہاتھوں سے گھیر لیں اور ایک ہاتھ سے دوسرے کو پکڑ لیں، اس طرح بیٹھنا سنت ہے (لیکن اس دوران گھٹنوں پر کوئی چادر وغیرہ اوڑھ لینا بہتر ہے۔)

(۲) چارزانو (یعنی پالتی مارکر) بیٹھنا بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے ثابت ہے۔

(۳) جہاں کچھ دھوپ اور کچھ چھاؤں ہو وہاں نہ بیٹھیں۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مٹرہ عن الغیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی سائے میں ہو اور اس پر سے سایہ رخصت ہو جائے اور وہ کچھ دھوپ کچھ چھاؤں میں رہ جائے تو اسے چاہیے کہ وہاں سے اٹھ جائے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی المجلسین المنظر والشمس، الحدیث ۴۸۲۱، ج ۲، ص ۳۴۴)

(۴) قبلہ رخ ہو کر بیٹھیں۔ (رسائل مطاریہ، حصہ ۲، ص ۲۲۹)

(۵) بزرگوں کی نشست پر بیٹھنا ادب کے خلاف ہے۔ امام اہل سنت مجدد دین و ملت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لکھتے ہیں: پیر و استاذ کی نشست پر انکی غیبت (یعنی غیر موجودگی) میں بھی نہ بیٹھے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲، ص ۳۶۹/۳۷۳)

(۶) کوشش کریں کہ اٹھتے بیٹھتے وقت بزرگان دین کی طرف پیٹھ نہ ہونے پائے اور پاؤں تو ان کی طرف نہ ہی کریں۔

(۷) جب کبھی اجتماع یا مجلس میں آئیں تو لوگوں کو پھلانگ کر آگے نہ جائیں جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائیں۔

(۸) جب بیٹھیں تو جوتے اتار لیں آپ کے قدم آرام پائیں گے۔ (الجامع الصغیر، الحدیث ۵۵۴، ص ۲۰)

(۹) مجلس سے فارغ ہو کر یہ دعائیں بار پڑھ لیں تو گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور جو اسلامی بھائی مجلس خیر و مجلس ذکر میں پڑھے تو اس کیلئے اس خیر پر مہر لگا دی جائے گی۔ وہ دعا یہ ہے: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ ترجمہ: تیری ذات پاک ہے اور اے اللہ! تیرے ہی لئے تمام خوبیاں ہیں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی کفارة المجلس، الحدیث ۴۸۵۷، ج ۲، ص ۳۴۷)

(۱۰) جب کوئی عالم یا متقی شخص یا سید صاحب یا والدین آئیں تو تعظیماً کھڑے ہو جانا ثواب ہے۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: بزرگوں کی آمد پر یہ دونوں کام یعنی تعظیماً قیام اور استقبال جائز بلکہ سنت صحابہ ہے بلکہ حضور کی سنت قولی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۳۷۰)

(837) وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَلَّمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ مِنْ مَجْلِسٍ حَتَّى يَدْعُو بِأَوْلَاءِ الدَّعَوَاتِ: اللَّهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا نَحْوُلُ بِهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ، وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ مجلس سے اٹھتے پہلے یہ دعائیہ کلمات ارشاد فرماتے تھے: اے اللہ! ہمیں اپنی حیثیت سے اتنا حصہ عطا فرما۔ جس سے تو ہمارے اور اپنی نافرمانی کے درمیان رکاوٹ کر دے اور اپنی اطاعت سے اتنا حصہ

عطا فرما جس کے ساتھ تو ہم کو اپنی جنت عطا کر دے اور یقین سے جس کے ساتھ ہم پر دنیوی مصائب کو تو آسان فرما دے اے اللہ! ہم کو ہمارے کانوں، آنکھوں اور قوتوں کے ساتھ تا حیات نفع عطا فرما۔ اور ان (قوتوں) کو ہمارا وارث بنا اور ہم پر ظلم کرنے والوں اور ہم سے دشمنی کرنے والوں کے خلاف ہماری مدد فرما ہماری مصیبت دین میں نہ بنا اور دنیا کو ہمارا مقصد اور غم کی انتہا نہ بنا ہم پر اس کو مسلط نہ کرنا جو ہم پر ترس نہ کرے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

جَنَّتَكَ وَمِنَ الْيَقِينِ مَا يُهَوِّنُ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا، اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا، وَابْصَارِنَا، وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمْنَا، وَانْصُرْنَا عَلَى مَنْ عَادَانَا، وَلَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا، وَلَا مَبْلَغَ عَلَيْنَا، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ".

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی عقد التسمیح بالبدن ج ۵ ص ۵۲۸، رقم: ۲۵۰۱، سنن الکبیری للنسائی باب ما یقول اذا جلس فی مجلس کثر فیہ لفظه ج ۶ ص ۱۰۹، رقم: ۱۰۲۲۲، جامع الاصول لابن الیبر، الفصل السادس فی ادعیة المجلس والقیام عنده ج ۳ ص ۲۴۶، رقم: ۲۲۴۰، مشکوٰۃ المصابیح، باب جامع الدعاء، الفصل الثانی ج ۲ ص ۶۰، رقم: ۲۲۹۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اکثر کسی مجلس سے اٹھتے وقت سرکاریہ دعا مانگ لیتے تھے اور یہ سب کچھ صحابہ کرام کی اور ان کے ذریعہ ہماری تعلیم کے لیے تھا۔ خیال رہے کہ حضور علیہ السلام کی جن دعاؤں میں مغفرت کی طلب یا گناہوں کا اقرار ہے ان سب میں تعلیم امت مقصود ہے ورنہ سرکار خود معصوم ہیں بلکہ ارادہ گناہ سے محفوظ ہیں۔

یعنی ہم سب کو اپنا دلی خوف دے جس کی برکت سے ہم گناہوں سے محفوظ رہیں۔ تحوّل واحد منی طب ہے اس میں اشارہ فرمایا گیا کہ خوف خدا اللہ کی نعمت ہے اور اس خوف کے بعد بھی ہمیں گناہوں سے رب ہی بچتا ہے ہم خود نہیں بچتے، مطلقاً خوف خدا تو شیطان کو بھی حاصل ہے، رب تعالیٰ نے اس کا قول قرآن پاک میں نقل فرمایا: يَا زَيْنُّبُ لَا خَافُ اللهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ خوف خدا اور عشق جناب مصطفی اللہ کی بڑی نعمتیں ہیں۔

یعنی ہمیں اپنی بندگی کی توفیق بھی دے اور اسے قبول بھی فرما، یہاں بھی وہی اشارہ ہے کہ فقط عبادت جنت میں پہنچنے کے لیے کافی نہیں، مؤمن جنات اور فرشتوں کی عبادتیں انہیں جنتی نہیں بناتی۔

رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر مصیبت کے بعد دو ۲ آسانیوں کی بشارت دی ہے "فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا" خدا یا ہمیں اس بشارت پر ایسا یقین ہو جائے کہ ہم ہر مصیبت کو آئندہ راحت کا پیش خیمہ سمجھیں جس کی وجہ سے یہ زحمت رحمت بن

جائے۔ شعر

ناخوش اور خوش بود در جان من

جان فدائے یار دل رنجان من

یعنی ہمیں توفیق دے کہ اپنے حواس و قوتوں کے ذریعہ دنیوی و اخروی نفع اٹھائیں کہ انہیں تیری طاعتوں میں صرف کریں۔

اس جملہ کی بہت شرحیں ہیں، بہترین شرح یہ ہے کہ وارث سے مراد میراث ہے یعنی ہمارے تقویٰ اور مذکورہ نفع کو ہماری میراث بھی بنا کہ ہمارے بعد لوگ ہماری ان صفات کو اختیار کر لیں اور فائدے اٹھائیں، ہماری میراث صرف مال نہ ہو بلکہ مال، حال، اعمال، کمال اور خوف ذوالجلال سب کچھ ہماری میراث ہو۔ خیال رہے کہ میراث اضطراری صرف یعنی رشتہ داروں کو ملتی ہے مگر میراث اختیاری تا قیامت سارے انسانوں کو۔ کنویں، مساجد، سرائیں، قبرستان، وغیرہ موقوفہ چیزوں سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں، یہ مال کی میراث اختیاری ہے، علمائے کے علم، صوفیاء کے تقوئے اور حضور علیہ السلام کے کمالات سے تا قیامت دنیا فائدہ اٹھائے گی، سخیوں کی کمائی میں فقیروں کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ شعر

ہاتھ اٹھا کر ایک ٹکڑا لے کریم

ہیں سخی کے مال میں حقدار ہم

یعنی ہمیں توفیق دے کہ ہم بدلہ لینے میں بھی انصاف کا دامن نہ چھوڑیں صرف ظالم سے ہی بدلہ لیں، جاہلیت والوں کی طرح ایک فرد کا بدلہ ساری قوم سے نہ لیں۔ تار کے لغوی معنی ہیں کینہ، غصہ اور بدلہ، اس جملہ کی اور بھی شرحیں کی گئیں ہیں مگر یہ شرح بہتر ہے۔

اس طرح کہ ہمیں ذاتی دشمنوں کو معاف کرنے کی ہمت دے اور قومی و دینی دشمنوں کو مغلوب کرنے کی طاقت دے۔ یعنی ہم پر ایسی مصیبت نہ بھیج جو ہمارا دین برباد کر دے کہ ہمیں بد عقیدہ بنا دے یا ناقص کر دے کہ ہم حرام کھانے لگیں یا عبادات میں کوتاہی کرنے لگیں۔

یعنی نہ تو ہمارا یہ حال ہو کہ مال، عزت، سلطنت وغیرہ ہمارا اصل مقصد بن جائے اور نہ یہ حال ہو کہ ہمارے علم اور فکر دنیا ہی کے لیے وقف ہوں یا فقط ہم دنیاوی علوم ہی پڑھیں دینی علوم کی طرف توجہ ہی نہ دیں اور دینی علم بھی سیکھیں تو صرف اپنی تعظیم کرانے اور مال کمانے کے لیے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَمْ يُؤْخَذِ إِلَّا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ذَلِكِ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ۔ اس دعا میں اشارہ فرمایا گیا کہ دنیا کا قصد اور علم سے دنیا حاصل کرنا قدرے جائز ہے بلکہ اگر یہ دنیا دین کے لیے ہو تو اس کا طلب کرنا عبادت ہے، دنیا صفر ہے اور دین عدد، صفر اگر اکیلا ہو تو کچھ بھی نہیں اور اگر عدد سے مل جائے تو اسے دس گناہ کر دیتی ہے۔

یعنی دنیا میں ہم پر نفس امارہ، شیطان، کافر و ظالم سلطان کو مسلط نہ کر اور قبر و حشر میں عذاب کے فرشتوں کو ہم پر مقرر نہ فرما لہذا یہ جملہ نیا ہے پہلے جملوں کا تکرار نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۱۰۸)

(838) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ
قَوْمٍ يَقُومُونَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ تَعَالَى
فِيهِ إِلَّا قَامُوا عَنْ قِفْلٍ جَهَنَّمِ جَارٍ، وَكَانَ لَهُمْ
حَسْرَةٌ كَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قوم کسی مجلس سے اٹھے اس میں اللہ
تعالیٰ کا ذکر نہ کرے تو وہ مردار گدھے کی لاش پر سے
اٹھنے کی طرح ہے اور یہ مجلس ان کے حسرت ہو
گی۔ ابو داؤد نے اس حدیث کو اسناد صحیح کے ساتھ
روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سانن ابو داؤد: باب کراہیۃ ان یقوم الرجل من مجلس ولا یذکر اللہ ج ۳ ص ۳۱۲ رقم: ۳۸۵۴ الاداب
للبیہقی: باب کراہیۃ من جلس مجلسا لم یذکر اللہ عزوجل فیہ ج ۱ ص ۱۵۲ رقم: ۲۵۸۸ مسند امام احمد: مسند ابی ہریرۃ رضی
اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۵۱ رقم: ۱۰۶۹۱ جامع الاصول لابن الہیثم: حرف اللہ: کتاب الاول فی اللہ ج ۳ ص ۳۴۲ رقم: ۲۵۵۸)
شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی گویا یہ غافل لوگ مردار گدھا کھا کر اٹھے جو پلید بھی ہے اور حقیر بھی اور اپنی زندگی میں حماقت میں مشہور بھی ہے اور
شیطان کا مظہر بھی کہ اس کے بولنے پر لاحول پڑی جاتی ہے۔ غرض کہ اللہ کے ذکر سے خالی مجلسیں مردار گدھے کی طرح ہیں
اور ان میں شرکت کرنے والے اس مردار کے کھانے والے ہیں۔ الحمد للہ مؤمن کی کوئی مجلس اللہ کے ذکر سے خالی نہیں ہوتی
وعدے پر ان شاء اللہ کہتا ہے چھینک پر الحمد للہ، جمائی پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ، غم کی خبر پر انا للہ۔ غرض کہ بات بات پر اللہ
تعالیٰ کا نام لیتا ہے، درود ہو اس دافع شر جن وانس پر، صلوٰۃ ہو اس منور ارامت پر جس نے ہماری زندگی سنبھال دی اور ہماری
مجلسیں اللہ کے ذکر سے آباد کر دیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۹۷)

(839) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا
اللَّهَ تَعَالَى فِيهِ، وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِمْ فِيهِ، إِلَّا كَانَ
عَلَيْهِمْ تِرَةٌ، فَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ، وَإِنْ شَاءَ عَفَّرَ
لَهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ.

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو
قوم کسی مجلس میں بیٹھے پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے اور
اپنے نبی (ﷺ) پر درود نہ بھیجے تو وہ مجلس ان پر وبال کا
باعث ہوگی۔ اگر وہ چاہے تو انہیں عذاب دے اور اگر
چاہے تو معاف کر دے۔ اسے امام ترمذی نے روایت
کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سانن ترمذی: باب فی القوم یجلسون ولا یذکر اللہ ج ۳ ص ۳۶۱ رقم: ۲۲۸۰ السنن الکبریٰ للبیہقی
باب ما یستدل بہ علی وجوب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۳ ص ۲۱۰ رقم: ۵۵۸۲ المستدرک للحاکم: کتاب الدعاء
والتکبیر ج ۱ ص ۲۰ رقم: ۱۱۶۶ السنن الکبریٰ للنسائی: باب التشدید فی ترک الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲ ص ۲۰
رقم: ۱۸۸۶ مسند امام احمد بن حنبل: مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۵۲ رقم: ۱۸۸۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگرچہ ذکر اللہ میں درود شریف بھی داخل تھا مگر چونکہ درود شریف ذکر اللہ کی بہترین قسم ہے اس لیے اس کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا کیونکہ درود پاک میں اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آل اولاد کو دعائیں بھی۔

اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ عموماً مجلسوں میں جھوٹ غیبت وغیرہ گناہ ہو جاتے ہیں، اگر ان میں حمد و صلوة وغیرہ بھی ہوتی رہے تو اس کی برکت سے یہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اگر مجلس ان خیر ذکروں سے خالی ہو تو گناہ تو پایا گیا، کفارہ نہ ادا ہوا لہذا اب پکڑ اور سزا کا سخت اندیشہ ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ اس جملہ میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمُ الْاِيه۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی معافی گناہ کا ذریعہ ہے اس جملہ سے اشارۃً یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مجلس میں اللہ رسول کا ذکر ہو تو اس کے گناہ یقیناً بخشے جائیں گے رب تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۹۸)

اپنی شاعری بھی قبول نہیں فرماتا

ایک عارف کا بیان ہے کہ میں ایک رات نماز پڑھتے ہوئے تشہد میں سرکارِ والا تجار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار باذن پروردگار عَزَّ وَجَلَّ و صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درودِ پاک پڑھنا بھول گیا، مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گیا۔ خواب میں آقائے دو جہاں، سرورِ دیشاں صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار نصیب ہوا۔ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو آج ہم پر درود بھیجنا بھول گیا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ و صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی ثناء میں مشغول تھا۔ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ مجھ پر درودِ پاک پڑھے بغیر اللہ عَزَّ وَجَلَّ اپنی ثناء بھی قبول نہیں فرماتا، وہ ایسی کوئی دعا قبول نہیں فرماتا جس میں مجھ پر درود نہ بھیجا گیا ہو اور کوئی حاجت پوری نہیں فرماتا جب تک کہ مجھ پر درودِ پاک نہ بھیجا جائے، کیا تم نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا یہ مبارک فرمان نہیں سنا؟

صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝

ترجمہ کنز الایمان: ان پر درود اور خوب سلام بھیجئے۔ (پ 22، الاحزاب: 56)

(الروض الفائق فی التوضیح والارتقاء ص ۶۱۷)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جو کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر
نہ کیا، تو یہ اس کے لیے باعث وبال ہوگی اور جو کسی لیٹنے
کی جگہ سویا اور اس میں اس نے اللہ کا ذکر نہ کیا، تو اس پر

(840) وَعَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ تَعَالَى فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللَّهِ بَرَةٌ، وَمَنْ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللَّهَ تَعَالَى فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللَّهِ

یَرَّةٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ. وَقَدْ سَبَقَ قَرِيبًا، وَشَرَحْنَا
الْثَّرَّةَ فِيهِ.

اللہ کی طرف سے ہلاکت ہوئی۔ (ابوداؤد) یہ حدیث
قریب ہی گزری ہے وہاں التورۃ کی وضاحت کر دی گئی

-4-

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب کراهیۃ ان یقوم الرجل من مجلسه ولا یدکر اللہ: ج ۴ ص ۳۱۴ رقم: ۴۸۵۸ سنن الکبیری للنسائی: باب من جلس مجلساً لم یدکر اللہ تعالیٰ فیہ: ج ۱ ص ۱۰۴ رقم: ۱۰۲۴۴ مستند الشامیین للطبرانی من اسمہ: خالد بن حمید الہری: ج ۲ ص ۲۴۲ رقم: ۱۳۲۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مجلس سے مراد ہر جائز مجلس ہے جو کہ گندگی وغیرہ سے خالی ہو لہذا قضائے حاجت کی مجلس، اسی طرح شراب خوروں کی مجلس اس سے مستثنیٰ ہے ان موقعوں پر خدا تعالیٰ کا نام لینا بے ادبی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کسی دینی یا دنیاوی مجلس میں بیٹھو اور جب بھی سونے کے لیے بستر پر دراز ہو تو اللہ کا ذکر ضرور کر لو ورنہ کل قیامت میں ان اوقات کے ضائع ہو جائے پر کف افسوس ملو گے۔ بعض لوگ ہر وقت درود شریف پڑھتے رہتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے، مؤمن کی کوئی حالت ذکر اللہ سے خالی نہ چاہئے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۹۶)

خواب اور اس کے متعلقات کا بیان

130 حَابُ الرُّؤْيَا وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس کی نشانیوں میں
بے رات اور دن کے وقت تمہارا سونا۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ
وَالنَّهَارِ) (الروم: 23).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبوت میں سے صرف مبشرات باقی ہیں صحابہ نے عرض کیا: مبشرات کیا ہے فرمایا اچھے خواب۔ (بخاری)

(841) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:
«لَمْ يَبْقَ مِنَ النَّبْوَةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوا: وَمَا
الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: «الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ»

تخرج حديث: (صحيح بخاري: باب البشائر ج ١ ص ٢١ رقم: ٦٦٩٠ السنن الكبرى للبيهقي باب النهي من قراءة القرآن في الركوع والسجود: ج ١ ص ٨٤ رقم: ٢٦٦٩ مؤطا امام مالك باب ما جاء في الرؤيا: ج ٢ ص ٩٥٤ رقم: ١٠١٥ مسند امام احمد بن حنبل: حديث ابي الطفيل عامر بن واثله ج ٥ ص ٢٥٢ رقم: ١٢٨٨٦ تحاف الخيرة المهرة باب الرؤيا الصالحة: ج ١ ص ٢٩٠ رقم: ٦٠٢٣)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہماری وفات پر وحی، نبوت تا قیامت ختم ہو جائے گی مگر نبوت کا ایک حصہ یعنی ڈرانا اور بشارت باقی رہے گا۔ رب تعالیٰ خوابوں کے ذریعہ علوم غیبیہ اگلے حالات پر اطلاع برابر جاری رکھے گا خواہیں غیبی خبریں دیتی رہیں گی، خواہیں بشارت

بھی ہوتی ہیں ڈراتی بھی ہیں مگر تغلیباً بشارت فرمایا۔ (مرقات)

(اچھے خواب) صالحاً سے مراد یا اچھی خوابیں یا اچھی خوشی کی خوابیں عموماً خوشی کی خواب کو رؤیا کہتے ہیں اور ڈراؤنی خواب کو علم مگر یہاں رؤیا سے عام خواب مراد ہے اچھی ہو یا ڈراؤنی۔ (اشعۃ مرقات) خیال رہے کہ رؤیا بمعنی خواب آتا ہے مگر جب اس کے بعد رؤیت کا کوئی مشتق آ جاوے تو بیداری میں دیکھنے کے بھی معنی دیتا ہے، رب فرماتا ہے: وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ۔ حضور انور نے معراج کی شب سارے عالم غیب کو اپنی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا مگر اسے رب نے رؤیا فرمایا، چونکہ آگے آرہا ہے اریناک اس لیے وہاں آنکھ سے بیداری میں دیکھنا مراد ہوا۔ معراج جسمانی کے منکر اسی لفظ رؤیا سے جسمانی معراج کا انکار کرتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۳۴۲)

اچھے خواب بیان کرنے کی اجازت

اچھے خواب اچھے ہی ہوتے ہیں ان کو بیان کرنے کی شرعاً اجازت ہے، چنانچہ فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے: جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے پیارا معلوم ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، چاہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد، بحالائے اور لوگوں کے سامنے بیان کرے۔ (مسند امام احمد ج ۲ ص ۵۰۲ الحدیث ۶۲۲۳)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طرزِ عمل

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: یہ بھی سنتِ صحابہ علیہم الرضوان سے ثابت کہ جو خواب ایسا دیکھا گیا جس میں اُن کے قول کی تائید نکلے اس پر شاد (یعنی خوش) ہوئے اور دیکھنے والے کی توقیر (عزت و اہمیت) بڑھادی۔ یحسین میں ہے، ابوخرزہ قضعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجمع حج میں خواب دیکھا، جس سے (فقہی مسائل میں) مذہب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تائید ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے (وہ مبارک خواب سن کر اپنے مال سے) اُن کا وظیفہ مقرر کر دیا اور اس روز سے انہیں اپنے ساتھ تحت پردھانا شروع کر دیا۔ (مُلَخَّصًا از معجم بخاری ج ۲ ص ۱۷۶ الحدیث ۱۵۶۷)

(842) وَعَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكْذُرُونَا الْمُؤْمِنُ تَكْذِبُ، وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعُونَ جُزْأً مِّنَ النَّبُوءَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ: "أَصْدَقُّكُمْ رُؤْيَا، أَصْدَقُّكُمْ حَدِيثًا."

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (قیامت کا) زمانہ جب قریب ہو جائے گا تو ایمان دار کا خواب کم جھوٹا ہوگا۔ ایمان دار کا خواب نبوت کے چھالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ (متفق علیہ) ایک اور روایت میں ہے کہ تم میں زیادہ سچے خواب اس کے ہوں گے جو زیادہ سچی بات والا ہوگا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الرؤیا الصالحة جز من ستة واربعين جزا من النبوة ج ۲ ص ۲۰ رقم: ۶۹۸۷ صحیح

مسلم، باب الرؤیا ج ۲ ص ۵۲ رقم: ۶۰۰۰ الادب للبيهقي، باب في الرؤيا ج ۱ ص ۳۱۳ رقم: ۶۷۹۷ سنن الدارمی، باب اصدق الناس رؤيا

اصدقہم حدیثاً، ج ۲ ص ۱۶۸، رقم: ۲۱۳۲، تحائف الخیرۃ المہرۃ، باب رؤیا المسلم، جز من سبعین جز من النبوة ج ۶ ص ۲۵۸، رقم: (۶۰۲۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قرب زمان میں کئی احتمال ہیں: قریب قیامت، موت کے قریب کا زمانہ یعنی بڑھا پاوہ مہینے جن میں دن رات برابر ہوتے ہیں۔ حضرت امام مہدی کے ظہور کا زمانہ جب کہ لوگوں میں عیش و عشرت بہت ہوگا، سال گزرے گا مہینہ کی طرح، مہینہ ہفتہ کی طرح، ہفتہ ایک دن کی طرح وہ زمانہ جب لوگوں کی عمریں گھٹ جائیں گی یا شر و فساد کا زمانہ جب لوگ ایک دوسرے سے گتہ جائیں قتل و خون کے لیے قریب ہوں گے۔ (اشد) مرقات میں اس کے اور بہت سے معنی کیے گئے ہیں مثلاً یا جوج ماجوج کے خروج کا زمانہ۔

یعنی ان زمانوں میں اہل اسلام کی اکثر خواہیں صحیح ہوا کریں گی ان تمام موقعوں پر خوانیں درست ہونے کی وجہیں مرقات و لمعات وغیرہ نے بہت دراز بیان فرمائی ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۳۵۰)

باقی رہنے والی اشیاء پر فانی چیزوں کو ترجیح نہ دے

حضرت سیدنا ابراہیم بن ہشار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم کے ساتھ تھا۔ ہم ایک صحراء میں پہنچے، وہاں ایک اونچی قبر تھی۔ حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم اس قبر کو دیکھ کر رونے لگے۔

میں نے پوچھا: حضور! یہ کس کی قبر ہے؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: یہ حمید بن جابر علیہ رحمۃ اللہ القادر کی قبر ہے جو کہ ان تمام شہروں کے حاکم تھے، پہلے یہ دنیاوی دولت کے سمندر میں غرق تھے، پھر اللہ عز و جل نے انہیں ہدایت عطا فرمائی (اور ان کا شمار اللہ عز و جل کے نیک بندوں میں ہونے لگا)۔

مجھے ان کے متعلق خبر ملی ہے کہ ایک رات یہ اپنی لہو و لعب کی محفل میں مست تھے، دنیا کی دولت و آسائش کے دھوکے میں تھے، جب کافی رات بیت گئی تو اپنی سب سے زیادہ محبوب اہلیہ کے ساتھ خواب گاہ میں گئے اور خواب خرگوش کے مزے لینے لگے۔ اسی رات انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص اپنے ہاتھ میں ایک کتاب لئے ان کے سر ہاتے کھڑا ہے، انہوں نے اس سے وہ کتاب طلب کی اور اسے کھولا تو سنہری حروف میں یہ عبارت لکھنی ہوئی تھی: باقی رہنے والی اشیاء پر فانی چیزوں کو ترجیح نہ دے۔ اپنی بادشاہی، اپنی طاقت، اپنے خدام اور اپنی نفسانی خواہشات سے ہرگز دھوکا نہ کھا، ورنہ اپنے آپ کو دنیا میں طاقتور نہ سمجھ، اصل طاقتور ذات تو وہ ہے کہ جو معدوم نہ ہو۔ اصل بادشاہی تو وہ ہے جسے زوال نہ ہو، حقیقی خوشی و فرحت تو وہ ہے جو بغیر لہو و لعب کے حاصل ہو۔ لہذا اپنے رب عز و جل کے حکم کی طرف جلدی کر۔ بے شک اللہ عز و جل فرماتا

وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ ۚ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور دوڑو اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی میں سب آسمان وزمین آجائیں پر ہیزگاروں کے لئے تیار رکھی ہے۔ (پ 4، ل عمران: 133)

حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم فرماتے ہیں: پھر ان کی آنکھ کھل گئی۔ وہ بہت خوفزدہ تھے۔ پھر کہنے لگے: یہ (خواب) اللہ عزوجل کی طرف سے میرے لئے تنبیہ و نصیحت ہے۔ یہ کہہ کر فوراً اپنی بادشاہت کو چھوڑا اور اپنے ملک سے نکل کر ایسی جگہ آگئے جہاں کوئی انہیں پہچان نہ سکے، اور انہوں نے ایک پہاڑ پر اللہ عزوجل کی عبادت کرنا شروع کر دی۔

حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم فرماتے ہیں: جب مجھے ان کے بارے میں علم ہوا تو میں ان کے پاس آیا، اور ان سے ان کے حالات دریافت کئے تو انہوں نے مجھے اپنا یہ واقعہ سنایا، اور میں نے انہیں اپنے سابقہ حالات کے بارے میں بتایا، پھر ان کے انتقال تک میں اکثر ملاقات کے لئے ان کے پاس آتا، بالآخر ان کا انتقال ہو گیا اور اسی جگہ انہیں دفن کر دیا گیا، یہ انہیں کی قبر ہے۔ (مَعْنَى الْحِكَايَات ۷۹)

(843) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ رَأَى فِي النَّامِ فَسِيرَانِي فِي الْيَقَظَةِ - أَوْ كَأَمَّا رَأَى فِي الْيَقَظَةِ - لَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِمُتَّفَقٍ عَلَيْهِ»
انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب بیداری میں بھی مجھے دیکھے گا۔ یا گویا کہ اس نے مجھے بیداری میں دیکھا شیطان میری صورت نہیں اپنا سکتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من رأى النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام، ج ۲، ص ۲۲، رقم: ۶۱۱۲، صحیح مسلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رأى فی المنام فقد رأى فی، ج ۲، ص ۵۲، رقم: ۶۰۵۰، مسند امام احمد، حدیث ابی قتادۃ الانصاری، ج ۵، ص ۳۰۱، رقم: ۲۲۱۵۹، الشیخ المحدث للترمذی، باب ما جاء فی رویۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام، ص ۳۵۲، رقم: ۳۱۱، المستدرک للحاکم، کتاب تعبیر الرؤیا، ج ۳، ص ۳۲۵، رقم: ۱۱۸۹، سنن ابوداؤد، باب فی الرؤیا، ج ۳، ص ۲۱۲، رقم: ۵۰۲۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث کے بھی چند معنی کیے گئے: ایک یہ کہ جس صحابی نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت میں بیداری میں دیکھے گا۔ دوسرے یہ کہ جس مسلمان نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت میں بیداری میں دیکھے گا۔ تیسرے یہ کہ جس مسلمان نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے اپنی زندگی ہی میں بیداری میں دیکھے گا۔ خواص اولیاء تو ظاہر ظہور دیکھیں گے ہم جیسے عوام جن میں ضبط کا مادہ نہیں راز چھپا نہیں سکتے وہ مرتے وقت جب زبان بند ہو جائے گی تب پہلے مجھے دیکھیں گے بعد میں وفات پائیں گے تاکہ وہ راز ظاہر نہ کر سکیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب

میں دیکھا بیدار ہو کر اس حدیث میں غور کیا اور سوچا کہ اب میں حضور انور کو بیداری میں کیونکر دیکھوں گا، آپ اپنی خالہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے حضرت میمونہ نے حضور کا آئینہ آپ کو دیا جس میں حضور انور اپنا چہرہ انور دیکھا کرتے تھے حضرت ابن عباس نے جب آئینہ دیکھا تو اس میں بجائے اپنی صورت کے حضور کی صورت شریف نظر آئی اپنی صورت بالکل نظر نہ آئی، دیکھو اشعة اللمعات یہ ہی مقام۔ چوتھے یہ کہ میرے زمانہ حیات شریف میں جو مسلمان مجھ تک نہ پہنچ سکا اس نے مجھے خواب میں دیکھ لیا وہ ان شاء اللہ عنقریب مجھ تک پہنچ جائے گا اور میری زیارت کر لے گا مگر تیسرے معنی بہت قوی ہیں اور یہ بشارت عام مسلمانوں کے لیے ہے۔

یہ حضور کا وہ معجزہ ہے جو تاقیامت باقی ہے کہ جیسے شیطان زندگی شریف میں آپ کی شکل اختیار نہیں کر سکتا تھا یوں ہی تاقیامت کسی کے خواب میں حضور کی شکل میں نہیں آ سکتا حضور انور کے سواء اور تمام کی شکلوں میں آ جاتا ہے، خواب میں باتیں کر جاتا ہے مرد یا عورت کو احکام اس کی مہربانی سے ہوتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۴۴۷)

(844) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا يُحِبُّهَا، فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى، فَلْيَحْمَدِ اللَّهَ عَلَيْهَا، وَلْيُخْبِرْ بِهَا

حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جب تم میں سے کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس پر اللہ کی حمد بیان کرے اور اس کو بیان کرے۔

وَفِي رِوَايَةٍ: فَلَا يُخْبِرُ بِهَا إِلَّا مَنْ يُحِبُّ وَإِذَا رَأَى غَيْرَ ذَلِكَ يَكْرَهُ، فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا، وَلَا يَذْكُرْهَا لِأَحَدٍ، فَإِنَّمَا لَا تَضُرُّهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور ایک روایت میں ہے اپنے پسندیدہ لوگوں کے علاوہ اور جب کوئی مکروہ و ناپسندیدہ خواب دیکھے تو یہ شیطان کی طرف سے ہے اس کے شر سے پناہ مانگے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے تو یہ اس کو نقصان نہ دے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الرؤیا من اللہ، ج ۳ ص ۳۰ رقم: ۱۰۸۵ صحیح مسلم، باب الرؤیا، ج ۱ ص ۵۱ رقم: ۱۰۲۹ سنن الکبیری للنسائی، باب اذا رای ما یکره، ج ۳ ص ۳۱۰ رقم: ۶۱۵۱ المستدرک للحاکم، کتاب تعبیر الرؤیا، ج ۱ ص ۳۲ رقم: ۸۱۸۱ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج ۳ ص ۸ رقم: ۱۱۰۶۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

اچھے خواب کو رؤیا کہتے ہیں اور برے خواب کو حلم، اسی سے ہے اضغاث احلام اسی سے بنا ہے احکام، اگرچہ ساری خوابیں رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں مگر بارگاہ الہی کا ادب یہ ہے کہ بُری اور ڈراؤنی خوابوں کو شیطان کی طرف سے

نسبت دے کیونکہ مسلمان کی بری خوابوں سے بہت خوش ہوتا ہے۔ (مرقات) بہر حال اچھی خواب رب کی بشارت ہے تاکہ مسلمان اللہ کی رحمت کا منتظر اور شکر میں مشغول ہو جائے بری خواب مایوس کن ہے اور مایوسی شیطانی عمل ہے۔

یعنی اچھی خواب ضرور بیان کرے تاکہ اس کا ظہور ہو جائے مگر بیان کرے ایسے عالم معتبر سے جو اس کا دوست و خیر خواہ ہوتا کہ وہ تعبیر خراب نہ دے اچھی تعبیر دے خواب کی پہلی تعبیر ہی پر خواب کا ظہور ہوتا ہے۔

یہ عمل بہت مجرب ہے کیسی ہی خطرناک خواب دیکھو یہ عمل کر لو ان شاء اللہ اس کا ظہور کبھی نہ ہوگا، اچھی خواب اللہ کی نعمت ہے اس کا چرچہ کرو وَاٰمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اور بری خواب بلا و امتحان ہے اس پر صبر کرو کسی سے نہ کہو رب سے عرض کرو ان شاء اللہ دفع ہو جائے گی۔ (مرقات) چونکہ حضور کے خطرناک خواب بھی رب کی طرف سے ہوتے تھے اس لیے حضور لوگوں سے انکار کر فرما دیتے پھر ان کا ظہور بھی ہوتا تھا جیسے حضور نے خواب میں تلوار ٹوٹی دیکھی اس کا ظہور غزوہ احد کی تکالیف کی شکل میں نمودار ہوا، ہاتھوں پر بھاری کنگن دیکھے ان کا ظہور مسیلمہ کذاب اور اسود عشی سے ہوا لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان حضور کے اس عمل شریف کے خلاف نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۳۸)

(845) وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ - وَفِي رِوَايَةٍ: الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ - مِنَ اللَّهِ، وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَمَنْ رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَتَنَفَّ عَنْ شِمَالِهِ ثَلَاثًا، وَلْيَتَعَوَّذْ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو قتادہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ؐ نے فرمایا: نیک خواب اور ایک روایت ہے کہ اچھے خواب اللہ کی طرف سے ہیں اور پریشان خواب شیطان کی طرف سے ہیں۔ تو جو ناپسند چیز کو دیکھے اس کو بائیں جانب تین بار پھونک مارے اور شیطان سے اللہ کی پناہ میں آئے تو وہ اس کو ضرر نہ دے گا۔ (متفق علیہ)

«التَّنَفُّفُ: تَفْفُخٌ لَطِيفٌ لَا رِيْقَ مَعَهُ.

التَّنَفُّفُ: پھونک مارنا جس میں تھوک نہ ہو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب النفث فی الرقیہ، ج ۱ ص ۱۲۲ رقم: ۵۴۴، صحیح مسلم باب الرؤیا، ج ۱ ص ۵۰ رقم: ۲۰۲۲ مؤطا امام مالک باب الرؤیا، ج ۱ ص ۲۰۴ رقم: ۱۲۰ اطراف المسند المتعلی من مسند ابی قتادہ، ج ۱ ص ۳۸ رقم: ۸۰۶۳ سنن ابو داؤد باب فی الرؤیا، ج ۱ ص ۳۶۲ رقم: ۵۰۲۳ سنن الدارمی باب فیمن یری رؤیا یکرہها، ج ۲ ص ۱۶۰ رقم: ۲۱۴۱)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں خواب کے متعلق لکھتے ہیں:

میں آخری نبی اور میری امت آخری امت ہے

بیہقی سنن میں حضرت ابن زل جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث طویل روایا میں راوی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد نماز صبح پاؤں بدلنے سے پہلے ستر بار سبحان اللہ وبحمدہ واستغفر اللہ ان اللہ کان تتوایا پڑھتے پھر فرماتے یہ ستر ۷۰ سات سو ۷۰۰ کے برابر ہیں نرا بے خیر ہے جو ایک دن میں سات سو ۷۰۰ سے زیادہ گناہ

کرے (یعنی ہر نیکی کم از کم دس ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها، تو یہ ستر کلمے سات سو نیکیاں ہونے اور ہر نیکی کم از کم ایک بدی کو محو کرتی ہے۔ ان الحسنات يذهبن السيئات، تو اس کے پڑھنے والے کے لئے نیکیاں ہی غالب رہیں گی مگر وہ کہ دن میں سات سو گناہ سے زیادہ کرے اور ایسا سخت ہی بے خیر ہو گا وحسبنا الله ونعم الوكيل۔

پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے تشریف رکھتے اور اچھا خواب حضور کو خوش آتا در یافت فرماتے: کسی نے کچھ دیکھا ہے؟ ابن زل نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ فرمایا: بھلائی پاؤ اور برائی سے بچو ہمیں اچھا اور ہمارے دشمنوں پر بُرا، رب العالمین کے لئے ساری خوبیاں ہیں خواب بیان کرو۔ انہوں نے عرض کی: میں نے دیکھا کہ سب لوگ ایک وسیع نرم بے نہایت راستے پر بیچ شارع عام میں چل رہے ہیں ناگہاں اس راہ کے لبوں پر خوبصورت سبزہ زار نظر آیا کہ ایسا کبھی نہ دیکھا تھا اس کا لہا ہا تا سبزہ چمک رہا ہے، شادابی کا پانی ٹپک رہا ہے، اس میں ہر قسم کی گھاس ہے، پہلا ہجوم آیا، جب اس سبزہ زار پر پہنچے تکبیر کہی اور سواریاں سیدھے راستے پر ڈالنے چلے گئے ادھر ادھر اصلاً نہ پھرے، پھر اس مرغزار کی طرف کچھ التفات نہ کیا، پھر دوسرا بلہ آیا کہ پہلوں سے کئی گنا زائد تھا، سبزہ زار پر پہنچے تکبیر کہی راہ پر چلے مگر کوئی کوئی اس چراگاہ میں چراگاہ بھی لگا اور کسی نے چلتے میں ایک مٹھالے لیا، پھر روانہ ہوئے، پھر عام اثر دھام آیا، جب یہ سبزہ زار پر پہنچے تکبیر کہی اور بولے یہ منزل سب سے اچھی ہے یہ ادھر ادھر پڑ گئے میں ماجرا دیکھ کر سیدھا راہ راہ پڑ لیا، جب سبزہ زار سے گزر گیا تو دیکھا کہ سات زینے کا ایک منبر ہے اور حضور اس کے سب سے اونچے درجے پر جلوہ فرما ہیں، حضور کے آگے ایک سال خورد لاغر ناقہ ہے حضور اس کے پیچھے تشریف لے جاتے ہیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ راہ نرم و وسیع وہ ہدایت ہے جس پر میں تمہیں لایا اور تم اس پر قائم ہو اور وہ سبزہ زار دنیا اور اس کے عیش کی تازگی ہے میں اور میرے صحابہ تو چلے گئے کہ دنیا سے اصلاً علاقہ نہ رکھا نہ اسے ہم سے تعلق ہو نہ ہم نے اسے چاہا نہ اس نے ہمیں چاہا پھر دوسرا ہجوم ہمارے بعد آیا وہ ہم سے کئی گنا زیادہ ہے، ان میں سے کسی نے چرا یا کسی نے گھاس کا مٹھالیا اور نجات پا گئے، پھر بڑا ہجوم آیا وہ سبزہ زار میں دھننے بائیں پڑ گئے تو انا لله وانا اليه راجعون اور اے ابن زل! تم اچھی راہ پر چلتے رہو گے یہاں تک کہ مجھ سے ملو اور وہ سات زینے کا منبر جس کے درجہ اعلیٰ پر مجھے دیکھا یہ جہان ہے اس کی عمر سات ہزار برس کی ہے اور میں اخیر ہزار میں ہوں واما ناقۃ التي رايت ورايتني اتبعها فهي الساعة علينا تقوم لاني بعدى ولا امة بعد امتي اور وہ ناقہ جس کے پیچھے مجھے جاتا دیکھا قیامت ہے ہمارے ہی زمانے میں آئے گی، نہ میرے بعد کوئی نبی نہ میری امت کے بعد کوئی امت، صلی اللہ تعالیٰ علیک وعلی امتک اجمعین وبارک وسلم فاخرجوا تا ان الحمد لله رب العلمین۔

(کنز العمال بحوالہ البیہقی، حدیث ۴۲۰۱۸، موسسة الرسالة، بیروت، ۱۵/ ۵۲۱۴۵۱۸) (المعجم الکبیر حدیث ۸۱۳۶، عن ابن زل

البیہقی، المکتبة العیصلیة، بیروت، ۸/ ۳۶۷۳۶۲) (فتاویٰ رضویہ ۱۳۴)

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا، فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا، وَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلَاثًا، وَلْيَتَعَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اسے بائیں طرف تین بار تھوک دینا چاہیے اور تین مرتبہ اللہ کی شیطاں سے پناہ مانگے اور جس پہلو پر تھا اس سے پھر جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الرؤیا، ج ۱، ص ۵۲، رقم: ۶۰۴۱ المستدرک للحاکم، کتاب تعبیر الرؤیا، ج ۱، ص ۲۴، رقم: ۸۱۸۲ سنن ابوداؤد، باب فی الرؤیا، ج ۲، ص ۳۶۴، رقم: ۵۰۲۲ سنن ابن ماجہ، باب من رأى رؤیا یکرهها، ج ۲، ص ۱۲۸۶، رقم: ۲۱۰۸ سنن الکبریٰ للنسائی، باب اذا رأى ما یکره، ج ۲، ص ۳۹۰، رقم: ۴۶۵۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں بصری کہتے ہیں تھوکنے کو، اتفل کہتے ہیں تھکانے کو، یہاں بصری سے مراد تھکانا ہی ہے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے یہ تینوں عمل شیطان کو ذلیل کرنے اور اپنے حال کو بد کرنے کے لیے ہے، شیطان اکثر بائیں ہاتھ پر رہتا ہے اور تھوکنے کو یا شیطان کے منہ پر تھوکنے کا ہے، یہ عمل بھی مجرب ہے، برے خواب میں یہ دیکھ کر یہ کرنا چاہیے اس سے خواب ختم ہو جاتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱، ص ۴۴۹)

حضرت ابواسقع وائلہ بن اسقع ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے یا آنکھ کو وہ دکھائے جو اس نے دیکھا نہیں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو آپ نے نہ فرمائی ہو۔ (بخاری)

(847) وَعَنْ أَبِي الْأَسْقَعِ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْفِرْيِ أَنْ يَدَّعِي الرَّجُلُ إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، أَوْ يُرِي عَيْنَهُ مَا لَمْ تَرَ، أَوْ يَقُولَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ يَقُلْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ».

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب نسبة الیہن الی اسماعیل، ج ۲، ص ۱۸۱، رقم: ۳۵۰۹ مسند امام احمد، حدیث ابی ثعلبہ الخثعمی، ج ۱، ص ۱۰۱، رقم: ۱۰۰۲۱ تحف الخیرۃ المہرۃ باب فیمن کذب فی حلیہ ج ۱، ص ۱۲۸، رقم: ۶۰۲۴)

شرح حدیث: جھوٹوں میں سے ایک

رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے میری طرف منسوب کر کے کوئی بات بیان کی حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

(صحیح مسلم، مقدمۃ الکتاب، للامام مسلم، باب وجوب الروایۃ۔۔۔۔۔ الخ ص ۶۷۴)

ختم المرسلین، رحمۃ اللہ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: مجھ پر جھوٹ باندھنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے جیسے نہیں، لہذا جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

(المرجع السابق، باب تخلیۃ الکذب۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۵، ص ۶۷۴)

شفیع المذنبین، ائیس الغریبین، سراج السالکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی میری طرف ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہیں کہی۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۲۳۷، ج ۲۲، ص ۹۸)

محبوب ربِّ العلمین، جنابِ صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب کوئی قوم اللہ عزوجل کی کتاب لکھنے اور اس کا آپس میں تکرار کرنے کے لئے جمع ہوتی ہے تو وہ اللہ عزوجل کی مہمان ہوتی ہے اور فرشتے انہیں ان کے ٹھننے یا دوسری بات میں مشغول ہونے تک ڈھانپے رہتے ہیں۔ جو عالم موت کے خوف سے علم کی تلاش میں نکلتا ہے یا ضائع ہو جانے کے خوف سے علم کو لکھ لیتا ہے تو وہ اللہ عزوجل کی راہ میں آمد و رفت رکھنے والے کی طرح ہے اور جس کا عمل اسے ست کر دے اس کا نسب اسے تیز نہیں کر سکتا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۸۴۴، ج ۲۲، ص ۳۳۷، عالم بدلہ عبد)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

6- کتاب السلام

سلام کا بیان

131- باب فضل السلام

سلام کی فضیلت اور اس کو

وَالْأَمْرُ بِإِفْشَائِهِ

عام کرنے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان اپنے

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا

گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اجازت لینے اور

تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا

سلام کرنے سے پہلے نہ جاؤ۔

وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا) (النور: 27)

شرح: حضرت صدرالافاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے

تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ غیر کے گھر میں بے اجازت داخل نہ ہو اور اجازت لینے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ بلند

آواز سے سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر کہے یا کھکارے جس سے مکان والوں کو معلوم ہو کہ کوئی آنا چاہتا ہے یا یہ کہے کہ

کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟ غیر کے گھر سے وہ گھر مراد ہے جس میں غیر سکونت رکھتا ہو خواہ اس کا مالک ہو یا نہ ہو۔

(خزائن العرفان)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب تم گھروں میں

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا

داخل ہونے لگو تو اپنے آپ پر سلام کہو) (یعنی گھر والوں

عَلَى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةٌ مِمَّنْ عِنْدَ اللَّهِ مُبَارَكَةٌ طَيِّبَةٌ)

پر) یہ اللہ کی طرف سے برکت والا عمدہ تحفہ ہے۔

(النور: 61)

شرح: حضرت صدرالافاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے

تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہل کو سلام کرے اور ان لوگوں کو جو مکان میں ہوں بشرطیکہ ان کے

دین میں خلل نہ ہو۔ (خازن)

مسئلہ: اگر خالی مکان میں داخل ہو جہاں کوئی نہیں ہے تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى وَبَرَكَاتُهُ،

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ اَلسَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى وَبَرَكَاتُهُ، حضرت ابن عباس رضی

اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مکان سے یہاں مسجدیں مراد ہیں۔ نخعی نے کہا کہ جب مسجد میں کوئی نہ ہو تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَى

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (خفا شریف) مثلاً علی قاری نے شرح شفا میں لکھا کہ خالی مکان میں سید عالم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل اسلام کے گھروں میں روح اقدس جلوہ فرما ہوتی ہے۔

(خزائن العرفان)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا) (النساء: 86)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب تم کو سلام کیا جائے تو اس سے بہتر یا اسی کو لوٹا دو (جواب دو)۔

شرح و دھڑلہ صدرہ الفاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مسائل: سلام، سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض اور جواب میں افضل ہے کہ سلام کرنے والے کے سلام پر کچھ بڑھائے مثلاً پہلا شخص السلام علیکم کہے تو دوسرا شخص وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہے اور اگر پہلے نے ورحمۃ اللہ بھی کہا تھا تو یہ وبرکاتہ اور بڑھائے پس اس سے زیادہ سلام و جواب میں اور کوئی اضافہ نہیں ہے کافر، گمراہ، فاسق اور استغیا کرتے مسلمانوں کو سلام نہ کریں۔ جو شخص خطبہ یا تلاوت قرآن یا حدیث یا مذاکرہ علم یا اذان یا تکبیر میں مشغول ہو اس حال میں ان کو سلام نہ کیا جائے اور اگر کوئی سلام کرے تو ان پر جواب دینا لازم نہیں اور جو شخص فطر نج، چوسر، تماش، گنجفہ وغیرہ کوئی ناجائز کھیل کھیل رہا ہو یا گانے بجانے میں مشغول ہو یا پاخانہ یا غسل خانہ میں ہو یا بے عذر رہے ہو اس کو سلام نہ کیا جائے مسئلہ: آدمی جب اپنے گھر میں داخل ہو تو بی بی کو سلام کرے ہندوستان میں یہ بڑی غلط رسم ہے کہ زن و شو کے اتنے گہرے تعلقات ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو سلام سے محروم کرتے ہیں باوجود یہ کہ سلام جس کو کیا جاتا ہے اس کے لئے سلامتی کی دعا ہے۔

مسئلہ: بہتر سواری والا کمتر سواری والے کو اور کمتر سواری والا پیدل چلنے والے کو اور پیدل بیٹھے ہوئے کو اور چھوٹے بڑے کو اور تھوڑے زیادہ کو سلام کریں۔ (خزائن العرفان)

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامًا) (الذاریات: 24-25)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا تیرے پاس ابراہیم (علیہ السلام) کے عزت والے مہمانوں کی بات پہنچی ہے۔ جب وہ ان کے پاس داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کیا آپ نے ان کو سلام کہہ کر جواب دیا۔

(848) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: "تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ."

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اسلام کے کاموں میں سے کون سا کام افضل ہے۔ فرمایا: تم کھانا کھانا اور ہر شخص کو سلام کہنا چاہے تم اسے پہچانو یا نہ پہچانو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب اطعام الطعام من الاسلام: ج ۱ ص ۱۱۲ رقم: ۱۲ صحیح مسلم: باب بیان تفاضل الاسلام وای امور افضل: ج ۱ ص ۲۴ رقم: ۱۱۶۱ الادب اللبیب: باب السلام علی من عرفه ومن لم یعرفه: ج ۱ ص ۱۱۸ رقم: ۲۰۳ سنن ابوداؤد: باب فی افشاء السلام: ج ۲ ص ۵۱۶ رقم: ۱۱۶۱ (دارالکتب العربی: بیروت) سنن ابن ماجہ: باب اطعام الطعام: ج ۲ ص ۱۰۸ رقم: ۲۲۵۲ (دار الفکر: بیروت))

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اسلامی کاموں میں کون سا کام اچھا ہے۔

یعنی سلام صرف اسلامی رشتہ سے ہو کاروباری دنیاوی تعلقات سے نہ ہو۔ خیال رہے کہ حضور کے جوابات سائل کے حال کے مطابق ہوتے تھے اسی لیے اس سوال کے جواب مختلف دیئے۔ کسی سے فرمایا کہ بہترین عمل نماز ہے، کسی سے فرمایا جہاد ہے یہاں فرمایا بہترین عمل کھانا کھانا سب کو سلام کرنا یعنی تیرے لیے یہ دو کام بہترین۔ خیال رہے کہ تقری سلام کرنا، سلام کہلوانا، سلام لکھنا کھوانا، سلام کہلا کر بھیجنا سب کو شامل ہے۔ من عرفت کا تعلق صرف سلام سے ہے کھانا کھلانے سے نہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۳۶۳)

غریبوں اور محتاجوں پر رحم

شیخ عبداللہ جبائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک بھوکوں کو کھانا کھلانا اور حسن اخلاق کا دل زیادہ فضیلت والے اعمال ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا: میرے ہاتھ میں پیسہ نہیں ٹھہرتا، اگر صبح کو میرے پاس ہزار دینار آئیں تو شام تک ان میں سے ایک پیسہ بھی نہ بچے (کہ غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دوں اور بھوکے لوگوں کو کھانا کھلا دوں)۔ (قائد الجاہل، مخلص ص ۸)

(849) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَنَا خَلْقُ اللَّهِ أَدَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَذْهَبَ فَسَلِمَ عَلَى أَوْلِيكَ نَفَرٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ جُلُوسٌ فَاسْتَمِعَ مَا يُحْيُونَكَ، فَإِنَّمَا تَحْيِيَّتُكَ وَتَحْيِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ. فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ. فَقَالُوا: السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، فَرَادَوْهُ: وَرَحْمَةُ اللَّهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا۔ تو آپ کو فرشتوں کی ایک جماعت کے بارے حکم دیا کہ ان کو جا کر سلام کہو تو جو وہ جواب دیں وہ سن لو یہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہے۔ تو آپ نے فرمایا: السلام علیکم فرشتوں نے جواب دیا السلام علیکم ورحمۃ اللہ انہوں نے رحمۃ اللہ کا اضافہ کر دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب بندہ السلام: ج ۱ ص ۲۲۹ رقم: ۵۸۴۲ صحیح مسلم: باب یدخل الجنة اقوام اشدھم مثل اشد الطیر: ج ۱ ص ۱۳۹ رقم: ۴۲۲۱ شعب الایمان: فعل فی کیفیۃ اللام و کیفیۃ الرد: ج ۱ ص ۳۵۲ رقم: ۸۸۶۹ مسند امام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ: ج ۲ ص ۲۱۵ رقم: ۸۱۵۶ مصنف عبدالرزاق: باب کیف السلام والرد

ج ۱۰ ص ۲۸۲ رقم: ۱۸۲۵

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس ارشاد فرمانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سلام جواب کا علم نہ تھا بلکہ اسے سنت ملائکہ قرار دینے کے لیے کہا تا کہ اولاد آدم کو یہ معلوم ہو جائے کہ سلام کرنا سنت آدم علیہ السلام ہے اور اعلیٰ جواب دینا سنت ملائکہ، رب تعالیٰ انہیں تمام چیزوں کا علم پہلے ہی دے چکا تھا۔

معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سلام کے الفاظ سے سلام کرنے کا طریقہ پہلے ہی سے معلوم تھا اس لیے رب تعالیٰ نے آپ کو سلام کے الفاظ نہ بتائے سب کچھ پہلے ہی بتا دیا سمجھا دیا گیا ہے اور اس سے دو مسئلہ معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جواب سلام میں السلام علیکم کہنا بھی جائز اگرچہ وعلیکم السلام کہنا افضل ہے۔ دوسرے یہ کہ جواب میں کچھ زیادہ الفاظ کہنا بہتر ہے جیسا کہ آئندہ آوے گا۔

یعنی جنت میں صرف انسان ہی جائیں گے جانور یا جنات نہ جائیں گے اور تمام جنتی انسان آدم علیہ السلام کی طرح حسین و جمیل تندرست ہوں گے کوئی بد شکل یا بیمار نہ ہوگا اور سب کا قد ساٹھ ہاتھ ہوگا کوئی اس سے کم یا زیادہ نہ ہوگا، دنیا میں خواہ پست قد تھا یا دراز قد، بچہ تھا یا بوڑھا، دوزخی کفار بہت موٹے ہوں گے ان کی ایک ڈاڑھ پہاڑ کی برابر ہوں گی۔ (اشعہ) (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۶۳۳)

(850) وَعَنْ أَبِي عُمَارَةَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ: بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَكَشْبِئِ الْعَاطِسِ، وَنَصْرِ الضَّعِيفِ، وَعَوْنِ الْمَظْلُومِ، وَافْشَاءِ السَّلَامِ، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. هَذَا لَفْظُ إِحْدَى رِوَايَاتِ الْبُخَارِيِّ

حضرت ابوعمارہ براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے سات کام کرنے کا حکم دیا بیمار کی بیمار پر سی جنازوں کے پیچھے چلنا، چھینک والے کو جواب دینا، کمزور کی مدد کرنا، مظلوم کی اعانت کرنا اور سلام کو عام کرنا اور قسم کھانے والے کی بات پوری کرنا۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کی ایک روایت کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب افشاء السلام، ج ۸ ص ۵۲ رقم: ۱۸۲۵ الاداب للبدیع، باب ما یحب علی المسلم من حق اخیه فی الاسلام، ج ۱ ص ۱۰۸ رقم: ۱۸۲۵ سنن الکبیری للنسائی، باب الامر باتباع الجنائز، ج ۵ ص ۵۳ رقم: ۱۸۲۹ صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق بہ، ج ۲ ص ۲۱۲ رقم: ۲۰۲۰ صحیح مسلم، باب تحریم استعمال اداء الذهب والفضة والرجال والنساء، ج ۶ ص ۱۲۵ رقم: ۵۵۱۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر کوئی شخص آئندہ کے متعلق کسی ایسے کام کی قسم کھائے جو تم کر سکتے ہو تو ضرور کر دو تا کہ اس کی قسم پوری ہو جائے

اور کفارہ واجب نہ ہو، مثلاً کوئی کہے کہ خدا کی قسم جب تک تم فلاں کام نہ کر لو میں تمہیں چھوڑ دوں گا نہیں یا خدا کی قسم کل تم میرے پاس ضرور آؤ گے یا اگر تم فلاں کام نہ کرو تو میری بیوی کو طلاق، ان سب صورتوں میں تم وہ کام ضرور کر لو، بشرطیکہ وہ کام ناجائز نہ ہو۔

لمعات و مرقات میں ہے کہ مظلوم مسلمان ہو یا کافر و ذمی یا مستامن حتی المقدور اس کی ضرورت مدد کی جائے۔

(مرآة المناجیح، ج ۲ ص ۷۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس وقت تک جنت میں نہ جاؤ گے جب تک ایمان نہ لے آؤ اور اس وقت تک ایمان دار نہیں بنو گے۔ جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو گے۔ کیا میں تم کو ایک بات بتا دوں کہ جب تم وہ کام کرو تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے۔ سلام کو آپس میں عام کرو۔ (مسلم)

(851) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أُولَئِكَ أَنْتُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمْ شَيْئًا تَحَابَبْتُمْ، أَفْشَوْا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ»

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان اللہ لا یدخل الجنة الا المؤمنون، ج ۱ ص ۵۳، رقم: ۵۴۲۲ المستدرک للحاکم،

کتاب البر والصلة، ج ۱ ص ۱۵۰، رقم: ۱۴۲۱۰ تحف الخیرة البهرة، کتاب الامارة باب راحة الناس عامة، ج ۱ ص ۱۵۰، رقم: ۵۱۵۵ الادب للہیثمی، باب ما یحب علیا لمسلم من حق اخیه فی الاسلام، ج ۱ ص ۱۰۹، رقم: ۱۸۵ سنن ابوداؤد، باب فی افشاء السلام، ج ۱ ص ۵۱۶، رقم: ۵۱۹۵)

شرح حدیث: حکیم الثمٹ حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں لا تؤمنون ہے نون کے ساتھ، جن نسخوں میں لا تؤمنوا ہے وہاں ان کا گرا نا مجاہد کی وجہ سے ہے کہ چونکہ حتی تؤمنوا میں نون نہ تھا تو یہاں بھی نہ لائے، مرقات نے فرمایا کہ عربی میں کبھی نفی بمعنی نہیں ہوتا ہے کبھی برعکس۔

یعنی کمال ایمان مسلمانوں کی آپس کی محبت سے نصیب ہوتا ہے، آپس کی عداوتیں بہت سے گناہ بلکہ کبھی کفر کا موجب ہو جاتی ہیں۔

سلام پھیلانے کے وہ ہی معنی ہیں جو ابھی ذکر ہوئے کہ ہر مسلمان کو سلام کرے جان پہچان والا ہو یا انجان۔ تجربہ سے بھی ثابت ہے کہ مسلمانوں کے دلوں کی عداوت مٹانے محبت پیدا کرنے کے لیے سلام مصافحہ ایک اکسیر ہے حضور کا فرمان بالکل ٹھیک ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۲ ص ۷۶۸)

(852) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسَ نِيَامًا، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ زَوَاةَ الزُّمَيْدِيِّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ."

حضرت ابو یوسف عبد اللہ بن سلام رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ اے لوگو! سلام عام کرو اور کھانا کھلاؤ اور صلہ رحمی کرو اور نماز پڑھو جب کہ لوگ سوئے ہوں۔ جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ گے۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل اطعام الطعام، ج ۲، ص ۲۸۶، رقم: ۱۸۵۲، الادب للبیہقی، باب فی اکل الطعام وسقى الماء، ج ۱، ص ۳۰، رقم: ۴۴، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی قیام الیل، ج ۱، ص ۳۲۲، رقم: ۱۲۲۲، سنن الدارمی، باب فضل صلاة الیل، ج ۱، ص ۳۰، رقم: ۱۳۶۰، مسند امام احمد، حدیث عبد اللہ بن سلام، ج ۵، ص ۳۵۱، رقم: ۲۲۸۲۵)

شرح حدیث: حضرت عبد اللہ بن سلام کا اسلام

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ میں یہودیوں کے سب سے بڑے عالم تھے، خود ان کا اپنا بیان ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لائے اور لوگ جوق در جوق ان کی زیارت کے لئے ہر طرف سے آنے لگے تو میں بھی اُسی وقت خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور جو نبی میری نظر جمال نبوت پر پڑی تو پہلی نظر میں میرے دل نے یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے وعظ میں یہ ارشاد فرمایا کہ

أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسَ نِيَامًا

اے لوگو! سلام کا چہ چا کرو اور کھانا کھلاؤ اور (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرو اور راتوں کو جب لوگ سو رہے ہوں تو تم نماز پڑھو۔

حضرت عبد اللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک نظر دیکھا اور آپ کے یہ چار بول میرے کان میں پڑے تو میں اس قدر متاثر ہو گیا کہ میرے دل کی دنیا ہی بدل گئی اور میں مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن اسلام میں آجانا یہ اتنا اہم واقعہ تھا کہ مدینہ کے یہودیوں میں کھلبلی مچ گئی۔

(مدرج النبوت، قسم سوم، باب اول، ج ۲، ص ۶۶، ملخصاً والمسند رک للحاکم، کتاب البر والصلة، باب ارحموا بل الارض... غ)

الحدیث ۷۳۵۹، ج ۵، ص ۲۲۱ ملخصاً)

(853) وَعَنِ الطَّفِيلِ بْنِ أَبِي بِنٍ كَعْبٍ: أَنَّهُ

كَانَ يَأْتِي عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، فَيَخْدُوهُ مَعَهُ إِلَى السُّوقِ،

حضرت طفیل بن ابی بن کعب سے روایت ہے کہ وہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آتے پھر صبح کے

قَالَ: فَإِذَا غَدَوْنَا إِلَى السُّوقِ لَمْ يَمُزَّ عَبْدُ اللَّهِ عَلَى سَقَاطٍ وَلَا صَاحِبِ بَيْعَةٍ، وَلَا مُسْكِينٍ، وَلَا أَحَدٍ إِلَّا سَلَّمَ عَلَيْهِ، قَالَ الطَّفِيلُ: فَجِئْتُ عَبْدَ اللَّهِ بِنِ عَمْرٍ يَوْمًا، فَاسْتَتَبَعَنِي إِلَى السُّوقِ، فَقُلْتُ لَهُ: مَا تَصْنَعُ بِالسُّوقِ، وَأَنْتَ لَا تَقِفُ عَلَى الْبَيْعِ، وَلَا تَسْأَلُ عَنِ السَّلْعِ، وَلَا تَسُومُ بِهَا، وَلَا تَجْلِسُ فِي مَجَالِسِ السُّوقِ؟ وَأَقُولُ: أَجْلِسُ بِنَا هَاهُنَا نَتَحَدَّثُ، فَقَالَ: يَا أَبَا بَطْنٍ - وَكَانَ الطَّفِيلُ ذَا بَطْنٍ - إِنَّمَا نَغْدُو مِنْ أَجْلِ السَّلَامِ، فَتُسَلِّمُ عَلَى مَنْ لَقِينَاكَ. رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمَوْطَأِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

وقت ان کے ساتھ مل کر بازار جاتے کہتے ہیں کہ جب ہم بازار جاتے تو حضرت عبداللہ جب کسی سامان والے تاجر یا مسکین یا کسی اور کے پاس سے گزرتے تو اس کو سلام کہتے طفیل کہتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس ایک دن آیا انہوں نے (حسب معمول) ساتھ بازار جانے کے لیے کہا میں نے کہا آپ بازار میں کیا کرتے ہیں کہ نہ آپ کچھ خریدتے ہیں نہ بھاؤ پوچھتے ہیں نہ بھاؤ لگاتے ہیں اور نہ بازار کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں میں تو عرض کرتا ہوں کہ آپ اسی مقام پر تشریف رکھیں ہم باتیں کرتے ہیں تو فرمایا: ابے بڑے پیٹ والے (حضرت طفیل کا پیٹ بڑا تھا) ہم بازار سلام کہنے کے لیے جاتے ہیں کہ جس کو ملیں سلام کہہ لیں۔ امام مالک نے اس حدیث کو سند صحیح کے ساتھ مؤطا میں روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (مؤطا امام مالک باب جامع السلام ج ۲ ص ۶۱۸ رقم: ۱۴۲۱ الادب المفرد للبخاری باب من خرج یسلم ویسلم علیہ ص ۳۴۸ رقم: ۱۰۰۶ شعب الایمان الحادی والستون من شعب الایمان باب فی مقاربتہ اهل الدین وموادعہم ج ۱ ص ۳۴۲ رقم: ۸۴۹۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یہ طفیل تابعی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں پیدا ہوئے مگر آپ کی زیارت نہ کر سکے، آپ کی کنیت ابوالحسن ہے، انصاری ہیں۔

سقاط سین کے فتح کے شد سے بنا ہے سقط سے معمولی چیزوں کو کہتے ہیں یعنی گہری بڑی چیزیں۔ سقاط وہ شخص جو معمولی چیزیں فروخت کرتا ہو جسے اردو میں کہتے ہیں چھابڑہ فروش اور صاحب بیعت اعلیٰ چیزوں کا بیوپاری کہلاتا ہے۔

یعنی آپ ہر تاجر غیر تاجر، امیر و فقیر، واقف و واقف سب کو سلام کرتے تھے اور کچھ خرید و فروخت نہیں کرتے تھے۔ (ہم باتیں کرتے ہیں) یعنی یہاں بیٹھ کر دینی باتیں کریں، کتاب و سنت، اللہ رسول کا ذکر کریں بازار جاتے آتے

بات کرنے کا موقعہ نہیں ملتا۔

(اے بڑے پیٹ والے) لہذا ابوبطن کے معنی ہوئے پیٹ والے جیسے ابوہریرہ بلیوں والے، ابوبکر اولیت والے، ابوبطن بڑے پیٹ والے۔

(ہم بازار سلام کہنے کے لیے جاتے ہیں) یعنی ہمارا بازار جانا بھی عبادت ہے کہ ہم وہاں عملی تبلیغ کے لیے جاتے ہیں، سلام کی اشاعت کرنا لوگوں کو سلام کرنے کی عادت ڈالنا۔ معلوم ہوا کہ لوگوں کو سنت کا عادی بنانا بھی بہترین عبادت ہے، علماء اگر لوگوں کے پاس جا کر انہیں تبلیغ کریں تو بہت ہی اچھا ہے، گھر بلا کر تبلیغ کرنا اور لوگوں کے گھر جا کر تبلیغ کرنا دونوں ہی سنت ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۰۱)

132 باب کیفیۃ السلام

سلام کی کیفیت کا بیان

(امام نووی کہتے ہیں:) مستحب یہ ہے کہ پہلے سلام کہنے والا کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تو وہ جمع کی ضمیر کے ساتھ سلام کہے اگرچہ وہ ایک ہی ہو اور جواب دینے والا علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے واؤ عاطفہ کا اضافہ شروع میں کرے کہے وعلیکم۔

يُسْتَحَبُّ أَنْ يَقُولَ الْمُتَقَدِّمُ بِالسَّلَامِ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ. فَيَأْتِ بِضَمِّ الْجَمْعِ، وَإِنْ كَانَ الْمُسَلَّمُ عَلَيْهِ وَاحِدًا، وَيَقُولُ الْمُجِيبُ: وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ. فَيَأْتِي بِوَاوِ الْعَطْفِ فِي قَوْلِهِ: وَعَلَيْكُمْ
شرح حدیث: سلام کرنے کی سنتیں اور آداب

سلام کرنا ہمارے پیارے آقا، تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بہت ہی پیاری سنت ہے (بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۸۸)، بد قسمتی سے آج کل یہ سنت بھی ختم ہوتی نظر آرہی ہے۔ اسلامی بھائی جب آپس میں ملتے ہیں تو اَلْسَلَامُ عَلَیْکُمْ سے ابتدا کرنے کے بجائے آداب عرض کیا حال ہے؟ مزاج شریف، صبح بخیر، شام بخیر وغیرہ وغیرہ عجیب و غریب کلمات سے ابتداء کرتے ہیں، یہ خلاف سنت ہے۔ رخصت ہوتے وقت بھی خدا حافظ، گڈ با، ٹاٹا وغیرہ کہنے کے بجائے سلام کرنا چاہیے۔ ہاں رخصت ہوتے ہوئے اَلْسَلَامُ عَلَیْکُمْ کے بعد اگر خدا حافظ کہہ دیں تو حرج نہیں۔ سلام کی چند سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں:

(۱) سلام کے بہترین الفاظ یہ ہیں اَلْسَلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ یعنی تم پر سلامتی ہو اور اللہ عزوجل کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۴۰۹)

(۲) سلام کرنے والے کو اس سے بہتر جواب دینا چاہیے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوْهَا

ترجمہ کنز الایمان: اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ

دو۔ (پ ۵، النسا: ۸۶)

(۳) سلام کے جواب کے بہترین الفاظ یہ ہیں:

وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ یعنی اور تم پر بھی سلامتی ہو اور اللہ عزوجل کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ جدیدہ ج ۲۲، ص ۴۰۹)

(۴) عام طور پر معروف یہی ہے کہ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ ہی سلام ہے۔ مگر سلام کے دوسرے بھی بعض معنی ہیں۔ مثلاً کوئی آکر صرف کہے سلام، تو بھی سلام ہو جاتا ہے اور سلام کے جواب میں سلام کہہ دیا، یا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ ہی کہہ دیا، یا صرف وَعَلَيْكُمْ کہہ دیا تو بھی جواب ہو گیا۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۹۳)

(854) عَنْ عُمَرَانَ بْنِ الْخُصَلَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَشْرُكُمْ جَاءَ آخَرُ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ: "عَشْرُكُمْ جَاءَ آخَرُ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ: "ثَلَاثُونَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ۔

حضرت عمران حصین ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا السلام علیکم آپ نے اس کو جواب دیا وہ بیٹھ گیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دس نیکیاں پھر ایک اور آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ نے اس کو جواب مرحمت فرمایا وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: بیس نیکیاں پھر ایک اور آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبارکاتہ آپ نے اس کو بھی سلام کا جواب دیا وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: تیس نیکیاں۔ اسے امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب کیف السلام ج ۱ ص ۵۱۶، رقم: ۵۱۷۷، سنن ترمذی: باب ما ذکر فی فعل السلام ج ۵ ص ۵۲، رقم: ۲۶۸۱، تحف الخیرۃ المہرۃ باب افشاء السلام وفضله ج ۶ ص ۲۲، رقم: ۵۲۱۸، المعجم الكبير للطبرانی: احادیث عمران بن حصین ج ۱ ص ۱۲۲، رقم: ۳۹۹۰، سنن الدارمی: باب فی فضل التسلیم وردہ ج ۲ ص ۲۶، رقم: ۲۶۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ ایک شخص کو بھی سلام کرے تو علیکم جمع سے کہے کہ اس میں ان فرشتوں کو سلام ہو جاتا ہے جو انسان کے ساتھ رہتے ہیں محافظین اور کاتبین اعمال وغیرہم اگرچہ علیک واحد کہنا بھی جائز ہے۔

عشر فاعل ہے مثبت۔ پوشیدہ کا یا نائب فاعل ہے کتب فعل مجہول کا یعنی اس کو دس نیکیوں کا ثواب حاصل ہوا یا اس کے لیے دس نیکیاں لکھی گئیں۔

معلوم ہوا کہ سلام کے ہر کلمہ پر دس نیکیاں ملتی ہیں جتنے کلمات زیادہ ہوں اتنی نیکیاں اسی حساب سے زیادہ ہوں گی، جواب دینے والا زیادہ اچھا جواب دے یعنی سلام کے کلمات پر کچھ کلمات بڑھا کر جواب دے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۳۸۱)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ جبریل ہیں تمہیں سلام کہتے ہیں (عائشہ کہتی ہیں) میں نے کہا اس پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں۔ (متفق علیہ)

اور اسی طرح صحیحین کی بعض روایات میں ہے ”وبرکاتہ“ اور بعض نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ اور ثقہ کی زیادتی ہی قبول و منظور ہے۔

(855) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَذَا جِبْرِيلُ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ قَالَتْ: قُلْتُ: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهَكَذَا وَقَعَ فِي بَعْضِ رِوَايَاتِ الصَّحِيحَيْنِ: ”وَبَرَكَاتُهُ“ فِي بَعْضِهَا بِحَذْفِهَا، وَزِيَادَةُ الرَّحْمَةِ مَقْبُولَةٌ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تسلیم الرجال علی النساء والنساء علی الرجال، ج ۸ ص ۵۵، رقم: ۶۲۲۹، صحیح مسلم، باب فی فضل عائشہ رضی اللہ عنہا، ج ۳ ص ۱۲۹، رقم: ۶۲۵۰، سنن الدارمی، باب اذا أقری علی الرجل السلام کیف یرد، ج ۲ ص ۲۵۹، رقم: ۲۶۲۸، الاحاد والمثنائی، حدیث عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا، ج ۵ ص ۲۹۵، رقم: ۳۰۱۸، المعجم الکبیر للطبرانی، ذکر الرواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲۲ ص ۳۴، رقم: ۱۹۰۲۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ابو سلمہ دو ہیں: ایک تو جناب ام سلمہ کے پہلے خاوند وہ صحابی ہیں، دوسرے ابو سلمہ ابن عبد الرحمن ابن عوف یہ تابعی ہیں یہ ہی یہاں مراد ہیں۔

عائشہ ترخیم ہے عائشہ کی نہایت محبت و پیار میں یہ فرمایا گیا۔ اس حدیث کی بناء پر بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ جناب عائشہ صدیقہ سے افضل ہیں کہ جناب عائشہ کو تو جبریل امین نے سلام کیا اور جناب خدیجہ کو حضرت جبریل نے رب تعالیٰ کا سلام پہنچایا۔ (مرقات، لمعات)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھتے تھے اور باوجودیکہ حضرت جبریل میرے گھر میں بلکہ میرے بستر میں میرے پاس ہی حضور انور کی خدمت میں آتے تھے مگر میں انہیں نہ دیکھتی تھی، نور کو دیکھنے کے لیے نور کی آنکھیں چاہئیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی کسی کا سلام پہنچائے تو اگرچہ یہ کہنا افضل ہے کہ علیہ وعلیہ السلام مگر یہ کہنا بھی درست ہے وعلیہ السلام۔ (مراۃ المناجیح، ج ۸ ص ۳۲۸)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ

(856) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ جَبَّ كَوْنِي (اہم) بات کرتے تو اس کو تین بار دہراتے
 آعَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تُفْهَمَ عَنْهُ، وَإِذَا أَلَى عَلَى قَوْمٍ تاکہ سمجھی جائے اور جب کسی قوم کے پاس آتے اور ان
 فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَامَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا. رَوَاهُ کو سلام کہتے تو تین بار سلام کہتے۔ (بخاری)

وَهَذَا مَحْمُولٌ عَلَى مَا إِذَا كَانَ الْجَمْعُ كَثِيرًا. یہ حکم کثیر جمع کی صورت میں ہے (واللہ اعلم
 بالصواب)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری) باب من أعاد المحدث ثلاثاً لم يفهم عنه ج ۳ ص ۳۰ رقم: ۵۰۸۲ مسند امام احمد بن حنبل
 مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۱۲ رقم: ۱۲۲۲۲ مسند البزار مسند ابی حمزہ عن انس بن مالک ج ۱ ص ۳۲۱ رقم:
 ۳۲۰ مشکوٰۃ البصایح: کتاب العلم الفصل الاول ج ۱ ص ۳۵ رقم: ۲۰۸

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
 لفظ سے مراد پوری بات ہے، یعنی مسائل بیان کرتے وقت ایک ایک مسئلہ تین تین بار فرماتے تاکہ لوگوں کے ذہن
 میں اتر جائے ہر کلام مراد نہیں۔ اسی لیے صاحب مشکوٰۃ اس حدیث کو کتاب العلم میں لائے۔
 ایک سلام اجازت حاصل کرنے کا، دوسرا ملاقات کا، تیسرا رخصت کا، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور
 بوقت ملاقات ایک سلام کرتے تھے کیونکہ وہاں صرف ملاقات کا سلام مراد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں داخلے کی
 اجازت کے لئے شور نہ مچائے، بہت دروازہ نہ پیٹے، بلکہ صرف یہ کہے السلام علیکم آجاؤں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آنے اور
 جانے والا سلام کرے اگرچہ بڑا ہو۔ (مرآۃ الناجی، ج ۱ ص ۲۰۶)

(857) وَعَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حَدِيثِهِ الطَوِيلِ، قَالَ: كُنَّا نَرْفَعُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيبَهُ مِنَ اللَّبَنِ، فَيَجِيئُ مِنَ اللَّيْلِ، فَيُسَلِّمُ تَسْلِيمًا لَا يُوقِظُ نَائِمًا، وَيُسْمِعُ الْيَقْظَانَ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ كَمَا كَانَ يُسَلِّمُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث میں روایت ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے لیے دودھ کا حصہ بچا رکھتے تھے آپ رات کو آتے تو اس طرح سلام کہتے کہ جو سوئے ہیں وہ بیدار نہ ہوں اور جو بیدار ہیں وہ سن میں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم) باب اکرام الضیف وفضل ایثار ج ۳ ص ۱۲۸ رقم: ۵۲۸۲ الادب المفرد للبخاری
 باب التسليم على النائم ص ۳۵۵ رقم: ۱۰۲۸ مسند امام احمد حدیث المقداد بن الاسود ج ۱ ص ۲ رقم: ۲۲۸۲۲ مسند ابن ابی
 شیبہ حدیث المقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۶۸۶ رقم: ۳۸۶ مسند البزار مسند المقداد بن
 عمرو رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۲۲ رقم: ۲۱۱۰

شرح حدیث: مفسر قرآن حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اپنی کتاب علم القرآن میں لکھتے ہیں:

اسی لئے ہم نمازوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرتے ہیں اور کھانا کھانے والے، استنجا کرنے والے، سوتے ہوئے کو سلام کرنا منع ہے کیونکہ وہ جواب نہیں دے سکتے تو جو جواب نہ دے سکے اسے سلام کرنا منع ہے اگر مردے نہ سنتے ہوتے تو قبرستان جاتے وقت انہیں سلام نہ کیا جاتا اور نماز میں حضور کو سلام نہ ہوتا۔

ضروری ہدایت: زندگی میں لوگوں کی سننے کی طاقت مختلف ہوتی ہے بعض قریب سے سنتے ہیں جیسے عام لوگ اور بعض دور سے بھی سن لیتے ہیں جیسے پیغمبر اور اولیاء۔ مرنے کے بعد یہ طاقت بڑھتی ہے گھنٹی نہیں لہذا عام مردوں کو ان کے قبرستان میں جا کر پکار سکتے ہیں دور سے نہیں لیکن انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دور سے بھی پکار سکتے ہیں کیونکہ وہ جب زندگی میں دور سے سنتے تھے تو بعد وفات بھی سنیں گے۔ لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہر جگہ سے سلام عرض کر دگر دوسرے مردوں کو صرف قبر پر جا کر دور سے نہیں۔

دوسری ہدایت: اگرچہ مرنے کے بعد روح اپنے مقام پر رہتی ہے لیکن اس کا تعلق قبر سے ضرور رہتا ہے کہ عام مردوں کو قبر پر جا کر پکارا جاوے تو سنیں گے مگر اور جگہ سے نہیں۔ جیسے سونے والا آدمی کہ اس کی ایک روح نکل کر عالم میں سیر کرتی ہے لیکن اگر اس کے جسم کے پاس کھڑے ہو کر آواز دو تو سنے گی۔ دوسری جگہ سے نہیں سنتی۔

اعتراض: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو نماز وغیرہ میں سلام کیا جاوے اس میں یہ نیت نہ ہو کہ آپ سن رہے ہیں بلکہ جیسے کسی سے سلام کہلا کر بھیجتے ہیں یا کسی کو خط میں سلام لکھتے ہیں ایسے ہی سلام کیا جائے کیونکہ دور کے آدمی کا سلام فرشتے پہنچاتے ہیں اور پاس والے کا سلام خود حضور سنتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ (دہابی)

جواب: اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ تمہارے عقیدے کے یہ بھی خلاف ہے کہ تم تو کہتے ہو کہ مردے سنتے ہی نہیں اور آیات پیش کرتے ہو اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبر انور میں سے سن لیا تو تمہارے قول کے خلاف ہو گیا۔ دوسرے یہ کہ جب کسی کے ہاتھ سلام کہہ کر بھیجتے ہیں تو اسے خطاب کر کے السلام علیکم نہیں کہتے بلکہ جانے والے کو کہتے ہیں کہ ہمارا سلام کہہ دینا ہم لوگ نماز وغیرہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خط تو لکھتے نہیں تمہارے قول کے مطابق فرشتوں سے کہلا کر بھیجتے ہیں تو اس صورت میں یہ نہ کہا جاتا کہ اے نبی تم پر سلام ہو بلکہ یوں کہا جانا چاہئے کہ اے فرشتو! حضور سے ہمارا سلام کہنا، خطاب فرشتوں سے ہونا چاہیے تھا۔ تیسرے یہ کہ تمہاری پیش کردہ حدیث میں یہ نہیں ہے کہ دور والے کا سلام نہیں سنتے صرف یہ ہے کہ دور والے کا سلام ملائکہ پیش کرتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ملائکہ بھی پیش کرتے ہوں اور سرکار خود بھی سنتے ہوں، جیسے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں بندوں کے اعمال پیش کرتے ہیں تو خدا کیا ان کے اعمال خود نہیں جانتا ضرور جانتا ہے مگر پیشی بھی ہوتی ہے۔

اعتراض: مردے نہیں سنتے قرآن کریم فرما رہا ہے:

(1) وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ ۝

تم قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔ (پ: 22، قاطر: 22)

(2) إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى وَلَا تُسْمِعُ الْقُتَمَ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ۝ وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُقْبَى عَنْ صَلَاتِهِمْ

پس تم نہیں سنا سکتے مردوں کو اور نہیں سنا سکتے بہروں کو پکار جب وہ پیٹھ دے کر پھریں اور نہ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لاؤ۔ (پ: 20، نمل: 80-81)

ان آیات میں صاف بتایا گیا کہ قبر والے اور مردے نہیں سنتے۔

جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ تم بھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سننے کے قائل ہو کہ جو قبر النور پر سلام پڑھا جاوے وہ سرکار سن لیتے ہیں وہ بھی اس آیت کے خلاف ہوا۔ دوسرے یہ کہ آیت میں یہ بھی ہے کہ تم اندھوں کو گمراہی سے نہیں نکال سکتے حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہزاروں اندھے ہدایت پر آگئے۔ تیسرے یہ کہ یہاں قبر والوں اور مردوں، اندھوں اور بہروں سے مراد وہ کفار ہیں جن پر مہر ہو چکی جن کے ایمان کی توقع نہیں اسے خود قرآن کریم بتا رہا ہے۔ چنانچہ تمہاری پیش کردہ انہی آیات کے آخر میں یہ ہے۔

(1) إِنَّ تُسَبِّحُ غَيْرَ آلَا مَنْ يُؤْمِنُ بِآلِئِنَّافَهُمْ مُّسْلِمُونَ ۝

تم اس کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لا دیں اور وہ مسلمان ہوں۔ (پ: 20، نمل: 81)

یہ سورہ نمل اور سورہ روم میں دونوں جگہ ہے اگر وہاں اندھے، بہرے، مردے سے مراد یہ اندھے اور مردے ہوتے تو ان کے مقابل ایمان اور اسلام کا ذکر کیوں ہوتا۔ چنانکہ اس سے دل کے مردے، دل کے اندھے مراد ہیں۔ انہیں مردہ بہرہ اس لئے فرمایا کہ جیسے مردے پکار سے نفع اور نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ ایسے ہی یہ لوگ ہیں نیز قرآن کریم کافروں کے بارے میں فرماتا ہے:

(2) صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝

یہ کفار بہرے، گونگے، اندھے ہیں پس وہ نہ لوٹیں گے۔ (پ: 1، البقرة: 18) (علم القرآن ص ۲۰۸)

حضرت اسماء بنت یزید ؓ سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ ﷺ مسجد میں سے گزرے اور عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی تھی۔ آپ نے ان کو ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا

(858) وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ فِي

الْمَسْجِدِ يَوْمًا، وَعُصْبَةٌ مِنَ النِّسَاءِ قُعُودٌ قَالُوا

بِيَدِهِ بِالتَّسْلِيمِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ

حَسَن۔

اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

وَهَذَا مَحْمُولٌ عَلَى أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اس کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلام کا لفظ جمع بَيْنَ اللَّفْظِ وَالْإِشَارَةِ وَيُؤَيِّدُهُ أَنَّ فِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ: فَسَلَّمَ عَلَيْنَا۔ اور اشارہ جمع کر دیا۔ اس کی تائید روایت ابو داؤد سے ہوتی ہے اس میں ہے کہ آپ نے ہم پر سلام کہا۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء في التسليم على النساء: ج ۵ ص ۵۸، رقم: ۱۲۶۹۴، الادب المفرد: باب التسليم على النساء: ص ۳۶، رقم: ۱۰۴۴، مسند امام احمد بن حنبل: من حديث اسماء ابنة يزيد: ج ۶ ص ۴۵، رقم: ۲۶۳۰، مجمع الزوائد للهيتمي: باب حق الزوج على المرأة: ج ۴ ص ۵۰، رقم: ۴۶۵۶)

شرح حدیث: انگلیوں یا ہتھیلی کے اشارے

زبان سے سلام کرنے کے بجائے صرف انگلیوں یا ہتھیلی کے اشارے سے سلام نہ کیا جائے۔

(ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۵۲)

اگر کسی نے زبان سے سلام کے الفاظ کہے اور ساتھ ہی ہاتھ بھی اٹھا دیا تو پھر مضائقہ نہیں۔ (احکام شریعت، ص ۶۰) حضرت عمرو بن شعیب بواسطہ والد اپنے دادا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے غیر سے مشابہت پیدا کرنے والا ہم میں سے نہیں، یہود و نصاریٰ کے مشابہ نہ بنو، یہودیوں کا سلام انگلیوں کے اشارے سے ہے اور عیسائیوں کا سلام ہتھیلیوں کے اشارے سے۔

(جامع الترمذی، کتاب الاستئذان، باب ما جاء في كراهية إشارة اليد بالسلم، الحديث ۰۳، ج ۲، ص ۳۱۹)

(859) وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ أَوَّلِي النَّاسِ بِاللَّهِ مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ، وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ بِنَحْوِهِ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ ذُكِرَ بَعْدَهُ۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں بہترین آدمی وہ ہے جو سلام میں پہل کرتا ہے۔ اسے ابو داؤد نے جید سند کے ساتھ روایت کیا اور امام ترمذی نے بھی اسی کی مثل روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اس کا بعد میں بھی ذکر کیا جائے گا۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب في فضل السلام: ج ۳ ص ۵۱، رقم: ۵۱۹۹، سنن ترمذی: باب ما جاء في فضل الذي يبدأ السلام: ج ۵ ص ۵۶، رقم: ۱۲۶۹۳، الادب المفرد: باب من اول بالابتداء بالسلام: ص ۱۱۹، رقم: ۲۰۰، جامع الاصول لابن اثير: الفرع الثاني في المبتدئ بالسلام: ج ۴ ص ۵۱، رقم: ۲۸۳۶)

شرح حدیث: انجیل میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف

اللہ عز و جل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے تو رات شریف کی پہلی سطر میں ان

اوصاف کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صفت بیان کی، فرمایا: محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول، میرے پسندیدہ بندے ہیں، نہ سخت مزاج اور نہ سختی کرنے والے ہیں، نہ بازاروں میں چیخنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے۔ بلکہ درگزر کرتے اور معاف کرتے ہیں، ان کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوگی اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کریں گے اور ان کی حکومت شام میں بھی ہوگی اور تہبند باندھیں گے، وہ اور ان کے صحابہ قرآن اور علم کے محافظ ہوں گے، وضو میں ہاتھ اور پاؤں دھوئیں گے۔

انجیل میں بھی اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف مذکور ہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جس سے ملاقات ہوتی تو سلام میں پہل فرماتے۔

(شعب الایمان للبیہقی، باب فی حب النبی، فصل فی خلقہ وخلقہ، الحدیث ۱۳۳۰، ج ۲، ص ۱۵۵)

حضرت ابو جریؓ بھی ﷺ سے روایت ہے کہ میں

رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا میں نے عرض کیا: علیک

السلام یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: علیک السلام مت

کہو علیک السلام مردوں کا سلام ہے۔ اسے امام ابوداؤد

اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح

ہے۔ اس سے قبل یہ حدیث طویل گزر چکی ہے۔

(860) وَعَنْ أَبِي جُرَيْجٍ أَنَّهُ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُولَ اللَّهِ.

قَالَ: "لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ، فَإِنَّ عَلَيْكَ

السَّلَامَ تَحِيَّةُ الْمَوْتَى رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ.

وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَدْ سَبَقَ بِطَوِيلِهِ.

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب کراہیۃ ان یقول علیک السلام، ج ۶، ص ۵۲۰، رقم: ۵۲۱۱، سنن ترمذی، باب ما جاء

فی کراہیۃ ان یقول علیک السلام، ج ۶، ص ۵۲۰، رقم: ۵۲۱۲، الادب للبیہقی، باب الاعراض عن الوقوع فی اعراض

المسلمین، ج ۳، ص ۴۰، رقم: ۱۳۳۰، مسند ابن ابی شیبہ، حدیث الحسن بن علی رضی اللہ عنہما، ص ۸۲۰، رقم: ۹۲، الاحاد والبیہقی، من

اسمہ ابو جری الہجیمی، ج ۲، ص ۳۱۲، رقم: ۱۱۸۳)

شرح حدیث: قبرستان میں سلام کا طریقہ

جب بھی قبرستان کی حاضری کا موقع ملے اس طرح کھڑے ہوں کہ قبلے کی طرف پیٹھ اور قبر والوں کے چہروں کی

طرف منہ ہو، اس کے بعد ترمذی شریف میں بیان کردہ یہ سلام کہے: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ

أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بَالَاكُمْ تَرْجَمَ: اے قبر والو! تم پر سلام ہو، اللہ غز و جلّ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے، تم ہم سے

پہلے آگئے اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں۔ (ترمذی ج ۲، ص ۳۲۹، حدیث ۱۰۵۵)

چہرے کی طرف سے سلام عرض کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے میرے آقا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مولانا

شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: زیارت قبر میت کے مؤاتھہ میں (یعنی چہرے کے سامنے) کھڑے

ہو کر ہو، اور اس (یعنی قبر والے) کی پابندی (پابن - جی یعنی قدموں) کی طرف سے جائے کہ اس (یعنی صاحب قبر) کی نگاہ کے سامنے ہو، سر ہانے سے نہ آئے کہ اسے سر اٹھا کر دیکھنا پڑے۔ (تلاوی رضویہ نثر ج ۹ ص ۵۳۲)

133 باب آداب السلام

(861) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يُسَلِّمُ الرَّاَكِبُ عَلَى الْمَاشِي، وَالْمَاشِي عَلَى الْقَاعِدِ، وَالْقَاعِلُ عَلَى الْكَثِيرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ الْبُخَارِيِّ: وَالصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوار پیدل کو سلام کرے اور پیدل بیٹھنے والے کو اور تھوڑے زیادہ کو سلام کریں۔ (متفق علیہ) اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب تسلیم الراکب علی الماشی، ج ۸ ص ۵۲، رقم: ۶۲۲۲، الادب للبیہقی: باب من اولی بالابتداء بالسلام، ج ۱ ص ۱۱۹، رقم: ۲۰۰، سنن ترمذی: باب ما جاء فی تسلیم الراکب علی الماشی، ج ۵ ص ۶۱، رقم: ۲۶۰۳، سنن الدارمی: باب فی تسلیم الراکب علی الماشی، ج ۲ ص ۳۵۴، رقم: ۶۱۳۳، صحیح مسلم: باب یسلم الراکب علی الماشی والقلیل علی الکثیر، ج ۲ ص ۲، رقم: ۵۴۴۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(سوار پیدل کو سلام کرے) یعنی جب سوار اور پیدل مسلمان ملیں تو پیدل کو سوار سلام کرے کیونکہ سوار پیدل سے اعلیٰ حالت میں ہے اور سلام میں اظہارِ عجز و نیاز ہے اس لیے وہ ہی اظہارِ نیاز کرے جو بظاہر افضل ہے مگر یہ افضلیت کا ذکر ہے اس کے برعکس بھی جائز ہے۔

(پیدل بیٹھنے والے کو) یعنی جب کوئی شخص کسی بیٹھے ہوئے شخص کے پاس یا مجمع میں آوے یا ان پر سے گزرے تو وہ مجمع والے اس کو سلام نہ کریں بلکہ یہ آنے والا سلام کرے کہ ملاقات یہ کر رہا ہے اس بیٹھے سے کر رہا ہے اور سلام ملاقات کرنے والے کے لیے ہے۔

(اور تھوڑے زیادہ کو) جب دو طرفہ مسلمان آرہے ہوں اور دونوں یکساں حالت میں ہوں کہ یا دونوں سوار ہوں یا دونوں پیادہ ہوں تو قانون یہ ہے کہ تھوڑے آدمی بہت سوں کو سلام کریں تاکہ چھوٹی جماعت بڑی جماعت کا احترام کرے ممکن ہے کہ اس بڑی جماعت میں اللہ والے زیادہ ہوں بڑی جماعت کا بڑا احترام ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۴۶۹)

(862) وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ صَدِيقِ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ بِاللَّهِ مَنْ

حضرت ابو امامہ صدیق بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں اللہ کے زیادہ قریب وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔

بَدَأَهُمُ بِالسَّلَامِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ۔
 وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ أَبِي أَمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،
 قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، الرَّجُلَانِ يَلْتَقِيَانِ أَيُّهُمَا يَبْدَأُ
 بِالسَّلَامِ، قَالَ: «أَوَّلَاهُمَا بِاللَّهِ تَعَالَى قَالَ
 التِّرْمِذِيُّ: «هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ۔
 ابو داؤد نے اسے اسنادِ جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔
 اور ترمذی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت
 سے یوں بیان کیا ہے کہ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! دو آدمی
 آپس میں ملتے ہیں ان میں سے کون پہلے سلام کرے
 فرمایا جو اللہ کے زیادہ قریب ہے۔ امام ترمذی کہا کہ یہ
 حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب فی فضل السلام، ج ۳ ص ۵۱۱، رقم: ۵۱۱۱، سنن ترمذی: باب ما جاء فی فضل الذی
 یبدأ السلام، ج ۵ ص ۵۹، رقم: ۲۱۷۳، الادب للہیثمی: باب من اولی بالابتداء بالسلام، ص ۱۱۹، رقم: ۲۰۹، جامع الاصول لابن القیوم:
 الفرع الثانی فی المبتدئ بالسلام، ج ۶ ص ۵۹، رقم: ۴۴۶)

شرح حدیث: سلام میں پہل کیجئے

حضرت مولانا سید ایوب علی علیہ رحمۃ القوی کا بیان ہے کہ کوہ بھوالی سے میری طلبی فرمائی جاتی ہے، میں بہ ہمراہی
 شہزادہ اصغر حضرت مولانا مولوی شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب مدظلہ الاقدس، بعد مغرب وہاں پہنچتا ہوں، شہزادہ ممدوح
 اندر مکان میں جاتے ہوئے یہ فرماتے ہیں ابھی حضور کو آپ کے آنے کی اطلاع کرتا ہوں۔ مگر باوجود اس آگاہی کے کہ
 حضور (یعنی امام اہلسنت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن) تشریف لانے والے ہیں، تقدیم سلام سرکار ہی فرماتے
 ہیں، اس وقت دیکھتا ہوں کہ حضور بالکل میرے پاس جلوہ فرما ہیں۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱ ص ۹۶)

دوبارہ سلام کرنا مستحب ہے جس سے

بار بار ملاقات ہو مثلاً اندر گیا پھر آیا یا

ان کے درمیان درخت وغیرہ

حائل ہو جائے

134- بَابُ اسْتِحْبَابِ إِعَادَةِ السَّلَامِ

عَلَى مَنْ تَكَرَّرَ لِقَاؤُهُ عَلَى قُرْبٍ بِأَنْ دَخَلَ

ثُمَّ خَرَجَ ثُمَّ دَخَلَ فِي الْحَالِ، أَوْ حَالَ

بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ وَنَحْوَهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو کہ اچھی
 طرح نماز نہ پڑھنے والے کی حدیث میں ہے کہ وہ نبی
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا اس نے آ کر سلام عرض کیا:
 آپ علیہ السلام نے جواب دیا اور ارشاد فرمایا: لوٹ جا
 اور نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ لوٹا نماز پڑھ کر

(863) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي
 حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ جَاءَ فَصَلَّى، ثُمَّ جَاءَ إِلَى
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَقَرَأَ
 عَلَيْهِ السَّلَامَ، فَقَالَ: «ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ
 تُصَلِّ فَارْجِعْ فَصَلِّ، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى فَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. حاضر ہوا اور نبی اکرم ﷺ پر سلام عرض کیا: حتی کہ اس نے مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ تین بار ایسا کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب وجوب القراءة للامام، ج ۱ ص ۱۵۲، رقم: ۵۴، صحیح مسلم: باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة، ج ۲ ص ۱۰، رقم: ۱۱۱، السنن الصغرى للمصنف: باب فرض الصلاة وسننها، ج ۱ ص ۱۱۲، رقم: ۳۲۱، سنن ابو داؤد: باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود، ج ۱ ص ۳۱۸، رقم: ۵۵۱، سنن ترمذی: باب ما جاء في وصف الصلاة، ج ۲ ص ۱۰۲، رقم: ۲۰۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ آنے والے حضرت خلداد بن رافع انصاری ہیں جو جنگ بدر میں شہید ہوئے، یہ واقعہ سیدنا ابو ہریرہ نے اپنی نگاہ سے نہیں دیکھا بلکہ کسی صحابی سے سن کر بیان فرما رہے ہیں کیونکہ حضرت خلداد بدر ۲ھ میں شہید ہو گئے۔ اور حضرت ابو ہریرہ ۳۷ھ میں اسلام لائے مگر چونکہ تمام صحابہ عادل ہیں اس لیے دیکھنے والے کا نام مذکور نہ ہونا معترض نہیں۔ غالباً یہ نماز نفل تحیۃ المسجد تھے جو جلدی جلدی تعدیل ارکان کے بغیر ادا کر لیے گئے تھے یا اس میں کوئی اور نقصان رہ گیا تھا۔

اس مضمون سے چند مسائل معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مسجد نبوی میں آنے والا نمازیوں کو عمومی سلام الگ کرے اور حضور انور کو علیحدہ۔ اب بھی زائرین حاضری شریف کے وقت دو رکعتیں پڑھ کر مواجہہ اقدس میں حاضری دے کر سلام عرض کرتے ہیں، اللہ ہم سب کو نصیب کرے۔ دوسرے یہ کہ سلام میں علیکم بھی کہہ سکتے ہیں علیہ بھی، تیسرے یہ کہ واجب رہ جانے سے نماز لوٹا لینی واجب ہے۔ خیال رہے کہ بھول کر واجب چھوٹ جانے پر سجدہ سہو واجب ہے اور عمدہ اچھوڑنے سے نماز لوٹنا واجب۔ چوتھے یہ کہ نماز میں تعدیل ارکان، یعنی اطمینان سے ادا کرنا واجب ہے کیونکہ یہ بزرگ جلدی سے ادا کر کے آگئے تھے اسلئے نماز دوبارہ پڑھوائی گئی۔

یعنی ہر دفعہ یہ نماز پڑھ کر آتے سلام عرض کرتے اور لوٹا دیئے جاتے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی ہی دفعہ انہیں نماز کا طریقہ نہ سکھایا بلکہ کئی بار پڑھوا کر پھر بتایا تا کہ یہ واقعہ انہیں یاد رہے اور مسئلہ خوب حفظ ہو جائے کہ جو چیز مشقت و انتظار سے ملتی ہے وہ دل میں بیٹھ جاتی ہے، جیسے ایک صحابی بغیر سلام کیے حاضر ہو گئے تو فرمایا پھر لوٹ کر جاؤ اور سلام کر کے آؤ، لہذا اس میں علماء کو طریقہ تبلیغ کی تعلیم بھی ہے۔

تعدیل ارکان، یعنی نماز کے ارکان کو اطمینان سے ادا کرنا کہ ہر رکن میں تین تسبیح کی بقدر ٹھہرنا۔ یہ تعدیل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں فرض ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعدیل نہ ہونے پر فرمایا لَمْ تُصَلِّ تَمَّ نے نماز پڑھی ہی نہیں جس کے بغیر نماز بالکل نہ ہو وہ فرض ہوتا ہے۔ امام اعظم کے نزدیک تعدیل فرض نہیں بلکہ واجب ہے کہ جس کے رہ جانے سے نماز ناقص واجب اعادہ ہوتی ہے لیکن فرض ادا ہو جاتا ہے۔ امام

صاحب فرماتے ہیں کہ لَمْ تُصَلِّ میں کمال نماز کی نفی آتی ہے یعنی تم نے کامل نماز نہیں پڑھی کیونکہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی میں اسی حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ان کاموں کو پورا کرو گے تو تمہاری نماز پوری ہوگی اور اگر ان میں سے کچھ کم کرو گے تو تمہاری نماز ناقص ہوگی۔ معلوم ہوا کہ تعدیل کے بغیر نماز ناقص ہوگی باطل نہیں لہذا یہ واجب ہے فرض نہیں، نیز تعدیل فرض ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اول ہی سے بتا دیتے انہیں بغیر فرض ادا کیئے نماز بار بار پڑھنے کی اجازت نہ دیتے کیونکہ اس کے بغیر وہ نمازیں بالکل بے کار تھیں اور فعل عبث تھا اور واجب کے بغیر ان نمازوں میں کچھ ثواب مل گیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۹)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو ملے تو اس کو سلام کہے پھر اگر ان کے درمیان درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو جائے اور دوبارہ ملیں تو اس پر (پھر) سلام کرے۔

(864) وَعَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا لَقِيَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ خَالَتَ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ أَوْ جِدَارٌ، أَوْ حَجَرٌ، ثُمَّ لَقِيَهُ، فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ."

(ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب فی الرجل یفارق الرجل ثم یلقاه المسلم علیہ، ج ۳ ص ۵۱۴، رقم: ۵۲۰۲ جامع الاصول لابن اثیر: الفصل التاسع فی السلام والجواب ج ۳ ص ۵۱۵، رقم: ۴۸۴۴ شعب الایمان فعل فی السلام علی قرب العهد ج ۳ ص ۳۵۰، رقم: ۸۸۵۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: بھائی سے مراد اسلامی بھائی ہے خواہ اپنا عزیز ہو یا اجنبی۔ بھائی فرما کر اشارۃً فرمایا کہ اجنبی عورت کو سلام نہ کرے۔ یعنی ملاقات کا سلام غائب ہونے کے بعد ملنے پر ہو گا غائب ہونا اگرچہ معمولی ہی ہو ذرا سی آڑ درمیان میں آگئی ہے غائب ہونا پالیا گیا اب ملنا ملاقات ہے سلام کرو، بلکہ حکمی غائب ہونے کے بعد بھی سلام سنت ہے اس لیے نماز ختم ہونے پر سلام کیا جاتا ہے اس سلام میں نمازی ایک دوسرے کی نیت کریں کیونکہ نمازی بحالت نماز ایک دوسرے سے حکماً غائب تھے اب عالم بالا کی سیر کر کے آرہے ہیں لہذا سلام کرتے ہیں۔ بعد نماز فجر بعض لوگ مصافحہ کرتے ہیں اس کی وجہ بھی یہ ہی ہے کہ مصافحہ بوقت ملاقات ہوتا ہے اور یہ بھی وقت ملاقات ہے۔ خیال رہے کہ یہاں وہ حالات مراد ہیں جن میں سلام ممنوع نہ ہو لہذا جو پیشاب پاخانہ یا جماع میں مشغول ہو یا سو رہا ہو، اونگھ رہا ہو یا نماز یا اذان میں مشغول ہو یا غسل خانہ میں ہو، کھانا کھا رہا ہو لقمہ منہ میں ہو یا تلاوت قرآن کر رہا ہو یا دینی درس دے رہا ہو یا سن رہا ہو اسے سلام نہ کرے، اگر کرے گا تو اس کا جواب دینا لازم نہ ہوگا۔ (مرقات) یوں ہی جمعہ کے دن خطبہ کے وقت سلام ممنوع

135 باب استحبّ السلام

إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ

گھر میں داخل ہوتے وقت

سلام کرنا مستحب ہے

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً) (النور: 61).

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب تم گھروں میں داخل ہو تو سلام کہو یہ اللہ کی طرف سے بابرکت عمدہ تحفہ ہے۔

شرح: حضرت صدرالفاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہل کو سلام کرے اور ان لوگوں کو جو مکان میں ہوں بشرطیکہ ان کے دین میں خلل نہ ہو۔ (خازن)

مسئلہ: اگر خالی مکان میں داخل ہو جہاں کوئی نہیں ہے تو کہے السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى وَبَرَكَاتُهُ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مکان سے یہاں مسجد میں مراد ہیں۔ نخعی نے کہا کہ جب مسجد میں کوئی نہ ہو تو کہے السَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (شفا شریف) مثلاً علی قاری نے شرح شفا میں لکھا کہ خالی مکان میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل اسلام کے گھروں میں روح اقدس جلوہ فرما ہوتی ہے۔

(خزائن العرفان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیٹا جب تو اپنے گھر والوں کے پاس جائے تو تو سلام یہ تیرے اور تیرے گھر والوں کے لیے باعث برکت ہوگا۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(865) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بُنَيَّ إِذَا دَخَلْتَ عَلَى أَهْلِكَ، فَسَلِّمْ، يَكُنْ بَرَكَهٌ عَلَيْكَ، وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِكَ وَاهِ الْبُزْمِيَّيْنِ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

تخریج حدیث: (سان ترمذی) باب ما جاء في التسليم اذا دخل بيته ج ۵ ص ۵۹ رقم: ۲۶۹۸ الادب المفرد لبخاری باب النظر في الدور ص ۴۵ رقم: ۱۰۹۵ المعجم الصغير باب الميم من اسمه محمد ج ۲ ص ۱۰۰ رقم: ۸۵۶ جامع الاصول لابن القيس الفصل التاسع في الاسلام والجواب ج ۵ ص ۵۹ رقم: ۳۸۲۸ مصنف ابن ابی شیبہ باب في الرجل يدخل منزله ما يقول ج ۵ ص ۵۵ رقم: ۲۶۲۲۳

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

گھر میں اپنے ماں باپ یا بیوی بچے ہوں بہر حال سلام کر کے داخل ہوں اس سے گھر میں اتفاق اور روزی میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ بہت ہی مجرب ہے، فقیر اس کا عامل ہے اور اس کی بہت برکتیں دیکھتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۳۸۹)

حدیث سے ثابت ہوا کہ سلام خیر و برکت ہے اور آدمی کو چاہیے کہ جب اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرے اس سلام میں سلام کرنے والے اور گھر والے دونوں کے لیے برکت ہے۔ آج کل عام طور پر لوگ اپنے گھر والوں کو سلام نہیں کرتے اور چپکے سے گھروں میں داخل ہو جاتے ہیں یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے۔ گھر میں داخل ہونے وقت گھر والوں کو سلام کرنا سنت اور باعث خیر و برکت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بچوں کو سلام کرنا

136 بَابُ السَّلَامِ عَلَى الصِّبْيَانِ

(866) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ مَرَّ عَلَى صِبْيَانٍ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، وَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بچوں کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب لبس الحریر والخراسه للرجال وقدر ما يجوز منه، ج ۵ ص ۱۵۰ رقم: ۵۸۳۲ صحیح مسلم: باب تحریم استعمال اناء الذهب والفضة على الرجال والنساء، ج ۶ ص ۱۳۰ رقم: ۵۵۳۱ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب لبس الرجال عن ثياب الحریر، ج ۲ ص ۳۲۲ رقم: ۳۳۴۴ سنن الکبریٰ للنسائی: باب النهی عن الشراب في الية الذهب والفضة، ج ۵ ص ۱۱۵ رقم: ۶۸۶۹ مسند امام احمد مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج ۱ ص ۲۶ رقم: ۱۸۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ اگر گزرنے والا بڑا ہو اور بیٹھا ہوا چھوٹا یا گزرنے والا ایک ہو اور بیٹھے ہوئے بچے زیادہ تو گزرنے والا اور تھوڑی جماعت والا سلام کرے، یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ چھوٹے بچے جو سمجھدار ہوں انہیں بھی سلام کیا جاوے، اگر کسی جماعت میں چھوٹے بڑے مخلوط ہوں اور انہیں کوئی سلام کرے بچہ جواب دے دے تو سب کا فرض ادا ہو جائے گا جیسا کہ اگر بچہ نماز جنازہ پڑھ لے تو فرض ادا ہوگا۔ اجنبیہ جو ان حسینہ عورت کو سلام کرنا ممنوع ہے، اپنی محرم عورت یا بیوی یا بوزھی عورت کو سلام کرنا بالکل جائز ہے، یہی حکم جواب سلام کا ہے اجنبیہ عورت اجنبی مرد کے سلام کا جواب نہ دے، یہاں اجنبی اس عورت کے سلام کا جواب دیدے، یہ مسائل کتب فقہ اور مرقات میں اسی جگہ دیکھو۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۳۷۱)

مرد کا اپنی بیوی اور محرم عورتوں کو سلام کہنا اور ایسی اجنبی عورت کو ایک ہو یا زیادہ کو سلام کہنا جہاں فتنہ کا خوف نہ ہو اور عورتوں کا مرد کو سلام

137 بَابُ سَلَامِ الرَّجُلِ عَلَى زَوْجَتِهِ

وَالْمَرْأَةِ مِنْ قَحَارِمِهِ وَعَلَى اجْنَبِيَّتِهِ
وَأَجْنَبِيَّاتٍ لَا يَخَافُ الْفِتْنَةَ بِهِنَّ

وَسَلَامٌ مِّنْ هَذَا الشَّرْطِ

کرنا اسی شرط سے مشروط ہے

(867) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم

قَالَ: كَانَتْ فَيْتَا امْرَأَةً - وَفِي رِوَايَةٍ: كَانَتْ لَنَا

میں ایک بوڑھی عورت تھی وہ چقدر کی جڑیں لیتی اس کو

عَجُوزٌ - تَأْخُذُ مِنْ أَصُولِ السِّلَاحِ فَتُطْرَحُ فِي الْبَيْدِ

ہانڈی میں ڈالتی اور جو کے کچھ دانے پیس کر اس میں

وَتُكْرِكُ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيرٍ، فَإِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ،

ڈال دیتی جب ہم نماز جمعہ سے فارغ ہوتے ہم اس کو

وَانْصَرَفْنَا، نُسَلِّمُ عَلَيْهَا، فَتُقَدِّمُهُ إِلَيْنَا. رَوَاهُ

سلام کہتے وہ اس کھانے کو ہم پر پیش کر دیتی۔ (بخاری)

الْبُخَارِيُّ.

قَوْلُهُ: "تُكْرِكُ آخِي: تَطْحَنُ.

تُكْرِكُ: یعنی پیس دیتی۔

تَخْرِيجُ حَدِيثٍ: (صحيح بخاری) باب تسليم الرجال على النساء والنساء على الرجال ج ۸ ص ۵۵ رقم: ۶۲۴۸ المعجم

الكبير للطبرانی، حديث سهل بن سعد الساعدي ج ۱ ص ۱۰۲ رقم: ۵۹۱۳ السان الكدزي للبيهقي باب التغذية والقائلة بعد

الجمعة ج ۳ ص ۲۴۱ رقم: ۶۱۶۰

شرح حدیث: بوڑھی عورت کو سلام

مسئلہ: مرد اور عورت کی ملاقات ہو تو مرد عورت کو سلام کرے اور اگر عورت اجنبیہ نے مرد کو سلام کیا اور وہ بوڑھی ہو تو

اس طرح جواب دے کہ وہ بھی سنے اور وہ جوان ہو تو اس طرح جواب دے کہ وہ نہ سنے۔

(الفتاویٰ الخانیہ، کتاب المحظر والاباحہ، فصل فی التبیح... إلخ، ج ۲ ص ۳۷۷)

مسئلہ: مرد عورت کی ملاقات ہو تو مرد عورت کو سلام کرے اور اگر کسی اجنبیہ عورت نے مرد کو سلام کیا اور وہ بوڑھی ہو تو

اس طرح جواب دے کہ وہ بھی سنے اور وہ جوان ہو تو اس طرح جواب دے کہ وہ نہ سنے۔

(فتاویٰ قاضی خان، کتاب المحظر والاباحہ، فصل فی التبیح والتسلیم... إلخ، ج ۳ ص ۳۷۷)

مسئلہ: بعض لوگ سلام کرتے وقت جھک جاتے ہیں اگر یہ جھکنا رکوع کے برابر ہو جائے تو حرام ہے اور اگر رکوع کی حد

سے کم ہو تو مکروہ ہے۔ (بہار شریعت، ج ۳، ۱۶ ص ۹۲)

مسئلہ: کسی کے نام کے ساتھ علیہ السلام کہنا یہ حضرات انبیاء اور ملائکہ کے ساتھ خاص ہے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام

اور حضرت جبریل علیہ السلام نبی اور فرشتے کے علاوہ کسی دوسرے کے نام کے ساتھ علیہ السلام نہیں کہنا چاہیے۔

(بہار شریعت، ج ۳، ۱۶ ص ۹۳)

مسئلہ: چھوٹے جب بڑوں کو سلام کرتے ہیں تو بڑا جواب میں کہتا ہے کہ جیتے رہو، اسی طرح بوڑھی عورتیں بچیوں کے

سلام کا جواب اس طرح دیا کرتی ہیں: خوش رہو، سہاگن بنی رہو، دودھ پوت والی رہو، ان سب الفاظ سے سلام کا جواب

نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ اور ہر مرد و عورت کو سلام کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا چاہیے۔ (بہار شریعت، ج ۱۶، ص ۹۳)

مسئلہ: اس زمانے میں کئی طرح کے سلام لوگوں نے ایجاد کر لئے ہیں جن میں سب سے برے الفاظ نمستے، اور بندگی عرض ہیں مسلمانوں کو کبھی ہرگز ہرگز یہ نہیں کہنا چاہیے بعض لوگ آداب عرض، کہتے ہیں اس میں اگرچہ اتنی برائی نہیں مگر یہ بھی سنت کے خلاف ہے۔ (بہار شریعت ج ۱۶، ص ۹۲)

مسئلہ: کوئی شخص تلاوت میں مشغول ہے یا درس و تدریس یا علمی گفتگو میں ہے تو اس کو سلام نہیں کرنا چاہیے اسی طرح اذان و اقامت و خطبہ جمعہ و عیدین کے وقت بھی سلام نہ کرے سب لوگ علمی بات چیت کر رہے ہوں یا ایک شخص بول رہا ہو اور ہاتھی سن رہے ہوں دونوں صورتوں میں سلام نہ کرتے مثلاً کوئی غالم و عطا کہہ رہا ہے یا دینی مسئلہ پر تقریر کر رہا ہے اور حاضرین سن رہے ہیں تو آنے والا شخص چپکے سے آکر بیٹھ جائے سلام نہ کرے۔

(الفتاویٰ الہدی، کتاب الکرامۃ، الباب السابع فی السلام۔۔۔ الخ، ج ۵، ص ۳۲۵)

(868) وَعَنْ أُمِّ هَانِيٍّ فَاجْتَنِبْ ابْنِي طَالِبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَهُوَ يَغْتَسِلُ، وَقَاطِبُهُ تَشْرُؤُهُ بِثَوْبٍ، فَسَلَّمْتُ... وَذَكَرَتْ الْحَدِيثَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابوطالب ؓ سے روایت ہے کہ میں فتح مکہ والے دن نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی۔ آپ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ ؓ آپ پر کپڑے سے پردہ کیے ہوئے تھیں۔ میں نے سلام عرض کیا: اور پوری حدیث ذکر کی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تسبیح المغتسل بغوب و نحوه، ج ۱، ص ۱۸۲، رقم: ۴۹۰، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الستر فی الغسل عند العاس، ج ۱، ص ۱۹۸، رقم: ۹۹۰، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسعہ مسعد، ج ۲، ص ۳۲، رقم: ۹۰۰، مؤطا امام مالک، باب صلاة الضعی، ج ۱، ص ۱۵۲، رقم: ۳۵۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی مرحبا، ج ۲، ص ۴۸، رقم: ۱۴۳۲)

شرح حدیث: روایت ہے حضرت ام ہانی بنت ابی طالب سے فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح کے سال گئی تو میں نے آپ کو غسل کرتے پایا اور آپ کی بیٹی فاطمہ آپ پر کپڑے سے آڑ کیے تھیں تو میں نے سلام کیا فرمایا یہ کون ہیں میں نے کہا ام ہانی بنت ابوطالب، فرمایا ام ہانی خوب آئیں پھر جب اپنے غسل سے فارغ ہو گئے تو کھڑے ہوئے ایک کپڑے میں لپیٹے ہوئے آٹھ رکعتیں پڑھیں پھر فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں جائے علی کہتے ہیں کہ وہ اس شخص کو قتل کریں گے جسے میں امان دے چکی ہوں صیرہ کا بیٹا فلان تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام ہانی جسے تم نے امان دے دی اسے ہم نے بھی امان دے دی ام ہانی فرماتی ہیں کہ یہ چاشت کا وقت تھا۔ (مسلم، بخاری) اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ فرماتی ہیں میں نے اپنے دیوروں میں سے دو شخصوں کو امان دے دی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے اسے امان دے دی جسے تم نے امان دے دی۔

یہ مکمل حدیث مرآۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام فاختہ یا عاتکہ ہے، ابوطالب کی بیٹی جناب علی مرتضیٰ کی بہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا زاد ہیں، انہی کے گھر سے حضور کو معراج ہوئی، فتح مکہ کے دن ایمان لائیں، امیر معاویہ کے زمانہ میں ۱۵ھ اکیاون میں وفات پائی، آپ سے حضرت علی و عباس اور بہت تابعین نے روایت کی۔ (اشعہ)

(فتح مکہ والے دن) یعنی خاص فتح مکہ کے دن جب حضور انور سب کو امان دے کر فارغ ہو چکے تھے غسل فرما رہے تھے۔

(آپ غسل فرما رہے تھے) اس طرح کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تہبند شریف باندھ کر غسل فرما رہے تھے، چونکہ غسل خانہ میں نہ تھے اس لیے جناب فاطمہ کپڑا اتانے سامنے کھڑی تھیں، یہ کپڑا غسل خانہ کی دیوار کی طرح آڑ کا کام دے رہا تھا، غسل خانہ میں بھی تہبند باندھ کر غسل کرنا چاہیے۔

(میں نے سلام عرض کیا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا فاطمہ زہرا کو کیونکہ جو تہبند باندھے غسل کر رہا ہو اسے سلام کرنا جائز ہے، ہاں ننگے بدن نہانے والے کو سلام نہ کرے کہ ننگا آدمی جواب سلام نہیں دے سکتا اس لیے پیشاب پاخانہ استنجاء کرنے والے کو سلام کرنا منع ہے وہ ننگا ہے۔

(فرمایا یہ کون ہیں) معلوم ہوا کہ غسل کی حالت میں کلام کر سکتے ہیں، وضو کرتے ہوئے دنیاوی کلام، سلام جواب سلام سب ممنوع ہیں صرف دعائیں پڑھے۔ ہر غسل کا یہ ہی حکم ہے جنابت کا غسل ہو یا کوئی اور، یہ بھی معصوم ہوا کہ آنے والے پیارے کی آمد پر اظہار خوشی کے کلمات کہنا سنت ہے۔

(آٹھ رکعتیں پڑھیں) نماز چاشت جیسا کہ ترمذی نے شاکل شریف میں فرمایا۔ ایک کپڑے میں نماز کے احکام کتاب الصلوٰۃ باب الستر میں گزر گئے۔

(یا رسول اللہ میرے ماں باپ جائے علی کہتے ہیں) حضرت علی جناب ام ہانی کے سگے بھائی ہیں مگر صرف ماں کا ذکر فرمایا اظہار محبت کے لیے جیسا ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا ابن ام۔

(جسے میں امان دے چکی ہوں) ہبیرہ کا بیٹا فلاں (ہبیرہ ابن وہب ابن عمرو ابن عائد ابن عمران بن مخزوم جناب ام ہانی کے خاوند ہیں۔ اس فلاں کا نام معلوم نہ ہو سکا یعنی میں نے اپنے خاوند کے بیٹے کو جو میرے پیٹ سے ہیں یا ان کی دوسری بیوی کے پیٹ سے ہیں امان دے دی مگر علی اس کی تلاش میں ہیں قتل کرنے کے لیے۔ خیال رہے کہ جناب ام ہانی کے اسلام لانے پر ہبیرہ سے آپ کی جدائی ہو گئی۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس فلاں کا نام حارث ابن ہشام ابن مغیرہ ابن عبد الملک ابن عبد اللہ ابن عمرو ابن مخزوم ہے۔ مگر پہلی روایت قوی ہے کہ وہ شخص ہبیرہ کا بیٹا ہے ام ہانی کا سگا یا سوتیلی

پیٹا۔ (دیکھو سرقات اور اشعة اللمعات) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ غسل یا تو خود ام ہانی کے گھرتھا یا حضرت علی کے گھریا کسی اور جگہ، بعض روایات میں ہے کہ فرماتی ہیں حضور نے میرے گھر میں غسل فرمایا۔

(جسے تم نے امان دے دی اسے ہم نے بھی امان دے دی) یعنی تمہاری امان ہماری مان ہے۔ حضرت علی اسے قتل نہیں کریں گے۔

(میں نے اپنے دیوروں میں سے دو شخصوں کو امان دے دی تھی) یہ دونوں شخص جو حضرت ام ہانی کے دیور ہیں ایک تو عبد اللہ ابن ابی ربیعہ ابن مغیرہ ہیں دوسرے حارث ابن ہشام ابن مغیرہ ہیں دونوں مخزومی ہیں۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی مخالف نہیں۔ جناب ام ہانی نے ان دونوں کو بھی امان دی تھی اور ہبیرہ کے بیٹے کو بھی حضور انور نے سب کی امان برقرار رکھی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۷۰)

(869) وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَرَّ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَهَذَا لَفْظُ أَبِي دَاوُدَ."

حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے روایت ہے کہ ہم کچھ عورتوں کے پاس سے رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا تو آپ نے ہم کو سلام کیا۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ یہ ابوداؤد کے لفظ ہیں۔

وَلَفْظُ التِّرْمِذِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا، وَغُضِبَتْ مِنَ النِّسَاءِ قُعُودٌ، فَأَلَوِي بِيَدِهِ بِالتَّسْلِيمِ.

اور ترمذی کے لفظ یوں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد میں سے گزرے تو عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی تھی آپ نے ہاتھ کے اشارے سے ان کو سلام کیا۔

تخریج حدیث: (سان ترمذی باب ما جاء في التسليم على النساء، ج ۵ ص ۸۸ رقم: ۱۰۶۹۰ الاصب المفرد باب التسليم على النساء، ص ۲۱۰ رقم: ۱۰۰۴ مسند امام احمد بن حنبل من حديث اسماء ابنة يزيد، ج ۶ ص ۲۵، رقم: ۲۶۶۳۰ مجمع الزوائد للهيتمي، باب حق الزوج على المرأة، ج ۴ ص ۷۰، رقم: ۶۱۵۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہم دوسری فصل میں عرض کر چکے ہیں کہ اجنبی عورتوں کو سلام کرنا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے، ہم لوگ اجنبی جوان عورتوں کو نہ سلام کریں نہ انکے سلام کا جواب دیں، ہاں اپنی محرم عورتوں یا بچیوں یا بوڑھی عورتوں کو سلام جائز ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۰۰)

کافر کو سلام میں ہمارا ابتداء کرنا حرام ہے اور انہیں جواب کس طرح دیں؟ اور

138- بَابُ تَحْرِيمِ ابْتِدَائِنَا الْكَافِرَ بِالسَّلَامِ وَكَيْفِيَةِ الرَّدِّ عَلَيْهِمْ

وَأَسْتَحْبَابِ السَّلَامِ عَلَى أَهْلِ
مَجْلِسٍ فِيهِمْ مُسْلِمُونَ وَكُفَّارٌ

ایسی مجلس کو سلام کرنا جس میں کفار
اور مسلم دونوں ہوں مستحب ہے

(870) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَبْدَأُوا

اللہ ﷻ نے فرمایا: یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل

الْيَهُودَ وَلَا النَّصَارَى بِالسَّلَامِ، فَإِذَا لَقِيتُمْ

نہ کرو جب تم ان میں سے کسی کو راستہ میں ملو تو اس کو تنگ

أَحَدَهُمْ فِي طَرِيقٍ فَاضْطَرُّوهُ إِلَى أَضْيَاقِهِ زَوَاةَ

حصہ کی طرف مجبور کرو۔ (مسلم)

مُسْلِمًا.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الہی عن اہل الکتاب بالسلاہ و کیف یرد علیہم، ج ۱، ص ۱۰، رقم:

۱۰۸۹، الاداب للبیہقی، باب السلام علی اہل الذمۃ ولا رد علیہم، ج ۱، ص ۲۱۴، رقم: ۲۱۸، سنن ابن ماجہ، باب رد السلام علی اہل

الذمۃ، ج ۲، ص ۱۲۱، رقم: ۲۶۱۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسلیم علی اہل الذمۃ، ج ۱، ص ۶۰، رقم: ۱۰۰۰، مسند امام احمد بن

حنبلی، مسند ابی ہریرہ، ج ۲، ص ۲۶۶، رقم: ۶۰۶، مصنف عبدالرزاق، باب السلام علی اہل الشریک والدعائم، ج ۱، ص ۳۱، رقم:

(۱۹۳۵۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(سلام کرنے میں پہل نہ کرو) سارے کفار کا یہی حکم ہے ذمی ہوں یا حربی کہ ان کو مسلمان بلا ضرورت سلام نہ کرے

کہ سلام میں اظہار احترام ہے اور کفار کا احترام درست نہیں، مرتدین بد مذہبوں کا حکم بھی یہی ہے ضرورت کے احکام

جدا گانہ ہیں۔ (اشعۃ النعمات)

(تو اس کو تنگ حصہ کی طرف مجبور کرو) یعنی مسلمان راستہ میں اس طرح ہجوم کر کے چلیں کہ ذمی کفار کنارہ پر چلنے پر

مجبور ہو جائیں اسلام کی شان ظاہر کرنے کے لیے بشرطیکہ کنارہ راہ پر غار یا خار نہ ہوں، انہیں غار یا خار میں پھنسا دینا ان کو

ایذا دینا ہے اور ذمی کافر کو ایذا دینا ممنوع ہے۔ (مرقات) مستامن کفار اگر ہمارے مہمان بن جائیں یا ان کو بلایا جاوے تو

ان کا مہمان کفار کی خاطر ہے۔ خیال رہے کہ اس زمانہ میں کفار بھی مسلمانوں سے ایسا بلکہ اس سے بدتر سلوک کرتے تھے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۴۲)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

بادشاہ روم کے دربار میں ذکر مصطفیٰ

تذیل اول: ابن عساکر بطریق قاضی معافی بن زکریا حضرت عبادہ بن صامت، اور بیہقی و ابونعیم بطریق حضرت

ابو امامہ بابلی حضرت ہشام بن عاص سے راوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں

بادشاہ روم ہرقل کے پاس بھیجا اور ہم اس کے شہنشین کے نزدیک پہنچے وہاں سواریاں بٹھائیں اور کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ جانتا ہے یہ کہتے ہی اس کا شہنشین ایسا ہلنے لگا جیسے ہوا کے جھونکے میں کھجور، اس نے کہلا بھیجا یہ تمہیں حق نہیں پہنچتا کہ شہروں میں اپنے دین کا اعلان کرو، پھر ہمیں بلایا ہم گئے وہ سرخ کپڑے پہنے سرخ مسند پر بیٹھا تھا آس پاس ہر چیز سرخ تھی اس کے اراکین دربار اس کے ساتھ تھے ہم نے سلام نہ کیا اور ایک گوشے میں بیٹھ گئے وہ ہنس کر پورا تم آپس میں جیسا ایک دوسرے کو سلام کرتے ہو مجھے کیوں نہ کیا؟ ہم نے کہا ہم تجھے اس سلام کے قابل نہیں سمجھتے اور جن مجرے پر تو راضی ہوتا ہے وہ ہمیں روا نہیں کہ کسی کے لئے بجالائیں، پھر اس نے پوچھا سب سے بڑا کلمہ تمہارے یہاں کیا ہے؟ ہم نے کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، خدا گواہ ہے یہ کہتے ہی بادشاہ کے بدن پر لرزہ پڑ گیا پھر آنکھیں کھول کر غور سے ہمیں دیکھا اور کہا یہی وہ کلمہ ہے جو تم نے میرے شہنشین کے نیچے اترنے وقت کہا تھا؟ ہم نے کہا ہاں، کہا جب اپنے گھروں میں اسے کہتے ہو تو کیا تمہاری چھتیں بھی اس طرح کانپنے لگتی ہیں؟ ہم نے کہا خدا کی قسم یہ تو ہم نے یہیں دیکھا اور اس میں خدا کی کوئی حکمت ہے، بولا سچی بات خوب ہوتی ہے سن لو خدا کی قسم مجھے آرزو تھی کہ کاش میرا آدھا ملک نکل جاتا اور تم یہ کلمہ جس چیز کے پاس کہتے وہ لرزے لگتی۔ ہم نے کہا یہ کیوں؟ کہایوں ہوتا تو کام آسان تھا اور اس وقت لائق تھا کہ یہ زلزلہ شان نبوت سے نہ ہو بلکہ کوئی انسانی شعبہ ہو (یعنی اللہ تعالیٰ ایسے معجزات ہر وقت ظاہر نہیں فرماتا بلکہ عالم اسباب میں شان نبوت کو بھی غالباً مجرائے عادت کے مطابق رکھتا ہے)۔ (دلائل النبوة للہیثمی، باب ما وجد من صورة نبینا محمد، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱/ ۸۷-۳۸۶) (جامع

الاحادیث بحوالہ ابن عساکر من المعانی عن عبادة بن الصامت، حدیث ۵۶۳۱، دار الفکر، بیروت، ۲۰/ ۶۲) (نوادری رضویہ جلد ۱۵ ص ۱۴۱)

(871) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَقُولُوا: وَعَلَيْكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ." حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کو اہل کتاب سلام کہیں، تو تم صرف وعلیکم کہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب کیف یرد علی اهل اللمة السلام، ج ۸ ص ۵۴، رقم: ۶۲۵۸، صحیح مسلم، باب النہی عن ابتداء اهل الکتاب بالسلام و کیف یرد علیہم، ج ۳ ص ۳، رقم: ۵۴۸۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، ج ۱ ص ۱۹، رقم: ۱۱۱۶، شعب الایمان، فعل فی الرد علی اهل الکتاب، ج ۳ ص ۵۱۲، رقم: ۹۱۰۲، مسند الزوار، مسند ابی حمزہ عن انس بن مالک، ج ۲ ص ۳۳۵، رقم: ۷۰۹۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگر کفار کی جماعت یوں سلام کرے تو وعلیکم کہہ دے، اگر ایک کافر سلام کرے تو وعلیک کہہ لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۷۷۲)

(872) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَقُولُوا: وَعَلَيْكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ." حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى مَجْلِسٍ فِيهِ
أَخْلَاطٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ - عَبْدَةُ
الْأَوْثَانِ - وَالْيَهُودِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ ایک مجلس کے قریب سے گزرے ان میں ملے
جسے مسلمان، مشرکین، بت پرست اور یہود تھے۔ تو ان کو
نبی اکرم ﷺ نے سلام کیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب التسليم في مجلس فيه اخلاط من المسلمين والمشركين ج ۸ ص ۵۶ رقم: ۶۲۵۴)
صحیح مسلم: باب في دعاء النبي صلى الله عليه وسلم الى الله وصبره على اذى المنافقين ج ۵ ص ۱۸۲ رقم: ۴۶۱۰ السنن
الكبرى للبيهقي: باب القوم يصيرون غرقا وهم ج ۳ ص ۱۸ رقم: ۴۰۵۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بت پرست بیان ہے مشرکین کا، یہود بھی اگرچہ شرک و بت پرستی کرتے ہیں مگر چونکہ انبیاء کو مانتے ہیں اس لیے انہیں
مشرکین نہیں کہا جاتا بلکہ اہل کتاب کہا جاتا ہے اس لیے یہود کو مشرکین پر معطوف کیا کبھی غلط نسبت بھی قائم نہ پہنچا دیتی
ہے۔

معلوم ہوا کہ مخلوط جماعت جہاں مسلمان کفار ملے ہوئے بیٹھے ہوں وہاں سے گزرنے والا مسلمان سلام کرے اور
اپنے سلام سے مسلمانوں کی نیت کرے اور جب کسی کافر کو خط لکھے تو یوں لکھے السَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ یہاں اشعۃ
اللمعات نے فرمایا کہ ایسی مجلس پر گزرنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے السَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ (مراۃ المناجیح ج ۶ ص ۴۶)

139- بَابُ اسْتِحْبَابِ السَّلَامِ اِذَا قَامَ

مِنَ الْمَجْلِسِ وَفَارَقَ جُلُسَاءَهُ اَوْ جَلِيسَهُ

(873) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا انْتَهَى

أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَجْلِسِ فَلْيُسَلِّمْ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ

يَقُومَ فَلْيُسَلِّمْ، فَلْيَسِّرِ الْأُولَى بِأَحَقِّ مِنَ الْآخِرَةِ

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ."

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مجلس کی طرف

پہنچے تو اس کو چاہیے کہ سلام کہے پھر جب کھڑے ہو کر

جانے کا ارادہ کرے تو پھر سلام کہے۔ کیونکہ دوسری بار کی

نسبت پہلی بار سلام کہنا حق والا نہیں۔ اسے امام ابو داؤد

اور امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن

ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب في السلام اذا قام من المجلس ج ۳ ص ۵۲۰ رقم: ۵۲۱۰ سنن ترمذی: باب ما جاء في

التسليم عند القيام وعند القعود ج ۵ ص ۱۲ رقم: ۲۴۰۶ مسند امام احمد بن حنبل: مسند أبي هريرة رضي الله عنه

ج ۱ ص ۲۲۰ رقم: ۱۳۲ سنن الکبیری للنسائی باب ما یقول اذا قام ج ۱ ص ۱۰۰ رقم: ۱۰۲۰ اطراف المسند المعتلی من اسمه سعید بن ابی سعید کیسان ج ۱ ص ۲۲۵ رقم: ۱۳۱۲

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
معلوم ہوا کہ آنے والا سلام کرے بیٹھے ہوؤں کو اور اگر وہاں بیٹھنا نہ بھی ہو صرف گزر جانا ہو جب بھی سلام کرے اور اگر بیٹھنا ہو تب بھی سلام کرے۔

معلوم ہوا کہ راہ گیر یعنی گزرنے والا صرف ایک سلام کرے اور جو مجلس میں کچھ دیر ٹھہرے وہ دو سلام کرے ایک آنے کا دوسرا جانے کا۔

یعنی سلام لقا اور سلام وداع دونوں سنت ہونے میں برابر ہیں ایک کو دوسرے پر کوئی ترجیح نہیں لہذا یہ دونوں سلام سنت ہیں اور ان کے جواب فرض۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۲۹۷)

140- بَابُ الْإِسْتِئْذَانِ وَأَدَابِهِ اجازت طلب کرنے کے آداب

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا) (النور: 27)
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے اہل ایمان اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اجازت اور سلام کے بغیر نہ داخل ہو۔

شرح: حضرت صدر الا فاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزان العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

مسئلہ: غیر کے گھر جانے والے کی اگر صاحب مکان سے پہلے ہی ملاقات ہو جائے تو اول سلام کرے پھر اجازت چاہے اور اگر وہ مکان کے اندر ہو تو سلام کے ساتھ اجازت چاہے اس طرح کہ کہے السلام علیکم کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟ حدیث شریف میں ہے کہ سلام کو کلام پر مقدم کرو۔ حضرت عبداللہ کی قراءت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے ان کی قراءت یوں ہے حَتَّى تَسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا وَتَسْتَأْذِنُوا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلے اجازت چاہے پھر سلام کرے۔

(مدارک، کشاف، احمدی)

مسئلہ: اگر دروازے کے سامنے کھڑے ہونے میں بے پردگی کا بندیشہ ہو تو دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہو کر اجازت طلب کرے۔

مسئلہ: حدیث شریف میں ہے اگر گھر میں ماں ہو جب بھی اجازت طلب کرے۔ (موطام، لک) (خزن معرفن)
وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْكُمُ) اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بچے جب بالغ ہو جائیں تو وہ بھی اجازت طلب کر کے آئیں جس طرح ان

قَبْلِهِمْ) (النور: 59)۔ سے (بڑے) پہلے اجازت لے کر آتے تھے۔

(874) عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الاسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ، فَإِنْ أُذِنَ لَكَ وَإِلَّا فَارْجِعْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ." حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اجازت طلب کرنا تین بار ہے۔ اگر اجازت مل جائے تو جاؤ ورنہ واپس لوٹ جاؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسلیم والاستئذان ثلاثاً، ج ۸ ص ۵۲، رقم: ۶۲۴۵، صحیح مسلم، باب الاستئذان، ج ۱ ص ۱۷۸، رقم: ۵۷۵۲، الادب للبیہقی، باب الاستئذان ثلاثاً، ج ۱ ص ۱۲۲، رقم: ۲۱۰، مؤطا امام مالک، باب استئذان، ج ۲ ص ۱۱۲، رقم: ۶۲۰، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الاستئذان ثلاثاً، ج ۵ ص ۵۲، رقم: ۲۶۹۱)

شرح حدیث: اگر اجازت نہ ملے؟

ہمیں ہر روز اپنے یا کسی عزیز یا دوست یا احباب کے گھر میں جانے کی حاجت پڑتی رہتی ہے تو ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ گھر میں داخل ہونے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ کسی کے گھر میں جائیں تو دروازے کے سامنے کھڑے ہوں یا ایک طرف ہٹ کر؟ اور کس طرح اجازت طلب کریں؟ اگر اجازت نہ ملے تو کیا کرنا چاہیے؟ دعا پڑھ کر گھر سے نکلنے کی کیا برکتیں ہیں؟ اگر گھر میں کوئی موجود نہ تو کیا پڑھنا چاہیے؟ گھر میں داخل ہونے اور اجازت طلب وغیرہ کے حوالے سے متعدد سنتیں اور آداب ہیں:

(۱) اپنے گھر میں آتے ہوئے بھی سلام کریں اور جاتے ہوئے بھی سلام کریں۔ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ جب تم گھر میں آؤ تو گھر والوں کو سلام کرو اور جاؤ تو سلام کر کے جاؤ۔

(شعب الایمان، باب فی مقاربتہ و..... الخ، فصل فی السلام من خرج من بیتہ، الحدیث ۸۸۴۵، ج ۶ ص ۷۷، ۲۴)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ القوی مرآۃ المناجیح جلد 6 صفحہ 9 پر تحریر فرماتے ہیں: بعض بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ اول دن میں جب پہلی بار گھر میں ہوتے تو بسم اللہ اور قل ہو اللہ پڑھ لیتے، کہ اس سے گھر میں اتفاق بھی رہتا ہے اور رزق میں برکت بھی۔

(۲) اللہ عزوجل کا نام لئے بغیر جو گھر میں داخل ہوتا ہے، شیطان بھی اس کے ساتھ گھر میں داخل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب آدمی گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے: آج یہاں نہ تمہاری رات گزر سکتی ہے اور نہ تمہیں کھانا مل سکتا ہے۔ اور جب انسان گھر میں بغیر اللہ عزوجل کا ذکر کئے داخل ہوتا ہے تو شیطان کہتا ہے، آج کی رات یہیں گزرے گی۔ اور جب کھانے کے وقت اللہ عزوجل کا نام نہیں لیتا تو وہ کہتا ہے: تمہیں

ٹھکانہ ابھی مل گیا اور کھانا بھی مل گیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الاثریۃ، باب آداب الطعام والشراب واحکامها، الحدیث ۲۰۷۸، ج ۳، ص ۱۱۱۶)

(875) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حضرت سہل بن سعد ؓ سے روایت ہے کہ
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اجازت طلب کرنا آنکھ کی وجہ
جُعِلَ الْإِسْتِئْذَانُ مِنْ أَجْلِ الْبَصَرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ سنے ہے تاکہ غیر محرم پر نظر نہ پڑے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاستئذان من أجل البصر، ج ۸، ص ۵۴، رقم: ۵۲۴۱، صحیح مسلم، باب تحریم النظر فی بیت غیرہ، ج ۱، ص ۱۸۰، رقم: ۵۶۶۳، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی مالک سہل بن سعد، ج ۵، ص ۳۳۰، رقم: ۲۲۸۵۲، معرفة الصحابة لابن نعیم، من اسمہ قیس بن سعد بنع بادة، ج ۱، ص ۲۴، رقم: ۵۱۳۲، مسند ابی یحییٰ، حدیث سہل بن سعد الساعدي عن النبي صلى الله عليه وسلم، ج ۱، ص ۳۳۰، رقم: ۵۰۰۰)

شرح حدیث: باہر والے کی نظر نہ پڑے

گھر میں داخلہ کی اجازت مانگنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ فوراً گھر میں باہر والے کی نظر نہ پڑے۔ آنے والا باہر سے سلام کر رہا ہو، اجازت چاہ رہا ہو اور صاحب خانہ پردہ وغیرہ کا انتظام کر لے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اجازت طلب کرنے کا حکم آنکھ کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ (اس لئے کہ اہل خانہ کی نجی زندگی کے اسرار منکشف نہ ہو سکیں)۔

(صحیح مسلم، کتاب الادب، باب الاستئذان، الحدیث ۲۱۵۶، ص ۱۱۸۹)

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب پردے کے بارے میں سوال جواب میں لکھتے ہیں۔

کسی کے گھر میں مت جھانکتے

سوال: کیا جان بوجھ کر کسی کے گھر میں جھانکنا شریعت میں منع ہے؟

جواب: جی ہاں۔ البتہ دروازہ پہلے ہی سے کھلا ہو اور بے اختیار کسی کی نظر پڑ گئی تو حرج نہیں۔ افسوس! صد کروڑ افسوس! اب اس امر کی طرف اکثر مسلمانوں کی توجہ ہی نہیں۔ لوگ گھروں کے دروازوں میں بلا جھجک جھانکتے ہیں، حتیٰ کہ دروازہ کھلا نہ ہو تو اچک اچک کر جھانکتے ہیں، دراز میں سے جھانکتے ہیں، کھڑکی میں سے جھانکتے ہیں، پردہ ہٹ کر جھانکتے ہیں اور اس بات کی مطلقاً پرواہ نہیں کرتے کہ کسی کے گھر میں جھانکنے کی شریعت میں ممانعت ہے۔

(پردے کے بارے میں سوال جواب ۳۱۰)

(876) وَعَنْ رَبِيعِ بْنِ جَرَّاشٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حضرت ربیع بن جراثش سے روایت ہے کہ ہم کو

رَجُلٌ مِّنْ بَنِي عَامِرٍ أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتٍ، فَقَالَ: «أَبْجُ»
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَخْدُومِهِ:
«أَخْرِجْ إِلَى هَذَا فَعَلَّمَهُ الْاسْتِثْنَانَ فَقُلْ لَهُ: قُلْ:
السَّلَامُ عَلَيْكُمْ» أَدْخَلَ، فَسَبَّحَهُ الرَّجُلُ، فَقَالَ:
السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، ثَاثُ خَلٍّ، فَأَذِنَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ
صَحِيحٍ.

بنو عامر کے ایک آدمی نے حدیث سنائی کہ، میں نے
رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی اور آپ گھر میں
تھے اس نے کہا کیا میں اندر آ جاؤں۔ تو رسول اللہ ﷺ
نے خادم سے فرمایا اس کی طرف جا اس کو اجازت لینے کا
طریقہ سکھا۔ اس کو کہہ کہ وہ کہے: السلام علیکم! کیا میں اندر
آ سکتا ہوں؟ فرمایا: اس آدمی نے سن لیا اور کہا: السلام
علیکم کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے اس کو
اجازت عطا فرمائی وہ اندر آ گیا۔ اس حدیث کو ابو داؤد
نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب کیف الاستئذان، ج ۳، ص ۵۱۰، رقم: ۵۱۴۹، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء فی
کیف الاستئذان، ج ۸، ص ۳۳۰، رقم: ۱۸۱۲۲، مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی الاستئذان، ج ۵، ص ۲۴۲، رقم: ۲۵۶۶۲، جامع الاصول
الفصل الثامن فی الاستئذان، ج ۶، ص ۵۴۴، رقم: ۲۸۱۴)

شرح حدیث: گھر میں داخلے کی اجازت کے آداب

(گھر میں داخل ہونے والے کو چاہے کہ) دیوار کی جانب ہو کر چلے، دروازے کے سامنے کھڑا نہ ہو، دروازہ
کھٹکھٹانے سے پہلے اللہ عز و جل کی تسبیح و تحمید کرے اور اس کے بعد سلام کرے، گھر میں موجود لوگوں کی باتیں نہ سنے، سلام
کرنے کے بعد داخل ہونے کی اجازت طلب کرے پس اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ورنہ واپس لوٹ آئے، وہاں کھڑا نہ
رہے، اور انا یعنی میں نہ کہے بلکہ اپنا نام بتائے تاکہ صاحب خانہ اس کو پہچان لے۔

(877) عَنْ كِلْدَةَ بْنِ الْحَنْبَلِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.
قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلْتُ
عَلَيْهِ وَلَمْ أُسَلِّمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ: «ارْجِعْ فَقُلْ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، ثَاثُ خَلٍّ»
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: «حَدِيثٌ حَسَنٌ»
حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں
رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور میں نے سلام نہ
کیا: تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوٹ پھر کہہ السلام علیکم کیا
میں اندر آ سکتا ہوں؟ اس کو امام ابو داؤد اور ترمذی نے
روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب کیف الاستئذان، ج ۳، ص ۵۰۹، رقم: ۵۱۴۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی التسليم
قبل الاستئذان، ج ۵، ص ۶۳، رقم: ۲۴۱۰، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء فی کیف الاستئذان، ج ۸، ص ۲۳۹، رقم: ۱۸۱۲۰، الادب
المفرد، باب اذا دخل ولم يستأذن، ص ۳۴۱، رقم: ۱۰۸۱، السنن الکبریٰ للنسائی، باب کیف يستأذن، ج ۶، ص ۸۴، رقم: ۱۰۱۳۴)
شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کلدہ ابن امیہ ماں شریکے بھائی ہیں صفوان ابن امیہ کے، صفوان قرشی ہیں، فتح مکہ کے بعد اسلام لائے، مؤلفہ القلوب سے ہیں، ان کا باپ امیہ ابن خلف بدر کے دن دوسرے مشرکین کے ساتھ مارا گیا، یہ مکہ معظمہ میں فوت ہوئے وہاں ہی دفن ہوئے، صفوان بڑے فصیح خطیب تھے۔ (مرقات)

جدایہ ہرنی کے شش ماہیہ بچے کو کہتے ہیں اور جدی بکری کے شش ماہیہ بچے کو کہا جاتا ہے، ضغابیں جمع ہے ضغیوس کی بمعنی چھوٹی ککڑی جسے پنجابی میں گلہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گلے بہت پسند تھے۔

مکہ معظمہ کے اونچے محلوں کو معالیٰ کہا جاتا ہے اور مدینہ منورہ کے بیرونی بلند حصوں کو عوالیٰ کہتے ہیں۔ اشعہ نے فرمایا کہ حضور انور مکہ معظمہ کے اعلیٰ حصہ میں تھے، مرقات نے کہا کہ مدینہ منورہ میں یہ واقعہ ہوا حضور وہاں تشریف فرما تھے۔

یہ عمل اس لیے فرمایا تا کہ انہیں یاد رہے اور آئندہ ایسی غلطی نہ کریں۔ جو شخص ہمارے گھر میں بغیر سلام آئے اسے پھر باہر بھیجواور کہو کہ دوبارہ سلام کر کے آؤ ان شاء اللہ ایک دفعہ کے عمل سے اسے سلام کی عادت پڑ جاوے گی۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۰۸)

141- بَابُ بَيَانِ أَنَّ السُّنَّةَ إِذَا قِيلَ

لِلْمُسْتَأْذِنِ: مَنْ أَنْتَ؟ أَنْ يَقُولَ: فَلَانٌ

فَيُسَبِّحُ نَفْسَهُ بِمَا يُعْرِفُ بِهِ مِنْ أَسْمِ

أَوْ كُنْيَةٍ وَكَرَاهَةِ قَوْلِهِ: "أَنَا وَنَحْوَهَا

(878) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حَدِيثِهِ

الْمَشْهُورِ فِي الْإِسْرَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثُمَّ صَعَدَ بِي جِبْرِيلُ إِلَى السَّمَاءِ

الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ، فَقِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ.

قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ ثُمَّ صَعَدَ إِلَى

السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَاسْتَفْتَحَ، قِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ:

جِبْرِيلُ، قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ وَالْعَالِفَةُ

وَالرَّابِعَةِ وَسَائِرُهُنَّ وَيُقَالُ فِي بَابِ كُلِّ سَمَاءٍ: مَنْ

هَذَا؟ فَيَقُولُ: جِبْرِيلُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

سنت طریقہ یہ ہے کہ جب اجازت لینے

والے سے پوچھا جائے تم کون ہو؟ تو وہ اپنا

معروف نام یا کنیت ذکر کرے اس کا میں

وغیرہ کہنا مکروہ ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان کی معراج والی مشہور

حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر

جبریل مجھے لے کر آسمان دنیا کی طرف لے کر چڑھے

دستک دی کہا گیا کون ہے؟ جواب دیا جبریل کہا

گیا تیرے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا محمد (ﷺ)

پھر دوسرے آسمان کی طرف چڑھے دستک دی کہا گیا

کون ہے؟ جواب دیا جبریل کہا گیا تیرے ساتھ کون

ہے؟ جواب دیا: محمد (ﷺ) اور تیسرے چوتھے اور باقی

آسمانوں پر دستک دی آسمان پر کہا جاتا کہ کون ہے؟ تو

وہ کہتے کہ جبریل ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب المعراج ج ۴ ص ۵۲ رقم: ۲۵۵۴ صحیح مسلم باب الاسراء برسول الله صلی اللہ علیہ وسلم الی السموات وقرض الصلوات ج ۴ ص ۹۹ رقم: ۲۲۱۰ السنن الصغریٰ باب مبتداء قرض الصلوات الخمس ج ۴ ص ۲۲۱ رقم: ۲۲۱۰ سنن النسائی باب قرض الصلاة وذكر اختلاف الناقلین ج ۴ ص ۲۱۴ رقم: ۲۲۱۰ صحیح ابن حبان کتاب الاسراء ج ۴ ص ۲۲۱ رقم: ۲۲۱۰ مسند امام احمد بن حنبل مسند انس بن مالک ج ۴ ص ۳۸ رقم: ۱۲۵۲۴)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

روایت ہے ابن شہاب سے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی فرمایا کہ جناب ابوذر رضی اللہ عنہ خبر دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت کھولی گئی جب کہ میں مکہ میں تھا پھر جناب جبریل علیہ السلام اترے انہوں نے میرا سینہ کھولا پھر اسے آب زمزم سے دھویا پھر سونے کا ایک طشت لائے حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا اسے میرے سینہ میں لوٹ دیا پھر اسے سی دیا پھر میرا ہاتھ پکڑا تو مجھے آسمان کی طرف لے گئے تو جب میں دنیاوی آسمان تک پہنچا تو جبریل علیہ السلام نے آسمان کے خزانچی سے کہا کھولو اس نے کہا کون ہے، انہوں نے کہا یہ جبریل علیہ السلام ہیں، کہا کیا تمہارے ساتھ کوئی ہے کہا ہاں میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس نے کہا کیا انہیں بلایا گیا ہے کہا ہاں جب کھولا تو ہم دنیا کے آسمان میں چڑھ گئے وہاں ایک صاحب بیٹھے تھے جن کے داہنے کچھ جماعتیں تھیں اور ان کے بائیں کچھ جماعتیں تھیں تو جب اپنے داہنے دیکھتے تو ہنستے تھے اور جب اپنے بائیں دیکھتے تو روتے تھے انہوں نے کہانی صالح فرزند صالح خوب آئے، میں نے جبریل علیہ السلام سے کہا کہ یہ کون ہیں، انہوں نے کہا یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ جماعتیں جو ان کے داہنے بائیں ہیں وہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں، داہنے والے ان میں سے جنتی ہیں اور وہ جماعتیں جو ان کے بائیں طرف ہیں وہ دوزخی لوگ ہیں جب وہ اپنے داہنے دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب اپنے بائیں دیکھتے ہیں تو روتے ہیں حتیٰ کہ مجھے دوسرے آسمان تک لے گئے پھر اس کے خزانچی سے کہا کھولو ان سے خزانچی نے اس طرح کہا جو پہلے نے کہا، انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نے ذکر کیا کہ آپ نے آسمانوں میں حضرت آدم علیہ السلام، اور یس علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کو پایا یہ یاد نہ رہا کہ ان کے مقامات کیسے تھے بجز اس کے کہ انہوں نے یہ ذکر کیا کہ انہوں نے پہلے آسمان سے آدم علیہ السلام کو اور چھٹے آسمان میں ابراہیم علیہ السلام کو پایا ابن شہاب نے کہا کہ مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو حبیہ انصاری کہا کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چڑھایا گیا حتیٰ کہ میں ایک میدان میں پہنچا جس میں قلموں کی جڑ چراہٹ سنا تھا اور ابن حزم اور انس نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں تو میں یہ لے کر واپس ہو حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام پر گزرا کہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ آپ کی امت پر کیا فرض کیا میں نے کہا پچاس نمازیں فرض کیں انہوں نے کہا کہ اپنے رب کی طرف لوٹ جائیے کیونکہ آپ کی امت یہ طاقت نہیں رکھتی انہوں نے مجھے واپس کر دیا رب نے آدھی نمازیں معاف کر دیں میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا تو میں نے کہا کہ اس کی

آدمی معاف فرمادیں انہوں نے کہا آپ اپنے رب کی طرف واپس جائیے کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی پھر میں واپس ہوا رب نے اس کی آدمی اور معاف فرمادیں میں پھر موسیٰ کی طرف لوٹا، انہوں نے کہا کہ رب کی طرف لوٹ جائیے کیونکہ آپ کی امت یہ طاقت نہیں رکھتی پھر میں واپس گیا تو رب نے فرمایا کہ نمازیں پانچ ہیں وہ حقیقت میں سچاں ہیں ہمارے ہاں فیصلہ میں تبدیلی نہیں کی جاتی میں پھر جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا انہوں نے کہا کہ اپنے رب کی طرف واپس جائیے میں نے کہا کہ میں اپنے رب سے شرم کرتا ہوں پھر مجھے لے گئے حتیٰ کہ میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا اور اس پر مختلف رنگ چھائے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھے پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا تو اس میں موتی کی عمارتیں تھیں اور اس کی مٹی مشک تھی۔ (مسلم، بخاری)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام ابو بکر محمد ابن عبداللہ ابن شہاب ہے، زہری قبیلہ سے ہیں جو زہرہ ابن کلاب کی طرف منسوب ہے، آپ کو زہری کہا جاتا ہے، تابعی ہیں، بڑے فقیہ محدث ہیں، مدینہ منورہ میں قیام رہا، ماہ رمضان ۱۲۲ھ ایک سو چوبیس میں وفات ہوئی۔ (اکمال) آپ اپنی کنیت یعنی ابن شہاب میں مشہور ہیں۔

میرے گھر سے مراد میرے قیام کا گھر ہے ورنہ اس گھر کی مالکہ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب تھیں حضور ان کے گھر سے تھے، ملائکہ یہاں سے جگا کر حضور کو حطیم کعبہ میں لائے ابھی تک آپ پر اونگھ طاری تھی پھر یہاں غسل وغیرہ دیا لہذا تمام حدیثیں درست ہیں ان میں تعارض نہیں۔ ابتداء معراج جناب ام ہانی کے مکان سے ہوئی ہے اور ابتداء عروج بیت المقدس سے جناب ام ہانی کا گھر محلہ شعب ابی طالب میں تھا، اب وہ جگہ حرم شریف میں داخل ہو گئی اس کے مقابل ایک دروازہ ہے جسے باب ام ہانی کہا جاتا ہے

دنیاوی دولہا کے جسم کو غسل دیا جاتا ہے حضور انور ایسے انوکھے دولہا ہیں کہ آپ کے دل کو بھی غسل دیا گیا۔ آب زمزم دوسرے پانیوں سے افضل ہے کہ حضرت اسماعیل کے قدم سے جاری ہوا ہے اس لیے یہ پانی اس غسل کے لیے منتخب ہوا۔ (اسے میرے سینہ میں لوٹ دیا) اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ یہ سونا جنت کا تھا ایمان و حکمت خاص خزانہ ربانی میں سے کیونکہ جنت میں پانی دودھ وغیرہ کے چشمے ہیں، پھل فروٹ کے باغات ہیں مگر وہاں ایمان و حکمت یا چشمہ یا باغ نہیں، یہ ایمان و حکمت کا چشمہ علاوہ اس ایمان و حکمت کے ہے جو اول سے ہی حضور انور کو عطا فرمایا گیا تھا آج اس میں اور اضافہ کیا گیا، یہ دونوں چیزیں رب کے ہاں مستقل صورت و حیثیت رکھتی ہیں یعنی یہ ایمان و حکمت انڈیل کر میرا سینہ بھر دیا پھر اسے سی دیا۔

(مجھے آسمان کی طرف لے گئے) یہاں نہ تو براق کا ذکر ہے نہ مسجد اقصیٰ کی نماز کا۔ اس بنا پر بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ معراج خواب کی ہے جسمانی معراج میں براق تھا فرشتوں کی برات بھی بیت المقدس کی نماز بھی۔ جو حضرات فرماتے

ہیں کہ یہاں بھی جسمانی معراج مراد ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہاں اجمال ہے وہاں تفصیل تھی یہاں ان دو تہاں چنانچہ ان کے لیے چھوڑ دیا گیا ہے۔

اس سوال کی وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ آج حضرت جبریل اس دروازے پر دستک دے رہے ہیں جو معرفت حضور انور کی معراج کے لیے مخصوص تھا اس کے سوا کسی کے لیے اس کا کھلنا ناممکن تھا، پوچھا اے جبرئیل یہ دروازہ تمہارا ہے نہیں تم یہاں کیوں آئے ہو کیا کسی کو لائے ہو ان کی خاطر تم بھی یہاں آئے، انہوں نے فرمایا ہاں انہیں کو لایا ہوں جن کے لیے یہ دروازہ کھلنا ہے۔

(اس نے کہا کیا انہیں بلایا گیا ہے کہاں ہاں) یہ سوال انتہائی خوشی کی بنا پر ہے کہ کیا آج معراج کی رات ہے حضور ہمیشہ مہمان بلائے گئے ہیں، فرمایا ہاں یہ وہی رات ہے۔

(جب اپنے بائیں دیکھتے تو روتے تھے) واقعہ وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکا یعنی پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات، یہاں کچھ تفصیل ہو گئی ہے کہ جناب آدم علیہ السلام کو اس طرح پایا۔

(وہ دوزخی لوگ ہیں) یہ مؤمنین اور کفار وہ ہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوئے آئندہ تاقیامت پیدا ہونے والے ہیں وہ آپ کے ارد گرد اس طرح جمع ہیں کیونکہ جو مؤمنین اور کفار پیدا ہو کر مر چکے وہ اس آسمان پر کیسے آسکتے ہیں۔ مؤمنین کی روحمیں اعلیٰ علیین میں پہنچیں کفار کی روحمیں سجین میں ان کا اجتماع کیسا۔ (مرقات) یا یوں کہو کہ یہ وہی مؤمنین و کفار ہیں جو مر چکے ہیں، وہ لوگ کبھی کبھار اپنے مقامات سے بلا کر یہاں اس طرح آدم علیہ السلام کو دکھائے جاتے ہیں، حضور انور جب وہاں پہنچے تو یہی وقت تھا ان کی پیشی کا حضور انور نے یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس واقعہ سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام تاقیامت ہر سعید و شقی سے خبردار ہیں کہ کون ایمان پر مرے گا اور کون کفر پر، یہی بات علوم غمہ سے ہے۔ دوسرے یہ کہ ان سعید و شقی لوگوں کو حضور انور نے بھی معراج کی رات دیکھا ہے اور سب کو پہچانتے ہیں، حضور ہر ایک کے انجام سے خبردار ہیں۔

بلکہ قبل از زادن تو سالہا ہم چنین بیند چندیں حالہا

(جب اپنے بائیں دیکھتے ہیں تو روتے ہیں) حضرت آدم علیہ السلام کا یہ ہنسار و تاملت پداری کی بنا پر تھا۔ باپ اپنی اولاد کو اچھے حال میں دیکھے تو خوش ہوتا ہے اور تکلیف میں دیکھے تو غمگین ہوتا ہے یہی حالت آپ کی اس وقت تھی کہ دوزخیوں کو دیکھ کر افسوس کرتے تھے کہ یہ میری اولاد کا فرزند ہی دوزخ میں جائے گی، جنتیوں کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے کہ یہ میرے بچے خوش نصیب ہیں جنت میں جائیں گے۔

(ان کے مقامات کیسے تھے) یعنی حضور انور نے ان تمام رسولوں کے مقامات بالتفصیل بیان فرمائے تھے مگر تفصیل یاد نہ رہی یہ یاد نہ رہنا حدیث کو ضعیف نہیں کر دیتا کیونکہ جو انہیں یاد نہ رہا اس کی روایت ہی نہیں کی جو یاد نہ رہنا حدیث کو

ضعیف کرتا ہے۔ جب غلط بات حضور انور کی طرف غلطی سے نسبت کر دے اسے سوء حفظ کہتے ہیں وہ یہاں موجود نہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں۔

(چھٹے آسمان میں ابراہیم علیہ السلام کو پایا) پچھلی حدیث میں گزرا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضور انور نے ساتویں آسمان میں پایا وہ ہی قوی ہے کیونکہ وہاں تفصیل موجود ہے کہ بیت المعمور سے پشت لگائے ہوئے پایا اور اگر یہ متعدد معراج کے واقعات ہیں تب تو کوئی دشواری ہی نہیں کہ ایک معراج میں حضور نے جناب ابراہیم کو چھٹے آسمان پر پایا دوسری معراج میں ساتویں آسمان پر پایا۔ اشعة اللمعات نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں آسمانوں پر حضور انور کا استقبال کیا چھٹے پر بھی اور ساتویں پر بھی تب حدیث واضح ہے۔

(مجھے ابن حزم نے خبر دی) ابن شہاب یعنی امام زہری کے حالات تو ہم بیان کر چکے۔ ابن حزم کا نام محمد ابن عمرو ابن حزم ہے، ان کے والد صحابی ہیں، انصاری ہیں، محمد ابن عمرو ابن حزمؒ ابھری میں نجران میں پیدا ہوئے جب کہ ان کے والد حضور انور کی طرف سے نجران کے حاکم تھے، آپ جنگ حرہ میں شہید ہوئے، تریپن سال عمر پائی، ۶۳ھ میں واقعہ حرہ میں شہید ہوئے۔ (مرقات و اکمال)

ابو حبیہ کا نام عامر یا مالک یا ثابت ابن نعمان انصاری ہے، صحابی ہیں، بدری ہیں، غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ (حتی کہ میں ایک میدان میں پہنچا) مستوی ہر میدان کو نہیں کہتے بلکہ بلند اور اعلیٰ میدان کو کہتے ہیں۔ (جس میں قلموں کی چر چراہٹ سنا تھا) وہ قلم جس نے لوح محفوظ پر سب کچھ لکھا اور لکھ کر خشک ہو چکا وہ اور قلم ہے جس کے متعلق ارشاد ہے اول ما خلق اللہ القلم۔ یہاں وہ قلم مراد نہیں جو فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں وہ فرشتے ان قلموں سے روزانہ کے احکام الہیہ لکھتے ہیں اور لوح محفوظ سے ایک ہمال کے واقعات الگ الگ صحیفوں میں نقل کرتے ہیں یہ صحیفے متعلقہ حکام فرشتوں کو پندرہویں شعبان کی شب میں حوالہ کر دیئے جاتے ہیں، رب فرماتا ہے: فِيهَا يُفَرَّقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيمٍ۔ ان قلموں کی درازی رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ دینی قلم جب کاغذ پر چلتا ہے تو اس سے چر چراہٹ پیدا ہوتی ہے، حضور انور اس قدر ان سے قریب ہوئے کہ قلموں کی چر چراہٹ سن لی۔ یقیناً تحریر بھی دیکھ لی قدرت کی تحریر حضور کے علم میں ہیں۔ قدرت کی تحریریں جانے امی اور تقریریں جانے بخشش کی تدبیریں جانے وہ ہے رحمت والا

جن کا نام ہے محمد ان سے دو جگہ ہے اوجیالا

(میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں) اگرچہ یہ پچاس نمازیں حضور انور پر بھی فرض کی گئیں تھیں مگر امت پر فرض تھیں پڑھنے کے لیے حضور پر فرض تھیں پڑھانے اور سکھانے کے لیے اس لیے امت کا ذکر فرمایا۔

(موسیٰ علیہ السلام پر گزرا) اسی ترتیب سے جس ترتیب سے جاتے ہوئے گزرے تھے ہر آسمان پر انہیں پیغمبر سے ملاقات ہوئی جن سے جاتے ہوئے ملاقات ہوئی تھی۔

(پچاس نمازیں فرض کیں) خیال رہے کہ اسلام کے تمام فرائض فرش پر ہی بھیجے صرف نمازیں معراج میں عرش پر فرض کی گئیں اس لیے حضور انور نے صرف نمازوں کا ذکر فرمایا اور کسی فرض کا ذکر نہیں کیا۔

(کیونکہ آپ کی امت یہ طاقت نہیں رکھتی) امت کہہ کر یہ بتایا کہ حضور ان نمازوں پر آپ اور آپ کے خاص غلام تو طاقت رکھتے مگر عام امت والے اس کی طاقت نہیں رکھتے۔

(میں نے کہا کہ اس کی آدمی معاف فرمادیں) یہاں اجمال ہے یعنی چند بار حاضریوں میں آدمی نمازیں معاف فرمادیں یعنی پانچ بار حاضری میں پچیس نمازیں کم فرمادیں اور پچیس نمازیں باقی رکھیں۔ مرقاٹ نے فرمایا کہ یہاں شطر بمعنی آدھا نہیں بلکہ بمعنی ایک حصہ ہے یعنی رب نے اس ایک حاضری میں پچاس نمازوں کا ایک حصہ یعنی پانچ نمازیں معاف فرمادیں اس صورت میں مطلب بالکل ظاہر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

(رب نے اس کی آدمی اور معاف فرمادیں) یہاں شطر بمعنی ایک حصہ ہے نہ کہ بمعنی آدھا جیسا کہ ظاہر ہے کیونکہ اگر پچاس کا دوسرا آدھا حصہ بھی معاف ہو جاتا تو کوئی نماز فرض نہ رہتی۔

(ہمارے ہاں فیصلہ میں تبدیلی نہیں کی جاتی) نسخ کی حقیقت یہ ہی ہے کہ اس میں حکم کی تبدیلی نہیں بلکہ اس حکم کی مدت کی انتہاء کا بیان ہوتا ہے یعنی پچاس نمازوں کا حکم آپ کی اس آمدورفت تک تھا اب پانچ نمازیں فرض ہیں اور ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ ان پر ثواب پچاس ہی کا ہو گا پڑھنے میں پانچ ثواب میں پچاس۔

(میں اپنے رب سے شرم کرتا ہوں) حضور کا یہ شرم فرمانا اس لیے تھا کہ اب حضور کا جانا طے شدہ پروگرام کے خلاف ہوتا پہلی تمام آمدورفتیں پروگرام کے مطابق تھیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

(حتیٰ کہ میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا) غالباً سدرۃ المنتہیٰ کی یہ دوسری سیر ہے واپس آتے ہوئے کیونکہ نمازوں کی فرضیت تو عرش سے اوپر جا کر ہوئی سدرہ اس سے کہیں نیچے ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاتے ہوئے ان تمام مقامات سے دیکھتے ہوئے گزر گئے واپسی میں پھر ان تمام پر تشریف لائے سیر فرمائی جیسے حاجی عرفات جاتے ہوئے مزدلفہ سے گزر جاتے ہیں پھر عرفات سے آتے ہوئے مزدلفہ میں ایک رات قیام کرتے ہیں۔

(نہیں جانتا کہ وہ کیا تھے) یعنی اس بار سدرہ پر ایسے رنگ برنگے انوار چھائے گئے کہ ان کی حقیقت رب تعالیٰ ہی جانتا ہے ان کا حسن بیان میں نہیں آسکتا۔ یہ انوار حضور انور کے استقبال کے لیے تھے جیسے معزز مہمان کی تشریف آوری پر دن کو شہر، کوٹھی سجائی جاتی ہے، رات کو سارے ہی چراغ، غبارے، آئینہ بازی سے رونق کی جاتی ہے یہ ساری سچ دھج حضور کے دم قدم سے تھی۔ مرقاٹ نے فرمایا کہ اس وقت حضور کو ان انوار بھی خبر نہ ہوئی کیونکہ اس وقت حضور کی توجہ خالق کی طرف تھی جیسے دولہا برات کی پرواہ نہ کرے کہ اس کی نگاہ اصلی مقصود پر ہے۔

(تو اس میں موتی کی عمارتیں تھیں) جنابذ جمع ہے جبذہ کی بمعنی اونچی عمارت۔ جنت میں ایک ایک موتی کا ایک ایک

وسیع محل ہے اگر وہ ایک موتی دنیا میں آجائے تو سورج کی روشنی خیرہ ہو جائے اور اس کی قیمت ساری دنیا کے خزانے نہ ہو سکیں۔

(اس کی مٹی مشک تھی) یہ سمجھانے کے لیے ہے ورنہ دنیا کے مشک کو اس خوشبو سے کیا تعلق، اس مٹی کی خوشبو پانچ سو سال کی راہ سے محفوظ ہوتی ہے بھلا مشک میں یہ بات کہاں، ہاں مشک کی خوشبو اس مٹی کی خوشبو کی حکایت ہے دیکھو مرقات یہ ہی مقام۔ (مراۃ المناجیح، ج ۸ ص ۱۳۲)

(879) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْتُ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِي، فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي وَحْدَهُ، فَجَعَلْتُ أَمْشِي فِي ظِلِّ الْقَمَرِ، فَالْتَفَتَ قَرَأَنِي، فَقَالَ: "مَنْ هَذَا؟" فَقُلْتُ: أَبُو ذَرٍّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں ایک رات نکلا تو (دیکھا کہ) رسول اللہ ﷺ تنہا چل رہے تھے میں چاند کی روشنی میں چلنے لگا آپ متوجہ ہوئے تو مجھے دیکھ لیا فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا: ابو ذر۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المکثرون عند المقلون، ج ۸ ص ۵۹، رقم: ۵۲۲۲، صحیح مسلم، باب العریب فی الصلوة، ج ۲ ص ۶۶، رقم: ۲۳۵۲، مسند البزار، مسند ابی ذر الغفاری رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۱۳، رقم: ۲۱۸۱)

شرح حدیث: اجازت مانگنا سنت

جب کسی کے گھر جانا ہو اجازت مانگنا سنت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس طرح اجازت مانگیں اِسْلَامٌ عَلَیْکُمْ کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۳۴۶) حضرت ربیع بن حراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ہمیں بنو عامر کے ایک شخص نے یہ بات بتائی کہ اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے۔ اس نے عرض کیا، کیا میں داخل ہو جاؤں؟ حضور نبی کریم رضی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خادم سے فرمایا: باہر اس آدمی کے پاس جاؤ اور اس کو اجازت طلب کرنے کا طریقہ سکھاؤ، اس سے کہو کہ اس طرح کہے، اِسْلَامٌ عَلَیْکُمْ کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟ اس آدمی نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سن لیا اور عرض کیا، اِسْلَامٌ عَلَیْکُمْ کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟ تو سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اجازت عطا فرمائی اور وہ اندر داخل ہوا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کیف الاستئذان، الحدیث ۵۱۷۷، ج ۴ ص ۴۴۳)

جب کوئی کسی کے گھر جائے تو اندر سے جب کوئی دروازے پر آئے تو پوچھے کون ہے؟ بہر والا میں نہ کہے جیسا کہ آج کل بھی یہی رواج ہے۔ بلکہ اپنا نام بتائے۔ جواب میں کہنا سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پسند نہیں۔

(بہار شریعت، حصہ ۱۶ ص ۸۳)

جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا، میں مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوا۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں، میں کیا؟ گویا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ناپسند فرمایا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب اذا قال من ذاق قال انا، الحدیث ۶۲۵۰، ج ۳، ص ۱۷۱)

(880) وَعَنْ أُمِّ هَانِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا. قَالَتْ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ فَقَالَ: «مَنْ هَذِهِ؟ فَقُلْتُ: أَنَا أُمُّ هَانِيٍّ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ام ہانیؓ سے روایت ہے میں نبی اکرمؐ کے پاس حاضر ہوئی آپ غسل فرما رہے تھے حضرت فاطمہؓ آپ کو کپڑے سے چھپا رہی تھیں۔ فرمایا: یہ کون ہے۔ میں نے عرض کیا: میں ام ہانی ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التستر فی الغسل عند الناس، ج ۳، ص ۲۳، رقم: ۲۸۰، صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ الضعیف، ج ۲، ص ۱۵۷، رقم: ۱۶۰۲، سنن الکبیری للنسائی، باب الاستئذان عند الاغتسال، ج ۱، ص ۱۱۵، رقم: ۲۲۹، مسند امام احمد، حدیث ام ہانی بنت ابی طالب، ج ۳، ص ۲۲۲، رقم: ۲۶۵۲، سنن الکبیری للبیہقی، باب امان المرأة، ج ۳، ص ۹۲، رقم: ۱۸۱۲۷، سنن ترمذی، باب ما جاء فی مرضی، ج ۸، ص ۷۸، رقم: ۱۷۲۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام فاختہ یا عائکہ ہے، ابو طالب کی بیٹی جناب علی مرتضیٰ کی بہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا زاد ہیں، انہی کے گھر سے حضور کو معراج ہوئی، فتح مکہ کے دن ایمان لائیں، امیر معاویہ کے زمانہ میں ۵۱ھ اکیاون میں وفات پائی، آپ سے حضرت علی و عباس اور بہت تابعین نے روایت کی۔ (اشع)

اس طرح کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تہبند شریف باندھ کر غسل فرما رہے تھے، چونکہ غسل خانہ میں نہ تھے اس لیے جناب فاطمہ کپڑا اتانے سامنے کھڑی تھیں، یہ کپڑا غسل خانہ کی دیوار کی طرح آڑ کا کام دے رہا تھا، غسل خانہ میں بھی تہبند باندھ کر غسل کرنا چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا فاطمہ زہرا کو کیونکہ جو تہبند باندھے غسل کر رہا ہو اسے سلام کرنا جائز ہے، ہاں ننگے بدن نہانے والے کو سلام نہ کرے کہ ننگا آدمی جواب سلام نہیں دے سکتا اس لیے پیشاب پاخانہ استنجاء کرنے والے کو سلام کرنا منع ہے وہ ننگا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۵، ص ۸۷۰)

(881) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَقَقْتُ الْبَابَ، فَقَالَ: «مَنْ هَذَا؟ فَقُلْتُ: أَنَا.

حضرت جابرؓ سے روایت ہے میں نبی اکرمؐ کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے دروازہ پر دستک دی فرمایا: کون ہے؟ میں نے کہا ”میں“ تو آپ نے

اَنَا كَأَنَّهُ كَرِهَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

فرمایا "میں میں" گویا کہ آپ نے اس کو ناپسند فرمایا۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب اذا قال من ذا فقال انا ج ۵ ص ۵۰ رقم: ۱۲۵۰ صحیح مسلم: باب کراهة قول المستأذن انا اذا قيل من هذا ج ۱ ص ۱۸۰ رقم: ۵۶۶۱ سنن ابن ماجہ: باب الاستئذان ج ۲ ص ۱۲۲ رقم: ۳۴۰۹ سنن ترمذی: باب ما جاء في التسليم قبل الاستئذان ج ۵ ص ۶۵ رقم: ۲۴۱۱ مسند امام احمد مسند جابر بن عبد اللہ ج ۲ ص ۲۲ رقم: ۱۳۴۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جناب عبد اللہ یعنی حضرت جابر کے والد مقروض تھے اور غزوہ احد میں شہید ہو گئے، حضرت جابر اس کے متعلق دعا کرانے یا قرض خواہوں سے سفارش کے لیے حاضر بارگاہ ہوئے تھے، یہ حدیث ان شاء اللہ باب المعجزات میں آدے گی۔

معلوم ہوا کہ آنے والا پوچھنے پر اپنا نام لے صرف میں نہ کہہ دے کہ میں سب ہیں، اس سے گھروالے کو پہچان نہیں ہوتی کہ کون اجازت مانگ رہا ہے۔ (مراۃ المناجیح ج ۶ ص ۵۰۶)

142 بَابُ اسْتِجَابِ تَشْبِيهِ الْعَاطِسِ

اِذَا حَمَدَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَكَرَاهِيَةً

تَشْبِيهِهِ اِذَا لَمْ يَحْمَدِ اللّٰهُ

تَعَالٰى وَبَيَانِ اَدَابِ التَّشْبِيهِ

وَالْعُطَاسِ وَالتَّثَاوُبِ

چھینکنے والا جب الحمد للہ تعالیٰ کہے تو اس کو یر

حمک اللہ کہنا مستحب ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ

کی حمد نہ کرے تو اس کو جواب دینا

مکروہ ہے چھینک کا جواب دینے

اور چھینک اور جمائی کے آداب

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی

اکرم ؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتا ہے۔

اور جمائی کو ناپسند فرماتا ہے۔ جب تم میں سے کسی کو

چھینک آئے تو وہ اللہ کی حمد کرے تو سننے والے مسلمان

پر اس کو یرحمک اللہ کہنا لازم ہے۔ اور جمائی شیطان کی

طرف سے ہے جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو

اس کو چاہیے کہ حتی الامکان اس کو روکے کیونکہ جب تم

میں سے کوئی جمائی لیتا ہے تو اس پر شیطان ہنستا

ہے۔ (بخاری)

(882) عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ

الْعُطَاسَ، وَيَكْرَهُ التَّثَاوُبَ فَإِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ

وَحَمَدَ اللَّهَ تَعَالَى كَانَ حَقًّا عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمْعُهُ أَنْ

يَقُولَ لَهُ: يَرْحَمُكَ اللَّهُ، وَأَمَّا التَّثَاوُبُ فَإِنَّهُ هُوَ مِنَ

الشَّيْطَانِ، فَإِذَا تَغَابَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُرِّدْهُ مَا

اسْتَطَاعَ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَغَابَبَ ضَوَّكَ مِنْهُ

الشَّيْطَانُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب ما یستحب من العطاس وما یکرہ من التثاؤب ج ۸ ص ۳۶ رقم: ۲۲۲۲ مصنف عبدالرزاق باب التثاؤب ج ۲ ص ۲۴۰ رقم: ۲۲۲۲ سنن ابوداؤد باب ما جاء فی التثاؤب ج ۳ ص ۳۶۶ رقم: ۵۰۳۰ سنن ترمذی باب ما جاء ان الله یحب العطاس ویکرہ التثاؤب ج ۶ ص ۸۴ رقم: ۲۴۴۴ مسند امام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۶۵ رقم: ۷۵۸۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عطاس مصدر ہے عطلة کا عطہ کے معنی ہیں چھینک تو عطاس کے معنی ہوئے چھینکنا اور تثاؤب مصدر ہے ثوباء کا ثوباء کے معنی ہیں سستی، تثاؤب کے معنی ہیں سستی کا طاری ہونا۔ اصطلاح میں جمائی کو تثاؤب کہتے ہیں کہ اس میں سستی ظاہر ہوئی ہے، تثاؤب مہوز عین ہے نہ کہ اجوف یہ ہی قوی ہے۔

چھینک سے دماغ صاف ہوتا ہے، چھینک آنے سے دماغ ہلکا ہو جاتا ہے، طبیعت کھل جاتی ہے جس سے عبادات پر زیادہ قدرت ہوتی ہے۔ اطباء کہتے ہیں کہ زکام آکر خیریت سے گزر جاوے تو بہت بیماریوں کا دفعیہ ہے۔

(جمائی کو ناپسند کرتا ہے) جمائی سستی کی علامت ہے اس سے جسم میں جمود طاری ہوتا ہے، چھینک رب کو پسند ہے جمائی شیطان کو پسند اس لیے حضرات انبیاء کرام کو جمائی کبھی نہیں آتی۔

(تو سننے والے مسلمان پر اس کو یرحمک اللہ کہنا لازم ہے) بعض علماء فرماتے ہیں کہ چھینک کا جواب دینا فرض ہے وہ اس حدیث سے دلیل لیتے ہیں کہ فرمایا گیا تھا۔ عام علماء اسے سنت کہتے ہیں، فرض والوں میں بعض لوگ اسے فرض عین کہتے ہیں، بعض فرض کفایہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ چھینکنے والا الحمد للہ بلند آواز سے کہے تاکہ لوگ سن سکیں اور صرف سننے والے پر جواب ہے نہ سننے والے پر کچھ نہیں۔ جواب چھینک کے متعلق علماء کا بڑا اختلاف ہے حق یہ ہے کہ اس کا جواب سنت علی العین ہے کہ ہر سننے والا جواب دے، یہاں حق بمعنی واجب یا لازم نہیں بلکہ بمعنی استحقاق ہے جیسے فرمایا گیا کہ مسلمان کے مسمان پر چھ حق ہیں مریض کی عیادت کرنا، جنازہ میں شرکت کرنا وغیرہ۔

(جمائی شیطان کی طرف سے ہے) یعنی شیطان کے اثر سے جمائی آتی ہے وہ اس سے خوش ہوتا ہے باہ کرنے پر وہ ہنستا ہے اسی لیے حضرت انبیاء کرام کو جمائی کبھی نہیں آئی جیسے کہ انہیں احکام نہیں ہوتا کہ یہ شیطانی چیزیں ہیں۔ (مرقات)

(حتی الامکان اس کو روکے) جمائی دفع کرنے کی تین تدبیریں ہیں: جب جمائی آنے لگے تو ناک سے زور سے سانس نکال دے۔ جب جمائی آنے لگے تو نیچا ہونٹ دانتوں میں دبائے۔ جب جمائی آنے لگے تو یہ خیال کرے کہ حضرات انبیاء کرام کو جمائی نہیں آتی۔

(تو اس پر شیطان ہنستا ہے) یعنی جب کوئی جمائی میں منہ پھیلاتا ہے اور باہ کہتا ہے تو شیطان خوب ٹھٹھ مار کر ہنستا ہے کہ میں نے اسے پاگل بنادیا اپنا اثر اس پر کر لیا۔

حدیث بہت اسنادوں سے مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض آوازوں سے شیطان بھڑکتا ہے، بعض آوازوں سے وہ خوش ہوتا ہے، اللہ کے ذکر کی آواز سے اسے تکلیف ہوتی ہے جمائی کی آواز سے وہ ہست ہست کانے باجے کی آواز پر وہ خوشی سے ناچتا ہوگا لہذا بری آوازوں سے بچو۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۶۹)

(883) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: الْحَمْدُ لِلَّهِ وَلْيَقُلْ لَهُ أَخُوهُ أَوْ صَاحِبُهُ: يَرْحَمُكَ اللَّهُ. فَإِذَا قَالَ لَهُ: يَرْحَمُكَ اللَّهُ، فَلْيَقُلْ: يَهْدِيكُمْ اللَّهُ وَيُصْلِحْ بَالَكُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اس کو الحمد للہ کہنا چاہیے۔ اور اس کو اس کا بھائی یا ساتھی کہے یرحمک اللہ پھر وہ کہے: يَهْدِيكُمْ اللَّهُ وَيُصْلِحْ بَالَكُمْ کہ اللہ تم کو ہدایت عطا فرمائے اور تمہارے حال کو درست کر دے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا عطس کیف یشتہ ج ۸ ص ۳۹ رقم: ۱۲۲۲ سنن ابو داؤد، باب کیف تشہیت العاطس، ج ۲ ص ۳۶ رقم: ۵۰۳۵ سنن الکبیری للنسائی، باب ما یقول اذا عطس، ج ۶ ص ۶۶ رقم: ۱۰۰۴۰ مسند امام احمد، مسند ابی ہریرہ ۳ ج ۲ ص ۳۵۲ رقم: ۸۶۱۹ مسند الذاری، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۳۷۸ رقم: ۸۱۷۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چونکہ چھینک اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے لہذا اس پر اللہ کی حمد کرنی چاہیے، چونکہ اس حمد سے اس نے اللہ کی نعمت کی قدر کی لہذا اسنے والے نے اسے دعائی یرحمک اللہ، چونکہ اس دعا دینے والے نے اس پر احسان کیا لہذا احسان کا بدلہ احسان سے کرتے ہوئے یہ پھر اسے دعا دے اور کہے یہ ہدیہکم اللہ غرضکہ ان ذکروں کے ایر پھیر میں عجیب حکمت ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۷۰)

(884) وَعَنْ أَبِي مُؤَسَّى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَحَمِدَ اللَّهَ فَشَيْتُوهُ فَإِنْ لَمْ يَحْمَدِ اللَّهَ فَلَا تَشَيْتُوهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ اللہ کی حمد کرے تو تم اس کو یرحمک اللہ کہو اور اگر وہ اللہ کی حمد نہ کرے تو اس کو تم یرحمک اللہ نہ کہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تشہیت العاطس، کراۃ التثاؤب، ج ۸ ص ۲۱۵ رقم: ۶۷۷، الادب اللیبھی، باب من عطس فلم یحمد اللہ عزوجل، ج ۱ ص ۱۵۵ رقم: ۲۶۲ المستدرک للحاکم، کتاب الادب، ج ۲ ص ۲۳۳ رقم: ۶۹۰، الادب المفرد، باب تشہیت الرجل المرأۃ، ص ۲۲۲ رقم: ۴۱۱ مسند امام احمد، حدیث ابی موسیٰ الاشعری، ج ۳ ص ۳۱۲ رقم: ۱۹۷۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ بھی ممانعت کے لیے ہے لہذا ایسے شخص کو جواب دینا گناہ ہے، بعض فرماتے ہیں کہ یہی سنیت کی نفی کے لیے ہے یعنی ایسے کو جواب دینا سنت نہیں مگر گناہ بھی نہیں مگر یہ بات یقینی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کو جواب نہیں دیا لہذا جواب نہ دینا ہی سنت ہے۔ (اشع) خیال رہے کہ عدم فعل سنت نہیں ہوتا بلکہ ترک فعل سنت ہوتا ہے عدم اور ترک میں بڑا فرق ہے۔ عدم زنا پر ثواب نہیں بلکہ ترک گناہ پر ثواب ہے، جب کسی کام کا باعث موجود ہو پھر کام نہ کیا جاوے وہ ترک ہے اور مطلقاً کوئی کام نہ کرنا عدم فعل ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۷۲)

(885) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَبَّتَ أَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَبِّتِ الْآخَرَ، فَقَالَ الَّذِي لَمْ يُشَبِّتْهُ: عَطَسَ فَلَا أُنْشِئُهُ، وَعَطَسْتُ فَلَمْ تُشَبِّتْنِي؟ فَقَالَ: هَذَا حَمْدُ اللَّهِ، وَإِنَّكَ لَمْ تُحْمَدِ اللَّهَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں کو نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں چھینک آئی آپ نے ایک کو دعائیہ جواب دیا دوسرے کو نہ دیا تو جس کو آپ نے جواب نہ دیا تھا اس نے کہا فلاں کو چھینک آئی اس کو آپ نے جواب عطا فرمایا ہے مجھے جواب نہ دیا فرمایا اس نے اللہ کی حمد کی ہے اور تم نے اللہ کی حمد نہیں کی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحمد العاطس، ج ۸ ص ۲۹ رقم: ۱۲۲۱ صحیح مسلم، باب تشبیت العاطس وکراہۃ العشاؤب ج ۸ ص ۲۲۵ رقم: ۶۶۷۷ سنن ابن ماجہ، باب تشبیت العاطس، ج ۲ ص ۱۲۲۲ رقم: ۲۶۱۲ سنن ترمذی، باب ما جاء فی ایجاب التشبیت بحمد العاطس، ج ۲ ص ۸۲ رقم: ۲۶۴۲ مصنف عبدالرزاق، باب وجوب التشبیت، ج ۱ ص ۵۲ رقم: ۱۸۹۰۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چھینک کے جواب کو تشبیت کہتے ہیں یہ بنا ہے شمت سے بمعنی آفت و مصیبت یا لوگوں کا طعنہ۔ اس سے ہے شامت اعداء باب تفعیل سلب کے لیے ہے لہذا اس کے معنی ہوئے ہوئے مصیبت دور کرنا یعنی دعا دینا دعاء خیر کو تشبیت اسے لیے کہا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ چھینکنے والے کا جواب جب دیا جاوے جب وہ الحمد للہ کہے اور یہ سنے بھی ایک شخص نے دیوار کے پیچھے چھینک لی تو حضرت عمر نے فرمایا یرحمک اللہ ان حمدت اللہ اگر تو نے رب کی حمد کی ہو تو خدا تجھ پر رحم کرے اگر اکیلا آدمی چھینک لے اور الحمد للہ کہے کوئی جواب دینے والے نہ ہو تو خود ہی کہہ لے یغفر اللہ لی ولکم کیونکہ فرشتے اس کی چھینک کا جواب دیتے ہیں یہ ان کی نیت سے یہ دعا کرے جیسے نماز کے سلام میں فرشتوں کی نیت کرے اگر اکیلا ہو۔ (مرقۃ)

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۷۱)

(886) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَطَسَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب چھینک آتی تو آپ اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ

وَضَعَ يَدَهُ أَوْ ثَوْبَهُ عَلَى فِيهِ، وَخَفَضَ أَوْ غَضَّ يَدَهُ
صَوْتَهُ. شَكَّ الرَّائِي. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ.
وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ."
پر رکھ لیتے اور آواز کو پست کرتے۔ خَفَضَ یا غَضَّ
کون سا لفظ حضرت ابو ہریرہ نے کہا راوی کو شک ہے
معنی ایک ہی ہے۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام
ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب فی العطاس ج ۲ ص ۳۶۶ رقم: ۵۰۳۱ سنن ترمذی: باب ما جاء فی خفض الصوت
وتخمير الوجه عند العطاس ج ۲ ص ۸۶ رقم: ۲۴۵۰ مستدرک للحاکم: کتاب الايمان والنذور ج ۱ ص ۳۱۳ رقم: ۴۴۹۱ مشکوٰۃ
المصابیح: باب السلام: الفصل الثاني ج ۲ ص ۲۶ رقم: ۲۴۲۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
چھینک کے وقت اپنا پورا چہرہ یا پورا منہ کپڑے یا ہاتھ سے ڈھانپ لینا سنت ہے کہ اس سے رطوبت کی چھینکیں نہ
اڑ سکیں اور اپنے یا دوسرے کے کپڑے خراب نہ ہوں گے اور چھینک کی آواز حتی الامکان پست کرنا بھی سنت ہے کہ یہ آواز
بلند ہو تو بری معلوم ہوتی ہے لوگ اچھل پڑتے ہیں، چھینک کی آواز آہستہ نکلے الحمد کی آواز بلند ہو۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۷۵)

(887) وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:
كَانَ الْيَهُودُ يَتَعَاطَسُونَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَزْجُونَ أَنْ يَقُولَ لَهُمْ: يَزْحَكُكُمْ اللَّهُ،
فَيَقُولُ: "يَهْدِيكُمْ اللَّهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" رَوَاهُ أَبُو
دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ."
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
یہود رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں جان بوجھ کر چھینکتے تاکہ
آپ ان کو یرحمکم اللہ کہہ دیں تو آپ ان کو فرمایا کرتے
يَهْدِيكُمْ اللَّهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔ اس حدیث کو ابوداؤد
اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب کیف تشبعت العاطس ج ۲ ص ۲۶۶ رقم: ۵۰۳۵ سنن ترمذی: باب کیف تشبعت
العاطس ج ۲ ص ۸۲ رقم: ۲۴۲۱ سنن الدارمی: باب اذا عطس الرجل ما يقول ج ۲ ص ۳۶۸ رقم: ۱۰۵۹ سنن النسائی الکبیری: باب
ما يقول اذا عطس ج ۲ ص ۶۶ رقم: ۱۰۰۳۱ مسند امام احمد مسند علی بن ابی طالب ج ۱ ص ۱۲۰ رقم: ۱۴۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی دیدہ و دانستہ چھینک لیا کرتے تھے ناک میں تنکے ڈال کر یا کسی اور طریقہ سے جیسا کہ یتعاطسون بت رہا ہے۔
اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ یہود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقبول الدعاء اللہ کا محبوب جانتے تھے اس لیے
آپ کی دعا لینے کی کوشش کرتے تھے مگر ایمان نہ لاتے تھے حضور سے دعا لینے کی ترکیب ایمان لانا اور نیک اعمال کرنا ہے
خصوصاً نماز تہجد کی پابندی کرنا۔ دوسرے یہ کہ کفار کے لیے دعاء مغفرت دعاء رحمت کرنا ممنوع ہے انہیں دعاء سے ہدایت
کرے، رحمت مغفرت صرف مسلمانوں کے لیے ہے ہدایت کفار کو بھی مل سکتی ہے کہ وہ ہدایت پا کر ایمان قبول کر لیں۔

(مرآة المناجیح، ج ۶ ص ۵۷۷)

(888) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا تَنَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهِ عَلَى فِئِهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اس کو اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لینا چاہیے کیوں کہ شیطان اندر چلا جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تسمیۃ العاطس وکراہۃ التثاؤب ج ۸ ص ۲۲۶ رقم: ۵۶۸۳ الادب المفرد باب اذا تشاءب فلیضع یدہ علی فئہ ص ۳۲ رقم: ۶۳۹ سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی التثاؤب ج ۳ ص ۳۶۵ رقم: ۵۰۲۸ سنن الدارمی، باب العفاؤب فی الصلاة ج ۱ ص ۲۴۲ رقم: ۱۳۸۲ مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری ج ۲ ص ۱۱۱ رقم: ۱۱۱۲۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی یا انگلیوں کی پشت منہ پر رکھ لے کہ یہ ہی سنت ہے جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ (شیطان اندر چلا جاتا ہے) یا تو خود شیطان ہی داخل ہوتا ہے کہ اگرچہ وہ مردود ہمارے خون کے ساتھ گردش کرتا ہے مگر ہمارے منہ میں اس وقت گھستا ہے یا اس کے دوسرے داخل ہوتے ہیں۔ بہر حال جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ ضرور رکھ لے کہ اس سے نہ شیطان داخل ہوگا نہ اس کے دوسرے نہ ہوائی کیڑے مکوڑے۔ (مرآة المناجیح، ج ۶ ص ۵۷۷)

143- بَابُ اسْتِخْبَابِ الْمُصَافَحَةِ عِنْدَ

الِلِّقَاءِ وَبَشَاشَةِ الْوَجْهِ وَتَقْبِيلِ يَدِ

الرَّجُلِ الصَّالِحِ وَتَقْبِيلِ وَلَدِهِ

شَفَقَةً وَمُعَانَقَةً الْقَادِمِ مِنْ

سَفَرٍ وَكَرَاهِيَةِ الْإِمْحَاءِ

شرح: مصافحہ و معانقہ و بوسہ و قیام

حدیث شریف میں ہے کہ جب دو مسلمان ملیں اور مصافحہ کریں اور اللہ عزوجل کی حمد کریں اور استغفار کریں تو دونوں کی مغفرت ہو جائے گی۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی المصافحہ، رقم ۵۲۱۱، ج ۴، ص ۲۵۳)

مسئلہ: مصافحہ سنت ہے اور اس کا ثبوت متواتر حدیثوں سے ہے اور احادیث میں اس کی بہت بڑی فضیلت آئی ہے ایک حدیث میں ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور ہاتھ کو ہلایا تو اس کے تمام گناہ گرجائیں گے جتنی بار ملاقات ہو ہر بار مصافحہ کرنا مستحب ہے مطلقاً مصافحہ کا جائز ہونا یہ بتاتا ہے کہ نماز فجر و نماز عصر کے بعد جو اکثر جگہ مصافحہ کرنے کا مسلمانوں میں رواج ہے یہ بھی جائز ہے اور فقہ کی جو بعض کتابوں میں اس کو بدعت کہا گیا ہے اس سے مراد بدعت

حسنہ ہے اور ہر بدعت حسنہ جائز ہی ہوا کرتی ہے۔ اور جس طرح نماز فجر و عصر کے بعد مصافحہ جائز ہے دوسری نمازوں کے بعد بھی مصافحہ کرنا جائز ہے کیونکہ جب اصل مصافحہ کرنا جائز ہے تو جس وقت بھی مصافحہ کیا جائے جائز ہی رہے گا جب تک کہ شریعت مطہرہ سے اس کی ممانعت ثابت نہ ہو جائے اور ظاہر ہے کہ پانچوں نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے کی کوئی ممانعت شریعت کی طرف سے ثابت نہیں ہے لہذا پانچوں نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے۔

• (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الخطر والاباح، باب الاستبراء، ج ۹، ص ۶۲۸)

مسئلہ: مصافحہ کا ایک طریقہ وہ ہے جو بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک ہاتھ ان کے دونوں ہاتھوں کے درمیان میں تھا یعنی ہر ایک کا ایک ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھوں کے درمیان میں ہو دوسرا طریقہ جس کو بعض فقہانے بیان کیا ہے اور اس کو بھی حدیث سے ثابت بتاتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہر ایک اپنا دایا ہاتھ دوسرے کے داہنے ہاتھ سے اور بائیں ہاتھ بائیں ہاتھ سے ملے اور انگوٹھے کو دبائے کہ انگوٹھے میں ایک رگ ہے کہ اس کے پکڑنے سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ (بہار شریعت، ج ۳، ص ۶۸)

مسئلہ: وہابی غیر مقلد دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کو ناجائز اور خلاف سنت بتاتے ہیں اور یہ کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں یہ ان لوگوں کی جہالت ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف صاف تحریر فرمایا ہے کہ ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا چاہیے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الآداب، باب الصافۃ والمعاانقۃ، ج ۳، ص ۲۲)

مسئلہ: معانقہ کرنا بھی سنت ہے کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے معانقہ فرمایا ہے۔ (بہار شریعت، ج ۳، ص ۱۶، ص ۹۸)

مسئلہ: بعد نماز عیدین مسلمانوں میں معانقہ کا رواج ہے اور یہ بھی اظہار خوشی کا ایک طریقہ ہے یہ معانقہ بھی جائز ہے بشرط یہ کہ فتنہ کا خوف اور شہوت کا اندیشہ نہ ہو مثلاً خوبصورت امرد لڑکوں سے معانقہ کرنا کہ یہ فتنہ کا مکمل ہے لہذا اس سے بچنا چاہیے۔ (بہار شریعت، ج ۳، ص ۱۶، ص ۹۸)

مسئلہ: کسی مرد کے رخسار یا پیشانی یا ٹھوڑی کو بوسہ دینا اگر شہوت کے ساتھ ہو تو ناجائز ہے اور اگر اکرام و تعظیم کے لئے ہو تو جائز ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں آنکھوں کے درمیان کو بوسہ دیا اور حضرات صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی بوسہ دینا ثابت ہے۔

(بہار شریعت، ج ۳، ص ۱۶، ص ۹۸، ۹۹)

مسئلہ: عالم دین اور بادشاہ عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہے بلکہ ان لوگوں کے قدم کو چومنا بھی جائز ہے بلکہ اگر کسی عالم دین سے لوگ یہ خواہش ظاہر کریں کہ آپ اپنا ہاتھ یا قدم مجھے دیجئے کہ میں بوسہ دوں تو لوگوں کی خواہش کے مطابق وہ

عالم اپنا ہاتھ پاؤں بوسہ کیلئے لوگوں کی طرف بڑھا سکتا ہے۔

(الدر المختار، کتاب المحظر والاباح، باب الاستبراء وغیرہ، ج ۹، ص ۶۳۱-۶۳۲)

مسئلہ: بعض لوگ مصافحہ کرنے کے بعد خود اپنا ہاتھ چوم لیا کرتے ہیں یہ مکروہ ہے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

(الدر المختار، کتاب المحظر والاباح، باب الاستبراء وغیرہ، ج ۹، ص ۶۳۲)

(889) عَنْ أَبِي الْخَطَّابِ قَتَادَةَ قَالَ: قُلْتُ
لِأَنْسٍ: أَكَانَتْ الْمُصَافَحَةُ فِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ. رَوَاهُ
الْبُخَارِيُّ. حضرت ابو خطاب قتادہ ؓ سے روایت ہے کہ
میں نے حضرت انس ؓ سے کہا کیا رسول اللہ ﷺ کے
صحابہ کرام ؓ میں مصافحہ کا طریقہ تھا۔ تو انہوں نے
فرمایا: ہاں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب المصافحہ، ج ۸، ص ۵۹، رقم: ۶۲۶۳، الادب للبيهقي، باب السنين يلتقيان
ج ۱، ص ۱۲۱، رقم: ۶۲۵، صحيح ابن حبان، باب افشاء السلام، ج ۲، ص ۲۲۵، رقم: ۳۹۷، مسند ابی یعلیٰ، مسند قتادة عن انس بن مالك
ج ۵، ص ۲۵۲، رقم: ۲۸۶۱، جامع الاصول لابن الدير، الفصل العاشر في المصافحة، ج ۵، ص ۶۱، رقم: ۴۸۶۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بوقت ملاقات مصافحہ کرنا سنت صحابہ ہے بلکہ سنت رسول اللہ ﷺ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۱۳)

(890) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا
جَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ: "قَدْ جَاءَ كُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ وَهُمْ أَوَّلُ مَنْ
جَاءَ بِالْمُصَافَحَةِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ. حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ جب یمنی
لوگ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس
یمنی آئے اور انہوں نے مصافحہ کی ابتداء کی تھی۔ ابو داؤد
نے اسے صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب في المصافحة، ج ۲، ص ۵۲، رقم: ۵۲۱۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن
مالك رضي الله عنه، ج ۲، ص ۲۵۱، رقم: ۱۳۳۹، الادب المفرد للبخاري، باب المصافحة، ص ۲۲۶، رقم: ۶۶، مسند البزار، مسند ابی حمزة
عن انس بن مالك، ج ۲، ص ۳۰۰، رقم: ۶۱۲۸، جامع الاصول لابن الدير، الفصل العاشر في المصافحة، ج ۵، ص ۶۱، رقم: ۴۸۶۱)

شرح حدیث: سب سے پہلے یمنی اسلامی بھائیوں نے سرکارِ پُر وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مصافحہ کرنے
(ہاتھ ملانے) کا شرف حاصل کیا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اہل یمن مدنی سرکار صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس
اہل یمن آئے ہیں اور وہ پہلے آدمی ہیں، جنہوں نے آکر مصافحہ کیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب في المصافحة، الحديث ۵۲۱۳، ج ۲، ص ۲۵۳)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں اس کے متعلق فرماتے ہیں:

سابعا مصافحہ امور معاشرت سے ایک امر ہے جس سے مقصود شرع باہم مسلمانوں میں از دیاد الفت اور ملتے وقت اظہار انس و محبت ہے حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تصافحوا یدہب الغل عن قلوبکم۔ اخرجہ ابن عدی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونحوہ ابن عساکر عن ابی ہریرۃ اولہ تھا دوا و تحابوا ونحوہذا اخرجہ مالک فی المؤطا بسند جید عن عطاء الخراسانی مرسل۔ آپس میں مصافحہ کرو تمہارے سینوں سے کینے نکل جائیں گے۔ (ابن عدی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کی تخریج کی ہے اور اس کی مثل ابن عساکر نے ابو ہریرہ سے روایت کیا جس کی ابتداء ان الفاظ سے ہے ہدیہ لینا دینا چاہئے تم آپس میں محبت کرو گے اور اس کی مثل امام مالک نے مؤطا میں جید سند کے ساتھ مراسل طریقہ پر عطاء خراسانی سے روایت کی ہے۔ (ت)

(۱) الکامل لابن عدی ترجمہ محمد بن ابی زعیرۃ الخ دار الفکر بیروت ۶/۲۲۱۱) (کنز العمال بحوالہ عدی عن ابن عمر حدیث ۲۵۳۴۴ موسسة الرسالہ بیروت ۹/۱۳۰) (الترغیب والترہیب بحوالہ مالک عن عطاء الخراسانی الترغیب فی المصافحہ مصطفیٰ البابی مصر ۳/۴۳۴)

(۲) مؤطا امام مالک باب ماجاء فی المهاجرة میر فتح کتب خانہ کراچی ص ۷۰۷) (کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۵۰۵۶ موسسة الرسالہ بیروت ۶/۱۱۰)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ الباقیہ میں لکھتے ہیں:

السری البصافحة وقوله مرحبا بفلان ومعانقة القادم ونحوها انها زيادة المؤدة والتبشيش ورفع للوحشة والتدابير۔ (حجة اللہ البانۃ آداب الصحبة السری فی انشاء السلام الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/۱۹۸)

مصافحہ اور مرحبا فلان کو، اور آنے والے سے معانقہ جیسے امور میں محبت اور خوشی زیادہ ہوتی ہے اور ان سے وحشت اور اجنبیت ختم ہوتی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

التحاب فی الناس خصلة یرضاها اللہ تعالیٰ واقشاء السلام الة صالحة لانشاء المحبة وكذلك البصافحة وتقبيل الید ونحو ذلك۔

(حجة اللہ البانۃ آداب الصحبة السری فی انشاء السلام الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/۱۹۷)

لوگوں میں محبت وہ خصلت ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث ہے اور سلام کی عادت محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اور یوں ہی مصافحہ اور دست بوسی وغیرہ بھی (ت)

اور بیشک یہ امور عرف و عادت قوم پر مبنی ہوتے ہیں جو امر جس طرح جس قوم میں رائج اور ان کے نزدیک الفت و موانست اور اس کی زیادت پر دلیل ہو وہ عین مقصود شرع ہوگا جب تک بالخصوص اس میں کوئی نمی وارد نہ ہو و وجہ یہ کہ اس کی

کسی خصوصیت سے شرع مطہر کی کوئی خاص غرض متعلق نہیں۔ اصل مقصود سے کام ہے جس ہیئت سے حاصل ہو۔ آخر نہ دیکھا کہ انھیں امور میں جو وقت ملاقات بغرض مذکور مشروع ہوئے ایک مرحبا کہنا تھا کہ اس سے بھی خوشدلی اور اس شخص کے آنے پر فرحت ظاہر ہوتی ہے۔

حدیث براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گزرا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:
لا یلقى مسلم مسلماً فی حبیبہ ویأخذ بیدہ الا تناثرت الذنوب بینہما۔ الحدیث۔

(نصب الرایۃ کتاب لکراہیۃ فصل فی الاستبراء نور یہ رضویہ لاہور ۲/ ۵۶۶) (شعب الایمان حدیث ۸۹۵۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۲۷۵)
جو مسلمان مسلمان سے مل کر مرحبا کہے اور ہاتھ ملائے ان کے گناہ جھڑ جائیں۔

پھر بلاد عجمیہ میں اس کا رواج نہیں، فارس میں اس کی جگہ خوش آمدی کہتے ہیں۔ اور ہندوستان میں آئیے آئیے تشریف لائیے، اور اس کی مثل کلمات۔۔۔ اب کوئی عاقل اسے مخالفت حدیث و مزاحمت سنت نہ جانے گا، رات دن دیکھا جاتا ہے کہ خود حضرات منکرین میں دوستوں کے ملتے وقت اسی قسم کے الفاظ کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ کیوں نہیں بدعت و ممنوع و خلاف سنت قرار پاتے۔ تو وجہ کیا کہ اصل مقصود شرع وہی اظہار خوشدلی بغرض ازدیاد محبت ہے۔ یہ مطلب عرب میں لفظ مرحبا سے مفہوم ہوتا تھا۔ یہاں ان لفظوں سے ادا کیا جاتا ہے۔ تو غرض شریعت کی ہر طرح حاصل ہے۔ خود مصافحہ بھی شرع مطہر کا اپنا وضع فرمایا ہوا نہیں بلکہ اہل یمن آئے انھوں نے اپنے رسم و رواج کے مطابق مصافحہ کیا، شرع نے اس رسم کو اپنے مقصود یعنی ایٹلاف مسلمین کے موافق پا کر مقرر رکھا۔ اگر رسم کسی اور طریقے سے ہوتی اور اسکی خصوصیت میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا تو شرع اسے مقرر رکھتی اور ایسے ہی وعدہ ہائے ثواب اس پر فرماتی۔ ہاں! وہ بات جس میں کسی طرح مقاصد شرع سے مخالفت ہو بے شک ناپسند ہوگی اگرچہ کسی قوم میں اس کی رسم پڑی ہو۔ جیسے سلام کے عوض بلا ضرورت شریعہ انگلی یا ہتھیلی کا اشارہ کہ بوجہ مشابہت یہود و نصاریٰ اس سے ممانعت آئی، حدیث ضعیف میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منامن تشبہ بغیرنا لا تشبہوا بالیہود ولا بالنصارى فان تسلیم الیہود الاشارة بالاصابع وان تسلیم النصارى بالاکف رواہ الترمذی والطبرانی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال الترمذی هذا حدیث اسنادہ ضعیف۔

(جامع الترمذی کتاب الاستیذان باب ما جاء فی فضل الذی یداب السلام امین کہنی دہلی ۲/ ۹۳)

ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیر سے مشابہت پیدا کرے۔ یہود و نصاریٰ سے تشبہ نہ کرو کہ یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں سے ہے (اس کو ترمذی اور طبرانی نے عمرو بن شعیب سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا۔ ترمذی نے کہا اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ ص ۳۰۸-۳۰۹)

(891) وَعَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَفْترِقَا أَبُو دَاوُدَ.

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو مسلمان آپس میں مل کر مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ ہونے سے پہلے ان کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سان ابو داؤد باب فی المصافحہ ج ۳ ص ۵۲۱ رقم: ۵۲۱۳ السنن الکبریٰ للبیہقی باب ما جاء فی مصافحہ الرجل الرجل ج ۲ ص ۱۹ رقم: ۱۲۹۵۵ سنن ابن ماجہ باب المصافحہ ج ۲ ص ۱۲۲ رقم: ۲۴۰۳ سنن ترمذی باب ما جاء فی المصافحہ ج ۲ ص ۶۲ رقم: ۲۶۱۶ مسند امام احمد حدیث البراء بن عازب رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۸۹ رقم: ۱۸۵۰۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مصافحہ سے گناہ صغیرہ جو ہاتھ سے کیے گئے معاف ہو جاتے ہیں، گناہ کبیرہ اور حقوق العباد معاف نہیں ہوتے۔ ابو الشیخ نے بروایت حضرت عمر مرفوعاً حدیث نقل کی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو مسلمان جب مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی سورتیں اترتی ہیں نوے رحمتیں مصافحہ کی ابتداء کرنے والے پر اور دس رحمتیں دوسرے پر۔ (مرقات)

مصافحہ کرتے وقت دونوں صاحب پہلے تو اللہ کی حمد اس کا شکر کریں کہ اس نے ان کو اسلام کی برکت سے بھائی بھائی بنا دیا پھر ہر شخص دونوں کے لیے دعائے مغفرت کرے کہ کہے یغفر اللہ لنا ولکم، بعض لوگ اس وقت درود شریف پڑھتے ہیں یہ بھی اچھا ہے کہ حضور کی سنت ادا کرتے وقت حضور پر درود شریف پڑھیں جن کے صدقہ میں یہ سنت ملی۔

(مرآۃ المناجیح ج ۶ ص ۵۱۶)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

احادیث فضائل جن میں مصافحہ کی ترغیب اور اس کی خوبیوں کا بیان ہے مثلاً:

حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما جسے طبرانی نے معجم اوسط اور بیہقی نے شعب الایمان میں بسند صالح روایت کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا لَقِيَ الْمُؤْمِنَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَأَجَدَّ بِيَدِهِ فَصَافَحَهُ تَنَاسَرَتْ خَطَايَاهُ كَمَا تَنَاسَرَتْ وَرَقُ الشَّجَرِ۔ جب مسلمان سے مسلمان مل کر سلام کرتا اور ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے ان کے گناہ جھڑ پڑتے ہیں جیسے پیڑوں کے پتے۔

(المعجم الاوسط حدیث ۲۳۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۱/ ۱۸۳) (شعب الایمان فصل فی المصافحہ حدیث ۸۹۵۱ دار لکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۲۷۳)

حدیث سہمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ معجم کبیر طبرانی میں بسند حسن مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے

ہیں:

إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا لَقِيَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ فَأَخَذَ بِيَدِهِ تَحَاثَّتْ عَنْهُمَا ذُنُوبُهُمَا۔

مسلمان جب اپنے بھائی سے مل کر اس کا ہاتھ پکڑتا ہے ان کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

(المعجم الکبیر حدیث ۲۱۵۰ المکتبہ الفیصلیہ بیروت ۶/۲۵۶)

حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ امام احمد نے ایسی سند سے جس کے سب رجال سوا میمون بن موسیٰ مرکی بصری صدوق مدلس کے ثقات عدول ہیں اور نیز ابو علی و بزار نے روایت کی:

عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ اتَّقِيَا فَاَخَذَ أَحَدُهُمَا بِيَدِ صَاحِبِهِ إِلَّا مَا كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ أَنْ يُخْضِرَ دُعَاؤُهُمَا وَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ أَيْدِيَهُمَا حَتَّى يَغْفِرَ لَهُمَا۔

(مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۴۲) (الترغیب والترہیب بحوالہ احمد والبخاری و ابی یعلی الترمذی

فی المصافحہ حدیث ۴ مصطفیٰ البابی مصر ۳/۴۳۲)

جب دو مسلمان ملاقات کے وقت ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑیں اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ان کی دعا قبول فرمائے اور ان کے ہاتھ جدا نہ ہونے پائیں کہ ان کے گناہ بخش دے۔

حدیث براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ امام احمد نے مسند اور ضیاء نے مختارہ میں بسند صحیح روایت کی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایما مسلمین اتقیا فاخذ احدهما بيد صاحبه و تصافحا وحسدا الله جميعا تفرقا ليس بينهما خطيئة۔ (مسند احمد بن حنبل عن براء بن عازب المکتبہ الاسلامی بیروت ۳/۲۹۳ و ۲۹۴)

جو دو مسلمان آپس میں مل کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑیں اور مصافحہ کریں اور دونوں حمد الہی بجالائیں بیگناہ ہو کر جدا ہوں۔

نیز حدیث براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ بیہقی نے بطریق یزید بن براء تخریج کی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لا یلقی مسلم مسلما فیرحب بہ ویأخذ بيده الا تناسرت الذنوب بينهما كما يتناثر ورق الشجرة۔ (شعب الایمان حدیث ۸۹۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/۴۷۵)

جو مسلمان مسلمان سے مل کر مرحبا کہے اور ہاتھ ملائے ان کے گناہ بزرگ درخت کی طرح جھڑ جائیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ ص ۲۷۴-۲۷۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی یا دوست کو ملتا ہے کیا اس کے لیے جھکے فرمایا نہیں عرض کیا: اس کو چمٹ جائے اور بوسہ لے۔ فرمایا: نہیں۔ کہا کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے؟ فرمایا: ہاں۔ اسے

(892) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ، الرَّجُلُ مِمَّا يَلْقَى أَخَاهُ، أَوْ صَدِيقَهُ، أَيْتَحَنَّنِي لَهُ؟ قَالَ: "لَا". قَالَ: أَفَيَلْتَزِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ؟ قَالَ: "لَا". قَالَ: فَيَأْخُذُ بِيَدِهِ وَيُصَافِحُهُ؟ قَالَ: "نَعَمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ

امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

حسن۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء فی البصاۃ، ج ۵، ص ۷۵، رقم: ۲۷۲۸ جامع الاصول الفرع الرابع فی تحیة الجاهلیة والاشارة بالرأس والید ج ۱، ص ۱۰۸، رقم: ۸۱۲، مشکوٰۃ البصاۃ، باب السلام، الفصل الثانی، ج ۲، ص ۱۲، رقم: ۳۱۸۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ جھکنا رکوع ہے اور غیر خدا کو جیسے سجدہ کرنا حرام ہے ایسے ہی رکوع کرنا بھی حرام ہے۔ خیال رہے کہ جھکنا جب ممنوع ہے جب کہ تعظیم کے لیے ہو، اگر جھکنا کسی اور کام کے لیے ہو اور وہ کام تعظیم کے لیے ہو تو جائز جیسے کسی کے جوتے سیدھے کرنے یا اس کا ہاتھ یا پاؤں چومنے کے لیے جھکنا ممنوع نہیں کہ یہ جھکنا اولیٰ کاموں کے لیے ہے۔

لپٹنے اور چومنے کی ممانعت کی چند وجہیں ہو سکتی ہیں: ہر ایک سے معانقہ کرنا، ہر ایک کے ہاتھ پاؤں چومنا منع ہے، خاص بزرگوں کی دست و پابوسی اور خاص پیاروں کو گلے لگانا جائز ہے یا دنیا داروں مالداروں سے خوشامد کے لیے لپٹنا، ان کے ہاتھ پاؤں چومنا درست نہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں معانقہ اور دست و پابوسی کا ثبوت ہے، حضور نے بعض صحابہ سے معانقہ کیا ہے اور صحابہ نے حضور کے ہاتھ پاؤں چومے ہیں۔ (مرقات، لمعات، اشعہ)

یعنی مصافحہ کرنا ہر مسلمان سے سنت ہے بوقت ملاقات مصافحہ کرے بوقت وداع نہ کرے کہ وداع کے وقت مصافحہ کرنے سے محبت گھٹتی ہے۔ (مراۃ الناجح، ج ۶، ص ۵۱۷)

(893) وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ، قَالَ: قَالَ يَهُودِيُّ لِمُصَاحِبِهِ: إِذْهَبْ بِنَا إِلَى هَذَا النَّبِيِّ، فَأَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَا عَنْ تَسْبِيحِ آيَاتِ بَيْتِنَا... فَذَكَرَ الْحَدِيثَ إِلَى قَوْلِهِ: فَقَبَّلَا يَدَهُ وَرَجُلَهُ، وَقَالَا: نَشْهَدُ أَنَّكَ نَبِيٌّ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ بِإِسْنَادٍ صَحِيحَةٍ.

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا: ہمارے ساتھ اس نبی کے پاس چل پھر وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے انہوں نے نو واضح آیات کے بارے میں سوال کیا..... پھر حدیث کو فقہ بلا یدہ ورجلا تک بیان کیا یعنی ان دونوں نے (رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چومے اور) کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں۔ ترمذی وغیرہ نے اسانید صحیحہ کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء فی قبلة الید والرجل، ج ۵، ص ۷۷، رقم: ۲۷۲۲ السنن الکبیری للبیہقی باب ما علی من رفع الی السلطان ما فیہ ضرر علی مسلم، ج ۸، ص ۱۶۶، رقم: ۱۷۱۷، سنن النسائی الکبیری باب السحر، ج ۲، ص ۲۰۶، رقم: ۳۵۲۱، مسند ابن ابی شیبہ، حدیث صفوان بن عسال المرادی، ص ۸۵، رقم: ۸۸۰)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

روایت ہے حضرت صفوان ابن عسال سے فرماتے ہیں کہ یہودی اپنے ساتھی سے بولا کہ مجھے ان نبی کے پاس لے چل ساتھی بولا کہ انہیں نبی نہ کہو اگر وہ سن لیں گے تو انکی چار آنکھیں ہو جائیں گی پھر وہ دونوں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کھلی نشانیوں کے بارے میں پوچھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراؤ نہ چوری کرو، نہ زنا کرو، نہ ناحق کسی محترم جان کو قتل کرو، نہ کسی بے قصور کو حاکم کے پاس لے جاؤ تاکہ اسے قتل کر دے اور نہ جادو کرو نہ سود کھاؤ نہ پاکدامن کو زنا کا بہتان لگاؤ، نہ جہاد کے دن بھاگنے کے لئے پیٹھ پھیرو اور اسے یہودیوں پر خصوصاً یہ بھی لازم ہے کہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نہ بڑھو راوی فرماتے ہیں کہ تب ان دونوں نے حضور کے ہاتھ پاؤں چومے اور بولے ہم گواہ ہیں کہ آپ سچے نبی ہیں حضور نے فرمایا پھر تمہیں میری پیروی سے کون چیز روکتی ہے وہ بولے کہ داؤد علیہ السلام نے رب سے دعا کی تھی کہ انکی اولاد میں نبوت رہے ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم آپ کی پیروی کر لیں تو ہم کو یہودی مار ڈالیں گے۔ (ابوداؤد، نسائی)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(صفوان ابن عسال) آپ صحابی ہیں، کوفے کے رہنے والے، قبیلہ بنی مراد سے ہیں، بارہ غز ووں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔

(ساتھی بولا کہ انہیں نبی نہ کہو) معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کی گواہی دیتے تھے مگر محض ضد سے انکاری تھے۔

(تو انکی چار آنکھیں ہو جائیں گی) یعنی وہ خوش ہو جائیں گے اور یہود سے یہ کہہ سکیں گے کہ تمہارے لوگ بھی ہمیں نبی کہتے ہیں۔ سبحان اللہ! عظمت وہ جس کی دشمن بھی گواہی دیں۔

(کھلی نشانیوں کے بارے میں پوچھا) کھلی نشانیوں سے مراد یا تو وہ نیک اعمال ہیں جو عامل کی نیک بختی کی علامت ہوں، اس صورت میں حضور کا یہ جواب سوال کے مطابق ہے، یا اس سے موسیٰ علیہ السلام کے کھلے ہوئے نو معجزے مراد ہیں۔ رب فرماتا ہے: وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ اس صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب حکیمانہ ہے یعنی وہ نہ پوچھو بلکہ اپنی فکر کرو اور کرنے والے اعمال پوچھو۔ خیال رہے کہ انہوں نے نو چیزیں پوچھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس بتائیں ۹ وہ جو ہر دین کے احکام ہیں اور دسویں وہ جو دین یہود کے ساتھ خاص ہیں، یعنی ہفتہ کو شکار نہ کرنا۔

(کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراؤ) ہو سکتا ہے کہ اس میں اشارۃً یہ بتایا گیا ہو کہ یہودی مشرک ہیں۔ کیونکہ وہ حضرت عزیز علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں۔ اور بیٹا باپ کا شریک ہوتا ہے۔

(نہ کسی بے قصور کو حاکم کے پاس لے جاؤ) کہ یہ ڈبل جرم ہے حاکم کو دھوکہ دینا اور بے قصور کی جان لینا یہ بھی عام دینوں میں حرام رہا۔

(نہ سود کھاؤ) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سود کسی نبی کے دین میں جائز نہ ہوا کیونکہ یہ ان اعمال کی فہرست ہے جو تمام دینوں میں مروج تھے۔

(نہ جہاد کے دن بھاگنے کے لئے پیٹھ پھیرو) یہ حکم بھی تمام دینوں میں رہا جن میں جہاد فرض تھا جن میں جہاد ہی نہ تھا وہاں یہ حکم بھی نہ تھا۔

(ہفتہ کے بارے میں حد سے نہ بڑھو) اس دن شکار نہ کرو یعنی ہفتہ کو شکار نہ کرنا تمہاری توریت کا حکم ہے یہ تمہارے لئے آیت پینہ تھی اب توریت منسوخ ہو چکی یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری آسمانی کتب سے واقف ہیں اور یہ واقفیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے اسی لئے وہ سائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گر گئے۔

(ان دونوں نے حضور کے ہاتھ پاؤں چومے) ظاہر یہ ہے کہ پاؤں شریف پر بھی منہ لگا کر بوسہ دیا۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے قدم چومنا جائز ہیں۔ اور پاؤں کے لیے جھکنا نہ سجدہ ہے نہ ممنوع و نہ حضور علیہ السلام انہیں منع فرما دیتے۔ خیال رہے کہ قرآن کریم، سنگ اسود، بزرگوں کے ہاتھ پاؤں، والدین کے ہاتھ پاؤں پر منا ثواب بھی ہے اور باعث برکت بھی۔ بعض بزرگ تو اپنے مشائخ کے تبرکات چومتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر چومتے تھے بوسہ کی بحث اور اس کی قسمیں ہماری "جاء الحق وزهق الباطل" میں دیکھو۔

(ہم گواہ ہیں کہ آپ سچے نبی ہیں) کیونکہ اتی کا یہ علم کھلا معجزہ ہے۔ خیال رہے کہ یہ گواہی جاننے پہنچانے کے معنی میں ہے یعنی ہم نے پہچان لیا کہ آپ نبی ہیں لہذا وہ اس لفظ سے مؤمن نہ بنے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اگلا سوال بھی درست ہوا۔

(پھر تمہیں میری پیروی سے کون چیز روکتی ہے) یعنی جب تم نے مجھے نبی جان لیا پھر مان کیوں نہیں لیتے اور مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے۔

(داؤد علیہ السلام نے رب سے دعا کی تھی کہ انکی اولاد میں نبوت رہے) ان کی یہ دعا قبول ہے اور آپ ان کے اولاد میں نہیں کہ وہ بنی اسرائیل تھے آپ بنی اسمعیل، یہ ان کا خالص افتراء تھا سارے نبیوں نے ہمارے حضور کی پیش گوئی کی۔ داؤد علیہ السلام یہ دعا کیسے مانگ سکتے تھے۔ تعجب ہے کہ یہ دونوں ابھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر چکے اور اب یہ بہتان ہاندھ رہے ہیں۔ بعض یہودیہ بھی کہتے تھے کہ حضور فقط مشرکین عرب کے نبی ہیں، ہمارے نہیں۔ شاید ان کا یہ مقصد ہو۔ اور یہ بھی غلط تھا۔ توریت وزبور میں خبر تھی کہ محمد مصطفیٰ سارے عالم کے نبی ہوں گے، تمام شریعتوں کے ناسخ۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۷۷)

قَالَ فِيهَا: فَذَكُّوْنَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس میں ہے کہ جب ہم نبی اکرم ﷺ سے قریب ہوئے تو فَقَبَّلْنَا يَدَهُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ. ہم نے آپ کے دست اقدس کو بوسہ دیا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب فی قبلة الید ج ۳ ص ۵۲۲ رقم: ۵۲۲۵ الادب للبدیع: باب المسلمین یلعقون ج ۱ ص ۱۲۲ رقم: ۲۲۱ مصنف ابن ابی شیبہ: باب ما جاء فی الفرار من الزحف ج ۱ ص ۵۳۶ رقم: ۲۲۲۴)

شرح حدیث: بوسہ کی چھ قسمیں

یاد رکھو کہ بوسہ کی چھ قسمیں ہیں (۱) بوسہ رحمت جیسے ماں باپ کا اپنی اولاد کو بوسہ دینا (۲) بوسہ شفقت جیسے اولاد کا اپنے والدین کو بوسہ دینا (۳) بوسہ محبت جیسے ایک شخص اپنے بھائی کی پیشانی کو بوسہ دے (۴) بوسہ تحیت جیسے بوقت ملاقات ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو بوسہ دے (۵) بوسہ شہوت جیسے مرد عورت کو بوسہ دے (۶) بوسہ دیانت جیسے حجرا سود کا بوسہ۔ (الدر المختار، کتاب الحظر والاباحہ، باب الاستبراء وغیرہ، ج ۹ ص ۶۳۳)

مسئلہ: عالم دین اور بادشاہ عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہے بلکہ ان لوگوں کے قدم کو چومنا بھی جائز ہے بلکہ اگر کسی عالم دین سے لوگ یہ خواہش ظاہر کریں کہ آپ اپنا ہاتھ یا قدم مجھے دیجئے کہ میں بوسہ دوں تو لوگوں کی خواہش کے مطابق وہ عالم اپنا ہاتھ پاؤں بوسہ کیلئے لوگوں کی طرف بڑھا سکتا ہے۔

(الدر المختار، کتاب الحظر والاباحہ، باب الاستبراء وغیرہ، ج ۹ ص ۶۳۱-۶۳۲)

مسئلہ: بعض لوگ مضائقہ کرنے کے بعد خود اپنا ہاتھ چوم لیا کرتے ہیں یہ مکروہ ہے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

(895) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَدِيمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِينَةَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي، فَأَتَاكَ فَقَرَعَ الْبَابَ، فَقَامَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُوزُ ثَوْبَهُ، فَأَعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: "حَدِيثٌ حَسَنٌ." حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ مدینہ منورہ آئے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے انہوں نے دروازہ پر دستک دی تو اس کی طرف نبی اکرم ﷺ کپڑا کھینچتے ہوئے چلے ان کو گلے ملے اور ان کا بوسہ لیا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء فی المعانقة والقبلة ج ۵ ص ۷۰ رقم: ۲۲۴۲ الرخصة فی تقبیل الید لابن ابراہیم المقرئ ص ۱۲۲ رقم: ۸۸ جامع الاصول لابن الثیر: النوع التاسع فی تلقی المسافرين ج ۵ ص ۲۲ رقم: ۲۰۲۴ مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی: باب السلام ج ۲ ص ۱۲ رقم: ۲۶۸۲)

شرح حدیث: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے غلام تھے لیکن آپ نے ان کو آزاد فرما کر اپنا متبنی بنالیا تھا اور اپنی ہندی حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کا نکاح فرمادیا تھا جن کے بطن سے ان کے صاحبزادے حضرت اسمہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے ان کی ایک بڑی خاص خصوصیت یہ ہے کہ ان کے سوا قرآن مجید میں دوسرے کسی صبی کا نام مذکور نہیں ہے۔ یہ بہت ہی بہادر مجاہد تھے۔ قلاموں میں سب سے پہلے انہوں نے ہی اسلام قبول کیا۔ جنگ موتہ کی مشہور لڑائی میں جب آپ تمام اسلامی افواج کے سپہ سالار تھے ۸ھ میں کفار سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الزای، فصل فی الصحابہ، ص ۵۹۵ ملحوظاً)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کسی سفر سے آئے یا کسی جہاد سے عرصہ تک غائب رہنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات سے مشرف ہوئے اس دن حضور کی باری میرے گھر تھی یہ واقعہ میرے گھر میں درپیش ہوا جسے میں نے اپنی آنکھوں دیکھا۔

(کپڑا کھینچتے ہوئے) یعنی حضور انور نے چادر اوڑھنے یا قمیض پہننے کا توقف نہ کیا بلکہ قمیض پہنتے ہوئے چادر اوڑھتے ہوئے ہی ان کی طرف بڑھے، برہنہ کے یہ ہی معنی ہیں یعنی بے چادر یا بغیر قمیض ورنہ حضور انور کا ستر کسی بیوی صاحبہ نے بھی کبھی نہ دیکھا۔ (مرقات واشعاع) یہاں سے معلوم ہوا ہے کہ حضور انور دولت خانہ میں بھی بغیر قمیض کبھی کسی کے سامنے نہ ہوئے، اس شرم و حیاء پر قربان یا یہ مطلب ہے کہ میں نے اس طرح بغیر قمیض کسی سے ملتے نہ دیکھا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

(ان کا بوسہ لیا) اس میں حضرت زید ابن حارثہ کی انتہائی محبوبیت کا اظہار ہے آپ کو حضور نے اپنا بیٹا بنایا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوشی میں کسی سے گلے ملنا سنت ہے لہذا عید کے معانقہ کو حرام نہیں کہا جاسکتا۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۶ ص ۵۱۹)

(896) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ
لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحْقِرَنَّ
مَنْ الْمَعْرُوفَ شَيْئًا، وَلَوْ أَنَّ تَلَفَى أَخَاكَ يَوْجَهُ
ظُلْمِي رَوَاكَ مُسْلِمٌ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بھلائی کے کسی کام کو حقیر نہ جان اگرچہ اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب طلاق الوجه عند اللقاء، ج ۲ ص ۱۲۸، رقم: ۱۸۵۴، صحیح ابن حبان، باب حسن الخلق، ج ۱ ص ۲۱۲، رقم: ۳۶۸، سنن الکبریٰ للبیہقی، باب وجوب الصدقة، ج ۲ ص ۱۸۸، رقم: ۶۱۲، الاحاد والمثنائی، من اسمہ ابو جری الہجری، ص ۳۱۱، رقم: ۱۸۸، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث انی تمیمة الہجری، ج ۳ ص ۲۸۲، رقم: ۱۵۱۹۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ کوئی نیکی حقیر جان کر چھوڑ نہ دو کہ کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچا لیتا ہے اور کوئی گناہ حقیر سمجھ کر نہ لو کہ کبھی چھوٹی چنگاری گھر پھونک دیتی ہے، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ مسلمان بھائی سے خوش ہو کر ملنا اس کے دل کی خوشی کا باعث ہے اور مؤمن کو خوش کرنا بھی عبادت ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۱۲۰)

(897) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَبَّلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ: إِنَّ لِي عَشْرَةً مِنْ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَن لَّا يَرْحَمْ لَّا يُرْحَمْ! مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا تو اقرع بن حابس نے کہا میرے دس بیٹے ہیں میں نے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رحمۃ الناس والبهائم، ج ۲ ص ۱۰، رقم: ۶۰۱۲، صحیح مسلم، باب رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان والعیال وتواضعه، ج ۲ ص ۴۴، رقم: ۶۱۴۰، الادب للبيهقي، باب فی رحمۃ الاولاد وتقبيلهم والاحسان اليهم، ص ۱۱، رقم: ۱۱۲، المستدرک للحاکم، ذکر عبد اللہ بن عباس، ج ۲ ص ۲۴، رقم: ۶۸۲۵، المعجم الصغير، من اسمه محمود، ج ۲ ص ۲۲۲، رقم: ۱۰۶۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حسن بن علی کا بوسہ لیا) ان کے رخسار چوے یا سر یا دونوں، تیسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔

اقرع ابن حابس فتح مکہ کے سال بعد فتح بنی تمیم کے وفد میں حضور انور کی خدمت میں آئے اپنی قوم میں بہت باعزت تھے۔ (اقرع بن حابس نے کہا) یعنی میں نے ساری عمر اپنے کسی بچہ کو نہ چوما آپ بچوں کو کیوں بوسہ دیتے ہیں۔ خیال رہے کہ بوسہ پانچ قسم کے ہیں: بوسہ مؤدت جیسے ماں باپ کے ہاتھ پاؤں چومنا، بوسہ رحمت جیسے اپنے بچوں کو چومنا، بوسہ شہوت جیسے اپنی بیوی کو چومنا، بوسہ تحیہ جیسے مسلمانوں کا ایک دوسرے کو چومنا، بوسہ عبادت جیسے سنگ اسود یا قرآن مجید کو چومنا۔ (از اشعہ) حضور کا یہ بوسہ بوسہ رحمت تھا۔

بچوں کو چومنا بوسہ رحمت ہے جس کے دل میں رحم نہیں اس پر خدا تعالیٰ بھی رحم نہیں کرتا۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ اپنے ننھے بچوں کو کبھی کبھی چومنا واجب ہے۔ (مرقات)

یہ دونوں حدیثیں مصابیح میں اسی جگہ تھیں ہم نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے ان بابوں میں ذکر کیا۔ خیال رہے کہ حدیث من لا یدحم لا یدرحم یعنی جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ اسے مسلم، بخاری، احمد، ترمذی، ابن ماجہ، طبرانی نے مختلف راویوں سے نقل کیا۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۱۵)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

7- كِتَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ

1 بَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَتَشْيِيعِ الْمَيِّتِ وَالصَّلَاةَ عَلَيْهِ وَحُضُورَ دَفْنِهِ وَالْمَكِّثَ عِنْدَ قَبْرِهِ بَعْدَ دَفْنِهِ

(898) عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُمَا، قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ وَتَشْيِيعِ الْعَاطِيں، وَإِزَارِ الْمُقْسِمِ، وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ، وَاجَابَةِ الدَّاعِي، وَإِنْشَاءِ السَّلَامِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

مریض کی بیمار پرسی کا بیان

مریض کی بیمار پرسی کرنے جنازہ کے ساتھ جانے اور جنازہ پڑھنے دفن کرتے وقت

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مریض کی عیادت کرنے جنازہ کے ساتھ جانے چھینک والے کو جواب دینے قسم والے کی قسم پوری کرنے مظلوم کی مدد کرنے دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے اور سلام عام کرنے کا حکم فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب انیۃ الفضة ج ۱ ص ۱۱۲ رقم: ۵۱۲۵ صحیح مسلم باب تحریم استعمال انا الذہب والفضۃ علی الرجال ج ۱ ص ۱۲۵ رقم: ۵۱۱۰ الاحاب للبیہقی باب ما یحب علی المسلم من حق اخیه فی الاسلام ص ۱۰۸ رقم: ۵۱۱۱ سنن الکبیری للنسائی باب الامر باتباع الجنائز ج ۱ ص ۱۲۰ رقم: ۲۰۶۶ مسند امام احمد مسند البراء بن عازب رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۱۱ رقم: ۱۸۶۱۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر کوئی شخص آئندہ کے متعلق کسی ایسے کام کی قسم کھائے جو تم کر سکتے ہو تو ضرور کر دو تا کہ اس کی قسم پوری ہو جائے اور کفارہ واجب نہ ہو، مثلاً کوئی کہے کہ خدا کی قسم جب تک تم فلاں کام نہ کر لو میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں یا خدا کی قسم کل تم میرے پاس ضرور آؤ گے یا اگر تم فلاں کام نہ کرو تو میری بیوی کو طلاق، ان سب صورتوں میں تم وہ کام ضرور کر لو، بشرطیکہ وہ کام ناجائز نہ ہو۔

لمعات و مرقات میں ہے کہ مظلوم مسلمان ہو یا کافر و ذمی یا مستامن حتی المقدور اس کی ضرور مدد کی جائے۔

(مراۃ المناجیح ج ۲ ص ۷۵۱)

مریض کی عیادت کرنے کا ثواب

جب ہمارا کوئی مسلمان بھائی بیمار ہو جائے تو ہمیں وقت نکال کر اس اسلامی بھائی کی عیادت کے لئے ضرور جانا چاہیے کہ کسی مسلمان کی عیادت کرنا بھی بہت زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔

حضرت سیدنا عبدالرحمن بن عمرو اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ شہنشاہ مدینہ، قرار قلب و سینہ، صاحب مہر پینہ، ہاضمہ نزل سکینہ، فیض مخبینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لئے جاتا ہے اللہ عزوجل اس پر ہجرت ہزار ملائکہ کے ذریعہ سایہ فرماتا ہے، وہ فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور وہ فارغ ہونے تک رحمت میں غوطہ زن رہتا ہے اور جب وہ اس کام سے فارغ ہو جاتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے لئے ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب لکھتا ہے اور جس نے مریض کی عیادت کی اللہ عزوجل اس پر ہجرت ہزار ملائکہ کے ذریعے سایہ فرمائے گا اور گھر واپس آنے تک اسکے ہر قدم اٹھانے پر اس کے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور اس کے ہر قدم رکھنے پر اس کا ایک گناہ مٹا دیا جائے گا اور ایک درجہ بلند کیا جائے گا، جب وہ مریض کے ساتھ بیٹھے گا تو رحمت اسے ڈھانپ لے گی اور اپنے گھر واپس آنے تک رحمت اسے ڈھانپے رکھے گی۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی عیادة المریض، الحدیث ۱۳، ۱۴، ج ۲، ص ۱۶۵)

(899) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خُمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَاجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْيِيتُ الْعَاطِئِينَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازوں کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا اور چھینک دالے کو جواب دینا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الامر بالتباع الجنائز، ج ۲، ص ۱، رقم: ۱۲۲۰، صحیح مسلم، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام، ج ۲، ص ۲، رقم: ۵۴۶، سنن الکبیری للبیہقی، باب وجوب العمل فی الجنائز من الغسل، ج ۲، ص ۲۸۶، رقم: ۶۸۵، سنن الکبیری للنسائی، باب ما یقول اذا عطس، ج ۱، ص ۶۴، رقم: ۱۰۰۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ، ج ۲، ص ۵۲، رقم: ۱۰۰۶۱، جبکہ کچھ تبدیلی متن کے ساتھ یہ روایت صحیح مسلم میں مندرجہ ذیل مقام پر موجود ہے: (صحیح مسلم، باب من احق المسلم للمسلم رد السلام، ج ۲، ص ۲، رقم: ۵۴۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ پانچ کی تعداد حصر کے لیے نہیں بلکہ اہتمام کے لیے ہے یعنی پانچ حق بہت شاندار اور ضروری ہیں کیونکہ یہ قریباً سارے فرض کفایہ اور کبھی فرض عین ہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زیادہ حقوق بیان ہوئے۔ خیال رہے کہ یہ اسلامی حقوق ہیں۔ مسلمان قاسق ہو یا متقی سب کے ساتھ یہ برتاوے کیے جائیں، کافروں کا ان میں سے کوئی کوئی حق نہیں۔

بیمار کی عیادت اور خدمت یوں ہی جنازے کے ساتھ جانا عام حالات میں سنت ہے لیکن جب کوئی یہ کام نہ کرے تو فرض ہے، کبھی فرض کفایہ، کبھی فرض عین، یوں ہی دعوت میں شرکت کھانے کے لیے یا وہاں انتظام و کام و کاج کے لیے سنت

ہے، کبھی فرض لیکن اگر خاص دسترخوان پر ناجائز کام ہوں جیسے شراب کا دور یا ناچ گانا تو شرکت ناجائز ہے، چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو سننے والے سب یا ایک جواب میں کہیں یُزَحِّكُكَ اللَّهُ پھر چھینکنے والا کہے یَهْدِيْكُمْ اللَّهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ اور اگر وہ حمد نہ کرے یا اسے زکام ہے کہ بار بار چھینکتا ہے تو وہ پھر جواب ضروری نہیں۔ سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض مگر ثواب سلام کا زیادہ ہے، یہ ان سنتوں میں سے ہے جس کا ثواب فرض سے زیادہ ہے۔ (شامی و مرقاۃ وغیرہ) اس کے مسائل ان شاء اللہ کتاب الادب میں آئیں گے۔ (بزاۃ السائح، ج ۲ ص ۷۹۹)

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مریض کی عیادت

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحب نولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا، آج تم میں کس نے روزہ رکھا؟ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں نے۔ پھر فرمایا، تم میں سے آج مسکین کس نے کھانا کھلایا؟ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں نے۔ پھر فرمایا، تم میں سے آج مریض کی عیادت کس نے کی؟ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں نے۔ پھر فرمایا، آج تم میں سے جنازے کے ساتھ کون گیا؟ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں گیا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس شخص میں یہ چار خصلتیں جمع ہو جائیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم، کتاب فضائل صحابہ رضی اللہ عنہ، باب من فضائل ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ، رقم ۱۰۲۸، ص ۱۳۰۱)

(900) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ - عَزَّ وَجَلَّ - يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ: يَا ابْنَ آدَمَ، مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي! قَالَ: يَا رَبِّ، كَيْفَ أَعُوذُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ؟! قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فَلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدَّهُ! أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوْجَدْتَنِي عِنْدَهُ! يَا ابْنَ آدَمَ، اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَطْعِمَنِي! قَالَ: يَا رَبِّ، كَيْفَ أَطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ؟! قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطَعَمَكَ عَبْدِي فَلَانٌ فَلَمْ تَطْعِمَهُ! أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوْجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي! يَا ابْنَ آدَمَ، اسْتَشَقَّيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِي! قَالَ: يَا رَبِّ، كَيْفَ أَسْقِيكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ؟! قَالَ:

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ عزوجل فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری بیمار پرسی نہ کی، وہ عرض کرے گا: اے میرے رب میں کس طرح تیری عیادت کرتا تو رب العالمین ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھ کو علم نہ تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے۔ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا تو نے مجھے کھانا نہ دیا، بندہ عرض کرے گا: اے میرے رب میں کس طرح تجھے کھانا دیتا حالانکہ تو رب العالمین ہے فرمائے گا: کیا تو نہیں جانتا کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا تو نے اسے نہ دیا تو اگر اس کو کھانا دیتا تو

اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فَلَانَ فَلَمْ تَسْقِهِ! أَمَا عَلِمْتَ
أَنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي! رَوَاهُ
مُسْلِمٌ.

یہ میرے پاس تمہیں ملتا۔ اے آدم کے بیٹے میں نے
تجھ سے پانی طلب کیا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ بندہ
عرض کرے گا اے میرے رب میں تجھے کس طرح پانی
پلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ
سے میرے فلاں بندے نے پانی طلب کیا تھا تو نے
اسے پانی نہیں پلایا کیا تجھے پتہ نہیں کہ تو اس کو اگر پانی پلا
دیتا تو یہ تجھے میرے پاس ملتا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضل عیادة المریض ج ۸ ص ۱۱۳ رقم: ۶۷۲۱ الادب المفرد للبخاری: باب عیادة
المریض ص ۱۸۲ رقم: ۵۱۷ صحیح ابن حبان: باب ما جاء فی الصفات ج ۱ ص ۵۰۲ رقم: ۲۶۹ مسند اسحاق بن راہویہ: باب ما یروی
عن ابی عثمان النہدی عن ابی ہریرۃ ص ۱۸ رقم: ۲۵ مشکوٰۃ المصابیح: باب عیادة المریض و ثواب المرض الفصل الاول
ج ۱ ص ۳۳۵ رقم: ۱۵۲۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس میں اشارۃ یہ فرمایا گیا کہ بندہ مؤمن بیماری کی حالت میں رب تعالیٰ سے اتنا قریب ہوتا ہے کہ اس کے پاس آنا
گو یا رب کے پاس ہی آنا ہے اور اس کی خدمت گو یا رب کی اطاعت ہے بشرطیکہ صابر و شاکر ہو کیونکہ بیمار مؤمن کا دل ٹوٹا
ہوتا ہے اور ٹوٹے دل بیمار کا شانہ یار ہیں، حدیث قدسی ہے اَنَا عِنْدَ الْمُتَكَبِّرَةِ قُلُوبُهُمْ لَا جَلَمَ فِي ثَوْنِ دَلِّ وَالْوَنِ كَ
پاس ہوں۔ اس ترتیب سے معلوم ہو رہا ہے کہ بیمار پرسی اگلے اعمال سے افضل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا
ذکر پہلے کیا۔

(کھانا دیتا تو یہ میرے پاس تمہیں ملتا) یعنی اس کھانے کا ثواب یہاں پاتا۔ خیال رہے کہ بیمار پرسی کے بارے میں
فرمایا کہ تو بیمار کے پاس مجھے پاتا اور بھوکوں کو کھانا کھلانے کے بارے میں فرمایا کہ تو اس کا ثواب یہاں پاتا۔ معلوم ہوا کہ
بیمار پرسی بہت اعلیٰ عبادت ہے۔

(اگر پانی پلا دیتا تو یہ تجھے میرے پاس ملتا) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقراء مساکین اللہ کی رحمت ہیں، ان کے
پاس جانے، ان کی خدمتیں کرنے سے رب مل جاتا ہے، تو اولیاء اللہ کا کیا پوچھنا ان کی صحبت رب سے منے کا ذریعہ
ہے، مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا اوشیند در حضور اولیا

قرآن کریم فرماتا ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا آلَايَةَ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا۔ صوفیاء فرماتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ
جو گنہگار تمہارے پاس آ جائے وہ خدا کو پالے گا، مولانا کے شعر کا ماخذ یہ آیت اور یہ حدیث ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۷۵۳)

کون سا صدقہ افضل ہے؟

حضرت سیدنا عمر باض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہ مدینہ، قرار قلب وسینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض منجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جب کوئی شخص اپنی بیوی کو پانی پلاتا ہے تو اسے اس کا اجر دیا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں اپنی بیوی کے پاس آیا اور میں نے اسے پانی پلایا اور جو کچھ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا اسے سنایا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاة، باب فی نفقة الرجل، ... الخ رقم ۴۶۵۹، ج ۳، ص ۳۰۰)

حضرت سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کی، یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانی پلانا۔

(صحیح ابن حباب، کتاب الزکاة، باب صدقة الطلوع، الحدیث: ۳۳۳، ج ۵، ص ۱۳۵)

ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے گھٹنے پر موجود 7 سالہ ناسور کے بارے میں پوچھا کہ میں بہت سے طبیعوں سے علاج کراچکا ہوں تو آپ نے اسے ایسی جگہ کنواں کھدوانے کا حکم دیا جہاں لوگ پانی کے محتاج ہوں اور اس سے ارشاد فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ جیسے ہی اس سے چشمہ پھوٹے گا تمہارا خون بند ہو جائے گا۔

(شعب الیمان، کتاب الصلاة، باب فی الزکاة، فصل فی اطعام الطعام، ... الخ، الحدیث: ۳۳۸۱، ج ۳، ص ۲۲)

سیدنا امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت کرتے ہیں کہ میرے استاذ حاکم ابو عبد اللہ صاحب المستدرک کے چہرے پر ایک پھوڑا نکل آیا، سال بھر علاج معالجہ جاری رہا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا تو عاجز آ کر استاذ ابو عثمان صابونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے درخواست کی کہ وہ جمعہ کے دن اپنی مجلس میں میرے لئے دعا فرمائیں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دعا فرمائی تو کافی لوگوں نے اس پر آمین کہی، اگلے جمعہ کو ایک عورت نے مجلس میں ایک خط بڑھلایا اس میں لکھا تھا کہ میں نے گھر لوٹنے کے بعد اس رات حاکم کے لئے خوب دعا کی تو خواب میں تحزن جو دو سخاوت، ہیکر عظمت و شرافت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو گویا ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ابو عبد اللہ سے کہو کہ وہ مسلمانوں پر پانی کی وسعت کرے۔ پھر وہ رقعہ حاکم کے پاس لایا گیا تو انہوں نے اپنے گھر کے دروازے پر خوش بنانے کا حکم دیا جب مزدور اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اس میں پانی بھر کر برف ڈال دی اور لوگ اس میں سے پینے لگے ابھی ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ شفاء کے آثار ظاہر ہونے لگے اور وہ ناسور ختم ہو گیا اور ان کا چہرہ پہلے سے زیادہ خوب صورت ہو گیا اس کے بعد آپ کئی سال تک زندہ رہے۔

(المجمع السابق، ج ۳، ص ۲۲۲)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

(901) وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَوَّدُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي مَرِيضٍ كِي عِيَادَتِ كِيَا كُرُو۔
الْمَرِيضُ، وَأَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَفُكُّوا الْعَالِي رَوَاهُ
الْبُخَارِيُّ۔

الْعَالِي: الْأَسِيرُ۔
عَالِي كَا مَطْلَبُ هِي: قِيدِي۔

تَخْرِيجُ حَدِيثٍ: (صَحِيحُ بَخَارِي: بَابُ فَكَالِكَ الْأَسِيرِ: ج ٢ ص ٦٩ رَقْم: ٢٠٢٦ شُعَبُ الْإِيمَانِ: فَعَلُ مَا جَاءَ فِي أَطْعَامِ
ج ٢ ص ٢١٥ رَقْم: ٢٢٥٨ مَسْنَدُ إِمَامِ أَحْمَدَ مَسْنَدُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: ج ٢ ص ٢٢ رَقْم: ١١١٩٦ مَسْنَدُ الْبَزَارِ مَسْنَدُ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ
ج ١ ص ٢٢١ رَقْم: ١٤٢٩ مَسْنَدُ عَبْدِ بْنِ حَمِيدٍ مَسْنَدُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: ص ٣٠٨ رَقْم: ١٠٠١ مَسْنَدُ الدَّارِمِيِّ: بَابُ فِي فَكَالِكَ الْأَسِيرِ
ج ٢ ص ٢٩٣ رَقْم: ٢٢٦٨)

شرح حدیث: عیادت کا بیان

مریض کی عیادت کرنا سنت ہے، اگر معلوم ہے کہ عیادت کو جائے گا تو اس بیمار پر گراں گزرے گا ایسی حالت میں
عیادت نہ کرے۔ عیادت کو جائے اور مرض کی سختی دیکھے تو مریض کے سامنے یہ ظاہر نہ کرے کہ تمہاری حالت خراب ہے
اور نہ سر ہلائے جس سے حالت کا خراب ہونا سمجھا جاتا ہے، اس کے سامنے ایسی باتیں کرنی چاہیے جو اس کے دل کو بھلی معلوم
ہوں، اس کی مزاج پر سی کرے اس کے سر پر ہاتھ نہ رکھے مگر جبکہ وہ خود اس کی خواہش کرے۔ فاسق کی عیادت بھی جائز
ہے، کیونکہ عیادت حقوق اسلام سے ہے اور فاسق بھی مسلم ہے۔ یہودی یا نصرانی اگر ذمی ہو تو اس کی عیادت بھی جائز ہے۔

(الدراختار و رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج ٩ ص ٦٣٩، ٦٤٠)

مجوسی کی عیادت کو جائے یا نہ جائے اس میں علما کو اختلاف ہے یعنی جبکہ یہ ذمی ہو۔

(الغایۃ علی فتح القدر، کتاب النکاحیۃ، مسائل متفرقہ، ج ٨ ص ٢٩٤)

ہندو مجوس کے حکم میں ہیں، ان کے احکام وہی ہیں جو مجوسیوں کے ہیں، اہل کتاب جیسے ان کے احکام نہیں۔
ہندوستان کے یہودی، نصرانی، مجوسی، بت پرست ان میں کوئی بھی ذمی نہیں۔ (بہار شریعت حصہ ١٦ ص ٥٠٥)

تمام مخلوق کی نیکیوں کے برابر نیکیاں

منقول ہے کہ اللہ عزَّ وَّجَلَّ نے حضرت سیدنا موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی: کیا تم چاہتے ہو
کہ بروز قیامت تمہاری نیکیاں تمام مخلوق کی نیکیوں کے برابر ہوں؟ تو انہوں نے عرض کی: جی ہاں! اے میرے رب
عزَّ وَّجَلَّ! تو اللہ عزَّ وَّجَلَّ نے ارشاد فرمایا: مریضوں کی عیادت کر اور فقراء کے کپڑوں کا اہتمام کر۔ پس حضرت سیدنا موسیٰ
علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ ہر ماہ سات دن فقراء کے لباس کا اہتمام کرتے اور مریضوں کی
عیادت فرماتے۔

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: فقر میں غنا کو ظاہر کرنا فقر ظاہر کرنے سے افضل ہے۔ (الارض الفائق فی المؤامیر والذائق ص ۱۷۴)

عرش کے سائے میں

حضرت عبد المجید بن عبد العزیز اپنے والد رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: (ہمارے زمانے میں) کہا جاتا تھا کہ تین اشخاص قیامت کے دن عرش عرش کے سائے میں کے سائے میں ہوں گے (۱) مریض کی عیادت کرنے والا (۲) جنازہ کے ساتھ جانے والا اور (۳) جس کا بچہ فوت ہو جائے اس سے تعزیت کرنے والا۔

(الدر المنثور، تفسیر سورۃ الانعام، ج ۳، ص ۲۴۵)

امام ابن ابی الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی سند کے ساتھ کتاب العزاء میں اس حدیث پاک کی تخریج فرمائی ہے۔ اور اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ ان خصائل میں سے ہر خصلت سایہ عرش کے لئے مستقل استحقاق کی حامل ہے۔ اور مریض کی عیادت کے بارے میں تو ایک مرفوع شاہد موجود ہے، چنانچہ:

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزن جود و سخاوت، پیکر عظمت و شرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت عز و جل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: قیامت کے دن پکارنے والا پکارے گا، کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا میں مریضوں کی عیادت کرتے تھے۔ پس (جب وہ حاضر ہوں گے تو) انہیں نور کے منبروں پر بٹھایا جائے گا جہاں یہ اللہ عز و جل سے شرف کلام حاصل کریں گے جبکہ لوگ حساب دے رہے ہوں گے۔ (کنز العمال، کتاب الزکاة، الحدیث ۱۶۱۸۸، ج ۶، ص ۱۶۶)

(902) وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجَعَ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا خُرْفَةُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: جَنَّاها رِوَاةُ مُسْلِمٍ.

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے۔ تو وہ واپس لوٹنے تک خرفۃ الجنۃ چننے میں مصروف رہتا ہے۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! خرفۃ الجنۃ کیا ہے؟ فرمایا: اس کے تازہ پھل۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل عیادة المریض، ج ۸، ص ۱۲، رقم: ۶۷۱۷، الادب للبیہقی، باب فضل العیادة، ج ۱، ص ۱۵۹، رقم: ۲۷۰، سنن ترمذی، باب ما جاء فی عیادة المریض، ج ۶، ص ۲۹۹، رقم: ۶۷۱۷، مسند امام احمد و من حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ، ج ۷، ص ۲۷۷، رقم: ۲۲۴۴، مسند الشہاب، باب من عاد مریضا لم یزل فی خرفۃ الجنۃ، ص ۲۲۲، رقم: ۲۸۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: خرفہ باغ کو بھی کہتے ہیں اور باغ سے چنے ہوئے پھلوں کو بھی اور خود چننے کو بھی، یعنی چونکہ بیمار پرسی کا ثواب جنت

ہے اس لیے جو بیمار پرسی کرنے گیا گویا جنت ہی میں چلا گیا جیسے کہا جاتا ہے کہ جو ریل میں بیٹھ گیا گویا منزل پر پہنچ گیا۔

(برزائۃ الناجح، ج ۲ ص ۷۵۳)

(903) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُودُ مُسْلِمًا غُدُوَّةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُمَيِّسَ، وَإِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُصْبِحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا جو مسلمان کسی مسلمان کی عیادت صبح کے وقت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں۔ اور اگر شام کے وقت اس کی عیادت کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں منتخب پھل ہوں گے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حسن حدیث ہے۔

الْخَرِيفُ: الثَّمَرُ الْمَخْرُوفُ، آتِي: الْمُجْتَلَى.

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء عیادة المريض، ج ۲ ص ۳۰۰، رقم: ۱۰۹۹، الادب للبیہقی، باب فضل العیادة، ج ۱ ص ۱۹۰، رقم: ۲۰۲، بغیة الباحث، عن زوائد مسند الحارث، باب فی عیادة المريض، ج ۱ ص ۲۵۲، رقم: ۲۲۹، مسند البزار، مسند علی بن ابی طالب، ج ۱ ص ۱۳۸، رقم: ۷۷۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صبح سے لے کر دوپہر تک کو غدوۃ کہا جاتا ہے اور زوال سے شروع رات تک عشاء۔ خریف چنے ہوئے پھلوں کو بھی کہتے ہیں اور باغ کو بھی، یہاں دوسرے معنی مراد ہیں یعنی بیمار پرسی معمولی سی نیکی معلوم ہوتی ہے مگر یہ لا تعداد فرشتوں کی دعا ملنے کا ذریعہ ہے اور جنت ملنے کا سبب بشرطیکہ صرف رضائے الہی کے لیے ہو۔ (برزائۃ الناجح، ج ۲ ص ۷۷۵)

جب کوئی مسلمان بیمار ہو جائے تو ہمیں اس کی عیادت ضرور کرنی چاہیے کہ اس نیکی میں مشقت کم ہے مگر یہ لا تعداد فرشتوں کی دعا ملنے کا ذریعہ ہے اور جنت ملنے کا سبب بھی۔ (ماخوذ از مرآۃ الناجح، ج ۲ ص ۲۱۵) عیادت کے مزید فضائل ملاحظہ ہوں:

(۱) حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزنِ جو و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربِّ العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے تو ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے، تو خوش ہو کہ تیرا یہ چلنا مبارک ہے اور تو نے جنت میں اپنا ٹھکانا بنالیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی ثواب من عاد مریضاً، الحدیث ۱۴۴۳، ج ۲ ص ۱۹۲)

(۲) حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس نے اچھے طریقے سے وضو کیا اور ثواب کی امید پر اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیادت کی اسے جہنم سے ستر سال کے فاصلے تک دور کر دیا جائیگا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی فضل العیادة... الخ، الحدیث ۳۰۹۷، ج ۳، ص ۲۲۸)

(904) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَرَضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ: أَسْلِمَ فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ؛ فَقَالَ: أَطِيعْ أَبَا الْقَاسِمِ، فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقُولُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا وہ بیمار ہوا تو رسول اللہ ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ پس آپ نے اس کے سر کے پاس بیٹھ کر فرمایا۔ مسلمان ہو جا اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا وہ اس کے پاس ہی بیٹھا تھا اس نے کہا تو ابو القاسم (ﷺ) کی اطاعت کر تو وہ مسلمان ہو گیا رسول اللہ ﷺ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اس کو آگ سے بچا لیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیہ، ج ۲، ص ۱۲، رقم: ۱۲۵۱، صحیح ابن حبان، باب الذمی والجزیة، ج ۱۱، ص ۲۲۲، رقم: ۲۸۸۳، شعب الایمان، حدیث جریر العابد فی فضل قلب الامر، ج ۶، ص ۱۹۷، رقم: ۷۸۱۲، سنن ابوداؤد، باب فی عیادة الذمی، ج ۳، ص ۱۵۲، رقم: ۳۰۹۷، مسند ابی یعلیٰ، مسند ثابت البنانی عن انس بن مالک، ج ۶، ص ۱۲، رقم: ۲۲۵۰، مسند امام احمد، مسند انس بن مالک، ج ۳، ص ۲۲۷، رقم: ۱۳۳۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس یہودی بچے کا نام عبدالمقدوس تھا جو اپنی خوشی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ معلوم ہوا کہ کفار کے بچے اگر بخوشی ہماری صحبت یا خدمت اختیار کریں تو انہیں روکنا نہ چاہیے، بسا اوقات اس سے انہیں ایمان نصیب ہو جاتا ہے۔

(تشریف لائے) اس سے معلوم ہوا کہ کافر بچے کو بھی ایمان کی تلقین کرنا درست ہے اور کافر بچے کا ایمان قبول ہے جب کہ وہ سمجھ دار ہو اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خدام کو بھولتے نہیں، مرتے وقت بھی ان کی امداد کرتے ہیں۔ اس حدیث سے ہم گنہگاروں کو امید بندھتی ہے کہ ان شاء اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو مرتے وقت نہ بھولیں گے، اس وقت ہماری دستگیری فرمائیں گے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاص خدام کو ان کے مرتے وقت کلمہ پڑھانے تشریف لاتے ہیں، ایسے لوگ دیکھے گئے جنہوں نے مرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی

خبر حاضرین کو دی خود بستر مرگ پر اٹھ کھڑے ہوئے حاضرین سے کہا تعظیم کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگئے۔
(اپنے باپ کی طرف دیکھا) یعنی بچے نے باپ کے خوف سے خود کلمہ نہ پڑھ لیا بلکہ اجازت چاہنے کے لئے اس کی طرف دیکھا، رب کی شان اس نے اجازت دے دی۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت رائیگاں نہیں جاتی۔ دیکھو اس بچے نے اس خدمت پاک کی برکت سے مرتے وقت ایمان پالیا۔ رب تعالیٰ فقیر کی یہ دینی خدمات قبول فرمائے اور اس بچے کے طفیل سے مجھے بھی مرتے وقت کلمہ نصیب کرے۔ آمین! مرتے وقت کا ایمان بھی قبول ہے غرہ سے پہلے اور بچے کا ایمان بھی معتبر۔ خیال رہے کہ مشرکین و کفار کے وہ نا سمجھ بچے جنہیں برے بھلے کی تمیز نہ ہو اگر اسی حال میں مرجائیں تو جہنمی نہیں کہ رب بغیر تصور کسی کو عذاب نہیں دیتا لیکن باشعور بچے جہنمی ہیں، چونکہ یہ بچہ سمجھدار تھا اگر بغیر ایمان مرجاتا تو دوزخ میں جاتا، لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بالکل درست ہے کہ ایمان کی وجہ سے اللہ نے اسے بالکل دوزخ سے بچا لیا۔ کفار کے بچوں کی پوری بحث ہماری تفسیر "نور العرفان" میں دیکھو۔ (مزاۃ النبی، ج ۲ ص ۷۷۵)

مریض کے لیے دعا کرنا

2- بَابُ مَا يُدْعَى بِهِ لِلْمَرِيضِ

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب کوئی آدمی اپنی بیماری کی شکایت کرتا یا اس کے پھوڑا پھنسی یا زخم ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی شہادت والی انگلی سے اس طرح کرتے اور سفیان راوی نے اپنی انگشت شہادت کو زمین پر رکھا پھر اٹھایا اور کہا اللہ کے نام کے ساتھ ہماری زمین کی مٹی ہمارے بعض کی تھوک کے ساتھ اس کی برکت سے ہمارا مریض ہمارے رب کے حکم سے شفا یاب ہوگا۔ (متفق علیہ)

(905) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا اشْتَكَى الْإِنْسَانُ الشَّيْءَ مِنْهُ، أَوْ كَانَتْ بِهِ قَرْحَةٌ أَوْ جُرْحٌ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَصْبُعِهِ هَكَذَا - وَوَضَعَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ الرَّأْيَ سَبَابَتَهُ بِالْأَرْضِ ثُمَّ رَفَعَهَا - وَقَالَ: بِسْمِ اللَّهِ، تُرْبَةُ أَرْضِنَا، بِرِيقَةٍ بَعْضِنَا، يُشْفَى بِهِ سَقِيمُنَا، بِإِذْنِ رَبِّنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۱۳۲ رقم: ۵۵۰۰، صحیح مسلم باب استحباب الرقیۃ من العین والنملۃ والحمة والعظرة ج ۱ ص ۱۷ رقم: ۵۸۳۸، السنن الکبریٰ للنسائی باب النفث فی الرقیۃ ج ۲ ص ۲۱۸ رقم: ۵۵۰۰، المستدرک، کتاب الرقی والتائم ج ۵ ص ۳۶۵ رقم: ۸۲۶۶، سنن ابوداؤد باب کیف الرقی ج ۲ ص ۱۱۹ رقم: ۲۸۹۷) شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ انہی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اولاً آپ مرض کی جگہ انگلی رکھتے پھر انگلی پر کچھ لعاب شریف لگا کر مٹی لگاتے، پھر اس کا لپ مرض کی جگہ کر دیتے اور یہ فرماتے جاتے کہ بفضلہ تعالیٰ ہمارا لعاب اور مٹی شفا ہے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بیماری پر

ٹوٹے اور منتر جائز ہیں بشرطیکہ اس کے الفاظ کفریہ نہ ہوں اور کوئی کام حرام نہ ہو، اس کی اصل یہ حدیث بھی ہے اور وہ بھی کہ نظر بد میں نظر والے کے ہاتھ پاؤں کو دھلا کر بیمار کو چھینٹا مار دو، شامی نے نظر اور جادو دفع کرنے کے بہت ٹوٹے بیان فرمائے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب شریف شفا ہے، بعض صوفیاء دم کرتے وقت کچھ لعاب بھی ڈال دیتے ہیں، اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ تیسرے یہ کہ مدینہ پاک کی مٹی شفا ہے وہاں کی خاک کو جو خاک شفا کہا جاتا ہے، اس کی اصل یہ حدیث ہے، مرقاۃ میں فرمایا کہ وطن کی خاک بھی شفا ہوتی ہے اگر کوئی مسافر اپنے وطن کی مٹی پر دیس لے جائے جس میں تھوڑی پینے کے گھڑے میں ڈال دیا کرے تو ان شاء اللہ وہاں کا پانی نقصان نہ دے گا۔

(برقاۃ الناجح، ج ۲ ص ۷۵۶)

لعاب مبارک

صحابہ کرام علیہم الرضوان ک نے اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی تعظیم کی کہ دنیا کے کسی شہنشاہ کی بھی اس طرح تعظیم نہ کی جاسکی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم و توقیر کا حال دیکھ کر صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کے نمائندہ عروہ بن مسعود نے جو ابھی ایمان نہ لائے تھے، یہ تاثر پیش کیا تھا، گویا یہ اپنے کانہیں غیر کا تاثر ہے۔ آپ نے کہا:

اے لوگو! خدا کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں بھی پہنچا ہوں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کی ڈیوڑھیوں پر بھی حاضری دے چکا ہوں۔ خدا کی قسم کسی بادشاہ کی اتنی تعظیم ہوتے نہیں دیکھی، جتنی تعظیم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی انکے اصحاب علیہم الرضوان کرتے ہیں۔ جب کبھی بھی ان کے دہن اقدس سے لعاب مبارک نکلا وہ کسی نہ کسی شیدائی کے ہاتھ میں پڑا جسے اس نے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیا، اور جب وہ اپنے اصحاب کو کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو وہ اس کی تعمیل میں دوڑ پڑتے ہیں، اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی کے لئے ایک دوسرے پر پیش قدمی کرتے ہیں، اور جب وہ گفتگو فرماتے ہیں تو وہ لوگ خاموش اور پرسکون رہتے ہیں اور تعظیم و توقیر میں ان کی طرف نظر بھر کر دیکھتے تک نہیں۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام، ج ۳ ص ۲۶۸)

پاؤں کا انگوٹھا

بوقت ہجرت غار ثور میں پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گئے اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر اس کے سوراخ بند کئے ایک سوراخ باقی رہ گیا اس میں پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بلا یا تشریف لے گئے اور انکے زانو پر سراقہ رکھ کر آرام فرمایا اس غار میں ایک سانپ مشتاق زیارت رہتا تھا، اس نے اپنا سر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر ملا انھوں نے اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نیند میں فرق نہ آئے پاؤں نہ ہٹایا۔ آخر اس نے پاؤں میں کاٹ لیا جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آنسو چہرہ انور پر گرے چشم مبارک کھلی، عرض ہاں کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن لگا دیا فوراً آرام ہو گیا۔ ہر سال وہ زہر عود کرتا، بارہ برس بعد اسی سے

شہادت پائی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جان بھی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نیند پر قربان کی۔

(مدارج النبوت، ج ۲، ص ۵۸)

آشوب چشم سے شفاء

ہم غزوہ خیبر کے بیان میں مفصل طور پر یہ معجزہ تحریر کر چکے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح کا جھنڈا عطا فرمانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا تو معلوم ہوا کہ ان کی آنکھوں میں آشوب ہے اور مسند احمد بن حنبل کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ یہ آشوب چشم اتنا سخت تھا کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا ہاتھ پکڑ کر لائے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا اور دعا فرمادی تو وہ فوراً ہی شفاء یاب ہو گئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی آنکھوں میں کبھی درد تھا ہی نہیں اور وہ اسی وقت جھنڈا لے کر روانہ ہو گئے اور جوش جہاد میں بھرے ہوئے انتہائی جانبازی کے ساتھ جنگ کی اور خیبر کا قلعہ ان کے دستِ حق پرست سے اسی دن فتح ہو گیا۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب علی بن ابی طالب... الخ، الحدیث: ۵۰۱، ج ۳، ص ۵۳۳، المسند للاحمد بن حنبل، مسند المدینین، حدیث ابن الاکوع، الحدیث: ۱۶۵۳۸، ج ۵، ص ۵۵۶-۵۵۷)

آنکھوں میں اپنا لعاب دہن

جنگ خیبر کے دوران ایک دن غیبِ داں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ کل میں اس شخص کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا جو اللہ و رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہیں اور اسی کے ہاتھ سے خیبر فتح ہوگا۔ اس خوشخبری کو سن کر لشکر کے تمام مجاہدین نے اس انتظار میں نہایت ہی بے قراری کے ساتھ رات گزاری کہ دیکھیں کون وہ خوش نصیب ہے جس کے سر اس بشارت کا سہرا بندھتا ہے۔ صبح کو ہر مجاہد اس امید پر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا کہ شاید وہی اس خوش نصیبی کا تاجدار بن جائے۔ ہر شخص گوشِ برآواز تھا کہ ناگہاں شہنشاہِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ ارشاد فرمایا کہ قاصد بھیج کر انہیں بلاؤ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا کر دعا فرمادی جس سے فی الفور وہ اس طرح شفا یاب ہو گئے کہ گویا انہیں کبھی آشوب چشم ہوا ہی نہیں تھا۔ پھر آپ نے ان کے ہاتھ میں جھنڈا عطا فرمایا اور خیبر کا میدان اسی دن ان کے ہاتھوں سے سر ہو گیا۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر، الحدیث: ۴۲۱۰، ج ۳، ص ۸۵)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن قبل ہی یہ بتا دیا کہ کل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیبر کو فتح کریں گے۔ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا (پ ۲۱، لقمہ: ۳۳) یعنی کل کون کیا کریگا کا علم غیب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطا فرمایا۔

(906) وَعَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر

والوں میں سے بعض کی بیمار پرسی کرتے تو اس طرح

کہتے اے اللہ اے لوگوں کے رب۔ مرض لے جا شفاء

عطا فرما۔ تو ہی شفاء عطا کرنے والا ہے۔ ایسی شفاء دے

جو کسی بیماری کو نہ رہنے دے۔ (متفق علیہ)

وَسَلَّمَ كَانَ يَعُودُ بَعْضَ أَهْلِهِ يَمْسَحُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى

وَيَقُولُ: اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْهِبِ الْبَاسَ اَشْفِ

اَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ اِلاَّ بِشِفَاؤِكَ شِفَاءٌ لَا يُغَادِرُ

سَقَمًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۱۴۲ رقم: ۵۴۴۲ صحیح مسلم: باب

استحباب رقیۃ المریض ج ۱ ص ۱۵ رقم: ۵۸۶۱ سنن ابوداؤد: باب کیف الرقی ج ۱ ص ۱۴ رقم: ۴۸۱۲ الادب للبیہقی: باب السنۃ فی

العیادۃ ج ۱ ص ۱۶۲ رقم: ۲۴۲ مسند امام احمد: حدیث السہدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا ج ۱ ص ۳۲ رقم: ۲۲۲۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کا ایسا نام لینا جو قرآن میں نہ ہو جائز ہے بشرطیکہ اس کے معنی خراب نہ ہوں، اس کی

اصل قرآن مجید میں موجود ہو، شافی قرآن کے اسمائے الہیہ میں سے نہیں مگر اس کی اصل موجود ہے فَيُشْفِي الشَّفِيزِينَ۔

یہ اَنْتَ الشَّافِي کی تفسیر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ کامل نعمت کی دعا مانگو یعنی وہ شفاء دے جو بیماری اور کمزوری

سب کچھ دور کر دے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیمار پر ہاتھ پھیرنا بھی سنت ہے تاکہ کلام کی برکت کے ساتھ ہاتھ کی

برکت بھی مریض کو پہنچے، یہ حدیث صوفیاء کے اس عمل کی اصل ہے۔ (برزائۃ الناجح، ج ۲ ص ۷۶)

آنکھ عطا کر دی

حضرت سیدنا قتادہ بن نعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ مشہور تیر انداز تھے، غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔

غزوہ احد میں ان کی آنکھ تیر لگنے کے سبب ان کے رخسار پر بہہ پڑی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آنکھ کو ہاتھ میں تھامے

سرکارِ مدینہ قرآں قلب دسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نزولِ سکینہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو

مدنی حبیب، طبیبوں کے طبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے قتادہ! یہ کیا ہے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ عزوجل

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! یہ وہی ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ تو نور کے پیکر، تمام نبیوں کے

سرور، دو جہاں کے تاجور، محبوب رب اکبر عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اگر تم چاہو تو صبر کرو تو

تمہارے لئے جنت ہوگی اور اگر چاہو تو میں یہ آنکھ تمہیں لوٹا دوں اور تمہارے لئے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا کروں تو تم

اس میں کسی کمی کو نہ پاؤ گے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! خدا عزوجل کی قسم! بے شک جنت

بہت بڑی جزا اور بہت بڑی عطا ہے مگر میں اپنی بیویوں سے بھی محبت کرتا ہوں اور مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے یہ

کہہ کر ٹھکرانہ دیں کہ یہ نابینا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے یہ آنکھ بھی لوٹا دیں اور اللہ عزوجل

سے میرے لئے جنت کا سوال بھی کریں۔ تو رحمتِ دو عالم، سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے تو دو: مس ایسا ہی کروں گا۔ پھر مدنی حبیب، طبیبوں کے طبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہ آنکھ اپنے دست مبارک میں پکڑی اور اسے اس کی جگہ پر لگا دیا تو وہ آنکھ پہلے سے بہتر اور خوبصورت ہو گئی اور اللہ عز و جل کی بارگاہ میں ان کے لئے جنت کی دہ فرمائی۔

جب ان کے بیٹے حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا: اے جوان! تم کون ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا:

اَنَا ابْنُ الَّذِي سَأَلْتُ عَلَى الْخَدِّ عَيْنَهُ
فَرَدَّتْ بِكَفِّ الْمُصْطَفَى أَحْسَنَ الزَّيْدِ

فَعَادَتْ كُنَّا كَأَنَّكَ بِأَحْسَنِ حَالِهَا
فَيَا حُسْنَ مَا عَمِلْتَ وَيَا حُسْنَ مَا زِدْ

ترجمہ: (۱) میں اس صاحبِ کافرزند ہوں جن کی آنکھ رخسار پر بہہ گئی تو دستِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بہترین انداز سے اس کے مقام پر لوٹا دیا۔

(۲) پس وہ آنکھ پہلے سے کہیں زیادہ اچھی حالت میں آ گئی، پس یہ آنکھ اور آنکھ لوٹانے والے کیا ہی خوب تھے۔

تو حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ القدر نے فرمایا: وسیلہ کے ذریعے ہم تک پہنچنے والوں کو چاہے کد انہی جیسے لوگوں کے وسیلہ سے آیا کریں۔ (الاستیعاب قنادۃ بن العمان، باب حرف التثانی، ج ۳، ص ۳۳۸)

زنا کی اجازت مانگنے والا نوجوان

ایک نوجوان نے زحمتِ تعلیمین، شفع المذنبین، انیس الغریبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے زنا کی اجازت دیتے ہیں؟ اس پر وہاں موجود صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس نوجوان کو ڈانٹا تو حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ رب اکبر عز و جل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ پھر اس نوجوان سے فرمایا: میرے قریب آ جاؤ۔ تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قریب حاضر ہو گیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ کوئی تمہاری ماں کے ساتھ ایسا کام کرے؟ اس نے عرض کیا: میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان جاؤں یقیناً میں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح لوگ بھی یہ پسند نہیں کرتے کہ ان کی ماں کے ساتھ کوئی ایسا کام کرے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تم اپنی بیٹی کے لئے یہ بات پسند کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے معاملہ میں یہ بات پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بہن، خالہ اور پھوپھی کے بارے میں یہی سوال کیا تو وہ انکار کرتا رہا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے رہے: اسی طرح لوگ بھی یہ بات پسند نہیں کرتے۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس نو جوان کے سینے پر رکھ کر دعا فرمائی: ۛ
 اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبَہٗ، وَ اغْفِرْ ذَنْبَہٗ، وَ حَقِّقْ فَرْجَہٗ، یعنی اے اللہ عزوجل! اس کے دل کو پاک فرما، اس کا گناہ معاف
 فرما اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔ اس کے بعد یہ نو جوان زنا کو سخت ناپسند کرنے لگ گیا۔

(المعجم الکبیر، رقم ۷۶۷۹، ج ۸، ص ۱۶۲-۱۶۳)

چمکتا چہرہ

حیان بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے چہرے پر ایک مرتبہ اپنا دست مبارک پھیرا۔ اس کے بعد ان کو یہ کرامت مل گئی کہ یہ بہت ہی بوڑھے ہو چکے
 تھے اور ان کے بدن کے ہر حصے پر ضعیفی کے آثار نمودار تھے لیکن ان کے چہرے پر بدستور جوانی کا جمال باقی تھا اور ان کا
 چہرہ اس قدر چمکتا تھا کہ میں ان کی وفات کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت ایک عورت ان کے سامنے سے
 گزری اس وقت میں نے اس عورت کا عکس ان کے چہرے میں اس طرح دیکھ لیا گویا میں آئینہ میں اس کا چہرہ دیکھ رہا
 ہوں۔ (الاصابة فی تیز الصحابة، حرف القاف، قتادة بن ملحان، ج ۵، ص ۳۱۷)

ہاتھ ہر مرض کی دوا

حضرت بشر بن معاویہ بکائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم کے وفد میں اپنے والد معاویہ بن ثور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
 ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ انکے والد نے ان سے فرما دیا تھا کہ تم بارگاہ رسالت میں تین باتوں کے سوا کچھ بھی
 نہ کہنا: (۱) اَسْأَلُکَ یَا رَسُوْلَ اللہ (۲) یا رسول اللہ! عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں
 تاکہ ہم اسلام قبول کر کے آپ کے فرمانبردار بن جائیں۔ (۳) آپ ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ ان کی ان تین باتوں کو سن
 کر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہو کر جوش محبت میں ان کے چہرے اور سر پر ہاتھ مبارک پھیرا اور
 ان کے لیے دعا فرمائی۔ (اسد الغابۃ، بشر بن معاویہ، ج ۱، ص ۲۸۳)

کرامت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جیسے ہی اپنا دست مبارک پھیرا ان کو دو کرامتیں مل گئیں۔ ایک تو یہ کہ ہمیشہ
 کے لیے ان کا چہرہ روشن ہو گیا اور دوسری کرامت یہ ملی کہ یہ جس بیمار پر اپنا ہاتھ پھیر دیتے فوراً ہی وہ شفا یاب ہو جایا کرتا
 تھا۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابة، الحدیث: ۳۶۸۵۶، ج ۷، الجزء ۱۳، ص ۱۲۳)

حضرت بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے محمد بن بشر فخر کے طور پر اس بارے میں اشعار پڑھا کرتے تھے جس کا
 پہلا شعر یہ ہے۔

وَدَعَا لَهُ بِالْحَذَرِ وَالْبَرَكَاتِ

وَأَبَى الَّذِي مَسَحَ النَّبِيُّ بِرَأْسِهِ

یعنی میرے باپ وہ ہیں جن کے سر پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ہاتھ پھیر کر خیر و برکت کی دعا فرمائی ہے۔ (اسد الغابہ، بشر بن معاذیہ، ج ۱، ص ۲۸۳)

(907) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے

لِثَابِتٍ رَحِمَهُ اللَّهُ: أَلَا أَرَقِيكَ بِرُقِيَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: بَلَى، قَالَ: أَلَلَّهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، مُذْهِبَ الْبَاسِ، اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ، شِفَاءٌ لَا يُغَادِرُ سَقَمًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا میں تم کو رسول اللہ ﷺ والادم نہ کر دوں کہا کہ کیوں نہیں؟ تو تو انہوں نے اے اللہ! اے لوگوں کے رب! تکلیف کو دور کرنے والے شفاء عطا فرما۔ تو ہی شفاء دینے والا ہے ایک شفا دے جو کسی بیماری کو نہ رہنے دے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب رقية النبي صلى الله عليه وسلم، ج ۱، ص ۱۲۲، رقم: ۵۴۲۲ سنن الکبیری للنسائی ذکر رقية رسول الله صلى الله عليه وسلم واختلاف الفاظ الناقلين، ج ۱، ص ۲۵۲، رقم: ۱۰۸۶۰ سنن ابوداؤد، باب كيف الرقي، ج ۳، ص ۱۱، رقم: ۳۸۹۲ الاداب للبيهقي، باب ما يرقى به نفسه وغيره اذا مرض، ج ۱، ص ۱۹، رقم: ۶۸۱ مسند امام محمد حدیث میبوتة بنت الحرث، ج ۱، ص ۳۲۲، رقم: ۲۶۸۶۳)

شرح حدیث: حضرت خضر علیہ السلام کی بتائی ہوئی دعا

حضرت علامہ محمد بن سماک علیہ الرحمۃ بہت جلیل القدر محدث اور باکرامت ولی تھے۔ ایک مرتبہ یہ بہت سخت بیمار ہو گئے تو ان کے متوسلین ان کا قارورہ لے کر ایک نصرانی طبیب کے پاس چلے۔ راستے میں ان لوگوں کو ایک بہت ہی خوش پوشاک بزرگ ملے جن کے بدن سے بہترین خوشبو آرہی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ حضرت محمد بن سماک علیہ الرحمۃ بہت سخت علیل ہیں یہ ان کا قارورہ ہے جس کو ہم فلاں طبیب کے پاس لے جا رہے ہیں۔ یہ سن کر ان بزرگ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! ایک اللہ عزوجل کے ولی کے لئے تم لوگ ایک اللہ عزوجل کے دشمن سے بدد طلب کر رہے ہو؟ قارورہ پھینک کر واپس جاؤ اور محمد بن سماک علیہ الرحمۃ سے کہہ دو کہ مقام درد پر

وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۖ (پ 15، بنی اسرائیل: 105)

پڑھ کر دم کریں۔

یہ فرما کر بزرگ غائب ہو گئے اور لوگوں نے واپس ہو کر حضرت محمد سماک علیہ الرحمۃ سے ذکر کیا تو آپ نے مقام درد پر ہاتھ رکھ کر آیت کے ان دونوں جملوں کو پڑھا تو فوراً ہی آرام ہو گیا۔ پھر حضرت محمد بن سماک علیہ الرحمۃ نے لوگوں سے فرمایا کہ وہ بزرگ جنہوں نے تم لوگوں کو یہ وظیفہ بتایا، تمہیں یہ خبر ہے کہ وہ کون بزرگ تھے؟ لوگوں نے کہا کہ جی نہیں۔ ہم

لوگوں نے انہیں نہیں پہچانا۔ تو حضرت محمد بن سہاک علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ وہ بزرگ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

(تفسیر مدارک التنزیل، ج ۳، ص ۱۹۵، پ ۱۵، بی اسرائیل: ۱۰۵)

قرآن مجید کی آیت کا اتنا سا ٹکڑا ہر مرض کی مکمل دوا اور مجرب علاج ہے۔ مرض کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر پڑھ دیا جائے تو بیماری دور ہو جاتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ پڑھنے والا پابند شریعت اور صدق مقال و رزق حلال پر کار بند ہو۔ بلاشبہ یہ آیت شفاء امراض کے لئے قرآن مجید کے عجائب میں سے ہے۔

مریضوں کو شفاء دینا اور مردوں کو زندہ کرنا

(۱) حضرت شیخ ابوسعید قیلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ القوی نے فرمایا: حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اللہ عزوجل کے اذن سے مادرزاد اندھوں اور برص کے بیماروں کو اچھا کرتے ہیں اور مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔

(بیچۃ الاسرار، ذکر فصول من کلامہ مرصعاً من عجائب، ص ۲۳)

(۲) شیخ خضر الحسینی الموصلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں تقریباً ۱۳ سال تک رہا، اس دوران میں نے آپ کے بہت سے خوارق و کرامات کو دیکھا ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس مریض کو طبیب بلا علاج قرار دیتے تھے وہ آپ کے پاس آکر شفا یاب ہو جاتا، آپ اس کے لئے دعاء صحت فرماتے اور اس کے جسم پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرتے تو اللہ عزوجل اسی وقت اس مریض کو صحت عطا فرمادیتا۔

(بیچۃ الاسرار، ذکر فصول من کلامہ مرصعاً من عجائب، ص ۲۷)

مریض کا علاج

حضرت ابو عبد اللہ محمد بن خضریٰ کے والد فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی، قطب ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تیرہ برس خدمت کی ہے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں بہت سی کرامات دیکھی ہیں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک کرامت یہ بھی تھی کہ جب تمام طبیب کسی مریض کے علاج سے عاجز آجاتے تو وہ مریض آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں لایا جاتا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس مریض کے لئے دعائے خیر فرماتے اور اس پر اپنا رحمت بھرا ہاتھ پھیرتے تو وہ اللہ عزوجل کے حکم سے صحت یاب ہو کر آپ کے سامنے کھڑا ہو جاتا تھا، ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں سلطان المستنجد کا قریبی رشتہ دار لایا گیا جو مرض استقاء میں مبتلا تھا اس کو پیٹ کی بیماری تھی آپ نے اس کے پیٹ پر مبارک ہاتھ پھیرا تو وہ اللہ عزوجل کے حکم سے لاغر پیٹ ہونے کے باوجود کھڑا ہو گیا گویا کہ وہ پہلے کبھی بیمار ہی نہیں تھا۔

(بیچۃ الاسرار، ذکر فصول من کلامہ مرصعاً من عجائب، ص ۱۵۳)

بخار سے رہائی عطا فرمادی

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، قطب ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ابوالمعالی احمد مظفر بن یوسف بغدادی حنبلی

آئے اور کہنے لگے کہ میرے بیٹے محمد کو پندرہ مہینے سے بخار آ رہا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تم جاؤ اور اس کے کان میں کہہ دو اے ام مہدم! تم سے عبدالقادر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں کہ میرے بیٹے سے نکل کر حملہ کی طرف چلے جاؤ۔ ہم نے ابوالعالی سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں گیا اور جس طرح مجھے شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکم دیا تھا اسی طرح کہا تو اس دن کے بعد اس کے پاس پھر کبھی بخار نہیں آیا۔ (الرجح السابق)

(908) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: عَادَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا، اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا، اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا رَوَاكَ مُسْلِمٌ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میری عیادت فرمائی۔ پس آپ نے کہا: اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما! اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما! اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما! (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الوصیة بالثلث ج ۵ ص ۴۲ رقم: ۳۴۰۲ مسند امام احمد بن حنبل، مسند سعد بن ابی وقاص ج ۱ ص ۱۱۸ رقم: ۱۴۴۰ مسند ابی یعلیٰ مسند سعد بن ابی وقاص ج ۲ ص ۱۱۶ رقم: ۸۱ سنن الکبیری للبیہقی، باب من کثر ان یموت بالارض النبی ہاجر منها ج ۲ ص ۳۴۵ رقم: ۱۸۳۳۰)

شرح حدیث: حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خوشخبری

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجۃ الوداع میں مکہ معظمہ جا کر اس قدر شدید بیمار ہو گئے کہ ان کو اپنی زندگی کی امید نہ رہی۔ ان کو اس بات کی بہت زیادہ بے چینی تھی کہ اگر میں مر گیا تو میری ہجرت نامکمل رہ جائے گی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے ان کی بے قراری دیکھ کر تسلی دی اور انہیں کے لیے دعا بھی فرمائی اور یہ بشارت دی کہ امید ہے کہ تم ابھی نہیں مرو گے بلکہ تمہاری زندگی لمبی ہوگی اور بہت سے لوگوں کو تم سے نفع اور بہت سے لوگوں کو تم سے نقصان پہنچے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب ان یتروک در عتہ... الخ، الحدیث: ۲۷۲۲ ج ۲ ص ۲۳۲)

یہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے فتوحات عجم کی بشارت تھی۔ کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی لشکر کا سپہ سالار بن کر ایران پر فوج کشی کی اور چند سال میں بڑے بڑے معرکوں کے بعد بادشاہ ایران کسریٰ کے تخت و تاج کو چھین لیا۔ اس طرح مسلمانوں کو ان کی ذات سے بڑا فائدہ اور کفار مجوس کو ان کی ذات سے نقصان عظیم پہنچا۔ ایران حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں فتح ہوا اور اس لڑائی کا نقشہ جنگ خود امیر المؤمنین نے ماہرین جنگ کے مشوروں سے تیار فرمایا تھا۔

(909) وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عُمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ شَكَاهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ

حضرت ابو عبد اللہ عثمان بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے جسم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعًا، يَجِدُهُ فِي جَسَدِهِ فَقَالَ
لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ضَعْ يَدَكَ عَلَى
الَّذِي يَأْلَمُ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ ثَلَاثًا، وَقُلْ
سَبْعَ مَرَّاتٍ: اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا
اَجِدُ وَاَخَافُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

میں درد کی شکایت کی تو اس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اپنا ہاتھ جسم کے اس حصہ پر رکھ جو درد کرتا ہے اور تین بار
بسم اللہ کہہ اور سات بار کہہ میں اللہ تعالیٰ کے غلبے اور
قدرت کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس برائی کے شر سے جو
میں پاتا ہوں یا جس سے میں ڈرتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استعجاب وضع یدہ علی موضع الآلم مع الدعاء ج ۱ ص ۱۰۰ رقم: ۵۸۹۶ سنن ابن
ماجہ: باب ما علّٰہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما عوفیہ ج ۲ ص ۱۱۴ رقم: ۲۵۲۲ مؤطا امام مالک: باب الرقی ج ۱ ص ۲۴۰ رقم:
۸۶۶ سنن ابوداؤد: باب کیف الرقی ج ۱ ص ۱۴ رقم: ۳۸۱۳ سنن الکبیری للنسائی: باب مسح الرقی الوجع بیہدہ الیہ ج ۲ ص ۳۶
رقم: ۴۵۲۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
اس سے معلوم ہوا کہ بیماری، ناداری اور تمام مصائب کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر سکتے ہیں۔ ہم گنہگاروں
کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کرنا اسی حدیث سے ماخوذ ہے، اس میں رب سے ناراضی نہیں بلکہ اپنے شہنشاہ سے فریاد
ہے اور دفعیہ کے لیے عرض معروض ہے جیسے مظلوم حاکم سے اور بیمار حکیم سے اپنی شکایات پیش کرتے ہیں۔
خیال رہے کہ ان صحابی نے خود ہی دعائے مانگی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر دعا کی۔ مشائخ کرام سے
جو وظیفوں اور دعاؤں کی اجازت لی جاتی ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے، اجازت سے عمل کی تاثیر بڑھ جاتی ہے، دعائیں
کار توں ہیں اور بزرگوں کی زبان اور اجازت راقل، بغیر راقل شیر مارنے والا کار توں مرغی کو نہیں مار سکتا۔

(مراۃ المناجیح ج ۲ ص ۷۵۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسے مریض کی عیادت کی
جس کی موت کی وقت ابھی نہیں آیا اور سات بار اس کے
پاس پڑھے: عظمت والے اللہ سے جو عرش عظیم کا رب
ہے میں سوال کرتا ہوں کہ تمہیں شفاء عطا فرمادے تو اس
مریض کو اللہ اس مرض سے شفاء عطا فرما دے گا۔ اس
حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ
حدیث حسن ہے اور حاکم نے کہا یہ حدیث شرط بخاری
کے مطابق صحیح ہے۔

(910) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا،
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ عَادَ
مَرِيضًا لَمْ يَخْطُرْهُ اَجَلُهُ، فَقَالَ عِنْدَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ:
اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ، رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اَنْ
يَشْفِيَكَ، اِلَّا عَافَاكَ اللّٰهُ مِنْ ذَلِكَ الْمَرَضِ رَوَاهُ اَبُو
دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ، وَقَالَ
الْحَاكِمُ: حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ.

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب الدعاء للمریض عند العیادة ج ۳ ص ۱۵۵ رقم: ۳۱۰۸ سنن ترمذی باب ما جاء فی التداوی بالعسل ج ۲ ص ۳۱۰ رقم: ۲۰۸۲ المستدرک للحاکم کتاب الجنائز ج ۱ ص ۳۵۸ رقم: ۱۲۶۸ مسند امام احمد بن حنبل مسند عبداللہ بن العباس ج ۱ ص ۲۲۹ رقم: ۲۱۲۸)

شرح حدیث: تمام مخلوق کی نیکیوں کے برابر نیکیاں

منقول ہے کہ اللہ عز و جل نے حضرت سیدنا موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی فرمائی: کیا تم چاہتے ہو کہ بروز قیامت تمہاری نیکیاں تمام مخلوق کی نیکیوں کے برابر ہوں؟ تو انہوں نے عرض کی: جی ہاں! اے میرے رب عز و جل! تو اللہ عز و جل نے ارشاد فرمایا: مریضوں کی عیادت کرو اور فقراء کے کپڑوں کا اہتمام کرو۔ پس حضرت سیدنا موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ ہر ماہ سات دن فقراء کے لباس کا اہتمام کرتے اور مریضوں کی عیادت فرماتے۔ (الروض الفائق فی التواضع والرفاق ۱۷۳)

(911) وَعَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى أَغْرَاطٍ يَعُودُهُ، وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَى مَنْ يَعُودُهُ، قَالَ: لَا بَأْسَ، كَلْهُوَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دیہاتی کے پاس بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے اور آپ جب بھی کسی بیمار کی بیماری پرسی کے لیے تشریف لاتے تو فرماتے کوئی حرج نہیں، اگر اللہ نے چاہا تو یہ پاک کرنے والی ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب عیادة الاعراب ج ۳ ص ۱۱۴ رقم: ۵۶۵۶ مسند الحارث باب ما یقول اذا دخل علی المریض ص ۳۵۱ رقم: ۲۵۲ السنن الکبریٰ للبیہقی باب ما یتحب من تسلیة المریض ج ۲ ص ۱۱۴ رقم: ۲۸۲۲ المعجم الکبیر للطبرانی احادیث عبداللہ بن عباس ج ۱ ص ۳۲۲ رقم: ۱۱۱۴۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی گناہوں سے صفائی ہے اور بہت سی بیماریوں سے بچاؤ کیونکہ بعض چھوٹی بیماریاں بڑی بیماریوں سے انسان کو محفوظ کر دیتی ہیں، ایک زکام بچپن بیماریوں کو دور رکھتا ہے، خارش والے کو کبھی کوڑھ نہیں ہوتی۔ اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ معلوم ہوئے کہ ہر غریب و امیر کے گھر بیمار پرسی کے واسطے تشریف لے جاتے۔ سبحان اللہ! کیسا پاکیزہ کلمہ ہے کہ ایک طہور میں جسمانی، جنائی، روحانی صفائیوں کا ذکر فرما دیا۔

اور اگر تو خدا کی رحمت سے مایوس ہے تو پھر تو جان، یہ ارشاد اظہار کرنا راضی کے لیے ہے۔ معلوم ہوا کہ بیماری میں رب سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، صابر و شاکر رہنا ضروری ہے۔ یہ صاحب بدوی تھے جو ان آداب سے بے خبر تھے۔

(بزم المناجیح ج ۲ ص ۷۵۸)

(912) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى أَغْرَاطٍ يَعُودُهُ، وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَى مَنْ يَعُودُهُ، قَالَ: لَا بَأْسَ، كَلْهُوَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عَنْهُ: أَنَّ جِبْرِيلَ آتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، اسْتَكْنَيْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: بِسْمِ اللَّهِ أَرْقِيكَ، مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اللَّهُ يَشْفِيكَ، بِسْمِ اللَّهِ أَرْقِيكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے پھر عرض کیا: اے محمد! کیا آپ بیمار ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ کہا اللہ کے نام کے ساتھ ہر موزی چیز سے میں تمہیں دم کر دیتا ہوں ہر جان اور ہر حسد والی آنکھ کے شر سے اللہ تمہیں شفاء دے اللہ کے نام کے ساتھ میں تمہیں دم کرتا ہوں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الطب والمرض والرقی، ج ۳، ص ۱۳، رقم: ۵۸۲۹، مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ج ۳، ص ۲۸، رقم: ۱۱۲۲۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی التعوذ للمریض، ج ۳، ص ۳۰۳، رقم: ۱۰۶۰، المعجم الاوسط لطبرانی من اسمہ معاذ ج ۸، ص ۲۵۴، رقم: ۸۵۶۵، سنن ابن ماجہ، باب ما عوذ به النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما عوذ به، ج ۲، ص ۱۱۲، رقم: ۲۵۲۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(کیا آپ بیمار ہیں) حضرت جبریل خود نہ آئے تھے بلکہ رب نے بھیجا تھا، یہ مزاج پرسی رب کی طرف سے تھی، قرآن کریم فرماتا ہے: وَمَا نُنَزِّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا پتہ لگا کہ رب ان کی مزاج پرسی کرے اور رب ہی جبریل کو بھیج کر ان پر دم کرائے۔ شعر

سر بالیں نہیں رحمت کی ادا لائی ہے
حال بگڑا ہے تو بیمار کی بن آئی ہے

(اللہ کے نام سے دم کرتا ہوں) یہاں دم جادو کے معنی میں نہیں کہ فرشتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پارگاہ اس سے پاک ہے بلکہ دم جائز منتر یا اسلامی ٹوٹکا مراد ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسد و نظر بد بھی بڑی آفتیں ہیں اللہ محفوظ رکھے۔ (مزاۃ النبی، ج ۲، ص ۷۵۹)

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور اللہ سب سے بڑا ہے تو اس کا رب اس کی تصدیق کرتا ہے پس فرماتا ہے نہیں ہے کوئی معبود مگر میں ہی اور میں ہی سب سے بڑا ہوں۔ اور جب وہ (بندہ) کہتا ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے وہ اکیلا ہے

(913) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُمَا شَهِدَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، صَدَقَهُ رَبُّهُ، فَقَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَأَنَا أَكْبَرُ، وَإِذَا قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، قَالَ: يَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَحْدِي لَا شَرِيكَ لِي. وَإِذَا قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا لِي الْمُلْكُ وَلِيَ الْحَمْدُ.

وَإِذَا قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِي وَكَانَ يَقُولُ: مَنْ قَالَهَا فِي مَرَضِهِ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمُهُ النَّارُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

اس کا کوئی شریک نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے نہیں ہے کوئی معبود مگر میں ہی اکیلا ہوں میرا کوئی شریک نہیں ہے اور جب (بندہ) کہتا ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی تمام تعریفیں ہیں تو وہ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے نہیں ہے کوئی معبود مگر میری ہی بادشاہی ہے اور میری ہی حمد ہے اور جب وہ (بندہ) کہتا ہے نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور نہیں ہے گناہ سے مڑنا اور نیکی طرف آنا سوائے اللہ کی توفیق کے تو وہ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے نہیں ہے کوئی معبود میرے سوا اور نہیں ہے گناہ سے بچنا اور نیکی کی طرف آنا مگر میری توفیق سے اور آپ فرماتے تھے جو شخص یہ (کلمات) اپنی بیماری میں کہتا ہے پھر اسے موت آ جاتی ہے تو اسے آگ نہ چھوئے گی۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما یقول العبد اذا مرض: ج ۷ ص ۲۹۲ رقم: ۲۲۲۰ جامع الاحادیث للسيوطی: حرف

المیم: ج ۲ ص ۱۷۷ رقم: ۲۲۲۰)

شرح حدیث: ننانوے بیماریوں کی دوا

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سکار والا بیمار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روزِ شہر، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ پڑھا تو یہ (اسکے لئے) ننانوے بیماریوں کی دوا ہے ان میں سب سے ہلکی بیماری رنج و الم ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الذکر والدعاء، الترغیب فی اذکار تقابل باللیل والنہار، رقم: ۸، ج ۲ ص ۲۹۲)

حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جسے اللہ عز و جل نے کوئی نعمت عطا فرمائی پھر وہ بندہ اس نعمت کو باقی رکھنا چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کی کثرت کرے۔ (المجموع، رقم: ۸۵۹، ج ۱ ص ۳۱۰)

حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، داناتے غیوب، مقررہ غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، اے ابو ذر! کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کے بارے میں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا، ضرور بتائیے۔ ارشاد فرمایا، وہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب ماجاء فی لا حول ولا قوۃ الا باللہ، رقم ۳۸۲۵، ج ۲، ص ۲۶۰)

مریض کے گھر والوں سے مریض کا

حال پوچھنا مستحب ہے

3- بَابُ اسْتِحْبَابِ سُؤَالِ

أَهْلِ الْمَرِيضِ عَنْ حَالِهِ

(914) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ

مَلِكَ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي وَجَعٍ أَلِیَ تَوَلَّى فِيهِ، فَقَالَ النَّاسُ: يَا أَبَا الْحَسَنِ، كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللَّهِ بَارِئًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت

علی ابن ابوطالب رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے وصال والی بیماری میں آپ کے پاس سے باہر نکلے لوگوں نے پوچھا اے ابوالحسن رسول اللہ ﷺ نے صبح کس طرح کی۔ تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ کی حمد سے صحت یابی میں صبح کی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاته، ج ۶، ص ۱۲، رقم: ۳۴۲۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن العباس، ج ۱، ص ۲۶۳، رقم: ۲۴۴۴، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الاستعلاف، ج ۶، ص ۱۳۹، رقم: ۱۴۰۱۶، مشکوٰۃ المصابیح، باب عِبَادَةِ الْمَرِيضِ، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۳۵۵، رقم: ۱۵۶۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی آپ کے مرض میں کوئی ہلکا پن نہ تھا مگر جناب علی نے یہ فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کے فضل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب پاک تندرست ہے یا ان شاء اللہ آپ قریب صحت ہیں۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بیمار پرسی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بیمار کا حال آنے والے سے پوچھ لیا جائے۔ دوسرے یہ کہ اگر بیمار کا حال خراب بھی ہو تب بھی لفظ اچھے بولے جائیں کہ اس میں فال بھی نیک ہے اور رحمت الہی کی امید بھی۔ (مزاۃ النبی، ج ۲، ص ۷۵۹)

جو زندگی سے ناامید ہو وہ کیا پڑھے؟

4- بَابُ مَا يَقُولُهُ مَنْ آيَسَ مِنْ حَيَاتِهِ

(915) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى، يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ، وَارْحَمْنِيْ بِالرَّفِيقِ الْاَعْلٰى مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں

نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا حالانکہ آپ مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اے اللہ! مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ کے ساتھ ملا دے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحيح البخاری باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاته ج ۱ ص ۱۱۴ رقم: ۱۱۴۱ صحيح مسلم باب فی فضل عائشة رضی اللہ عنہا ج ۱ ص ۱۲۴ رقم: ۱۲۴۱ السنن الکبریٰ للنسائی باب ما یقول عند الموت ج ۱ ص ۲۱ رقم: ۱۰۰۳۳ ترمذی باب ما جاء فی عقد التسمیة بالید ج ۱ ص ۵۲۵ رقم: ۲۲۹۱ صحيح ابن حبان باب وفاته صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۵۸۵ رقم: ۶۶۱۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ نبی کو بیداری میں ان کا جنتی مقام دکھا کر انہیں اختیار دیا جاتا ہے اور یہ اختیار دینا ان کی عظمت کے اظہار کے لیے ہوتا ہے ورنہ رب ان کے وقت موت کو جانتا ہے اور وہ حضرات وہ ہی اختیار کرتے ہیں جو رب کا فیصلہ ہے۔ (اشعہ)

پہلے حضور کا جسم اطہر جناب عائشہ صدیقہ کی گود میں اور سر شریف آپ کے سینہ پر تھا، چونکہ اس طرح جانگی میں تکلیف ہوتی ہے اس لیے عین قبض روح کے وقت حضور انور کو سیدھا قبلہ رو لٹایا گیا اور سر شریف ام المؤمنین کی ران پر رکھا ہذا یہ حدیث اس گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے سینے اور گلے کے درمیان ہوئی۔

رفیق اعلیٰ یعنی اوپر کے ساتھیوں کے متعلق بیان کیا جا چکا ہے۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ حضور کے چار ساتھی زمین کے ہیں یعنی خلفاء راشدین اور چار ساتھی آسمان کے: حضرت جبریل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام یہاں رفیق اعلیٰ سے وہ مراد ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم! (بازاۃ المناجیح ج ۸ ص ۲۰۹)

(916) وَعَنْهَا، قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوْتِ، عِنْدَهُ قَدَحٌ فِيهِ مَاءٌ، وَهُوَ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْقَدَحِ، ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهُ بِالْمَاءِ، ثُمَّ يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلَى عَمْرَاتِ الْمَوْتِ اَوْ سَكْرَاتِ الْمَوْتِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ موت کے حال میں تھے آپ کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں پانی تھا آپ ہاتھ پیالہ میں ڈال کر پانی کو چہرہ پر ملتے پھر کہتے اے اللہ! موت کی سختیوں اور سبے ہوشیوں پر میری مدد فرما۔ (ترمذی)

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی التشدید عند الموت ج ۲ ص ۲۰۸ رقم: ۱۰۰۸ السنن الصغریٰ باب تلقین المریض اذا حضر الموت ج ۱ ص ۲۲۵ رقم: ۱۰۲۵ المستدرک للحاکم تفسیر سور قق ج ۲ ص ۲۲۹ رقم: ۲۴۳۱ المعجم الاوسط للطبرانی من اسمہ بکر ج ۲ ص ۲۰۴ رقم: ۲۲۲۲ سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی ذکر مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۵۱۹ رقم: ۱۶۲۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(پھر چہرہ انور پر پھیر لیتے) غشی یا پیش دور کرنے کے لیے یہ عمل فرماتے تھے کیونکہ بوقت موت بہت گرمی محسوس

ہوتی ہے اسی لیے اکثر اس وقت میت کو پسینہ آ جاتا ہے اور پیاس کا غلبہ ہوتا ہے اسی لیے اس وقت منہ میں پانی پکانے کا حکم ہے اگر چہ سردی کا موسم ہو۔

(سختیوں یا دشواریوں پر میری مدد فرما) بعض شارحین نے فرمایا کہ منکرات سے مراد دوسو سے اور برے خیالات ہیں جن سے میت کا دھیان رب سے ہٹ جائے اور سکرات سکرۃ کی جمع ہے، بمعنی غشی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَوَسَّى النَّاسُ سُلَكًا يَاسَىٰ۔ یہاں وہ تکلیف مراد ہے جو عقل زائل کر دے یعنی سخت تکلیف اور یہ دعا امت کی تعلیم کے لیے ہے کہ اس وقت یہ دعا کیا کریں۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے ان تکالیف کو برداشت کرنے کی طاقت دے یا انہیں کم فرما دے، یہاں شیخ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سلطنت الہیہ کے متولی اور منتظم ہیں، کون و مکان کے سارے احکام آپ کو سپرد ہیں، تمام جہان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ حکومت میں ہے، ایسی ذمہ داری جب احکم الحاکمین کی بارگاہ میں جائے تو اسے ہیبت زیادہ ہوتی ہے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیبت الہیہ کا غلبہ تھا، اس کی کیفیت تھی۔ (معد اللغات) اسی شدت کی اور بہت وجہ بیان کی گئی ہیں، مگر حق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ہمارے عقل و قیاس سے وراہ ہیں۔

(بزاز النناجیح، ج ۲ ص ۷۸۹)

5- أَبَاتُ اسْتِخْبَابٍ وَصِيَّةِ أَهْلِ الْمَرِيضِ
وَمَنْ يُحْدِثُهُ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ وَاحْتِمَالِهِ
وَالصَّبْرِ عَلَى مَا يَشُقُّ مِنْ أَمْرٍ وَكَذَا
الْوَصِيَّةُ بِمَنْ قُرْبَ سَبَبُ مَوْتِهِ
بِحَدٍّ أَوْ قِصَاصٍ وَنَحْوِهِمَا

(917) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ أَمْرًا مِنْ جُهَيْنَةَ آتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حُبْلَى مِنَ الزَّوْنِ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْنِي عَلَى، فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَّهَا، فَقَالَ: أَحْسِنِ إِلَيْهَا، فَإِذَا وَضَعْتَ فَأَتِينِي بِهَا فَفَعَلَ، فَأَمَرَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَدَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابَهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَرَجَمَتْ، ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مریض کے گھر والوں اور خدام کو مریض کے ساتھ بھلائی کی وصیت اور برداشت کرنے کا حکم جو اس کے معاملات میں سے تکلیف دہ ہو اور اسی طرح اس سے بھلائی کا حکم جس کی موت کا سبب حد یا قصاص وغیرہ قریب ہو

حضرت عمران بن حصین ؓ سے مروی کہ جبینہ قبیلہ کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئی یہ زنا کی وجہ سے حاملہ تھی۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں حد والا جرم کر بیٹھی ہوں مجھ پر حد لگائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے وارث کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ اس سے بھلائی کرے۔ جب یہ جنم دے لے تو اسے میرے پاس لانا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا تو اس پر اس کے

کپڑے باندھ دیے گئے پھر اس کے متعلق حکم دیا تو اس کو رجم کر دیا گیا پھر آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب من اعترف علی نفسه بالزنا ج ۵ ص ۱۲۰ رقم: ۵۲۹ سنن الدار قطنی کتاب الحدود والدیات ج ۳ ص ۲۸۲ رقم: ۲۷۸۵ السنن الکبریٰ للنسائی باب الصلاة علی البرجومة ج ۱ ص ۱۲۶ رقم: ۲۰۸۳ صحیح ابن حبان کتاب الحدود ج ۱ ص ۲۵۰ رقم: ۲۲۰۳ مسند امام احمد بن حنبل حدیث عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۵۰ رقم: ۱۱۱۱۰) شرح حدیث: کیا عہد رسالت میں گواہی سے زنا کا ثبوت ہوا؟

عہد رسالت اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میں زنا کا ثبوت گواہوں سے کبھی نہیں ہوا۔ البتہ دوبار یہ ہوا کہ مجرموں نے خود اقرار کر لیا۔ پہلا واقعہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، دوسرا ایک خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا۔ دونوں مجرم بارگاہ رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میں حاضر ہوئے اور شرعی سزا کے خواست گار (یعنی طلب گار) ہوئے کہ ہم پاک ہو جائیں۔ دونوں کو سنگسار کیا گیا۔ جس وقت حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنگسار کیا آپ بھاگے لیکن سنگساریوں نے پکڑ کر قتل کر دیا، اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کل واقعہ بیان کیا۔ فرمایا: تم نے چھوڑ کیوں نہیں دیا جب وہ بھاگتا تھا۔ اور فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر تمام شہر پر تقسیم کی جائے سب کو کافی ہو۔

(ملفوظ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف بالزنا، الحدیث ۱۶۹۵، ص ۹۳۲)

مریض عشق الہی عزّ و جلّ

اللہ عزّ و جلّ کے ایک ولی فرماتے ہیں میں نے ایک غلام کو دیکھا کہ وہ راکھ بچھا کر اس پر ٹوٹ ٹوٹ ہو کر شدت سے رو رہا تھا۔ میں نے اپنے ایک دوست سے کہا: چلو، اس بیمار کی عیادت کرتے ہیں۔ وہ بولا: یہ بیمار نہیں بلکہ مجتہدین میں سے ہے اور اسے عبید مجنون کہا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اس کی طرف بڑھا تو دیکھا کہ وہ ایک نوجوان ہے، اور اس پر اُون کا جبّہ ہے، وہ کہہ رہا ہے: اے میرے مالک و مولیٰ! تعجب ہے اس پر جسے تیری معرفت کی دولت حاصل ہوئی اور تیری محبت کی مٹھاس سے لطف اندوز ہوا پھر تیری بارگاہ سے کیسے ہٹ گیا؟ وہ نوجوان یہی بات دہراتا رہا یہاں تک کہ اس پر غشی طاری ہو گئی۔ میں نے اپنے اس دوست سے کہا: اللہ عزّ و جلّ کی قسم! مجنون تو وہ ہوتا ہے جو اس مقام و مرتبہ تک نہ پہنچا ہو۔ جب اسے افاقہ ہوا تو ہماری طرف دیکھ کر کہنے لگا: تم میری طرف کیوں دیکھ رہے ہو؟ ہم نے کہا: ہمارے پاس ایک دوا ہے، شاید وہ آپ کو اس بیماری سے شفا دے دے۔ تو وہ کہنے لگا: اس کی دوا اسی کے پاس ہے جس نے مجھے اس بیماری میں مبتلا کیا ہے، لیکن وہ چاہتا ہے کہ پہلے مجھے بیمار کرے پھر اس کا علاج کرے۔ میں نے کہا: یہ بیماری کیسے آتی ہے؟ اس نے جواب دیا: حرام کو چھوڑنے، گناہوں کا ارتکاب نہ کرنے، اللہ عزّ و جلّ کو ہر لمحہ پیش نظر رکھنے، رات کو تہجد ادا کرنے جبکہ

لوگ سو رہے ہوں، گزر بسر کا سامان کم لینے، خوشحالی اور تنگدستی کی حالت میں آفات و بلیات پر صبر کرنے، پاک دامنی اختیار کرنے، استطاعت ہوتے ہوئے کم کھانے، موت کی تیاری کرنے، منکر نکیر کے سوالات کے جوابات کی تیاری کرنے اور اللہ عز و جل کے سامنے حاضر ہونے کی تیاری کرنے سے اس بیماری کی دولت نصیب ہوتی ہے، اس کے بعد یا تو جنت ٹھکانہ ہوگا یا جہنم میں جانا ہوگا۔ اتنا کہنے کے بعد وہ بلند آواز سے رونے لگا، ہمیں بھی رونا آگیا، ہم نے اس سے کہا: ہم آپ کے مہمان ہیں، لہذا ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ اس نے کہا: میں اس میدان کا شہسوار نہیں (یعنی میں اس مرتبہ کا اہل نہیں)۔ ہم نے اسے قسم دی کہ آپ ضرور دعا فرمائیں تو اس نے دعا دیتے ہوئے کہا: اللہ عز و جل آپ کو جنت میں جگہ عطا فرمائے، میری اور آپ کی موت آسان کر دے۔ وہ ولی اللہ فرماتے ہیں: پھر ہم وہاں سے لوٹ آئے اور ہمارے دل اس کے حسین الفاظ اور وعظ و نصیحت سے زندہ ہو گئے اور اس کے کلام اور محبت کی مٹھاس نے ہمیں بہت راحت و مسرت پہنچائی۔

یہ دیوانوں کے حالات ہیں، پس اے غمگین و مسکین رونے والے! تیری عقل کہاں ہے؟

(الرد عن الفائق لی المومنین و الزکاتین ص ۲۶۸)

6- کتاب جَوَارِ قَوْلِ الْمَرِيضِ اَنَا وَجِعٌ، اَوْ شَدِيدُ الْوَجَعِ اَوْ مَوْعُوكُ اَوْ وَاَرَأْسَاكَ وَنَحْوِ ذَلِكَ وَبَيَانِ اَنَّهُ لَا كَرَاهَةَ فِي ذَلِكَ اِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى سَبِيلِ التَّسْحِطِ وَاِظْهَارِ الْجَزَعِ (918) عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوعَاكَ، فَمَسَسْتُهُ، فَقُلْتُ: إِنَّكَ لَتُوعَاكَ وَعَاكَ شَدِيدًا، فَقَالَ: أَجَلْ، إِنْ أُوْعَاكَ كَمَا يُوعَاكَ رَجُلَانِ مِنْكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مریض کا یہ کہنا کہ میں بیمار ہوں مجھے سخت درد ہے یا بخار ہے ہائے میرا سر وغیرہ کہنا بلا کراہت جائز ہے بشرطیکہ یہ تقدیر پر ناراضگی اور بے صبری کے طور پر نہ ہو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ کو بخار تھا۔ میں نے آپ کو ہاتھ لگایا اور عرض کیا: آپ کو شدید بخار ہے فرمایا ہاں مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب وضع اليد علی المریض: ج ۲ ص ۲۱۹، رقم: ۵۶۶۰، صحیح مسلم: باب ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض: ج ۲ ص ۴۱۳، رقم: ۶۷۲۳، سنن الکبیری للبیہقی: باب ما ینبی لکل مسلم أن یتشعره من الصبر: ج ۲ ص ۲۰۲، رقم: ۶۲۲۳، مسند ابویعلی: مسند عبداللہ بن مسعود: ج ۲ ص ۴۱۳، رقم: ۵۱۳۳، مسند امام احمد بن حنبل: مسند عبداللہ بن مسعود: ج ۱ ص ۴۵۵، رقم: ۲۲۳۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

تَوَعَّلَكَ وَعَلَّكَ سے بنا، بمعنی بخار کی گرمی اور تکلیف۔ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ غلام آقا کی مزاج پر سی بھی کرے اور اس کے جسم کو ہاتھ بھی لگائے۔ خیال رہے کہ بخار مرض انبیاء ہے، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بخار ہی سے ہوئی۔

یہ ہے صحابہ کا ادب و احترام، یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو وہم بھی نہیں کیا جاسکتا کہ آپ کی بیماری خطاؤں کی معافی کے لیے ہو، آپ کو گناہ و خطا سے نسبت ہی کیا، آپ کی بیماری صرف بلندی درجات کے لیے ہو سکتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن چیزوں سے ہم گنہگاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں ان سے نیک کاروں کے درجے بڑھتے ہیں۔

مسلمان سے مراد گنہگار مسلمان ہے۔ بے گناہ مسلمان جیسے ابو بکر صدیق وغیرہم اور نا سمجھ بچے اس حکم سے علیحدہ ہیں، ان کے درجے بلند ہوں گے۔ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ لفظ مسلم اور مؤمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں ہوا کرتے، یہ الفاظ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو عین ایمان ہیں، ہم نے اپنی تفسیر نعیمی پہلے پارے میں ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم میں یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا میں امت سے خطاب ہوتا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں ہوتے۔ (مزاۃ الناجح، ج ۲ ص ۷۳)

(919) وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوذُنِي مِنْ وَجَعِ اشْتَدَّ بِي، فَقُلْتُ: بَلِّغْ بِي مَا تَرَى، وَأَنَا ذُو مَالٍ، وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا الْإِهْنِي. وَذَكَرَ الْحَدِيثَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے پاس سخت درد کے موقع پر میری عیادت کے لیے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے میں نے عرض کیا: مجھے اس حد تک درد ہے جو آپ پر ظاہر ہے اور میں صاحب مال ہوں اور میری وارث صرف میری بیٹی ہے۔ اور حدیث ذکر کی (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول المريض الى وجع او وارأساه او اشتد بى الوجع، ج ۲ ص ۱۲۰، رقم: ۵۶۶۸، صحیح مسلم، باب الوصية بالثلث، ج ۵ ص ۷۰، رقم: ۲۲۹۹، السنن الکبڑی للبیہقی، باب المريض يقول وارأساه، ج ۲ ص ۴۰۸، رقم: ۶۸۰۸، مؤطا امام مالک، باب الوصية في الثلث لا تتعدى، ج ۲ ص ۱۱۲، رقم: ۱۳۵۱، سنن الدارمی، باب الوصية بالثلث، ج ۲ ص ۲۱۹، رقم: ۲۱۹۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں سعد سے مراد حضرت سعد ابن ابی وقاص ہیں جو عشرہ مبشرہ سے ہیں، یہ واقعہ فتح مکہ کے سال کا ہے، اس وقت آپ مکہ معظمہ میں تھے آپ سخت بیمار ہو گئے تھے۔ (مرقات) تو حضور انور اپنی جائے قیام سے میری جائے قیام پر صرف میری مزاج پر سی کے لیے تشریف لائے۔ معلوم ہوا کہ اپنے خدام کی مزاج پر سی بیمار پر سی کے لیے ان کے گھر جانا سنت ہے۔

المجاء من ۱۰۰ رقم ۳۰۰ سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی ثلثین المبعوث لا اله الا الله ج ۱ ص ۱۰۰ رقم ۱۰۰۰

شرح حدیث: میت کے متعلقات

جب موت کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں تو سنت یہ ہے کہ دائیں کروٹ پر لٹا کر قبلہ کی طرف منہ کر دیں اور یہ بھی جائز ہے کہ چپٹ لٹائیں اور قبلہ کو پاؤں کر دیں مگر اس صورت میں سر کو کچھ اونچا کر دیں تاکہ قبلہ کی طرف منہ ہو جائے، ورنہ اگر قبلہ کو منہ کرنے میں اس کو تکلیف ہوتی ہو تو جس حالت پر ہے چھوڑ دیں۔

(الدر المختار مع الرد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنۃ ج ۳ ص ۹۱)

مسئلہ: جاں کنی کی حالت میں اسے تلقین کریں یعنی اس کے پاس بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھیں مگر اسے پڑھنے کا حکم نہ دیں اور جب وہ پڑھ لے تو تلقین بند کر دیں ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے کوئی بات کر لی تو پھر تلقین کریں تاکہ اس کا آخری کلام: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ہو۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم)

(افتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون، الفصل امداد، ج ۱ ص ۱۵۷)

تلقین کا طریقہ

صدر الشریعہ بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اپنی مایہ ناز تالیف بہار شریعت میں لکھتے ہیں: جاکنی کی حالت میں جب تک روح گلے کو نہ آئی (ہو) مرنے والے کو تلقین کریں یعنی اس کے پاس بلند آواز سے أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللَّهِ پڑھیں مگر اسے (یعنی مرنے والے کو) اس کے کہنے کا حکم نہ کریں۔ جب اس (یعنی مرنے والے) نے کلمہ پڑھ لیا تو تلقین موقوف کر دیں۔ ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے کوئی بات کی تو پھر تلقین کریں کہ اس کا آخر کلام لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ہو۔ (بہار شریعت، حصہ ۴ ص ۱۵۷)

کلمہ طیبہ سکھانے کا یہ حکم استحبائی ہے اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو مر رہا ہو اسے کلمہ سکھاؤ اس طرح کہ اسکے پاس بلند آواز سے کلمہ پڑھو اس کا حکم نہ دو۔

خیاں رہے کہ اگر مومن بوقت موت کلمہ نہ پڑھ سکے جیسے بیہوش یا شہید وغیرہ تو وہ ایمان پر ہی مرا کہ زندگی میں مومن تھا لہذا اب بھی مومن بلکہ اگر نزع کی غشی میں اسکے منہ سے کلمہ کفر سنا جائے تب بھی وہ مومن ہی ہوگا اس کا کفن دفن نماز سب کچھ ہوگی، کیونکہ غشی کی حالت کا ارتداد معتبر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرتے وقت کلمہ پڑھانا اس حدیث مذکورہ پر عمل کے لیے ہے نہ کہ اسے مسلمان بنانے کیلئے، مسلمان تو وہ پہلے ہی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴۴۴)

وقت موت کا آجانا بطور عادت یقیناً معلوم ہو جاتا ہے۔ علماء کرام رحمہم اللہ نے فرمایا: کہ موت کا وقت آجانے کی (بعض) علامات یہ ہیں: (۱) اس وقت پاؤں اس قدر مست ہو جاتے ہیں کہ اگر انہیں کھڑا کیا جائے تو کھڑے نہیں رہ سکتے،

(۲) ناک میڑھی ہو جاتی ہے، (۳) آنکھوں اور کان کے درمیانی حصہ کا لٹک جانا۔ (ماخوذ از اشعۃ الممیت، ج ۱ ص ۷۰۴)

8- بَابُ مَا يَقُولُهُ بَعْدَ تَغْيِيزِ الْمَيِّتِ

(823) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ:

دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهُ، فَأَخْمَضَهُ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الرُّوحَ إِذَا قُبِضَ، تَبِعَهُ الْبَصَرُ فَطَبَعَ نَاسٍ مِنْ أَهْلِهِ فَقَالَ: لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِيَّاهُ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يَدْعُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ ثُمَّ قَالَ: االلَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيَّتَيْنِ، وَالْخَلْفَةِ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرَتَيْنِ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ، وَافْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ، وَتَوَرَّ لَهُ فِيهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

میت کی آنکھیں بند کرنے کے بعد کیا کہا جائے؟

حضرت ام سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ ابوسلمہ کے پاس تشریف لائے (بعد وفات) ان کی آنکھ کھلی ہوئی تھی۔ آپ نے اس کو بند کیا اور پھر فرمایا کہ روح جب قبض ہوتی ہے تو آنکھ اس کی پیروی کرتی ہے تو اس کے گھر والوں میں سے کچھ لوگ زور سے چیخے۔ آپ نے فرمایا: اپنے لیے خیر کی دعا ہی کرو۔ کیونکہ فرشتے تمہاری باتوں پر آمین کہتے ہیں پھر آپ نے دعا کی اے اللہ ابوسلمہ کی مغفرت فرما اور ہدایت والوں میں اس کے درجہ کو بلند فرما اور پیچھے رہنے والوں میں اس کا قائم مقام بنا۔ ہماری اور اس کی مغفرت فرما اور اس کے لیے قبر میں وسعت فرما اور اسے اس کے لیے منور فرما۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح فی الغماض المیت والدعا له اذا حضر ج ۳۸، رقم: ۲۱۶۹ السنن الصغریٰ، باب الغماض

عینہ وتسبیحہ بطوب ج ۳۴، رقم: ۱۰۴۱، سنن ابوداؤد: باب تغییض المیت ج ۱۵۹، رقم: ۲۱۲۰، مسند امام احمد بن

حبیب: حدیث ام سلمہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۳۴، رقم: ۲۶۸۸۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی روح کے ساتھ نور نگاہ بھی نکل جاتی ہے اس لیے کبھی مرنے والے کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں، آنکھیں کھلی رہنے سے فائدہ کچھ ہوتا نہیں البتہ شکل ڈراؤنی ہو جاتی ہے اس لیے آنکھیں فورا بند کر دو بلکہ اگر منہ کھلا رہ گیا ہو تو اسے بھی بند کر دیا جائے اور جڑے باندھ دیئے جائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ میت پر بلند آواز سے رونا اور اچھی باتیں منہ سے نکالنا برا نہیں، ہاں پیٹنا اور بکواس کرنا برا ہے بلکہ کبھی کفر جیسے ہائے پہاڑ گر گیا ہائے کمر ٹوٹ گئی، ہائے موت نے یا اللہ نے ظلم کر دیا انخیاؤ پالندہ، یا اللہ ہمیں بھی موت دے دے وغیرہ۔

(ہماری اور اس کی مغفرت فرما) سبحان اللہ! کیا پاکیزہ اور جامع دعا ہے، میت کے پسماندگان اپنے اور سارے

مسلمانوں کے لیے ہر طرح کی دعا مانگ لی گئی۔ (بزاۃ النایح، ج ۲ ص ۸۴۲)

9 بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ الْمَيِّتِ وَمَا

يَقُولُهُ مَنْ مَاتَ لَهُ مَيِّتٌ

(924) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا حَضَرْتُكَ الْمَرِيضُ أَوْ الْمَيِّتُ، فَقُولُوا خَيْرًا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يَوْمِنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ، قَالَتْ: فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ، أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَبَا سَلَمَةَ قَدْ مَاتَ، قَالَ: قُولِي: االلَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلَهُ، وَأَعْقِبْنِي مِنْهُ عَقْبِي حَسَنَةً فَقُلْتُ: فَأَعْقَبَنِي اللَّهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ لِي مِنْهُ: مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ هَكَذَا: إِذَا حَضَرْتُكَ الْمَرِيضُ أَوْ الْمَيِّتُ، عَلَى الشَّكِّ، وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَغَيْرُهُ: الْمَيِّتُ بِلَا شَكِّ.

میت کے پاس کیا کہا جائے اور جس کی

میت ہے وہ کیا کہے

حضرت اُم سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم مریض یا میت کے پاس آؤ تو اچھی بات کرو۔ کیونکہ تم جو کہتے ہو اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں: جب ابوسلمہ فوت ہو گئے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی۔ اور میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ابوسلمہ فوت ہو گئے۔ تو آپ نے فرمایا: تو یوں دعا کر کہ اے اللہ میرے لیے اور اس کے لیے مغفرت فرما اور مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرما۔ پس میں نے یہ کہا تو مجھ کو اللہ نے اس سے بہتر عطا فرما دیے یعنی حضرت محمد ﷺ۔ مسلم نے اس کو اسی طرح روایت کیا ہے اس میں مریض یا میت شک کے ساتھ ہے اور ابوداؤد وغیرہ نے صرف میت کا لفظ یقین کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب ما يقال عند المریض ج ۳ ص ۳۸ رقم: ۲۱۶۸ سنن ابن ماجہ: باب ما جاء فیما يقال عند المریض اذا حضر ج ۱ ص ۳۱۵ رقم: ۱۳۲۴ سنن ترمذی: باب ما جاء فی تلقین المریض عند الموت والدعاء له عند ج ۳ ص ۲۰۴ رقم: ۱۶۴۴ سنن الکبزی للنسائی: باب كثرة ذكر الموت ج ۳ ص ۴ رقم: ۱۸۲۵ مسند امام احمد: حدیث أم سلمة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۳۰۶ رقم: ۱۶۶۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(جب تم مریض یا میت کے پاس آؤ) غالباً یہ شک راوی کو ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مریض فرمایا یا میت۔ مریض سے مراد قریب الموت مریض ہے، خیر سے مراد دعائے شفا اور دعائے مغفرت ہے۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں حاضرین دنیوی کلام نہ کریں، آخر وقت تک دعائے شفا کر سکتے ہیں، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت کی تھی کہ میری جانکئی کے وقت اس حجرے میں ناپاک انسان، کتا، جاندار کا فوٹو یعنی نوٹ روپیہ پیسہ وغیرہ کچھ نہ ہو۔ (اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں) یعنی ملک الموت اور ان کے ساتھی ہر اس بات پر آمین کہہ دیتے ہیں جو تمہارے منہ

سے تھی ہے۔

یہ عمل بڑا مجرب ہے فوت شدہ میت اور گمشدہ چیز سب پر پڑھا جائے لیکن جس گئی چیز کے ملنے کی امید ہو اس پر راجعون تک پڑھے اور جس سے مایوسی ہو چکی ہو اس پر پورا پڑھے، مگر ضروری یہ ہے کہ زبان پر الفاظ ہوں اور دل میں صبر۔ (ازمرقات)

ابو سلمہ حضرت ام سلمہ کے پہلے خاوند تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے اور پھوپھی کے بیٹے بھی آپ نے مع گھر بار پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر مدینہ پاک کی جانب مع گھر بار ہجرت کرنے میں آپ اول ہیں اسی لیے آپ نے اَوَّل بَیْتِ فرمایا۔ ام سلمہ کی نگاہ میں ان خصوصیات کے لحاظ سے ابو سلمہ جزوی طور پر سب سے بہتر تھے اس لیے آپ نے یہ خیال کیا، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ خلفائے راشدین تو ابو سلمہ سے افضل تھے یعنی ایمان کہتا تھا کہ اس دعا کی برکت سے مجھے ان سے بہتر خاوند ملے گا مگر عقل و سمجھ کہتی تھی ناممکن ہے، میں نے عقل کی نہ مانی، ایمان کی مانی اور دعا پڑھ لی۔ اس کی برکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئی جن پر لاکھوں ابو سلمہ قربان۔

(برزائے الناجح، ج ۲ ص ۸۳۱-۸۳۲)

انہی سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس زندہ کو کوئی مصیبت آئے تو وہ پڑھے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (یقیناً ہم اللہ کے ہیں اور اس کی طرف لوٹنے والے ہیں۔) اے اللہ! مجھے میری مصیبت پر اجر عطا فرما اور مجھے اس کے بدلے بھدائی نصیب فرما تو اس کو اللہ تعالیٰ مصیبت میں ثواب عطا فرماتا ہے اور بہتر بدل عطا فرماتا ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ جب ابو سلمہ فوت ہوئے میں نے اسی طرح کہا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا تھا تو مجھے اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر بدل عطا فرمایا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ (عطا فرمائے۔) (مسلم)

(925) وَعَنْهَا: قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَا مِنْ عَبْدٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ، فَيَقُولُ: اِنَّا لِلَّهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاْجِعُونَ، اَللّٰهُمَّ اجْزِنِيْ فِيْ مُصِيبَتِيْ وَاخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا، اِلَّا اَجْرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مُصِيبَتِيْ وَاخْلِفْ لَهٗ خَيْرًا مِنْهَا قَالَتْ: فَلَمَّا تُوِّفِّيْ اَبُوْ سَلَمَةَ قُلْتُ كَمَا اَمَرَنِيْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاخْلَفَ اللّٰهُ لِيْ خَيْرًا مِنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب ما یقال عند المصیبة، ج ۳ ص ۲۰۹ رقم: ۲۱۶۶ مسند امام احمد حدیث أم سلمة

زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱ ص ۲۰۹ رقم: ۲۱۶۶ شعب الایمان، السبعون من شعب الایمان وهو باب فی الصبر علی

البصائب، ج ۱ ص ۱۱۸ رقم: ۱۶۶)

شرح حدیث: مصیبت پر نعم البدل ملنے کی دعاء

حضرت اُم المؤمنین بی بی اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا کہ کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاٰجِعُوْنَ اَللّٰہُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَ اَخْلُفْ لِیْ خَلِیْفًا مِنْہَا پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس مسلمان کو اس کی ضائع شدہ چیز سے بہتر چیز عطا فرمائے گا۔

حضرت بی بی اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں نے (دل میں) کہا کہ بھلا ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر کون مسلمان ہوگا؟ یہ پہلا گھر ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچا لیکن پھر میں نے اس دعا کو پڑھ لیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر شوہر عطا فرمایا کہ رسول اللہ عز وجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح فرمالیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند المصیبة، الحدیث: ۹۱۸، ص ۲۵۷)

مصیبت زدہ سے تعزیت

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، ہیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ رب العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے کوئی قبر کھودی اللہ عز وجل اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔۔۔۔۔ اور جس نے کسی میت کو غسل دیا اپنے گناہوں سے ایسا پاک و صاف ہو جائے گا جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔۔۔۔۔ اور جس نے کسی میت کو کفن پہنایا اللہ عز وجل اسے جنت کے حُلّے یعنی جوڑے پہنائے گا۔۔۔۔۔ اور جس نے کسی غمزدہ سے تعزیت کی اللہ عز وجل اسے تقویٰ کا حُلّہ پہنائے گا اور روحوں کے درمیان اس کی روح پر رحمت فرمائے گا۔۔۔۔۔ اور جس نے کسی مصیبت زدہ سے تعزیت کی اللہ عز وجل اسے جنت کے حلوں میں سے دو ایسے حُلّے پہنائے گا جنکی قیمت دنیا بھی نہیں بن سکتی۔۔۔۔۔ اور جو جنازے کے ساتھ چلا اور تدفین تک ساتھ رہا اللہ عز وجل اس کیلئے ایسے تین قیراط ثواب لکھے گا جن میں سے ہر قیراط جبل احد سے بڑا ہوگا۔۔۔۔۔ اور جس نے کسی یتیم یا محتاج کی کفالت کی اللہ عز وجل اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا اور اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، رقم ۶۶۰۶، ج ۳، ص ۱۱۴)

حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے کہ

(926) وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی بندے کا بیٹا فوت ہو

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا مَاتَ

جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے تم نے میرے

وَلَدُ الْعَبْدِ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِمَلَائِكَتِهِ: قَبِضْتُمْ

بندے کا بیٹا فوت کیا ہے تو وہ کہتے ہیں ہاں پھر فرماتا ہے

وَلَدَ عَبْدِي، فَيَقُولُونَ: نَعَمْ. فَيَقُولُ: قَبِضْتُمْ

تم نے اس کے دل کے پھل کو قبض کر لیا وہ عرض کرتے

مَرَّةً فَوَادِهِ، فَيَقُولُونَ: نَعَمْ. فَيَقُولُ: مَاذَا قَالَ

عَبْدِي، فَيَقُولُونَ: حَمْدُكَ وَاسْتَزَجَعَ. فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: ابْنُوا لِعَبْدِي بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، وَسَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

ہیں ہاں تو (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے تو میرے بندے نے کیا کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں اس نے تیری حمد کی ہے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے کے لیے جنت میں ایک گھر تعمیر کر دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہاں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب فضل المصیبة اذا احتسب، ج ۳، ص ۳۳۱، رقم: ۱۰۲۱، جامع الاصول لابن الیومر، کتاب الثالث، وهو کتاب الصبر، ج ۱، ص ۲۲۲، رقم: ۳۱۲۲، صحیح ابن حبان، باب ما جاء فی الصبر، ج ۱، ص ۲۱۰، رقم: ۲۳۷۸، الادب للبیہقی، باب الصبر والاشترجاع مع الرخصة فی البکاء، ج ۱، ص ۳۱۰، رقم: ۵۱۰۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ سوال و جواب ان فرشتوں سے ہے جو میت کی روح بارگاہ الہی میں لے جاتے ہیں اس سے مقصود ہے انہیں گور بنانا ورنہ رب تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔ خیال رہے کہ جنت میں بعض محل رب کی طرف سے پہلے ہی بن چکے ہیں اور بعض انسان کے اعمال پر بنتے ہیں، یہاں اس دوسرے محل کا ذکر ہے جیسے یہاں مکانوں کے نام کاموں سے ہوتے ہیں ویسے ہی وہاں محلات کے نام اعمال سے ہیں۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۲، ص ۹۵۸)

تیرے لئے جنت کا دروازہ کھولے؟

ایک روایت میں ہے کہ سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کسی جگہ تشریف فرما ہوتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ایک گروہ بھی آپ کے ساتھ بیٹھ جاتا۔ ان میں ایک شخص کا ایک چھوٹا بچہ بھی تھا، جو اس کے پیچھے سے آتا اور اس کے سامنے آکر بیٹھ جاتا۔ جب اس بچے کا انتقال ہو گیا تو اس شخص نے اپنے بچے کی یاد کی وجہ سے اس حلقے میں آنا چھوڑ دیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے نہ پایا تو فرمایا کہ فلاں شخص کو کیا ہوا؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ اس کا جو بچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تھا وہ فوت ہو گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے ملاقات فرمائی اور اس کے بچے کے بارے میں پوچھا تو اس نے عرض کیا، اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے تعزیت کی، پھر ارشاد فرمایا کہ تجھے ان باتوں میں سے کیا پسند ہے؟ (۱) تو اپنی عمر میں اس سے نفع اٹھاتا (۲) یا جب بھی تُو جنت کے کسی دروازے پر جائے تو وہ تجھ سے پہلے وہاں موجود ہو اور تیرے لئے جنت کا دروازہ کھولے؟ تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے یہ پسند ہے کہ وہ جنت کے دروازے پر مجھ سے پہلے موجود ہو اور میرے لئے دروازہ کھولے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا، تمہارے

لئے یہی ہے۔ (مسند احمد، حدیث قرۃ النونی مسند المرعین، رقم ۲۰۳۸۷، ج ۸، ص ۳۰۳)

(927) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: مَا لِعَبْدِي الْمُؤْمِنِ عِنْدِي جَزَاءٌ إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّتَهُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا، ثُمَّ اخْتَسَبَهُ إِلَّا الْجَنَّةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میرے اس ایمان دار بندے کی میرے پاس جزاء صرف جنت ہے۔ جب اس کی دنیا میں سب سے پیاری چیز میں لے لوں اور وہ ثواب کی امید رکھے۔ (اور صبر کرے)

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب العمل الذي يبتغي به وجه الله فيه سعد ج ۲، ص ۱۰، رقم ۶۲۲۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، جلد ۲، ص ۳۱۷، رقم ۳۸۲، جامع الاصول لابن النور الجزري، کتاب العبد، ج ۶، ص ۳۳۵، رقم ۳۱۲۹، شعب الایمان، فعل فی ذکر مافی الاوجاع والامراض والمصیبات ج ۱، ص ۱۶۶، رقم ۱۸۶۲، اطراف المسند المعتبر من اسامہ سعید بن ابی سعید کيسان ج ۱، ص ۲۲۷، رقم ۹۲۱۳)

شرح حدیث: جنت کے کسی دروازے پر

حضرت سیدنا قرہ بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ شہنشاہ مدینہ، قرار قب و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باصط نول سکینہ، فیض مخجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا، کیا تو اس سے محبت کرتا ہے؟ اس نے کہا، جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ عز وجل آپ کے ساتھ اسی طرح محبت کرے جیسے میں اس بچے سے محبت کرتا ہوں۔ پھر کچھ دن بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچے کو نہ پایا تو اس کے بارے میں استفسار فرمایا کہ فلاں بن فلاں کے ساتھ کیا ہوا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کا تو انتقال ہو گیا۔ تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچے کے باپ سے فرمایا، کیا تو پسند کرتا ہے کہ جب تو جنت کے کسی دروازے پر آئے تو اسے اپنا منتظر پائے؟ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ صرف انہی کے ساتھ خاص ہے یا ہم میں سے ہر ایک کے لئے ہے؟ فرمایا، تم میں سے ہر ایک کیلئے ہے۔ (سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب الامر بالاحتساب والعبر الخ، ج ۴، ملخصاً)

(928) وَعَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أُرْسِلْتُ إِحْدَى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ تَدْعُوهُ وَتُخْبِرُهُ أَنَّ صَبِيغًا لَهَا - أَوْ ابْنًا - فِي الْمَوْتِ فَقَالَ لِلرَّسُولِ: ارْجِعْ إِلَيْهَا.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں میں سے ایک نے پیغام بھیجا اور وہ آپ کو بلاتی تھی اور بتاتی تھی اس کا ایک بچہ یا بیٹا موت کے قریب ہے تو آپ ﷺ نے قصد کو فرمایا

فَأَخْبِرْهَا أَنَّ لِلَّهِ تَعَالَى مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى، فَمَرَّهَا، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ... وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيثِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اس کی طرف لوٹ جا اور اسے خبر دے کہ اللہ تعالیٰ کا ہی ہے جو اس نے لیا اور اللہ کا ہی ہے جو اس نے دیا۔ اور ہر چیز کی اس کے ہاں ایک مدت مقرر ہے تو اس کو کہہ کہ صبر کرے اور ثواب کی امید رکھے۔ اور پوری حدیث ذکر کی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب قول الله تبارك و تعالیٰ قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن ج ۱ ص ۱۱۵ رقم: ۴۶۶، صحیح مسلم: باب البكاء على الميت ج ۳ ص ۳۹ رقم: ۲۱۴۲، مسند امام احمد بن حنبل: حدیث اسامة بن زيد ج ۵ ص ۱۰۵ رقم: ۲۱۸۳۴، مصنف عبدالرزاق: باب الصدور والبكاء ج ۳ ص ۵۵۱ رقم: ۱۱۶۰، صحیح ابن حبان: باب الرحمة ج ۲ ص ۲۰۸ رقم: ۴۱۱)

شرح حدیث: سیدتنا اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صبر

حضرت سیدتنا اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہونے والے حضرت سیدنا ابوطحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیٹے کا انتقال ہوا تو حضرت سیدتنا اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے اہل خانہ کو منع کر دیا کہ میرے علاوہ حضرت ابوطحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات کوئی نہ بتائے، پھر آپ ان کے پاس آئیں اور رات کا کھانا پیش کیا۔ حضرت سیدنا ابوطحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی خاطر پہلے سے زیادہ اچھا بناؤ سنگھار کیا، حضرت ابوطحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے ہم بستری کی جب انہوں نے دیکھا کہ ابوطحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام امور سے فارغ ہو چکے ہیں، تو کہا: اے ابوطحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آپ کا اس قوم کے بارے میں کیا خیال ہے جس نے ایک خاندان کو کوئی چیز عاریتاً دی پھر جب انہوں نے اپنی عاریتاً دی ہوئی چیز واپس مانگی تو کیا انہیں وہ چیز روک لینے کا اختیار ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں۔ تو حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی پھر اپنے پیٹے پر صبر کرو۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غضبناک ہو گئے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سارا قصہ عرض کیا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل تمہاری رات میں تمہارے لئے برکت فرمائے۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی طلحة رضی اللہ تعالیٰ عنہ، الحدیث: ۶۳۲۲، ص ۱۱۰۹)

10- بَابُ جَوَازِ الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ

میت پر رونے کا جواز جس میں

يَغْيِرُ نَدْبٌ وَلَا نِيَاحَةٌ

بین اور نوحہ نہ ہو

أَمَّا النِّيَاحَةُ فَحَرَامٌ وَسَيَأْتِي فِيهَا بَابٌ فِي كِتَابِ النَّهْيِ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى. وَأَمَّا الْبُكَاءُ فَجَاءَتْ أَحَادِيثُ بِالنَّهْيِ عَنْهُ، وَأَنَّ الْمَيِّتَ يُعَذِّبُ

امام نووی کہتے ہیں کہ نوحہ حرام ہے۔ اس کے بارے ایک باب کتاب النہی میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور رونے کی ممانعت میں کچھ احادیث وارد ہیں اور یہ کہ

بُكَاءِ أَهْلِهِ، وَهِيَ مُتَأَوَّلَةٌ وَتَحْمُولَةٌ عَلَى مَنْ أَوْطَى بِهِ، وَالتَّنْهَى إِمَّا هُوَ عَنِ الْبُكَاءِ الَّذِي فِيهِ نَذْبٌ، أَوْ نِيَّاحَةٌ، وَالتَّلِيلُ عَلَى جَوَارِ الْبُكَاءِ بِغَيْرِ نَذْبٍ وَلَا نِيَّاحَةٍ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ مِنْهَا:

میت کو اس کے گھر والوں کے رونے پر عذاب دیا جاتا ہے ایسی روایات کی تاویل ہے۔ اور یہ اس بات پر محمول ہیں کہ اس آدمی نے اس کی وصیت کی ہو۔ اور نہی اس رونے سے ہے جس میں بین یا نوحہ ہو اور بین اور نوحہ کے بغیر رونے کے جواز پر بہت سی احادیث ہیں۔ ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

(929) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، وَمَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ؛ فَلَبَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمَ بُكَاءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا، فَقَالَ: أَلَا تَسْتَعْوُونَ؟ إِنَّ اللَّهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْخَدَنِ، وَلَا بِحُزَنِ الْقَلْبِ، وَلَكِنْ يُعَذِّبُ بِهَذَا أَوْ يَزْحُمُ وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ ؓ کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور آپ کے ساتھ عبدالرحمن بن عوفؓ سعد بن ابی وقاصؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ تھے تو رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو روتے دیکھا تو وہ بھی روئے پس آپ نے فرمایا کہ کیا تم سنتے نہیں؟ کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسوؤں اور دل کے غم پر عذاب نہیں دیتا لیکن اس کے ساتھ عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے اور آپ نے اشارہ اپنی زبان اقدس کی طرف فرمایا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب البكاء عند المريض ج ۲ ص ۸۶ رقم: ۱۲۰۶ صحیح مسلم باب البكاء على الميت ج ۳ ص ۲۰ رقم: ۲۱۶۶ السنن الصغرى للبيهقى باب البكاء على الميت ج ۱ ص ۳۵۶ رقم: ۱۱۶۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: شاید راوی کو بیماری کا پتہ نہ لگا کہ انہیں کیا بیماری تھی۔ خیال رہے کہ حضرت سعد اس بیماری میں فوت نہیں ہوئے بلکہ ۱۵ عہد فاروقی میں مقدم حوراں علاقہ شام میں وفات پائی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو جنات نے قتل کیا۔ خیال رہے کہ انبیاء و اولیاء کے حالات مختلف ہوتے ہیں کبھی اپنے سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں۔ اسی کو شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ شعر

دے پیداود یگردم نہاں است
گہ بر پشت پائے خود نہ بینیم

بگفت احوال ما برق جہاں است
گہ بر طارم اعلیٰ نشینیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی موت کے وقت اور جگہ سے خبردار ہیں کہ بدر میں ایک دن پہلے ہی ہر کافر کے قتل کی خبر اور وقت بتا دیا کہ کل یہاں فلاں مرے گا اور آج یہ فرما رہے ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ کلام عتابانہ تھا لوگ انہیں مجھ سے ہوئے تھے، چادر اوڑھائی ہوئی تھی تو فرمایا کہ کیا یہ فوت ہو گئے ہیں جو تم نے چادر اوڑھادی تب تو مطلب بالکل ظاہر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا انکی موت کے خوف سے نہ تھا بلکہ ان کی تکلیف دیکھ کر رحمت کی بنا پر اور یہ کلام حکیمانہ مبالغہ نہ تھا کہ کسی کی بیماری یا موت پر بے صبری یا نوحہ نہ کرنا چاہیے۔ مطلب یہ ہے کہ جو مصیبت پر حمد الہی کرتا ہے انداز پر رحم کرتا ہے اور جو بکواس بکتا ہے وہ سزا پاتا ہے۔

اس کی پوری شرح آگے آئے گی۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ میت سے مراد وہ ہے جس کی جان نکل رہی ہو اور عذاب سے مراد تکلیف ہے یعنی اگر جان نکلتے وقت رونے والوں کا شور مچ جائے تو اس شور سے مرنے والے کو تکلیف ہوتی ہے، بلکہ یہاں کے پاس بھی شور نہ کرنا چاہیے کہ اس سے بیمار کو ایذا پہنچتی ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کسی کا گناہ میت پر کیوں پڑتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۵۸)

نوحہ کرنے والیوں کے لیے وعید

میت کے غم میں آنسو بہانے میں حرج نہیں البتہ نوحہ کرنا گناہ ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت حصہ 4 ص 203)

چنانچہ رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: نوحہ کرنے والیوں کی قیامت کے دن جہنم میں دو صفیں بنائی جائیں گی، ایک صف جہنمیوں کی دائیں طرف، دوسری بائیں طرف، وہ جہنمیوں پر یوں بھونکتی رہیں گی جیسے تُوں بھونکتے ہیں۔ (الْمَغْنَمُ لَنَا وَنَحْنُ ج 4 ص 66 حدیث 5229)

زباں پر شکوہ رنج دالم لایا نہیں کرتے نبی کے نام لیوا غم سے گھبرایا نہیں کرتے

(930) وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ إِلَيْهِ ابْنُ ابْنَتِهِ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ، فَفَاضَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ سَعْدُ: مَا هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: هَذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللَّهُ تَعَالَى فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ، وَإِنَّمَا يَزْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت اسامہ بن زید ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کا نواسہ لایا گیا جو قریب المرگ تھا تو رسول اللہ ﷺ کی چشمان مقدس سے آنسو جاری ہو گئے تو حضرت سعدؓ نے آپ سے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے صرف رحم کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔ (متفق علیہ)

۲۷۷، صحیح مسلم: باب الحکم علی المیت ج ۱ ص ۱۳۹ رقم: ۲۱۷۲ الادب للبیہقی: باب الصدق والاسترجاع مع الرخصة فی الحکم ص ۲۵۱ رقم: ۵۲، مسند امام احمد بن حنبل: حدیث اسامہ بن زید ج ۵ ص ۲۰۵ رقم: ۲۱۸۳۷ مصنف ابن ابی شیبہ باب ما رواه اسامہ بن زید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۳۷ رقم: ۱۵۱

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی قبض روح کی حالت میں ہے گویا فوت ہی ہو گیا ہے۔ وہ بچہ یا تو علی ابن ابی العاص تھے جو قریب بلوغ فوت ہوئے ہیں یا امامہ بنت ابی العاص، یہی قوی ہے جیسا کہ مسند امام احمد میں ہے۔ خیال رہے کہ حضرت زینب ابوالعاص ابن ربیع کی بیوی تھیں۔

(اور حضور کو جب بلایا گیا تو فرمایا) صبر سے کام لو میں عنقریب پہنچتا ہوں غالباً سرکار کسی ضروری کام میں مشغول تھے اس سے معلوم ہوا کہ میت کی نزع کی حالت میں بھی پسماندگان کو تسلی دینا تعزیت کرنا جائز ہے۔
(تو حضور کی صاحبزادی نے درخواست کی کہ) کیسا ہی ضروری کام ہو چھوڑ دیں اور تشریف لے آئیں، میں بہت بے قرار ہوں آپ کی تشریف آواری سے تسلی ہوگی۔

اطباء کہتے ہیں کہ میت پر بالکل نہ رونے سے سخت بیماری پیدا ہو جاتی ہے، آنسو بہنے سے دل کی گرمی نکل جاتی ہے اس لیے اس رونے سے ہرگز منع نہ کیا جائے اور ایسے موقع پر رونا نہ آنا سختی دل کی علامت ہے جسے بندوں پر رحم نہیں آتا خدا اس پر رحم نہیں کرتا۔ (برازۃ الناجح، ج ۲ ص ۹۳۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پاس آئے حالانکہ وہ وفات پا رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ کی چشمان مقدس سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ سے حضرت عبدالرحمن بن عوف نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ (رورہے ہیں) تو آپ نے فرمایا: اے عوف کے بیٹے! بے شک یہ رحمت ہے۔ پھر ایک اور مرتبہ آپ پر رقت غم طاری ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا: یقیناً آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہے اور ہم صرف وہی کہتے ہیں جو ہمارے رب کو راضی کرے اور اے ابراہیم! ہم تیری جدائی کی وجہ سے غمزدہ ضرور ہیں۔ اس کو بخاری نے روایت کیا

(931) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى أَبِيهِ إِبْرَاهِيمَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَهُوَ يَجُودُ بِنَفْسِهِ، فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ. فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: وَآلَتِ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَقَالَ: يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنِّي أَتَّبَعَهَا بِأُخْرَى. فَقَالَ: إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يُرْضِي رَبَّنَا، وَإِنَّا لِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمَ لَمَحْزُونُونَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَرَوَى مُسْلِمٌ بَعْضَهُ وَالْأَحَادِيثُ فِي الْبَابِ كَثِيرَةٌ فِي الصَّحِيحِ مَشْهُورَةٌ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ہے اور مسلم نے اس حدیث کا کچھ حصہ روایت کیا ہے۔ (بخاری) اس سلسلہ میں احادیث صحیحہ بکثرت مشہور و معروف ہیں۔ واللہ اعلم

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا بک لمحزونون ج ۲ ص ۸۲ رقم: ۱۳۰۳ صحیح مسلم باب رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان والعیال وتواضعه وفضل ذلك ج ۲ ص ۴۶ رقم: ۱۶۴ شعب الایمان فعل ومما یحقق بالصبر عند المصائب ج ۲ ص ۲۳۱ رقم: ۱۰۱۶۲ سنن ابو داؤد باب فی البكاء علی المیت ج ۲ ص ۱۶۲ رقم: ۳۱۲۸ صحیح ابن حبان باب ما جاء فی الصبر ج ۲ ص ۱۱۲ رقم: ۲۹۰۲ مسند امام احمد مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۱۳ رقم: ۱۳۰۲۴ شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مرآۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوسفیہ لوہار کے ہاں گئے جو حضرت ابراہیم کا رضاعی والد تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کو لیا انہیں چوما اور سوگنھا کچھ عرصہ بعد ہم پھر وہاں گئے جب کہ حضرت ابراہیم جان دے رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بننے لگیں حضرت عبدالرحمان بن عوف نے خدمت عایہ میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ بھی تو فرمایا اے ابن عوف یہ تو رحمت ہے پھر دوبارہ آنسو بہائے فرمایا آنکھیں بہتی ہیں، دل غمگین ہے مگر ہم وہ ہی کریں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو اے ابراہیم تمہاری جدائی سے ہم غمگین ہیں۔ (مسلم، بخاری)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوسفیہ لوہار کے ہاں گئے جو حضرت ابراہیم کے رضاعی والد تھے اور) آپ کا نام براء اور آپ کی بیوی ام سیف کا نام خولہ بنت منذر، انصار سے ہے جو حضرت ابراہیم کی دودھ کی والدہ ہیں، انہی کے ہاں حضرت ابراہیم رکھے گئے تھے، حضور انہیں کبھی دیکھنے جایا کرتے تھے، حضرت ابراہیم نے سولہ مہینہ کی عمر میں وفات پائی۔

(ابراہیم کو لیا انہیں چوما اور سوگنھا) معلوم ہوا کہ بچہ کو گود میں لینا، اسے چومنا سوگننا سنت ہے رحمت کی علامت ہے۔ (یا رسول اللہ آپ بھی) یعنی آپ بھی بچوں کے فوت ہونے پر روتے ہیں۔ وہ سمجھے یہ رونا بے صبری کا ہوتا ہے جس سے انبیاء کرام پاک ہیں تب یہ سوال کیا۔

(پھر دوبارہ آنسو بہائے) اس سے معلوم ہوا کہ میت پر صرف آنسو سے رونا بھی جائز ہے اور صبر شکر کے الفاظ کہنے بھی اور میت کو مخاطب کر کے کلام کرنا بھی جائز کہ بچہ زندگی میں اگرچہ کچھ نہ سمجھتا ہو مگر بعد وفات سمجھنے بلکہ بولنے لگتا ہے۔ ابھی آئے گا کہ کچھ قیامت میں ماں باپ کی شفاعت بھی کرے گا اور ان سے کلام بھی۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۴۴)

12- بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ وَتَشْيِيعِهِ وَحُضُورِ دَفْنِهِ وَكَرَاهَةُ اتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَائِزَ

(933) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَهِدَ
الْجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلِّيَ عَلَيْهَا، فَلَهُ قِيْرَاطٌ، وَمَنْ
شَهِدَهَا حَتَّى تُدْفَنَ، فَلَهُ قِيْرَاطَانِ قِيْلَ: وَمَا
الْقِيْرَاطَانِ؟ قَالَ: مِثْلُ الْجَهْلَيْنِ الْعَظِيمَيْنِ مُتَّفَقٌ
عَلَيْهِ.

میت پر نماز جنازہ پڑھنا اور جنازہ کے ساتھ
چلنا اور دفن کے وقت موجود رہنا اور عورتوں
کا جنازوں کے پیچھے جانا مکروہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے حاضر ہو کر جنازہ کی نماز
پڑھی اس کو ایک قیراط ثواب ملے گا۔ اور جو دفن تک اس
کے پاس رہا اس کے لیے دو قیراط ملتے ہیں۔ عرض کیا
کیا: دو قیراط کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا دو بڑے
پہاڑوں کی مقدار۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من انظر حتى تدفن، ج ۲، ص ۸۸، رقم: ۱۲۲۵، صحیح مسلم، باب فضل الصلاة على
الجنازة واتباعها، ج ۳، ص ۵۱، رقم: ۲۲۲۲، السنن الصغرى للبيهقي، باب فضل الصلاة على الجنازة، ج ۱، ص ۳۵۱، رقم: ۱۱۵۹، السنن
الكبرى للنسائي، باب ثواب من صلى على جنازة، ج ۱، ص ۹۴، رقم: ۲۱۲۱، مسند امام احمد، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ
ج ۲، ص ۲۳۳، رقم: ۱۸۸۸)

شرح حدیث: نماز جنازہ پڑھا کرو

حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: نماز جنازہ پڑھا کرو یہ تمہیں غمگین کریگا اور غمزدہ (بروز قیامت) عرش کے سائے میں
ہوگا۔ (المصدر، کتاب الرقاق، باب ذر القبور۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۸۰۱۱، ج ۵، ص ۷۰، ۷۱)

مسئلہ: ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھی جائے اگرچہ وہ کیسا ہی گنہگار ہو مگر چند قسم کے لوگ ہیں کہ ان کی نماز جنازہ نہیں
پڑھی جائے گی مثلاً:-

(۱) باغی جو امام برحق پر خروج کرے اور اسی بغاوت میں مارا جائے۔

(۲) ڈاکو جو ڈاکہ زنی میں مارا گیا۔

(۳) ماں باپ کا قاتل۔

(۴) جس نے کئی شخصوں کا گلا گھونٹ کر مار دیا ہو۔ (الدر المختار مع الرد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازة، ج ۳، ص ۲۵-۱۲۸)

مسئلہ: جس نے خودکشی کی حالانکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے مگر اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اسی طرح جو زنا کاری

کی سزا میں سنگسار کیا گیا یا خون کے قصاص میں پھانسی دیا گیا اسے غسل دیں گے اور جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔ (الدر الثمار کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ج ۳، ص ۱۲ / والفتاویٰ المعصیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والآخر، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۱۶۳)

(934) وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا، وَكَانَ مَعَهُ حَتَّى يُصَلِّيَ عَلَيْهَا وَيُفْرَغَ مِنْ ذَلِكَ، فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِمِثْلِ أَطْلَبِ كُلِّ قَبْرٍ بِمِثْلِ أَطْلَبِ أَحَدٍ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيْهَا، ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ، فَإِنَّهُ يَرْجِعُ بِمِثْلِ رِوَاةِ الْبُخَارِيِّ.

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ایمان اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازہ میں گیا اور اس کے ساتھ رہا حتیٰ کہ اس پر نماز پڑھ کر دفن سے فراغت ہو گئی تو وہ دو قیراط اجر لے کر لوٹے گا۔ ہر قیراط احد کے پہاڑ برابر ہے اور جس نے نماز پڑھی پھر دفن سے پہلے لوٹ آیا تو وہ ایک قیراط لے کر لوٹا۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اتباع الجنائز من الایمان، ج ۱، ص ۱۸، رقم: ۴۴۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۱، ص ۳۲، رقم: ۱۸۶۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان دو قیدوں سے دو فائدے حاصل ہوئے: ایک یہ کہ کافر کا میت کے ساتھ جانا ثواب کا باعث نہیں کیونکہ اعمال کا ثواب ایمان سے ملتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ریاکاری، قومی نظریے، کسی مالدار کو خوش کرنے کے لیے ساتھ جانے پر بھی کوئی ثواب نہیں جیسا کہ آج عموماً دیکھا جا رہا ہے کہ غریب کے جنازے پر اٹھانے والے بھی مشکل سے جمع ہوتے ہیں اور امیر کے جنازے پر اکثر خوشامدیوں کا ہجوم ہوتا ہے جو بغیر نماز جانے ہوئے بھی بے وضو ہی ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عموماً دینار کے بیسویں حصے کو قیراط کہا جاتا ہے مگر شام والے چالیسویں حصے کو بعض اور علاقوں میں دینار کے چھٹے حصے کو قیراط کہتے ہیں یہاں تجریداً صرف حصہ مراد ہے نہ کہ دینار کا حصہ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے یعنی صرف نماز جنازہ میں شرکت کرنے والا آدھا ثواب پاتا ہے اور دفن میں بھی شرکت کرنے والا دگنا۔ (بر الوفا الناجح، ج ۲، ص ۸۷۴)

بہت سارے قیراط ضائع کر دیئے

حضرت سیدنا عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک صاحب مقصورہ حضرت سیدنا خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور فرمایا، اے عبداللہ ابن عمر! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا فرما رہے ہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص میت کے ساتھ اس کے گھر سے نکلا اور اس پر نماز پڑھی اور تدفین تک اس کے ساتھ رہا تو اس کے لئے دو قیراط ثواب ہے اور ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے اور جو نماز پڑھ کر لوٹ آیا اس کے لئے احد

پہاڑ جتنا ایک قیراط ہے۔

تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت سیدنا خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کے بارے میں پوچھنے کے لئے ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا اور فرمایا، مجھے بتانا کہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیا جواب دیا ہے۔

اس کے بعد حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مسجد میں پڑے ہوئے پتھروں میں سے ایک پتھر کو اٹھایا اور حضرت سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کے لوٹنے تک اسے اپنے ہاتھ میں گھماتے رہے۔ پھر جب حضرت سیدنا خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپس آکر بتایا کہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سچ کہتے ہیں تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے ہاتھ میں موجود پتھر زمین پر مارا اور فرمایا، (افسوس) ہم نے بہت سارے قیراط ضائع کر دیئے۔ (مسلم، کتاب الجنائز، باب فضل الصلوة علی الجنائز، رقم ۹۳۵، ص ۷۷۲)

(935) وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا،
قَالَتْ: نُهِيتُنَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَلَمْ يُعْزَمْ
عَلَيْنَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.
وَمَعْنَاهُ: وَلَمْ يُشَدَّدْ فِي النَّهْيِ كَمَا يُشَدَّدُ فِي
الْمَحْرَمَاتِ.

حضرت ام عطیہ ؓ سے روایت ہے آپ فرماتی
ہیں کہ ہم کو جنازہ کے پیچھے چلنے سے منع کیا گیا اور اس کی
ہم پر سختی نہیں کی گئی (یعنی حرام نہیں) (متفق علیہ)
اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ منع کرنا اس طرح
سختی نہیں کی گئی جس طرح دیگر حرام کاموں میں سختی کی
جاتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اتباع النساء الجنائز، ج ۲، ص ۸۷، رقم: ۱۲۷۸، صحیح مسلم، باب لم یمنع النساء عن اتباع الجنائز، ج ۲، ص ۷۷، رقم: ۴۵۱۰، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما ورد فی منی النساء عن اتباع الجنائز، ج ۲، ص ۷۷، رقم: ۴۵۱۰، المعجم الاوسط من اسمہ جعفر، ج ۲، ص ۳۴، رقم: ۲۲۴۱، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء فی اتباع النساء الجنائز، ج ۱، ص ۵۰۲، رقم: ۱۵۷۷)

شرح حدیث: عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا

مسئلہ: عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا جائز و ممنوع ہے اور توحہ کرنے والی ساتھ میں ہو تو اسے سختی سے منع کیا جائے، اگر نہ مانے تو اس کی وجہ سے جنازہ کے ساتھ جانا نہ چھوڑا جائے کہ اس کے ناجائز فعل سے یہ کیوں سنت ترک کرے، بلکہ دل سے اسے بُرا جانے اور شریک ہو۔ (صغیری، فصل فی الجنائز، ص ۲۹۳) (والدر المختار، کتاب الصلوة، باب صلاۃ الجنائز، ج ۳، ص ۶۲)

مسئلہ: اگر عورتیں جنازے کے پیچھے ہوں اور مرد کو یہ اندیشہ ہو کہ پیچھے چلنے میں عورتوں سے اختلاط ہوگا یا ان میں کوئی نوحہ کرنے والی ہو تو ان صورتوں میں مرد کو آگے چلنا بہتر ہے۔

(الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، لی حمل المیت، ج ۳، ص ۱۶۲)

13- بَابُ اسْتِحْبَابِ تَكْثِيرِ الْمُصَلِّينَ

عَلَى الْجَنَازَةِ وَجَعَلَ صُفُوفِهِمْ
ثَلَاثَةً فَإِذَا كَثُرَ

نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کا
زیادہ ہونا اور صفوں کا تین یا اس سے
زیادہ ہونا مستحب ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میت کا جنازہ اتنے
مسلمان لوگ ادا کریں جو سو (100) ہو جائیں اور وہ سب
اس کی سفارش کریں تو ان کی اس کے متعلق سفارش قبول
ہوگی۔ (مسلم)

(936) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ
مَيِّتٍ يُصَلَّى عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَبْتَغُونَ مِثْلَهُ
كُلُّهُمْ يَشْفَعُونَ لَهُ إِلَّا لَمْ يَشْفَعُوا فِيهِ رِوَاةٌ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من صل علیہ مائة شفعوا فیہ، ج ۲، ص ۵۲، رقم: ۲۲۴۱ سنن ترمذی، باب ما جاء فی
الصلاة علی الجنائز والشفاعة للمیت، ج ۳، ص ۲۳۸، رقم: ۱۰۲۹ السنن الصغری للبیہقی، باب فضل الصلاة علی الجنائز، ج ۳، ص ۳۵۲،
رقم: ۱۱۵۴ سنن الکبیری للنسائی، باب فضل من صل علیہ مائة، ج ۳، ص ۱۳۲، رقم: ۲۱۱۸ مسند امام احمد، مسند النس بن مالک،
ج ۳، ص ۲۶۶، رقم: ۱۳۸۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث چالیس کی روایت کے خلاف نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اولاً سو کی قید ہو پھر رب نے اپنی رحمت وسیع فرمادی ہو
اور چالیس کی نماز پر بھی بخشش کا وعدہ فرمایا ہو، بعض روایات تو اور بھی امید افزاء ہیں۔ (برزائے المناجیح، ج ۲، ص ۸۸۲)
مرنے والے کو اچھے لفظوں سے یاد کرنا

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا تو اسکی اچھے لفظوں سے تعریف کی گئی تو سرکارِ مدینہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر واجب ہوگئی، اس پر واجب ہوگئی، اس پر واجب ہوگئی۔ پھر ایک جنازہ گزرا
تو اسے برے لفظوں سے یاد کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس پر واجب ہوگئی اس پر واجب ہوگئی اس پر
واجب ہوگئی۔

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ
آپ پر قربان! ایک جنازہ گزرا اور اسے اچھے لفظوں میں یاد کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر واجب ہوگئی
اس پر واجب ہوگئی واجب ہوگئی پھر ایک جنازہ گزرا اسے برے لفظوں سے یاد کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
واجب ہوگئی واجب ہوگئی واجب ہوگئی؟ (یعنی یہ کیا ماجرا ہے؟) تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم کسی میت

کی تعریف کرتے ہو تو اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے اور جب تم کسی میت کی برائی بیان کرتے ہو تو اس پر جہنم واجب ہو جاتی ہے، تم لوگ زمین پر اللہ عزوجل کے گواہ ہو۔ (بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۳۶۷، ج ۱، ص ۴۶۰)

(937) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوتُ، فَيَقُومُ عَلَى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُونَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُونَ بِاللَّهِ شَيْئًا، إِلَّا شَفَعَهُمُ اللَّهُ فِيهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ جس مسلمان میت کے جنازہ پر چالیس ایسے آدمی کھڑے ہوں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں ان کی سفارش قبول فرمالیتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من صلی علیہ اربعون شفیعو فیہ، ج ۳، ص ۵۲، رقم: ۲۲۲۱ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما یستدل بہ علی ان عدد الاربعین له تأثیر، ج ۳، ص ۱۸۰، رقم: ۵۸۲۵ المعجم الاوسط، من اسمہ مقدم، ج ۸، ص ۳۱۸، رقم: ۸۸۹۸ جامع الاصول لابن التبر، الفرع العاشر، فی انتفاع المیت بالصلاة علیہ، ج ۱، ص ۲۳۶، رقم: ۴۴۵۰ صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق بہ، ج ۳، ص ۳۵۱، رقم: ۲۰۸۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: کریب تابعی ہیں، سیدنا ابن عباس کے آزاد کردہ غلام، قدید اور عسغان مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مقامات ہیں۔

مرقات میں ہے کہ جہاں چالیس مسلمان جمع ہوں ان میں کوئی ولی ضرور ہوتا ہے جس کی دعا قبول ہوتی ہے، اس کی برکت سے دوسروں کی بھی۔ خیال رہے کہ یہ ذکر دلی تشریح کا ہے، ولی تکوینی کی تعداد مقرر ہے کہ ہر زمانہ میں اتنے ابدال اتنے غوث اور ایک قطب عالم ہوں گے اور مسلمانوں سے مراد متقی مسلمان ہیں، ورنہ سینماؤں اور تماشہ گاہوں میں سینکڑوں فساق ہوتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۸۳)

اپنی صفیں درست کرلو

حضرت سیدنا حکم بن فروخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جنازے پر حضرت سیدنا ابویلیح رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ ہم نے گمان کیا کہ شاید آپ رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہہ دی ہے لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے ہماری طرف رخ کر کے فرمایا، اپنی صفیں درست کرلو اور میت کے لئے اچھی سفارش کرو۔

حضرت سیدنا ابویلیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ام المؤمنین یموۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس میت پر لوگوں کا ایک گروہ نماز پڑھ لے تو ان لوگوں کی سفارش میت کے حق میں قبول کر لی جاتی ہے۔ (حضرت سیدنا حکم بن فروخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے سیدنا ابویلیح

رضی اللہ عنہ سے اس گروہ کی تعداد کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا چالیس۔ (نسائی، کتاب الجنائز، ج ۲، ص ۷۵)

حضرت سیدنا کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بیٹے کا انتقال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا، اے ابو کریم! ذرا دیکھو کتنے لوگ جمع ہوئے ہیں؟ میں نے جا کر دیکھا تو کافی لوگ جمع ہو چکے تھے۔ میں نے انہیں اس کے بارے میں بتایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ چالیس ہو جائیں گے؟ میں نے کہا، جی ہاں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (اب) میت کو لے چلو کیونکہ میں نے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان مرجائے اور اس کی میت پر چالیس مسلمان نماز پڑھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش میت کے حق میں قبول فرماتا ہے۔ (مسلم، کتاب الجنائز، رقم ۹۴۸، ص ۷۳)

(938) وَعَنْ مَرْثِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْيَزَنِيِّ قَالَ: حضرت مرثد بن عبد اللہ یزنی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ مالک بن ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ جب میت پر جنازہ پڑھاتے اور لوگوں کو کم محسوس کرتے تو حاضرین کو تین حصوں میں تقسیم کر دیتے پھر کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس پر تین صفیں جنازہ پڑھیں اس کے لیے جنت لازم ہو جاتی ہے۔ اس کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کیا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

كَانَ مَالِكُ بْنُ هُبَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا صَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ فَتَقَالَ النَّاسُ عَلَيْهَا، جَزَاءَهُمْ عَلَيْهَا ثَلَاثَةُ أَجْزَاءٍ، ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ فَقَدْ أَوْجَبَ رِوَاةُ أَبِي دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی الصلاة علی الجنائز والشفاعة للمیت، ج ۳، ص ۲۲۴، رقم: ۱۰۲۸، سنن ابو داؤد، باب فی الصلوة علی الجنائز، ج ۴، ص ۱۴۲، رقم: ۳۱۶۸، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب صلاة الجنائز بامام وما یرجی للمیت، ج ۱، ص ۱۱۳، رقم: ۴۱۵۴)

شرح حدیث: حکیم الثاثر حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث بہت امید افزاء ہے کیونکہ یہاں صفوں کی حد بیان فرمائی گئی اگر دو آدمیوں کی صفیں بھی نماز جنازہ میں ہو جائیں تب بھی میت کی بخشش کی قوی امید ہے۔ یہ سب اس امت مرحومہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے رب کی رحمت ہے، رب کی رحمت بہانہ چاہتی ہے قیمت نہیں مانگتی۔

اب بھی فقہاء فرماتے ہیں کہ تھوڑے نمازیوں کو بھی تین صفوں میں بانٹ کر جنازہ پڑھو یہ اسی حدیث پر عمل ہے۔ خیال رہے کہ اور نمازوں میں صف اول افضل ہے مگر نماز جنازہ میں صف آخری بہتر۔ یہاں مرقت نے فرمایا کہ بعد نماز جنازہ دعائے مانگے کیونکہ اس میں نماز پر زیادتی کا اشتباہ ہے۔ اس کا مطلب ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اسی طرح صفیں بنائے ہوئے کھڑے کھڑے دعائے مانگیں تاکہ آنے والے کو یہ شبہ نہ ہو کہ نماز ہو رہی ہے جیسے فرائض کے بعد صفیں توڑ

کرسنیتیں پڑھنے کا حکم ہے تاکہ جماعت کا دھوکہ نہ ہو محض دعامنع کیسے ہو سکتی ہے وہ تو سنت ہے۔

یعنی آپ ایسے جنازے کی نماز پڑھا کر لوگوں کو یہ حدیث سنا دیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ نماز جنازہ سے پہلے یا بعد جنازے کے متعلق تھوڑا دماغ نہ دینا منع نہیں جب کہ اس سے دفن میں دیر نہ لگے۔ (بزازۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۰)

نماز جنازہ میں کیا پڑھا جائے؟

14- بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْجَنَازَةِ

جنازہ میں چار تکبیریں کہے پہلی تکبیر کے بعد تعویذ پڑھے پھر فاتحہ پڑھے (یاد رہے کہ امام نووی شافعی عالم ہیں اور فقہ شافعی کے مطابق بیان کر رہے ہیں) دوسری تکبیر کہہ کر رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے۔ کہے اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد۔ افضل یہ ہے کہماصلی علی ابراہیم۔ حمید مجید تک مکمل پڑھے۔ اور جس طرح عوام یہ آیت ان اللہ وملئکة یصلون علی النبی پڑھتے ہیں اس طرح نہ پڑھے اگر اس پر ہی اکتفاء کیا تو نماز درست نہ ہوگی۔ بھرتیری تکبیر کہہ کر میت اور مسلمانوں کے لیے ان کلمات کے ساتھ دعا کرے جو ہم آگے احادیث میں ذکر کر رہے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ پھر چوتھی تکبیر کہہ کر دعا کرے۔ بہتر یہ دعا ہے: اے اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ فرما اور اس کے بعد ہمیں آزمائش میں نہ ڈال اور ہماری اور اس کی مغفرت فرما۔ پسندیدہ یہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد دعا لمسی کرے عام لوگوں کی طرح نہ کرے۔ اس کی دلیل حضرت ابن ابی اوفیؓ والی حدیث ہے جو عنقریب ہم انشاء اللہ تعالیٰ ذکر کریں گے۔

يُكَبِّرُ اَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ، يَتَعَوَّذُ بَعْدَ الْاُولَى، ثُمَّ يَقْرَأُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ الثَّانِيَةَ، ثُمَّ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولُ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ. وَالْاَفْضَلُ اَنْ يُكْتَبَتْهُ بِقَوْلِهِ: كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ - اِلَى قَوْلِهِ - اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ. وَلَا يَقُولُ مَا يَفْعَلُهُ كَثِيْرٌ مِنَ الْعَوَامِّ مِنْ قَرَأَتِهِمْ: (اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ) (الْاَحْزَابُ: 56) فَإِنَّهُ لَا تَصِحُّ صَلَاتُهُ إِذَا اِقْتَصَرَ عَلَيْهِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ الثَّالِثَةَ، وَيَدْعُو لِلْمَيِّتِ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ بِمَا سَلَّنَا كُرَّةً مِنَ الْاَحَادِيْثِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى، ثُمَّ يُكَبِّرُ الرَّابِعَةَ وَيَدْعُو. وَمِنْ اَحْسَنِهِ: اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ وَاعْفِرْ لَنَا وَلَهُ. وَالْمُخْتَارُ اَنَّهُ يُطَوَّلُ الدُّعَاءُ فِي الرَّابِعَةِ خِلَافَ مَا يَعْتَادُهُ اَكْثَرُ النَّاسِ بِحَدِيْثِ ابْنِ اَبِي اَوْفَى الَّذِي سَلَّنَا كُرَّةً اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى.

شرح: نماز جنازہ میں الحمد شریف کی تلاوت نہ کرو

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

احناف کے نزدیک نماز جنازہ میں تلاوت قرآن پاک مطلقاً خلاف سنت ہے اس میں نہ تو سورہ فاتحہ پڑھی جائے نہ

کوئی اور سورت کہ اگر اس نماز میں صرف حمد الہی درود شریف اور دعا پڑھی جاوے ہاں الحمد شریف یا کوئی دوسری سورت ثناء الہی یا دعا کی نیت سے پڑھے تو جائز ہے تلاوت کی نیت سے جائز نہیں، تلاوت اور دعا کی نیتوں کے احکام مختلف ہیں دیکھو ناپاکی (جنابت) کی حالت میں آیت قرآنی تلاوت کی نیت سے پڑھنا حرام ہے، دعا کی نیت سے پڑھنا درست کسی نے پوچھا، آپ کا مزاج کیسا ہے، ہم نے کہا "الحمد لله رب العالمین" اگر ہم ناپاکی کی حالت میں ہوں تب بھی یہ کہہ دینا جائز ہے، لیکن اگر قرآن کی نیت سے یہ آیت پڑھی تو سخت جرم ہے۔

وَأَمَّا الْأَذْعِيَّةُ الْمَأْثُورَةُ بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ
الثَّالِثَةِ، فَبُيِّنَ:

تیسری تکبیر کے بعد ماثور دعاؤں میں سے بعض درج ذیل ہیں:

حضرت ابو عبد الرحمن عوف بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی تو آپ کی دعا میں نے یاد کر لی آپ کہتے تھے اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اس پر رحم فرما، اس کو محفوظ فرما اس کو معاف فرما اس کی مہمان نوازی عزت والی بنا اس کے داخلہ کی جگہ فراخ بنا۔ اس کو پانی برف اور اولوں سے دھو دے اور اس کو گناہوں سے پاک صاف فرما دے جس طرح سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے اس کو اپنے گھر سے بہتر گھر عطا فرما اور اس کے گھر والوں سے بہتر گھر والے عطا فرما۔ اور اس کو اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما۔ اس کو جنت میں داخل فرما اس کو قبر کے عذاب سے بچا اور اس کو آگ کے عذاب سے بچا۔ (راوی کہتے ہیں آپ کی دعائیں سن کر) میں کہنے لگا کاش کہ وہ میث میں ہی ہوتا۔ (اور رسول اللہ ﷺ کی اتنی دعائیں حاصل کر سکتا)۔ (مسلم)

(939) عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَنَازَةٍ، فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهِ، وَهُوَ يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ، وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ، وَآكِرْمْ لُزْلَهُ، وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ، وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالْعُلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الْقُوتَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ، وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ، وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ، وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، وَأَعِزَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ حَتَّى تَمُتَّيْتُ أَنْ أَكُونَ أَنَا ذَلِكَ الْمَيِّتَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب الدعاء للمیت فی الصلاة ج ۳ ص ۵۹ رقم: ۲۲۶۱ السنن الکبریٰ للبیہقی باب الدعاء فی صلاة الجنائز ج ۳ ص ۳۰ رقم: ۲۲۱۶ جامع الاصول لابن الیبر الفرع الثانی فی القراءة والدعاء ج ۲ ص ۲۲۰ رقم: ۲۲۱۳ المنتقى لابن الجارود کتاب الجنائز ص ۳۰ رقم: ۵۳۸ مسند البزار مسند عوف بن مالک ج ۱ ص ۲۲۱ رقم: ۲۴۸۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(گناہوں سے پاک صاف فرمادے) یہاں رب کی رحمت کو پانی، برف اور اولہ کہا گیا کیونکہ ٹھنڈے پانی سے نہانے میں دل کو خوشی، دماغ کو فرحت، جسم کی صفائی اور راحت سب کچھ ہی حاصل ہوتی ہے، یعنی مولے اسے دوزخ کی آگ میں تپا کر صاف نہ کرنا بالکل معافی اور رحمت کے ٹھنڈے پانی سے۔

(سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے) سفید کپڑے کی صفائی دور سے محسوس ہوتی ہے اسی لیے سفید کپڑے کی قید لگائی گئی۔

(بہتر گھر عطا فرما) قیامت کے بعد اسے جنت میں گھر دے، غلمان، خدام دے اور حوریں اور دنیا کی بیوی جو وہاں حوروں سے بھی خوبصورت ہوگی اور جس میں دنیا کی سی ظاہر و باطن کوئی خرابی نہ ہوگی وہ اسے نصیب کر، لہذا اس دعا پر اعتراض نہیں کہ جنت میں دنیا کی عورتیں حوروں سے بھی اچھی ہوں گی پھر یہ الفاظ کیوں ارشاد فرمائے گئے۔

(کاش کہ وہ میت میں ہی ہوتا) تاکہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی دعائیں نصیب ہوتیں۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائیں آواز سے پڑھی جو قریب کے مقتدیوں نے سن لی۔ (برزۃ الناجح، ج ۲ ص ۸۷۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو ابراہیم اٹھلی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جو صحابی ہیں رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز ادا فرمائی تو دعا کی: اے اللہ! ہمارے زندہ و مردہ چھوٹے اور بڑے مذکور و مونث حاضر و غائب سب کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! ہم میں سے جس کو زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ۔ اور جس کو فوت کرے ایمان پر فوت کر۔ اے اللہ! ہم کو اس کے ثواب سے محروم نہ فرما اور اس کے بعد ہم کو آزمائش میں نہ ڈال۔

اس حدیث کو ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ اور اٹھلی کی روایت سے بیان کیا ہے۔ اور ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو قتادہ کی روایت سے بیان کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ والی حدیث بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ ترمذی

(940) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي قَتَادَةَ وَأَبِي إِبْرَاهِيمَ الْأَثَلِيِّ، عَنْ أَبِيهِ - وَأَبُوهُ صَحَابِيٌّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيَّتِنَا وَمَيِّتِنَا، وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا، وَذَكَرْنَا وَأُنْثَانَا، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، اللَّهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ، اللَّهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي هُرَيْرَةَ وَالْأَثَلِيِّ. وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي قَتَادَةَ. قَالَ الْحَاكِمُ: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ: قَالَ الْبُخَارِيُّ: أَصَحُّ رِوَايَاتِ هَذَا الْحَدِيثِ رِوَايَةُ

الاشْهَلِي. قَالَ الْبُخَارِيُّ: وَاصْحَحْتُ شَيْئًا فِي هَذَا الْبَابِ
 حَدِيثُ عَوْفِ ابْنِ مَالِكٍ.
 نے فرمایا: امام بخاری کہتے ہیں اس حدیث کی روایات
 میں سے صحیح تراش لی کی روایت ہے۔ اور امام بخاری نے
 فرمایا: اس باب کی احادیث میں سے صحیح تر عوف بن
 مالک کی حدیث ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب الدعاء للمیت ج ۱ ص ۱۸۸ رقم: ۲۲۰۳ سنن ترمذی: باب ما يقول في الصلاة على
 المیت ج ۱ ص ۲۲۲ رقم: ۱۰۲۲ سنن ابن ماجہ: باب ما جاء في الدعاء في الصلاة على الجنائز ج ۱ ص ۳۸۰ رقم: ۱۴۹۸ السنن الکبریٰ
 للمذہبی: باب الدعاء في صلاة الجنائز ج ۱ ص ۲۱ رقم: ۲۲۲۲ المنذلی لابن الجارود: کتاب الجنائز ص ۱۲۱ رقم: ۵۲۱)
 شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں کے متعلق
 فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

مولنا الحافظ القاری الحاج الزائر السید الصالح القادری البرکاتی ادامہ اللہ تعالیٰ کرامتکم فی
 الحاضرة والآلئ السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ، وہ تیرہ ۱۳ دعائیں ہیں کہ نماز جنازہ کی احادیث میں وارد
 ہوئیں۔ فقیر نے انہیں جمع کر کے ایک اور کا اضافہ کیا انہیں میں گزارش کرتا ہوں کہ حفظ فرمائیں اور بالحفاظ معنی جنازہ سنت
 پر پڑھا کریں، جن کلمات کو دو خط ہلالی میں لے کر اُن پر خط کھینچ کر بالائے سطر دوسرے الفاظ لکھے جاتے ہیں وہ لفظ عورت
 کے جنازے میں اُن کلمات کی جگہ پڑھے جائیں۔ فقیر آپ کو وصیت کرتا ہے کہ میرا جنازہ پائیں تو نماز خود ہی پڑھائیں اور
 یہ سب دعائیں اپنے خالص قادری قلب کے خضوع و خشوع سے پڑھیں اور قبر فقیر محتاج پر تلقین بھی کریں وحسبنا اللہ
 ونعم الوکیل ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

ادعیہ بعد تکبیر سوم

○ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيَاتِنَا وَمَيِّتَتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا اللَّهُمَّ مَنْ
 أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ اللَّهُمَّ لَا تُخْرِمْنَا
 أَجْرَهُ هَا، وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ هَا۔ (سنن ابوداؤد: باب الدعاء للمیت مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲-۱۰۱ جامع
 الترمذی: باب ما يقول في الصلاة على المیت مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۲۱ المستدرک علی الصحیحین کتاب الجنائز مطبوعہ
 دار الفکر بیروت ۱/۳۵۸ مستدرک ابویعلیٰ حدیث ۵۹۸۳ مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۵/۳۷۶)

① اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ (لہا)، وَارْحَمْهُ (ہا)، وَعَافِهِ (ہا)، وَاعْفُ عَنْهُ (ہا)، وَوَسِّعْ مَدْخَلَهُ (ہا)، وَاعْبُدْهُ
 (ہا) بِالنَّاءِ وَالْثُلُجِ وَالْبَرْدِ وَنَقَّهِ (ہا) مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَابْدِلْهُ
 (ہا) دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ (ہا) وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ (وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ) (عہ) وَأَدْخِلْهُ (ہا)

الْجَنَّةُ وَأَعِذْهُ (هـ) مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ -

(صحیح مسلم کتاب الجنائز مطبوعہ نور محمد مع الطابع کراچی ۱/ ۳۱۱ سنن النسائی الدعاء للمیت مطبوعہ طور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۸۱)
 ۱۰ اَللّٰهُمَّ عِبْدُكَ (اَمَتُكَ) وَابْنُ (وَبْنُتُ) اَمَتِكَ يَشْهَدُ (تَشْهَدُ) اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ وَيَشْهَدُ (تَشْهَدُ) اَنْ مُعْتَدَا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ اَصْبَحَ فَقِيْرًا (اَصْبَحْتَ فَقِيْرَةً) اِلَى رَحْمَتِكَ وَاصْبَحْتَ غَنِيًّا عَنْ عَذَابِهِ مَا تَخَلَّى (تَخَلَّتْ) مِنْ الدُّنْيَا وَاَهْلِهَا اِنْ كَانَ زَاكِيًّا (كَانَتْ زَاكِيَةً) فَزَكِّهِ مَا وَاِنْ كَانَ مَخِيْطًا (كَانَتْ مَخِيْطَةً) فَاغْفِرْ لَهُ بِهَا اَللّٰهُمَّ لَا تُخْرِ مِنْهَا اَجْرَهُ مَا وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ مَا (عہ) (المسند رک علی الصّحیحین کتاب الجنائز مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۵۹)

۱۰ اَللّٰهُمَّ (هَذَا عَبْدُكَ) هَذِهِ اَمَتُكَ ابْنُ عَبْدٍ يَنْتُ مِنْ اَمَتِكَ مَا فِيْهِ مَا حُكْمُكَ، خَلَقْتَهُ (هـ) وَلَمْ يَكُ (تَكُ هـ) شَيْئًا مَّذْكُوْرًا، نَزَلَ (لَت) بِكَ وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْزُوْلٍ بِهِ ط اَللّٰهُمَّ لَقْنَهُ (هـ) حُجَّتَهُ (هـ) وَ الْحَقُّهُ (هـ) بِنَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَبَّتْهُ (هـ) بِالنُّزُولِ الثَّابِتِ قَائِمَهُ (هـ) اَفْتَقَرْ (اَفْتَقَرْتُ) اِلَيْكَ وَاسْتَغْنَيْتَ عَنْهُ (هـ) كَانَ يَشْهَدُ (كَانَتْ تَشْهَدُ) اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ فَاغْفِرْ لَهُ (هـ) وَارْحَمْهُ (هـ) وَلَا تُخْرِ مِنْهَا اَجْرَهُ (هـ) وَلَا تُفَيِّتْنَا بَعْدَهُ (هـ) اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ زَاكِيًّا (كَانَتْ زَاكِيَةً) فَزَكِّهِ (هـ) وَ اِنْ كَانَ مَخِيْطًا (كَانَتْ مَخِيْطَةً) فَاغْفِرْ لَهُ (هـ) -

(کنز العمال صلوٰۃ الجنائز حدیث ۲۲۸۶۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/ ۷۱۸)

قال الامام ابن الجزري وشرح حصنه (زاکیا) ای طاهر من الذنوب فزكه ای فطهرة بالمغفرة ورفع الدرجات اه وتعقبه العلامة القاري بانه لا يخفى عدم المناسبة بين تفسيره زاكيا بطاهر ای من الذنوب وبين قوله و طهرة بالمغفرة اه

امام ابن الجزری نے اپنی حصن حصین کی شرح میں فرمایا: زاکیا کا معنی گناہوں سے پاک، فزکہ کا معنی: اسے مغفرت فرما کر اور درجات بلند فرما کر خوب پاک کر دے۔ اے اس پر علامہ قاری نے تنقید کی کہ زاکیا کی تفسیر (گناہوں سے پاک) اور (مغفرت فرما کر اسے گناہوں سے پاک کر دے) ان دونوں میں مناسبت نہ ہونا واضح ہے۔ اے

اقول لا بدع فی سؤال المغفرة بالطاهرة من الذنوب قد كان سيد الطاهرين امام المعصومين صلى الله تعالى عليه وعليهم يستغفروا اليه كل يوم مائة مرة وذلك ان العبد وان جل ما جل لا يبلغ عبا عمله شكر نعمة الله تعالى ابدًا ولا يخلو اعامة الصالحين عن تقصير ما بالنظر الى ما ينبغي لجلال وجه الكريم فالمغفرة في حقهم ان يتجاوز عن ذلك ولا يعاملهم قدر اعمالهم بل

تدر افضاله والیه اشارۃ بقولہ رحمۃ اللہ تعالیٰ و رفع الدرجات قال القاری واغرب الحنفی بقولہ، الاولیٰ ان یقال ای زدنی زکاتہ و طہارتہ اھ۔

اقول جو گناہوں سے پاک ہے اس کے لئے دعائے مغفرت کوئی اجنبی اور نامناسب چیز نہیں۔ پاکوں کے سردار، معصوموں کے امام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزانہ خدا کی بارگاہ میں سو بار استغفار کرتے۔ بات یہ ہے کہ بندہ جتنا بھی بزرگ ہو جائے اس کا عمل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے کامل شکر کی حد تک کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ رب کریم کی بزرگی شان کے لحاظ سے عامہ صالحین کسی نہ کسی کی کمی سے خالی نہ ہوں گے تو ان کے حق میں مغفرت یہ ہے کہ اس سے درگزر فرمائے اور ان کے ساتھ ان کے اعمال کے حساب سے نہیں بلکہ اپنے فضل و کرم کے لحاظ سے معاملہ فرمائے اور ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کی طرف اپنے قول (اور درجات بلند فرما کر) سے اشارہ فرمایا۔۔۔ علامہ علی قاری فرماتے ہیں: علامہ حنفی نے یہ عجیب و غریب بات لکھی کہ اس کی تفسیر میں یہ کہنا بہتر ہوگا کہ اس کی سحرائی اور پاکی میں اضافہ فرما۔

اقول مرجعہ الی ما ذکرنا ای ان کان طاهرا من الذنوب فزدنی طہارتہ بمغفرة التقصیر فی شکرک العظیم وقد فسرا القاری نفسہ بقولہ ای فزدنی احسانہ کما فی روایۃ الا لایعبد عن قول الحنفی کشیدا۔

اقول اسکا مال بھی وہی ہے جو ہم نے بیان کی اگر گناہوں سے پاک ہے تو اس کی پاکی میں اضافہ فرما اس طرح کہ اپنے عظیم شکر کی بجا آوری میں اس کی تقصیر کو بخش دے۔۔۔ اور خود مولانا قاری نے اس کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے: یعنی اس کی نیکی میں اضافہ فرما جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے۔

وانا اقول وبالله التوفیق بل هو من تزکیۃ الشہود ای ان کان ذاکیا فاظہری ملکوتک انہ ذاک واشہدہ ہذاک وهذا لیس بتاویل بخلاف ماتقدم وبالله التوفیق کلہا منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م) اتول وبالله التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق خدا ہی سے ہے) بلکہ یہ تزکیہ شہود سے ہے (گواہوں کا تزکیہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی باطنی عدالت و پرہیزگاری جانچ کر ظاہر کر دی جائے) یعنی اگر وہ پاکیزہ ہے تو اپنی بادشاہت میں اس کی یہ حالت عیاں کر دے اور اس کے لئے اس پر گواہ لے لے۔ یہ اس کا لفظی معنی ہے، تاویل نہیں کہ گزشتہ معانی تاویل تھے، اور توفیق خدا ہی سے ہے۔ (ت)

① اللہمَّ عَبْدُكَ أَمَّتُكَ وَابْنُ بَشْتِ أَمَّتِكَ احْتِاجُ احْتِاجَتِ إِلَى رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ غَفِي عَنْ عَذَابِهِ (ہا) إِنْ كَانَ (کانت) مُحْسِنًا (مُحْسِنَةً) فَزِدْنِي إِحْسَانًا (ہا) وَإِنْ كَانَ (کانت) مُسِيئًا (مُسِيئَةً) فَتَجَاوَزْ عَنْهُ (عَنْهَا)۔ (المصدر علی الصحیحین کتاب الجناز مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۵۹)

۱۰ اَللّٰهُمَّ (عَبْدُكَ) اَمْتُكَ وَابْنُ بَيْتِكَ كَانَ (كَانَتْ) يَشْهَدُ (تَشْهَدُ) اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنْ
مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط وَانْتَ اَعْلَمُ بِهِ (هـ) وَمَا اِنْ كَانَ (كَانَتْ)
مُحْسِنًا (مُحْسِنَةً) فَرِيقًا اِحْسَانِيًّا (هـ) وَانْ كَانَ (كَانَتْ) مُسِيئًا (مُسِيئَةً) فَاغْفِرْ لَهُ (هـ) وَلَا تُخَيِّرْ مِنَّا
اَجْرَكَ (هـ) تَفَتُّيًا بَعْدَكَ (هـ) (الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان حديث ۳۰۶۲ مطبوعه موسسه الرساله بيروت ۶
/ ۳۰ سوار والظمان كتاب الجنائز مطبوعه مطبعة سلفية مدينة منوره ۱۹۲ / ۱۹۲ مسند ابو يعلى حديث ۶۵۶۷ مطبوعه موسسه علوم القرآن
بيروت ۶ / ۱۰۶)

۱۱ (اَصْبَحَ عَبْدُكَ هَذَا) اَصْبَحْتَ اَمْتُكَ هَذِهِ قَدْ تَخَلَّى تَخَلَّتْ عَنِ الدُّنْيَا وَتَرَكَهَا تَرَكَهَا
لَا فِلَهَا وَافْتَقَرَتْ اِفْتَقَرَتْ اِلَيْكَ وَاسْتَغْنَيْتَ عَنْهُ هَا وَقَدْ كَانَ يَشْهَدُ (كَانَتْ) تَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ
وَاَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ (هـ) هَا وَتَجَاوَزْ عَنْهُ (هـ)
وَالْحَقُّ (هـ) بِبَيْتِكَ (هـ) صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

(المصنف لحد الرزاق باب القراءة الصلوة على الميت حديث ۶۳۲۱ مطبوعه كتب اسلامي بيروت ۳ / ۳۸۷ المصنف لابن ابي شيبة
كتاب الجنائز مطبوعه اداره القرآن والعلوم الاسلاميه كراچي ۳ / ۲۹۲)

۱۲ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَانْتَ خَلَقْتَهَا وَانْتَ هَدَيْتَهَا لِلْاِسْلَامِ ط وَانْتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا وَانْتَ اَعْلَمُ
بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَّتِهَا جَنَّا شَفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهَا -

(سنن ابوداؤد باب الدعاء للميت مطبوعه آفتاب عالم پريس لاہور ۲ / ۱۰۰)
۱۳ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَوَانِنَا وَاَصْدِقِ ذَاتَ بَيْنِنَا وَآلِفَ بَيْنِ قُلُوبِنَا اَللّٰهُمَّ (هَذَا عَبْدُكَ) هَذِهِ اَمْتُكَ
فَلَا تَدَايِنُ بَيْنَ فُلَانٍ وَلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا وَانْتَ اَعْلَمُ بِهِ (بِهَا) وَمَا فَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ (لَهَا) -

اسے ابو نعیم نے عبد اللہ بن حارث بن نوفل سے انہوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں نماز جنازہ سکھائی اللہ اعظم -- آخر حدیث تک -- وہ کہتے ہیں کہ میں نے
عرض کیا میں لوگوں میں سب سے کم عمر ہوں اگر مجھے کوئی خیر معلوم نہ ہو؟ فرمایا: تو تم وہی کہو جو جانتے ہو
۱۲ کلہا منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت) (کنز العمال بحوالہ ابو نعیم حدیث ۳۲۸۳۳ مطبوعه موسسه الرساله بيروت ۱۵ / ۷۱۳)

۱۴ اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانًا (ابْنُ) بَيْتِكَ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلٍ جَوَارِكَ فَقِهِ (هـ) مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ
النَّارِ وَانْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدُ ط اَللّٰهُمَّ فَاغْفِرْ لَهُ (هـ) وَارْحَمْهَا اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ - (عہ) -

اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے واثلہ بن اسقاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (سنن ابی داؤد باب الدعاء للميت مطبوعه

آفتاب عالم پريس لاہور ۲ / ۱۰۱ سنن ابن ماجہ باب، اجاء فی الدعاء فی الجنائز علی الجنائز مطبوعه مجمع ائمه سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۹)

۱۰ اَللّٰهُمَّ اجْرِهَا مِنْ الشَّيْطَانِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ ط اَللّٰهُمَّ جَابِ الْاَوْسَ عَنْ جَنْبِهَا وَصَعِدْ رُوحَهَا وَلَقَّهَا مِنْكَ رِضْوَانًا (عہ)۔

اسے ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

(سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی ادخال الميت القبر مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی ص ۱۱۲)

۱۱ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ خَلَقْتَنَا وَنَحْنُ عِبَادُكَ ط اَنْتَ رَبُّنَا وَالْيَك مَعَادُنَا۔

اسے بغوی، ابن مندہ اور مسند الفردوس میں دیلمی نے ابو حاصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

(کنز العمال بحوالہ دیلمی حدیث ۴۲۸۳۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/۷۱۵)

۱۲ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَاٰخِرَنَا وَحَيَاتِنَا وَمَيِّتِنَا وَذَكْرِنَا وَأُنثَانَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَشَهِيدِنَا وَغَائِبِنَا
اللّٰهُمَّ لَا تَخِرْ مِنَّا أَجْرًا هَا وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَ هَا۔

اسے بغوی نے ابراہیم اشہالی سے، انہوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

(کنز العمال بحوالہ بغوی حدیث ۴۲۲۹۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/۵۸۶) (شرح السنۃ باب فی صلوة الجنائزۃ والدعاء للمیت)

مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۳۵۵

۱۳ اَللّٰهُمَّ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا سَمِيْعَ يَا قَبِيْرُمَ يَا هَدِيْعَ السُّلُوْبِ
وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ يَا اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللهُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ
وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاسْتَوْجِبُ اِلَيْكَ بِسَبِيْعِ الرَّحْمَةِ صَلَّى
اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْكَرِيْمَ اِذَا اَمَرَ بِالسُّؤَالِ لَمْ يَرُدَّهٗ اَبَدًا وَقَدْ اَمَرْتَنَا
فَدَعَوْنَا وَاَذْنَبْتَ لَنَا فَشَفَعْنَا وَاَنْتَ اَكْرَمُ الْاَكْرَمِيْنَ فَشَفِّعْنَا فِيْهِ (هَآ) وَارْحَنُ (هَآ) فِيْ وَحْدَتِهِ (هَآ)
فِيْ وَحْشَتِهِ (هَآ) وَارْحَنُ (هَآ) فِيْ غُرْبَتِهِ (هَآ) وَارْحَنُ (هَآ) فِيْ كُرْبَتِهِ (هَآ) وَاعْظُمْ لَهٗ (هَآ) اَجْرَهٗ (هَآ)
وَكُوْرَهٗ (هَآ) قَبْرَهٗ (هَآ) وَبَيْضُ لَهٗ (هَآ) وَجْهَهٗ (هَآ) وَبَرْدِلَهٗ (هَآ) مَضْجَعَهٗ (هَآ) وَعَطْر لَهٗ (هَآ) مَنْزِلَهٗ
(هَآ) وَاَكْرَمْ لَهٗ (هَآ) نَزْلَهٗ (هَآ) يَا خَيْرَ الْمُنْزِلِيْنَ يَا خَيْرَ الْغَافِرِيْنَ وَيَا خَيْرَ الرَّاحِمِيْنَ اَمِيْنَ اَمِيْنَ
صَلَّى وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِ السَّافِعِيْنَ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ط وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

یہ دعا فقیر نے زیادہ کی، رب کریم و تدبیر اس کی مغفرت فرمائے ۱۲ کلہا منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

ترجمہ ادعیہ منقولہ

(۱) الہی! بخش دے ہمارے زندے اور مردے، اور حاضر اور غائب، اور چھوٹے اور بڑے، اور مرد اور عورت کو۔ الہی!
تو جسے زندہ رکھے ہم میں سے اُسے زندہ رکھ اسلام پر، اور جسے موت دے ہم میں سے اُسے موت دے ایمان

پر۔ الہی! ہمیں اس میت کے ثواب سے محروم نہ کر۔ اور ہمیں اس کے بعد فتنہ میں نہ ڈال۔

(۲) الہی! اس میت کو بخش دے، اور اس پر رحم فرما، اور اسے ہر بلا سے بچا، اور اسے معاف کر، اور اسے عزت کی مہمانی دے، اور اس کی قبر کو وسیع کر، اور اسے دھو دے پانی اور برف اور ادلوں سے، اور اسے پاک کر دے گناہوں سے جیسے تو نے پاک کیا سپید کپڑا میل سے، اور اسے بدل دے مکان بہتر اس کے مکان سے، اور گھر والے بہتر اس کے گھر والوں سے، اور زوجہ بہتر اس کی زوجہ سے۔ اور اسے داخل فرما بہشت میں، اور اسے پناہ دے قبر کے سوال اور دوزخ کے عذاب سے۔

(۳) الہی! یہ میت تیرا بندہ اور تیری باندی کا بچہ گواہی دیتا ہے کہ کوئی سچا معبود نہیں مگر ایک اکیلا تُو، تیرا کوئی شریک نہیں، اور گواہی دیتا ہے کہ محمد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں، یہ محتاج ہے تیری مہربانی کا اور تُو بے نیاز ہے اس کے عذاب سے، یہ اکیلا رہا دنیا اور دنیا کے لوگوں سے، اگر یہ سُتھرا تھا تُو اسے ستھرا فرما دے اور اگر خطا دار تھا تُو اسے بخش دے۔ الہی! ہمیں محروم نہ کر اسکے ثواب سے اور گمراہ نہ کر اس کے بعد۔

(۴) الہی! یہ تیرا بندہ تیری بندی کا بیٹا تیری باندی کا بچہ ہے، نافذ اس میں حکم تیرا، تو نے اسے پیدا کیا جن کے یہاں کوئی غریب الوطن اُترے۔ الہی! اُسے اس کی حجت سکھا دے اور اُسے اُس کے لئے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملا دے، اور اُسے ٹھیک بات پر ثابت رکھ کہ یہ تیرا محتاج ہے اور تُو اس سے غنی ہے، یہ گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوائے اللہ کے، پس اُسے بخش دے اور اس پر رحم فرما، اور ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر، اور اس کے فتنے میں نہ ڈال۔ الہی! اگر یہ سُتھرا تھا تُو اسے ستھرا فرما دے اور اگر یہ خطا کار تھا اور اسے بخش دے۔

(۵) الہی! تیرا یہ بندہ اور تیری باندی کا بچہ تیری رحمت کا محتاج ہے اور تُو اُسے عذاب کرنے سے غنی ہے، اگر نیک تھا اُس کی نیکیاں زیادہ کر اور اگر بد تھا تُو اُس سے درگزر فرما۔

(۶) الہی! تیرا یہ بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں مگر اللہ، اور یہ کہ محمد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور تُو اُس کا یہ حال زیادہ جاننے والا ہے ہم سے، اگر یہ نیک تھا تُو اس کی نیکی بڑھا اور اگر بد تھا تُو اسے بخش دے، اور ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر اور اس کے فتنے میں نہ ڈال۔

(۷) تیرے اُس بندے نے صبح کی کہ الگ ہو آیا دنیا سے اور اسے چھوڑ دیا اس کے لوگوں کے لئے، اور تیرا محتاج ہوا اور تُو اس سے غنی ہے۔ اور بیشک یہ گواہی دیتا تھا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اللہ کے اور محمد تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الہی! اُسے بخش دے اور اس سے درگزر، فرما اور اُسے ملا دے اس کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔

(۸) الہی! تُو اس جنازے کا پروردگار ہے، اور تو نے اسے پیدا کیا، اور تو نے اسے اسلام کی راہ دکھائی، اور تو نے اس کی

جان قبض کی، اور تو خوب جانتا ہے اُس کا چھپا اور ظاہر حال، ہم حاضر ہوئے ہیں اور شفاعت کرنے تو اسے بخش دے۔

(۹) الہی! بخش دے ہمارے سب بھائیوں بہنوں کو اور اصلاح کر دے ہمارے آپس میں، اور ملاپ کر دے ہمارے دلوں میں۔ الہی! یہ تیرا بندہ فلاں بن فلاں ہے اور ہم تو اس کو اچھا ہی جانتے ہیں اور تجھے اس کا علم ہم سے زیادہ ہے تو ہمیں اور اُسے بخش دے۔

(۱۰) الہی! بیشک فلاں بن فلاں تیری پناہ اور تیری امان نی زنا میں ہے تو اسے بچا سوال نکیرین اور عذاب دوزخ سے کہ تو وعدہ پورا کرنے والا سب خوبیوں کا اہل ہے۔ الہی! تو اسے بخش دے اور اس پر رحم کر بیشک تو ہی ہے بخشنے والا مہربان۔

(۱۱) الہی! اسے پناہ دے شیطان سے اور قبر کے عذاب سے، الہی! دُور کر زمین کو اس کی دونوں کر دلوں سے، اور آسمان پر لے جا اس کی روح کو، اور اسے اپنی خوشنودی عطا کر۔

(۱۲) الہی! بیشک تو نے ہمیں پیدا کیا اور ہم تیرے بندے ہیں اور تُو ہمارا رب اور تیری ہی طرف ہمیں پھرنا ہے۔

(۱۳) الہی! بخش دے ہمارے اگلے پچھلے اور زندہ اور مردہ اور خورد و کلاں اور حاضر اور غائب کو۔ الہی! ہمیں محروم نہ کر اُس کے ثواب سے اور ہمیں فتنے میں ڈال اُس کے بعد۔

(۱۴) اے اللہ، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان، اے زندہ، اے پائندہ، اے نہا بنائو اے آسمانوں اور زمینوں کے، اے بزرگی و عزت بخشنے والے! میں تجھ سے مانگتا ہوں اس وسیلہ سے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی ہے اللہ یکتا بے نیاز کہ نہ کوئی اس کے اولاد نہ وہ کسی سے پیدا، نہ کوئی اس کے جوڑ کا۔ الہی! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف منہ کرتا ہوں وسیلے سے تیرے نبی محمد کے کہ رحمت کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ الہی! بیشک کریم جب خود حکم سوال کا دیتا ہے تو اس سوال کو بھی رد نہیں کرتا۔ اور بیشک تو نے ہمیں حکم دیا تو ہم نے دُعا کی، اور تو نے ہمیں اجازت دی تو ہم نے شفاعت کی، اور تو ہر کریم سے بڑھ کر کرم والا ہے، تو ہماری شفاعت اس میت کے حق میں قبول فرما، اور اس پر رحم کر اس کی تنہائی میں، اور اس پر رحم کر اس کی گھبراہٹ میں، اور اس پر رحم کر اس کی بیکسی میں، اور اس پر رحم کر اس کی تکلیف میں، اور اسے بڑا ثواب دے، اور اس کی قبر نورانی کر، اور اس کا چہرہ پُر نور کر، اور اس کی خواب گاہ ٹھنڈی کر، اور اس کی جگہ معطر کرے، اور اسے عزت والی مہمانی دے، اے سب میزبانوں سے بہتر، اے سب بخشنے والوں سے بہتر، اے سب مہربانوں سے بہتر! قبول فرما، قبول فرما، قبول فرما۔ درود و سلام و برکات اتار سب شفیعوں کے سردار محمد اور اُن کی آل اور اصحاب سب پر۔ اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا پروردگار۔

فائدہ: نویں اور دسویں دعاؤں میں اگر میت کے باپ کا نام معلوم نہ ہو اس کی جگہ اَدْمُ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کہے

سب آدمیوں کے باپ ہیں۔ اگر خود میت کا نام بھی نہ معلوم ہو تو نوں دعا میں لفظ **هَذَا عَبْدُكَ يَا هَذِهِ أُمُّكَ** پر قناعت کرے فلاں ابن فلاں یا بنت فلاں کو چھوڑ دے اور دسویں میں اُس کی جگہ **عَبْدُكَ هَذَا** (یہ تیرا بندہ) یا عورت ہو تو **أُمُّكَ هَذَا** (تیری یہ باندی) کہے۔

فائدہ: میت کا فسق و فجور اگر معاذ اللہ معلوم ہو تو نوں دعا میں **لَا تَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا** کی جگہ **قَدْ عَلِمْنَا مِنْهَا خَيْرًا** کہے کہ اسلام ہر خیر سے بڑھ کر ہے **وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ**۔

فائدہ: ان دعاؤں میں بعض مضامین مکرر بھی ہیں اور دعا میں تکرار مفید و مستحسن ہے، جیسے جلدی ہو یا یاد کرنے میں وقت جانے تو دوائے اول و دوم و سوم اور چہارم بالقول الثابت اور ہشتم اور دوازدہم تک پڑھے، ان شاء اللہ یہی کافی و کافی ہے، یہ نصف سے کم بھی کم رہ گیا اور چاہے تو چہارم دہم بھی ملا لے اب بھی نصف سے کچھ زائد رہے گا، اور وقت مساعدت کرے تو سب کا پڑھنا اولیٰ ہے، امام جتئی دیر میں یہ دعائیں پڑھے مقتدی دعائے مشہور کے بعد اگر ان ادعیہ سے کچھ یاد نہ ہو صرف آمین آمین کہتے رہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۳، ص ۲۱۸-۲۰۷)۔

(941) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى النَّبِيِّ فَأَخْلَصُوا لَهُ الدُّعَاءَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میت پر جنازہ پڑھ لو تو اس کے لیے اخلاص سے دعا کرو۔ (ابوداؤد)

تخریج حلیف: (سنن ابوداؤد: باب الدعاء للمیت ج ۲ ص ۱۸۸ رقم: ۴۲۰۱) (وقال الالبانی حسناً) سنن ابن ماجہ: باب ما جاء في الصلاة على الجنائز ج ۱ ص ۳۸۰ رقم: ۴۲۰۱ صحیح ابن حبان: باب المريض وما يتعلق به ج ۱ ص ۳۲۵ رقم: ۲۰۶۱ (وقال الارنؤوط أسناده قوي) السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الدعاء في صلاة الجنائز ج ۲ ص ۳۰ رقم: ۴۲۱۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الختان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ نماز جنازہ میں خالص دعائی کرو تلاوت قرآن نہ کرو حمد و ثناء و ردود و دعاء کے مقدمات میں سے ہے اس صورت میں یہ حدیث امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے کہ نماز جنازہ میں تلاوت قرآن ناجائز ہے دوسرا یہ کہ جب تم نماز جنازہ پڑھ چکو تو میت کیلئے خلوص دل سے دعا مانگو اس صورت میں دعا بعد نماز جنازہ کا ثبوت ہوگا خیال رہے کہ دعا بعد نماز جنازہ سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے سنت صحابہ بھی چنانچہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شاہ حبشہ نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی اور بعد میں دعا مانگی حضرت عبداللہ بن سلام ایک جنازہ میں پہنچے نماز ہو چکی تھی تو آپ نے حاضرین سے فرمایا نماز تو پڑھ چکے میرے ساتھ مل کر دعا تو کر لو۔ جن فقہاء نے اس دعا سے منع کیا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ سلام کے بعد یونہی کھڑے کھڑے دعا مانگی جائے جس سے آنے والوں کو نماز کا دھوکہ ہو یا بہت لمبی

دعائیں مانگی جائیں جس سے بلا وجہ دفن میں بہت دیر ہو جائے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۹۷)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نماز جنازہ کے بعد مانگی جانے والی دعاؤں کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

گیارہ سال ہوئے یہ مسئلہ ۱۳۱۱ھ میں معرکہ الآراء رہا، بمبئی و کانپور سے اس کے بارہ میں بار بار سوالات مختلف صورتوں میں آئے فقیر نے جواب کبھی تحقیق حدیث اور کبھی تحقیق فقہ سے کام لیا اور بالآخر اس کے باب میں ایک موجز و کافی رسالہ سنی بہ بذل الجواز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز لکھا جس میں تحقیق حکم فقہی و توضیح معانی عبارات مذکورہ سراجیہ وغیرہا کتب فقہ کو بعونہ عزوجل ذر وہ علیا تک پہنچایا اور بفضلہ تعالیٰ عرش تحقیق مسقر کر دکھایا کہ میت کے لئے دعا قبل نماز جنازہ و بعد نماز جنازہ ہمیشہ مطلقاً مستحب و مندوب ہے۔ اور اس سے اصلاً ممانعت نہیں۔ خود حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے قبل و بعد نماز دونوں وقت میت کے لئے دعا فرمانا اور اس کا حکم دینا ثابت ہے، فقہائے کرام ہرگز اسے منع نہیں فرماتے، یہاں ممانعت تحریمی خواہ تنزیہی صرف دو صورتوں کے لئے ہے اور وہی عبارات مذکورہ وغیرہ فقہیہ میں علی التتبع مقصود ہیں۔ ایک یہ کہ خاص دعا طویل کی غرض سے بعد نماز خواہ قبل نماز تجہیز میت کو تعویق میں ڈالنا، مثلاً نماز ہو چکی اور کوئی حالت منتظرہ لے چلنے کے لئے باقی نہیں رہی، صرف دعا کے لئے جنازہ رکھ چھوڑیں اور درنگ و تطویل کریں یہ ممنوع ہے، اکثر عبارات اسی طرف ناظر ہیں، دوسرے یہ کہ بعد نماز اسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے امام و مقتدی وہیں کھڑے دعا کریں یہ نامناسب ہے کہ نماز پر شبہ زیادت نہ ہو۔ بعض عبارات اسی طرف ناظر ہیں، ان کے سوا تمام صورتوں میں نہ خاص دعا کی غرض سے درنگ و تعویق کریں نہ بعد نماز اسی انداز میں ہو بلکہ صفیں توڑ کر دعا قلیل یا بوجہ دیگر جنازہ میں دیر کی حالت میں دعا طویل اصلاً مضائقہ نہیں رکھتے، نہ کلمات علماء میں اس کا انکار، بلکہ وہ عام مامور بہ کے حکم میں داخل اور مستحب شرعی کا فرد ہے۔ یہ رسالہ بمبئی مطبع گلزار حسینی میں چھپ کر شائع ہو چکا۔ ان تمام مراتب کی تفصیل تمام اسی رسالہ اور اس کے پہلے کے فتویٰ میں ملے گی۔

کشف الغطاء میں بعد ذکر عبارات قنیہ وغیرہا فرمایا:

فاتحہ و دعا برائے میت پیش از دفن درست است و ہمیں است روایت معمولہ، کذا فی الخلاصۃ الفقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کے لئے دفن سے قبل فاتحہ و دعا درست ہے اور یہی روایت معمول بھا ہے۔ ایسا ہی خلاصۃ الفقہ میں ہے (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم (کشف الغطاء فصل ششم نماز جنازہ مطبع احمدی دہلی ص ۳۰) (فتاویٰ رضویہ، ج ۳، ص ۲۱۸-۲۰۷)

انہی سے رسول اللہ ﷺ سے نماز جنازہ کے ضمن

(942) وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

میں روایت ہے کہ آپ نے یوں دعا کی: ”اے اللہ! تو

وَسَلِّمْ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَجِيْهَا.

وَأَنْتَ خَلَقْتَهَا، وَأَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْإِسْلَامِ، وَأَنْتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا، وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَايِيبِهَا، وَقَدْ جُنْتُكَ شُفَعَاءَ لَهُ، فَأَغْفِرْ لَهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

اس کا رب ہے اور تو نے اس کو پیدا کیا ہے۔ تو نے اس کو اسلام کے لیے ہدایت عطا کی ہے تو نے اس کی روح کو قبض فرمایا ہے تو اس کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے ہم تیرے پاس اس کے سفارشی بن کر آئے ہیں پس تو اس کی مغفرت فرما۔ اسے امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب الدعاء للمیت ج ۳ ص ۱۸۸ رقم: ۳۲۰۲ مسند امام احمد مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۳۶۲ رقم: ۸۶۳۹ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الدعاء فی الصلاة ج ۲ ص ۴۲ رقم: ۴۲۲۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگرچہ روح قبض کرنا ملک الموت کا کام ہے مگر چونکہ وہ سب کچھ رب کے حکم سے کرتے ہیں اس لیے فعل کو رب کی طرف نسبت کیا گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان کے توسل سے دعا کرنا جائز ہے۔

(بازاۃ السانج، ج ۲ ص ۹۱۱)

حضرت وائلہ بن اسقع ؓ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان آدمی پر ہمیں رسول اللہ ﷺ نے جنازہ کی نماز پڑھائی تو میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”اے اللہ! فلاں بن فلاں تیرے سپرد ہے تیرے پڑوس کی حفاظت میں ہے اس کو قبر کی آزمائش اور آگ کے عذاب سے بچا تو وعدوں کو پورا فرمانے والا اور تعریف والا ہے۔ اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اس پر رحم کر یقیناً تو بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔“ اسے امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

(943) وَعَنْ وَائِلَةَ بِنِ الْأَسْقَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَسَبَّغَتْهُ يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ، فَبِهِ فِتْنَةُ الْقَبْرِ، وَعَذَابُ النَّارِ، وَأَنْتَ أَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدِ، اَللّٰهُمَّ فَاغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ، اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب الدعاء للمیت ج ۳ ص ۱۸۸ رقم: ۳۲۰۳ صحیح ابن حبان: باب المریض وما یتعلق بہ ج ۲ ص ۳۲۲ رقم: ۳۰۴۳ مسند امام احمد حدیث وائلہ بن الاسقع ج ۳ ص ۳۹۱ رقم: ۱۶۰۶۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس میں خاص دین حاضریّت کے لیے دعاء ہے یہ بھی جائز ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ عام دعاء بھی پڑھی اور اس کے بعد یہ بھی، قرب عہد سے مراد یا قرآن شریف ہے یا ایمان یعنی یہ بندہ مؤمن ہے قرآن کا ماننے والا، رب

تعالیٰ فرماتا ہے: **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا**۔ فقہ قیروہاں کے امتحان کی ناکامی ہے اور آگ کا عذاب دوزخ کا عذاب ہے خواہ قبر میں ہو یا دوزخ میں پہنچ کر۔ یہ دعاء بہت ہی جامع ہے۔ (برائۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۰۰)

(944) **وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أُوَلَّى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ كَبَّرَ عَلَى جَنَازَةِ ابْنَتِهِ لَهْ أَرْبَعِ تَكْبِيرَاتٍ، فَقَامَ بَعْدَ الرَّابِعَةِ كَقَدْرِ مَا بَيْنَ التَّكْبِيرَاتِ يَسْتَغْفِرُ لَهَا وَيَدْعُو، ثُمَّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ هَكَذَا. وَفِي رِوَايَةٍ: كَبَّرَ أَرْبَعًا فَكَتَفَ سَاعَةً حَتَّى ظَلَمْتُ أَنَّهُ سَيُكَبَّرُ خُمْسًا، ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا لَهُ: مَا هَذَا، فَقَالَ: إِنِّي لَا أَرِيدُكُمْ عَلَى مَا رَأَيْتُمْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ، أَوْ: هَكَذَا صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ الْحَاكِمُ، وَقَالَ: حَدِيثٌ صَحِيحٌ.**

حضرت ابن ابی اوفیؓ سے روایت ہے انہوں نے اپنی ایک بیٹی کے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں، چوتھی تکبیر کے بعد اتنی دیر کھڑے رہے جتنی دیر دو تکبیروں کے درمیان کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کے لیے استغفار پڑھی اور دعا مانگی، پھر فرمایا رسول اللہؐ اسی طرح کیا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ چار تکبیریں کہہ کر ٹھہرے رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ آپ پانچویں تکبیر کہیں گے۔ پھر آپ نے دائیں بائیں سلام پھیر دیا، ہم نے کہا یہ کیا ہے تو فرمایا کہ میں نے اس سے زیادہ نہیں کیا جس طرح میں نے رسول اللہؐ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ یا اسی طرح کرتے ہوئے رسول اللہؐ کو دیکھا ہے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (تحف الخیرۃ المہرۃ باب الدعاء والاستغفار للبیعت ج ۲ ص ۳۶۸ رقم: ۱۱۹۰۲ السنن الکبریٰ للبیہقی باب ما روی فی الاستغفار للبیعت والدعاء ج ۲ ص ۳۶۲ رقم: ۲۲۲ المستدرک للحاکم کتاب الجنائز ج ۱ ص ۳۶۸ رقم: ۱۱۳۴۰ مسند البزار مسند عبد اللہ بن اوفی ج ۱ ص ۳۷۸ رقم: ۲۲۵۵)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

اور پانچ تکبیریں تو ہمارے ائمہ بلکہ ائمہ اربعہ بلکہ جمہور ائمہ کے نزدیک منسوخ ہیں بلکہ امام ابو عمر یوسف بن عبد البر مالکی نے فرمایا چار پر اجماع منعقد ہو گیا ولہذا ہمارے علماء کرام حکم فرماتے ہیں کہ امام پانچویں تکبیر کہے تو مقتدی ہرگز ساتھ نہ دیں خاموش کھڑے رہیں، یہی صحیح ہے، اور بعض روایات میں تو یہاں تک ہے کہ وہ تکبیر پنجم کہے تو یہ سلام پھیر دیں کہ اتباع منسوخ کا رد خوب واضح ہو جائے۔

فی الدر المختار لو کبرا امام خامسالم یتبع لانه منسوخ فیہ کث الموت حق یسدم معہ اذا سلم

بہ یفتی۔ (ذریعہ باب صلوۃ الجنائز مطبوعہ مطبعہ مجتبیٰ دہلی ۱/ ۱۲۲)

در مختار میں ہے اگر مقتدی کے امام نے پانچویں تکبیر کہی تو وہ امام کی اتباع نہ کرے کیونکہ یہ منسوخ ہے پس مقتدی ٹھہرا رہے اور امام کے ساتھ سلام پھیرے، اسی پر فتویٰ ہے۔
ردالمحتار میں ہے:

وروی عن الامام انه يسلم للحال ولا ينتظر تحقيقا للبعالفة۔

(ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائزہ مطبوعہ معظمی البابی مصر ۱/ ۶۳۵)

امام اعظم سے یہ بھی مروی ہے کہ مقتدی فی الفور سلام کہہ دے امام کا انتظار نہ کرے تاکہ کھلی مخالفت ہو جائے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۳۹۶)

15- بَابُ الْاِسْرَاعِ بِالْجَنَازَةِ

جنازہ کو جلدی لے جانا

(945) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ فَإِنَّ لَكَ صَاحِبَةً، فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا إِلَيْهِ، وَإِنْ لَكَ سِوَى ذَلِكَ، فَاسْرِعْ تَضَعُوهُ عَنْ رِقَابِكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنازہ کو جلدی لے جاؤ کیونکہ وہ اگر نیک ہے تو بھلائی کی طرف اس کو جلد لے جاؤ اور اگر کچھ اور ہے تو تم اس کو جلد از جلد اپنی گردنوں سے اتارتے ہو۔ (ذمہ داری پوری کرتے ہو) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ تم اس بھلائی کو آگے کر رہے ہو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب الاسراع بالجنازة ج ۲ ص ۵۰ رقم: ۲۲۱۹ المتعلق لابن الجارود: کتاب الجنائز ج ۱ ص ۱۲۹ رقم: ۵۲۴ السنن الصغری: باب حمل الجنازة ج ۱ ص ۲۴ رقم: ۱۰۰۰ سنن ابوداؤد: باب الاسراع بالجنازة ج ۱ ص ۱۰۹ رقم: ۳۱۸۲ سنن ابن ماجہ: باب ما جاء فی شہود الجنائز ج ۱ ص ۲۴ رقم: ۱۲۴۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہر نیک اور بد میت کو تیز ہی لے جانا چاہیے، نیک کو اس لیے کہ اس کا اگلا گھر اس کے لیے خیر ہے وہاں جلدی پہنچاؤ، بد کو اس لیے کہ وہ رحمت سے دور ہے تم سے بھی جلدی دور ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ برے آدمی کی صحبت مرے بعد بھی اچھی نہیں چہ جائے کہ اس کی زندگی میں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ (براۃ المنج، ج ۲ ص ۸۶۹)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نماز جنازہ میں جلدی کرنے کے متعلق فرماتے ہیں:

نماز جنازہ میں جلدی کرنا

عرض: نماز جنازہ کی تعمیل (یعنی جلدی کرنے) سے کیا مراد ہے؟

ارشاد: غسل و کفن بغیر تو نماز پڑھ سکتے ہی نہیں، ہاں! اس کے بعد تاخیر نہ کرے۔ بعض لوگ شب جمعہ (یعنی جمعہ کی رات) جس کا انتقال ہوا میت کو تا نماز جمعہ رکھے رہتے ہیں کہ آدمیوں کی نماز جمعہ میں کثرت ہو جائے، یہ ناجائز ہے اور اس کی تصریح کتب فقہ میں موجود ہے۔ اور اگر قبر تیار ہونے سے پیشتر کسی عذر سے تاخیر کی جائے تو حرج نہیں۔

(ملفوظات امین حضرت م ص ۳۳۸)

(946) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِذَا وَضِعَتِ الْجَنَازَةُ، فَأَحْتَمَلَهَا الرَّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً، قَالَتْ: قَدِيمُونِي، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ، قَالَتْ: لَا أَهْلِيهَا، يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِهَا، يَسْمَعُ صَوْنَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَ الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جنازہ جب تیار ہو جائے اور لوگ اس کو گردنوں پر اٹھالیں تو اگر وہ نیک ہو تو کہتا ہے مجھے آگے لے جاؤ اور اگر برا ہے تو اٹھانے والوں سے کہتا ہے ہائے خرابی اس کو کہاں لے جاتے ہو اس آواز کو انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے اگر انسان اس کو سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب کلام النبیین علی الجنائز، ج ۲ ص ۱۰۰ رقم: ۱۲۸۰ سنن الکبیری للبیہقی، باب الاسراع فی المشی بالجنائز، ج ۱ ص ۲۱ رقم: ۴۰۳ سنن الکبیری للنسائی، باب السرعة بالجنائز، ج ۱ ص ۶۲ رقم: ۲۰۳۶ صحیح ابن حبان، باب المریض وما یتعلق بہ، ج ۱ ص ۳۸ رقم: ۳۱۱۱ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۱۱ رقم: ۴۰۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

جنازے سے مراد میت ہے اور اس کے رکھے جانے سے مراد گھر سے باہر نکال کر لوگوں کے سامنے قبرستان لے جانے کے لیے رکھا جانا ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ مردہ بزبان قال یہ گفتگو کرتا ہے کیونکہ اسے نزع میں ہی اپنے آئندہ حال کا پتہ چل جاتا ہے، اب اسے یہاں ٹھہرنا وبال معلوم ہوتا ہے اس لیے کہتا ہے جلدی پہنچاؤ۔ اس سے معوم ہوا کہ اس حالت ہی میں جسم میں جان پڑ چکی ہوتی ہے اور بعد موت مردہ بولتا بھی ہے، سننا بھی ہے جیسا کہ باب عذاب قبر میں گزر چکا کہ مردہ چلنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سننا ہے۔ احمد، طبرانی، ابن ابی دنیا، معروزی، اور ابن مندہ نے ابو سعید خدری سے روایت کی کہ میت اپنے غسل دینے والے، اٹھانے والے، کفن دینے والے اور قبر میں اتارنے والے سب کو پہنچتا ہے۔

(مرقات)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مردے کی یہ گفتگو زبان قال سے آواز کے ساتھ ہی ہوتی ہے جسے جانور فرشتہ کنکر، پتھر

سب سنتے ہیں انسان کو اس لیے نہ سنائی گئی کہ اولاً تو اس میں اس آواز کی برداشت کی طاقت نہیں۔ دوسرے اس پر ایمان بالغیب لازم ہے اگر وہ آواز سن لے تو ایمان بالغیب نہ رہے۔ (بزاۃ النبی، ج ۲ ص ۸۷۰)

16- بَابُ تَعْجِيلِ قَضَاءِ الدَّيْنِ عَنِ الْمَيِّتِ
وَالْمُبَادَرَةِ إِلَى تَجْهِيزِهِ إِلَّا أَنْ يَمُوتَ فَجَاءَةً
فَيُتْرَكَ حَتَّى يُتَيَقَّنَ مَوْتُهُ

میت کے قرض ادا کرنے میں اور اس کی تجہیز میں عجلت کرنا ہاں! اگر اچانک فوت ہو تو موت کا یقین ہونے تک اس کو رکھیں گے

(947) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتَّى يُقْطَعَ عَنْهُ رِوَاةُ التِّرْمِذِيِّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایمان دار کی جان اس کے قرض سے چمپی ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ ادا کیا جائے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حسن حدیث ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی) باب ما جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال نفس المؤمن معلقة بدينه، ج ۳ ص ۳۸۹ رقم: ۱۰۷۸، سنن ابن ماجه: باب التشديد في الدين، ج ۲ ص ۸۰۶ رقم: ۱۲۴۱۳، السنن الكبرى للبيهقي: باب ما يستحب لولي الميت من الابداء بقضاء دينه، ج ۱ ص ۶۱ رقم: ۲۵۰، المستدرک للحاکم: کتاب البيوع، ج ۲ ص ۳۲ رقم: ۲۲۱۹، مسند البزار: مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۵۲ رقم: ۸۶۶۳

شرح حدیث: اب میت اس سے بری ہے

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ایک آدمی فوت ہو گیا، ہم نے اسے غسل اور کفن دیا اور خوشبو لگائی، پھر ہم اسے سرکار ابد قرار، شافع روز شمار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر حاضر ہوئے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کا جنازہ پڑھائیں، ہم نے عرض کی: اس کا جنازہ پڑھائیے۔ پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک قدم چلے پھر دریافت فرمایا: کیا اس پر قرض ہے؟ ہم نے عرض کی: اس کے ذمہ 2 دینار ہیں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم واپس چلے گئے، حضرت سیدنا ابوقنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی ذمہ داری لے لی تو ہم دوبارہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضرت سیدنا ابوقنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: 2 دینار میرے ذمہ ہیں۔ تو شاہ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تحقیق قرض خواہ کا حق پورا کر دیا گیا ہے اور اب میت اس سے بری ہے۔ حضرت سیدنا ابوقنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر اس کے بعد ایک دن استفسار فرمایا: ان 2 دیناروں کا کیا ہوا۔ میں نے عرض کی: وہ شخص تو کل فوت ہو گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آنے والے کل اسے (یعنی قرض خواہ کو) لوٹا دینا۔ حضرت سیدنا ابوقنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: میں نے وہ ادا کر دیے ہیں۔ تو رسول انور، صاحب کوثر صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اب اس کا جسم عذاب سے بری ہو گیا ہے۔

(المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد اللہ، الحدیث: ۱۳۵۳۳، ج ۵، ص ۸۳)

(948) وَعَنْ حُصَيْنِ بْنِ وَخُوحٍ رَضِيَ اللَّهُ

حضرت حصین بن دحوح ؓ سے روایت ہے کہ

عَنْهُ: أَنَّ طَلْعَةَ بِنَ الْبَرَاءِ بِنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ

حضرت طلحہ بن براء بن عازب ؓ پہر تھے رسول

عَنْهُمَا مَرِضٌ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اللہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو فرمایا میرا

يَعُودُهُ. فَقَالَ: إِنِّي لَا أَرَى طَلْعَةَ إِلَّا قَدْ حَدَّثَ فِيهِ

خیال ہے کہ طلحہ میں موت ظاہر ہو گئی ہے اس کے بارے

الْمَوْتُ، فَأَذِنُونِي بِهِ وَتَجَلَّوْا بِهِ، فَإِنَّهُ لَا يَلْبِغُنِي لِحْيَتُهُ

مجھے بتانا اور جلدی کرنا کیونکہ کسی ایمان دار میت کو

مُسْلِمٍ أَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَيْنِ أَهْلِهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

مناسب نہیں کہ اس کے گھر والوں کے درمیان اس کو روکا

جائے۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب التعجيل بالجنابة و كراهية حبسها، ج ۱، ص ۱۰۲، رقم: ۴۱۱۱، السنن الکبریٰ

للبيهقي: باب ما يستحب من التعجيل بتجهيزه اذا كان مريضا، ج ۱، ص ۲۸۶، رقم: ۶۸۵۹، جامع الاصول لابن اثير، الفرع الثاني في

دفن الموتى، ج ۱، ص ۱۳۶، رقم: ۸۷۳۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حصین ابن دحوح صحابی ہیں، انصاری ہیں، آپ سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔

اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ میت کے لیے اعلان عام کرنا بھی جائز ہے اور خاص بزرگ و اہل

قربت کو خبر کرنا بھی تاکہ وہ نماز اور دفن میں شرکت کر لیں۔ دوسرے یہ کہ حتی الامکان دفن میں جلدی کی جائے، بلا ضرورت

دیر لگانا جیسا کہ ہمارے پنجاب میں رواج ہے سخت ناجائز ہے کہ اس میں میت کے پھولنے پھٹنے اور اسکی بے حرمتی کا اندیشہ

ہے، مگر اس حکم سے انبیاء کرام مستثنیٰ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفن شریف وفات سے تین دن بعد ہوا، مسئلہ خلافت پہلے

طے کیا گیا تاکہ زمین خلیفۃ اللہ سے خالی نہ رہے، بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دفن وفات سے چھ ماہ یا ایک سال بعد

ہوا۔ (قرآن شریف) خیال رہے کہ یہاں حیثیت بمعنی مردہ ہے نہ کہ مردار جیسے قرآن کریم میں ہے کَيْفَ يُورَى سَوَّةَ أَخِيهِ

اس لفظ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مردہ نجس ہوتا ہے۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۲، ص ۸۴۹)

قبر کے پاس نصیحت

17- بَابُ الْمَوْعِظَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ

حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ ہم غرقہ میں

(949) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا فِي

ایک جنازہ میں تھے۔ ہمارے پاس نبی کریم ؐ

جَنَازَةٍ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ، فَأَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

تشریف لائے۔ پس آپ بیٹھ گئے ہم بھی آپ کے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مَخْصَرَةٌ

فَنَكَسَ وَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمُخَضَّرَتِهِ ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا تَنْشِكِلُ عَلَى كِتَابِنَا، فَقَالَ: اسْمَلُوا، فَكُلُّ مُيَسَّرٍ لِمَا خُلِقَ لَهُ... وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيثِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

ارد گرد بیٹھ گئے آپ کے پاس تپڑی تھی۔ آپ نے۔
جھکایا اور زمین کریدنے لگے۔ پھر فرمایا تم میں سے ہر
ایک کے لیے جنت یا جہنم میں ٹھکانہ لکھا جا چکا ہے۔
صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر ہم اپنی تحریر پر اعتماد
نہ کر لیں تو آپ نے فرمایا تم عمل کرو ہر ایک کو وہی میسر
ہوگا۔ جس کے لیے وہ پیدا ہوا اور پوری حدیث ذکر کی۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب موعظة المحدث عند الدبر والعودة صحابه حوله، ج ۲ ص ۱۱، رقم: ۱۳۱۲، صحیح مسلم، باب كيفية الخلق الادمي في بطن امه و كتابه رزقه واجله، ج ۸ ص ۴، رقم: ۱۱۰۲، مسند عبد بن حميد من مسند ابی الحسن علی بن ابی طالب، ج ۱ ص ۵، رقم: ۴۴، مسند امام احمد، مسند علی بن ابی طالب، ج ۱ ص ۱۵، رقم: ۱۳۲۸، مسند البزار، مسند علی بن ابی طالب، ج ۱ ص ۱۱۸، رقم: ۵۸۲)

شرح حدیث: یہ حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

روایت ہے حضرت علی سے فرماتے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں ایسا کوئی نہیں جس کا ایک ٹھکانہ دوزخ میں اور ایک ٹھکانہ جنت میں نہ لکھا جا چکا ہو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنی تحریر پر بھروسہ کیوں نہ کر لیں اور عمل چھوڑ دیں فرمایا عمل کیئے جاؤ ہر ایک کو وہی اعمال آسان ہوں گے جس کے لیے پیدا ہو اگر خوش نصیبوں سے ہے تو اسے خوش نصیبی کے اعمال آسان ہوں گے اور اگر بد نصیبوں سے ہے تو اسے بد نصیبی کے اعمال میسر ہوں گے پھر حضور نے یہ آیت تلاوت کی لیکن جو خیرات کرے اور پرہیزگار اور ایماندار ہو الایہ۔ (مسلم، بخاری)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام شریف علی ابن ابی طالب، کنیت ابوالحسن اور ابوتراب، لقب حیدر کزار ہے، قرشی ہیں، ہاشمی ہیں، مطلبی ہیں، اسلام کے خلیفہ چہارم ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے کہ آٹھ یا دس سال کی عمر میں ایمان لائے۔ حضور کے ساتھ سواء غزوہ تبوک کے باقی تمام غزروں میں شریک رہے، آپ کے فضائل حد و شمار سے زیادہ ہیں، آپ ہی نسل جناب مصطفیٰ کی اصل ہیں، انبی الرسول، زوج جوتل ہیں، یعنی آپ کا ایک ہاتھ چار یار میں ہے، دوسرا پنجتن پاک میں شاہ خیر شکن ہیں شعر

پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

شیر شمشیر زن شاہ خیر شکن

آپ ۸ ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ یعنی عین شہادت عثمان کے دن خلیفہ ہوئے، چار سال نو مہینہ خلافت کی اور ۶۳ سال کی عمر پا کر ۱۷ رمضان ۴۰ھ جمعہ کے دن کوفہ کی جامع مسجد میں شہید کیئے گئے۔ عبدالرحمن ابن ملجم مرادی نے ایک

عورت قظام کے عشق میں مبتلا ہو کر اسی کے کہنے پر شہید کیا۔ شہادت سے تیسرے دن وفات پائی، امام حسن و حسین و عبداللہ ابن جعفر نے آپ کو غسل دیا، امام حسن نے نماز پڑھائی، کوفہ کے قبرستان نجف میں دفن ہوئے، قبر انور زیارت گاہ خلق ہے فقیر نے بھی زیارت کی ہے۔ آپ کی نو بیویاں ہوئیں: (۱) فاطمہ زہرا، (۲) ام بنین، (۳) لیلی بنت مسعود، (۴) اسماء بنت عمیس، (۵) امامہ بنت ابی العاص، (۶) خولہ بن جعفر، (۷) صہبا بنت ربیعہ، (۸) ام سعید بنت عروہ، (۹) حمیاء بنت امرو القیس ان بیویوں سے ۱۲ بیٹے اور نو لڑکیاں ہوئیں۔ جن میں سے حسن، حسین، زینب، ام کلثوم حضرت فاطمہ زہرا سے ہیں۔

(جس کا ایک ٹھکانہ دوزخ میں) یہاں وہ بمعنی آؤ ہے یعنی لوح محفوظ میں ہر شخص کے متعلق پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ جنتی ہی، یا دوزخی، جنتی ہے تو کسی درجہ کا، اور دوزخی ہے تو کسی طبقہ کا، یہاں یہی مراد ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے۔ (بھروسہ کیوں نہ کر لیں اور عمل چھوڑ دیں) کیونکہ ہوگا وہی جو لکھا جا چکا عمل خواہ کیسے ہی کرے فیصلہ الہی نہیں بدلتا۔ (ہر ایک کو وہی اعمال آسان ہوں گے جس کے لیے پیدا) یعنی دنیا میں اعمال عموماً انجام کی علامتیں ہیں۔ جنتی کو نیکیاں آسان اور گناہ بھاری معلوم ہوتے ہیں۔ دوزخی کو اس کا اُلٹا، مگر یہ قاعدہ اکثر یہ ہے کلیہ نہیں، کبھی عمر بھر کا مجرم جنتی ہو کر مرتا ہے اور کبھی اس کے برعکس بھی لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث ہل ابن سعد کے خلاف نہیں۔

(تو اسے بد نصیبی کے اعمال میسر ہوں گے) یعنی لوح محفوظ میں کام اور انجام دونوں لکھے جا چکے ہیں کہ فلاں نیکیاں کرے گا اور جنت میں جائے گا اور فلاں کفر وغیرہ کرے گا لہذا جہنمی ہوگا۔ بندوں پر رب تعالیٰ کی اطاعت فرض ہے، نیز کوئی شخص دوزخی اور جنتی ہونے پر مجبور نہیں۔

(اور پرہیز گار اور ایماندار ہوا لایہ) یہ آیت اگرچہ ابو بکر صدیق کے ایمان اور سخاوت کے متعلق نازل ہوئی لیکن چونکہ عبارت عام ہے اس لئے ہر جگہ منطبق ہو سکتی ہے۔ (بزازۃ المناجیح، ج ۱ ص ۸۳)

میت کو دفن کرنے کے بعد دعا کرنا

اور قبر کے پاس کچھ دیر بیٹھنا اور

اس کیلئے دعا و استغفار کرنا

18 بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ دَفْنِهِ

وَالْقُعُودِ عِنْدَ قَبْرِهِ سَاعَةً لِلدُّعَاءِ

لَهُ وَالِاسْتِغْفَارِ وَالْقِرَاءَةِ

حضرت عثمان بن عفان ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب میت کے دفن کر کے فارغ ہو جاتے تو اس کی قبر کے پاس ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لیے دعائے مغفرت کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کی

(950) وَعَنْ أَبِي عَمْرٍو - وَقِيلَ: أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، وَقِيلَ: أَبُو لَيْلَى - عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ، وَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا

لَا خِيَكُمْ وَسَلُّوا لَهُ التَّضْيِیْتُ، فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال ہو رہا ہے۔ (۱۱۱۱)

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف ج ۱ ص ۲۰۰ رقم: ۲۲۲۲)
المستدرک للحاکم: کتاب المہذّب ج ۱ ص ۵۲ رقم: ۱۲۴۲ مسند البزار مسند عثمان رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۱۰۰ رقم: ۱۰۰۰۰
الاصول لابن الدیر الدعیاء عند الدفن ج ۱ ص ۳۰ رقم: ۱۱۵۸ معرفة السنن والآثار باب ما یقال اذا دخل البیت قبرہ
ج ۱ ص ۲۰۰ رقم: ۲۲۲۲)

شرح حدیث: امام المل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن زندوں کا مردوں کے پاس بیٹھنے، بات کرنے
سے مردوں کے جی بھلنے میں متعلق فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:
فصل دوم: احیاء کے آنے، پاس بیٹھنے، بات کرنے سے مردوں کے جی بھلنے میں — ظاہر ہیں کہ اگر دیکھتے،
سننے، سمجھتے نہیں تو ان امور سے جی بھلنا کیسا!

حدیث (۲۲): شفاء السقام امام سبکی دار بعین طائیہ پھر شرح الصدور میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
مروی:

انس ما یكون البیت فی قبرہ اذا زارہ من کان یحبہ فی دار لدنیا۔

(شرح الصدور بحوالہ از بعین طائیہ باب زیارة القبر وخلافات اکیڈمی سوات ص ۸۵)

قبر میں مردے کا زیادہ جی بھلنے کا وقت وہ ہوتا ہے جب اس کا کوئی پیارا زیارت کو آتا ہے۔
حدیث (۲۳): ابن ابی الدنیا کتاب القیور میں اور امام عبدالحق کتاب العاقبہ میں أم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے راوی، حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:
ما من رجل یزور قبر اخیه ویجلس عنده الا ستانس ورد علیہ حتی یقوم۔

(شرح الصدور بحوالہ کتاب القیور ابن ابی الدنیا باب زیارة القبر وخلافات اکیڈمی سوات ص ۸۴)

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارت قبر کو جاتا ہے اور وہاں بیٹھتا ہے میت کا دل اس سے بھلتا ہے اور جب
تک وہاں سے اٹھنے مردہ اس کا جواب دیتا ہے۔
حدیث (۲۴): صحیح مسلم شریف میں ہے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے کہ وہ بھی صحابی ہیں نزع میں فرمایا:

اذا دفنتہون فشنوا علی التراب شنائم اقیمو حول قبری قدر ما تنہم جزور ویقسم لحبہا حتی

استانس بکم وانظر ما اذا راجع بہ رسلہ۔

(صحیح مسلم باب کون الاسلام بہدم ما قبلہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۷۶/۱)

جب مجھے دفن کر چکو مجھ پر تھم تھم کر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا پھر میرے قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرے رہنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم ہو یہاں تک کہ میں تم سے انس حاصل کروں اور جان لوں کہ اپنے رب کے رسول کو کیا جواب دیتا ہوں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۹، ص ۷۱۳-۷۱۴)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن طریقہ تعلقین قبر کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

طریقہ تعلقین قبر

حدیث میں (ع) ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب تمہارا کوئی بھائی مسلمان مرے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو تو تم میں سے ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے یا فُلَانُ ابْنُ فُلَانَةٍ کہ وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا۔ پھر کہے یا فُلَانُ بن بنت فُلَانَةٍ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا پھر کہے، پھر کہے یا فُلَانُ بن بنت فُلَانَةٍ وہ کہے گا ہاں ارشاد کر، اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے۔ مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوتی۔ پھر کہے

اَذْكُرْ (اُذْکُرْ) مَا خَرَجْتَ خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهِادَةً اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ، وَرَسُولُهُ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَ اَنْتَ رَضِيتَ) اَنْتَ رَضِيتَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا وَبِالنَّبِيِّ اِنْ اِمَامًا

(تکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم اس کے پاس بیٹھیں گے جسے لوگ اس کی حجت کھا چکے۔

اس پر کسی نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو، فرمایا: تو حوا کی طرف نسبت کرے۔

(کنز العمال بحوالہ طبرانی حدیث ۴۲۴۰۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/۶۰۵) (کنز العمال بحوالہ طبرانی حدیث ۴۲۴۰۶ مطبوعہ

موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/۶۰۵)

عہ عن رواة الطبرانی المعجم الكبير والضياء في الاحكام وابن شاهين في ذكر الموت واخرون

کہا ذکرنا فی حیاة الموت ۱۲ منہ (م)

اسے طبرانی نے مجمع کبیر میں، ضیاء نے احکام میں، ابن شاہین نے ذکر الموت میں روایت کیا اور دوسرے

حضرات نے بھی روایت کیا، جیسا کہ ہم نے رسالہ حیاة الموت میں بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

راشد بن سعد (ع) دھمرہ بن حبیب و حکیم بن عمیر کہ تینوں صاحب اجلہ ائمہ تابعین سے ہیں فرماتے ہیں جب قبر پر

مٹی برابر کر چکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا تھا کہ میت سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا جائے یا فُلَانُ

قُلْ (قُولِ) لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ تین بار، پھر کہا جائے قُلْ (قُولِ) رَبَّنَا اللّٰهُ وَدِیْنُنَا الْاِسْلَامُ وَنَبِیُّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

بقیر غفر اللہ تعالیٰ اس قدر اور زائد کرتا ہے:

وَاعْلَمُوا (وَ اعْلَمِی) اَنْ هَذَیْنِ الذِّیْنِ اَنْبِیَاکَ (کِ) وَیَا اَنْبِیَاکَ نِکَ هُوَ عَهْدَانِ شَہ لَا یَصْرَانِ وَلَا یَنْفَعَانِ اِلَّا

بِأَذْنِ اللَّهِ فَلَا تَخْشَوْنَ وَلَا تَحْزَنْنَ وَأَشْهَدُ أَنَّ رَبَّكَ اللَّهُ وَدِينُكَ (دِينُكَ) الْإِسْلَامُ وَنَبِيِّكَ (نَبِيِّكَ) مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَبَّتَنَا اللَّهُ وَإِيَّاكَ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْخُلُقِ وَالدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّهُ، هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ O

ترجمہ: کہہ میرا رب اللہ اور میرا دین اسلام اور میرا نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اس قدر اور زائد کیا) اور جان لے کہ یہ دو جو تیرے پائے پاس آئے یا آئیں گے تو یہی دو بندے ہیں اللہ کے، نہ نفع دیں نہ نقصان پہنچائیں مگر خدا کے حکم سے۔ تو نہ ڈر اور نہ غم کر، اور گواہی دے کہ تیرا رب اللہ ہے اور تیرا دین اسلام، اور تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ثابت رکھے ہمیں اللہ، اور تجھ کو ٹھیک بات پر، دُنیا کی زندگی اور آخرت میں۔ بیشک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

عہ: رواہ عنہم سعید بن منصور فی سننہ ۱۲ منہ (ن) ان سے اس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا (ت) حدیث تلقین کی تخریج و تقویت فقیر نے کتاب حیوة الموات فی بیان سماع الاموات کے مقصد دوم و فصل پنجم اور مسئلہ تلقین کی روایات و تنقیح مقصد سوم فصل سیزدہم میں ذکر کی جس سے بحمد تعالیٰ وہابیہ کے تمام ادہام کی تسکین کافی ہوتی ہے، وباللہ التوفیق والحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ اجمعین واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ اور خدا ہی سے توفیق ہے، اور ساری تعریف اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اور خدائے برتر ہمارے آقا حضرت محمد اور ان کی تمام آل پر رحمت نازل فرمائے اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۲۲۱-۲۲۲)

(951) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِذَا دَفَنْتُنِي، فَأَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا تُنْعَرُ جَزُورٌ، وَيُقَسَّمُ لَحْمُهَا حَتَّى اسْتَأْنَسَ بِكُمْ، وَأَعْلَمَ مَاذَا أَرَا جُعُ بِهِ رُسُلُ رَبِّي. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَقَدْ سَبَقَ بِطَوِيلِهِ. قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يُقْرَأَ عِنْدَهُ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ، وَإِنْ خَتَمُوا الْقُرْآنَ عِنْدَهُ كَانَ حَسَنًا.

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: جب تم مجھے دفن کر لو تو میری قبر کے گرد اتنی دیر کے لیے ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے انیس کو حاصل کروں اور میں جان لوں کہ میں اپنے رب کے قاصدوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔ (مسلم) یہ پوری حدیث گزر چکی۔ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: مستحب یہ ہے اس کے پاس کچھ قرآن پاک کی تلاوت ہو اور اگر پورا قرآن ختم کر لیں تو زیادہ اچھا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب کون الاسلام یدفع ما قبلہ و کذا الہجرة ج ۱ ص ۸، رقم: ۲۲۱ السنن الکبریٰ للبیہقی باب الکافر الحزلی یقتل مسلماً ثم یسلم ج ۱ ص ۸، رقم: ۱۸۵۳ مستخرج ابی عوانہ بیان رفع الائم عن الذی یالی

الشی والہدی عنہ قبل علمہ ج ۱ ص ۱۰۰ رقم: ۱۵۱ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان الفصل الاول ج ۱ ص ۸ رقم: ۲۸
شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے۔

روایت ہے حضرت عمرو ابن عاص سے کہ انہوں نے اپنے فرزند سے بحالت موت فرمایا جب میں مر جاؤں تو میرے ساتھ نہ کوئی نوحہ والی جائے نہ آگ جب تم مجھے دفن کرو تو مجھ پر مٹی ڈالنا پھر میری قبر کے ارد گرد اس قدر کھڑے رہنا جتنی دیر اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت بانٹ دیا جائے تاکہ تم سے مجھے انس ہو اور جان لو کہ میں رب کے فرشتوں کو کیا جواب دوں۔ (مسلم)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ جنازہ کے ساتھ پیٹنے والی عورتیں بھی جاتی تھیں اور آگ بھی کیونکہ وہ آگ کا احترام کرتے تھے اس لیے آپ نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو یہ وصیت کی اور یہ وصیت دوسروں کو سنانے کے لیے تھی، ورنہ ان کے بیٹے عبد اللہ خود صحابی ہیں وہ کیسے یہ کام کر سکتے تھے۔ سبحان اللہ! کیسے پاکباز لوگ ہیں کہ وفات کے وقت بھی تبلیغ کر رہے ہیں۔

اس وصیت سے تین مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ دفن کے وقت قبر پر مٹی آہستگی سے ڈالی جائے کیونکہ شن آہستہ مٹی ڈالنے کو کہتے ہیں گویا چھڑکنا۔ دوسرے یہ کہ بعد دفن قبر کے آس پاس حلقہ باندھ کر کھڑے ہونا سنت ہے۔ تیسرے یہ کہ میت حاضرین کو جانتا پہنچاتا ہے اور ان کی موجودگی سے اس کی وحشت قبر دور ہوتی ہے، انس حاصل ہوتا ہے۔ چوتھے یہ کہ حاضرین کا میت کو بعد دفن تلقین کرنا، یعنی کلمہ طیبہ یا اذان سنا کر اسے سوالات نکیرین کے جوابات بتانا سنت سے ثابت ہے۔ آپ کی وصیت کا منشاء یہ ہے کہ بعد دفن قبر کا گھیرا ڈال کر ذکر اللہ کرنا تاکہ تمہاری موجودگی سے مجھے انس حاصل ہو اور تمہارے ذکر سے نکیرین کو جوابات دینے میں آسانی ہو۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۹۳۸)

میت کی طرف سے صدقہ کرنا

اور اس کے لیے دعا کرنا

19 باب الصَّدَقَةِ عَنِ

الْمَيِّتِ وَالِدُعَاءَ لَهُ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لوگ ان کے بعد آئے کہتے

ہیں: اے ہمارے رب ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: میری ماں اچانک فوت ہو گئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر وہ بات کر دے تو

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ

يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ) (الحشر: 10)۔

(952) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ رَجُلًا

قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أُمِّي افْتُلِيتْ نَفْسُهَا وَأَرَاهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقْتُ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ

إِنْ تَصَدَّقْتَ عَنْهَا، قَالَ: نَعَمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.
صدقہ کرتی تو اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا
اس کو ثواب ملے گا۔ آپ نے فرمایا: ہاں! (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب موت الفجاءة البغثة ج ۲ ص ۱۰۲ رقم: ۱۳۸۸ صحیح مسلم: باب وصول ثواب الصدقة عن الميت الیہ ج ۳ ص ۸۱ رقم: ۲۲۴۲ مسند امام احمد بن حنبل: حدیث السيدة عائشة رضی اللہ عنہا ج ۱ ص ۵۰ رقم: ۱۲۲۹۹ مصنف ابن ابی شیبہ: باب ما یتبع الميت بعد موته ج ۳ ص ۵۸ رقم: ۱۲۰۴۴ مصنف عبدالرزاق: باب الصدقة عن الميت ج ۹ ص ۱۰ رقم: ۱۶۲۲۳)

شرح حدیث: عظیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
سائل حضرت عبادہ ابن عبادہ تھے، ان کی والدہ عمرہ بنت مسعود ابن قیس ابن عمرو ابن زید تھیں، ۵۷ھ میں ہاٹ
فیل (Heat Fail) یعنی حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پا گئیں، ناگہانی موت غافل کے لیے عذاب ہے کہ اسے
توبہ اور نیک اعمال کا موقعہ نہیں ملتا مگر ذکر خدا میں رہنے والے مؤمن کے لیے رحمت کہ اللہ تعالیٰ اسے بیماری کی شدتوں سے
بچا لیتا ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، آپ کی والدہ صحابیہ ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر چکی تھیں، بڑی
عابدہ زاہدہ تھیں۔

یعنی ہاں ان کی طرف سے تم صدقہ دو انہیں ضرور ثواب ملے گا۔ لمعات میں حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس حدیث سے
صراحۃ معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ اور اس کے لیے دعا کرنا سنت ہے اس سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ صدقہ کے
ثواب پہنچنے میں تمام اہل حق کا اتفاق ہے البتہ بدنی عبادت کے متعلق علماء میں اختلاف ہے مگر حق یہ ہے کہ ان کا ثواب بھی
پہنچتا ہے ہم بیرام سعد کی حدیث میں اس مسئلہ کو وضاحت سے بیان کر چکے ہیں کہ اس قسم کی ایصال ثواب کی احادیث نہ تو
اس آیت کے خلاف ہیں کہ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ اور نہ اس کے کہ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ کیونکہ ان
آیات میں یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے بدنی عبادتیں ادا نہیں کر سکتا کہ اس کی طرف سے نمازیں فرض ادا کر دیا
کرے یا روزے رکھ دیا کرے، ادائے فرض اور ہے ثواب کچھ اور اسی لیے آیات میں کسب اور سعی کا ذکر ہوا نہ کہ ثواب
کا، ایصال تو قرآن کریم کی آیت سے ثابت ہے، دیکھو ہماری کتاب ”فہرست القرآن“۔ اشعۃ للمعات میں اسی جگہ ہے کہ شیخ
عزیز الدین عبدالسلام کو کسی نے ان کی موت کے بعد خواب میں دیکھا فرمایا ہم دنیا میں تلاوت قرآن کے ثواب پہنچنے کے
منکر تھے مگر اس جہاں میں آکر پتہ لگا کہ اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔ (برزۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۷۶)

ایصال ثواب

میرے شیخ طریقت امیر اہلسنت بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ
کے رسالے مغنوم مردہ سے ایصال ثواب کے مدنی پھول:
(۱) فرض، واجب، سنت، نفل، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ ہر عبادت (نیک کام) کا ایصال ثواب کر سکتے ہیں۔

(2) میت کا تیجا، دسواں، چالیسواں، بری کرنا اچھا ہے کہ یہ ایصالِ ثواب کے ذرائع ہیں۔ شریعت میں تیجے وغیرہ کے عدم جواز کی دلیل نہ ہونا خود دلیل جواز ہے اور میت کیلئے زندوں کا دعا کرنا خود قرآن پاک سے ثابت ہے جو کہ ایصالِ ثواب کی اصل ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ کنز الایمان: اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! عزوجل ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ (پ ۲۸، الحشر: ۱۰)

(3) تیجے وغیرہ میں کھانے کا انتظام صرف اسی صورت میں میت کے چھوڑے ہوئے مال سے کر سکتے ہیں جبکہ ہمارے ورثاء بالغ ہوں اور سب کے سب اجازت بھی دیں۔ اگر ایک بھی وارث نابالغ ہے تو نہیں کر سکتے (نابالغ اجازت دے تب بھی نہیں کر سکتے)۔ ہاں بالغ اپنے حصے سے کر سکتا ہے۔

(4) میت کے گھر والے اگر تیجے کا کھانا پکائیں تو صرف فقراء کو کھلائیں۔

(5) نابالغ بچے کو بھی ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں جو زندہ ہیں ان کو بھی، بلکہ جو مسلمان ابھی پیدا نہیں ہوئے ان کو بھی پیشگی (ایڈوانس میں) ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے۔

(6) مسلمان جنات کو بھی ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے۔

(7) گیارہویں شریف، رجب شریف (یعنی ۲۲ رجب کو سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کونڈے کرنا) وغیرہ جائز ہیں۔ کھیر کونڈے ہی میں کھانا ضروری نہیں دوسرے برتن میں بھی کھلا سکتے ہیں۔ اس کو گھر سے باہر بھی لے جاسکتے ہیں۔

(8) بزرگوں کے فاتحہ کے کھانے کو تعظیماً نذر و نیاز کہتے ہیں اور یہ نیاز تبرک ہے اسے امیر و غریب سب کھا سکتے ہیں۔

(9) داستانِ عجیب، شہزادے کا سر، دس بیبیوں کی کہانی اور جناب سیدہ کی کہانی وغیرہ سب من گھڑت قصے ہیں انہیں ہرگز نہ پڑھا کریں۔ اسی طرح ایک پمفلٹ بنام وصیت نامہ لوگ تقسیم کرتے ہیں جس میں شیخ احمد کا خواب درج ہے یہ بھی جعلی ہے اس کے نیچے مخصوص تعداد میں چھپوا کر بانٹنے کی فضیلت اور نہ تقسیم کرنے کے نقصانات وغیرہ لکھے ہیں یہ بھی سب غلط ہیں۔

(10) جتنوں کو بھی ایصالِ ثواب کریں اللہ عزوجل کی رحمت سے امید ہے کہ سب کو پورا ملیگا یہ نہیں کہ ثواب تقسیم ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔

(11) ایصالِ ثواب کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ یہ امید ہے کہ اس نے جتنوں کو ایصالِ ثواب کیا ان سب کے مجموعہ کے برابر ملیگا مثلاً کوئی نیک کام کیا جس پر اس کو دس نیکیاں ملیں اب اس نے دس

مردوں کو ایصالِ ثواب کیا تو ہر ایک کو دس دس نیکیاں پہنچیں گی جبکہ ایصالِ ثواب کرنے والے کو ایک سو دس اور اگر ایک ہزار کو ایصالِ ثواب کیا تو اس کو دس ہزار دس۔ وَعَلَىٰ هَذَا الْقِيَاسُ (12) ایصالِ ثواب صرف مسلمان کو کر سکتے ہیں۔ (مفہوم مردہ ص ۱۱)

(853) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ رِوَاةُ مُسْلِمٍ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان مر جائے تو تین چیزوں کے سوا اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں۔ (ایک) صدقہ جاریہ (دوسرے) وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے (تیسری) یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته ج ۴ ص ۴۲ رقم: ۴۳۱۰ السنن الصغرى للمصنف باب ما يلحق الميت بعد موته ج ۶ ص ۱۷۳ رقم: ۴۳۳۳ سنن ترمذی: باب فی الوقف ج ۳ ص ۶۶۰ رقم: ۱۳۶۶ سنن النسائی: باب فضل الصدقة عن الميت ج ۶ ص ۲۵۱ رقم: ۳۶۵۱ سنن الدارمی: باب البلاغ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وتعليمه السنن ج ۱ ص ۱۳۸ رقم: ۵۵۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: انسان سے مراد مسلمان ہے عمل سے مراد نیکیوں کا ثواب، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مقبول قبر میں نماز و قرآن پڑھتے ہیں جیسا کہ احادیث میں ہے کیونکہ ان اعمال پر ثواب نہیں اسی لئے ہی مردے زندوں سے ثواب بخشنے کی تمنا کرتے ہیں جیسا کہ روایات میں ہے کیونکہ ثواب زندگی کے اعمال پر ہے۔

یہ تین چیزیں جن کا ثواب مرنے کے بعد خواہ مخواہ پہنچتا رہتا ہے کوئی ایصالِ ثواب کرے یا نہ کرے۔ صدقہ جاریہ سے مراد اوقاف ہیں جیسے مسجدیں، مدرسے، وقف کیے ہوئے باغ جن سے لوگ نفع اٹھاتے رہتے ہیں، ایسے ہی علم سے مراد دینی تصانیف، نیک شاگرد جن سے دینی فیضان پہنچتے رہیں۔ نیک اولاد سے مراد عالم عامل بیٹا۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ يَدْعُوْا کی قید ترغیبی ہے یعنی بیٹے کو چاہیے کہ باپ کو دعائے خیر میں یاد رکھے حتیٰ کہ نماز میں ماں باپ کو دعائیں پہلے دے بعد میں سلام پھیرے ورنہ اگر نیک بیٹا دعا بھی نہ کرے ماں باپ کو ثواب ملتا رہے گا۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے قیامت تک ثواب ملتا ہے یا فرمایا گیا کہ نمازی کو ہمیشہ ثواب ملتا رہتا ہے کیونکہ وہ سب چیزیں صدقہ جاریہ ہیں یا نافع علم میں داخل ہیں۔ (مرآۃ المناجیح ج ۱ ص ۲۰۱)

20- بَابُ ثَنَاءِ النَّاسِ عَلَى الْمَيِّتِ لوگوں کا میت کی تعریف کرنا

(954) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَرُّوا بِمَنَارَةٍ فَأَثْنُوا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَجَبَتْ لَكُمْ مَرُّوا بِأُخْرَى، فَأَثْنُوا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَجَبَتْ لَكُمْ مَرُّوا بِأُخْرَى رُبَّنَ الْكَلْبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَا وَجَبَتْ لَكُمْ هَذِهِ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا، فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَهَذِهِ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا، فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَتَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ ایک جنازہ لے کر گزرے انہوں نے اس کی تعریف کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی پھر ایک اور جنازہ لے کر گزرے لوگوں نے اس کی برائی بیان کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا واجب ہوگئی۔ تو آپ نے فرمایا: جس کی تم نے اچھی تعریف کی ہے اس کے لیے جنت لازم ہوگئی اور جس کی تم نے برائی بیان کی ہے اس لیے آگ لازم ہوگئی تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب ثناء الناس على النبي ج ۲ ص ۹۶ رقم: ۱۳۷۴ صحیح مسلم: باب فیمن یثنی علیہ ج ۲ ص ۵۲ رقم: ۲۲۲۲ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الثناء على النبي ج ۲ ص ۵۵ رقم: ۴۲۶ سنن ترمذی: باب ما جاء في الثناء الحسن على النبي ج ۲ ص ۴۴ رقم: ۱۰۵۸ السنن النسائی: باب الثناء ج ۲ ص ۳۹ رقم: ۱۱۳۲ مسند امام احمد: مسند السنن بن مالک ج ۲ ص ۱۸۹ رقم: ۱۲۹۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(لوگوں نے اس کی برائی بیان کی) یہ کہا کہ یہ بڑا منافق تھا، بے دین تھا، بدخلق اور موزی تھا وغیرہ وغیرہ۔ لہذا اس جملہ پر نہ تو یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ سارے صحابہ عادل اور جنتی ہیں، رب فرماتا ہے: كَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ پھر یہ میت جہنمی کیسے ہوگئی اور نہ یہ اعتراض ہے کہ مردوں کو برا کہنا منع ہے، پھر صحابہ نے اس دوسرے کو برا کیوں کہا کیونکہ یہ جنازہ منافق اور فاسق کا تھا۔

(رسول اللہ نے فرمایا: واجب ہوگئی) لہذا تمہارے منہ سے جس کے لیے جو نکلتا ہے اللہ کے ہاں وہی ہوتا ہے زبان خلق تقارہ خدا، اس کی تائید اس آیت سے ہے لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جسے عام مسلمان قدرتی طور پر ولی اللہ کہیں وہ واقعی ولی اللہ ہے، رب تعالیٰ اولیاء اللہ کی علامت بیان فرماتا ہے: لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ یعنی ان کے لئے دنیا میں بھی بشارتیں ہیں کہ عام مسلمان انہیں جنتی کہتے ہیں اور آخرت میں بھی کہ فرشتے انہیں جنتی کہیں گے، لہذا حضور غوث پاک، خواجہ جمیری، داتا گنج بخش لاہوری، مجدد الف ثانی علیہ السلام اولیاء ہیں کہ انہیں مسلمان ولی سمجھتے ہیں، ولایت کے ثبوت کے لیے قرآنی آیت ہی ضروری نہیں۔ دوسرے یہ کہ جو کام مسلمان اچھا اور ثواب سمجھیں وہ واقعی اچھا ہے لہذا گیارہویں میلاد شریف، عرس بزرگان، ختم خواجگان وغیرہ کار ثواب

ہیں کہ انہیں عام مسلمین، اولیاء، صالحین کا رثواب جانتے ہیں۔ خیال رہے کہ مسلمانوں کی گواہی سے مومنین صالحین کی گواہی مراد ہے جو قدرتی طور پر منہ سے نکلتی ہے جس میں نفسانی بغض اور کینہ کو دخل نہیں ہوتا ورنہ روافض صحابہ کو خوارج اہل بیت کو بغض بیدین علماء و صالحین کو برا کہتے ہیں وہ گواہی اس میں داخل نہیں۔ خیال رہے کہ یہاں اُنتم میں صرف صحابہ سے خطاب نہیں بلکہ تاقیامت سارے نیک مومنوں سے جیسے اَتَيْتُمُوهَا صَلَوةً مِّنْ لَّنَا۔ (بُرَآءُ النِّجَاحِ، ج ۲ ص ۸۸۵)

(955) وَعَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ فَأَتَيْتُ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ، ثُمَّ مَرَّ بِأُخْرَى فَأَتَيْتُ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ، ثُمَّ مَرَّ بِثَالِثَةٍ فَأَتَيْتُ عَلَى صَاحِبِهَا شَرًّا، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ، قَالَ أَبُو الْأَسْوَدِ: فَقُلْتُ: وَمَا وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ: قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ائِمَّا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ، أَكْفَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ فَقُلْنَا: وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ: وَثَلَاثَةٌ فَقُلْنَا: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: وَاثْنَانِ ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

ابی الاسود کہتے ہیں میں مدینہ منورہ آیا تو میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گیا پس سے ایک جنازہ گزرا اس پر کی تعریف کی گئی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا لازم ہوگئی پھر ایک اور جنازہ گزرا تو اس مرنے والے کی بھی تعریف بیان کی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا واجب ہوگئی۔ پھر ایک تیسرا جنازہ گزرا تو اس کی برائی بیان کی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لازم ہوگئی۔ ابو الاسود کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے امیر المومنین! کیا لازم ہوگئی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے تو اسی طرح کہا جس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کے لیے چار آدمی بھلائی کی گواہی دیں اللہ اس کو جنت میں داخل فرمادے گا ہم نے عرض کیا: اور تین تو فرمایا اور تین ہم نے عرض کیا: اور دو تو آپ نے فرمایا: دو اور پھر ہم نے ایک کے بارے میں سوال نہ کیا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب ثناء الناس علی المیت ج ۲ ص ۶۶، رقم: ۱۳۶۸ مسند امام احمد مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۰، رقم: ۲۰۴۳ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الثناء علی المیت ج ۲ ص ۵۵، رقم: ۶۲۶، سنن الکبریٰ للنسائی: باب الثناء ج ۱ ص ۶۲، رقم: ۲۰۶۱ مسند ابی یعلیٰ مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۱۳۵، رقم: ۱۳۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث بہت امید افزاء ہے کہ دو مسلمانوں کا بھی کسی کو اچھا کہنا اس کے جنتی ہونے کی علامت ہے۔ رحمت والے نبی کی رحمت دیکھو کہ اس عدد میں شر کا ذکر نہیں صرف خیر کا ذکر ہے، یعنی دو ایک آدمیوں کے برا کہنے سے جہنمی نہ کہا جائے گا ہاں ان کے اچھا کہنے سے جنتی کہا جائے گا۔ برقات نے فرمایا کہ شریعت میں گواہی کے نصاب دو ہیں، رب تعالیٰ فرماتا

ہے: وَ أَشْهَدُ ذَا ذِكْرِي عَذَابِي مَنُكُم۔ تو جیسے دو گواہوں سے مقدمہ ثابت ہو جاتا ہے یونہی دو کی گواہی سے جنتی ہونا ثابت ہوگا۔ یہاں شیخ نے فرمایا کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلتا ہے وہی رب کے ہاں ہوتا ہے، صحابہ کی عرض پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم گواہوں کی تعداد میں کمی کرتے گئے تو وہاں بھی کمی ہو گئی۔ (برائۃ المناجیح، ج ۲ ص ۸۸۶)

اس آدمی کی فضیلت جس کی

تابالغ اولاد فوت ہو جائے

21 باب فضل من مات

له أولاد صغار

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے بالغ ہونے سے

پہلے فوت ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان بچوں پر اپنا رحمت

وفضل کر کے اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (مشق صیہ)

(956) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ

يَمُوتُ لَهُ ثَلَاثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحَنْتَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ

الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِلَّا هُمْ مُتَّفِقُونَ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما قبل فی اولاد المسلمین، ج ۱ ص ۳۶۵، رقم: ۱۳۱۵، صحیح مسلم، باب فضل من

یہوت له ولد فیحتسبه، ج ۱ ص ۳۰، رقم: ۱۸۶۴، مسان ابن ماجہ، باب ما جاء فی فواب من اصیب بولد، ج ۱ ص ۵۱۲، رقم: ۱۶۰۳، مسند

امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۳۰۲، رقم: ۱۰۱۲۴، النسان الکبزی للبیہقی، باب ما یرجی فی المصیبة

بالاولاد اذا احتسبهم، ج ۲ ص ۳۹۹، رقم: ۴۷۵)

شرح حدیث: یقیناً وہ شخص میں ہی ہوں

حضرت سیدنا ابراہیم بن اشتر علیہ رحمۃ اللہ الاکبر اپنے والد محترم کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا

ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت سیدتنا ام ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جب حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ صحرائی سفر پر تھے، میں بھی ان کے ساتھ تھی، میں رونے لگی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے فرمایا: کیوں روتی ہو؟ میں نے کہا: آپ اس بے آب و گیاہ ویران صحراء میں انتقال کر رہے ہیں اور اس وقت نہ تو

میرے پاس کوئی ایسی چیز ہے جس سے آپ کے کفن و دفن کا انتظام ہو سکے اور نہ ہی آپ کے پاس، پھر میں کیوں نہ روؤں؟

فرمایا: رونا چھوڑ، تیرے لئے خوشخبری ہے۔ ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: کوئی بھی دو مسلمان جن کے دو یا تین بچے فوت ہو جائیں اور وہ اس پر صبر کریں اور اجر کی امید رکھیں تو وہ کبھی بھی

جہنم میں داخل نہ ہوں گے۔ اور سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار، باذن پروردگار غیبیوں پر خیردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

نے ہم چند لوگوں کو مخاطب کر کے (غیب کی خبر دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا: تم میں سے ایک شخص صحراء میں مرے گا اور اس کی

وفات کے وقت مؤمنین کا ایک گروہ اس کے پاس پہنچے گا۔ (مسند احمد، حدیث ابی ذر الغفاری، الحدیث ۲۱۳۳، ج ۸ ص ۸۶۔

اب ان تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کوئی زندہ نہیں رہا۔ صرف میں اکیلا باقی ہوں اور ان سب کی وفات یا تو شہر میں ہوئی یا آبادی میں۔ اور میں صحراء میں فوت ہو رہا ہوں۔ یقیناً وہ شخص میں ہی ہوں، اور اللہ عز و جل کی قسم! نہ میں نے جھوٹ کہا اور نہ ہی مجھے جھوٹی خبر ملی، تو جا اور دیکھ، ضرور کوئی نہ کوئی ہماری مدد کو آئے گا۔ (میں ان حکایات ص ۷۵)

(957) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَمُوتُ لِأَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَا تَمُوتُ النَّارُ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَتَحِلَّةُ الْقَسَمِ قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: (وَإِنْ مِنْكُمْ إِبْرَآءٌ وَإِرْذَآءٌ) وَالْوُرُودُ: هُوَ الْعُبُورُ عَلَى الصِّرَاطِ، وَهُوَ جِسْرٌ مَنصُوبٌ عَلَى ظَهْرِ جَهَنَّمَ، عَافَاكَ اللَّهُ مِنْهَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے فوت ہو جائیں اس کو آگ قسم پوری کرنے سے زیادہ نہ چھوئے گی۔ (متفق علیہ)

اور تحلة القسم سے مراد اللہ کا ارشاد ہے وَإِنْ مِنْكُمْ إِبْرَآءٌ وَإِرْذَآءٌ میں سے ہر ایک نے اس جہنم پر سے گزرنا ہے۔ یہاں وارد ہونے کے لفظ سے مراد پل صراط کے اوپر سے گزرنا ہے۔ یہ جہنم کے اوپر رکھا ہوا ایک پل ہے ہم کو اللہ کریم اس سے عافیت عطا فرمائے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب قول الله تعالى "واقسوا بالله جهدايمانهم" ج ۸ ص ۱۳۲ رقم: ۶۹۸۱ صحیح مسلم: باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه ج ۸ ص ۳۹ رقم: ۶۸۱۵ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب ما يرد في المصيبة بالاولاد اذا احتسبهم ج ۲ ص ۹۶ رقم: ۱۳۸۵ مؤطا امام مالك: باب الحسبة في المصيبة ج ۲ ص ۲۲۵ رقم: ۵۵۱ سنن ترمذی: باب ما جاء في ثواب من قدم ولدا ج ۲ ص ۲۴۲ رقم: ۱۰۶۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: قسم سے مراد رب کا وہ فرمان ہے: وَإِنْ مِنْكُمْ إِبْرَآءٌ وَإِرْذَآءٌ ہر ایک کو دوزخ میں وارد ہونا ہے کیونکہ محشر سے جاتے ہوئے جنت کے راستہ میں دوزخ پڑتی ہے یعنی ایسا صابر دوزخ سے گزرے گا تو ضرور مگر صرف اس قسم کو پورا کرنے نہ کہ عذاب پانے کے لیے۔ (یزادۃ النایح، ج ۲ ص ۹۵۱)

ایک یہودی کا قبول اسلام

حضرت سیدنا عاصم بن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا کھانا دار ایک یہودی تھا۔ میں نے اسے مکہ مکرمہ میں گزر گزاتے اور عاجزی کے ساتھ دعائیں مانگتے ہوئے دیکھا تو اس کے حسن اسلام نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ میں نے اس سے اسلام لانے کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں ابواسحاق ابراہیم آجری نیشاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اینٹوں کی بھٹی کی آگ کو بھڑکا رہے تھے۔ میں ان سے اپنے قرض کا تقاضا کرنے گیا

تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا: مسلمان ہو جا اور اس آگ سے ڈر جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ تو میں نے کہا: اے ابواسحاق! تمہیں میرے اسلام نہ لانے پر کیا تکلیف ہے تم بھی تو دوزخ میں جاؤ گے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: شاید تمہاری مراد اللہ عزوجل کے اس قول سے ہے:

وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا

ترجمہ کنزالایمان: اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو۔ (پ 16، مریم: 71)

میں نے کہا: ہاں۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ اپنے کپڑے مجھے دے دو۔ تو میں نے اپنا کپڑا دے دیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میرے کپڑے کو اپنے کپڑے میں لپیٹ کر دونوں کپڑے تنور میں ڈال دیئے۔ پھر کچھ دیر بعد وجد میں آگئے اور بلند آواز سے روتے ہوئے تنور میں کود پڑے۔ تنور سے آگ کے بھڑکنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تنور کے درمیان سے وہ کپڑے دھکتے ہوئے اٹھائے اور بھٹی کے دوسرے دروازے سے نکل آئے ان کے اس عمل نے مجھے خوفزدہ کر دیا تھا۔ چنانچہ میں تعجب سے دوڑتا ہوا ان کے پاس آیا تو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں کپڑوں کی گٹھری صحیح سلامت اسی طرح موجود تھی جیسے آگ میں ڈالنے سے پہلے تھی۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے گٹھری کو کھولا تو میرا کپڑا مکمل طور پر ان کے کپڑے میں لپٹا ہونے کے باوجود جل کر کوئلہ ہو چکا تھا جب کہ ان کا کپڑا صحیح سالم تھا اور اسے آگ نے چھوا تک نہ تھا پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اس آیت سے یہی مراد ہے۔ تو میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ کرامت دیکھ کر فوراً ان کے ہاتھ پر اسلام لے آیا۔ (بخاری مؤرخ ص ۱۸۹)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صرف مرد آپ کی احادیث لے گئے آپ ہمارے لیے ایک دن مقرر فرمادیں تاکہ اس دن ہم حاضر ہوں آپ ہمیں اس میں سے کچھ سکھا دیں جو آپ کو اللہ نے سکھلایا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: تم فلاں فلاں دن اکٹھی ہو جاؤ۔ وہ جمع ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے آپ نے اس میں سے انہیں سکھایا جو آپ کو اللہ کریم نے تعلیم دیا ہے۔ پھر فرمایا تم میں سے جو عورت تین بچے آگے بھیجے وہ اس کے

(958) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةً إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ذَهَبَ الرَّجَالُ بِحَدِيثِكَ، فَأَجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ يَوْمًا نَأْتِيكَ فِيهِ نَعْلِمُنَا بِمَا عَلَّمَكَ اللَّهُ، قَالَ: اجْتَمِعْنَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا فَاجْتَمِعْنَ، فَأَتَاهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَهُنَّ بِمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ، ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ امْرَأَةٍ تُقَدِّمُ ثَلَاثَةً مِنَ الْوَلَدِ إِلَّا كَانُوا لَهَا جَنَابًا مِنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: وَالثَّنَيْنِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالثَّنَيْنِ مُتَّفَقٌ

عَلَيْهِ۔

لیے آگ سے حجاب ہوں گے۔ ایک عورت نے عرض

کیا: اور دو تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور دو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من مات له ولد فاحتسب ج ۲ ص ۴۲ رقم: ۱۲۴۹ صحیح مسلم، باب فضل من يموت له ولد فاحتسب ج ۸ ص ۳۹ رقم: ۱۸۱۶ سنن الکبیری للنسائی، باب هل يجعل العالم للنساء يوم على حدة في طلب العلم ج ۳ ص ۲۵۱ رقم: ۵۸۱۶ مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری ج ۳ ص ۲۲ رقم: ۱۱۳۱۲ سنن الکبیری للہیثمی، باب ما یرجی فی البصیة ج ۲ ص ۶۷ رقم: ۴۳۸۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(آپ ہمیں اس میں سے کچھ سکھا دیں جو آپ کو اللہ نے سکھلایا ہے) یعنی مردوں نے آپ کا فیض صحبت بہت حاصل کیا ہر وقت آپ کی احادیث سنتے رہتے ہیں ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا اتنا موقعہ نہیں ملتا مہینہ میں یا ہفتہ میں ایک دن ہم کو بھی عطا فرمائیں کہ اس میں صرف ہم کو وعظ فرمایا کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ وغیرہ کے لیے دن مقرر کرنا بالکل جائز بلکہ سنت ہے۔ آج مدرسوں میں تعلیم، تعطیل، امتحان کے لیے دن مقرر ہوتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ اسی طرح میلاد شریف، گیارہویں شریف، عرس بزرگان دین کے لیے دن مقرر کرنا جائز ہے کہ ان سب میں دین کی تبلیغ ہوتی ہے، تبلیغ کے لیے تعین درست۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف عورتوں کو وعظ سنانا جائز ہے بشرطیکہ غیر محرم عورتیں پردہ میں رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی عورت پر پردہ فرض نہ تھا کہ حضور امت کے لیے مثل والد کے ہیں پھر بھی حضور بہت احتیاط فرماتے تھے۔

(تم فلاں فلاں دن اکٹھی ہو جاؤ) یوم سے مراد دن ہے اور جگہ شاید مسجد میں ہوگی یا کسی اور جگہ گھر میں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ استاد ہی شاگردوں کو اپنے گھر نہ بلائے بلکہ کبھی شاگردوں کے گھر جا کر بھی تعلیم دیا کرے یا کسی تیسری جگہ کو مقرر کر دے جو نہ استاد کا گھر ہو نہ شاگرد کا، لہذا یہ حدیث موجود دینی مدرسوں کی اصل ہے جہاں شاگرد استاد جمع ہو کر علم سیکھیں سکھائیں، اگرچہ بہتر یہ ہی ہے کہ شاگرد استاد کے پاس جا کر سیکھے، مولیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے پاس علم سیکھنے گئے تھے، خضر علیہ السلام آپ کے پاس نہ آئے تھے۔

(آپ نے اس میں سے انہیں سکھا پا جو آپ کو اللہ کریم نے تعلیم دیا ہے) شاید یہ واقعہ ایک ہی بار ہوا اور ہو سکتا ہے کہ بارہا اس مدرسہ میں یہ اجتماع ہوتا رہا کیونکہ علم باب تفعیل سے ہے جو آہستگی و تدریج بتاتا ہے۔

(تم میں سے جو عورت تین بچے آگے بھیجے) آگے بھیجنے سے مراد یہ ہے کہ ماں کی زندگی میں بچے فوت ہوں اور وہ ان پر صبر کرے، یہ مطلب نہیں کہ انہیں ہلاک کر دے۔

(اور دو تو رسول اللہ نے فرمایا اور دو) یہاں واو، بمعنی او ہے اور اثنین کی تکرار تاکید کے لیے ہے یعنی یاد و فوت ہوں یاد و یادو۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ الہی کے باختیار قاسم ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک گن

کی کنجی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ مجھے تو رب تعالیٰ نے تین بچے فوت ہونے کے متعلق فرمایا تھا اچھا اب جب جبریل آئیں گے تو ان کے ذریعہ رب سے پوچھوالیں گے بلکہ خود ہی یہ جواب دے دیا۔ (برزائے الناحیہ، ج ۲ ص ۹۷۵)

ظالموں کی قبروں اور ان کی جگہوں کے پاس سے گزرتے وقت رونا اور ڈرنا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محتاجی کا اظہار کرنا اور اس قسم کی غفلت سے ڈرانا

22- بَابُ الْبُكَاءِ وَالْخَوْفِ عِنْدَ الْمُرُورِ

بِقُبُورِ الظَّالِمِينَ وَمَصَارِعِهِمْ وَإِظْهَارِ

الْإِفْتِقَارِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى وَالتَّحْذِيرِ

مِنَ الْغَفْلَةِ عَنْ ذَلِكَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا جب کہ آپ قوم ثمود کے علاقہ حجر میں پہنچے ان عذاب شدہ لوگوں کے علاقوں میں روتے ہوئے داخل ہوا اگر نہ روؤ تو ان کے پاس سے نہ گزرونا کہ تم کو وہ عذاب نہ پہنچ جائے جو ان کو پہنچا تھا۔ (متن علیہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مقام حجر سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ان لوگوں کی رہائش گاہوں میں داخل نہ ہو جنہوں نے اپنے پر ظلم کیا کہ تمہیں وہ عذاب نہ پہنچ جائے جو ان کو پہنچا۔ ہاں جب کہ تم رونے والے ہو (تو اس کیفیت میں گزرو) پھر رسول اللہ ﷺ نے سر جھکایا اور رفتار تیز کر دی حتیٰ کہ وادی عبور کر گئے۔ (بخاری)

(959) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَصْحَابِهِ: يَغْنَى لَنَا وَصَلُّوا الْحَجَرَ - دِيَارَ ثَمُودَ -: لَا تَدْخُلُوا عَلَى مَوْلَاءِ الْمُعَذِّبِينَ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بِأَكِنَّةٍ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا بِأَكِنَّةٍ فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ، لَا يُصِيبُكُمْ مَا أَصَابَهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ: لَنَا مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجْرِ، قَالَ: لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِينَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ، أَنْ يُصِيبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ، إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بِأَكِنَّةٍ ثُمَّ قَنَّعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَأْسَهُ وَأَشْرَعَ السَّيْرَ حَتَّى أَجَازَ الْوَادِي.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الصلاة فی مواضع الخسف والعذاب ج ۱ ص ۹۲ رقم: ۲۲۲۲ صحیح مسلم: باب لا تدخلوا مساکن الذين ظلموا انفسهم الا ان تكونوا باکین ج ۱ ص ۲۲۱ رقم: ۶۹۵۶ مسند عبد بن حمید: احادیث ابن عمر ص ۵۵ رقم: ۱۱۸ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب من کره الصلاة فی مواضع الخسف والعذاب ج ۲ ص ۳۵۱ رقم: ۲۵۲۲ صحیح ابن حبان: باب بعد الخلق ج ۱ ص ۱۲ رقم: ۶۱۱۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: حجر وہ جگہ ہے جہاں صالح علیہ السلام کی قوم یعنی قوم ثمود آباد تھی، یہ جگہ تبوک جاتے ہوئے راستہ میں پڑی اور یہ واقعہ

غزوہ تبوک کا ہے وہاں عذاب الہی آیا تھا اب اس کے کھنڈرات موجود تھے۔

معلوم ہوا کہ جہاں عذاب الہی آچکا ہو وہاں جاننا چاہیے کہ وہاں اللہ کی لعنت برس رہی ہے کہ تم بھی اس میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ اس سے پتہ چلا کہ جہاں اللہ کی رحمتیں آچکی ہوں وہاں ضرور جانا چاہیے کہ وہاں اب بھی نزول انوار ہے تم بھی اس میں کچھ پالو، مثلاً صفامروہ پہاڑیاں، منیٰ مزدلفہ، عرفات، یوں ہی حضرات اولیاء اللہ کے آستانے تا قیامت انوار الہی کے مقامات ہیں۔

قوم ثمود کے کنویں کا پانی پینے سے بھی حضور نے منع فرما دیا بلکہ جن لوگوں نے اس پانی سے آٹا گوندھ لیا تھا ان کا گوندھا ہوا آٹا بھی پھنکوا دیا۔ اس سے پتہ لگا کہ مکین کا اثر مکان میں ہوتا ہے، یوں ہی بندوں کا اثر زمانہ میں ہو جاتا ہے۔ جس جگہ یا جس وقت اللہ کے مقبول بندے نے عبادت کی ہو وہ جگہ وہ وقت قبولیت کے ہو جاتے ہیں۔ سرکارِ دو عالم فرماتے ہیں کہ شہر میں بہترین جگہ مسجدیں ہیں اور بدترین جگہ بازار ہیں، اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ اچھے برے لوگوں کی صحبت میں تاثیر ہے۔ (مرقات) مصر میں فرعون پر عذاب نہ آیا لہذا وہاں رہنا ممنوع نہیں، طوفان نوح کفار کے لیے عذاب تھا مگر مؤمنوں کے لیے رحمت لہذا اس کا حکم کچھ اور ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶ ص ۹۳۶)

حضرت صالح علیہ السلام کی اوٹنی اور قوم ثمود

حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔ آپ نے جب قوم ثمود کو خدا (عزوجل) کا فرمان سنا کر ایمان کی دعوت دی تو اس سرکش قوم نے آپ سے یہ معجزہ طلب کیا کہ آپ اس پہاڑ کی چٹان سے ایک گا بھن اوٹنی نکال لیں جو خوب فربہ اور ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہو۔ چنانچہ آپ نے چٹان کی طرف اشارہ فرمایا تو وہ فوراً ہی پھٹ گئی اور اس میں سے ایک نہایت ہی خوبصورت و تندرست اور خوب بلند قامت اوٹنی نکل پڑی جو گا بھن تھی اور نکلی کر اس نے ایک بچہ بھی جنا اور یہ اپنے بچے کے ساتھ میدانوں میں چرتی پھرتی رہی۔

اس بستی میں ایک ہی تالاب تھا جس میں پہاڑوں کے چشموں سے پانی گر کر جمع ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! دیکھو یہ معجزہ کی اوٹنی ہے۔ ایک روز تمہارے تالاب کا سارا پانی یہ پی ڈالے گی اور ایک روز تم لوگ پینا۔ قوم نے اس کو مان لیا پھر آپ نے قوم ثمود کے سامنے یہ تقریر فرمائی کہ:-

لَيَقُومِرَاعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ ۚ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ ۚ هَذِهِ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةٌ

فَذُرُّوهَا تَاْكُلْ فِيْ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمْسُوْهَا بِسَوْفٍ يَّخَذْكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (پ 8، الاعراف: 73)

ترجمہ کنز الایمان:- اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لئے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تمہیں دردناک عذاب آئے گا۔

چند دن تو قوم ثمود نے اس تکلیف کو برداشت کیا کہ ایک دن اُن کو پانی نہیں ملتا تھا۔ کیونکہ اس دن تالاب کا سارا پانی اوٹنی پی جاتی تھی۔ اس لئے ان لوگوں نے طے کر لیا کہ اس اوٹنی کو قتل کر ڈالیں۔

قدار بن سالف:- چنانچہ اس قوم میں قدار بن سالف جو سرخ رنگ کا بھوری آنکھوں والا اور پستہ قد آدمی تھا اور ایک زنا کار عورت کا لڑکا تھا۔ ساری قوم کے حکم سے اس اوٹنی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ حضرت صالح علیہ السلام منع ہی کرتے رہے، لیکن قدار بن سالف نے پہلے تو اوٹنی کے چاروں پاؤں کو کاٹ ڈالا۔ پھر اس کو ذبح کر دیا اور انتہائی سرکشی کے ساتھ حضرت صالح علیہ السلام سے بے ادبانہ گفتگو کرنے لگا۔ چنانچہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ:

فَقَعَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يُصْلِحُ امْتِنَابِنَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝

(پ 8، الاعراف: 77)

ترجمہ کنز الایمان: پس ناقہ کی کوچیر، کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور بولے اے صالح ہم پر لے آؤ جس کا تم وعدہ دے رہے ہو اگر تم رسول ہو۔

زلزلہ کا عذاب: قوم ثمود کی اس سرکشی پر عذاب خداوندی کا ظہور اس طرح ہوا کہ پہلے ایک زبردست چٹکھاڑ کی خوفناک آواز آئی۔ پھر شدید زلزلہ آیا جس سے پوری آبادی اٹھل پھل ہو کر چکنا چور ہو گئی۔ تمام عمارتیں ٹوٹ پھوٹ کر تہس نہس ہو گئیں اور قوم ثمود کا ایک ایک آدمی گھٹنوں کے بل اوندھا کر کر مر گیا۔ قرآن مجید نے فرمایا کہ:

فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جُثَّةٍ ۝

ترجمہ کنز الایمان:- تو انہیں زلزلہ نے آلیا تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے رہ گئے تو صالح نے ان سے منہ پھیرا۔ (پ 8، الاعراف: 78)

حضرت صالح علیہ السلام نے جب دیکھا کہ پوری بستی زلزلوں کے جھٹکوں سے تباہ و برباد ہو کر اینٹ پتھروں کا ڈھیر بن گئی اور پوری قوم ہلاک ہو گئی تو آپ کو بڑا صدمہ اور قلق ہوا۔ اور آپ کو قوم ثمود اور اُن کی بستی کے ویرانوں سے اس قدر نفرت ہو گئی کہ آپ نے اُن لوگوں کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور اُس بستی کو چھوڑ کر دوسری جگہ تشریف لے گئے اور چھتے وقت مردہ لاشوں سے یہ فرما کر روانہ ہو گئے کہ:

يَقُومِرْ لَقَدْ أَبْنَحْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَكِنْ لَا تَحِبُّونَ الْبَصِيحِينَ ۝

ترجمہ کنز الایمان:- اے میری قوم بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچادی اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر

خواہوں کے غرضی (پسند کرنے والے) ہی نہیں۔ (پ 8، الاعراف: 79)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قوم ثمود کی پوری بستی برباد و ویران ہو کر کھنڈر بن گئی اور پوری قوم فنا کے گھاٹ اتر گئی کہ آج اُن

کی نسل کا کوئی انسان روئے زمین پر باقی نہیں رہ گیا۔ (تفسیر الصادی، ج 2، ص 688، پ 8، الاعراف: 79-80، 81، 82، 83، 84، 85، 86، 87، 88، 89، 90، 91، 92، 93، 94، 95، 96، 97، 98، 99، 100، 101، 102، 103، 104، 105، 106، 107، 108، 109، 110، 111، 112، 113، 114، 115، 116، 117، 118، 119، 120، 121، 122، 123، 124، 125، 126، 127، 128، 129، 130، 131، 132، 133، 134، 135، 136، 137، 138، 139، 140، 141، 142، 143، 144، 145، 146، 147، 148، 149، 150، 151، 152، 153، 154، 155، 156، 157، 158، 159، 160، 161، 162، 163، 164، 165، 166، 167، 168، 169، 170، 171، 172، 173، 174، 175، 176، 177، 178، 179، 180، 181، 182، 183، 184، 185، 186، 187، 188، 189، 190، 191، 192، 193، 194، 195، 196، 197، 198، 199، 200، 201، 202، 203، 204، 205، 206، 207، 208، 209، 210، 211، 212، 213، 214، 215، 216، 217، 218، 219، 220، 221، 222، 223، 224، 225، 226، 227، 228، 229، 230، 231، 232، 233، 234، 235، 236، 237، 238، 239، 240، 241، 242، 243، 244، 245، 246، 247، 248، 249، 250، 251، 252، 253، 254، 255، 256، 257، 258، 259، 260، 261، 262، 263، 264، 265، 266، 267، 268، 269، 270، 271، 272، 273، 274، 275، 276، 277، 278، 279، 280، 281، 282، 283، 284، 285، 286، 287، 288، 289، 290، 291، 292، 293، 294، 295، 296، 297، 298، 299، 300، 301، 302، 303، 304، 305، 306، 307، 308، 309، 310، 311، 312، 313، 314، 315، 316، 317، 318، 319، 320، 321، 322، 323، 324، 325، 326، 327، 328، 329، 330، 331، 332، 333، 334، 335، 336، 337، 338، 339، 340، 341، 342، 343، 344، 345، 346، 347، 348، 349، 350، 351، 352، 353، 354، 355، 356، 357، 358، 359، 360، 361، 362، 363، 364، 365، 366، 367، 368، 369، 370، 371، 372، 373، 374، 375، 376، 377، 378، 379، 380، 381، 382، 383، 384، 385، 386، 387، 388، 389، 390، 391، 392، 393، 394، 395، 396، 397، 398، 399، 400، 401، 402، 403، 404، 405، 406، 407، 408، 409، 410، 411، 412، 413، 414، 415، 416، 417، 418، 419، 420، 421، 422، 423، 424، 425، 426، 427، 428، 429، 430، 431، 432، 433، 434، 435، 436، 437، 438، 439، 440، 441، 442، 443، 444، 445، 446، 447، 448، 449، 450، 451، 452، 453، 454، 455، 456، 457، 458، 459، 460، 461، 462، 463، 464، 465، 466، 467، 468، 469، 470، 471، 472، 473، 474، 475، 476، 477، 478، 479، 480، 481، 482، 483، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 491، 492، 493، 494، 495، 496، 497، 498، 499، 500، 501، 502، 503، 504، 505، 506، 507، 508، 509، 510، 511، 512، 513، 514، 515، 516، 517، 518، 519، 520، 521، 522، 523، 524، 525، 526، 527، 528، 529، 530، 531، 532، 533، 534، 535، 536، 537، 538، 539، 540، 541، 542، 543، 544، 545، 546، 547، 548، 549، 550، 551، 552، 553، 554، 555، 556، 557، 558، 559، 560، 561، 562، 563، 564، 565، 566، 567، 568، 569، 570، 571، 572، 573، 574، 575، 576، 577، 578، 579، 580، 581، 582، 583، 584، 585، 586، 587، 588، 589، 590، 591، 592، 593، 594، 595، 596، 597، 598، 599، 600، 601، 602، 603، 604، 605، 606، 607، 608، 609، 610، 611، 612، 613، 614، 615، 616، 617، 618، 619، 620، 621، 622، 623، 624، 625، 626، 627، 628، 629، 630، 631، 632، 633، 634، 635، 636، 637، 638، 639، 640، 641، 642، 643، 644، 645، 646، 647، 648، 649، 650، 651، 652، 653، 654، 655، 656، 657، 658، 659، 660، 661، 662، 663، 664، 665، 666، 667، 668، 669، 670، 671، 672، 673، 674، 675، 676، 677، 678، 679، 680، 681، 682، 683، 684، 685، 686، 687، 688، 689، 690، 691، 692، 693، 694، 695، 696، 697، 698، 699، 700، 701، 702، 703، 704، 705، 706، 707، 708، 709، 710، 711، 712، 713، 714، 715، 716، 717، 718، 719، 720، 721، 722، 723، 724، 725، 726، 727، 728، 729، 730، 731، 732، 733، 734، 735، 736، 737، 738، 739، 740، 741، 742، 743، 744، 745، 746، 747، 748، 749، 750، 751، 752، 753، 754، 755، 756، 757، 758، 759، 760، 761، 762، 763، 764، 765، 766، 767، 768، 769، 770، 771، 772، 773، 774، 775، 776، 777، 778، 779، 780، 781، 782، 783، 784، 785، 786، 787، 788، 789، 790، 791، 792، 793، 794، 795، 796، 797، 798، 799، 800، 801، 802، 803، 804، 805، 806، 807، 808، 809، 810، 811، 812، 813، 814، 815، 816، 817، 818، 819، 820، 821، 822، 823، 824، 825، 826، 827، 828، 829، 830، 831، 832، 833، 834، 835، 836، 837، 838، 839، 840، 841، 842، 843، 844، 845، 846، 847، 848، 849، 850، 851، 852، 853، 854، 855، 856، 857، 858، 859، 860، 861، 862، 863، 864، 865، 866، 867، 868، 869، 870، 871، 872، 873، 874، 875، 876، 877، 878، 879، 880، 881، 882، 883، 884، 885، 886، 887، 888، 889، 890، 891، 892، 893، 894، 895، 896، 897، 898، 899، 900، 901، 902، 903، 904، 905، 906، 907، 908، 909، 910، 911، 912، 913، 914، 915، 916، 917، 918، 919، 920، 921، 922، 923، 924، 925، 926، 927، 928، 929، 930، 931، 932، 933، 934، 935، 936، 937، 938، 939، 940، 941، 942، 943، 944، 945، 946، 947، 948، 949، 950، 951، 952، 953، 954، 955، 956، 957، 958، 959، 960، 961، 962، 963، 964، 965، 966، 967، 968، 969، 970، 971، 972، 973، 974، 975، 976، 977، 978، 979، 980، 981، 982، 983، 984، 985، 986، 987، 988، 989، 990، 991، 992، 993، 994، 995، 996، 997، 998، 999، 1000)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

8- کِتَابُ آدَابِ السَّفَرِ

سفر کے آداب کا بیان

23- بَابُ اسْتِخْبَابِ الْخُرُوجِ يَوْمَ

جمعرات کے دن اور پہلے پہر

الْخَمِيسِ، وَاسْتِخْبَابِهِ أَوَّلَ النَّهَارِ

سفر پر نکلنا مستحب ہے

(960) عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِي غَزْوَةِ

رسول اللہ ﷺ جمعرات کے روز غزوہ تبوک کے لیے نکلے

تَبُوكَ يَوْمَ الْخَمِيسِ، وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يُخْرَجَ يَوْمَ

اور آپ جمعرات کے دن نکلنا پسند کرتے تھے۔ (متن

الْخَمِيسِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيحَيْنِ:

علیہ) اور صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ

لَقَلْنَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْرَجُ

جمعرات کے دن کے علاوہ بہت کم ہی سفر پر نکلتے تھے۔

إِلَّا فِي يَوْمِ الْخَمِيسِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من اراد غزوة فوری بغیرھا ومن احب الخروج يوم الخميس، ج ۲ ص ۳۹ رقم: ۲۵۵۰)

الاداب للبيهقي، باب الخروج يوم الخميس، ج ۱ ص ۳۰۱ رقم: ۶۱۲ مسند امام احمد، حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ،

ج ۱ ص ۳۸۴ رقم: ۲۶۱۱ مصنف عبدالرزاق، باب صلاة الجماعة في السفر وكيف تسليح الحاج ج ۶ ص ۱۱۹ رقم: ۱۲۶۰ سنن ابوداؤد،

باب في اي يوم يستحب السفر، ج ۷ ص ۳۲۰ رقم: ۲۶۰۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ وہ ہی کعب ابن مالک ہیں جو غزوہ تبوک میں شریک نہ ہو سکے تھے جس پر آپ کا بایکاٹ کیا گیا تھا، پھر سورہ توبہ

میں آپ کی توبہ قبول ہونے کا بایکاٹ کھلوانے کا ذکر ہے، بڑی ہی شان کے مالک ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو صادقین میں سے

فرمایا ہے کہ ہم مسلمانوں کو حکم دیا کوئٹہ مع الشہیقین۔

تبوک غیر منصرف ہے علمیہ اور وزن فعل کی وجہ سے۔ بوک سے بنا ہے بمعنی پانی کا جوش مارنا لکڑی وغیرہ رہنے کی وجہ

سے، شام کے ایک شہر کا نام تبوک ہے۔ یہ فقیر تبوک کے اوپر سے ہوائی جہاز سے گزرا، مدینہ منورہ سے خیبر ایک سو ساٹھ میل

ہے اور خیبر سے پانچ سو میل تبوک ہے، اس زمانہ میں مدینہ منورہ سے تبوک ایک ماہ کے فاصلہ پر تھا، غزوہ تبوک ۹ھ میں

ہوا اور یہ حضور انور کا آخری غزوہ ہے۔ (ازمرقات) فقیر نے خیبر کی زیارات کی ہیں اب حجاز کی سرحد مقام مان تک

ہے، مان تبوک سے تقریباً دو سو میل ہے اور مان سے مقام عمان تین سو میل ہے، عمان اردن کا دار الخلافہ ہے، عمان سے ۹۸

میل بیت المقدس ہے جسے اب قدس کہتے ہیں بیت المقدس فلسطین میں ہے۔

(آپ جمعرات کے دن نکلنا پسند کرتے تھے) یا تو سفر جہاد کے لیے جمعرات پسند فرماتے تھے یا ہر سفر کے

یہ۔ خیال رہے کہ چند وجوہ سے جمعرات کو سفر کے لیے پسند فرمایا گیا: ایک یہ کہ جمعرات مبارک دن ہے کہ اس میں بندوں کے اعمال بارگاہ الہی میں پیش ہوتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ عملی حج کی ابتداء اس دن سے ہو۔ دوسرے یہ کہ جمعرات ہفتہ کا آخری دن ہے۔ تیسرے یہ کہ جمعرات جمعہ کا پڑوسی ہے کہ اس کی آمد کی خبر دیتا ہے۔ چوتھے یہ کہ جمعرات کو عربی میں نہیں کہتے ہیں تو اس دن روانگی میں نیک فال ہے۔ پانچویں یہ کہ جمعرات کو خمیس کہتے ہیں جو خمیس بمعنی پانچ سے بنا ہے اور غنیمت سے اللہ رسول کے لیے غم ہی نکالا جاتا ہے اللہ تعالیٰ خمیس کی برکت سے غم والی غنیمت عطا فرمائے۔ خیال رہے کہ سفر کے لیے ہفتہ سوموار اور جمعرات نہایت ہی مبارک ہیں جو کوئی ہفتہ کے دن سورج نکلنے سے پہلے سفر کو نکل جائے ان شاء اللہ کامیاب اور ہامدادا پس ہوگا۔ (ازمرقات و اشعاع زیادۃ) مگر خیال رہے کہ اسلام میں کوئی دن یا کوئی ساعت منحوس نہیں ہاں بعض دن بابرکت ہیں۔ (بزاۃ النافع، ج ۵ ص ۷۸۶)

حضرت صخر بن وداعہ غامدی صحابی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اے اللہ میری امت کے لیے اس کی صبحوں میں برکت عطا فرما۔ آپ جب چھوٹا یا بڑا لشکر بھیجتے تو اس کو دن کے شروع میں بھیجتے۔ اور صخر تاجر تھے وہ اپنا سامان تجارت دن کے شروع میں بھیجتے تو صاحب ثروت ہو گئے اور ان کا مال زیادہ ہو گیا۔ ابوداؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(961) وَعَنْ صَخْرِ بْنِ وَدَاعَةَ الْغَامِدِيِّ الطَّعَنِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا وَكَانَ يَتَعَفَّ سِرِّيَّةً أَوْ جَيْشًا أَوْ بَعَثَهُمْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ. وَكَانَ صَخْرٌ تَاجِرًا، وَكَانَ يَبْعَثُ جِهَارَتَهُ أَوَّلَ النَّهَارِ، فَأَثَرِي وَكَثُرَ مَالُهُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب فی الابتکار فی السفر: ج ۲ ص ۲۳۰ رقم: ۲۶۰۸ سنن ترمذی: باب ما جاء فی العکبر فی التجارة: ج ۳ ص ۱۰۱ رقم: ۱۲۱۲ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الابتکار فی السفر: ج ۳ ص ۱۵۱ رقم: ۱۸۹۲ سنن ابن ماجہ: باب ما یروی من البرکۃ فی البکور: ج ۳ ص ۱۰۲ رقم: ۲۲۳۱ سنن الدارمی: باب باریک لأممتی فی بکورها: ج ۲ ص ۲۸۲ رقم: ۲۲۳۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام صخر ابن عمرو ابن عبداللہ ابن کعب ازدی ہے، آپ صحابی ہیں، طائف میں قیام رہا، شمار اہل حجاز سے ہے۔ (مرقات اشعاع)

(میری امت کے لیے اس کی صبحوں میں برکت عطا فرما) یعنی میری امت کے تمام ان دینی و دنیاوی کاموں میں برکت دے جو وہ صبح سویرے کیا کرے جیسے سفر طلب علم تجارت وغیرہ۔

یعنی حضور کی دعا وہ تھی جو ابھی بیان ہوئی اور عمل یہ تھا لہذا حضور کے دعا و عمل سے یہ وقت برکت والا ہے۔

صحابہ کا تجربہ بھی اس کے متعلق ہو چکا ہے کہ وہ حضرات اس سنت پر عمل کی برکت سے بہت فائدے اٹھا چکے ہیں۔ فقیر نے بھی تجربہ کیا کہ صبح سویرے کاموں میں بہت برکت ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ جو طالب علم مغرب و عشاء کے دوران اور فجر کے وقت محنت کرے پھر عالم نہ بنے تو تعجب ہے اور جو طالب علم ان دو وقتوں میں محنت نہ کرے اور عالم بن جاوے تو بھی حیرت ہے۔

ابن ماجہ نے بروایت حضرت ابو ہریرہ روایت کی الہی میری امت کے جمعرات کے دن صبح کے وقت کے کاموں میں برکت دے۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۰۲)

ساتھی بنانا اور ساتھیوں میں کسی

ایک کو اپنا امیر بنانا

24- بَابُ اسْتِجَابِ طَلَبِ الرُّفْقَةِ

وَتَأْمِيرِهِمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَاحِدًا يُطِيعُونَهُ

(962) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ أَنَّ

النَّاسَ يَعْلَمُونَ مِنَ الْوَحْدَةِ مَا أَعْلَمُ، مَا سَارَ

رَأْسٌ بِلَيْلٍ وَاحِدَةٍ! رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگوں کو تنہا سفر کرنے کے بارے

وہ معلوم ہو جائے جو میں جانتا ہوں تو کوئی بھی تنہا سفر نہ

کرے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب السیر وحده ج ۲ ص ۵۸ رقم: ۲۹۸۸ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب کراہیۃ السفر

وحده ج ۵ ص ۱۲۵۴ رقم: ۱۰۶۳۸ السنن الدارمی: باب ان الواحد فی السفر شیطان ج ۲ ص ۳۵۵ رقم: ۲۶۶۹ مسند احمد بن حنبل: مسند

عبداللہ بن عمر ج ۱ ص ۲۲ رقم: ۳۴۴۰ مسند الحمیدی: احادیث عبداللہ بن عمر ج ۲ ص ۲۹۲ رقم: ۱۶۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دینی و دنیاوی دونوں نقصان۔ دینی نقصان تو یہ کہ اکیلا آدمی سفر میں جماعت نہیں کر سکتا۔ دنیاوی نقصان یہ کہ اکیلے

میں وحشت بھی ہوتی ہے، سفر کے ضروریات بھی پورے نہیں ہوتے، بیماری میں تو بہت ہی تکلیف ہوتی ہے، اگر موت واقع

ہو جائے تو کوئی وطن میں خبر پہنچانے والا بھی نہیں ہوتا۔

اگر اکیلے سفر کرنے کے نقصانات کا حقہ معلوم ہوں تو پیدل تو کیا سوار بھی اکیلے سفر کرنے کی جرات نہ کرے لہذا اس

میں پیدل کو اکیلے سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ خیال رہے کہ اُس زمانہ میں راستے پر امن نہ تھے اکیلے سفر نہایت

خطرناک تھا اب ریل ہوائی جہاز موٹروں کی وجہ سے وہ خطرے نہیں ہیں لہذا اب احکام نرم ہوں گے، نیز رات کا اکیلے سفر

اس زمانہ میں زیادہ خطرناک تھا وہاں یہ مثل مشہور تھی اللیل اخفی بالویل اس لیے خصوصیت سے رات ہی میں سفر کا ذکر ہوا۔

(مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۷۸۷)

انسان کا تنہا سفر کرنا

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم، شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے بھڑے مردوں پر اور ان مردانی عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں اور بیابان میں تنہا سفر کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (السند للام احمد بن حنبل، مسند ابو ہریرہ، المحدث: ۸۶۰، ج ۳، ص ۱۳۳)

تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بُرے شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جو اکیلا کھائے اور اپنے مہمانوں کو کھانے سے روک دے اور تنہا سفر کرے اور اپنے غلام کو مارے۔ کیا میں تمہیں اس سے بھی بدتر شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جو لوگوں سے بغض رکھے اور لوگ اس سے بغض رکھیں۔ کیا میں تمہیں اس سے بھی بدتر شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جس کے شر سے ڈرا جائے اور اس سے بھلائی کی امید نہ ہو۔ کیا میں تمہیں اس سے بھی بدتر شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جو غیر کی دنیا کے لئے اپنی آخرت بیچ دے۔ کیا میں تمہیں اس سے بھی بدتر شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جو دین کے ذریعے دنیا کھائے۔

(کنز العمال، کتاب المواعظ۔۔۔۔۔ الخ، قسم الاقوال، المحدث: ۳۸۰۳۴، ج ۱۶، ص ۴۰)

(963) وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
جَدِّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الرَّاِكِبُ شَيْطَانٌ، وَالرَّاكِتَانِ
شَيْطَانَانِ، وَالْفَلَائِةُ رَكْبٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
وَالْإِسْمَاعِيلِيُّ وَاللِّسَانِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحَةٍ، وَقَالَ
الرُّمَيْلِيُّ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے
دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا: اکیلا سوار ایک شیطان ہے دو سوار دو شیطان
اور تین سوار (گویا کہ) قافلہ ہیں۔ ابوداؤد ترمذی اور
نسائی نے اسانید صحیحہ کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔
اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سان ترمذی: باب ما جاء في كراهية ان يسافر الرجل وحده ج ۳ ص ۱۹۲ رقم: ۱۶۶۰ سان ابوداؤد: باب
في الرجل يسافر وحده ج ۲ ص ۲۳۰ رقم: ۱۶۰۹ الاداب للمصنف: باب كراهية السفر وحده ج ۱ ص ۲۹۲ رقم: ۱۶۰۰ المستدرک
للحاكم: کتاب الجہاد ج ۲ ص ۲۴۲ رقم: ۱۶۰۳ سان الکبیری للنسائی: باب النهی عن سیر الراکب وحده ج ۱ ص ۲۶۶ رقم: ۸۸۳۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جنگل میں اکیلا مسافر آفات کے نرغہ میں ہوتا ہے، نماز باجماعت سے محروم ہے، ضرورت کے وقت اسے مددگار
کوئی نہ ملے گا، بلاؤں آفتوں کے خطرے میں ہے خصوصاً اس زمانہ پاک میں جب کہ راستے پر خطر تھے اب اس امن کے
زمانہ میں بھی ریل کے ڈبہ میں اکیلے سفر کرنے والے چلتی ٹرین میں لٹ گئے حتیٰ کہ حکومت نے انٹرکلاس کی زنانہ سوار یوں کو
اجازت دی کہ وہ رات میں اپنی تھرڈ کلاس کی سہیلی کو اپنے ساتھ انٹر میں بٹھا سکتی ہیں سرکار کے فرمان ہمیشہ ہی مفید ہیں۔

اور دو مسافر بھی آفات کے خطرے میں ہیں کہ اگر ایک بیمار ہو جائے تو دوسرا بے یار و مددگار رہ جائے اور تین مسافر ہیں جنہیں صحیح معنی میں قافلہ کہا جاوے۔ ركب اسم جمع ہے جیسے نفر اور رھط اور محب اس لیے ارشاد ہوا کہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ (رحمت) ہے۔ اس فرمان عالی میں بھی بڑی حکمتیں ہیں سفر میں کسی کی رضا قضا واقع ہو جائے تو باقی اور دو آسانی سے اسے سنبھال سکتے ہیں۔ (بزاۃ النائج، ج ۵ ص ۷۸۷)

(964) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ حَدِيثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ۔
حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تین آدمی سفر پر نکلیں تو وہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنا لیں۔ یہ حدیث حسن ہے اسے ابوداؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب فی القوم یسافرون یؤمرون احدهم: ج ۲ ص ۲۴۰ رقم: ۲۱۱۰ سنن الکبیری للبیہقی: باب القوم یؤمرون احدهم اذا سافروا: ج ۵ ص ۲۵۰ رقم: ۱۰۳۱ مسند ابی یعلیٰ: مسند ابی سعید الخدری: ج ۲ ص ۳۱۹ رقم: ۱۰۵۲ المعجم الاوسط للطبرانی: من بقیة من اول اسمه میح: ج ۸ ص ۹۹ رقم: ۸۰۱۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی اگر مسافر تین یا زیادہ ہوں تو انتظام قائم رکھنے کے لیے اپنے میں سے ایک افضل اور تجربہ کار کو اپنا سردار بنائیں جو ہر چیز کا انتظام رکھے اور باقی ساتھی اس کے مشورہ پر عمل کریں اس میں برکت بھی ہوگی اور سفر میں آسانی بھی اس سردار کو چاہیے کہ اپنے کو ان ساتھیوں کا حاکم نہ سمجھے بلکہ خادم تصور کرے، نماز بھی وہ ہی پڑھائے جیسا کہ بزاز نے بروایت حضرت ابوہریرہ مرفوعاً روایت کی کہ جب تم چند آدمی سفر کرو تم میں سے بڑا قاری (عالم) تمہاری امامت کرے اور جب وہ تمہاری امامت کرے تو وہ ہی تمہارا امیر و سردار ہے۔ (مرقات) (بزاۃ النائج، ج ۵ ص ۸۰۵)

(965) وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: خَيْرُ الصَّحَابَةِ أَرْبَعَةٌ، وَخَيْرُ السَّرَايَا أَرْبَعُمِئَةٍ، وَخَيْرُ الْجُيُوشِ أَرْبَعَةُ أَلْفٍ، وَلَنْ يُغْلِبَ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا مِنْ قِلَّةٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ۔
حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھے ساتھی چار ہیں اور اچھے چھوٹے لشکر کی تعداد چار سو ہے اور بڑے لشکروں میں سے بہتر چار ہزار تعداد والا ہے۔ اور بارہ ہزار کا لشکر عددی قلت کی وجہ سے ہرگز مغلوب نہ ہوگا۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء فی السرایا: ج ۵ ص ۱۲۵ رقم: ۱۵۵۵ المستدرک للحاکم: کتاب الجہاد ج ۲ ص ۲۴۲ رقم: ۲۴۸۱ سنن ابوداؤد: باب فیما یستحب من الجیوش والرفقاء والسرایا: ج ۲ ص ۲۳۱ رقم: ۲۱۱۲ سنن سعید بن

منصور باب ما جاء في غير الحيوش وغير السرايا وغير الصحابة ج ۲ ص ۱۵۰ رقم: ۲۲۸۴ مسند امام احمد بن حنبل مسند
عبدالله بن العباس ج ۱ ص ۲۲۳ رقم: ۲۲۸۲

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صحابہ جمع ہے صاحب بمعنی ساتھی کی اور فاعل کی جمع بروزن فعالہ اس کے سوا کہیں نہیں آئی۔ (مرقات) یہاں ساتھی سے مراد سفر کے ساتھی ہیں۔ چارہم سفر ساتھیوں کو اس لیے افضل فرمایا گیا کہ اگر ان میں سے ایک راستہ میں فوت ہو جائے اور ان بقیہ میں سے ایک کو اپنا وصی و منتظم کر جائے تو باقی دو اس وصیت کے گواہ بن سکتے ہیں۔ بعض شارحین نے کہا کہ پانچ ساتھی چار سے افضل ہیں بلکہ جس قدر ساتھی زیادہ ہوں اتنا ہی اچھا ہے۔ (اشع) جیسے جماعت نماز میں جس قدر ساتھی زیادہ ہوں اسی قدر اچھا۔

پہلے کہا جا چکا ہے کہ سریہ چھوٹے لشکر کو بھی کہتے ہیں اور اس فوج کو بھی جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لے جائیں یہاں پہلے معنی میں ہے کیونکہ اس کے مقابل جیوش آ رہا ہے۔

یعنی بہتر یہ ہے کہ لشکر جرار چار ہزار سے کم نہ ہو زیادہ ہو تو بہتر ہے۔

یعنی بارہ ہزار کا لشکر جرار کبھی کی تعداد کی وجہ سے دشمن کے مقابل شکست نہیں کھائے گا کسی اور وجہ سے شکست کھا جائے جیسے آپس کے جھگڑے، امیر کی نافرمانی، بے صبری، مال غنیمت کی رغبت وغیرہ۔ چنانچہ غزوہ خنین میں حضرات صحابہ نے اولاً ظاہری شکست کی تعداد کی وجہ سے نہ کھائی بلکہ اپنی کثرت پر اعتماد کرنے رب تعالیٰ سے بے توجہ ہو جانے کی وجہ سے کھائی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ اس جنگ میں ہوازن سے مقابلہ تھا، مسلمان بارہ ہزار تھے، دس ہزار اہل مدینہ اور دو ہزار وہ مسلمانان مکہ جو فتح مکہ کے دن ایمان لائے تھے۔ (مرقات) اولاً مسلمانوں کے قدم اکھڑے پھر جب مسلمانوں کی نظر گئی تو فتح پائی۔ (بڑاۃ الناجح، ج ۵ ص ۸۰۶)

25- بَابُ آدَابِ السَّيْرِ وَالنُّزُولِ وَالْمَبِيتِ

وَالنُّوْمِ فِي السَّفَرِ وَاسْتِحْبَابِ السُّرَى

وَالرِّفْقِ بِالذَّوَابِ وَمُرَاعَاةِ مُصْلِحَتِهَا

وَأَمْرِ مَنْ قَصَرَ فِي حَقِّهَا بِالْقِيَامِ بِحَقِّهَا

وَجَوَازِ الرُّدَافِ عَلَى الدَّائِبَةِ إِذَا

كَانَتْ تَطِيقُ ذَلِكَ

(966) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: . حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے رسول

سفر میں چلنے اترنے رات گزارنے اور سونے کے آداب اور رات کو روانگی جانوروں سے نرمی کرنے ان کی مصلحت کی رعایت اور سواری پر کسی کو پیچھے بٹھانے کا جواز اگر جانور اس کی طاقت رکھتا ہو اور جو کوئی جانور کے حق میں سستی کرے تو اس کے حق کو ادا کرنے کا حکم

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخُصْبِ فَأَعْطُوا الْإِبِلَ حَقَّهَا مِنَ الْأَرْضِ، وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْحَدْبِ فَأَسْرِعُوا عَلَيْهَا السَّيْرَ، وَتَادِرُوا بِهَا يَفْقَهَا، وَإِذَا عَرَّسْتُمْ، فَاجْتَرِبُوا الطَّرِيقَ، فَإِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ، وَمَأْوَى الْهَوَاقِفِ بِاللَّيْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. مَعْلَى أَعْطُوا الْإِبِلَ حَقَّهَا مِنَ الْأَرْضِ أَيْ: ازْفُقُوا بِهَا فِي السَّيْرِ لِيَتَزَغَى فِي حَالِ سَيْرِهَا، وَقَوْلُهُ: يَفْقَهَا هُوَ يَكْشِرُ الثُّونَ وَاسْكَاثَ الْقَفَافِ، وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَاءُ مِنْ تَحْتِ وَهُوَ: الْمُبْعُ مَعْنَاهُ: أَسْرِعُوا بِهَا حَتَّى تَصِلُوا الْمَقْصِدَ قَبْلَ أَنْ يَذْهَبَ مُقْبَهَا مِنْ ضَنْكِ السَّيْرِ. وَالتَّغْرِيسُ: التَّوَلُّؤُ فِي اللَّيْلِ.

اللہ نے فرمایا: جب تم خوشحالی کے زمانہ میں سفر کرو تو اونٹ کو زمین (چرنے) سے اس کا حق دو اور جب تم قحط کے زمانہ میں سفر کرو تو ان پر سرفریز کرو اور ان کا گودا ختم ہونے سے پہلے منزل تک پہنچو۔ اور جب تم رات کو آرام کے لیے اترو تو راستہ سے بچو کیونکہ یہ جانوروں کے راستے ہیں اور رات کو کیڑوں مکوڑوں کا ٹھکانہ ہے۔ "أَعْطُوا الْإِبِلَ حَقَّهَا مِنَ الْأَرْضِ" کا مطلب ہے کہ سفر کرنے میں اونٹ سے نرمی کرو تا کہ وہ چلتے ہوئے چرنے کے "بقیہا" کوں پر زیر قاف ساکن اور یا مٹا کے ساتھ اس کا معنی ہے۔ مغز یعنی اس کو تیز لے جاؤ تا کہ سفر کی مشقت سے گودا ختم ہونے سے پہلے منزل تک پہنچ جاؤ۔ (مسلم) تعریس کا مطلب ہے رات کو آرام کے لیے پڑاؤ کرنا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب مراعاة مصلحة الدواب فی السیر والنہی عن التعریس فی الطریق، ج ۱ ص ۵۲، رقم: ۵۰۶۸ سنن ابوداؤد، باب فی سرعة السیر والنہی عن التعریس فی الطریق، ج ۲ ص ۳۲۲، رقم: ۲۵۶۱ الادب للبیہقی، باب کیفیة السیر فی الجذب والخصب، ج ۱ ص ۳۱۱، رقم: ۶۴۴ سنن الکبزی للنسائی، باب اعطاء الابل فی الخصب حقلها من الارض، ج ۵ ص ۲۵۲، رقم: ۸۸۱۳ مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۳۴، رقم: ۸۴۱۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خصب رخ کے فتح ص کے سکون سے بمعنی ارزانی کا سال یہاں مراد سربسزی کا زمانہ ہے جب بارشیں مناسب ہو چکی ہوں جنگل ہر بھرے ہوں تو اس طرح (سفر کرو) کہ تھوڑی تھوڑی دور سفر کر کے اونٹ کو چرنے کے لیے چھوڑ دو کہ وہ بھی زمین کی سبزی کھالے راستہ میں ٹھہرتے اور چراتے ہوئے سفر طے کرو۔

(اور جب تم قحط کے زمانہ میں سفر کرو) راستہ میں بلا ضرورت نہ ٹھہرو جلد سفر کر کے منزل پر پہنچو تا کہ اونٹ تھک کر راہ میں ہی نہ رہ جائیں جس سے تم کو بھی مصیبت پڑ جائے۔

عرستم بنا ہے تعریس سے عربی میں تعریس کے معنی ہیں مسافر کا آخری رات میں آرام کرنا، یہاں بطریق تجربہ مطلقاً رات میں آرام کرنا مراد ہے اول رات میں ہو یا آخر رات میں جیسا کہ آئندہ وجہ بیان فرمانے سے معلوم ہو رہا ہے۔ یہ احکام استنباطی ہیں بطور مشورہ۔

دواب سے مراد سالروں کے جانوروں، مہوام سے مراد ہر پہلے جانور ساپ، چھوٹا میوہ بہر حال راستے اور گز رنگاہ میں
اترنا ٹھہرنا تکلیف دہ بھی ہے خطرناک بھی۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ تعریس سے مراد مطلقاً اترنا ہے راست میں ہو یا
دوپہری میں۔

نلی لون، قال، کی بمعنی ہڈی کی تنگ یعنی اس سے پہلے سرٹم کر کے گھر پہنچ جاؤ کہ جانوروں کی ہڈی کی تنگ ختم
ہو جائے اور دے ہو کر تھک رہیں۔ بعض شارحین نے نقب سے روایت کی ہے بمعنی اونٹ کے پاؤں کا ہلکا ہونا یعنی
ان کا پاؤں ہلکا پڑ جانے سے پہلے گھر پہنچ جاؤ جب بھی مطلب وہی ہے، بعض لوگوں نے نقب بمعنی راستہ کہا مگر یہ غلط ہے
کہ پھر مطلب ہی کچھ نہیں بنتا۔ (برآؤ الناحج، ج ۵ ص ۷۹۱)

(987) وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ فِي
سَفَرٍ، فَعَرَّسَ بِلَيْلٍ اطَّطَجَ قَلْبُ يَحْمِدُهُ، وَإِذَا عَرَّسَ
قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهُ، وَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلَى
كَفِّهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ ﷺ جب سفر میں رات کے وقت آرام کے لیے
اترتے تو داہنی کروٹ پر لیٹتے۔ اور جب صبح سے تھوڑی
دیر پہلے آرام کے لیے اترتے تو بازو کو کھڑا کر لیتے اور سر
ہتھیلی پر رکھ لیتے۔ (مسلم)

قَالَ الْعُلَمَاءُ: إِذَا نَصَبَ ذِرَاعَهُ لَيْلًا
يَسْتَفْرِقُ فِي النَّوْمِ، فَتَقُوتُ صَلَاةُ الصُّبْحِ عَنْ
وَقْتِهَا أَوْ عَنْ أَوَّلِ وَقْتِهَا.

علماء نے فرمایا: بازو کھڑا رکھنا اس لیے تھا کہ نیند
گہری نہ ہوتا کہ نماز صبح اپنے وقت یا اول وقت سے رو نہ
جائے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب قضاء الصلاة الفائتة واستصحاب تعجيل قضاها، ج ۲ ص ۱۲۲، رقم: ۱۵۹۷، مسند
امام احمد، حدیث ابی قتادہ الانصاری، ج ۵ ص ۳۰۹، رقم: ۲۲۱۸۵، الادب للبيهقي، باب التعریس فی السفر، ج ۱ ص ۳۹۱، رقم: ۶۳۵،
السمائل المحمدية للترمذی، باب ما جاء فی نوم رسول الله صلى الله عليه وسلم، ص ۲۴۳، رقم: ۲۵۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کی حالت میں کسی جگہ اول رات یا آدمی رات میں اترتے آرام فرماتے تو سونے
کی نیت سے لیٹتے تھے داہنی کروٹ پر داہنی ہتھیلی پر داہنا رخسارہ رکھ کر لیٹتے تھے لیٹنے میں سنت طریقہ یہ ہی ہے۔
یعنی اگر آخری شب میں جب صبح صادق ہونے والی ہوتی آپ آرام کے لیے اترتے تو اس طریقہ سے لیٹتے تاکہ نیند
نہا جاوے۔ خیال رہے کہ عرب میں اکثر شب میں سفر کرتے ہیں دن میں کسی منزل پر آرام کے لیے ٹھہر جاتے ہیں۔

(برآؤ الناحج، ج ۶ ص ۵۵۳)

(968) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ
بِالدُّلْجَةِ، فَإِنَّ الْأَرْضَ تُطْوَى بِاللَّيْلِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ. الدُّلْجَةُ: السَّيْرُ فِي اللَّيْلِ.
نے فرمایا: تاریکی میں سفر کو لازم پکڑو کیونکہ زمین رات
میں سمیٹ دی جاتی ہے۔ اسے ابو داؤد نے حسن اسناد
کے ساتھ روایت کیا۔ دلچہ رات میں سفر کرنے کو کہتے
ہیں۔

تخریج حدیث: (سان ابو داؤد: باب فی الدلجة: ج ۲ ص ۳۳۳ رقم: ۲۵۴۳ الاداب للبيهقي: باب كيفية السير في الجذب
والخصب ج ۱ ص ۳۱۱ رقم: ۱۸۲۲ المستدرک للعاکم: کتاب الجهاد: ج ۲ ص ۳۹۰ رقم: ۲۵۲۵ مصنف عبدالرزاق: باب ذکر الغیلان
والسير باللیل: ج ۵ ص ۱۶۰ رقم: ۱۲۲۴ مؤطا امام مالک: باب ما یؤمر به من العمل فی السفر: ج ۵ ص ۱۴۲ رقم: ۲۵۹۰)
شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اب بھی اہل عرب رات میں سفر زیادہ کرتے ہیں، سمندری جہاز رات میں تیز چلائے جاتے ہیں، تمام حجاج سے بعد
نماز عشاء کہہ دیا جاتا ہے کہ اب آرام کرو جیسا کہ ہم نے تجربہ کیا۔ دلچہ رات کی اندھیری کو کہتے ہیں اسی سے ہے اولاج۔
اس طرح کہ رات کا مسافر یہ ہی سمجھتا ہے کہ ابھی میں نے سفر کم کیا ہے مگر ہو جاتا ہے زیادہ۔ اس فرمان عالی کا مطلب
یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ رات میں بھی سفر کیا کرو صرف دن کے سفر پر قناعت نہ کیا کرو، بعض احادیث میں ہے کہ اول دن
اور اول رات میں سفر کرو۔ (اشع) (مراۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۰۳)

(969) وَعَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُسَيْبِيِّ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ إِذَا تَزَلُّوا مَنَزِلًا تَفَرَّقُوا فِي
الشَّعَابِ وَالْأَوْدِيَةِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِي هَذِهِ الشَّعَابِ
وَالْأَوْدِيَةِ إِنَّمَا ذَلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ! فَلَمْ يَنْزِلُوا
بَعْدَ ذَلِكَ مَنَزِلًا إِلَّا لَأَنْضَمَّ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ.
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.
حضرت ابو ثعلبہ خشنی ؓ سے روایت ہے کہ لوگ
جب کسی منزل میں اترتے تو وادیوں اور گھاٹیوں میں
بکھر جاتے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا ان
وادیوں اور گھاٹیوں میں بکھرنا صرف شیطان کی شرارت
ہے۔ پس صحابہ اس کے بعد جہاں بھی اترتے ایک
دوسرے سے مل کر اکٹھے ہو جاتے۔ اسے ابو داؤد نے
حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سان ابو داؤد: باب ما یؤمر من انضمام العسکر وسعته: ج ۲ ص ۲۲۵ رقم: ۲۶۳۰ السنن الکبری
للبيهقي: باب ما یؤمر به من انضمام العسکر: ج ۵ ص ۱۵۲ رقم: ۱۸۹۲ المستدرک للعاکم: کتاب الجهاد: ج ۲ ص ۳۹۲ رقم: ۲۵۲۰
صحيح ابن حبان باب المسافر: ج ۱ ص ۳۰۸ رقم: ۲۶۱۰ جامع الاصول لابن الفیر النوع الثالث فی السیر والنزول ج ۵ ص ۲۱ رقم: ۲۰۰۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام جرہم ہے، کنیت ابو ثعلبہ مگر آپ کنیت میں مشہور ہیں، آپ بیعت الرضوان میں شریک ہوئے، حضور انور

نے آپ کو اپنی قوم خشن کی طرف مبلغ بنا کر بھیجا، آپ کی تبلیغ سے وہ سب لوگ مسلمان ہو گئے پھر آپ نے شام میں قیام اختیار کیا، ۵۷ھ میں انتقال کیا۔ (اشع) مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ ۵۵ھ میں حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی رضی اللہ عنہما۔ (مرقات واشع)

شعاب جمع ہے شعب کی بمعنی گھاٹی یا پہاڑی راستہ یعنی حضرات صحابہ کرام دوران سفر میں جب کبھی عارضی قیام فرماتے تھے تو متفرق ہو کر کچھ حضرات کہیں کچھ کہیں۔

(شیطان کی شرارت ہے) یعنی تمہارے اس طرح بکھرنے سے شیطان کو موقع ملتا ہے کہ کفار سے تم پر چڑھائی کر دے کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ یہ لوگ متفرق ہیں ان پر اچانک ٹوٹ پڑو یہ ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں گے اس طرح الگ الگ اترنا خطرناک ہے۔ انما ذلکم تاکید کے لیے ہے جیسے جسمانی دوری خطرناک ہے ایسے ہی دلی دوری بھی شیطانی اثر سے ہوتی ہے اور سخت خطرناک رب تعالیٰ مسلمانوں میں تنظیم اور یکجہتی نصیب کرے۔

سبحان اللہ! حضور نے مسلمانوں کے صرف جسموں کو یکجانہ فرمایا بلکہ ان کے دلوں کو بھی یکجا کر دیا مسلمان یک دل اور یک جان ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ مسافر منزل پر اکٹھے رہیں اس میں بہت فائدہ ہے۔ ہر ایک ایک دوسرے سے خبردار رہتا ہے تعاون کر سکتا ہے۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۰۸)

(970) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ عَمْرِو - وَقِيلَ: سَهْلُ بْنُ الرَّبِيعِ بْنِ عَمْرِو الْأَنْصَارِيِّ الْمَعْرُوفِ بِابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ قَدْحٍ ظَهَرَهُ بَطْنُهُ، فَقَالَ: اتَّقُوا اللَّهَ فِي هَذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُحْجَمَةِ، فَارْكَبُوهَا صَالِحَةً، وَكُلُّوهَا صَالِحَةً رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

حضرت سہل بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ سہل بن ربیع بن عمرو انصاری ہیں یہ بن حنظلیہ کے نام سے معروف ہیں اور یہ اہل بیعت رضوان رضی اللہ عنہ والوں میں سے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے اس کی پشت پیٹ سے ٹکی تھی۔ آپ نے فرمایا: ان بے زبان چوپاؤں کے سلسلے میں اللہ سے ڈرو ان پر درست ہونے کی حالت میں سواری کرو اور ان کا درست ہونے کی حالت میں گوشت کھاؤ۔ اسے ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب ما یؤمر بہ من القیام علی الدواب والبهائم: ج ۲ ص ۲۲۸ رقم: ۲۵۵۰ صحیح ابن خزمہ باب استعجاب الاحسان الی الدواب ج ۲ ص ۱۷۲ رقم: ۲۵۵۰ مسند امام احمد حدیث سہل بن الحنظلیہ ج ۲ ص ۱۸۰ رقم: ۱۱۱۲ المعجم الكبير للطبرانی من اسمہ سهل بن الحنظلیہ ج ۶ ص ۱۹۱ رقم: ۲۱۳۰ صحیح ابن حبان: باب الجار ح ۲ ص ۲۰۲ رقم: ۲۰۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سمیل کے والد کا نام ربیع ابن عمرو ہے، حنظلیہ یا تو ان کی پردادی کا نام ہے یا ان کی ماں کا نام، حضرت سمیل بیعتہ الرضوان میں شریک تھے، گوشہ نشین عابد تھے، شام میں قیام رہا، امیر معاویہ کی شروع خلافت میں دمشق میں وفات پائی۔ (اشعہ و مرقات)

(اس کی پشت پیٹ سے لگی تھی) یعنی سخت بھوک و پیاس کی وجہ پیٹ پیٹھ سے لگ گیا تھا۔

علماء فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم انسان پر ظلم کرنے سے زیادہ بڑا ہے کہ انسان تو اپنا دکھ درد کسی سے کہہ سکتا ہے بے زبان جانور کسی سے فریاد بھی نہیں کر سکتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور کا چارہ پانی مالک پر واجب ہے، بعض آئمہ کے ہاں ظالم مالک کو حاکم جانور فروخت کر دینے پر مجبور کر سکتا ہے۔

(ان پر درست ہونے کی حالت میں سواری کرو) یعنی جو جانور سواری کے لائق ہو اس پر سوار ہو، بیمار اور کمزور، چھوٹے بچے پر نہ سواری کرو نہ بوجھ لادو، یہ ہے اسلامی عدل و انصاف اور یہ ہے حضور کی رحمت علی الخلق، آج حکومتیں جانوروں کے متعلق قوانین بناتی ہیں ظالم مالکوں کا چالان کرتی ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ جانور کو بالکل تھکا کر نہ چھوڑو بلکہ ابھی اس میں قوت ہو کہ اسے کھول دو کہ وہ دانہ پانی کھاپی لیس اس سے جانور کی تندرستی اور قوت خراب نہ ہوگی۔ دوسرے یہ کہ جانور کو بوڑھا نا کارہ کر کے محنت سے آزاد نہ کرو بلکہ ابھی اس میں کچھ طاقت ہو کہ اس سے کام لینا موقوف کر دو، گائے، بھینس وغیرہ ہے تو انہیں ذبح کرادو، گھوڑا وغیرہ ہے تو اسے کام سے آزاد کرادو، کچھ کھانا جاری رکھو اس سے اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا اور تمہارے گھر میں برکت دے گا یہ بہت آزمایا ہوا عمل ہے۔ بعض لوگ بوڑھے جانور کو نکالتے نہیں بلکہ کام سے آزاد کر دیتے ہیں، کھانا پانی جاری رکھتے ہیں، یہ ہی غلاموں، نوکروں سے برتاؤ کرو بوڑھے نوکروں کو پنشن دی جاتی ہے اس کا ماخذ یہ حدیث ہو سکتی ہے۔ شعر

آزاد کنند بندہ پیر
آرا بر سعدی پیر خود بہ بخش

رسم است کہ مالکان تحریر
اے بار خدا عالم

(مرآۃ المناجیح، ج ۵ ص ۲۸۵)

حضرت ابو جعفر عبد اللہ بن جعفر ؑ سے روایت ہے کہ ایک دن مجھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے بٹھایا اور مجھے ایک بات راز کی بتائی وہ میں لوگوں میں کسی کو نہ

(971) وَعَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَرَدْتُ أَنْ أَرْسُولَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ خَلْفَهُ، وَأَسْرَرْتُ إِلَى حَدِيثًا لَا

بتاؤں گا۔ اور رسول اللہ ﷺ کو اپنی قضائے حاجت کے لیے کسی ٹیلے یا کھجوروں کے جھنڈ کی اونٹ میں بیٹھنا زیادہ پسند تھا۔ مسلم نے اس کو اسی طرح مختصر روایت کیا ہے اور برقانی نے یہ اضافہ اسی سند مسلم سے ہی حائش نخل کے بعد بیان کیا ہے کہ پھر آپ ایک انصاری کے بارغ میں داخل ہوئے اچانک وہاں ایک اونٹ تھا اس نے جو نبی رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اس نے آواز نکالی اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لے آئے اس کی کوہان اور کانوں سے پچھلے حصے پر ہاتھ رکھا تو اس کو سکون ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ یہ اونٹ کس کا ہے تو ایک انصاری نوجوان حاضر ہوا اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ یہ میرا ہے آپ نے فرمایا: کیا اس جانور کے بارے تو اللہ سے نہیں ڈرتا جس کا تمہیں اس نے مالک بنایا ہے۔ وہ مجھے شکایت کرتا ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس کو کام میں تھکا دیتے ہو۔

اسے ابو داؤد نے برقانی کی طرح روایت کیا ہے۔
ذفر اذیہ دال کے کسرہ اور فا کے سکون سے ہے یہ لفظ مفرد مونث ہے اور اہل لغت نے کہن ”الذفری“ اونٹ کے کان کے پیچھے کا حصہ جہاں پسینہ آتا ہے۔ تذبہ یعنی تو اس کو تھکا تا ہے۔

تخریج حدیث: (سان ابو داؤد: باب ما یومر بہ من القیام علی الدواب والبهائم: ج ۲ ص ۲۰۸ رقم: ۲۵۵۱ مسند ابی یعل مسند عبد اللہ بن جعفر: ج ۱۲ ص ۱۵۴ رقم: ۱۷۸۱ صحیح مسلم: باب ما یستحبہ لفضاء الحاجة: ج ۱ ص ۱۸۳ رقم: ۸۰۰ اسان الکبریٰ للبیہقی: باب نفقة الدواب: ج ۸ ص ۱۱۲ رقم: ۱۱۶۲۲ المستدرک للحاکم: کتاب الجہاد: ج ۲ ص ۲۰۱ رقم: ۲۲۸۵)
شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن جانوروں کے پالنے کے متعلق فتویٰ رضویہ میں

أَحَدٌ بِهِ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ وَكَانَ أَحَبَّ مَا اسْتَتَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ هَذِي أَوْ حَائِشٌ نَخْلٍ. يَعْنِي: حَائِظٌ نَخْلٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ هَكَذَا مُخْتَصَرًا. وَزَادَ فِيهِ الْبَرْقَانِيُّ بِإِسْنَادٍ مُسْلِمٍ - بَعْدَ قَوْلِهِ: حَائِشٌ نَخْلٍ - فَدَخَلَ حَائِظًا لِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَإِذَا فِيهِ جَمَلٌ، فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَرَجَرَ وَخَرَفَتْ عَيْنَاهُ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ سَرَاتَهُ - أَيْ: سِتَامَهُ - وَذِفْرَاهُ فَسَكَنَ، فَقَالَ: مَنْ رَبُّ هَذَا الْجَمَلِ؟ لِمَنْ هَذَا الْجَمَلُ؟ فَجَاءَ فَتًى مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: هَذَا لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: أَفَلَا تَتَّقِي اللَّهَ فِي هَذِهِ الْبَهِيمَةِ الَّتِي مَلَكَكَ اللَّهُ إِيَّاهَا، فَإِنَّهُ يَشْكُو إِلَيَّ أَنَّكَ تُجِيعُهُ وَتُذِيبُهُ

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ كَرَوَايَةِ الْبَرْقَانِيِّ.
قَوْلُهُ ذِفْرَاهُ: هُوَ بَكْسَرُ الذَّالِ الْمُعْجَمَةِ وَاسْكَانُ الْفَاءِ، وَهُوَ لَفْظٌ مُفْرَدٌ مُؤَنَّثٌ. قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ: الذِّفْرِيُّ: الْمَوْضِعُ الَّذِي يَعْرِقُ مِنَ الْبَعِيرِ خَلْفَ الْأُذُنِ، وَقَوْلُهُ: تُذِيبُهُ أَيْ: تَتَّعِبُهُ.

ایک جگہ فرماتے ہیں:

اور جانور ان خانگی مثل غروس و ماکیان و کبوتر اہلی و غیرہا کا پالنا بلاشبہ جائز ہے جبکہ انہیں ایذا سے بچائے اور آب و دانہ کی کافی خبر گیری رکھے، خود حدیث میں مرغ سپید پالنے کی ترغیب ہے: البیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الدیك یؤذن بالصلاة من اتخذ دیکاً ایض حفظ من ثلثة من شر کل شیطان و ساحر و کاهن و فی الباب عن ابی زید الانصاری عند الحارث فی مسندہ و عن انس بن مالک عند ابی الشیخ فی العظمة و عن خالد بن معدان مرسلاً عند البغوی فی المعجم و عن ائمہ المؤمنین و عن انس عند الحارث و عن غیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (کنز العمال عن ابن عمر رضی اللہ عنہما حدیث ۳۵۲۷۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۳۳۳)

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مرغ نماز کے لئے اذان دیتا ہے جس کسی نے سفید مرغ پالا وہ تین آفتوں سے محفوظ ہو گیا (شیطان کے شر سے (۲) جادوگر کے شر سے (۳) کاهن کے شر سے۔ اس باب میں حضرت ابوزید انصاری سے روایت ہے جو حارث نے اپنی سند میں ذکر کی ہے۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے جو ابوالشیخ نے العظمتہ میں بیان فرمائی اور خالد نے بن معدان سے مرسلاً (یعنی سند کے ذکر کے بغیر) روایت ہے جو امام بغوی نے المعجم میں ذکر فرمائی۔ اور حارث اور دوسرے ائمہ کے نزدیک ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ (ت)

مگر خبر گیری کی یہ تاکید ہے کہ دن میں ستر دفعہ پانی دکھائے گا اور فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ ت) ورنہ پالنا اور بھوکا پیسا رکھنا سخت گناہ ہے،

فانه ظلم و الظلم علی الحيوان اشد من الظلم علی الذمی الا شد من الظلم علی مسلم کما نص

علیہ فی الدر المختار۔ (الدر المختار کتاب الحظر والاباحہ فصل فی المبیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۲۹)

کیونکہ یہ ظلم ہے اور کسی جانور پر ظلم کرنا ذمی (کافر) پر ظلم کرنے سے زیادہ سخت ہے جو کہ مسلمان پر ظلم کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے، جیسا کہ در مختار میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے

وقد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفی بالمرء اثماً ان یضیع من یقوت، رواہ

الامام احمد و ابوداؤد والنسائی والحاکم والبیہقی عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

بمسند صحیح۔ (سنن ابی داؤد کتاب الزکوۃ باب صلاۃ الرحم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۳۸) (مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ

بن عمر رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۶۰ و ۱۹۳ و ۱۹۵)

اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انسان کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ جس کی روزی کا وہ ذمہ

دار ہو اس کو ضائع کر دے۔ امام احمد، ابوداؤد، نسائی، حاکم اور بیہقی نے صحت سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کی روایت فرمائی۔ (ت)

رہا جانور ان وحشی کا پالنا جیسے طوطی، مینا، لال، بلبل وغیرہا، عالمگیری میں قنیہ سے اس کی ممانعت نقل کی اگرچہ آب ودانہ میں تقصیر نہ کرے، حیث قال حبس بلبلانی قفس وعلفها لایجوز کذا فی القنیة۔

(فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثلاثون فی المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۸۱)

جیسا کہ صاحب قنیہ نے کہا کہ کسی نے بلبل پنجرے میں قید کیا ہو اور اگر اسے آب ودانہ دے تب بھی جائز نہیں، القنیہ میں اسی طرح مذکور ہے (ت)

مگر نص صریح حدیث صحیح واقوال ائمہ نقد و تنقیح سے صاف جواب و اباحت مستفاد ہے جبکہ خبر گیری مذکور بروجہ کافی بحالائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۴، ص ۶۴۳)

(972) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا إِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلًا، لَا نُسَبِّحُ حَتَّى نَحْلَ الرِّحَالَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ. وَقَوْلُهُ: لَا نُسَبِّحُ: أَيْ لَا نُصَلِّي النَّافِلَةَ، وَمَعْنَاهُ: أَكَّا - مَعَ حُرْمَتِنَا عَلَى الصَّلَاةِ - لَا نُقَدِّمُهَا عَلَى حَيْثُ الرِّحَالِ وَارَاحَةِ الدَّوَابِّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب کسی اترنے کی جگہ اترتے تو کجاوے کھولنے سے پہلے نفل نہ پڑھتے۔ ابوداؤد نے شرط مسلم کے مطابق اسناد کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ لا نسبح ہم نفل نماز ادانہ کرتے کا مطلب یہ کہ ہم نماز کے شوق کے باوجود نماز نفل کو کجاوے اتارنے اور جانوروں کو آرام دینے سے پہلے ادانہ کرتے۔

تخریج حدیث: (سان ابوداؤد باب فی نزول المنازل ج ۲ ص ۲۲۹ رقم: ۲۵۵۲ مسند البزار مسند انس بن مالك ج ۲ ص ۲۱۱ رقم: ۵۵۵ مصنف عبدالرزاق باب ما یقول اذا نزل منزلا ج ۵ ص ۱۶ رقم: ۶۲۶۲ مجمع الزوائد للهيثمی باب ما یقول اذا نزل منزلا ج ۱ ص ۱۱۰ رقم: ۱۱۱۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی ہم نفل عبادت پر اس کام کو مقدم رکھتے تھے کہ پہلے اونٹوں پر سے کجاوے وغیرہ اتارتے تھے تاکہ وہ ہلکے ہو جاویں پھر منزل پر نوافل وغیرہ ادا کرتے تھے اس میں اونٹوں کو راحت ہوتی تھی اور ان حضرات کو بے فکری ہو جاتی تھی جس سے نماز اطمینان سے ہوتی تھی اس ایک عمل میں بہت سی حکمتیں۔ سفر میں یہ ہی چاہیے خواہ سفر جہاد ہو یا سفر حج یا اور کوئی سفر۔ (بزاۃ الناجح، ج ۵ ص ۸۱۱)

فِي الْبَابِ أَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ تَقَدَّمَتْ كَحَدِيثٍ: وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ . وَحَدِيثٍ: كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ وَأَشْبَاهُهُمَا.

اس باب سے متعلق بہت سی احادیث گزر چکی ہیں۔ جیسا کہ یہ حدیث اور اللہ بندے کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہے اور ہر بھلائی صدقہ ہے اور اس طرح کی دیگر احادیث۔

(973) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ فِي سَفَرٍ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلَى رَاحِلَةٍ لَهُ، فَجَعَلَ يَصْرِفُ بَصَرَهُ يَمِينًا وَشِمَالًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلٌ ظَهَرَ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا ظَهَرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ زَادَ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا زَادَ لَهُ، فَمَنْ كَرِهَ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَهُ، حَتَّى رَأَيْنَا أَنَّهُ لَا حَقَّ لِأَحَدٍ مِنَّا فِي فَضْلٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں تھے کہ ایک آدمی اپنی سواری پر سوار ہو کر آیا۔ اور دائیں بائیں دیکھنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس زائد سواری ہو اس کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں۔ جس کے پاس ضرورت سے زیادہ زاد راہ ہے وہ اسے دے جس کے پاس زاد راہ نہیں۔ پھر آپ نے مال کی باقی اقسام کا ذکر فرمایا حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کر لیا کہ ضرورت سے زائد میں ہم میں کسی کا حق نہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استعجاب المؤمن بأساقه بفضول المال، ج ۲ ص ۱۲۸، رقم: ۴۹۱۳، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب کراهیۃ امساك الفضل، ج ۲ ص ۱۸۲، رقم: ۸۰۳۲، صحیح ابن حبان، کتاب اللباس وادابہ، ج ۱۲ ص ۲۲۸، رقم: ۵۷۱۹، مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی سعید الخدری، ج ۲ ص ۳۲۸، رقم: ۱۰۶۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اپنی سواری پر سوار ہو کر آیا) وہ اونٹ دبلا اور تھکا ہوا تھا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

(سواری پر سوار ہو کر آیا) اپنے اونٹ کو دو طرف مارنے لگا کیونکہ وہ چلتا نہ تھا تھک گیا تھا یا اپنے دائیں نظر مارنے نگاہ دوڑانے لگا تا کہ کوئی اس کا حال زار دیکھ کر اس کی مدد کرتا ہے یا نہیں یعنی وہ شخص شریف النفس تھا کسی سے سوا نہ کیا بلکہ امداد کی امید پر ادھر ادھر دیکھنے لگا شاید یہ شخص اپنے وطن میں امیر آدمی تھا یہاں سفر میں قابل مدد ہو گیا تھا۔ (مرقات) اس جملہ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ دائیں بائیں دوڑانے لگا پریشانی کی وجہ سے اسے کچھ سوچتا نہ تھا غرضیکہ وہ سخت پریشان تھا۔

(اس کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں) فلیعد بنا ہے اعادۃ سے بمعنی لوٹانا یعنی جس کے پاس سواری اپنی ضرورت سے زیادہ ہو وہ اس کی طرف لوٹا دے جس کے پاس سواری نہیں یا ہے مگر ناکارہ ہو گئی اور ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ اعداد

سے بنا ہو بمعنی تیار کرنا مہیا کرنا یعنی ایسا غنی آدمی اپنی زائد سواری ایسے بے کس کے لیے مہیا کر دے، بہر حال مطلب یہ ہی ہے کہ اسے دے دے اسے مالک بنا دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کا درد ہے۔

(جس کے پاس زائد راہ نہیں) غالباً یہ شخص بے توشہ بھی ہو چکا تھا جس کی لوگوں کو خبر نہ ہوئی اس لیے حضور نے سواری کے ساتھ توشہ کا بھی ذکر فرمایا۔

(پھر آپ نے مال کی باقی اقسام کا ذکر فرمایا) جیسے کپڑا، جوتا، مشکیزہ، خیمہ، درہم، دینار وغیرہ ہر قسم کا مال۔

(ضرورت سے زائد میں ہم میں کسی کا حق نہیں) یعنی حضور نے ایسی خیرات کو ایسی اہمیت دی کہ ہم سمجھے کہ ضرورت سے زیادہ مال ہماری ملک ہی نہیں۔ بس اپنے پر خرچ کرنے سے جو بچے وہ دوسرے کو دے دینا واجب ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جانوں ہمارے مالوں کے مالک مطلق ہیں جیسے مولیٰ اپنے غلام کے جان و مال کا مالک ہوتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **الْبَيْتُ أَوَّلُ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ** یہاں اولیٰ کے معنی قریب تر بھی کیے گئے ہیں اور مالک تر بھی، دیکھو ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب وغیرہ تین صاحبوں کو بایکاٹ کے زمانہ میں فرمادیا کہ اپنی بیویوں کے پاس نہ جاؤ وہ بیویاں ان کی منکوحہ تھیں مگر ان سے اختلاط منع فرمادیا، یہ ہے حضور کی ملکیت کچھ عرصہ حکم رہا کہ اپنی قربانیوں کے گوشت تین دن سے زیادہ استعمال نہ کرو تو یہ استعمال ممنوع ہو گیا، پھر زیادہ استعمال کی اجازت دی تب جائز ہوا۔ غرضیکہ ہم سب مسلمان حضور انور کے لونڈی غلام ہیں حضور ہمارے مالک اگر وہ ہم کو اپنی عبدیت و غلامیت میں قبول فرمائیں تو ہمارے نصیب کھل جائیں۔ ایک بار حضرت مرشدی مولائی مولانا نعیم الدین صاحب قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ حضور پر زکوٰۃ فرض نہیں، میرے نزدیک اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضور مالک ہیں سارے مسلمان حضور کے لونڈی غلام، مالک اپنے غلاموں کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا، چونکہ حضور کے لیے مصرف زکوٰۃ موجود نہیں اس لیے آپ پر زکوٰۃ فرض نہیں، عرض کیا پھر تو ہم پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں ہونی چاہیے کہ غلاموں پر زکوٰۃ فرض نہیں، فرمایا ہم لوگ عبد ماذون ہیں اور بعض خاص حالات میں ماذون غلام پر زکوٰۃ ہو جاتی ہے۔ ماذون غلام وہ ہے جسے کاروبار کی اجازت مولیٰ نے دے دی ہو، اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا۔ شعر

چاکر انش مہر پوشان فلک

بندگانش حور و غلمان و ملک

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم وجوبی تھا جس سے ان حضرات کا بچا ہوا مال

خیرات کر دینا فرض کر دیا گیا تھا۔ (برزۃ الناجح، ج ۵ ص ۷۹۲)

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول

(974) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ

اللہ ﷺ نے ایک غزوہ کا ارادہ کیا فرمایا: اے مہاجرین

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ أَرَادَ أَنْ يَغْزُوا.

وانصار کی جماعت تمہارے بھائیوں میں سے کچھ لوگ

فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، إِنْ مِنْ

إِخْوَانِكُمْ قَوْمًا لَيْسَ لَهُمْ مَالٌ وَلَا عَشِيرَةٌ. فَلْيَضْمَ أَحَدُكُمْ إِلَيْهِ الرَّجُلَيْنِ أَوْ الثَّلَاثَةِ. فَمَا لِأَحَدِنَا مِنْ ظَهْرٍ يُغْنِيهِ إِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ يَغْنَى أَحَدِهِمْ، قَالَ: فَضَمْتُ إِلَى الثَّلَاثِ أَوْ ثَلَاثَةَ مَا لِي إِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ أَحَدِهِمْ مِنْ بَحْلٍ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

ہیں جن کا مال ہے نہ خاندان۔ تو تم میں سے کوئی دو اور تین بھائیوں کو ملا لے تو ہم میں سے جس کی سواری تھی وہ بھی دوسروں کی طرح صرف اپنی باری پر سوار ہوتا فرمایا میں نے بھی اپنے ساتھ دو یا تین ملا لیے میرے لیے بھی باری تھی جس طرح میرے اونٹ پر ان کے باریوں تھیں۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب الرجل يتحمل مال غيره يغزو ج ۲ ص ۳۲۵ رقم: ۲۵۲۹ السنن الکبریٰ للبیہقی باب فضل النفقة فی سبیل اللہ عزوجل ج ۳ ص ۱۴۲ رقم: ۱۵۴۲ المستدرک للحاکم کتاب الجہاد ج ۲ ص ۳۹۰ رقم: ۱۲۵۱ مسند امام احمد مسند جابر بن عبد اللہ ج ۳ ص ۲۵۸ رقم: ۱۳۶۶ جامع الاصول لابن الفیر النوع الرابع فی اعانة الرقیق ج ۵ ص ۲۲ رقم: ۳۰۰۸)

شرح حدیث: مسافر کی مدد

حضرت سیدنا زبیر بن صالح بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا: ایک مرتبہ جب میں گھر آیا تو معلوم ہوا کہ میرے والد محترم حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑی شدت سے میرا انتظار کر رہے تھے، میں فوراً حاضر خدمت ہوا اور عرض کی: اے میرے والد محترم! کیا آپ میرا انتظار کر رہے ہیں؟ فرمایا: ہاں! تمہاری غیر موجودگی میں ایک شخص مجھ سے ملنے آیا تھا، میری خواہش تھی کہ تم بھی اسے دیکھ لیتے لیکن اب تو جا چکا۔ چلو! میں تمہیں اس کے متعلق کچھ بتا دیتا ہوں۔ آج دوپہر کے وقت میں گھر میں تھا کہ دروازے پر کسی کے سلام کرنے کی آواز سنائی دی، میں نے دروازہ کھولا تو سامنے ایک مسافر تھا جس نے پیوند لگا جبہ پہنا ہوا تھا۔ نیچے کے نیچے قمیص پہنی ہوئی تھی، نہ تو اس کے پاس زاد راہ رکھنے کا تھیلا تھا، نہ پانی پینے کے لئے کوئی برتن۔ سورج کی تیز دھوپ نے اس کا چہرہ جھلسا دیا تھا۔ میں نے فوراً اسے اندر بلایا اور پوچھا: تم کہاں سے اور کس حاجت کے تحت آئے ہو۔

کہنے لگا: حضور! میں مشرقی وادیوں سے آیا ہوں، میری دلی خواہش تھی کہ اس علاقے میں حاضری دوں، اگر یہاں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مکان نہ ہوتا تو ہرگز یہاں نہ آتا۔ میں صرف آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ میں نے کہا: تم اتنی شدید گرمی میں تنہا بے سروسامانی کے عالم میں سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے صرف مجھ سے ملاقات کے لئے آئے ہو؟ کہا: جی حضور! مجھے آپ کی زیارت کا شوق یہاں تک لے آیا ہے، اس کے علاوہ میرا یہاں آنے کا کوئی اور مقصد نہیں۔ مسافر کی باتیں سن کر میں بہت حیران ہوا۔ اور دل میں کہا: میرے پاس نہ تو درہم ہیں نہ ہی دینار کہ میں اس غریب مسافر کی مدد کرتا۔ اس وقت میرے پاس صرف چار روٹیاں تھیں میں نے اسے دیتے ہوئے کہا: اے بندہ خدا! میرے پاس درہم و دینار نہیں ورنہ ضرور تمہیں دیتا، صوف یہ چار روٹیاں میں نے کھانے کے لئے رکھی تھیں، تم یہ قبول کر لو۔ مسافر

نے کہا: حضور! آپ کی دید کا شربت پی لیا اب مجھے درہم و دینار کی فکر نہیں، باقی رہا روٹیوں کا معاملہ تو اگر میرا ان روٹیوں کو لے لیتا آپ کی خوشی کا باعث ہے تو بیڑا کا لے لیتا ہوں۔

میں نے کہا: اگر تم یہ روٹیاں قبول کر لو گے تو مجھے دلی خوشی ہوگی۔ مسافر نے وہ روٹیاں لیں اور کہا: حضور! مجھے امید ہے کہ آپ کی دی ہوئی روٹیاں مجھے اپنے شہر تک کافی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے۔ پھر میرے ہاتھوں کو چوم کر واپسی کی اجازت طلب کرنے لگا۔ میں نے اسے روانہ کیا اور کہا: جاؤ! میں نے تمہیں اللہ عز و جل کے سپرد کیا۔ پھر وہ رخصت ہو گیا میں باہر کھڑا اسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ حضرت سیدنا صالح بن احمد بن حنبل فرماتے ہیں: میرے والد اکثر اس مسافر کا تذکرہ کیا کرتے۔ (عیون الحکایات ۲۰۱)

(975) وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيرِ، فَيُذْجِي الضَّعِيفَ، وَيُذِفُ وَيَدْعُو لَهُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں پیچھے چلتے کمزور کو تیز کرتے یا پیچھے چلاتے اور اس کے دعا کرتے۔ اسے ابو داؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب فی لزوم السلة ج ۲، ص ۳۷، رقم: ۱۶۳۱: الادب للبیہقی: باب المواسات مع الاصحاب وخدمة بعضهم بعضا ج ۱، ص ۲۱۱، رقم: ۱۶۳۲: السند للعاکم: کتاب الجہاد ج ۲، ص ۲۱۲، رقم: ۱۶۳۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تمام سفروں جہاد وغیرہ میں صحابہ کرام کو آگے رکھتے تھے خود تواضع اور تعاون کے لیے پیچھے سفر کرتے تھے۔

یعنی سرکار ابد قرار کے پیچھے رہنے میں یہ حکمتیں تھیں کہ جو مسافر کمزوری کی وجہ سے لشکر کے پیچھے رہ جاتا یا کسی مسافر کی کوئی چیز رہ جاتی وہ خود سرکار لے آتے تھے اس کے علاوہ تمام صحابہ کو سامنے رکھ کر ان کے لیے دعائے خیر فرماتے تھے۔ سبحان اللہ! ایسے رحیم و کریم نبی پر جان قربان۔ شعر

چہ غم دیوار امت را کہ دارد چوں تو پستی بان

چہ باک از موج بحر آزا کہ دارد نوح کشتی بان

(بزم النایح، ج ۵، ص ۷۹۲)

سفر کے لیے سواری پر سوار ہو تو کیا کہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تمہارے لیے کشیوں اور چوپایوں سے سواریاں بنائیں (جن پر تم سوار ہوتے ہو)۔ تاکہ ان کی پشتوں پر تم بیٹھ جاؤ پھر بیٹھ جانے کے بعد اپنے رب کی نعمت یاد کرو اور کہو اس ذات کے یہ

27- بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَكِبَ دَابَّةً لِلْسَفَرِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ لِتَسْتَوُوا عَلَى ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا

إِلَى رَبِّنَا لِمُنْقَلِبُونَ (O) (الزخرف: 12-13).

پاک ہے جس نے اس کو ہمارے لیے مسخر کیا ہم اس کو مطیع کرنے والے نہ تھے۔ اور ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔

(976) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اسْتَوَى عَلَى بَعِيرِهِ خَارِجًا إِلَى سَفَرٍ، كَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ. اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا الْيُسْرَ وَالْتَّقْوَى، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى. اللَّهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هَذَا، وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ. اللَّهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ. اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ الْمُنْتَظَرِ، وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ وَالْوَلَدِ وَإِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيهِنَّ: أَيُّبُونَ تَأْيِبُونَ، عَائِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر پر جانے کے لیے اونٹ پر بیٹھتے تو تین بار تکبیر کہتے پھر کہتے وہ ذات پاک ہے جس نے ہمارے لیے اس کو مسخر کیا ہم اس کو مطیع بنانے والے نہ تھے یقیناً ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ ہم تجھ سے اپنے سفر میں بھلائی اور تقویٰ مانگتے ہیں۔ اور تیرا پسندیدہ عمل مانگتے ہیں۔ اے اللہ! ہم پر ہمارا سفر آسان کر دے اور اس کی دوری ہمارے لیے لپیٹ دے۔ اے اللہ! تو ہی سفر میں ساتھی ہے اور تو ہی گھردالوں کا نگہبان ہے۔ اے اللہ! میں سفر کی مشقت اور منظر کی پریشانی اور مال، اہل اور اولاد میں پلٹنے پر برائی دیکھنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور جب لوٹے تو یہی کہتے اور یہ اضافہ بھی فرماتے کہ ہم لوٹنے والے تو بہ کرنے والے ہیں اپنے رب کے لیے عبادت کرنے والے ہیں۔ تعریف کرنے والے۔ (مسلم)

مَعْلَى مُقْرِنِينَ: مُطِيقِينَ. وَالْوَعْثَاءُ بَفَتْحِ الْوَاوِ وَإِسْكَانِ الْعَيْنِ الْمُهِمْلَةِ وَبِالْثَاءِ الْمُثَلَّثَةِ وَبِالْمَدِّ وَهِيَ: الشِّدَّةُ. وَالْكَآبَةُ بِالْمَدِّ وَهِيَ: تَغْيِيرُ النَّفْسِ مِنْ حُزْنٍ وَنَحْوِهِ. وَالْمُنْقَلَبُ: الْمَرْجِعُ

مقرنین کا معنی ہے طاقت رکھنے والے۔ مطیع کرنے والے۔ وعشاء واو پر زبر عین مہملہ ساکن اور ثاء مثلثہ اور مد کے ساتھ اس کا معنی ہے سختی۔ الکآبۃ مد کے ساتھ غمی وغیرہ میں ہونے والی تبدیلی۔ پریشانی۔ منقلب اس کا مطلب ہے لوٹنا۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب ما یقول اذا ركب الی سفر الحج وغیرہ ج ۲ ص ۱۰۴ رقم: ۲۳۳۹ سنن ابوداؤد باب ما

یقول الرجل اذا سافر ج ۲ ص ۲۳۸ رقم: ۲۶۰۱ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب ما یقول اذا ركب ج ۵ ص ۲۵۱ رقم: ۱۰۶۱۵ سنن ترمذی

باب ما یقول اذا رکب الناقة: ج ۱ ص ۵۰۰ رقم: ۳۳۴ مسند امام احمد مسند عبد اللہ بن عمر: ج ۲ ص ۳۳۲ رقم: ۶۲۱۱

شرح حدیث: فرشتہ شریک سفر

حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے مظلوم، سرور معصوم، حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، جو ہمہ سوار سفر کے دوران اللہ عزوجل اور اسکے ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو ایک فرشتہ مسلسل اس کے ساتھ شریک سفر ہوتا ہے اور جو اس کے برعکس ہوتا ہے اسکا ردیف شیطان ہوتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب ما یقول اذا رکب دابة، رقم ۶۰۹۶، ج ۱ ص ۱۰، ۱۸۵)

اللہ عزوجل نظر رحمت

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سرکار والا اعتبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھے اپنی سواری پر اپنے ساتھ بٹھایا جب آپ سواری پر سکون سے تشریف فرما ہو گئے تو آپ نے اللہ اکبر، الحمد للہ اور سبحان اللہ تین تین مرتبہ اور لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ کہا اور نیچے ہو کر مسکرائے پھر میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا، جو شخص اپنی سواری پر سوار ہوتے وقت اسی طرح کرے جیسے میں نے کیا تو اللہ عزوجل اسکی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور اس سے خوش ہوگا۔

(المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، رقم ۳۰۵۸، ج ۱ ص ۷۰۷)

حضرت عبد اللہ بن مسرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر پر روانہ ہوتے تو سفر کی سختی، لوٹنے پر پریشانی، کمال کے بعد زوال، مظلوم کی بددعا اور اہل و مال میں برائی دیکھنے سے پناہ چاہتے تھے۔

(مسلم)

صحیح مسلم میں الحور بعد الکون نون کے ساتھ ہے اسی طرح ترمذی اور نسائی نے اسے روایت کیا۔ جب کہ ترمذی میں ہے الحور بعد الکور راء کے ساتھ معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔ علماء نے فرمایا: نون سے ہو یا راء سے دونوں صورتوں میں اس کا مطلب درستگی یا اضافہ کے بعد کی ہوتا ہے۔ علماء نے کہا راء سے ہو تو یہ تکویر العمامہ سے لیا گیا ہے جس کا معنی دستار لپیٹنا ہے

(977) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرَ يَتَعَوَّدُ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَأَلَةِ الْمُتَقَلِّبِ، وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ، وَدَعْوَةِ الْمَظْلُومِ، وَسُوءِ الْمُنْظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

هَكَذَا هُوَ فِي صَحِيحِهِ مُسْلِمٍ: الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْنِ بِالنُّونِ، وَكَذَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالتَّيْسَانِيُّ قَالَ التِّرْمِذِيُّ: وَيُرْوَى الْكَوْرُ بِالرَّاءِ، وَيَكْلَاهُمَا لَهُ وَجْهٌ قَالَ الْعُلَمَاءُ: وَمَعْنَاهُ بِالنُّونِ وَالرَّاءِ جَمِيعًا: الرُّجُوعُ مِنَ الرِّسْقَةِ أَوْ الزِّيَادَةِ إِلَى النِّقْصِ. قَالُوا: وَرِوَايَةُ الرَّاءِ مَا خُوذَتْ مِنْ تَكْوِيرِ الْعِمَامَةِ وَهُوَ لَفْظُهَا وَجَمْعُهَا. وَرِوَايَةُ النُّونِ مِنَ الْكَوْنِ

مَصْدَرٌ كَانَ يَكُونُ كَوْنًا: إِذَا وَجِدَ وَاسْتَقَرَّ۔ اور جمع کرنا ہے۔ اور نون والی روایت سے کون یہ کَانَ یَكُونُ سے کی مصدر ہے۔ جب کوئی چیز موجود اور ثابت ہو جائے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب ما یقول اذا ركب الی سفر الحج وغیرہ ج ۲ ص ۱۰۵ رقم: ۳۳۲۰ مسند عبد بن حمید مسند عبد اللہ بن سرجس ص ۱۸۲ رقم: ۵۱۰ سنن النسائی الکبیری باب الاستعاذۃ من دعوة المظلوم ج ۲ ص ۳۵۹ رقم: ۴۳۴۰ سنن ترمذی باب ما یقول اذا خرج مسافر ج ۱ ص ۳۴۴ رقم: ۲۳۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: (سفر کے نقصانات سے) وعشاء و عث سے بنا بمعنی نقصان یا وہ مشقت جو رب کے ذکر اور آخرت کی فکر سے روک دے، چونکہ سفر گو سفر یعنی دوزخ کا ٹکڑا ہے اس کے لیے یہ دعا فرماتے۔

(اور واپسی کی تکالیف سے) اس طرح کہ جب گھر لوٹوں تو کوئی نقصان نہ چیز نہ دیکھوں، اسی طرح جب سفر دنیا سے وطن آخرت کی طرف واپس جاؤں تو کوئی مصیبت نہ اٹھاؤں، اس دعا میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے وَ سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔

(بھلائی کے بعد برائی سے) کوہر عمامہ کے پیچ کو کہتے ہیں اور حور اس پیچ کا کھل جانا یعنی زیادتی کے بعد نقصان، اصلاح کے بعد فساد، جمع ہونے کے بعد بکھرنا، جماعت میں ہونے کے بعد الگ ہو جانا، آرام کے بعد تکلیف، بھلائی کے بعد برائی، ثابت قدمی کے بعد بدل جانا ان سب سے تیری پناہ، رب تعالیٰ فرماتا ہے: إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ اور فرماتا ہے: يَكُوِّرُ الْإِيلَ عَلَى السَّهَارِ۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ترقی کے بعد تنزل، توبہ کے بعد گناہ، ذکر کے بعد غفلت، حاضری کے بعد غائب ہو جانا ان سب سے پناہ۔ (لمعات، مرقات مع زیادت)

(مظلوم کی بددعا سے) چونکہ سفر میں ساتھیوں سے جھگڑے بھی ہو جاتے ہیں، خصوصاً عرب میں پانی پر اور کبھی ان جھگڑوں میں ظلم بھی ہو جاتا ہے اس لیے سفر کے موقعوں پر مظلوم کی بددعا سے خصوصیت سے پناہ مانگی گئی، مظلوم کی بددعا اور قبولیت کے درمیان حجاب نہیں۔ (برزۃ الناجح، ج ۲ ص ۳۹)

(978) وَعَنْ عَلِيٍّ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ: شَهِدْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الزَّكَابِ، قَالَ: بِسْمِ اللَّهِ، فَلَمَّا اسْتَوَى عَلَى ظَهْرِهَا، قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلَى

حضرت علی بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا آپ کے پاس جانور سواری کے لیے لایا گیا۔ آپ نے پاؤں رکاب میں رکھا تو کہا بسم اللہ جب اس کی پشت پر بیٹھ گئے۔ تو کہا "اس اللہ کے لیے حمد ہے جس نے اس کو ہمارے لیے مسخر کیا

رَبَّنَا الْمُنْقَلِبُونَ ثُمَّ قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ،
ثُمَّ قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ:
سُبْحَانَكَ إِلَى ظِلْمَتِكَ نَفْسِي فَأَغْفِرْ لِي إِنَّهُ لَا
يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، ثُمَّ صَوَّكَ، فَبَيَّنَ: يَا أَمِيرَ
الْمُؤْمِنِينَ، مِنْ أَتَى شَيْئاً صَوَّكَتَ، قَالَ: رَأَيْتُ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّ كَمَا فَعَلْتُ ثُمَّ
صَوَّكَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مِنْ أَتَى شَيْئاً
صَوَّكَتَ، قَالَ: إِنَّ رَبَّكَ تَعَالَى يَعْجَبُ مِنْ عَبْدٍ إِذَا
قَالَ: اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ
غَيْرِي رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ
حَسَنٌ، وَفِي بَعْضِ النُّسخ: حَسَنٌ صَوِّحٌ. وَهَذَا لَفْظُ
أَبِي دَاوُدَ.

ہم اس کو مطیع کرنے والے نہ تھے اور یقیناً ہم اپنے رب
کی طرف پلٹنے والے ہیں“ پھر آپ نے تین بار الحمد للہ
کہا پھر اللہ اکبر تین بار کہا: ”پھر فرمایا: پاک ہے تیری
ذات میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو میری مغفرت فرما
تیرے بغیر مغفرت کرنے والا کوئی نہیں۔ پھر معمولی آواز
کے ساتھ ہنسے۔ کہا گیا کہ اے امیر المؤمنین! آپ کس
چیز پر ہنسے تو فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ جیسا
آپ نے کیا جیسا کہ میں نے کیا ہے پھر آپ مسکرائے تو
میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کس چیز پر ہنسے؟
فرمایا کہ تیرا رب تعالیٰ اپنے بندے سے خوش ہوتا ہے
جب بندہ کہتا ہے اے میرے رب میرے گناہ بخش
دے تو اللہ فرماتا ہے کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا
کوئی گناہ کو نہیں بخشتا۔ ابوداؤد اسے ترمذی نے روایت کیا
اور کہا یہ حدیث حسن ہے اور بعض نسخوں میں ہے کہ یہ حسن
صحیح ہے۔ یہ ابوداؤد کے لفظ ہیں۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب ما يقول الرجل اذا ركب ج ۲ ص ۳۲۹ رقم: ۲۶۰۴ سنن ترمذی: باب ما يقول اذا
ركب الناقة ج ۵ ص ۵۰۱ رقم: ۳۲۸۶ سنن الکبیری للنسائی: باب التسمية عند ركوب الدابة والتحصيل والدعاء ج ۵ ص ۲۴۰ رقم:
۳۴۱۱ مسند ابوداؤد الطيالسی: احادیث علی بن ابی طالب ص ۲۰ رقم: ۱۲۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

لفظ دابة ہر جانور کو کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِثْقُهَا مگر اصطلاح میں
دابة گھوڑے کو کہا جاتا ہے وہ ہی یہاں مراد ہے آپ کی خدمت میں گھوڑا حاضر کیا گیا تھا۔ اور رکاب بمعنی آہ رکوب جس
میں پاؤں رکھ کر سوار ہوتے ہیں۔

(اس اللہ کے لیے حمد ہے) یہ حمد سواری ملنے کے شکریہ پر ہے یعنی خدا یا تیرا شکر ہے کہ تو نے ہماری آسانی کے لیے
ہم کو سواری بخشا، بہت لوگ مجبوراً پیدل سفر کرتے ہیں۔

(یقیناً ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں) یہ قرآن شریف کی آیت (کا ترجمہ) ہے، اس کی شرح ابھی فصل اول

میں گزر گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ مولیٰ ان قوی جانوروں کا ہم کمزور انسانوں کے قبضہ میں آ جانا تیری مہربانی سے ہے ہم تو پھر مکھی کو تابع نہیں کر سکتے، پھر ہم پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ ہم کو خود اپنے ہاتھ پاؤں پر بھی اختیار و قبضہ نہ رہے گا یعنی بعد موت ہم کو وہ وقت یاد ہے، ہم اس نعمت پر متکبر نہیں تیرے شکر گزار ہیں۔ سبحان اللہ! کیسی جامع اور بر محل دعا ہے۔

(میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا) یعنی میری خطاؤں و گناہوں کے باوجود تو نے مجھے یہ سواری وغیرہ کی نعمتیں بخشیں تو مجھے امید ہے کہ تو اپنے کرم سے مجھے معافی بھی دے دے گا میں نے وہ ہی کیا جو گنہگار کرتے ہیں تو وہ ہی کر جو ستار و غفار کی شان ہے۔

(پھر آپ مسکرائے) یعنی مسکرائے ٹھٹھا نہ لگایا، مسکرانا اظہار خوشی کے لیے ہوتا ہے ٹھٹھا دل کی غفلت سے اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے بہت تھے ٹھٹھا کبھی نہ لگا اور میں قوی و عملی سنتوں پر عمل کر رہا ہوں اس موقع پر یہ دعا مانگنا سنت قوی ہے اور اس وقت تبسم کرنا سنت عملی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی نقل کرتے تھے اسے ثواب سمجھتے تھے اور یہ بھی پتہ لگا کہ حضور علیہ السلام کی ہر سنت پر عمل کرنا باعث ثواب ہے حتیٰ کہ ہنسا اور رونا بھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت میں ہنس رہا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کی موافقت میں تبسم فرمایا تھا تو یہ عملی سنت رسول بھی ہے اور سنت الہیہ بھی، رب تعالیٰ تعجب کرنے، ہنسنے سے پاک ہے اس لیے وہاں ان الفاظ کے معنی ہوتے ہیں خوش ہونا۔ رب تعالیٰ کی رضا خوشی اس کی شان کے لائق ہے، ہماری رضا و خوشی ہماری حیثیت کے موافق ہے۔

(کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی گناہ کو نہیں بخشتا) معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ اس بندے سے بہت راضی و خوشی ہوتا ہے جو اپنے کو بے کس و گنہگار جانے اور رب تعالیٰ کو قادر و غفار جانے، یہ ہی حال بارگاہِ مصطفویٰ کا ہے کہ وہاں بھی بے کسی پر رحم بہت ہوتا ہے۔ شعر

دیکھی جو بے کسی تو نہیں رحم آگیا
گھبرا کے ہو گئے وہ گنہگار کی طرف

خیال رہے کہ گناہ تو اللہ تعالیٰ ہی بخشتا ہے، اس کے محبوب بندے شفاعت تو کرتے ہیں مگر براہ راست گناہ بخشتے نہیں مگر حقوق بندے بھی معاف کر سکتے ہیں، میں اپنا قرض یا خون معاف کر سکتا ہوں لہذا حدیث بالکل واضح ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے گناہ یا کفارے معاف فرمادیے وہ باذن الہی تھے، ان معافیوں کی بہت مثالیں ہیں جو ہم نے اپنی کتاب "سلطنت مصطفیٰ" میں بیان کی ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۴ ص ۵۱)

28- بَابُ تَكْبِيرِ الْمُسَافِرِ إِذَا صَعِدَ الثَّنَايَا

مسافر جب بلندی وغیرہ پر چڑھے تو

تکبیر کہے اور جب پستی میں اترے تو

وَسَبَّحَهَا وَتَسْبِيحَهُ إِذَا هَبَطَ الْأَوْدِيَةَ

وَنَحْوَهَا وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُبَالَغَةِ بَرْفُجِ
الصَّوْتِ بِالتَّكْبِيرِ وَنَحْوِهِ

تسبیح پڑھے اور تکبیر وغیرہ کے ساتھ
زیادہ آواز بلند کرنا منع ہے

(979) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا، وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب ہم اترتے تو تسبیح کہتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب التسبیح اذا هبط وادیا، ج ۳، ص ۵۰، رقم: ۲۱۳۳ جامع الاصول لابن اثیر، الفصل السابع فی ادعیة السفر واللغول، ج ۲، ص ۲۱۰، رقم: ۲۲۸۸ مشکوٰۃ المصابیح، باب الدعوات فی الاوقاف، الفصل الثالث، ج ۲، ص ۵۲، رقم: ۲۲۸۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی ہم سفر میں جب کسی ٹیلے پر چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کہتے تھے کہ وہ رب کریم تمام اونچوں سے بڑا ہے اور جب ٹیلی زمین پر اترتے تھے تو سبحان اللہ کہتے تھے کہ رب تعالیٰ نزول اور اترنے سے پاک ہے کہ اس میں کمی و نقصان کا شائبہ ہے۔ اسے ابو داؤد، نسائی نے بھی روایت کیا۔ (برآۃ المناجیح، ج ۲، ص ۷۰)

(980) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجِيئُ شُهُ إِذَا عَلُوا الشَّاتَا كَبَّرُوا، وَإِذَا هَبَطُوا سَبَّحُوا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے لشکر جب (بلندیوں) گھاٹیوں پر چڑھتے تو تکبیر کہتے اور جب پستی میں اترتے تو تسبیح کہتے۔ اسے ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

تخریج حدیث: (سان ابو داؤد، باب ما يقول الرجل اذا سافر، ج ۲، ص ۳۲۸، رقم: ۲۱۰۱ جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی، ج ۲، ص ۵۰، رقم: ۱۰۴۱ مصنف عبدالرزاق، باب القول فی السفر، ج ۵، ص ۱۶۰، رقم: ۹۲۴۵)

شرح حدیث: نعرۂ تکبیر کی برکت

حضرت سیدنا محمد سمین علیہ رحمۃ اللہ البین فرماتے ہیں: ایام ریاضت میں میری کیفیت یہ تھی کہ جو بھی عمل کرتا اسے مستقل کرتا۔ ایک مرتبہ میں مجاہدین کے ایک لشکر کے ساتھ جہاد پر گیا۔ دشمنوں کے بہت بڑے رومی لشکر نے مسلمانوں پر زبردست حملہ کیا اور غالب آنے کی بھرپور کوشش کرنے لگے۔ رومی لشکر کی کثرت دیکھ کر مسلمان مجاہدین پر خوف کی سی کیفیت طاری ہونے لگی۔ میں بھی خوف محسوس کر رہا تھا، میرا نفس مجھے اپنے وطن کی یاد دلا رہا تھا۔ جب نفس نے بہت زیادہ بزدلی کا مظاہرہ کیا تو میں نے اسے ڈانٹا اور شرم دلاتے ہوئے کہا: اے نفس کذاب! تو تو دعویٰ کرتا تھا کہ تو بہت عبادت گزار اور مجاہدات کا شوقین ہے۔ اب جب وطن سے دور آ گیا ہے تو بزدلی کا مظاہرہ کر رہا ہے حالانکہ یہی تو موقع ہے کہ تو

اپنے شوق کا مظاہرہ کرے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے تجھے شرم آنی چاہیے۔

پھر میرے دل میں خیال آیا کہ سامنے نہر میں اتر جاؤں اور غسل کروں۔ چنانچہ میں نے غسل کیا اور باہر آ گیا۔ اب میری کیفیت ہی کچھ اور تھی۔ جذبہ شوق میرے رویں رویں سے عیاں تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر میرے اندر اتنا جذبہ کہاں سے آ گیا۔ میں نے اپنا اسلحہ زیب تن کیا اور میدان جنگ میں گھس کر بڑی شدت سے دشمنوں کی صفوں پر حملہ کیا۔ میں خود نہیں جانتا تھا کہ کس طرح لڑ رہا ہوں۔ میں دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا ان کے پیچھے چلا گیا اور نہر کے قریب پہنچ کر اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدا میں بلند کیں۔ دشمنوں نے تکبیر کی آواز سنی تو ان کے ہوش اڑ گئے، وہ سمجھے کہ شاید مسلمانوں کی ٹمک (یعنی مدد) کے لئے مجاہدین کی فوج پہنچ چکی ہے۔ پھر رومی فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ دُوم دہا کر بھاگ گئے۔ مسلمان مجاہدین نے ان پر بھرپور حملہ کیا۔ نعرہ تکبیر کی برکت سے اس جنگ میں رومیوں کے چار ہزار سپاہی مارے گئے اور اللہ رب العزت نے میرے اس نعرہ کو مسلمانوں کی فتح و نصرت کا سبب بنا دیا۔

(میںوں الحکایات ۶۳)

انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب حج یا عمرہ سے واپس پلٹتے تو جب بھی کسی چوٹی یا بلندی پر چڑھتے تو تین بار اللہ اکبر کہتے پھر کہتے اللہ اکبر کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے یہ بادشاہی ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ ہم لوٹنے والے ہیں تو پہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے ہیں سجدہ کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی حمد بیان کرنے والے ہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اس کیلئے تمام گروہوں کو شکست دی۔ (متفق علیہ) اور مسلم شریف کی ایک روایت ہے کہ جب بڑے لشکروں حج یا عمرہ سے واپس لوٹتے۔

(981) وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ، كُلَّمَا أَوْفَى عَلَى تَلِيٍّ أَوْ فَدَفٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. أَيُّبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، سَاجِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ، صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: إِذَا قَفَلَ مِنَ الْحَجِّ أَوْ الْوُشِ أَوْ الشَّرَايَا أَوِ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ.

اوفی کا معنی ہے بلندی پر چڑھتے۔ فدخدونوں جگہ فاپر زبر ہے دال ساکن اور آخری دال کے ساتھ بھی اس کا معنی ہے زمین کا سخت اور بلند حصہ۔

قَوْلُهُ: أَوْفَى آتَى: اِرْتَفَعَ، وَقَوْلُهُ: فَدَفٍ هُوَ بَفَتْحِ الْفَائِيْنِ بَيْنَهُمَا دَالٌ مُهْمَلَةٌ سَاكِنَةٌ، وَآخِرُهُ دَالٌ أُخْرَى وَهُوَ: الْغَلِيظُ الْمُرْتَفِعُ مِنَ الْأَرْضِ

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب ما یقول اذا رجع من الحج او العمرة ج ۲ ص ۱۰۵ رقم: ۱۷۱۷ صحیح مسلم باب ما یقول اذا قلل من سفر الحج وغیره ج ۲ ص ۱۰۵ رقم: ۲۲۲۲ سنن ابو داؤد باب فی التکبیر علی کل شرف فی المسیر ج ۲ ص ۳۳ رقم: ۲۷۷۲ الاداب للبیہقی باب ما یقول فی القفول ج ۱ ص ۳۰۰ رقم: ۱۵۹ مؤطا امام محمد باب القفول من الحج او العمرة ج ۲ ص ۳۱ رقم: ۵۱۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی اپنے ہر سفر سے واپسی میں یہ فرماتے، مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نبوت سفر دنیا کے لیے کیے ہی نہیں بلکہ آپ کے سفر ان تین قسموں کے ہی ہوئے اس لیے راوی نے اس طرح بیان کیا۔

(بلندی پر چڑھتے تو تین بار اللہ اکبر کہتے) تاکہ اس کی حمد مطابق حال کے ہو کیونکہ اس وقت خود زمین سے بلند ہو رہے ہیں اس لیے اللہ کی بلندی کا ذکر کیا اور اترتے وقت رب کی تسبیح پڑھتے تھے۔

(وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے) ان کلمات کی شرح بارہا ہو چکی ہے یہ جوتھے کلمے کے الفاظ ہیں اور رب تعالیٰ کی بہترین حمد اس موقع پر یہ اس لیے پڑھا گیا تاکہ معلوم ہو کہ ہمارا بخیریت لوٹنا رب تعالیٰ ہی کی قدرت سے ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان کی موت تعجب نہیں بلکہ اس کی زندگی تعجب ہے کہ اتنی آفتوں میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود کیسے جینا ہے اور کیسے چلنا پھرنا ہے۔

(اور اپنے رب کی حمد بیان کرنے والے ہیں) یعنی ہم بفضلہ تعالیٰ بخیریت اپنے وطن کو لوٹ رہے ہیں اور اس سرزمین میں جو عبادتوں میں کوتاہی ہو گئی ہو اس سے توبہ کرتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ ہمیشہ رب کے عابد اور اس کے حضور ساجد رہیں گے۔ ترمذی کی روایت میں بجائے ساجد ذن کے ساجدون ہے، سیح سے مشتق بمعنی پانی کا بہنا یعنی ہم مطلوب کی طرف باسانی جا رہے ہیں۔

(اس اکیلے نے تمام گرد و ہوں کو شکست دی) اس میں خدا کی تین نعمتوں کا ذکر ہے: ایک اسلام کے غلبے کا وعدہ فرمانا ہے اور اسے پورا کر دینا۔ دوسرے اپنے بندہ خاص حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری مدد صحابہ کے ذریعہ اور باطنی مدد ہواؤں اور فرشتوں کے ذریعہ فرمانا اور تیسرے غزوہ احزاب جسے غزوہ خندق بھی کہتے ہیں اس میں کفار کے لشکر جزا کو تیز ہوا سے بھگا دینا اور نہ مسلمان اس وقت بچ نہ سکتے تھے کیونکہ بارہ ہزار کفار کا لشکر مدینہ منورہ پر باہر سے حملہ آور ہوا تھا اور ادھر خود مدینہ کے یہود نے عہد شکنی کر کے مسلمانوں کو فتنہ کرنے کی ٹھان لی تھی، اندیشہ تھا کہ اس موقع پر مسلمان ان بیرونی اور اندرونی دشمنوں میں پھنس کر ایسے پس جاتے تھے جیسے چکی میں دانہ، رب تعالیٰ خود فرماتا ہے: اِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودُ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا اور ہو سکتا ہے کہ احزاب سے مراد کفار کی ساری جماعتیں ہوں۔ (مراۃ المناجیح ج ۲ ص ۳۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یک آدمی

(982) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

رجلاً قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَسَافِرَ فَأَوْصِنِي، قَالَ: عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالتَّكْوِينِ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ: اللَّهُمَّ اطْوِلْ لَهُ الْبُعْدَ وَخَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا ارادہ ہے کہ میں سفر کروں مجھے نصیحت فرمائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا تو اللہ کے تقویٰ کو اور ہر ٹیلہ پر نگہیر کہنے کو لازم پکڑ۔ پس جب وہ آدمی واپس مڑا تو اس نے دعا کی اے اللہ اس کے لیے دوری سمیٹ دے اور اس پر سفر آسان کر۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

مخرج حدیث: (سنن ترمذی) باب ما يقول اذا ودع انسانا، ج ۵ ص ۵۰۰، رقم: ۳۰۰۰، صحيح ابن حبان، باب السفر ج ۲ ص ۲۰۰، رقم: ۲۰۰، مسند امام احمد، مسند ابن هرويرق، ج ۱ ص ۱۰۰، رقم: ۱۰۰، مسند البزار، مسند ابن هرويرق، ج ۱ ص ۱۰۰، رقم: ۱۰۰، مسند الترمذی، باب التوديع، ج ۵ ص ۲۰۰، رقم: ۱۰۰۰.

شرح حدیث: حکیم الثمٹ حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(مجھے کچھ وصیت فرمائیے) جس پر میں سفر میں عمل کرتا رہوں، وصیت اگرچہ مرتے وقت کے کلام کو کہتے ہیں جس کا تعلق بعد موت سے ہو مگر کبھی تاکید حکم کو بھی وصیت کہہ دیتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: يَوْمَئِذٍ أَتَىٰ لُحُودُهُمْ اور کسی آخری حکم کو بھی یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں یعنی مجھے تاکید نصیحت فرمادیں، یا آخری نصیحت فرمادیں کیوں کہ اب میں بارگاہ عالی سے رخصت ہو رہا ہوں نہ معلوم اب حاضری میسر ہو یا نہ ہو۔

(ہر بلندی پر نگہیر کہو) یعنی ہر جگہ ہر حال میں خوفِ خدا دل میں رکھو کہ یہ تمام نیکیوں اور گناہوں سے بچنے کی اصل ہے اور دورانِ سفر میں جب کسی ٹیلہ یا پہاڑی پر چڑھو تو اللہ اکبر کہہ لو، غرض دل و زبان دونوں کا انتظام فرمادیا، چڑھتے وقت نگہیر کہنے کی حکمتیں ابھی کچھ پہلے عرض کی جا چکی ہیں۔

(اس کے لیے دوری لپیٹ دے) اس طرح کہ دراز سفر سے مختصر معلوم ہو یا واقعی بڑی مسافت اس کے لیے چھوٹی ہو جائے۔ کراماتِ اولیاء معجزاتِ انبیاء سے یہ بھی ہے کہ ان کے لیے زمین لپٹ جاتی ہے قرآن کریم فرما رہا ہے کہ حضرت آصف برخیا تختِ بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے شام میں لے آئے کہ گئے بھی لوٹ بھی آئے، قرآن کریم فرماتا ہے: اَنَا اَتَيْتُكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرَفُكَ۔

(اس پر سفر آسان کر) یہ تعیم بعد تخصیص ہے یعنی وہ نعمت بھی دے اور ہر طرح اسے آسانی میسر فرما۔

(مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۵۵)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم

(983) وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَكُنَّا إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى وَادٍ هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا وَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، ارْزِعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، إِنَّهُ مَعَكُمْ، إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ.

ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ہم کسی وادی پر چڑھتے تو لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہتے اور ہماری آوازیں بلند ہو جاتیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو اپنے آپ کو اطمینان سے رکھو۔ کیونکہ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے وہ تمہارے ساتھ ہے وہ سننے والا اور قریب ہے۔ (متفق علیہ)

ارْزِعُوا بِفَتْحِ الْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ آي: ارْزِعُوا بِأَنْفُسِكُمْ.

اربعوا باء موحده پر زبر کے ساتھ اس کا معنی ہے اپنے آپ پر زری کرو۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب ما یکره من رفع الصوت فی التکبیر ج ۵ ص ۵۵ رقم: ۲۱۱۲ صحیح مسلم باب استعجاب خفض الصوت بالذکر ج ۵ ص ۴۲ رقم: ۵۲۴ السنن الکبریٰ للبیہقی باب الاختیار ج ۲ ص ۱۸۴ رقم: ۳۱۳۲ سنن الکبریٰ للنسائی باب التکبیر علی الشرف من الارض ج ۵ ص ۲۵۵ رقم: ۸۸۲۲ مسند امام احمد حدیث ابی موسیٰ الاشعری ج ۲ ص ۲۴ رقم: ۱۹۵۲۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہتے) اس طرح کہ جوش کے ساتھ تکبیر کے نعرے لگانے لگے نعرہ تکبیر اللہ اکبر یہ نعرے برکت کے لیے تھے نہ کہ کسی خوشی کی وجہ سے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ یہ سفر غزوہ خیبر کا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام کے خیبر فتح فرمانے تشریف لے جا رہے تھے جیسا کہ دوسرے مقامات پر اس کی تصریح ہے۔ اے لوگو اپنے آپ کو اطمینان سے رکھو (یہاں شیخ نے لمعات اور اشعة اللمعات میں فرمایا کہ اس نعرہ تکبیر سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا اس لیے نہ تھا کہ ذکر بالجہر منع ہے بلکہ اس لیے تھا کہ صحابہ پر سفر کرتے ہوئے یہ نعرے تکلیف کا باعث تھے اسی لیے فرمایا اپنی جانوں پر زری کرو ورنہ بہت موقعہ پر صحابہ کرام بلکہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خوب بلند آواز سے ذکر الہی کرتے تھے۔ چنانچہ جماعت نماز کے بعد چیخ کر ذکر کرتے تھے، صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ کے دوران نعرہ تکبیر لگاتے تھے، نیز اس سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یہ تھا کہ خیبر پر ہم اچانک جا پڑیں لوگوں کو اس حملہ کی خبر بھی نہ ہو سکے تاکہ کفار تیاری نہ کر سکیں اور بہت کم خون خرابہ ہو اور خیبر فتح ہو جائے اس نعرہ سے یہ مقصد فوت ہو جاتا۔ بہر حال ذکر بالجہر منع کرنے والوں کی یہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی۔ ذکر بالجہر کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے۔

(وہ سننے والا اور قریب ہے) یہاں ذکر بالجہر مفید نہیں، رب تعالیٰ تو آہستہ ذکر بھی سنتا ہے بلکہ تمہیں نقصان دہ ہے کہ تم اس وقت ذکر سے تھک جاؤ گے اور تمہارا دشمن تمہاری آمد پر مطلع ہو جائے گا اس لیے آہستہ ذکر کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس لیے جی کر اللہ کا کرنا خدا تعالیٰ آیتہ قرین نہیں مانتے سب ہمارے مقبول ہے ۔
 باہر تو اپنے نفس اور دوسرے غفلوں کو جگانے ، شیطان کو بھگانے ، درود کو اپنے ایمان کا گواہ بنانے سے یہ ہوتا ہے ۔
 اس پر موقعہ پر مقرر ہے ۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہماری شہرگ سے زیادہ قریب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس کا علم ، قدرت ، رحمت قریب و نہ حق تعالیٰ قرب مکانی سے پاک ہے ، اس کی تفسیر وہ آیت ہے اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۔

یعنی تم جو اپنے دل میں لاحول شریف پڑھ رہے ہو ہم اس پر مطلع ہیں اس کے فضائل سے تم کو اطلاع دیتے ہیں ۔ خیال رہے کہ لاحول شریف میں انسان اپنی انتہائی بے بسی کا اقرار اور رب تعالیٰ کی انتہائی قدرت کا اعتراف کرتا ہے یہ ہی بندگی کا مدار ہے اسی لیے یہ جنت کا خزانہ ہے ۔ حول کے معنی ہیں ظاہری طاقت ، قوۃ کے معنی ہیں باطنی قدرت یا حول سے مراد ہے دفع شر کا حیلہ اور قوت سے مراد ہے خیر حاصل کرنے کا ذریعہ یعنی بندے میں بغیر رب تعالیٰ کی مدد کے نہ ظاہری طاقت ہے نہ اندرونی قوت ، اس کے بغیر کرم بندہ نہ گناہوں سے بچ سکتا ہے نہ نیکیاں کر سکتا ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی دین ، اس کے کرم سے بندہ میں ظاہری باطنی طاقتیں آسکتی ہیں جیسا کہ اولیاء و انبیاء کے کرامات و معجزات سے معلوم ہوتا ہے ۔ حضرت سیمان نے تین میل سے دور چیونٹی کی آواز سن کر سمجھ لی ، حضرت آصف بن برخیا پل بھر میں یمن سے تخت بلقیس لے آئے یہ ربانی طاقتیں رحمانی عطا سے تھیں ، بجلی کے بلب ، ٹکھے ، مشین وغیرہ بغیر پاور محض بیکار ہیں پا ۔ آجائے تو بہت طاقتور ہو جاتے ہیں ، بجلی کا تار آدمی کیا ہاتھی کو ہلاک کر دیتا ہے ۔ قرآن کریم میں جو من دون اللہ کی برائیاں آتی ہیں یہ وہی ہیں جو خدا سے الگ اور دور ہیں ، رب تعالیٰ نے فرمایا : وَجَدَ مِنْ دُونِهِمْ اُمُوًّا کَیْنِ تَذُوذَانِ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے مردوں سے الگ دور دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانور پکڑے کھڑی تھیں ، دیکھو دون کے معنی الگ یا دور ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلموں کو خزانہ اسی لیے فرمایا کہ یہ کلمے جنتی نعمتوں کے خزانے ملنے کے سبب ہیں یا اللہ تعالیٰ نے دوسری قوموں سے یہ کلمات ایسے چھپائے تھے جیسے خزانے غیروں میں چھپائے جاتے ہیں ۔ (برآۃ النجیح ج ۳ ص ۵۲)

29- بَابُ اسْتِحْبَابِ الدَّعَاءِ فِي السَّفَرِ سفر میں دعا کا مستحب ہونا

(984) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ وَلَيْسَ فِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ: عَلَى وَلَدِهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں ۔ ان میں کوئی شک نہیں ۔ مظلوم کی دعا ، مسافر کی دعا ، والد کی دعا اولاد کے خلاف ۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے ۔ اور ابو داؤد کی روایت میں علی ولیدہ کے الفاظ نہیں ۔

(تخریج حدیث: سنن ابوداؤد: باب الدعاء بظہر الغیب ج ۲ ص ۵۶۲ رقم: ۱۵۲۸ سنن ترمذی: باب ما جاء فی دعوة الوالدین ج ۲ ص ۲۱۲ رقم: ۱۹۰۵ مسند امام احمد بن حنبل: مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۵۸ رقم: ۵۰۱ الادب المفرد لمباری باب دعوة الوالدین ص ۲۵ رقم: ۲۲ مسند عبد بن حمید من مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ص ۴۱۶ رقم: ۱۳۲۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ پہلی حدیث میں تین دعا کرنے والوں کا ذکر تھا۔ اور یہاں تین دعاؤں کا تذکرہ ہے، یعنی یہ تین دعائیں بذات خود قابل قبول ہیں اور اپنے فاعلوں کی برکت سے بھی لائق قبول، اسی لیے وہاں عدل اور روزے کا ذکر فرمایا جس میں فاعل بہ تکلف مشقت اٹھاتا ہے۔ یہاں مسافر اور باپ کا ذکر ہے جس میں تکلف و مشقت نہیں۔ (مرقات)

اولاد کے حق میں باپ کی دعا قبول ہے اور بددعا بھی مگر چونکہ باپ اکثر دعائیں ہی دیتا ہے اس لیے دعاء کا ذکر فرمایا، والد سے مراد ماں باپ دونوں ہیں دادا بھی اس میں داخل ہے کہ بالواسطہ وہ بھی والد ہے ماں کی دعا بہت زیادہ قبول ہوتی ہے۔

یوں تو مسافر کی بحالت سفر تمام دعائیں ہی قبول ہیں مگر اپنے محسن کے لیے دعا اور اپنے ستانے والے پر بددعا بہت قبول ہے۔ (مرقات) اسی طرح مظلوم کی بددعا قبول مگر ستانے والے کے لیے بددعا اور امداد کرنے والے یا بچانے والے کے لیے دعاء بہت قبول ہے۔ (مزاۃ الناجح ج ۳ ص ۴۷۳)

آدمی جب لوگوں وغیرہ سے

ڈرے تو کیا دعا کرے؟

30- بَابُ مَا يَدْعُو بِهِ إِذَا

خَافَ نَاسًا أَوْ غَيْرَهُمْ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کو جب کسی قوم سے خوف ہوتا تو آپ یہ فرماتے: اے اللہ! ہم تجھے (اپنے دفاع کے لیے) ان کے سامنے کرتے ہیں اور تیرے ساتھ ان کی شرارتوں سے ہم پناہ پکڑتے ہیں۔ اسے ابوداؤد اور نسائی نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

(985) عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَافَ قَوْمًا، قَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ مُخَوِّرِهِمْ، وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ.

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب ما يقول اذا خاف قوما ج ۲ ص ۵۶۲ رقم: ۱۵۲۹ سنن الکبزی للنسائی: باب الدعاء اذا خاف قوما ج ۲ ص ۱۸۸ رقم: ۸۶۳۱ السنن الکبزی للبیہقی: باب ما يقول اذا خاف قوما ج ۲ ص ۲۵۳ رقم: ۱۰۶۲۲ صحیح ابن حبان: باب الخروج وکیفیۃ الجہاد ج ۱ ص ۱۱۲ رقم: ۳۰۶۵ مسند امام احمد: حدیث ابی موسیٰ الاشعری ج ۲ ص ۴۱۶ رقم: ۱۰۶۳۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ آپ کو پتہ چلتا کہ فلاں قوم ہمارے خلاف سازش یا جنگی تیاری کر رہی ہے۔ خیال رہے کہ خوف بہت

طرح کا ہے خوف اطاعت و بندگی صرف رب تعالیٰ کا ہی ہونا چاہیے اور خوف نفرت شیطان و غیرہ دشمنوں سے اور خوف بمعنی خطرہ تکلیف ہر خطرناک چیز سے ہو سکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو وادی سینا میں سانپ سے خوف ہوا، آپ نے فرعونوں سے خوف کیا یہ واقعات اس آیت کے خلاف نہیں لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ کہ وہاں خوف اطاعت مراد اس ہی کی نفی ہے اور خوف بمعنی خطرہ۔

نحر سیدہ کو بھی کہتے ہیں اور جانور ذبح کرنے کو بھی فَصَلْ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ چونکہ دشمن کے مقابلہ میں سیدہ تان کر ہی کھڑے ہوتے ہیں اس مقابلہ کو اس لفظ سے تعبیر فرمایا، نیز اس میں نیک فال بھی ہے کہ خدایا دشمن کو ذبح کر دے کہ وہ ہمارے مقابلہ کے لائق ہی نہ رہے۔

(ان کی شرارتوں سے ہم پناہ پکڑتے ہیں) یعنی ہمارے اور دشمن کی شر کے درمیان تو آڑ ہو جاتا کہ ان کی شر ہم تک نہ پہنچ سکے، یہ دعا بہت ہی مجرب ہے، ایک دشمن کے مقابل بھی کام آتی ہے اور بہت دشمنوں کے مقابل بھی فقیر اس کا عامل ہے اور اس کی برکت سے شر اعدا سے محفوظ ہے۔

اسے نسائی، ابن حبان اور حاکم نے بھی روایت کیں۔ حصن حصین شریف میں ہے دشمن کے خوف کے وقت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھنا بڑی امان ہے۔ امام نووی نے کتاب الاذکار میں فرمایا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو بہت اولیاء اللہ نے آزمایا ہے بہت مجرب ہے۔ حضرت زید ابن علی عن عتبہ ابن غزو ان عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت، نیز حصن حصین شریف میں اسے نقل کیا کہ جب مدد درکار ہو خصوصاً سفر میں تو کہے یا عِبَادَ اللَّهِ اَعِیْزُوْنِی اے اللہ اے بندو میری مدد کرو ان شاء اللہ بہت جلد مدد پہنچے گی، کہ بعض اللہ کے غیبی بندے اس پر مامور ہیں۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ یہ حدیث یا عباد اللہ حدیث حسن ہے و مشائخ کی مجرب، مسافروں کو اس کی بہت ضرورت ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کو مدد کے لیے پکارنا بھی سنت ہے اور ان سے مدد لینا بھی سنت، یہ شرک نہیں۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۸)

31- بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا نَزَلَ مَنْزِلًا آدمی جب کسی منزل پر اترے تو کیا کہے؟

(986) عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا ثُمَّ قَالَ: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ الثَّمَانِيَةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتَّى يَزِيحَ مِنْ مَنَزِلِهِ ذَلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ حضرت خولہ بنت حکیم سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا۔ جو کسی منزل پر اترے اور اس نے یہ پڑھا کہ میں اللہ کے تادمہ کلمات کے ساتھ مخلوق کے شر سے پناہ پکڑتا ہوں تو جب تک وہ اس منزل پر رہے گا اس کو کوئی ہتیر ضرور نہ دے گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب التعوذ من سؤر القضاء ودرک الشقاء وغیرہ ج ۱، ص ۶، رقم: ۵۵۲ السنن الکبریٰ للبیہقی باب ما یقول اذا نزل منزلاً ج ۵ ص ۲۵۲ رقم: ۱۰۶۲۱ السنن ترمذی باب ما جاء ما یقول اذا نزل منزلاً ج ۵ ص ۲۵۱ رقم: ۲۵۱)

۲۲۲ سنن الدارمی: باب ما يقول اذا نزل منزلاً: ج ۲ ص ۲۷۵ رقم: ۲۶۸۰ سنن الکبیری للنسائی: باب ما يقول اذا نزل منزلاً ج ۱ ص ۱۲۲ رقم: ۱۰۲۳۳

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
(حضرت خولہ بنت حکیم) آپ حضرت عثمان ابن مظعون کی بیوی ہیں، نہایت نیک اور عالمہ تھیں مگر آپ سے صرف یہی ایک حدیث منقول ہے۔

(ساری مخلوق کی شر سے) ان کلمات سے مراد یا تو قرآن کریم ہے یا ساری آسمانی کتب یا اسمائے الہیہ یا رب کا کلام نفسی یا اس کا علم یا اس کے فیصلے۔ تام سے مراد ہے نقصان و عیب سے پاک۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ کلمات اللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ ان کی ہر بات وحی الہی ہے، عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ ہیں، موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں اور ہمارے حضور کلمات اللہ۔ مخلوق سے وہ مخلوق مراد ہے جس سے شر ہو سکے، اس میں اپنا نفس بھی داخل ہے اور چیزیں بھی۔
(اے کوئی چیز نقصان نہ دے گی) غار عرب سفر کی منزلوں میں اترتے وقت کہتے تھے کہ ہم اس جنگل کے سردار کی پناہ لیتے ہیں یعنی جنات کی، اللہ کے محبوب نے تو ہم کو اس کے عوض یہ دعا سکھائی۔ یہ دعا سفر و حضر میں ہمیشہ ہی صبح شام پڑھ کریں، زہریلی چیزوں سے محفوظ رہو گے بہت مجرب ہے۔ (مزاۃ النبی، ج ۲ ص ۲۰)۔

(987) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرَ فَأَقْبَلَ اللَّيْلَ، قَالَ: يَا أَرْضُ، رَبِّي وَرَبُّكَ اللَّهُ، أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شَرِّكَ وَشَرِّ مَا فِيكَ، وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيكَ، وَشَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ أَسَدٍ وَأَسْوَدٍ، وَمِنْ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ، وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کرتے پھر رات آتی تو فرماتے: اے زمین! میرا اور تیرا رب اللہ ہے میں اللہ کے ساتھ تیرے شر سے پناہ پکڑتا ہوں اور جو کچھ تجھ میں ہے اس کے شر سے اور جو تجھ میں پیدا ہوا اس کے شر سے اور شیر اور سیاہ کے شر سے اور سانپ اور بچھو کے شر سے اور اس علاقہ کے رہائشیوں کے شر سے اور جہنم دینے والے اور جہنم پانے والے کے شر سے۔ (ابوداؤد)

وَالْأَسْوَدُ: الشَّخْصُ، قَالَ الْخَطَّابِيُّ: وَسَاكِنُ الْبَلَدِ: هُمُ الْحُجَرُ الَّذِينَ هُمْ سُكَّانُ الْأَرْضِ. قَالَ: وَالْبَلَدُ مِنَ الْأَرْضِ: مَا كَانَ مَأْوَى الْحَيَوَانِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ بِنَاءٌ وَمَنَارِلٌ. قَالَ: وَيَحْتَمِلُ أَنَّ الْمُرَادَ: بِالْوَالِدِ إِبْلِيسَ: وَمَا وَلَدَ: الشَّيَاطِينُ.

اسود کا معنی ہے آدمی۔ خطابی نے کہا ساکن البلد سے مراد وہ جنات ہیں جو زمین کے رہائشی ہوتے ہیں۔ کہا اور بلد زمین کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو جانوروں کا مسکن ہو۔ وہاں عمارات و مکانات ہوں یا نہ ہوں۔ اور ممکن ہے کہ والد سے مراد یہاں ابلیس اور

ما ولد سے مراد اس کی اولاد ہو۔ چھوٹے شیاطین۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب ما يقول الرجل اذا نزل منزلا: ج ۲ ص ۲۲۹ رقم: ۲۰۵ سنن النسائی الکبیر: باب ما يقول اذا كان في سفر فاقبل الليل: ج ۱ ص ۱۴۲ رقم: ۱۰۲۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(تیرا اور میرا رب اللہ ہے) حق یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام شجر و حجر کلام بھی کرتے ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ندا و کلام کو سنتے بھی ہیں لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمین کو یہ خطاب فرمانا حقیقت پر مبنی ہے، رب تعالیٰ نے زمین و آسمان سے یوں خطاب فرمایا تھا: يَا زُحُ اَبْلَعِي مَاءَكَ وَيَسْتَأْذِنِي اے زمین اپنا پانی نکل جانا اور اے آسمان اپنا پانی روک لے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نائب جناب کبریا ہیں، زمین و آسمان حضور علیہ السلام کا کلام سنتے اور آپ کی اطاعت کرتے ہیں۔ (ازمرقات) رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَسَخَّرْنَا لَهُ الْبَرِّحَ تَجْرِى بِأَمْرِہِمْ نے ہوا کو حضرت سلیمان کے لیے مسخر و تابع کر دیا کہ ہوا آپ کے حکم سے چلتی تھی۔

(شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں) زمین کی شر زلزلہ، دھنسا، گر جانا، راستہ بھول جانا وغیرہ ہیں اور اندرونی زمین کی شر سیلاب، سخت گرمی، سخت ٹھنڈک وغیرہ۔ زمین کی مخلوقات کی شر اندرونی کیڑے مکوڑے وغیرہ ہیں کہ سفر میں انہی کی وجہ سے حادثات زیادہ پیش آتے ہیں۔

(جنے ہوئے کی شر سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں) اگرچہ یہ چیزیں بھی زمین پر چلنے والوں میں داخل تھیں لیکن چونکہ ان کی شر خصوصاً مسافر کو بہت زیادہ پہنچتی ہے اس لیے خصوصیت سے اس کا ذکر کیا، بعض لوگوں نے والد سے مراد ابلیس اور ولد سے اس کی ذریت لی ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اس کو عام رکھا جائے۔ (لمعات) کیونکہ مسافر و اجنبی شہر میں چوراہوں سے بھی بہت تکلیف پہنچ جاتی ہے۔ (برآۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۶)

32- بَابُ اسْتِحْبَابِ تَعْجِيلِ الْمَسَافِرِ

الرُّجُوعِ إِلَى أَهْلِهِ إِذَا قَضَى حَاجَتَهُ

مسافر کو کام پورا کرنے کے بعد گھر لوٹنے میں جلدی کرنا مستحب ہے

(988) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: السَّفَرُ

قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ، يَمْنَعُ أَحَدُكُمْ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ

وَنَوْمَهُ، فَإِذَا قَضَى أَحَدُكُمْ نَهْمَتَهُ مِنْ سَفَرِهِ،

فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ نَهْمَتُهُ: مَقْصُودَةٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سفر عذاب کا ایک حصہ ہے۔ تم میں کسی کو کھانے پینے اور نیند سے روکتا ہے جب تم میں سے کوئی سفر سے اپنا کام پورا کر لے تو اسے گھر لوٹنے میں جلدی کرنی چاہیے۔ (متفق علیہ) نہمتہ کا معنی ہے مقصود۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب السفر قطعة من العذاب ج ۲ ص ۸۴ رقم: ۱۸۴ صحیح مسلم: باب السفر قطعة من

العذاب واستحباب تعجیل المسافر الی اہلہ ج ۱ ص ۵۵ رقم: ۵۰۰ مسند امام احمد مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۲۵ رقم: ۹۲۸ الادب للہیالی باب الاختیار فی القبول ج ۱ ص ۲۹۹ رقم: ۶۵۸ سنن ابن ماجہ باب الخروج الی الحج ج ۲ ص ۹۱۲ رقم: ۲۸۸۲ سنن الدارمی باب السفر قطعة من العذاب ج ۲ ص ۲۴۲ رقم: ۲۹۴۰ مسند البزار مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۴۴ رقم: ۸۹۹۱

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(سفر عذاب کا ٹکڑا ہے) یہاں عذاب سے مراد تکلیف دہ ہے نہ کہ سزا کیونکہ بعض سفر تو ثواب ہیں جیسے سفر جہاد، سفر حج، سفر طلب علم وغیرہ مگر یہ سارے سفر تکلیف دہ ضرور ہیں جن میں وہ تکالیف ہوتی ہیں جو آگے مذکور ہیں۔
(ایک کو اس کی نیند اس کے کھانے پینے سے روکتا ہے) یعنی عموماً سفر میں انسان وقت پر کھانے، وقت پر سونے، وقت پر باجماعت نماز گھر کی طرح نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اب بھی یہ دیکھا جاتا ہے اگرچہ اب ریل، بس، ہوائی جہازوں کے سفر میں بڑی آسانیاں ہو چکی ہیں۔

(جب کوئی اس طرف سے اپنی حاجت پوری کرے) نہمہ کے معنی ہیں بلوغ البہتہ اور وجہ سے مراد اپنی سفر کی جہت ہے یعنی جس طرف سفر کر کے گیا تھا تو جس مقصد کے لیے گیا تھا سفر میں وہ مقصد پورا ہو جائے۔ (مرقات)
(تو اپنے گھر کی طرف جلدی کرے۔) تاکہ نماز کی جماعتیں حقوق کی ادائیگی اچھی طرح سے ہو سکیں، بعض علماء نے فرمایا کہ دنیاوی سفروں کے لیے یہ فرمان ہے۔ سفر حج و سفر جہاد وغیرہ کا یہ حکم نہیں مدینہ منورہ یا مکہ معظمہ میں جتنی حاضری نصیب ہو جائے بہتر ہے اسی لیے یہاں نہمہ فرمایا۔ نہمہ کہتے ہیں دنیاوی ضرورت و حاجت کو، فقیر اس کو ترجیح دیتا ہے، حاکم و بیہقی نے بروایت حضرت عائشہ بجائے نہمہ کے حجہ روایت کی یعنی حج سے فارغ ہو کر جلد لوٹو جیسا کہ مرقات میں ہے مگر مدینہ آخر مدینہ ہی ہے وہ تو ہر مؤمن کا دیس ہے پردیس ہے ہی نہیں جیسا سکون قلب اداء عبادات میں وہاں میسر ہوتا ہے گھر میں میسر نہیں ہوتا۔ (مزاۃ الناجح، ج ۵ ص ۷۳)

33- بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقُدُومِ عَلَى اَهْلِهِ

نَهَارًا وَاَوْ كَرَاهَتِهِ فِي اللَّيْلِ لِغَيْرِ حَاجَتِهِ

(989) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا أَطَالَ أَحَدُكُمْ

الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ لَيْلًا وَفِي رِوَايَةٍ: أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَطْرُقَ

الرَّجُلُ أَهْلَهُ لَيْلًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

سفر سے واپس گھر دن کے وقت آنا چاہیے

اور بلا ضرورت رات کو آنا مکروہ ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سے کسی کا گھر سے غائب رہنا

لمبا ہو جائے تو وہ اپنے گھر رات کے وقت نہ آئے اور

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آدمی کو اپنے

گھر رات کے وقت (سفر سے واپس) آنے سے منع

فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب لا یطرق اہلہ لیلاً اذا طال الغیبة: ج ۳، ص ۳۶، رقم: ۵۲۲۲ صحیح مسلم: باب کراہۃ الطروق وهو الدخول لیلاً لمن ورد من سفیر: ج ۶، ص ۵۶، رقم: ۵۰۷۸ مسند امام احمد: مسند جابر بن عبد اللہ: ج ۳، ص ۲۶، رقم: ۱۵۲۰۰ سنن النسائی الکبیری: باب اطراق الرجل اہلہ لیلاً: ج ۵، ص ۳۶۲، رقم: ۱۱۳۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اپنے گھر رات کے وقت (سفر سے واپس) آنے سے منع فرمایا) یہ حکم اس زمانہ کے لیے تھا جب کہ آنے والا مسافر اپنی آمد کی اطلاع اپنے گھر نہ دے سکتا تھا اب اطلاع دے کر رات میں آنا بالکل جائز ہے۔ یہاں مرقات میں ہے کہ اس ممانعت کے بعد دو شخص آزمائش کے لیے اپنے گھر رات میں پہنچے تو انہوں نے اپنی بیویوں کے پاس اجنبی مرد پائے گویا انہیں اس مخالفت امر کی سزا ملی حضور کے حکم میں صدمہ حکمتیں ہوتی ہیں۔ (برائۃ النالج، ج ۵، ص ۸۱۵)

(990) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ لَيْلًا، وَكَانَ يَأْتِيهِمْ غُدُوَّةً أَوْ عَشِيَّةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. الْطُرُوقُ: الْمَجِيءُ فِي اللَّيْلِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر والوں کے پاس رات کے وقت (سفر سے واپس) نہ آتے تھے بلکہ ان کے پاس اگلے یا پچھلے پہر تشریف لاتے۔ (متفق علیہ) الطروق کا معنی ہے رات کے وقت (سفر سے) آنا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الدخول بالعشی: ج ۳، ص ۱۸۰، صحیح مسلم: باب کراہیۃ الطروق وهو الدخول لیلاً لمن سفیر: ج ۶، ص ۵۵، رقم: ۵۰۷۸ الادب للبيهقي: باب لا یطرق اہلہ لیلاً: ج ۳، ص ۳۰۰، رقم: ۶۶۰ سنن النسائی الکبیری: باب الوقت الذی یستحب للرجل ان یطرق فیہ زوجته: ج ۵، ص ۳۶۲، رقم: ۱۱۳۶ مسند امام احمد بن حنبل: مسند انس بن مالک: ج ۳، ص ۲۰۲، رقم: ۱۳۳۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اپنے گھر رات میں سفر سے نہ آتے تھے) کیونکہ بغیر اطلاع اچانک رات میں مسافر کا گھر پہنچنا گھر والوں کی تکلیف کا باعث ہوتا ہے اور اس زمانہ میں خبر رسانی کے ذرائع بہت محدود تھے اب تو خط، تار ٹیلی فون وغیرہ سے خبر دی جاسکتی ہے۔ بطریق دینا ہے طرق سے بمعنی دروازہ بجانا کواڑ کھڑکانا، چونکہ رات میں آنے پر اس کھڑکانے کی ضرورت پڑتی ہے اس لیے رات میں آنے والے مسافر کو طارق کہتے ہیں ستارہ کو بھی طارق کہا جاتا ہے کہ وہ رات میں ہی چمکتا ہے۔ (مرقات)

(مگر صبح یا شام کے وقت) صبح صادق سے زوال تک کا وقت غدوہ ہے اور زوال سے سورج ڈوبتے تک کا وقت عشیہ

یعنی حضور کی مدینہ منورہ میں آمد یا صبح کے وقت ہوتی تھی یا بعد ظہر۔ (برائۃ النالج، ج ۵، ص ۷۹۶)

34- بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا

رَجَعَ وَإِذَا رَأَى بَلَدَهُ

جب سفر سے واپس لوٹے
اور اپنے شہر کو دیکھے تو کیا کہے؟

فِيهِ حَدِيثُ ابْنِ عَمْرِو السَّائِقِ فِي بَابِ تَكْبِيرِ
الْمُسَافِرِ إِذَا صَعِدَ الْقَنَابِيَا.

اس باب سے متعلق حدیث حضرت ابن عمرؓ اس سے
پہلے گزر چکی ہے۔ باب مسافر جب بلندی پر چڑھے تو کیا
کہے میں۔ اس میں حضرت ابن عمرؓ کی حدیث تکبیر المسافر اذا
صعد القنابیا میں گزری۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے ہم رسول
اللہ ﷺ کے ساتھ واپس آرہے تھے جب ہم مدینہ
شریف کے قریب پہنچے تو آپؐ فرمانے لگے: ہم لوٹنے
والے ہیں تو بہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے
ہیں اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ آپ مسلسل
یہ کہتے رہے حتیٰ کہ ہم مدینہ پاک میں آگئے۔ (مسلم)

(991) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:
أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا
كُنَّا بِظَهْرِ الْمَدِينَةِ، قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ، تَأْيِيدُونَ
عَابِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ قَلَمَ يَزُلْ يَقُولُ ذَلِكَ
حَتَّى قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب ما یقول اذا قفل من سفر الحج ج ۲ ص ۱۰۵ رقم: ۳۳۳ سنن النسائی الکبیری باب

ما یقول اذا اشرف على المدينة ج ۲ ص ۲۷۸ رقم: ۴۴۴)

شرح حدیث: تائیدین اور صالحین کی علامات

تو بہ کرنے والے تنہائی پانے کے لئے ایسے مقامات کی طرف اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح خوفزدہ انسان
دارالامان (یعنی امن والی جگہ) کی طرف بھاگتا ہے۔ یہ لوگ وقتِ سحری میں آنسو بہا کر سکون حاصل کرتے ہیں۔ سجدوں
نے ان کی پیشانیوں پر نشانِ معرفت کھینچ دیئے۔ یہ لوگ ساری ساری رات عبادت میں مصروف رہتے ہیں پھر جب سحر
پھوٹتی ہے تو ان کی آنکھوں سے اشکوں کے دھارے بہہ نکلتے ہیں۔ پھر جب طلوع فجر ہوتی ہے تو یہ مشاہدات میں کھو جاتے
ہیں اور اللہ عزوجل کی بڑائی بیان کرتے ہیں۔

میں ان چمکتے ستاروں، پختہ ارادے رکھنے والوں اور جوانوں پر قربان جاؤں۔ (یہ ہمیں صدادیتے ہیں کہ) تنہائی
اختیار کرو، آخرت میں ہم تمہارے پڑوسی بنیں گے۔ ہم نے مال و اسباب، بیوی بچے اور وطن چھوڑ دیئے، نفسانی خواہشات
چھوڑ دی ہیں۔ ہم نے فانی دنیا ویران کر دی ہے، اب یہ ایک عرصہ سے ہماری تلاش میں ہے مگر ہم نے اسے ایسی طلاق
دے دی ہے جس میں رجوع ممکن نہیں۔ گھر اور گھر والوں کو خود سے جدا کر دیا اور محبتِ خداوندی عزوجل کا جام پی لیا۔ کاش!
ہمیں اس کے کچھ گھونٹ اور مل جائیں۔

یہ حضرات دن میں روزہ رکھتے ہیں، دل کو اتنی سے آباد رکھتے ہیں اور زبان کو ذکر سے غور رکھتے ہیں۔ اللہ عزوجل قرب پانے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتے ہیں۔ اس تک دو میں کسی لی آہیں اُٹھ جاتی ہیں، ولی مد ہوش ہو جاتا ہے، کوئی شوق میں دیوانہ ہو کر محبت میں متغیر ہو جاتا ہے، کسی پر وجد غالب آ جاتا ہے تو وہ پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑتا ہے۔ خوف نے ان کو بے حال اور شب بیداری نے لاغر کر رکھا ہے۔ ہر دن انہیں نئی بے چینی لاحق ہوتی ہے۔ خدا عزوجل کی یاد نے ان سے وطن چھڑا دیا ہے۔ یہ لوگ تلاوت قرآن کرتے وقت اس میں غور کرتے ہیں۔ جب یہ توکل کے درجات پر فائز ہوئے تو ان کی کمر جھک گئی، خواہشات نفسانی کو بیچ کر یہ تقدیر کے فیصلے پر راضی ہو گئے۔ خوش آمدید ایسے بہادروں کو جن کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں اور جو ممکنہ لہجے میں قرآن پڑھتے ہیں جب خوف ان پر غالب ہوا تو یہ جہنم کے خوف سے بے ہوش ہو گئے۔ (نظر المذنب ص ۲۱۷)

35- بَابُ اسْتِخْبَابِ الْبِتْدَاءِ الْقَادِمِ

سفر سے آنے والے کا پہلے قریبی

بِالْمَسْجِدِ الَّذِي فِيْ جَوَارِهِ

مسجد میں آنا اور اس میں دو

وَصَلَاتِهِ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ

رکعت پڑھنا مستحب ہے

(992) عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

لَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَدِمَ

رسول اللہ ﷺ جب سفر سے آتے تو مسجد سے ابتداء

مِنْ سَفَرٍ، بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَّعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ. مُتَّفَقٌ

کرتے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے۔ (متفق علیہ)

عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب حدیث توبہ کعب بن مالک وصاحبہ ج ۲ ص ۹۰۵ رقم: ۱۱۹۲ سنن الکبریٰ للبیہقی: باب من اراد غزوة فوری بغیرها ج ۲ ص ۱۲۵ رقم: ۱۸۹۱۶ مسند امام احمد بن حنبل: حدیث کعب بن مالک ج ۳ ص ۳۵۹ رقم: ۱۵۸۲۰ صحیح بخاری: باب حدیث کعب بن مالک ج ۲ ص ۱۶۰ رقم: ۴۱۵۹ جامع الاصول: سورة براءة ج ۱ ص ۴۷۱ رقم: ۱۱۶۲) شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دن میں آنے کے متعلق ابھی عرض کیا جا چکا سفر کو جاتے وقت مسجد سے روانہ ہونا اور واپسی پر مسجد میں پہلے آنا اگر وقت کراہت نہ ہو تو ان دونوں موقعوں پر دو نفل نماز سفر یا نماز قدوم پڑھنا سب کچھ سنت ہے اس سے سفر میں بڑی برکتیں رہتی ہیں۔

یعنی پہلے اہل مدینہ سے ملاقات فرماتے، ان کے دکھ درد سنتے، ان کے مقدمات کے فیصلے فرماتے، انہیں شرف زیارت بخشے، پھر گھر میں تشریف لے جاتے۔ طبرانی اور حاکم نے بروایت ثعلبہ حدیث نقل فرمائی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد سے ابتدا فرماتے پھر حضرت خاتون جنت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے گھر

تشریف لے جاتے پھر اپنے گھر۔ (مرقات) (بزانة النائج، ج ۵ ص ۷۹۶)

36- بَابُ تَحْرِيمِ سَفَرِ الْمَرَاةِ وَحْدَهَا

عورت کا اکیلے سفر کرنا حرام ہے

(993) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ

اللہ ﷻ نے فرمایا: ایسی عورت جو اللہ اور روزِ حشر پر ایمان

لَا مَرَاةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ

رکھتی ہو اس کے لیے محرم کے بغیر ایک دن رات کی

يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ عَلَيْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مسافت سفر کرنا حلال نہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فی کہ یقصر الصلاة ج ۲ ص ۳۲ رقم: ۱۰۸۱ صحیح مسلم، باب سفر المرأة مع محرم

الی حج وغیرہ ج ۱ ص ۱۰۰ رقم: ۶۶۶۱ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب حجة من قال لا تقصر الصلاة فی اقل من ثلاثة ايام ج ۱ ص ۱۲۸

رقم: ۵۱۱۵ مسند امام احمد مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۳۲ رقم: ۶۶۶۱ مسند الشافعی، الباب الاول فیما جاء فی فرض

الحج وشروطه ص ۸۰۱ رقم: ۷۷۷)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن عورت کے سفر پر جانے کے متعلق استفتاء

کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کا حج کو جانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

حج کی فرضیت میں عورت مرد کا ایک حکم ہے، جو راہ کی طاقت رکھتا ہو اس پر فرض ہے مرد ہو یا عورت، جو ادا نہ کرے گا عذابِ جہنم کا مستحق ہوگا۔ عورت میں اتنی بات زیادہ ہے کہ اُسے بغیر شوہر یا محرم کے ساتھ لیے، سفر کو جانا حرام، اس میں کچھ حج کی خصوصیت نہیں، کہیں ایک دن کے راستہ پر بے شوہر یا محرم جائے گی تو گنہگار ہوگی، ہاں جب فرض ادا ہو جائے تو بار بار عورت کو مناسب نہیں کہ وہ جس قدر پردے کے اندر ہے اُس قدر بہتر ہے۔ حدیث میں اس قدر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امہات المؤمنین کو حج کرا کر فرمایا ہذا ثم حصر البیوت یہ ایک حج ہو گیا اس کے بعد گھر کی چٹائیاں۔ پھر یہ بھی اولویت کا ارشاد ہے نہ کہ عورت کو ذوسراج ناجائز ہے، ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے بعد پھر حج کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰ ص ۱۵۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں

نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ کوئی مرد کسی

عورت کے پاس محرم کے بغیر اکیلا نہ ہو۔ اور کوئی عورت

محرم کے بغیر سفر پر نہ جائے۔ ایک آدمی نے عرض کیا:

(994) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا:

أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: لَا

يَحِلُّونَ رَجُلٌ بِمَرَاةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ، وَلَا تُسَافِرُ

الْمَرَاةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: تَارَسُولُ

اللَّهُ، إِنَّ امْرَأَتِي خَرَجَتْ حَاجَةً، وَإِلَيَّ اكْتَبَيْتُ فِي غَزْوَةٍ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: انْطَلِقِي فَتَجْعَلِي مَعَ امْرَأَتِكَ مُتَّفَقِي عَلَيْهِ.

یارسول اللہ میری بیوی حج کے لیے جاتی ہے۔ اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھ لیا گیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: جاتو اپنی بیوی کے ساتھ حج کر۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب لا یخلون رجل بامرأة الا ذو محرم والدخول علی المغيبة، ج، ص، ۴، رقم: ۵۲۳۳، صحیح مسلم: باب سفر المرأة مع محرم الی حج وغیره، ج، ص، ۱۰۴، رقم: ۲۲۲۱، الادب للبیہقی: باب لا یخلو رجل بامرأة اجنبية، ج، ص، ۳۶۱، رقم: ۶۰۰، مسند امام احمد بن حنبل: مسند عبد اللہ بن عباس، ج، ص، ۲۲۲، رقم: ۱۱۲۳، مسند الحمیدی: احادیث بن عباس رضی اللہ عنہ، ج، ص، ۲۲۱، رقم: ۲۶۸)

شرح حدیث: گناہوں کو بھول جانا

حضرت سیدنا موسیٰ علیٰ مینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی مجلس میں تشریف فرما تھے، کہ ابلیس آپ علیہ السلام کے سامنے آیا اور اس کے سر پر ایک ٹوپی تھی جس میں کئی رنگ چمک رہے تھے۔ جب وہ آپ علیہ السلام کے قریب ہوا تو ٹوپی اتار کر رکھ دی اور آپ کو سلام کیا، آپ علیہ السلام نے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں ابلیس ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ تجھے زندہ نہ رکھے، تو کیوں آیا؟ اس نے جواب دیا: چونکہ آپ کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں ایک مقام و مرتبہ حاصل ہے اس لئے آپ علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کرنے حاضر ہوا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا: میں نے تیرے سر پر جو دیکھا وہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: اس کے ذریعے میں انسانوں کے دل اُچک لیتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا: وہ کون سا ایسا عمل ہے جس کے ذریعے تو انسان پر حادی ہو جاتا ہے؟ شیطان نے جواب دیا: جب وہ اپنے آپ پر اترانے لگتا ہے، اپنے اعمال کو زیادہ جانتا ہے اور گناہوں کو بھول جاتا ہے۔ (پھر کہنے لگا) میں آپ کو تین باتوں سے ڈراتا ہوں: (۱) کسی غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کریں، کیونکہ جو شخص ایسی عورت کے ساتھ علیحدگی میں ہوتا ہے، جو اس کے لئے حلال نہیں، تو میں اپنے کارندوں کو بھیجنے کی بجائے خود وہاں جاتا ہوں، یہاں تک کہ انہیں فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہوں (۲) جب اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے وعدہ کریں تو اسے پورا کریں اور (۳) جب صدقہ کا مال نکالیں، تو اسے خرچ کر دیں، کیونکہ جب کوئی شخص صدقہ کا مال الگ کر کے رکھتا ہے، تو میں اسے خرچ کرنے میں رکاوٹ بن جاتا ہوں۔ پھر شیطان یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا: ہائے افسوس! حضرت موسیٰ کو وہ بات معلوم ہو گئی جس کے ذریعے میں لوگوں کو دھوکا دیتا ہوں۔

نبی مکرّم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: اے نوجوانوں کے گروہ! تم پر نکاح کرنا لازم ہے، پس جو عورت کے حقوق پورے کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، وہ روزے رکھے کیونکہ یہ خواہش کو کم کر دیتے ہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءة للیسم، الحدیث ۵۰۶۶، ص ۴۳۸، مفہومنا) (الباب ال حیہ، ۲۲۹)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

9- کتاب الفضائل

فضائل کا بیان

37- باب فضل قراءة القرآن

قرآن کریم پڑھنے کی فضیلت

(995) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ قرآن پڑھو۔

اقْرَأُوا الْقُرْآنَ، فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ شَفِيعًا

کیونکہ یہ اپنے ساتھیوں کے لیے قیامت کے دن سفارش

لِأَصْحَابِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

بن کر آئے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضل قراءة القرآن وسورة البقرة ج ۱ ص ۱۰۳ رقم: ۸۰۴ السنن الصغریٰ للبیہقی

باب فی فضل القرآن ج ۱ ص ۳۰۴ رقم: ۴۴۲ مسند الشامیین للطبرانی احادیث معاویة عن زید بن سلام ج ۱ ص ۱۰۵ رقم: ۲۸۹۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہمیشہ تلاوت کیا کرو اور اس موقع کو غنیمت جانو قرآن کریم کی تلاوت مستقل عبادت ہے معنی سمجھ میں آئیں یا نہ

آئیں مرکب دوائیں معجونیں مفید ہیں ان کے اجزاء معلوم ہوں یا نہ ہوں۔

گنہگاروں کی مغفرت کی سفارش کرے گانیک کاروں کی بلندی درجات کی صحابہ سے مراد قرآن کی تلاوت کرنے

والے، اس کو سیکھنے سکھانے، اس پر عمل کرنے والے سب ہی مراد ہوتے ہیں مگر یہاں تلاوت کرنے والے مراد ہیں

جیسا کہ اس مضمون سے ظاہر ہے۔ (بزاۃ النایج، ج ۳ ص ۳۲۶)

(996) وَعَنْ الثَّوَالِيسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللَّهُ

حضرت ثواس بن سمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت

وَسَلَّمَ، يَقُولُ: يَوْمَ الْقِيَمَةِ بِالْقُرْآنِ وَأَهْلِهِ

کے دن قرآن اور وہ قرآن والے جو اس پر دنیا میں عمل

الَّذِينَ كَانُوا يَعْمَلُونَ بِهِ فِي الدُّنْيَا تَقْدُمُهُ سَوْرَةُ

کیا کرتے تھے۔ ان کو لایا جائے گا۔ سورہ بقرہ اور سورہ

الْبَقَرَةِ وَآلِ عِمْرَانَ، تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبَيْهَا رَوَاهُ

آل عمران آگے آگے اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے

مُسْلِمٌ.

جھگڑا کریں گی۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضل قراءة القرآن وسورة البقرة ج ۱ ص ۱۰۴ رقم: ۱۰۱۲ السنن الکبریٰ للبیہقی

باب المعاهدة على قراءة القرآن ج ۲ ص ۳۹۵ رقم: ۳۲۲۴ مصنف عبدالرزاق باب تعليم القرآن وفضله ج ۱ ص ۳۹۵ رقم: ۵۱۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عزت عظمت کے ساتھ وفد کی شکل میں بارگاہ الہی میں پیشی کے لیے لائے جائیں گے رب تعالیٰ فرماتا ہے: یَوْمَ

نَحْنُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَقَدْ آوَسُنَا الْمُجْرِمِينَ إِلَى جَهَنَّمَ وَرَدًا۔

یہ سورتیں بعض بڑے مخلصین کے لیے سفید بادل کی طرح اور ان سے کم درجہ والوں کے لیے سیاہ شامیانہ کی طرح اوپر سایہ کئے ہوں گی، جن سے یہ لوگ گرمی محشر سے محفوظ ہوں گے یہ بادل و شامیانہ ان لوگوں کے ساتھ چلتے ہوں گے تمام محشر والے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیں گے کہ یہ حضرات قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہیں، اب جو کہے کہ قیامت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مؤمن و کافر کی بھی پہچان نہ ہوگی وہ جھوٹا ہے۔

عربی میں شرق بکری کے کان کی پھٹن کو کہتے ہیں، یہاں اس سے ان دونوں سورتوں کے درمیان فاصلہ مراد ہے یہ فاصلہ بسم اللہ شریف کا ہوگا، یہاں بھی بسم اللہ ہی دو سورتوں میں فاصلہ و فرق کرتی ہے، بعض نے فرمایا کہ شرق بمعنی نور و چمک ہے یعنی ان دونوں سورتوں کے درمیان روشنی ہوگی۔ مقصد یہ ہے کہ سورتیں خود گہرے بادل کی طرح ہوں گی مگر ان سے اندھیرا نہ ہوگا بلکہ محشر کی جگمگاہٹ ان کے نیچے ہی محسوس ہوگی، یہ چمک سورج وغیرہ کی نہ ہوگی نور الہی کی ہوگی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا۔**

اللہ تعالیٰ سے جھگڑ جھگڑ کر اپنے قاری عالمین و عالمین کو بخشوائیں گی پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ جھگڑا مقابلہ کا نہ ہوگا بلکہ ناز و انداز کا ہوگا رب تعالیٰ ہم کو بھی ان سورتوں کی شفاعت نصیب کرے آمین۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۷۷)

(997) **وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،** حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول **قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:** اللہ نے فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن **خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔** سیکھا اور سکھایا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صیح بخاری، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ، ج ۶ ص ۱۱۲، رقم: ۵۰۲۶، مسند امام احمد، مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، ج ۱ ص ۶۹، رقم: ۵۰۰، سنن ابوداؤد، باب فی ثواب قرأ القرآن، ج ۱ ص ۵۳۳، رقم: ۱۲۵۳، سنن ترمذی، باب ما جاء فی تعلیم القرآن، ج ۱ ص ۱۶۳، رقم: ۲۹۰۰، سنن الدارمی، باب خیارکم من تعلم القرآن وعلمہ، ج ۲ ص ۵۳۸، رقم: ۳۳۲۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قرآن سیکھنے سکھانے میں بہت وسعت ہے بچوں کو قرآن کے جیسے روزانہ سکھانا، قاریوں کا تجوید سیکھنا، سکھانا، علماء کا قرآنی احکام بذریعہ حدیث و فقہ سیکھنا سکھانا صوفیائے کرام کا اسرار و رموز قرآن بسلسلہ طریقت سیکھنا سکھانا سب قرآن ہی کی تعلیم ہے صرف الفاظ قرآن کی تعلیم مراد نہیں، لہذا یہ حدیث فقہاء کے اس فرمان کے خلاف نہیں کہ فقہ سیکھنا تلاوت قرآن سے افضل ہے کیونکہ فقہ احکام قرآن ہے اور تلاوت میں الفاظ قرآن چونکہ کلام اللہ تمام کلاموں سے افضل ہے لہذا اس کی تعلیم تمام کاموں سے بہتر اور اسرار قرآن الفاظ قرآن سے افضل ہیں کہ الفاظ قرآن کا نزول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک پر ہوا اور اسرار و احکام کا نزول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر ہوا، تلاوت سے علم فقہ افضل رب تعالیٰ

فرماتا ہے: نَزَّلَهُ عَلَى قُلُوبِكُمْ عِلْمَ الْقُرْآنِ عِلْمَ قُرْآنِ كَعْدِ لِبَدِ عَالَمِ عَالِمِ سِ افْضَلِ هِ آدَمِ عَلَیْہِ اسْلَامِ عَالَمِ تَحْتِ فَرِشْتِ
عالم مگر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل و مسجود رہے۔ (برزۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۲۵)

(998) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعَتَّعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَائِي لَهُ أَجْرَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کا تجربہ کار ہے۔ وہ لکھنے والے عزت والے نیک فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ اور جو قرآن پاک کو انک انک کر پڑھتا ہے۔ اور وہ اس پر مشکل ہوتا ہے تو اس کے لیے دو ہزار اجر و ثواب ہے۔ (متفق علیہ)

مخرج حدیث: (صحیح بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الماهر بالقرآن مع الکرام البررة، ج ۱ ص ۱۱۶، رقم: ۳۱۲۶، صحیح مسلم، باب فضل الماهر بالقرآن والذی ینتفع فیہ، ج ۲ ص ۱۹۵، رقم: ۱۸۸۸، سنن الدارمی، باب فضل من یقرأ القرآن ویستند علیہ، ج ۲ ص ۹۴، رقم: ۳۳۶۸، سنن ابوداؤد، باب فی ثواب قرأۃ القرآن، ج ۱ ص ۵۲۲، رقم: ۱۲۵۶، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل قارئ القرآن، ج ۱ ص ۱۴۱، رقم: ۲۹۰۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قرآن کریم کا ماهر وہ عالم ہے جو الفاظ قرآن، معانی و مسائل قرآن اسرار و رموز قرآن کا واقف ہو، اس کا بڑا درجہ ہے۔

شیخ نے فرمایا کہ یہاں سفرہ سے فرشتوں کی جماعت مراد ہے اور کرام بررة سے انبیاء کرام مقصود۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ تینوں صفتیں فرشتوں کی ہیں۔ سفرہ یا تو سفر سے بنا ہے یعنی سفر کرتے رہنے والے فرشتے جو ہمیشہ حق تعالیٰ اور رسولوں کے درمیان آتے جاتے رہتے ہیں وحی وغیرہ کے لیے یا سفر سے بنا بمعنی کتاب، جس کی جمع اسفار ہے یحیل أسفارا یعنی وہ فرشتے جو لوح محفوظ سے مضامین صحیفوں میں نقل کرتے رہتے ہیں یا کاتبین اعمال فرشتے یا سفار بمعنی اصلاح سے بنا یعنی وہ فرشتے جو رب تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر مصلحت و رحمت کی خبریں لاتے ہیں چونکہ یہ فرشتے اول درجہ کے مقرب بارگاہ الہی ہیں اور گناہوں سے بہت ہی پاک و صاف اس لیے ان کے یہ تین لقب ہوئے قرآن کریم کا عالم ان فرشتوں اور نبیوں کا سا کام کرتا ہے اس لیے اس کا حشر بھی انہیں جماعتوں کے ساتھ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ قیامت میں اچھوں کا ساتھ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ شعر

پھر تو سمجھو نجات ہو جائے

گر محمد کا ساتھ ہو جائے

بعض نے فرمایا کہ یہ تینوں صفتیں صحابہ کرام کی ہیں کہ انہوں نے قرآن جمع بھی کیا اور وہ اللہ کے ہاں مقبول اور گناہوں سے محفوظ بھی ہیں مرقات۔

(دوہرا اجر و ثواب ہے) سبحان اللہ! عالم بالقرآن کا تو وہ مرتبہ ہے جو ابھی ذکر ہوا اور جو کند ذہن، موٹی زبان والا قرآن پاک سیکھ تو نہ سکے مگر کوشش میں لگا رہے کہ مرتے دم تک کوشش کئے جائے وہ ڈبل ثواب کا مستحق ہے، شوق محنت۔ خیال رہے کہ یہ دو گنا ثواب عالم قرآن کے مقابلہ میں نہیں ہے، عالم قرآن تو فرشتوں نبیوں اور صحابہ کے ساتھ ہے بلکہ اس کے مقابلہ میں جو بے تکلف قرآن پڑھ کر بس کر دے۔ (بزاۃ النبی، ج ۳ ص ۲۳۸)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان دار جو قرآن پڑھنے والا ہے اس کی مثال ناشپاتی کی ہے کہ اس کی خوشبو عمدہ اور ذائقہ اچھا ہے۔ اور ایمان دار جو قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال کھجور کی سی ہے جس کی خوشبو نہیں اور اس کا ذائقہ میٹھا ہے اور اس منافق کی مثال جو پڑھتا ہے ریحانہ کی ہے جس کی خوشبو عمدہ اور ذائقہ کڑوا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال کی طرح ہے اس کی خوشبو نہیں اور ذائقہ بھی کڑوا ہے۔ (متفق علیہ)

(999) وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الْأَنْثَرِجَةِ: رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الثَّعْبَةِ: لَا رِيحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ: رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْخَنْظَلَةِ: لَيْسَ لَهَا رِيحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب ذکر الطعام: ج ۱، ص ۱۰۱، رقم: ۵۲۲۴، صحیح مسلم: باب فضیلة حافظ القرآن: ج ۲، ص ۱۸۲، رقم: ۱۸۹۱، سنن ابوداؤد: باب من یؤمر ان یمالس: ج ۲، ص ۳۰۶، رقم: ۴۸۴۱، سنن ترمذی: باب ما جاء فی مثل المؤمن القاری بالقرآن وغیر القاری ج ۲، ص ۱۵۰، رقم: ۲۸۶۵، سنن الکبیری للنسائی: باب مثل المؤمن الذی یقرأ القرآن: ج ۲، ص ۲۹، رقم: ۸۰۸۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(خوشبو عمدہ اور ذائقہ اچھا ہے) یعنی تلاوت قرآن کرتا رہتا ہے منزل نہیں چھوڑتا، معلوم ہوا کہ ہمیشہ تلاوت قرآن کرنا بہت بڑی عبادت ہے خواہ معنی سمجھے یا نہ سمجھے، ترجع عرب کا مشہور پھل ہے جس کا رنگ بہت اچھا ہوتا ہے خوشبو نہایت اعلیٰ مزہ بہت بہترین، دماغ اور معدہ کو بہت قوت دیتا ہے اس کے بہت فوائد کتب طب میں مذکور ہیں۔ اور یہ ہی اس مؤمن کا حال ہے کہ لوگ اس کی تلاوت سے ایمانی لذت بھی حاصل کرتے ہیں اور ثواب بھی خود اسے بھی لذت و ثواب دونوں ملتے ہیں، قرآن شریف بہت ہی لذیذ چیز ہے۔

(جس کی خوشبو نہیں اور اس کا ذائقہ میٹھا ہے) ایسے ہی یہ غافل مسلمان ہے کہ اس کا ظاہر خاص اچھا نہیں مگر باطن نور ایمانی سے منور ہے لوگ اس سے ظاہری فائدہ نہیں اٹھاتے مگر اس کی صحبت سے کچھ نہ کچھ باطنی فیض پالیتے ہیں مؤمن کی صحبت بھی اچھی ہے۔

اندراؤن ایک مشہور کڑوا پھل ہے جس میں کسی قسم کی بو نہیں اور سخت کڑوا ہوتا ہے، منافق کا نہ ظاہر اچھا نہ باطن۔
یعنی بے دین جو ریاء کے لیے یا مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے قرآن پڑھے، اگرچہ خود تو بد مزہ ہے کہ منافق ہے مگر اس کی تلاوت سے سننے والوں کو کچھ نہ کچھ راحت ضرور مل جاتی ہے، جیسے ریحانہ گھاس (نیاز بو) کہ ہے تو بد مزہ مگر اس کی خوشبو سے دماغ ضرور معطر ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تلاوت قرآن کا اثر ظاہر و باطن میں ہوتا ہے کہ اس سے زبان، کان، دل، دماغ ایمان سب ہی تازہ ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ قرآن پاک کی تاثیریں مختلف ہیں جیسے پڑھنے والے کی زبان ویسے ہی تاثیر قرآن حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے انڈے پر قتل ہو اللہ پڑھ کر دم کر دیا تو سوتا ہو گیا، اور فرمایا کہ کلام ربانی کے ساتھ زبان فرید ہونی چاہیے دیکھو یہاں مؤمن و منافق کی تلاوتوں میں فرق فرمایا گیا پھر جیسا مؤمن ویسی ہی تلاوت کی تاثیر۔ تیسرے یہ کہ ہر تلاوت قرآن کرنے والے سے دھوکہ نہ کھاؤ ان میں کبھی منافق بھی ہوتے ہیں، قرآن کریم ریڈیو کی پٹی ہے، تلاوت والے کے دل کی سوئی اگر شیطان کی طرف لگی ہوئی ہے تو اس کے سامنے تو قرآن ہو گا مگر اس کے منہ سے شیطان بولے گا اور اگر دل کی سوئی مدینہ پاک کی طرف ہے تو ان شاء اللہ زبان سے مدینہ کے فیضان نکلیں گے۔

مرقات نے فرمایا کہ جس گھر میں ترنج ہو وہاں جنات نہیں آتے ایک شاعر کہتا ہے۔

کانکم شجر الا ترنج طالب معا

حملوا نوراً وطاب العود والورق

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تلاوت بھی مستقل عبادت ہے اور اس پر عمل مستقل نیکی محبوب کا پیغام، وطن کا خط پڑھنے، سننے میں بھی مزہ آتا ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ تلاوت قرآن محض بے کار ہے قرآن عمل کے لیے ہے نہ کہ پڑھنے کے لیے کیونکہ دوا کھانے پینے اور برتنے کے لیے ہوتی ہے محض نسخہ پڑھ لینے سے شفا نہیں ہوتی، ان بے وقوفوں کو خبر نہیں کہ بعض دواؤں کا سونگھنا مفید ہوتا ہے بعض کا محض دیکھنا فائدہ مند، ہبزہ دیکھنے سے آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے اور بعض دواؤں کے سننے سے فائدہ ہوتا ہے، بیمار عشق کے لیے محبوب کا ذکر سننا بہت مفید دوا ہے لیموں یا ترش چیزوں کا ذکر کرنا تو منہ میں پانی بھر جاتا ہے۔ (بزاۃ النایج، ج ۳ ص ۳۲۰)

(1000) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ الْآخَرِينَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ اس کتاب کی وجہ سے کچھ لوگوں کو بلندی اور کچھ لوگوں کو پستی دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمہ وفضل من تعلم حکمة من فقہ ج ۲ ص ۲۰۱ رقم:

۱۰۳۲ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج ۱ ص ۳۵ رقم: ۲۲۲۱ السنن الکبریٰ للبیہقی باب امامة

الموالی: ج ۸۹، رقم: ۲۲۸، سنن ابن ماجہ، باب فضل من تعلم القرآن وعلمہ، ج ۱، ص ۴۹، رقم: ۲۱۸، سنن الدارمی، باب ان الله يرفع بهذا القرآن اقواما ويضع آخرين، ج ۲، ص ۵۳۱، رقم: ۲۲۱۵

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو مسلمان قرآن کریم کو صحیح طرح سمجھیں صحیح طرح عمل کریں تو وہ دنیا و آخرت میں بلند درجے پائیں گے اور جو اس سے غافل رہیں، یا غلط طرح سمجھیں، غلط طور پر عمل کریں وہ دنیا و آخرت میں ذلیل ہوں گے، قرآن کریم سے زندگی و موت طیب ہوتی ہے یہ محبوبین کے لیے ماء (پانی) ہے، اور محبوبین کے لیے دماء (خون) ہے، اب بھی قرآن پاک کے صحیح متبع بڑی عظمت عزت کے مالک ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَ لَا يَمْلِكُ الْغَالِبِينَ إِلَّا خَسَارًا۔ حضرت عمر نے ابن ابزی غلام کو مکہ معظمہ کا حاکم بنایا لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ یہ اگرچہ غلام ہے مگر قرآن کا ماہر ہے۔

(بزاز السنن، ج ۳، ص ۳۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو آدمی قابل رشک ہیں۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ کریم نے قرآن عطا فرمایا وہ اس کے ساتھ رات اور دن کے اوقات میں قیام کرتا ہے۔ اور ایک وہ آدمی جس کو اللہ کریم نے مال دیا تو وہ اس کو رات اور دن کے اوقات میں خرچ کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

آناء گھڑیاں اوقات۔

(1001) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا خَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ، فَهُوَ يَقُومُ بِهِ أَكَّاءَ اللَّيْلِ وَأَكَّاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا، فَهُوَ يُنْفِقُهُ أَكَّاءَ اللَّيْلِ وَأَكَّاءَ النَّهَارِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَالْأَكَّاءُ: السَّاعَاتُ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب عمی القرآن والعلم، ج ۱، ص ۸۴، رقم: ۲۲۲، صحیح مسلم، باب فضل من يقوم بالقرآن، ج ۲، ص ۲۰۱، رقم: ۱۱۳۰، السنن الصغری، باب ادب القاضي وفضله، ج ۳، ص ۲۵۰، رقم: ۲۲۴، سنن ابن ماجہ، باب الحسد، ج ۲، ص ۱۳۰، رقم: ۲۲۰۹، السنن الکبیری للنسائی، باب الاعتباط فی العلم، ج ۳، ص ۲۲۶، رقم: ۵۸۴۱، مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمر، ج ۲، ص ۸، رقم: ۴۵۵۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں حسد بمعنی غبطہ، رشک ہے حسد تو کسی پر جائز نہیں نہ دنیا دار پر نہ دین دار پر شیطان کو حضرت آدم علیہ السلام پر حسد ان کی دینی عظمت پر ہوا تھا نہ کہ دنیاوی مال و دولت پر مگر ماہر اگیا حسد کے معنی ہیں دوسرے کی نعمت پر جلن اور اس کا زوال چاہنا، رشک کے معنی ہیں دوسرے کی سی نعمت اپنے لیے بھی چاہنا دینی چیزوں میں رشک جائز ہے۔

(قرآن عطا فرمایا) یعنی عالم دین ہو دن رات نمازیں پڑھتا ہو قرآن پر عمل کرتا ہو ہر وقت اس کے مسائل سوچتا ہو، اس میں غور و تامل کرتا ہو، یقوم میں یہ سب کچھ داخل ہے۔ مہارک ہے وہ زندگی جو قرآن و حدیث میں تامل و غور کرنے

میں گزر جائے اور مبارک ہے وہ موت جو قرآن وحدیث کی خدمت میں آئے اللہ نصیب کرے۔ شعر
نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
انسان جس شغل میں جئے گا اسی میں مرے گا اور ان شاء اللہ اسی میں اٹھے گا بعض صحابہ کرام قبر میں بھی سورہ ملک
پڑھتے سنے گئے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں آئے گا۔

(خرچ کرتا ہے) چونکہ خفیہ خیرات علانیہ خیرات سے افضل ہے، اس لیے یہاں رات کا ذکر دن سے پہلے ہوا یعنی وہ
مالدار خفیہ بھی خیرات کرے اور علانیہ بھی، خیال رہے کہ سنت کی نیت سے اپنے اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرنا بھی اسی میں
داخل ہے۔ (بزاء الناجح، ج ۳ ص ۳۲۹)

(1002) وَعَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُورَةَ الْكَهْفِ.
وَعِنْدَهُ قَرْسٌ مَرْبُوطٌ بِشَطْنَيْنِ، فَتَغَشَّتُهُ سَحَابَةٌ
فَجَعَلَتْ تَذْنُو، وَجَعَلَ قَرْسُهُ يَنْفِرُ مِنْهَا، فَلَمَّا أَصْبَحَ
أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ.
فَقَالَ: يَلُوكَ السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْآنِ مُشْفِقِي
عَلَيْهِ.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
ایک آدمی سورہ کہف کی تلاوت کر رہا تھا اس کے پاس
دوہری رسیوں کے ساتھ گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اس کو بادل
نے ڈھانپ لیا اور وہ قریب قریب ہونے لگا۔ اور گھوڑا
اس کی وجہ سے اچھلنے لگا۔ جب صبح ہوئی تو وہ حاضر ہوا اور
رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: وہ
سکینہ ہے جو قرآن کے لیے اتراتی تھی۔ (متفق علیہ)

الشَّطْنُ يَفْتَحُ الْقَلْبَ الْمُغْجَمَةَ وَالظَّاءُ
الْمُهْمَلَةُ: الْمُحْبَلُ.

شطن شین معجمہ اور ظا مہملہ پر زبر کے ساتھ رسی کو
کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب فضل سورۃ الکہف ج ۱ ص ۱۸۸ رقم: ۵۰۱۱ صحیح مسلم: باب نزول السکینۃ لقراءۃ
القرآن ج ۲ ص ۱۱۳ رقم: ۱۹۱۲ مسند امام احمد بن حنبل حدیث البراء بن عازب ج ۴ ص ۲۴ رقم: ۱۸۱۲ سنن ترمذی باب ما
جاء فی فضل سورۃ الکہف ج ۱ ص ۱۱۱ رقم: ۲۸۹۵ مسند ابو داؤد الطیالسی حدیث البراء بن عازب رضی اللہ عنہ ص ۱۰ رقم:
(۷۱۲)

شرح حدیث: (نوٹ: سکینہ ایک خاص نعمت الہی ہے اس سے سکون حاصل ہوتا ہے قرآن پاک میں اس کے
بارے میں رسول اللہ ﷺ اہل ایمان اور ابوبکر صدیق پر اترنے کا ذکر ہے۔)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(گھوڑا اس کی وجہ سے اچھلنے لگا) گھوڑے کا یہ بدکنا ایک عجیب چیز کے تقارہ کی وجہ سے تھا جیسا کہ عرض کیا گیا۔
(وہ سکینہ ہے) فرشتوں کی ایک جماعت کا نام سکینہ ہے چونکہ ان کے اترنے سے مؤمن کے دل کو سکون دہچھن
حاصل ہوتا ہے اس لیے اسے سکینہ کہتے ہیں مؤمن پر بعض خاص حالات میں بھی اور خاص عبادات کے موقع پر بھی یہ فرشتے

اترتے ہیں رب تعالیٰ ہجرت کے غار کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے حضرت صدیق اکبر کے متعلق فرماتا ہے: فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ۔ صدیق اکبر کو اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت غم اور کفار کا اندیشہ تھا اسی لیے ان پر سکینہ اتری۔ خیال رہے کہ بزرگوں کے تبرکات سے بھی سکون قلبی نصیب ہوتا ہے انہیں بھی رب تعالیٰ نے سکینہ فرمایا ہے۔ چنانچہ تابوت سکینہ جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات عمامہ نعلین وغیرہ تھے ان کے متعلق رب تعالیٰ فرماتا ہے: فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ۔ بعض لوگ قبروں پر تلاوت قرآن پاک کراتے ہیں تاکہ اس تلاوت سے میت کو سکون قلبی نصیب ہو اس کا ماخذ یہ حدیث ہے اور بعض لوگ اپنی قبروں میں اپنے بزرگوں کے تبرکات عمامہ وغیرہ اور اپنا شجرہ آیات قرآنیہ رکھ دینے کی وصیت کرتے ہیں تاکہ سکون قبر میسر ہو ان کا ماخذ قرآن کریم کی مذکورہ آیت ہے۔ صحابہ کرام نے اپنے کفنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن، بال تہبند شریف رکھوائے، خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی بی بی زینب کے کفن میں اپنا تہبند شریف رکھا اس کی بحث ہماری کتاب ”جاء الحق“ حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے۔ (مزاۃ المناجیح ج ۳ ص ۳۳۳)

(1003) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللَّهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لَا أَقُولُ: أَلِفٌ حَرْفٌ، وَلَكِنْ: أَلِفٌ حَرْفٌ، وَلَا مٌ حَرْفٌ، وَمِيمٌ حَرْفٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف تلاوت کیا۔ اس کو نیکی ملے گی اور نیکی دس مثل کے ساتھ ہے فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ الف لام میم ایک حرف ہے لیکن الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء فیمن قراء حروف القرآن ماله من الاجر ج ۵ ص ۱۰۵، رقم: ۲۹۱۰، مسند البزار مسند عوف بن مالک ج ۱ ص ۲۲۲، رقم: ۲۶۶۱، مصنف ابن ابی شیبہ: باب ثواب من قرأ حروف القرآن ج ۶ ص ۱۱۸، رقم: ۲۹۱۳، معرفة الصحابة لابی نعیم: باب الميم من باب العين ج ۱ ص ۳۱۸، رقم: ۳۰۱۲، شعب الایمان فعل فی اذعان تلاوة القرآن ج ۲ ص ۳۲۲، رقم: ۱۹۸۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہاں حرف سے مراد وہ حرف ہے جو جدا جدا پڑھا جائے لہذا اللہ تین حرف ہیں۔ چنانچہ الف ایک حرف لام ایک حرف اور میم ایک حرف مرقات۔ مگر قوی تر یہ ہے کہ حرف سے مراد مطلقاً حرف ہے علیحدگی کے قابل ہوں یا نہ ہوں کیونکہ حدیث پاک میں کوئی قید نہیں، لہذا قرآن کریم میں لفظ اللہ پڑھنے سے چالیس نیکیاں ملیں گی خیال رہے کہ قرآن پاک میں خبیث چیزوں کے نام بھی ہیں جیسے ابی لہب، ابلیس شیطان، خنزیر، وغیرہ مگر ان ناموں کی تلاوت پر بھی

ثواب اسی حساب سے ہوگا کہ یہ حروف یا ان کے ترجمے برے نہیں، بلکہ ان کے مصداق خبیث ہیں یہ تحقیق خیال میں رکھی جائے۔

(نیکی دس مثل کے ساتھ ہے) اس فرمان میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے کہ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْثَالِهَا یہ تو ادنیٰ ثواب ہے، آگے رب تعالیٰ کا فضل ہماری شمار سے باہر ہے وَاللّٰهُ يُضِعُّ لِمَنْ يُشَاءُ۔ مرقات میں فرمایا کہ یہ ثواب تو عام تلاوتوں کا ہے، مکہ معظمہ و مدینہ میں تلاوت کا ثواب اس حدیث سے معلوم کرو کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے اور مدینہ پاک میں پچاس ہزار۔

(میں یہ نہیں کہتا کہ الف لام میم ایک حرف ہے) چونکہ عربی میں حرف، حرف معانی، حرف مبانی، یعنی حرف ہجاء اور جملہ مفیدہ مطلقاً کلمہ سب کو ہی کہا جاتا ہے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ تفسیر فرمائی۔

(اور میم ایک حرف ہے) الف، لام، میم کو حرف فرمانا مجازاً ہے ورنہ یہ حرفوں کے نام یعنی اسمائے حروف ہیں اس میں لطیف اشارہ اس طرف ہے کہ الف میں تین حرف ہیں، ا، ل، ف مگر اس کو ہم ایک حرف ہی مانتے ہیں کہ قرآنی تلاوت میں یہ ایک حرف ہو کر آتا ہے، اگرچہ اس کے اجزائیں ہیں بعض شارحین نے کہا کہ الم ترکیف میں الم کی تیس نیکیاں ہیں اور اَلَمْ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ میں اَلَمْ کی نوے نیکیاں ہیں، کیونکہ اس میں حرف نو ہیں اسمائے حروف اگرچہ تین ہیں مگر یہ قول اس حدیث کے خلاف ہے کیونکہ مکتوبی یعنی لکھے ہوئے حرف مراد ہیں نہ کہ مقررہ یعنی پڑھے ہوئے حرف اور مکتوبی حرف سورۃ فیل و بقرہ میں یکساں ہیں۔ (بزازۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۶۲)

(1004) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الَّذِي لَيْسَ فِي جَوْفِهِ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کے سینہ میں قرآن بالکل نہیں وہ برباد گھر کی طرح ہے۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی) باب ما جاء فيمن قرا حرفا من القرآن ماله من الاجر ج ۵ ص ۱۰۰ رقم: ۲۱۱۳ المستدرک للحاکم: کتاب فضائل القرآن ج ۲ ص ۲۲۰ رقم: ۲۰۲۴ المعجم الكبير للطبرانی: احادیث عبد اللہ بن العباس ج ۱۲ ص ۱۰۰ رقم: ۱۶۵۰ سنن الدارمی: باب فضل من قرا القرآن ج ۲ ص ۵۲۱ رقم: ۲۲۰۶ مسند امام احمد بن حنبل: مسند عبد اللہ بن العباس ج ۱ ص ۲۲۲ رقم: ۱۱۴۴

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: جوف کے حقیقی معنی ہیں پیٹ، اسی لیے معتل العین کو اجوف یعنی خالی پیٹ والا کہتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ مگر یہاں جوف سے مراد دل یا سینہ ہے گھر کی آبادی انسان و سامان سے ہے دل کی

آبادی قرآن سے باطن یعنی روح کی آبادی ایمان سے تو جسے قرآن بالکل یاد نہ ہو یا اگرچہ یاد تو ہو مگر کبھی اس کی تلاوت نہ کرے یا اس کے خلاف عمل کرے اس کا دل ایسا ہی ویران ہے جیسے انسان و سامان سے خالی گھر۔ شعر۔

آباد وہی دل ہے کہ جس میں تمہاری یاد ہے
جو یاد سے غافل ہو او ویران ہے برباد ہے

(بزائۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۶۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن والے کو کہا جائے گا پڑھتا جا اور چڑھتا جا اور اطمینان سے پڑھ جس طرح تو دنیا میں اطمینان سے پڑھتا تھا۔ کیونکہ تیرے اترنے کی جگہ آخری آیت کی تلاوت کے پاس ہے۔ جس کو تو پڑھے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(1005) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ: اقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنَازِلَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرُؤُهَا رَوَاكَ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

تخریج حدیث: (سنن ترمذی) باب ما جاء فیمن قرأ حرفاً من القرآن ماله من الاجر: ج ۵ ص ۱۴۴، رقم: ۲۹۱۲ السنن الکبیری للبیہقی: باب کیف قرأ القرآن المصلی: ج ۲ ص ۵۲، رقم: ۲۵۲۲ سنن ابوداؤد: باب استحباب الترتیل فی القرآن: ج ۱ ص ۵۴، رقم: ۱۳۶۶ سنن الکبیری للنسائی: باب الترتیل: ج ۵ ص ۲۲، رقم: ۸۰۵۶ مسند امام احمد بن حنبل: مسند عبداللہ بن عمرو: ج ۱ ص ۱۱۲، رقم: ۱۶۹۹

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قرآن والے سے مراد وہ مسلمان ہے جو ہمیشہ تلاوت کرتا ہو اور اس پر عامل ہو، وہ شخص نہیں جو قرآن پڑھتا ہو، اور قرآن اس پر لعنت کرتا ہو کہ یہ تلاوت تو عذاب الہی کا باعث ہے، بعض آریہ اور عیسائی بھی قرآن پاک پر اعتراضات کرنے کے لیے قرآن پاک پڑھتے بلکہ حفظ تک کر لیتے ہیں، پنڈت کالی چرن چودہ پاروں کا حافظ ہوا۔ (مرقات)

(پڑھتا جا اور چڑھتا جا) جنت کے درجات اوپر تلے ہیں جس قدر درجے کی بلندی، اسی قدر بہتر ان شاء اللہ اس دن تلاوت قرآن مؤمن کے لیے پروں کا کام دے گی، یا اس سے مراتب قرب الہی میں ترقی کرنا مراد ہے، یعنی تلاوت کرتا جا اور مجھ سے قریب تر ہوتا جا۔

(آخری آیت کی تلاوت کے پاس ہے) یعنی جہاں تیرا پڑھنا ختم، وہاں تیرا چڑھنا ختم، وہاں اسی قدر تلاوت کر سکے گا جس قدر تلاوت دنیا میں کرتا تھا اور جس طرح آہستہ یا جلدی یہاں تلاوت کرتا تھا اسی طرح وہاں کرے گا۔ اس سے چند مسئل معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جنت کے چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ درجے ہیں کیونکہ قرآن کریم کی آیات اتنی ہی ہیں اور ہر آیت پر ایک درجہ ملتا ہے، اگر درجے اس سے کم ہوں تو یہ حساب کیسے درست ہو اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ

ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان مرقات۔ دوسرے یہ کہ جنت میں کوئی عبادت نہ ہوگی سوائے تلاوت قرآن کے، مگر یہ تلاوت لذت اور ترقی درجات کے لیے ہوگی، جیسے فرشتوں کی تسبیح۔ تیسرے یہ کہ دنیا میں تلاوت قرآن کریم کا عادی بعد موت ان شاء اللہ حافظ قرآن ہو جائے گا، ورنہ یہ شخص وہاں بغیر قرآن دیکھے سارا قرآن کیسے پڑھتا۔ چوتھے یہ کہ بغیر ترجمہ سمجھے بھی تلاوت بہت مفید ہے کہ یہاں تلاوت کو مطلق رکھا گیا۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ قرآن میں تفکر کرنا محض تلاوت سے افضل ہے، اسی لیے حضرت صدیق اکبر حفاظ صحابہ سے افضل ہوئے جنت میں ساری امت سے اونچے درجے میں وہ ہی ہوں گے۔ (بزاۃ الناجح، ج ۳ ص ۳۵۹)

قرآن پاک کا خیال رکھنے کا حکم

اور اس کو بھلانے سے ڈرنا

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس قرآن کا خیال رکھو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے وہ رسی کھل جانے کی صورت میں اونٹ کے بھاگنے سے زیادہ بھاگنے والا ہے۔ (متفق علیہ)

38 بَابُ الْأَمْرِ بِتَعَهُدِ الْقُرْآنِ

والتَّحْذِيرِ عَنْ تَغْرِیْضِهِ لِلنَّسِیَانِ

(1006) عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تَعَاهَدُوا هَذَا الْقُرْآنَ، فَإِنَّهُ نَفْسٌ مُحَبَّبٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ أَشَدُّ تَفَلُّسًا مِنْ الْإِبِلِ فِي عُقْلِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب استذکار القرآن وتعاہدہ: ج ۶ ص ۱۱۲ رقم: ۵۰۳۲ صحیح مسلم: باب الامر بتعهده القرآن وکراهة قول نسیت آية کذا: ج ۲ ص ۱۱۲ رقم: ۱۸۸۰ المستدرک للحاکم: کتاب فضائل القرآن: ج ۲ ص ۲۱۸ رقم: ۲۰۲۲ مسند امام احمد بن حنبل: حدیث ابی موسیٰ الاشعری: ج ۲ ص ۲۹۴ رقم: ۱۱۵۶۳ مسند الحمیدی: احادیث عبد اللہ بن مسعود: ج ۱ ص ۵۰ رقم: ۱۱)

شرح حدیث: حکیم الثاثر حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

تعاہد عہد سے بنا، بمعنی حفاظت و نگرانی و مضبوط وعدے کو بھی اسی لیے عہد کہتے ہیں کہ اس کی حفاظت کی جاتی ہے، قرآن شریف کی نگرانی کرنے سے مراد ہے اس کا دور کرتے رہنا، اس کی تلاوت کی عادت ڈالنا، خصوصاً حافظ صاحبان کے لیے ظاہر یہ ہے کہ قرآن سے مراد الفاظ قرآن، معانی قرآن، علوم قرآن اور مسائل قرآن سب ہی ہے یعنی حفاظ اپنے حفظ کی، قاری صاحبان تجوید کی، علماء علوم قرآنیہ کی تجدید و تکرار کرتے رہیں، ورنہ بھول جانے کا اندیشہ ہے۔

عقل عین وقاف کے پیش سے ہے عقول کی جمع، بمعنی رسی جس سے جانور باندھا جاوے، یہاں فی بمعنی من ہے یعنی جیسے اونٹ کو باندھنے کے باوجود اس سے غافل نہیں ہوتے اسی لیے قرآن شریف حفظ کرنے کے باوجود اپنے یاد پر اعتماد نہ کرو، یہ بہت جلد بھول جاتا ہے کیوں نہ ہو کہ کلام الہی قدیم اور ہم حادث، ہم کو اس سے نسبت ہی کیا ہے یہ رب تعالیٰ کی

مہربانی ہے کہ ہم اسے سیکھ لیتے ہیں اور یہ ہمارے ذہنوں میں سما جاتا ہے تو ہماری ذرا سی غفلت اور لاپرواہی سے یہ نعمت ہم سے جاتی رہے گی پان والے ہمیشہ پان کے ڈھیر کو لوٹتے پلٹے رہتے ہیں، تو قرآن والے ہمیشہ اس کی لوٹ و پلٹ رکھیں۔

(بزاز المناجیح، ج ۳ ص ۴۱۲)

(1007) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ الْإِذِلِّ الْمُعْقَلَةِ، إِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ أَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن والے کی مثال رسی سے بندھے اونٹ کی طرح ہے اگر اس کا خیال رکھے گا تو روک لے گا اور اگر اس کو کھول دیا تو چلا جائے گا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب استذکار القرآن وتعاہدہ، ج ۱ ص ۱۱۲، رقم: ۵۰۴۱ صحیح مسلم، باب الامر بتعہد القرآن وکراہۃ قول نسیت آیۃ کذا، ج ۲ ص ۱۱۰، رقم: ۱۸۵۵ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب المعاہدۃ علی قرأۃ القرآن، ج ۲ ص ۲۵، رقم: ۲۲۲ السنن النسائی الکبریٰ، باب نسیان القرآن، ج ۲ ص ۲۰، رقم: ۸۰۴۲ صحیح ابن حبان، باب قرأۃ القرآن، ج ۳ ص ۳۱، رقم: ۱۱۳) شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اونٹ تو مضبوط رسی سے کھونٹے پر رہتا ہے اور قرآن شریف ہمیشہ دور کرنے اور تکرار کرتے رہنے سے ذہن میں ٹھہرتا ہے، پھر جیسے اونٹ اگر ٹھہر جائے تو بڑے فائدے پہنچاتا ہے، سواری، بار برداری، گوشت، دودھ، نسل، اون وغیرہ سب ہی دیتا ہے ایسے ہی قرآن اگر ذہن میں ٹھہر جائے تو ایمان، عرفان رضائے رحمان وغیرہ سب کچھ اسی سے میسر ہوتے ہیں۔ (بزاز المناجیح، ج ۳ ص ۴۱۲)

قرآن پاک کو خوش آوازی سے پڑھنا
اور عمدہ آواز والے سے قرأت کرانا
اور کان لگا کر سننا مستحب ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ کریم کسی آواز کو اس طرح توجہ سے نہیں سنتا جس طرح وہ خوش آوازی کی آواز توجہ اور محبت سے سنتا ہے جو ترنم سے بلند آواز کے ساتھ قرآن پڑھتا ہو۔ (متفق علیہ)

اذن اللہ کا مطلب ہے: کان لگانا مراد رضاء اور قبولیت کی طرف اشارہ ہے۔

39- بَابُ اسْتِحْبَابِ تَحْسِينِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ وَطَلَبِ الْقِرَاءَةِ مِنْ حُسْنِ الصَّوْتِ وَالِاسْتِمَاعِ لَهَا

(1008) وَعَنِ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَا أَذِنَ اللَّهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيِّ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَلَّى بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مَعْلَى أَذِنَ اللَّهُ: أَمَّا اسْتَمَعَ، وَهُوَ إِشَارَةٌ إِلَى الرِّضَاءِ وَالْقَبُولِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب من لم یتغن بالقرآن ج ص ۱۹۱ رقم: ۵۰۲۳ صحیح مسلم باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن ج ۲ ص ۱۹۲ رقم: ۱۸۸۱ سنن ابو داؤد باب استحباب الترتیل فی القراءة ج ص ۵۴۸ رقم: ۱۳۷۵ المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن ج ۲ ص ۲۴۰ رقم: ۲۰۱۱ سنن الدارمی باب التغنی بالقرآن ج ۱ ص ۳۱۶ رقم: ۱۳۸۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہاں نبی کریم سے مراد تمام انبیائے کرام ہیں اور قرآن سے مراد تمام آسمانی کتابیں اور صحیفے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو جس قدر تاکید حکم اس کا دیا کہ اپنی کتب آسمانی خوش الحانی سے پڑھیں اتنا تاکید حکم اور دوسری چیزوں کا نہ دیا اور ممکن ہے کہ نبی سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور قرآن سے مراد یہ ہی قرآن شریف ہو یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا تاکید حکم یہ دیا کہ قرآن کریم خوش الحانی سے تلاوت کریں اتنا تاکید حکم دوسرا نہ دیا کیونکہ خوش الحانی قرآن کریم کی زینت ہے جس سے قرآن کا حسن اور بھی بڑھ جاتا ہے۔

(بزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۱۷)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: تمہیں داؤد علیہ السلام کے سرے لمبوں میں سے ایک سرے لہجہ ملا ہے۔

(متفق علیہ)

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا اگر تم مجھے دیکھ لیتے کہ جب میں گزشتہ رات تمہاری آواز کو کان لگا کر سن رہا تھا (تو تم کو کتنی خوشی ہوتی)۔

(1009) وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهُ: لَقَدْ أُوتِيتَ مِزْمَارًا مِنْ مِّزَامِيهِ آلِ دَاوُدَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

وَفِي رِوَايَةٍ لِبُحَيْرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهُ: لَوْ رَأَيْتَنِي وَأَنَا أَسْتَمِعُ لِقِرَائَتِكَ الْبَارِحَةَ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب حسن الصوت بالقراءة للقرآن ج ص ۱۹۵ رقم: ۵۰۲۸ صحیح مسلم باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن ج ۲ ص ۱۹۲ رقم: ۱۸۸۸ سنن الکبیری للبیہقی باب من جهر بها اذا كان من حوله لا يتأذى بقراءته ج ص ۱۱۲ رقم: ۱۸۹۵ الاحاد والمثنائین حدیث اسید بن حضیر بن رافع ج ص ۳۱۶ رقم: ۱۹۲۱)

شرح حدیث: رضائے الہی کیلئے قرآن مجید سیکھنے، سکھانے، سننے اور تلاوت کرنے کا ثواب

قرآن مجید فرقانِ حمید کی تعلیم و تعلم اور تلاوت کے کثیر فضائل قرآن پاک میں بیان کئے گئے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا

ہے:

(۱) الَّذِينَ آمَنُوا بِالْكِتَابِ يَتْلُونَهُ حَتَّى تَتَلَوْتَهُ ۖ وَلِكَ يَوْمُنُونَ بِهِ ۖ

ترجمہ کنزالایمان: جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ جیسی چاہیے اس کی تلاوت کرتے ہیں وہی اس پر ایمان

رکھتے ہیں۔ (پ 1، البقرة: 121)

(2) وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ لَعَلَّكَ تُبْقِيَهَا لَكَ وَمِنْهَا لَذَاتٌ كَثِيرَةٌ ۝
ترجمہ کنز الایمان: اور اے محبوب تم نے قرآن پڑھا ہم نے تم پر اور ان میں کہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے
ایک چھپا ہوا پردہ کر دیا۔ (پ 15، بنی اسرائیل: 45)

(3) وَتَنْزِيلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے۔

(پ 15، بنی اسرائیل: 82)

(4) إِنَّ الَّذِينَ يَشْتُلُونَ كِشْبَ اللَّهِ وَاقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا الزَّكَاةَ وَكَانُوا بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَآتِينَ ۝
لَنْ تَبُورَ ۝ لِيُؤْفِقَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ۝ وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ
الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ۝ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ
الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ
يَأْذِنُ اللَّهُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۝ جَعَلْتُ عَذْنٍ يُدْخِلُونَهَا يُخَلُّونَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَ
لُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ ۚ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ
شَكُورٌ ۝ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ النِّعَامَةِ مِن فَضْلِهِ ۚ لَا يَسْتَأْذِنُ فِيهَا النَّصَبُ ۚ وَلَا يَسْتَأْذِنُ فِيهَا النَّفْسُ ۝

ترجمہ کنز الایمان: بے شک وہ جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے سے کچھ
ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ہرگز ٹوٹا
(نقصان) نہیں تاکہ ان کے ثواب انہیں بھرپور دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ عطا کرے بے شک وہ بخشنے
والا قدر فرمانے والا ہے اور وہ کتاب جو ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی وہی حق ہے اپنے سے اگلی کتابوں کی
تصدیق فرماتی ہوئی بے شک اللہ اپنے بندوں سے خبردار دیکھنے والا ہے پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے
ہوئے بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے اور ان میں کوئی وہ ہے
جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا یہی بڑا فضل ہے بسنے کے باغوں میں داخل ہوں گے وہ ان میں
سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کی پوشاک ریشمی ہے اور کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو
جس نے ہمارا غم دور کیا بے شک ہمارا رب بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے وہ جس نے ہمیں آرام کی جگہ اتارا
اپنے فضل سے ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف پہنچے نہ ہمیں اس میں کوئی تکان لاحق ہو۔ (پ 22، الفاطر: 29-35)

(5) اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانٍ ۚ تَتَشَعَّرُ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ

ثُمَّ تَلَيْنُ جُلُودَهُمْ وَقُلُوبَهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُضِلِلِ
اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن هَادٍ ۝

ترجمہ کنز الایمان: اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی
اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم
پڑتے ہیں یا دُخدا کی طرف رغبت میں یہ اللہ کی ہدایت ہے راہ دکھائے اس سے جسے چاہے اور جسے اللہ گمراہ
کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ (پ 23، الزمر: 23)

(1010) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَرَأَ فِي الْعِشَاءِ بِالْقَيْنِ وَالزَّيْتُونِ فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا
أَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ ﷺ کو سورۃ القین والزیتون کی
تلاوت نماز عشاء میں کرتے ہوئے سنا۔ میں نے آپ
سے زیادہ اچھی آواز والا کوئی نہیں سنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب القراءة في العشاء ج ۳ ص ۱۰۲ رقم: ۶۱۱، صحیح مسلم: باب القراءة في العشاء ج ۲ ص ۳۱ رقم: ۱۱۹۴ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الجهر بالقراءة في الركعتين الاوليين من المغرب والعشاء ج ۲ ص ۱۱۳ رقم: ۱۱۰ مسند امام احمد بن حنبل: حدیث البراء بن عازب رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۳۰۲ رقم: ۱۸۶۰۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی خوش آواز تھے۔ ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی
نبی بد شکل یا بد آواز نہ بھیجا۔ ہر نبی نہایت خوب صورت اور خوش آواز ہوئے۔ بہتیز شریف میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ
وسلم نہایت خوش آواز اور بلند آواز تھے کہ آپ کی نماز کی تلاوت عورتیں گھروں میں بے تکلف سن لیتی تھیں۔
(مرقات) غرض کہ رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ہر انداز محبوبانہ بخشا۔ (بزۃ النایح ج ۲ ص ۶۲)

(1011) وَعَنِ أَبِي لُبَابَةَ بَشِيرِ بْنِ عَبْدِ
الْمُنْذِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ فَلَيْسَ مِنَّا
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

حضرت ابولبابہ بن بشیر بن عبد المنذر ؓ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قرآن کو خوش
آوازی سے یا ترنم سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے
نہیں۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو جید اسناد کے ساتھ
روایت کیا ہے۔

مَعْلَى يَتَغَنَّي: يُحَسِّنُ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ.
یتغنی کا مطلب ہے جو قرآن پاک کی خوش
آوازی سے تلاوت کرتا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب استحباب الترتیل فی القراءة ج ۱ ص ۵۳۸ رقم: ۱۳۷۱ السنن الکبریٰ للبیہقی باب کیف قراءة المصلی ج ۲ ص ۵۲ رقم: ۲۵۲۸ اخبار مکة للفاکھی ذکر رباع بن عزمہ بن یقظة ج ۲ ص ۳۸۲ رقم: ۲۰۷۷ المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن ج ۲ ص ۲۳۸ رقم: ۲۰۹۱ سنن الدارمی باب التغنی بالقرآن ج ۱ ص ۳۱۷ رقم: ۱۳۹۰ مسند امام احمد مسند سعد بن ابی وقاص ج ۱ ص ۱۷۹ رقم: ۱۵۳۹)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن قرآن کو خوش الحانی سے پڑھنے کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اذن الله لشيع ما اذن لنبي حسن الصوت يتغنى بالقرآن يجهريه، رواه الائمة احمد والبخاري - ومسلم وابوداؤد والنسائي وابن ماجة عن ابن هريرة رضي الله تعالى عنه -

(صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن ۲/ ۷۵۱ صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن ۱/ ۲۶۸) (سنن ابی داؤد باب کیف یستحب الترتیل فی القراءۃ ۱/ ۲۰۷) اللہ تبارک و تعالیٰ کس چیز کو ایسی توجہ و رضا کے ساتھ نہیں سنتا جیسا کسی خوش آواز نبی کے پڑھنے کو جو خوش الحانی سے کلام الہی کی تلاوت پآواز کرتا ہے۔ (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لله اشد اذنا الى الرجل احسن الصوت بالقرآن يجهريه من صاحب القينة الى قينة، رواه ابن ماجة - وابن حبان والحاكم وقال صحيح على شرطهما والبيهقي كلهم عن فضالة بن عبيد رضي الله تعالى عنه -

(المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن دار الفکر بیروت ۱/ ۵۷۱) (سنن ابن ماجہ باب فی حسن الصوت بالقرآن صحیح ایم سعید کہنی کراچی ص ۹۶) (سنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الشهادات قسمین الصوت القرآن دار صادر بیروت ۱۰/ ۲۳۰)

یعنی جس شوق و رغبت سے گانے کا شوقین اپنی گائیکیز کا گانا سنتا ہے بیشک اللہ عزوجل اس سے زیادہ پسند و رضا و اکرام کے ساتھ اپنے بندے کا قرآن سنتا ہے جو اسے خوش آوازی سے جہر کے ساتھ پڑھے (ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں کی شرط پر صحیح ہے اور امام بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے تمام نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اس کو روایت فرمایا ہے۔ ت)

تیسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تعلموا کتاب الله وتعاهدوا وتغنوا به، رواه الامام احمد عن عقیبة بن عامر رضي الله تعالى

عنه۔ (مسند امام احمد بن حنبل حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۳۶/۲)
 قرآن مجید سیکھو اور اس کی نگہداشت رکھو اسے اچھے لہجے پسندیدہ الحان سے پڑھو، (امام احمد نے حضرت عقبہ
 بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)
 چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
 زینوا القرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسنا۔ رواہ الدارمی فی سننہ
 ومحمد بن نصر فی کتاب الصلوٰۃ بلفظ حسنوا۔ وباللفظین رواہ الحاکم فی المستدرک کلہم
 من البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۔ سنن الدارمی باب ۳۳ باب التغنی بالقرآن حدیث ۳۵۰۴ نشرانی ۲/۲۴۰) (المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن
 دار الفکر بیروت ۱/۵۷۵) (۲۔ کنز العمال بحوالہ الدارمی ابن نصر حدیث ۲۷۶۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۶۰۵)

قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو کہ خوش آوازی قرآن کا حسن بڑھادیتی ہے (امام دارمی نے اپنی سنن میں
 اور محمد بن نصر نے کتاب الصلوٰۃ میں حسنوا کے الفاظ سے اس کو روایت کیا ہے اور دونوں لفظوں سے امام حاکم
 نے المستدرک میں روایت کیا ہے اور سب نے براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے اس کو روایت
 کیا ہے۔ ت)

پانچ حدیثوں صحیح فقہی جلیل میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
 لیس منا من لم یتغن بالقرآن رواہ البخاری ۳۔ عن ابوہریرۃ وابوداؤد عن ابی لبابۃ
 عبدالمندر وهو کاحمد وابن حبان عن سعد بن ابی وقاص والحاکم عنہ وعن عائشہ وعن ابن
 عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (صحیح البخاری کتاب التوحید ۲/۱۱۲۳ و سنن ابی داؤد باب استجاب الترتیل فی القرآن ۱
 ۲۰۷) (مسند احمد بن حنبل ۱/۱۷۲ و کنز العمال حدیث ۶۹۷۱-۶۹۷۲) (المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن ۱/۵۶۹)

ہمارے طریقے پر نہیں جو قرآن خوش الحانی سے آواز بنا کر نہ پڑھے (امام بخاری نے اس کو حضرت ابوہریرہ
 سے روایت کیا جبکہ امام ابو داؤد نے حضرت ابولبابہ عبدالمندر سے اسے روایت کیا۔ نیز اس نے امام احمد اور
 ابن حبان کی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص سے بھی روایت کی ہے اور حاکم نے ان سے یعنی سعد بن ابی
 وقاص، سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عباس (تینوں) سے روایت کی ہے اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی
 ہو۔ (ت)

دسویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
 ان هذا القرآن نزل بحزن وکابة فاذا قرأتموه فابکوا فان لم تبکوا فتبکوا وتغنوا به فبن لم

یتغن به فلیس منا رواہ ابن ماجہ ومحمد بن نصر فی الصلوٰۃ والبیہقی فی شعب الایمان عن سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(سنن ابن ماجہ کاملۃ الصلوٰۃ باب فی حسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶)

بیشک یہ قرآن غم و حزن کے ساتھ اترتا تو جب اسے پڑھو گریہ کروا کر رونانہ آئے بتکلیف روؤ اور قرآن کو خوش الحانی سے پڑھو جو اسے الحان خوش سے نہ پڑھے وہ ہمارے طریقے پر نہیں (ابن ماجہ اور محمد بن نصر نے کتاب الصلوٰۃ میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سعد ابن مالک کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔
(ت) (نوائی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۶)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا میں آپ کو پڑھ کر سناؤں حالانکہ قرآن کریم تو آپ پر اترا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں کسی اور سے اپنے سوا سنوں۔ پس میں نے آپ کے سامنے سورۃ النساء پڑھنی شروع کی حتیٰ کہ جب میں اس آیت پر پہنچا ”پس کیا کیفیت ہوگی جب ہم ہر امت پر ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ بنا کر لائیں گے“ آپ نے فرمایا: بس اب کافی ہے جب میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (متفق علیہ)

(1012) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَأْ عَلَيَّ الْقُرْآنَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اقْرَأْ عَلَيْكَ، وَعَلَيْكَ الْوَلَدُ! قَالَ: إِلَيَّ أَحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ عَذْرَايَ، فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُورَةَ النِّسَاءِ حَتَّى جِئْتُ إِلَى هَذِهِ الْآيَةِ: (فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا) قَالَ: حَسْبُكَ الْآنَ قَالَتْفَتُفٍّ إِلَيْهِ، فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح البخاری: باب قول المقرئ للقاری حسبك ج ۱ ص ۱۱۶ رقم: ۵۰۵۰ صحیح مسلم: باب فضل استماع القرآن وطلب القراءة ج ۲ ص ۱۱۶ رقم: ۱۹۰۵ سنن ابوداؤد: باب فی القصص ج ۳ ص ۲۶۲ رقم: ۴۶۰۰ سنن ترمذی: باب ومن سورة النساء ج ۵ ص ۲۲۸ رقم: ۲۰۲۵ صحیح ابن حبان: باب قراءة القرآن ج ۶ ص ۶ رقم: ۷۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تم قرآن پڑھو میں سنوں۔ شعر

خوشتر آں باشد کہ مرد لبر آں

گفتہ آید از حدیث دیگر آں

معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھنا، پڑھوانا، سننا، سنانا سب عبادت اور سنت رسول ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ

پڑھوانا نہ تو تعلیم کی لیے تھانہ اصلاح کے لیے بلکہ صرف سننے کے لیے تھا۔

(قرآن کریم تو آپ پر اترا ہے) یعنی حضور آپ کو تو حضرت جبریل قرآن سناتے ہیں تو میری کیا حقیقت ہے، یا قرآن کریم حکمت ہے حضور حکیم ہیں، جنہیں اللہ عزیز حکیم نے سکھایا، حکمت حکیم کے منہ سے جھتی ہے، میرا حضور کے سامنے پڑھنے کا حوصلہ نہیں پڑتا۔

(میں کسی اور سے اپنے سوا سنوں) کیونکہ قرآن پڑھنا بھی عبادت ہے اور دوسرے سے پڑھوا کر سننا بھی، پہلی عبادت تو ہم کرتے رہتے ہیں، آج چاہتے ہیں کہ دوسری عبادت بھی ادا کریں، عرب شریف میں اب بھی دستور ہے کہ جہاں چند احباب جمع ہوتے ہیں تو وہاں ایک دوسرے سے قرآن شریف سنتے ہیں، یہ اس حدیث پر عمل ہے۔

(آپ کو ان پر گواہ بنا کر لائیں گے) یعنی اے محبوب قیامت کے دن ان کفار کا کیا بنے گا جب کہ ان کے انبیاء ان کے خلاف گواہی دیں گے اور اے محبوب تم ان تمام انبیاء کی تائیدی گواہی دو گے کہ مولیٰ یہ سارے انبیاء سچے ہیں ان کی قوموں نے واقعی بہت سرکشی کی تھی اپنے نبیوں کی بات نہ مانی تھی، اس آیت کریمہ کی نفیس تفسیر ہماری کتاب "شان حبیب الرحمن" اور "تفسیر نعیمی" میں ملاحظہ کرو۔

(آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے) یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی یا تو ہیبت الہی سے قیامت کے اس مقدمہ کے تصور سے یا اپنی امت پر رحمت کی وجہ سے۔ مرقات نے فرمایا کہ اس آیت پر بعض لوگ بے ہوش ہو گئے اور بعض حضرات مر بھی گئے۔ معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھ کر یا سن کر رونا سنت ہے بشرطیکہ بناوٹ سے نہ ہو۔ یہی شریف میں ہے کہ قرآن کریم غم و رنج لیے ہوئے آیا ہے، اس لیے تم اس کی تلاوت پر روؤ۔ (مرقات) (مزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۲۰)

مخصوص سورتیں اور آیتیں

40- بَابُ الْحَثِّ عَلَى سُورٍ

پڑھنے کی ترغیب کا بیان

وَأَيَاتٍ مُّخْصَوَّةٍ

حضرت ابوسعید رافع بن معلیؓ سے روایت ہے مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن کی سب سے بڑی سورت نہ سکھا دوں پھر آپ علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا جب ہم مسجد سے باہر نکلنے لگے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ نے فرمایا ہے کہ تمہیں قرآن کی سب سے بڑی سکھ دوں گا۔

(1013) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَافِعِ بْنِ الْمَعْلَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أَعْلَمُكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ؟ فَأَخَذَ بِيَدِي، فَلَمَّا أَرَدْنَا أَنْ نَخْرُجَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ قُلْتَ: لَا أَعْلَمُكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ؛ قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ

رَبِّ الْعَالَمِينَ، هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِ وَالْقُرْآنُ فرمایا: (ہاں) الحمد للہ رب العالمین یہ (سورۃ) ہی سات
الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيَتْهُ رَوَاةُ الْبُخَارِيِّ۔
باردہرائی جانے والی آیات اور عظیم قرآن ہے جو مجھے
عطا کیا گیا۔ (بخاری)۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما جاء في فائحة الكتاب ج ۱ ص ۱۷، رقم: ۳۴۷۲ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث
ابی سعید بن المعلی ج ۲ ص ۲۱، رقم: ۱۷۸۸۳ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما ابيح له من ان يدعو المصلی ج ۱ ص ۶۲، رقم:
۱۳۷۸۰ سنن النسائی الکبریٰ، تأویل قول الله جل ثناؤه - وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِ ج ۱ ص ۳۱، رقم: ۱۷۸۸۳ صحیح ابن حبان
باب قراءة القرآن ج ۲ ص ۵۱، رقم: ۷۷۷)۔

شرح حدیث: نوٹ: اس سے آپ کا اس اشارہ آیت کی طرف ہے وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِ وَالْقُرْآنُ
العظیم۔

یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

روایت ہے حضرت ابوسعید ابن معلی سے فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے بلایا میں نے جواب نہ دیا پھر میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھ رہا تھا فرمایا کیا اللہ
تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ رسول جب تمہیں بلائیں تو فوراً جواب دو پھر فرمایا کہ کیا میں تمہیں تمہارے مسجد میں جانے سے
پہلے قرآن کریم کی عظیم الشان سورۃ نہ بتاؤں پھر حضور نے میرا ہاتھ پکڑا جب باہر نکلنے لگے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا تھا کہ میں تم کو قرآن کریم کی عظیم الشان سورہ بتاؤں گا فرمایا وہ الحمد للہ رب العالمین ہے یہ تو
وہ سات مکررات ہیں اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا ہوئیں۔ (بخاری)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا) یہ حضرت مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوئے جبکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم برسر منبر
خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور آیت قَدْ نَزَّى تَقَلُّبٌ وَجْهَكَ فِي السَّمَاوَاتِ فرما رہے تھے انہوں نے تحیۃ المسجد نفل کی
نیت باندھ لی ایک گوشہ میں نماز پڑھنے لگے۔

(میں نے جواب نہ دیا پھر میں حاضر ہوا) یعنی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلاوا سن لیا مگر نماز کی مشغولیت کی وجہ
سے حاضر نہ ہوا پھر بعد سلام حاضر ہوا اور معذرت کے لیے یہ عرض کیا۔

(اللہ رسول جب تمہیں بلائیں تو فوراً جواب دو) یہاں اللہ رسول کے بلانے سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلانا
ہے ورنہ رب تعالیٰ بلا واسطہ کسی کو نہیں بلاتا اس لیے دعاً واحد کا صیغہ ارشاد ہوا۔ (مرقاۃ) اس فرمان سے چند مسئلے معلوم
ہوئے: ایک یہ کہ اگر عین نماز میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو بلائیں تو اسی وقت اسی حالت میں حاضر بارگاہ ہو جانا
واجب ہے۔ دوسرے یہ کہ اس حاضر ہو جانے سے بلکہ جو خدمت سرکار فرمائیں اس کے بجالانے سے نماز ٹوٹے گی نہیں وہ

نماز ہی میں رہے گا، اور خدمت سے فارغ ہو کر بقیہ رکعتیں پوری کرے گا جیسے حضور سے خطاب اور حضور کو سلام نماز نہیں توڑتا، ایسے ہی حضور کی یہ اطاعت نماز فاسد نہیں کرتی۔ (مرقات) نمازی وضو ٹوٹنے پر پانی کے پاس جائے تو نماز نہیں جاتی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمت الہی کا سمندر ہیں آپ کے پاس آنے سے نماز کیسے جائے گی۔

(عظیم الشان سورۃ نہ بتاؤں) پہلے سے یہ فرما کر منتظر بنا دیا، تاکہ خوب یاد رکھیں جو بات انتظار کے بعد ملے، اس کی قدر ہوتی ہے، سورۃ قرآن شریف کا وہ حصہ ہے جس میں مضمون مکمل ہو اور اس کا نام بھی ہو۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ تمام آسمانی کتابوں کے مضامین قرآن شریف میں ہیں۔ اور سارے قرآن شریف کے مضامین سورۃ فاتحہ میں اور ساری سورۃ فاتحہ کے مضامین بسم اللہ میں اور ساری بسم اللہ کے مضامین اس کے ب کے نقطہ میں۔ دیکھو ریلوے ٹائم ٹیبل یا جغرافیہ میں پورے ملک یا پورے شہر کی طرف ایک نقطہ سے اشارہ کر دیا جاتا ہے اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ فاتحہ کو بڑی سورہ فرمایا اور ہر رکعت میں یہ دہرائی جاتی ہے۔

(عظیم الشان سورہ بتاؤں گا) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا وعدہ یاد تھا مگر آپ نے لبتذا انہ تعلیم دی تاکہ ان کے اپنے شوق کا پتہ لگے کہ انہوں نے یہ بات یاد رکھی یا نہیں اور ان کا شوق پورا ہے یا نہیں۔

(قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا ہو گئی) خلاصہ فرمان یہ ہے کہ سورہ فاتحہ بہت سی خوبیوں کی جامع سورۃ ہے اس میں حمد الہی، نعت پاک مصطفوی، وعدے وعیدیں، حشر و نشر کا ذکر، محبوب و مرذود بندوں کا تذکرہ، رب تعالیٰ سے سوال کی تعلیم، دین برحق کی پہچان وغیرہ تمام مضامین ہیں دیکھو ہماری تفسیر نعیمی کلاں، اس میں سات آیتیں ہیں جو نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں ان کا نزول دوبار ہوا ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد یہ سورۃ سات حرفوں سے خالی ہے: ث، ج، خ، ز، ش، ظ، ف لہذا یہ سبع مثانی ہے یعنی سات مقرر آیتیں، نیز یہ سورت اس امت کی خصوصیت سے ہے کسی کو ہم سے پہلے نہ ملی، اس لیے رب تعالیٰ نے اس کی عطاء کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کہ ارشاد ہوا: وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ النَّبَاتِ وَالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ اگرچہ قرآن پاک میں یہ سورۃ بھی تھی مگر اس کا ذکر مستقل طور پر فرمایا لمعات، مرقات۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی بعض سورتیں بعض سے اعلیٰ و افضل ہیں اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے۔

(برزاق، المناجیح، ج ۳ ص ۳۴۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھنے کے بارے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: کیا تم

(1014) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فِي: (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ): وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ. وَفِي رِوَايَةٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِأَصْحَابِهِ: أَيْحِيزُ

میں سے کوئی اس بات سے عاجز ہو جاتا ہے کہ ہر رات ایک تہائی قرآن کی تلاوت کرے تو یہ صحابہ کرام ؓ کو یہ بہت بھاری لگا اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کس کو اتنی طاقت ہے آپ نے فرمایا: **قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ** ○ اللہ الصمد یہ سورۃ ایک تہائی قرآن ہے۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب فضل قل هو اللہ احد فیہ عمرۃ ج ۶ ص ۱۸۹ رقم: ۵۰۱۳ صحیح ابن حبان باب قرأۃ القرآن ج ۲ ص ۶۰ رقم: ۵۱ السنن الکبریٰ للبیہقی باب کم یکفی الرجل من قرأۃ القرآن فی لیلة ج ۲ ص ۲۱ رقم: ۳۹۵۲ سنن ابوداؤد باب فی سورۃ العنکب ج ۱ ص ۵۴۹ رقم: ۱۳۶۳ السنن الکبریٰ للنسائی باب الفضل فی قرأۃ قل هو اللہ احد ج ۱ ص ۳۲۱ رقم: ۱۰۶۶)

شرح حدیث: حکیم الأمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: (ہم میں سے کس کو اتنی طاقت ہے) یعنی روزانہ دس پاروں کی تلاوت مشکل ہے، ایک دودن تو ہمت کر کے پڑھا جاسکتا ہے۔

(یہ سورۃ ایک تہائی قرآن ہے) شارحین نے اس جملہ کے بہت معنی کئے ہیں، بہترین معنی یہ ہیں کہ ایک بار قل هو اللہ احد پڑھنے کا ثواب دس پارے تلاوت کرنے کے برابر ہے۔ لہذا تین بار تلاوت کر لینے سے سارا قرآن شریف پڑھ لینے کا ثواب ہے۔ ختم شریف وغیرہ میں تمام سورتیں ایک ایک بار پڑھی جاتی ہیں مگر سورۃ اخلاص تین بار، اس عمل کی اصل یہی حدیث ہے۔ خیال رہے کہ قرآن کرم میں تین قسم کے مضامین ہیں: اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، قصے، احکام اور سورۃ اخلاص میں ذات و صفات الہی کا مکمل ذکر ہے، اس لیے یہ سورۃ قرآن کریم کے تہائی کا ثواب رکھتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حمد کی آیات دیگر آیات سے افضل ہے۔ (بزاۃ المناجیح ج ۳ ص ۲۵۳)

(1015) وَعَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ يُرِيدُهَا فَلَبَّأَ أَصْبَحَ جَاءَ إِيَّاي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ وَكَانَ الرَّجُلُ يَتَقَالَّهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثُ الْقُرْآنِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

انہی سے روایت ہے ایک آدمی نے کسی دوسرے آدمی کو سنا کہ وہ قل هو اللہ بار بار پڑھ رہا تھا۔ صبح ہوئی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ سے اس کا ذکر کیا اور گویا کہ اس آدمی نے اس کو بہت گھنیا سمجھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یقیناً یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب کیف كانت یمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۸ ص ۱۳۱ رقم: ۶۶۳۲ مسند امام احمد مسند ابی سعید الخدری ج ۲ ص ۳۵ رقم: ۱۱۲۶۲ السنن الکبریٰ للبیہقی باب کم ینکلی الرجل من قراۃ القرآن فی لیلۃ ج ۱ ص ۲۱ رقم: ۵۵۰۳ سنن النسائی باب الفضل فی قراۃ قل هو اللہ احد ج ۲ ص ۱۴۱ رقم: ۱۱۵۰۷ مؤطا امام مالک باب ما جاء فی قراءۃ قل هو اللہ احد ج ۲ ص ۲۹۱ رقم: ۴۰۹)

شرح حدیث: جنت میں ایک محل

حضرت سیدنا معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن الغیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص دس مرتبہ قل هو اللہ احد پڑھے گا اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں ایک محل بنائے گا۔ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر تو ہم اسے کثرت سے پڑھا کریں گے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل بہت زیادہ عطا فرمانے والا اور پاک ہے۔ (مسند احمد، حدیث معاذ بن انس، ۱۵۶۱۰ ج ۵ ص ۳۰۸)

(1016) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فِي: (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) إِنَّهَا تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ رَوَاةٌ مُسْلِمٌ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قل هو اللہ احد (سورۃ اخلاص) کے بارے فرمایا کہ یہ تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب فضل قراۃ قل هو اللہ احد ج ۲ ص ۱۱۹ رقم: ۱۱۲۳ شعب الایمان للبیہقی باب تخصیص سورۃ الاخلاص بالذکر ج ۲ ص ۵۰۴ رقم: ۲۵۴۴ مشکل الآثار باب بیان مشکل ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی تاویل قول اللہ "ولقد اتیناک سبعاً" ج ۲ ص ۲۲۲ رقم: ۱۰۳۳)

شرح حدیث: اللہ عزوجل محبت فرماتا ہے

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو کسی سریہ میں بھیجا تو وہ اپنے ساتھیوں کی امامت کراتے ہوئے اپنی قراءت کو قل هو اللہ احد پر ختم کیا کرتا تھا۔ جب وہ لشکر واپس آیا اور لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ جب لوگوں نے اس سے پوچھا تو اس نے جواب دیا، اس لئے کہ اس میں رحمن عزوجل کی تعریف ہے اور میں اسے پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اسے خبر دے دو کہ اللہ عزوجل بھی اس سے محبت فرماتا ہے۔ (بخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء دعاء النبی امتی الی توحید اللہ تبارک وتعالیٰ، رقم ۷۵۷۳ ج ۳ ص ۵۳۱)

(1017) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أُحِبُّ هَذِهِ السُّورَةَ: (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أُحِبُّ هَذِهِ السُّورَةَ: (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) عرض کیا: یا رسول اللہ میں اس سورت (قل هو اللہ احد) کو پسند کرتا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے

اللَّهُ أَحَدٌ) قَالَ: إِنَّ مُحَبَّهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ
 التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
 فِي صَوْنِهِ تَعْلِيْقًا.
 اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حسن حدیث
 ہے۔ بخاری نے اپنی تصحیح میں اسے تعلیقاً ذکر کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی سورة الاخلاص ج ۱ ص ۱۵۹ رقم: ۲۹۱۱ شعب الایمان للبيهقي باب
 تخصیص سورة الاخلاص بالذکر ج ۲ ص ۵۰۶ رقم: ۲۸۳۱ مسند امام احمد بن حنبل مسند انس بن مالک ج ۳ ص ۱۰۱ رقم:
 ۱۲۲۵۵ مسند عبد بن حمید مسند انس بن مالک ص ۳۹۰ رقم: ۱۳۰۶ مسند الدار مسند انس بن مالک ج ۲ ص ۲۱۶ رقم: ۱۸۶۰)
 شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس عرض کرنے والے کا نام کلثوم یا کرزم ہے، پہلا قول زیادہ قوی ہے۔ (مرقات)

سبحان اللہ! کیسا مختصر اور جامع جواب ہے یعنی تو اس سورت سے محبت کی بناء پر اللہ کا پیارا بن جائے گا اور اللہ کے
 پیارے کی جگہ جنت ہی تو ہے، بعض لوگ سورة الکلم تشریح، واسطی اور سورة فتح و احزاب سے بڑی محبت کرتے ہیں اس لیے
 کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کی سورتیں ہیں، ان کی یہ محبت بھی ان شاء اللہ جنتی ہونے کا ذریعہ ہے۔

یہ مصنف پر اعتراض ہے کہ اس نے پہلی فصل میں ترمذی کی حدیث نقل کی، حالانکہ بخاری میں اس کی مثل
 موجود تھی۔ چنانچہ بخاری نے حضرت انس سے تعلیقاً ایک بڑا واقعہ روایت کیا کہ ایک انصاری مسجد قباء شریف میں امام تھے
 وہ ہر رکعت میں الحمد پڑھ کر پہلے سورة اخلاص پڑھتے پھر دوسری سورت اس پر مقتدیوں نے اعتراض کیا، انہوں نے فرمایا
 کہ میں امامت چھوڑ دوں گا مگر سورة اخلاص پڑھنا نہیں چھوڑ دوں گا۔ چونکہ وہ افضل صحابہ میں سے تھے اس لیے لوگ ان کی
 امامت کو غنیمت جانتے تھے، ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء کی زیارت کے لیے تشریف لائے تب یہ مقدمہ بارگاہ
 عالی میں پیش کیا گیا۔ جس پر سرکار نے ان امام کا بیان لے کر یہ فیصلہ دیا۔ (مرقات) اس حدیث کو بزاز اور بیہقی نے بھی
 روایت کیا۔ (بزاز المناجیح، ج ۳ ص ۲۵۵)

(1018) وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ
 عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:
 أَلَمْ تَرَ آيَاتِ أَنْزَلْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ لَمْ يَرِ مِثْلُهُنَّ قَطُّ؛
 (قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) وَ (قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ)
 رَوَاهُ مُسْلِمٌ
 حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول
 اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تجھے علم نہیں کہ آج رات کچھ آیات
 اتری ہیں۔ ان جیسی نہیں دیکھی گئیں۔ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ
 الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب فضل قراءة المعوذتین ج ۲ ص ۲۰۰ رقم: ۱۱۲۴ سنن النسائی اسکیزی باب الفضل فی
 قراءة المعوذتین ج ۱ ص ۲۳۰ رقم: ۱۰۲۶ المعجم الکبیر للطبرانی من اسماء عقبہ بن عامر الجہنی ج ۱ ص ۲۵۰ رقم: ۵۶۵۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ یہ دونوں سورتیں کلام الہی بھی ہیں، دعا بھی اور مخلوق کے شر سے امن بھی، ہر مسلمان کو خصوصاً مسافر کو بہت مفید ہیں۔ خیال رہے کہ قرآن کی بعض سورتیں بعض سے ثواب اور فائدے کے لحاظ سے اعلیٰ ہیں اگرچہ سب کلام اللہ ہیں جیسے کہ کعبہ معظمہ کا رکن اسود باقی عمارت سے افضل اگرچہ سارا کعبہ بیت اللہ ہے۔

کہ یہ دو سورتیں فجر جیسی اہم نماز میں کافی ہو گئیں اور ان بڑی سورتوں کے قائم مقام ہو گئیں جو فجر میں پڑھی جاتی ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سورتوں کو نماز میں پڑھنے کی وجہ سے حضرت عقبہ پزان کے اسرار کھل گئے تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقبہ کچھ دیکھ لیا یہ سورتیں ایسی ہیں۔ (بزمۃ المناجیح، ج ۲ ص ۷۶)

(1019) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَانِّ وَعَنِ الْإِنْسَانِ حَتَّى
تَوَلَّى الْمَعْوِذَتَيْنِ، فَلَمَّا تَوَلَّى، أَخَذَ بِيَمَانِهِ وَتَرَكَ مَا
بِسَوَاهُمَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مَوْقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ جنوں کی اور انسانی نظر لگنے سے پناہ مانگا
کرتے تھے۔ حتیٰ کہ معوذتین اتریں تو آپ نے ان دو
کو لے لیا اور باقی چیزوں (تعوذات) کو ترک کر دیا۔
امام ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن
ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء في الرقية بالمعوذتين، ج ۳ ص ۳۵۵ رقم: ۲۰۵۸ سنن النسائي الكبرى، باب الاستعاذه ج ۳ ص ۳۳۱ رقم: ۷۸۵۳)

شرح حدیث: سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی فضیلت اور ثواب

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سرکار والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، اے جابر! پڑھو۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا پڑھوں؟ فرمایا، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَرَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ پھر میں نے یہ دونوں پڑھیں تو فرمایا، ان دونوں کو پڑھا کرو کیونکہ تم ان کی مثل ہرگز نہ پڑھ سکو گے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب قراءة القرآن، رقم ۷۹۳، ج ۲، ص ۸۲)

حضرت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے سورہ ہود اور سورہ یوسف کی آیتیں پڑھائیے۔ تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے عقبہ بن عامر! تم قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ سے زیادہ اللہ عزوجل کو محبوب اور اس کے نزدیک زیادہ بلیغ کوئی سورت ہرگز نہیں پڑھ سکو گے اگر تم سے ہو سکے تو نماز میں یہ سورت پڑھنا نہ چھوڑو۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الصلاة، باب صلاة الصلوة، رقم ۱۸۳۹، ج ۳، ص ۱۵۹)

(1020) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مِنْ الْقُرْآنِ سُورَةٌ ثَلَاثُونَ آيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتَّى غُفِرَ لَهُ، وَهِيَ: (تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ) رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن میں ایک سورت ہے جس کی تیس آیتیں ہیں۔ اس نے ایک آدمی کے لیے سفارش کی حتیٰ کہ اس کی مغفرت ہو گئی اور وہ سورت تبارک الذی بیدہ الملک ہے۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

وَفِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ: تَشْفَعُ.

ابو داؤد کی ایک روایت میں شفعت کے بجائے تشفع ہے یعنی کہ سفارش کرے گی۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء فی فضل سورة الملك ج ۶ ص ۱۶۲ رقم: ۲۸۹۱ سنن ابو داؤد: باب فی عدد الاٰی ج ۵ ص ۵۲۹ رقم: ۱۴۰۲ المستدرک للحاکم: تفسیر سورة الملك ج ۲ ص ۳۴۹ رقم: ۲۸۲۸ تحف الخیر البهرة للبوصیری: باب سورة الملك وفضلها ج ۲ ص ۱۹۹ رقم: ۵۸۴۰ مسند امام احمد بن حنبل: مسند ابی حریرة رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۹۹ رقم: ۴۱۱۲)

شرح حدیث: نجات دلانے والی

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قبر پر اپنا خیمہ لگایا مگر انہیں علم نہ تھا کہ یہاں قبر ہے۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ وہاں کسی شخص کی قبر ہے جو سورہ ملک پڑھ رہا ہے اور اس نے پوری سورت ختم کی۔ وہ صحابی رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ایک قبر پر خیمہ تان لیا مگر مجھے معلوم نہ تھا کہ وہاں قبر ہے جبکہ وہاں ایک ایسے شخص کی قبر ہے جو روزانہ پوری سورہ الملک پڑھتا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یہی روکنے والی ہے، یہی نجات دلانے والی ہے جس نے اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھا۔ (ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل سورة الملك، رقم ۲۸۹۹ ج ۲ ص ۳۰۷)

عذاب قبر سے روک

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ، جب بندہ قبر میں جائے گا تو عذاب اس کے قدموں کی جانب سے آئے گا تو اس کے قدم کہیں گے تیرے لئے میری طرف سے کوئی راستہ نہیں کیونکہ یہ رات میں سورہ ملک پڑھا کرتا تھا۔ پھر عذاب اس کے سینے یا پیٹ کی طرف سے آئے گا تو وہ کہے گا کہ تمہارے لئے میری جانب سے کوئی راستہ نہیں کیونکہ یہ رات میں سورہ ملک پڑھا کرتا تھا، پھر وہ اس کے سر کی طرف سے آئے گا تو سر کہے گا کہ تمہارے لئے میری طرف سے کوئی راستہ نہیں کیونکہ یہ رات میں سورہ ملک پڑھا کرتا تھا۔ تو یہ سورت روکنے والی ہے، عذاب قبر سے روتی ہے، توراۃ میں اس کا نام سورہ ملک ہے جو اسے رات میں پڑھتا ہے بہت زیادہ اور اچھا عمل کرتا ہے۔

(المصدر: کتاب التفسیر، باب المائد من عذاب القبر سورة الملك، رقم ۳۸۹۲، ج ۳، ص ۳۲۲)

(1021) وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَرَأَ بِالْأَيْتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَّتَاهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں رات میں پڑھیں تو یہ دونوں اس کو کافی ہوں گی۔ (متفق علیہ)

قِيلَ: كَفَّتَاهُ الْمَكْرُوءَةُ يَلِكُ اللَّيْلَةُ، وَقِيلَ: كَفَّتَاهُ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ.

کافی ہونے کا معنی ہے کہ ہر مصیبت سے حفاظت کے لیے کافی ہیں، بعض نے کہا رات بھر کے قیام سے کافی ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل سورة البقرة، ج ۱، ص ۱۸۸، رقم: ۱۰۰۸، صحیح مسلم، باب فضل الفاتحة وخواتيم سورة البقرة، ج ۲، ص ۲۴۹، رقم: ۱۱۱۲، السنن الكبرى للبيهقي، باب كم يكفى الرجل من قراءة القرآن في ليلة، ج ۲، ص ۲۰، رقم: ۴۱۵۰، مسند الحميدى احاديث أبي مسعود، ج ۱، ص ۲۱۵، رقم: ۳۵۲، مصنف عبدالرزاق، باب تعليم القرآن وفضله، ج ۳، ص ۳۷۷، رقم: ۱۰۲۰)

شرح حدیث: عورتوں اور بچوں کو سکھاؤ

حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، بیشک اللہ عزوجل نے مجھے اپنے عرش کے نیچے رکھے ہوئے خزانے میں سے ایسی دو آیتیں عطا فرمائیں جنکے ذریعے (سورۃ) بقرہ کا اختتام فرمایا، لہذا! انہیں سکھو اور اپنی عورتوں اور بچوں کو سکھاؤ، کیونکہ یہ نماز، قرآن اور دعا ہیں۔ (المصدر: کتاب فضائل القرآن، باب آیتان من آخر سورة البقرة الخ، رقم ۲۱۱۰، ج ۲، ص ۲۶۸)

آسمان کا دروازہ

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ انہوں نے اپنے سر پر ایک آواز سنی تو اوپر سر اٹھایا اور عرض کیا، یہ آسمان کا دروازہ ہے جو آج ہی کھولا گیا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ پھر اس سے ایک فرشتہ نیچے اتر تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا، یہ ایک فرشتہ ہے جو زمین کی طرف اتر رہا ہے آج سے پہلے کبھی نہیں اتر۔ پھر اس فرشتے نے سلام کیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دونوروں کی خوشخبری لیجئے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کئے گئے اور آپ سے پہلے کسی بھی نبی کو عطا نہ ہوئے، وہ (سورۃ) فاتحہ اور (سورۃ) بقرہ کی آخری آیتیں ہیں، آپ ان دونوں میں سے جو بھی حرف پڑھیں گے اس کے عوض آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر عطا یں کی جائیں گی۔

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل النافلۃ الخ، رقم ۸۰۶، ص ۲۰۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ کیونکہ شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۃ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔ (مسلم)

(1022) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ، إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ وجوازہا فی المسجد ج ۲ ص ۱۸۸، رقم: ۱۸۱۰ السنن الصغریٰ، باب فی فضل القرآن وتخصیص سورۃ البقرۃ ج ۱ ص ۳۰، رقم: ۴۴، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل سورۃ البقرۃ وآیۃ الكرسی ج ۱ ص ۱۵، رقم: ۲۸۴۴، سنن النسائی الکبیری ذکر ما یجوز من الجن والشیطان ج ۱ ص ۲۲۰، رقم: ۱۰۸۰۱، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۲۴، رقم: ۸۷۱۲)

شرح حدیث: زمین و آسمان کے درمیان چراغ

حضرت سیدنا سید بن خضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ دلائل و الاشیاء، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں رات کو (سورۃ) بقرہ کی تلاوت کر رہا تھا کہ اچانک میں نے کسی چیز کے حرکت کرنے کی آواز سنی مجھے خیال آیا شاید میرا گھوڑا کھل گیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے ابو عتیک پڑھو۔ میں وہاں سے پلٹا تو دیکھا کہ زمین و آسمان کے درمیان چراغ لٹکے ہوئے ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے فرما رہے ہیں، اے ابو عتیک پڑھو۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یہ ملائکہ ہیں جو سورۃ بقرہ کی قراءت سننے کے لئے نازل ہوئے ہیں اگر تم پڑھتے رہتے تو بہت سے عجائبات دیکھتے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الرقاق باب قراءۃ القرآن، رقم ۷۷۶، ج ۲ ص ۷۷)

(1023) وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا الْبُرْدِ، أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ مَعَكَ أَكْثَرُ؟ قُلْتُ: (اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ) فَضَرَبَ فِي صَدْرِي، وَقَالَ: لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ أَبَا الْبُرْدِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو برد! کیا تو جانتا ہے کہ کتاب اللہ کی سب سے بڑی آیت جو تیرے پاس ہے وہ کون سی ہے؟ تو میں نے کہا اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم تو آپ نے میرے سینہ پہ ہاتھ رکھ کر فرمایا: اے ابو برد! تمہیں علم مبارک ہو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل سورۃ الکہف وآیۃ الكرسی ج ۲ ص ۱۹۹، رقم: ۱۹۲۱، السنن الصغریٰ، باب تخصیص آیۃ الكرسی بالذکر ج ۱ ص ۳۰، رقم: ۴۴، المستدرک للحاکم ذکر مناقب ابی بن کعب ج ۱ ص ۳۲۵، رقم: ۵۲۲۱، مسند

امام احمد حدیث المشایخ عن ابی بن کعب ج ۱ ص ۱۳۱ رقم: ۲۱۳۱۵ مسند عبد بن حمید حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۱۲ رقم: ۱۴۸

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابی ابن کعب اور آپ کے تین چچا زاد بھائی اس زمانہ میں پورے قرآن کریم کے حافظ تھے سوال یہ ہے کہ اے ابی ابن کعب بتاؤ جو قرآن کریم تم نے سارا حفظ کیا ہے اس میں بہت شاندار آیت کونسی ہے۔ (مرقات) اس زمانہ میں قرآن کریم کی تلاوت اور اس کا حفظ بقدر نزول ہوتا تھا۔

اعظم سے مراد اخروی ثواب اور دنیاوی فوائد میں زیادہ ہے، یہ زیادتی اضافی ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کسی حدیث میں کسی آیت کو اعظم فرمایا اور دوسری حدیث میں دوسری آیت کو۔

پہلی بار نہ بتانے اور پھر بتا دینے کی شارحین نے بہت وجوہ بیان کی ہیں فقیر کی نظر میں قوی وجہ یہ ہے کہ ان دو سوالوں کے درمیان کے وقفہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل میں جواب بطور فیضان القاء فرمادیا پھر پوچھا تو آپ نے وہ ہی القاء کیا ہوا جواب عرض کر دیا حضرات صوفیاء کبھی نظر سے کبھی سینہ پر ہاتھ رکھ کر کبھی مرید کو سامنے بٹھا کر کبھی کوئی بات پوچھ کر فیض دیتے ہیں، ان طریقوں کی اصل یہ حدیث ہے (ازلعات واشع) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی ابن کعب کو نظر بھر کر دیکھا جس سے ان کے سینہ میں علوم کے دریا بہ گئے۔

یہ فرمان ہمارے عرض کئے ہوئے مطلب کی تائید ہے یعنی اے ابی تمہیں یہ علم لدنی مبارک ہو کہ بغیر کتابیں پڑھے داتا کی دین اور راہبر کامل کی ایک نگاہ کرم سے تمہیں سب کچھ مل گیا۔ (برآء الناج، ج ۳ ص ۳۲۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کی زکوٰۃ صدقہ الفطر کی حفاظت میرے سپرد کی پس کوئی آنے والا میرے پاس آیا اور اناج (کھجور) نکالنے لگا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاتا ہوں تو کہنے لگا کہ میں محتاج ہوں اور عیال دار ہوں۔ سخت ضرورت ہے میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! تیرے گزشتہ رات کے چور نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے محتاجی اور بچوں کی شکایت کی تو مجھے اس پر رحم آگیا اور میں نے

(1024) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: وَكَلَّنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ، فَأَتَانِي ابْتُ فَجَعَلَ يَخْتُو مِنْ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ: لَا زَفَعَتِكَ إِدَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَى عِيَالٍ، وَبِی حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ، فَخَلَّيْتُ عَنْهُ، فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، شَكَا حَاجَةً وَعِيَالًا، فَرَجَّيْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ. فَقَالَ: أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ

سَيَعُودُ، لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَرَصَدْتُهُ، فَجَاءَ يَحْتَوِي مِنَ الطَّعَامِ، فَقُلْتُ: لَا رَفْعَتَكَ
 إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: دَعْنِي
 فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَى عِيَالٍ لَا أَعُودُ فَرَجَّتُهُ فَخَلَّيْتُ
 سَبِيلَهُ، فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ
 الْبَارِحَةَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، شَكَا حَاجَةً وَعِيَالًا،
 فَرَجَّتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ
 وَسَيَعُودُ فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ، فَجَاءَ يَحْتَوِي مِنَ الطَّعَامِ
 فَأَخَذْتُهُ، فَقُلْتُ: لَا رَفْعَتَكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهَذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ أَنَّكَ
 تَزْعُمُ أَنَّكَ لَا تَعُودُ! فَقَالَ: دَعْنِي فَإِنِّي أُعَلِّمُكَ
 كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللَّهُ بِهَا، قُلْتُ: مَا هُنَّ؟ قَالَ: إِذَا
 أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ، فَإِنَّهُ لَنْ
 يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ، وَلَا يَقْرُبُكَ شَيْطَانٌ
 حَتَّى تُصْبِحَ، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، فَأَصْبَحْتُ، فَقَالَ لِي
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ
 الْبَارِحَةَ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي
 كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللَّهُ بِهَا، فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ، قَالَ: مَا
 هُنَّ؟ قُلْتُ: قَالَ لِي: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ
 آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ: (اللَّهُ لَا
 إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ) وَقَالَ لِي: لَا يَزَالَ عَلَيْكَ
 مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ، وَلَنْ يَقْرُبَكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ.
 فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا إِنَّهُ قَدْ
 صَدَّقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ، تَعْلَمُ مَنْ يُخَاطَبُ مِنْدُ

اس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: وہ جھوٹ بول گیا ہے وہ
 پھر آئے گا میں نے پہچان لیا کہ وہ آئے گا کیونکہ رسول
 اللہ ﷺ نے فرما دیا کہ وہ آئے گا۔ میں اس کا انتظار
 کرنے لگا وہ آیا اور غلہ (کھجور) لینے لگا۔ میں نے کہا:
 میں تجھ کو ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔
 اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو بے شک میں محتاج ہوں۔
 میرے ذمہ بچوں کا خرچ ہے۔ میں دوبارہ نہیں آؤں گا۔
 پس مجھے ترس آ گیا تو میں نے اس کو چھوڑ دیا صبح ہوئی تو
 مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! گزشتہ
 رات تیرے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کی:
 یا رسول اللہ! اس نے محتاجی اور بچوں کی شکایت کی تو مجھے
 اس پر رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا آپ نے
 فرمایا: اس نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ پھر آئے گا تو میں اس
 کے تیسری بار آنے کا انتظار کرنے لگا وہ آیا اور غلہ سینے لگا
 میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تمہیں ضرور رسول
 اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کروں گا یہ تیسری مرتبہ ہو گئی
 تو ہر بار کہتا ہے کہ لوٹے گا نہیں۔ پھر لوٹ آتا ہے۔ اس
 نے کہا مجھے چھوڑ دو میں تمہیں کچھ کلمات سکھاتا ہوں۔
 ان سے اللہ کریم تمہیں نفع دے گا۔ میں نے کہا: وہ کیا
 ہیں؟ اس نے کہا جب تو بستر پر آئے تو آیۃ الکرسی شروع
 سے آخری آیت تک پڑھ اللہ کریم کی طرف سے صبح
 تک تم پر ایک محافظ ہے گا اور شیطان تیرے نزدیک نہ
 آ سکے گا۔ پس میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ پس صبح کو
 رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا تمہارے رات کے
 قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ!

وَلَا يَأْتِيَا أَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ: لَا. قَالَ: ذَلِكَ شَيْطَانٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

اس نے مجھے کہا کہ میں کچھ کلمات سکھاتا ہوں اور اس سے مجھے نفع ہوگا تو میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کی: اس نے مجھے کہا کہ جب تم اپنے بستر پر آؤ تو آیۃ الکرسی ازل سے آخر آیت تک پڑھو۔ اور اس نے مجھے کہا کہ (اس کے پڑھنے سے) ہمیشہ اللہ کی طرف سے تم پر نگہبان ہوگا اور شیطان صبح تک تمہارے قریب نہیں آ سکے گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے تجھے سچی بات بتائی ہے حالانکہ وہ بڑا جھوٹا ہے۔ اے ابو ہریرہ! تجھے کچھ پتہ ہے کہ تو تین دن سے کس سے مخاطب ہو رہا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، فرمایا: وہ شیطان تھا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اذا وكل رجلا فترك الوكيل شيئاً فاجازه الموكل فهو جائز ج ۳ ص ۱۰۰ رقم: ۲۴۱۱ صحیح ابن خزیمہ، باب الرخصة في تأخير الامام صدقة الفطر عن يوم الفطر ج ۳ ص ۱۱۱ رقم: ۲۴۲۲ مشکوٰۃ البصاویح، کتاب فضائل القرآن، الفصل الاول ج ۱ ص ۲۸۸ رقم: ۲۱۲۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: (رمضان کے فطرہ کی حفاظت پر مقرر فرمایا) یعنی صحابہ کرام جو اپنے فطرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر کر جاتے تھے تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود فقراء میں تقسیم فرمادیں تاکہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے رب تعالیٰ قبول فرمائے اس جمع شدہ فطروں کی حفاظت اس دفعہ حضرت ابو ہریرہ کے سپرد ہوئی۔

(ایک شخص آیا غلے سے لپ بھرنے لگا) یعنی فطرے کا گندم چراسنے اور لے جانے لگا میں نے اسے یہ حرکت کرتے دیکھ لیا۔ خیال رہے کہ ابلیس اور اس کی ذریت دانہ، غذا میں پھل، مٹھائیاں سب کچھ کھاتے ہیں، ساتھ ہی کوکھ وغیرہ بھی کھاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بغیر بسم اللہ پڑھے کھائے تو شیطان کھانے میں شریک ہو جاتا ہے، لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ ابلیس کے کھانے کی کیا حاجت اس سے معلوم ہوا کہ شیطان چوری کرتا ہے اس لیے آیۃ الکرسی وغیرہ مال پر دم کردی جائے تاکہ جن دالں کی چوری سے محفوظ رہے۔

(میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلوں گا) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اوسیاء اللہ خصوصاً صحابہ کرام شیطان کو دیکھ سکتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کی برکت سے ان کی آنکھوں سے غیبی حجاب

اٹھ جاتے ہیں، ان حضرات نے تو بار بار فرشتوں کو دیکھا جن کی کیا حقیقت ہے دوسرے یہ کہ شیطان ان کی گرفت سے چھوٹ نہیں سکتا، وہ لوگ نورانی ہیں، نور کی طاقت نار سے زیادہ ہے جن کا ہاتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوا اس کی گرفت سے کون چھوٹے۔ تیسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے شیطان گھبراتا ہے، وہاں حاضری کی ہمت نہیں کرتا۔ خیال رہے کہ قرآن کریم شیطان کے متعلق فرماتا ہے: **لَا تَزُولُ مِنْ حَيْثُ لَا تَزُولُ لَهُمْ** کہ وہ اور اس کی ذریت تو تم کو دیکھتے ہیں مگر تم ان کو نہیں دیکھتے، آیت کا منشا یہ ہے کہ تم ان جنات کو ان کی اصل شکل میں نہیں دیکھ سکتے لیکن جب وہ شکل انسانی میں ہوں، تو انہیں دیکھا جاسکتا ہے لہذا یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں، مرقات یا آیت میں عام انسانوں کا ذکر ہے اور یہاں اللہ کے خاص بندوں کا تذکرہ۔

(میرے بال بچے ہیں اور مجھے سخت حاجت ہے) ادائے قرض وغیرہ معلوم ہوا کہ شیطان جھوٹ بولتا ہے۔ وہ نہ محتاج ہے نہ اس کے بال بچوں کو فاقہ ہے، دھینے کا نہیں اس کی نگاہ میں ہیں سفلی عمل کرنے والوں کو وہ روزانہ مال پہنچاتا ہے، جسے ناجائز دست غیب کہا جاتا ہے جائز دست غیب رب تعالیٰ کی رحمت ہے، ناجائز دست غیب حرام۔

(میں نے اسے چھوڑ دیا) یا اس لیے چھوڑ دیا کہ ابھی اس نے چوری نہیں کی تھی ارادہ ہی کیا تھا یا چوری تو کر لی تھی مگر چوری حاکم کے پاس پہنچنے سے پہلے حق العبر رہتی ہے اور وہاں پہنچ کر حق اللہ بن جاتی ہے، پہلی صورت میں بندہ اس سے مال چھین کر اسے چھوڑ سکتا ہے۔ دوسری صورت میں بندہ معاف نہیں کر سکتا ہاتھ ہی کشیں گے یا اس لیے کہ اگر زکوٰۃ و خیرات سے فقیر چوری کرے تو ہاتھ نہ کشیں گے کیونکہ اس مال میں اس کا بھی حق ہے جیسے بیوی بخیل خاوند کے مال سے اپنے حق کے بقدر چوری کرے تو مجرم نہیں کہ اس نے چوری نہیں کی بلکہ اپنا حق لیا بہر حال حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ انہیں چور کو چھوڑ دینے کا کیا حق تھا۔

(اے ابو ہریرہ آج رات تمہارے قیدی کا کیا بنا) یعنی جب میں نماز فجر کے لیے حاضر بارگاہ ہوا تو بغیر میرے کچھ عرض کئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال فرمایا معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ہر ظاہر و چھپی چیز میں دیکھتی ہیں کوئی چیز ان سے مخفی نہیں وہ تو قبر کے اندر کے عذاب اور دلوں کے حال سے خبردار ہیں۔

مصرع چشم تو بیندہ ما فی الصدور (اقبال)

(میں نے رحم کیا تو اس کو رہا کر دیا) اس جملہ میں فقیر کی عرض کی ہوئی تو جیہ کی تائید ہوئی کہ حضرت ابو ہریرہ کو اس پر رحم کرنے کا بھی حق تھا اور چھوڑ دینے کا بھی اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پر عتاب نہ فرمایا کہ ابو ہریرہ تمہیں چھوڑ دینے کا کیا حق تھا۔

(وہ تم سے جھوٹ بول گیا اور وہ پھر لوٹے گا) اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ثابت ہوا۔ معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آئندہ ہونے والے واقعات کا رب تعالیٰ نے علم بخشا جو آئندہ ہونے والا ہے وہ بتا رہے

ہیں۔ شعر

خدا مطلع ساخت بر جملہ غیب

علی کل شئی خیر آدمی

(یقین ہو گیا کہ وہ لوٹ کر آئے گا میں اس کی تاک میں رہا) یعنی آج شب کو میں خوب چوکنار ہا سو یا نہیں، غافل نہ رہا، اسے پکڑنا بھی تھا اور اس کا تماشا بھی دیکھنا تھا۔

(مجھے رحم آگیا اسے رہا کر دیا) حضرت ابو ہریرہ نے اس کا یہ قول کہ اب نہ آؤں گا اس کی توبہ سمجھا اس لیے چھوڑ دیا، اسے سچا نہ سمجھا، کیونکہ اس کا جھوٹا ہونا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے معلوم ہو چکا تھا یہ رحمت اس کی توبہ پر ہے نہ کہ اسے غریب سمجھ کر اس بار بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ پر عتاب نہ فرمایا لہذا حدیث بالکل واضح ہے کوئی اعتراض نہیں یا آپ نے خیال فرمایا کہ یہ جھوٹ سے توبہ کر چکا ہے اور اب سچ بول رہا ہے پہلے جھوٹا تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ جھوٹ کی خبر دی تھی اور اب سچ بول رہا ہے۔

(سخت محتاجی اور بال بچوں کا عذر کیا مجھے اس پر رحم آگیا اسے رہا کر دیا) اس رحم کی وجہ ابھی عرض کر دی گئی اس چھوڑ دینے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پاک کی مخالفت نہیں ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آئندہ جھوٹ دینے سے منع نہ کیا تھا۔

(تیسری بار ہے کہ تو کہہ جاتا ہے کہ نہ آئے گا پھر آ جاتا ہے) خیال رہے کہ شیطان نے صرف ایک دفعہ یعنی دوسری بار میں ہی کہا تھا کہ میں اب نہ آؤں گا مگر حضرت ابو ہریرہ فرما رہے ہیں کہ تو کہہ جاتا ہے میں نہ آؤں گا اس لیے شارحین نے فرمایا کہ یہاں تزعم مضارع ہے مگر بمعنی ماضی ہے یعنی تو کہہ گیا تھا اب نہ آؤں گا اور پھر آ گیا یا حکمی و حقیقی دونوں طرح کہہ جانا مراد ہے یعنی تو پہلی بار میں حکمنا اور دوسری بار میں حقیقتاً کہہ گیا تھا کہ اب نہ آؤں گا لہذا یہ حدیث واضح ہے۔

(اللہ ان کی برکت سے آپ کو نفع دے گا) یعنی میں آپ پر ایک عمل مجرب بتا کر احسان کرتا ہوں آپ اس کے عوض مجھ پر یہ احسان کر دیں کہ مجھے چھوڑ دیں کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہوتا ہے ابلیس کی اس خوشامد سے معلوم ہوا کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہوئے بہت گھبراتا ہے ورنہ وہ حاضر ہو جانے پر راضی ہو جاتا ہے اب جس کے دل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت نہ ہو وہ شیطان سے بدتر ہے شیطان یا تو خدا سے ڈرتا ہے کہ کہتا ہے: زِلْزِلْ أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ یا جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمان کے دل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت ہی ہیبت چاہیے ڈاکٹر اقبال یوں دعا کرتے ہیں۔ شعر

مکن رسوا بروئے خواجہ مارا

حساب من ز چشم او نہاں گیر

(جب آپ بستر میں جائیں) یعنی سونے کے لیے لیٹیں بستر پر یا فرش خاک پر یا تخت پر، بستر کا ذکر عرف کی بنا پر

ہے اور سونا خواہ دن میں ہو یا رات میں۔

(اللہ کی طرف سے حافظ رہے گا) یعنی خود رب تعالیٰ یا اس کا مقرر کردہ، فرشتہ آپ کے جان و مال کی حفاظت کرے گا کہ گھر تو گر جانے آگ لگ جانے وغیرہ سے محفوظ رہے گا اور مال چوری وغیرہ سے امان میں رہے گا جیسا کہ دوسری احادیث میں وارد ہے، یہ عمل بہت ہی مجرب ہے۔

(صبح تک شیطان آپ کے قریب نہ بھٹکے گا) یعنی دینی یا دنیاوی نقصان پہنچانے کے لیے شیطان ابلیس آپ کے قریب نہ آ سکے گا، مطلقاً قریب آنے کی نفی نہیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں رہا کہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ ہم آیۃ الکرسی پڑھ کر سوتے ہیں پھر بھی احتکام ہو جاتا ہے اور احتکام شیطان سے ہوتا ہے ہاں آیۃ الکرسی کی برکت سے شیطان نماز قضا نہ کر سکے گا کہ یہ دینی نقصان ہے یوں ہی اس کی برکت سے اولاً تو گھر میں چور سانپ وغیرہ آئیں گے نہیں اگر اتفاقاً آگئے تو شیطان اسے اس موقع پر غافل نہ کر سکے گا کہ اس میں دنیاوی نقصان ہے، ان شاء اللہ آنکھ کھل جائے گی اور یہ شخص ان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

(میں نے اسے چھوڑ دیا) اس بار رحم کھا کر نہ چھوڑا بلکہ اس کے احسان کے عوض اور اس چھوڑ دینے میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت نہ تھی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہ کیا تھا۔

(وہ ہے تو جھوٹا مگر تم سے سچ بول گیا) اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ شیطان قرآن شریف سے بھی واقف ہے اور آیات قرآنیہ کے احکام و اسرار و اشارات سے بھی خبردار ہے، امام فخر الدین رازی نے فرمایا کہ شیطان ہر دین کے اچھے برے اعمال سے تفصیل وار واقف ہے اور ہر شخص کی نیت و ارادہ پر مطلع ہے، اس کے بغیر وہ خلق کو بہکا نہیں سکتا، جب اس بہکانے والے کے علم کا یہ حال ہے تو خلق کے ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا کیا پوچھنا۔ دوا کی طاقت بیماری سے زیادہ چاہیے قرآن کریم فرماتا ہے: إِنَّهُ يَوْمُكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَعْلَمُونَ شیطان اور اس کی ذریت تم سب کو دیکھتے ہیں مگر تم انہیں نہیں دیکھتے یعنی وہ حاضر ناظر ہے کیوں، لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے تو جس کے ذمہ خلق کی ہدایت ہے وہ بھی حاضر و ناظر ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرے یہ کہ شیطان کافر بھی کبھی سچ بول دیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ مؤمن کو چاہیے جہاں سے اسے علم ملے لے لے، ہاں بے دین کو استاد دین کا نہ بنائے یہاں حضرت ابو ہریرہ نے شیطان کو استاد نہ بنایا جیسے قاتیل کو کوڑے نے طریقہ دفن سکھایا، مگر کو ان کا استاد نہ تھا۔ خیال رہے کہ کافر و بے دین کی اچھی بات پر جہداً اعتماد نہ کرے ممکن ہے وہ شہد میں زبردے رہا ہوں، یہاں جناب ابو ہریرہ نے شیطان کی جب مانی جب کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تائید و تصدیق فرمادی۔ چوتھے یہ کہ آیۃ الکرسی دفع شیطان کے لیے اکسیر ہے خود شیطان اس کی خبر دے گیا کہ میرے بھاگنے کا ذریعہ آیۃ الکرسی ہے بھاگانے والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی تائید فرمادی، اور بھاگنے والے مردود نے بھی اس کی خبر دے دی۔ پانچویں یہ کہ کافر کی سچی بات کی مسلمان تصدیق و تائید کر سکتا ہے۔

(میں نے کہا نہیں فرمایا یہ شیطان ہے) یعنی ابلیس تھا جو اس مال میں برکت ملانے آیا تھا ورنہ اسے چوری کرنے کی

کیا ضرورت تھی، یہ حدیث تسخیر جنات کی اصل ہے، بعض عامل جنات کو اپنے محل سے قید کر دیتے ہیں۔ بالکل صحیح ہے دلیل یہ حدیث ہے، فقیر کی اس مذکور شرح سے حسب ذیل اعتراضات اٹھ گئے: اول یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ کو شیطان نظر کیسے آگیا۔ قرآن پاک فرماتا ہے کہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے، دوسرے یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی گرفت میں شیطان کیونکر آگیا، وہ ہوا یا آگ کے شعلہ کی طرح ہے جسے پکڑا نہیں جاسکتا۔ تیسرے یہ کہ شیطان کو چوری کی کیا ضرورت ہے، پوچھتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کو اسے پکڑ کر چھوڑ دینے کا کیا حق تھا، پانچویں یہ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا کہ وہ جھوٹا ہے اور پھر آئے گا تو جناب ابو ہریرہؓ نے اس کی بات کا اعتبار کیوں کیا۔ چھٹے یہ کہ شیطان کو کیا خبر کہ قرآن کریم کی کس آیت میں کیا تاثیر ہے ساتویں یہ کہ اس سے لازم آیا کہ شیطان حضرت ابو ہریرہؓ کا استاد ہو۔ (بزاز، المناجیح، ج ۳ ص ۳۳۹)

(1025) وَعَنْ أَبِي الدُّدَّادِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: **حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول**
 أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ **اللہ نے فرمایا: جس نے سورہ کہف کی ابتداء سے دس**
 حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ، عُصِمَ **آیتیں حفظ کر لیں وہ دجال سے محفوظ رہے گا اور ایک**
 مِنَ الدَّجَالِ. وَفِي رِوَايَةٍ: مَنْ آخِرَ سُورَةِ الْكَهْفِ **روایت میں ہے سورہ کہف کی آخری دس آیتیں۔**
 رَوَاهُمَا مُسْلِمٌ۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل سورۃ الکہف وآیۃ الکرسی، ج ۲ ص ۱۱۹، رقم: ۱۱۱۹، صحیح ابن حبان، باب قرأت القرآن، ج ۲ ص ۶۶، رقم: ۱۰۸۱، تحف الخیرۃ البھرۃ للبوصیری، باب سورۃ الکہف وفضلها، ج ۱ ص ۲۳۱، رقم: ۱۰۸۱، المستدرک للحاکم، تفسیر سورۃ الکہف، ج ۱ ص ۲۱۹، رقم: ۲۳۱، السنن الصغری، باب تخصیص سورۃ الکہف بالذکر، ج ۱ ص ۳۱۲، رقم: ۵۸۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ روزانہ ان کی تلاوت کر لیا کرے یا ہر جمعہ کو بعض لوگ ہر جمعہ کو سورہ کہف کی تلاوت کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ دجال سے مراد وہی بڑا دجال ہے جو قرب قیامت نکلے گا اس کا فتنہ اتنا سخت ہوگا کہ ہر نبی نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا یعنی اگر اس کی تلاوت کرنے والے کے زمانے میں دجال ظاہر ہوا تو ان شاء اللہ اس کے فتنے سے یہ محفوظ رہے گا اور ہو سکتا ہے کہ دجال سے مراد تمام فتنہ گر بے دین لوگ مراد ہوں جیسا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تیس دجال پیدا ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے ان آیات کی برکت سے یہ شخص ہر بے دین فتنہ گر کے شر سے بچا رہے گا۔ سورہ کہف میں اصحاب کہف کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر بادشاہ کے شر سے محفوظ رکھا ان کی آیات پڑھنے والے پر ان شاء اللہ وہی فیضان ہوتا ہے بعض روایات میں تین آیات ارشاد ہوئیں مگر دس میں تین بھی داخل ہیں لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ (بزاز، المناجیح، ج ۳ ص ۳۵۲)

(1026) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا:

بَيْنَمَا جِبْرِيلُ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِيضًا مِّنْ فَوْقِهِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: هَذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَاءِ فُتِّحَ الْيَوْمَ وَلَمْ يُفْتَحْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ، فَانْزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ، فَقَالَ: هَذَا مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ لَمْ يَنْزَلْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَسَلِّمْ وَقَالَ: الْبَشَرُ يَنْوَرُونَ أَوْ تَبْهَتُهُمْ لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ: فَاتِحَةُ الْكِتَابِ، وَخَوَاتِيمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ، لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهَا إِلَّا أُعْطِيَتْهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے۔ حضرت جبریل نے اپنے اوپر سے آواز سنی انہوں نے سر اٹھایا اور کہا آسمان کا یہ دروازہ آج کھلا ہے اور آج سے پہلے کبھی نہ کھولا گیا پس اس سے فرشتہ اتر تو حضرت جبریل نے کہا یہ فرشتہ کبھی زمین پر نہیں اتر آج کے دن کے علاوہ۔ اس نے سلام عرض کیا: اور عرض کیا: آپ کو دونوروں کی بشارت ہے جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہ دیے گئے۔ سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں آپ ان میں سے جو حرف پڑھیں گے وہ آپ کو عطا کر دیا جائے گا۔ (مسلم)

النَّقِیْضُ: الصَّوْتُ.

نقیض: کے معنی ہیں آواز۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضل الفاتحة وخواتیم سورة البقرة ج ۲ ص ۱۸۸ رقم: ۱۱۱۳ السنن الصغریٰ للبیہقی: باب تخصیص خواتیم سورة البقرة بالذکر ج ۱ ص ۲۰۹ رقم: ۴۶۱ المستدرک للحاکم: کتاب فضائل القرآن ج ۲ ص ۲۲۵ رقم: ۲۰۵۲ سنن النسائی الکبیری: باب فضل فاتحة الكتاب ج ۵ ص ۱۲ رقم: ۸۰۱۴ مصنف ابن ابی شیبہ: کتاب الفضائل: باب ما اعطی الله تعالی محمد صلی الله علیه وسلم ج ۵ ص ۳۱۴ رقم: ۸۱۷۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(آپ نے اپنے اوپر سے آواز سنی) سمع کا فاعل حضرت جبریل علیہ السلام ہیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض شارحین نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں کیونکہ اگلی ضمیریں بھی انہیں کی طرف راجع ہیں نقیض نقض سے بنا بمعنی ٹوٹنا چونکہ لکڑی وغیرہ کے ٹوٹنے کے وقت سخت آواز پیدا ہوتی ہے، اس لیے اب ہر سخت آواز کو نقیض کہہ دیتے ہیں۔

(جو آج کے سوا کبھی نہ کھولا گیا) خیال رہے کہ آسمان کے بے شمار دروازے ہیں، جن سے مختلف چیزیں آتی جاتی ہیں، بعض دروازوں سے رزق آتے ہیں، بعض سے عذاب بعض سے دعائیں و توبہ جاتی ہیں، بعض سے خاص فرشتے اترتے ہیں، ایک دروازہ وہ بھی ہے جو صرف معراج کی رات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھولا گیا، آج کا یہ دروازہ اس فرشتے کے لیے کھولا گیا تھا اس سے پہلے نہ یہ فرشتہ کبھی زمین پر آیا تھا اور نہ یہ دروازہ کبھی کھلا تھا۔

(یہ وہ فرشتہ زمین پر اتر رہا ہے جو آج کے سوا کبھی نہ اترے) یعنی نہ کسی کام کے لیے یہ زمین پر آیا نہ کسی پیغمبر کو کوئی پیغام سنانے کے لیے یہ فرشتہ صرف آج ہی آیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خدمت میں آیا ہے اس فرشتہ کا نزول حضور انور

صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت و عزت کے اظہار کے لیے ہے ورنہ یہ پیغام تو حضرت جبریل بھی عرض کر سکتے تھے۔

(ان دونوں سے جو آپ کو دیئے گئے) چونکہ یہ دونوں سورتیں دنیا میں سیدھے راستہ کی ہادی ہیں اور پلصراط پر روشنی جس کے ذریعہ ان کی تلاوت کرنے والا آسانی سے اسے طے کر لے گا۔ اس لیے انہیں نور فرمایا۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود نور ہیں پھر آپ پر یہ نور اترے تو بفضلہ تعالیٰ نوڑے اور ہوئے۔

(آپ سے پہلے کسی کو نہ دیئے گئے) یعنی آپ سے پہلے نبیوں میں سے کسی کو ایسی شاندار آیات و سورتیں نہ ملیں تو ریت الجیل وغیرہ میں ایسی شان کی آیت نہیں، یوں تو سارا قرآن شریف ہی ان کتب سے افضل ہے مگر یہ آیات بہت ہی افضل۔

(سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں) یعنی سورۃ بقرہ کا آخری رکوع ﴿ثُمَّ مَالِ السَّعَاتِ﴾ سے ﴿عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾

تک۔

(ان دونوں کا ایک حرف بھی آپ نہ پڑھیں گے مگر آپ کو اس کا اجر ملے گا) یعنی ان آیات کے ہر حرف کی تلاوت پر آپ کو اور آپ کے صدقہ سے آپ کی امت کو خصوصی ثواب ملے گا علاوہ تلاوت کے ثواب کے کہ وہ ثواب تو قرآن شریف کے تمام حروف پر ہے۔ (اشعہ) یا حرف سے مراد آیت ہے یعنی ان میں جو آیات دعا ہیں، ان میں سے ہر آیت قبول کی اور اس آیت کی دعا ان شاء اللہ منظور ہوگی۔ مرقات ان دونوں جگہ میں بہت شاندار دعائیں ہیں۔

(برۃ الناجح، ج ۳ ص ۳۵۰)

تلاوت قرآن کے لیے جمع

ہونا مستحب ہے

41- بَابُ اسْتِحْبَابِ الْجُمُعَةِ

عَلَى الْقِرَاءَةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر جمع ہوں اللہ کی کتاب کی تلاوت کریں اور اس میں اس کو پڑھیں یا پڑھائیں تو ان پر سکینہ لازمی طور پر اترتی ہے اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان پر سایہ کرتے ہیں اور اللہ کریم ان کا ذکر ان میں فرماتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔ (مسلم)

(1027) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ، وَيَتَدَارِسُونَهُ بَيْنَهُمْ، إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمْ الرَّحْمَةُ، وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ رَؤُوفًا مُسْلِمًا.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تحریم الظلم، ج ۸ ص ۱۸، رقم: ۱۶۴۲، الادب للبیہقی، باب من احب اللہ عزوجل واحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲ ص ۲۸، رقم: ۸۵۵، المستدرک للحاکم، کتاب الحدود، ج ۶ ص ۲۲، رقم: ۸۱۵۹، سنن

ابوداؤد باب فی البعۃ للمسلم ج ۲ ص ۴۲۲ رقم: ۴۷۸۸ سنن ترمذی باب ما جاء فی السجۃ علی المسلم ج ۲ ص ۴۲۶ رقم: ۱۱۳۰

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ بیٹھنے سے مراد کھڑے ہونے کے مقابل ہے، لہذا اس جملہ سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ذکر اللہ بیٹھ کر کرنا افضل ہے کہ اس میں سکون زیادہ ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ذکر اللہ جماعت میں کرنا افضل ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے ممکن ہے کہ بیٹھنے سے مراد ہمیشہ ذکر اللہ کرنا ہونیکی ہمیشہ کرنا افضل ہے۔

یہاں فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو زمین کا چکر لگاتے رہتے ہیں ذکر الہی کے طبقے ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور رحمت سے مراد خاص رحمت الہی ہے جوذاکرین کے لیے مخصوص ہے لہذا اس جملہ پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو انسان کو ہر وقت ہی گھیرے رہتے ہیں کیونکہ ہر وقت ساتھ رہنے والے فرشتے حافظین ہیں۔

سکینہ کی شرح: ”باب فضائل القرآن“ میں گزر چکی کہ یا تو اس سے مراد خاص ملائکہ ہیں یا دل کا نور یا دلی چین و سکون ہے اللہ کے ذکر سے دل کو چین نصیب ہوتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: **أَلَا يَذْكُرُ اللَّهُ تَطَهَّرَ فِي الْقُلُوبِ** اور فرماتا ہے: **هُوَ الَّذِي أَتَى السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ**۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے ملائکہ مقربین ہیں جو ہمیشہ اس کے پاس رہتے ہیں انتظام عالم کے لیے نہیں آتے اور ارواح انبیاء علیہم السلام و اولیاء عظام میں لوگوں کا ذکر و فخر سے عزت و عظمت سے کرتے ہیں۔ (مرقاۃ) یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے **فَإِذَا كُذِّبَ أَذْكَرُكُمْ** پھر جس طرح بندہ رب کو یاد کرتا ہے اسی طرح رب بندے کو مثلاً بندہ کہتا ہے کہ مولیٰ میں گنہگار ہوں رب فرماتا ہے بندے مت گھبرا میں غفار ہوں وغیرہ۔ (برزائۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۸۵)

42۔ بَابُ فَضْلِ الْوُضُوءِ وضو کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى: (مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ) (البائنة: 6)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے اہل ایمان! جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں کو دھو“۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ”اللہ تم کو تنگی میں ڈالنے کا ارادہ نہیں رکھتا لیکن وہ تو تم کو پاک کرنے اور تم پر نعمت پوری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تاکہ تم شکر کرو تک پڑھیں۔“

شرح: حضرت صدر الدین سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ المہادی خزانہ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اور تم بے وضو ہو تو تم پر وضو فرض ہے اور فرائض وضو کے یہ چار ہیں جو آگے بیان کئے جاتے ہیں۔

فائدہ: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ہر نماز کے لئے تازہ وضو کے عادی تھے اگرچہ ایک وضو سے بھی

بہت سی نمازیں فرائض و نوافل درست ہیں مگر ہر نماز کے لئے جداگانہ وضو کرنا زیادہ برکت و ثواب کا موجب ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ ابتدائے اسلام میں ہر نماز کے لئے جداگانہ وضو فرض تھا بعد میں منسوخ کیا گیا اور جب تک حدیث واقع نہ ہو ایک ہی وضو سے فرائض و نوافل سب کا ادا کرنا جائز ہوا۔

اور کہنیاں بھی دھونے کے حکم میں داخل ہیں جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے، جمہور اسی پر ہیں۔ اسی طرح چوتھائی سر کا مسح فرض ہے یہ مقدار حدیث مغیرہ سے ثابت ہے اور یہ حدیث آیت کا بیان ہے۔

(گنوں تک پاؤں دھوؤ) یہ وضو کا چوتھا فرض ہے، حدیث صحیح میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو پاؤں پر مسح کرتے دیکھا تو منع فرمایا اور عطا سے مروی ہے وہ بہ قسم فرماتے ہیں کہ میرے علم میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی نے بھی وضو میں پاؤں پر مسح نہ کیا۔

مسئلہ: حیض و نفاس سے بھی غسل لازم ہوتا ہے، حیض کا مسئلہ سورہ بقرہ میں گزر گیا اور نفاس کا موجب غسل ہونا اجماع سے ثابت ہے۔ تیمم کا بیان سورہ نساء میں گزر چکا۔ (خزان العرقان)

(1028) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ: إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ
مِنْ أَثَارِ الْوُضُوءِ، فَمَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ
غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا میری امت قیامت کے دن وضو کے اثر سے روشن اعضاء والی بدلی جائے گی تو جو تم میں سے اپنی روشنی بڑھا سکے اس کو چاہیے کہ وہ بڑھائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب فضل الوضوء والغر المحجلون من آثار الوضوء: ج ۱ ص ۳۹ رقم: ۱۲۶ صحیح مسلم: باب استحباب اطالة الغرة والتجليل في الوضوء: ج ۱ ص ۲۲۸ رقم: ۶۰۶ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب استحباب امرار الماء على العضد: ج ۱ ص ۴۰ رقم: ۲۶۲ صحیح ابن حبان: باب فضل الامة: ج ۱ ص ۲۲۵ رقم: ۲۶۱، مسند امام احمد: مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۳۰۰ رقم: ۱۱۸۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: وہ سرخ یا سیاہ گھوڑا ہے جس کے چاروں ہاتھ، پاؤں اور پیشانی سفید ہوں یہ بہت قیمتی خوب صورت اور طقور ہوتا ہے۔ امت سے مراد سارے نمازی مسلمان ہیں کہ قیامت میں انکا چہرہ اور ہاتھ، پاؤں آثار وضوء سے چمکتے ہوں گے۔ خیال رہے کہ اگرچہ پچھلی امتوں نے بھی وضوء کیا مگر یہ نور صرف امت محمدی پر ہوگا، نیز جو صبیحہ نماز کی فرضیت سے پہلے وفات پا گئے، یا اب مسلمانوں کے چھوٹے بچے، یا اسلام قبول کرتے ہی فوت ہو جانے والے لوگ جنہیں نماز اور وضو کا وقت ہی نہ ملا ان پر بھی ان شاء اللہ یہ آثار وضوء ہوں گے کیونکہ وہ نمازیوں کے گروہ سے تو ہیں۔ ہاں بے نمازی، فساق جنہوں نے بلا وجہ نماز نہ پڑھنے کی عادت ڈال لی وہ سزا اس سے محروم ہوں گے۔ خیال رہے کہ حضور کا اپنی

امت کو پہچاننا اس نور پر موقوف نہ ہوگا کیونکہ آپ نیک کار نورانیوں کو بھی پہچانیں گے اور گنہگار ظلمانیوں کو بھی۔

غالباً یہ آخری جملہ سیدنا ابو ہریرہ کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اعضائے وضوء حد مفروض سے زیادہ دھوئے تاکہ روشنی اور چمک لمبی ہو اور ممکن ہے کہ سرکار کا فرمان ہو۔ مطلب یہ ہے اعضائے وضوء حد سے کم نہ دھوؤ، زیادہ کچھ دھل جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ خیال رہے کہ غزہ چہرے کی سفیدی کو کہتے ہیں اور تجلیل ہاتھ پاؤں کی سفیدی کو۔ چونکہ اکثر لوگ چہرہ دھونے میں بے احتیاطی کرتے ہیں کہ کپٹی وغیرہ خشک رہ جاتی ہے لہذا اس کا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔ (بزاۃ النبی، ج ۱ ص ۲۷۸)

(1029) وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ خَلِيلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: تَبْلُغُ الْحَلِيَّةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوءُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔
انہی سے روایت ہے کہ میں نے اپنے خلیل کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایمان دار کا زیور وہاں پہنچے گا جہاں تک وضو پہنچتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب تبلغ الحلیۃ حیث یبلغ الوضوء، ج ۱ ص ۲۲۲، رقم: ۶۰۱ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب استحباب امرار الماء علی العنق ج ۱ ص ۵۶، رقم: ۲۶۰ السنن النسائی الکبریٰ، باب حلیۃ الوضوء، ج ۱ ص ۵۵، رقم: ۱۳۲ مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۳۷۱، رقم: ۸۸۲۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
حلیۃ ح کے کسرہ سے، بمعنی رونق و حسن ہے اور ح کے زیر سے بمعنی زیور۔ حدیث میں دونوں قراءتیں ہیں، وضوء واؤ کے پیش سے اس ہی مشہور وضوء کو کہتے ہیں اور واؤ کے زیر سے وضوء کا پانی۔ یہاں واؤ کے زیر سے ہے یعنی جہاں تک وضوء کا پانی پہنچے گا وہاں تک نور اور رونق و زینت ہوگی یا وہاں تک زیور پہنایا جائے گا۔ دنیا میں مسلمان مرد کو زیور پہننا حرام تاکہ وہ جہاد کی شجاعت نہ کھو بیٹھے جنت میں زیور وہاں کی نعمتوں میں سے ہوگا۔ (بزاۃ النبی، ج ۱ ص ۲۷۹)

(1030) وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، خَرَجَتْ خَطَايَا مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے وضوء کیا اور اچھی طرح وضوء کیا اس کے گناہ جسم سے نکل جائیں گے حتیٰ کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جائیں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء، ج ۱ ص ۱۳۹، رقم: ۶۰۱ المعجم الاوسط، من اسماء عبد اللہ ج ۲ ص ۲۶۱، رقم: ۳۳۳۹ سنن ابن ماجہ، باب ثواب الطہور، ج ۱ ص ۱۰۲، رقم: ۲۸۲ شعب الایمان للبیہقی، باب فضل الوضوء، ج ۱ ص ۱۱۲، رقم: ۲۷۲۱ مسند امام احمد بن حنبل، مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، ج ۱ ص ۶۶، رقم: ۲۷۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یہاں اچھے وضوء سے مراد سنتوں اور مستحبات کے ساتھ وضوء کرنا ہے اور خطاؤں سے گناہ صغیرہ کیونکہ گناہ کبیرہ توبہ کے بغیر اور حقوق العباد صاحب حق کی معافی کے بغیر معاف نہیں ہوتے یعنی جو شخص اچھا وضوء کیا کرے تو اس کے سارے

اعضاء کے گناہ اس پانی کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔

لطیفہ: ہم گنہگاروں کے وضوء کا غسلہ ماء مستعمل ہے جس سے دوبارہ وضوء نہیں ہو سکتا اور اس کا پینا مکروہ، کیونکہ یہ ہمارے گناہ لے کر نکل جاتا ہے، مگر حضور کے وضوء کا غسلہ بلکہ پاؤں شریف کا دھون متبرک ہے، کیونکہ وہ اعضاء طیبہ میں سے نور لے کر نکلا ہے، ہمارا غسلہ بہت سی بیماریاں خصوصاً مرگی پیدا کرتا ہے۔ حضور کا غسلہ بیماریاں دور کرتا ہے، رب فرماتا ہے: اَرْكُضْ بِرَجْلِكَ هَذَا مُغْتَسِلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ آب زمزم حضرت اسماعیل کے پاؤں گا گویا دھون ہے جس میں ہمارے حضور کی کلی پڑی ہوئی ہے ہم سب کے لیے شفا ہے۔ (بزاز الناجح، ج ۱ ص ۲۷۲)

(1031) وَعَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِثْلَ وَضُوءِي هَذَا، ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ هَكَذَا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَكَانَتْ صَلَوَتُهُ وَمَشْيُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔
انہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اس طرح وضو کیا جس طرح میں نے وضو کیا ہے پھر فرمایا جس نے اس طرح وضو کیا اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ اور اس کی نماز اور مسجد کی طرف جانا زاد ثواب ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الوضوء والصلاة عقبہ، ج ۱ ص ۱۲۲، رقم: ۵۶۶، مسند البزار، مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، ج ۱ ص ۸۲، رقم: ۲۲۲، المسند المستخرج حل، صحیح الامام مسلم لابی نعیم، کتاب الطہارۃ، ج ۱ ص ۲۹۵، رقم: ۵۶۱، جامع الاصول لابن اثیر، الفصل الثانی فی فضل الوضوء، ج ۱ ص ۲۴۴، رقم: ۱۰۹)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن وضو کے پانی سے لوگوں کے گناہوں کے دھلنے کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

اور اس مفہوم کی احادیث بکثرت مشہور و معروف ہیں، اور اصحاب مشاہدہ اپنی آنکھوں سے وضو کے پانی سے لوگوں کے گناہوں کو دھلتا ہوا دیکھتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ اہل شہود کے امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ مستعمل پانی نجاست مغلطہ ہے کیونکہ وہ اس پانی کو گندگیوں میں ملوث دیکھتے تھے، تو ظاہر ہے کہ وہ دیکھتے ہوئے، اس کے علاوہ اور کیا حکم لگا سکتے تھے۔ امام شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرمایا کہ میں نے سیدی علی الخواص (جو بڑے شافعی عالم تھے) کو فرماتے سنا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مشاہدات اتنے دقیق ہیں جن پر بڑے بڑے صاحبان کشف اولیاء اللہ ہی مطلع ہو سکتے ہیں، فرماتے ہیں امام ابو حنیفہ جب وضو میں استعمال شدہ پانی دیکھتے تو اس میں جتنے صغائر و کبائر مکروہات ہوتے ان کو پہچان لیتے تھے، اس لئے جس پانی کو مکلف نے استعمال کیا ہو اس کے تین درجات آپ نے مقرر فرمائے:

اول: وہ نجاست مغلطہ ہے کیونکہ اس امر کا احتمال ہے کہ مکلف نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔

دوم: نجاست متوسطہ اس لئے کہ احتمال ہے کہ مکلف نے صغیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔

سوم: ظاہر غیر مطہر، کیونکہ احتمال ہے کہ اس نے مکروہ کا ارتکاب کیا ہو،

(المیزان الکبریٰ کتاب الطہارۃ مصطفیٰ الباب ۱/ ۱۰۹)

وفہم جماعة من مقلدیه ان هذه الثلاثة اقوال فی حال واحد والحال انها فی احوال بحسب حصر الذنوب فی ثلاثة اقسام كما ذکرنا اذ وفيه ایضا رضی اللہ عن الامام ابی حنیفہ ورحم اصحابہ حیث تسبوا النجاسة الی مغلظة ومخففة لان المعاصی لا تخرج عن كونها کبائر اوصغائر۔ (المیزان الکبریٰ کتاب الطہارۃ مصطفیٰ الباب ۱/ ۱۰۸)

ان کے بعض مقلدین سمجھ بیٹھے کہ یہ ابوحنیفہ کے تین اقوال ہیں ایک ہی حالت میں، حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ تین اقوال گناہوں کی اقسام کے اعتبار سے ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور اسی کتاب میں ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے نجاست کو مغلظہ اور مخففہ میں تقسیم کیا ہے، کیونکہ معاصی، کبائر ہوں گے یا صغائر۔

وسمعت سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ لو کشف للعبد لرأی الباء الذی یتطہر منه الناس فی غایة القذارۃ والنتن فکانت نفسہ لا تطیب باستعمالہ کما لا تطیب باستعمال ماء قلیل مات فیہ کلب اذہرة قلت له فاذن کان الامام ابوحنیفہ وابویوسف من اهل الکشف حیث قالا بنجاسة الباء المستعمل قال نعم کان ابوحنیفہ وصاحبہ من اعظم اهل الکشف فکان اذا رأى الباء الذی يتوضأ منه الناس يعرف اعیان تلك الخطایا التي خرت فی الباء ویبیز غسالة کبائر عن الصغائر والصغائر عن البکروہات والبکروہات عن خلاف الاول کلامور البجسدة حسا علی حد سواء قال وقد بلغنا انه دخل مطهرة جامع الکوفة فرأی شابا يتوضأ فنظر فی الباء المتقاطر منه فقال یا ولدی تب عن عقوق الوالدین فقال تببت الی اللہ عن ذلك ورأی غسالة شخص اخر فقال له یا اخی تب من الزنا فقال تببت ورأی غسالة اخر فقال تب من شراب الخمر وسماع آلات اللہو فقال تببت۔ (المیزان الکبریٰ کتاب الطہارۃ مصطفیٰ الباب ۱/ ۱۰۹)

اور میں نے سیدی علی الخواص کو فرماتے سنا کہ اگر انسان پر کشف ہو جائے وہ طہارت میں استعمال کئے جانے والے پانی کو انتہائی گندہ اور بدبودار دیکھے گا اور وہ اس پانی کو اسی طرح استعمال نہ کر سکے گا جیسے اُس پانی کو استعمال نہیں کرتا ہے جس میں کتابلی مرگئی ہو میں نے اُن سے کہا اس سے معلوم ہوا کہ ابوحنیفہ اور ابو یوسف اہل کشف سے تھے کیونکہ یہ مستعمل کی نجاست کے قائل تھے، تو انہوں نے کہا جی ہاں۔ ابوحنیفہ اور ان کے صاحب بڑے اہل کشف تھے، جب وہ اُس پانی کو دیکھتے جس کو لوگوں نے وضو میں استعمال کیا ہوتا تو وہ پانی میں گرتے ہوئے گناہوں کو پہچان لیتے تھے اور کبائر کے دھوون کو صغائر کے دھوون سے الگ ممتاز کر سکتے

تھے، اور صفائر کے دھوون کو مکروہات سے اور مکروہات کے دھوون کو خلافِ اولیٰ سے ممتاز کر سکتے تھے اسی طرح جیسے محسوس اشیاء ایک دوسرے سے الگ ممتاز ہوا کرتی ہیں، فرمایا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ آپ جامع کوفہ کے طہارت خانہ میں داخل ہوئے، تو دیکھا کہ ایک جوان وضو کر رہا ہے، اور پانی کے قطرات اُس سے ٹپک رہے ہیں تو فرمایا اے میرے بیٹے! والدین کی نافرمانی سے توبہ کر۔ اس نے فوراً کہا میں نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کے پانی کے قطرات دیکھے تو فرمایا اے میرے بھائی! زنا سے توبہ کر۔ اس نے کہا میں نے توبہ کی۔ ایک اور شخص کے وضو کا پانی گرنا ہوا دیکھا تو اُس سے فرمایا شراب نوشی اور نخش گانے بجانے سے توبہ کر۔ اس نے کہا میں نے توبہ کی اھ

وفیه ایضا رحمه الله تعالى مقلدی الامام ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیث منعوا الطهارة من ماء المطهر التي لم تستجر لها یغیر فیها من خطایا المتوضئین وامروا اتباعهم بالوضوء من الانهار والابار والبرک البکیرة وكان سیدی علی الخواص رحمه الله تعالى مع کونه شافعیاً لا یتوضا من مطهر المساجد فی اکثر اوقاته ویقول ان ماء هذه المطهر لا ینعش جسداً مثالیاً لتقدرها بالخطایا التي خرت فیها وكان یبیز بین غسالات الذنوب ویعرف غسالة الحرام من المکروه من خلاف الاولی ودخلت معه مرة میضأة المدرسة الازهرية فاراد ان یتنجی من المغطس فنظروا رجاء فقلت لم قال رایت فیہ غسالة ذنب کبیر غیرته فی هذا الوقت وکنت انا رایت الذی دخل قبل الشیخ وخرج فتبعته فاحبرته الخبر فقال صدق الشیخ قد وقعت فی زنا ثم جاء الی الشیخ وتاب هذا امر شاهدته من الشیخ: اة کله ملتقطاً وسقته ههنا لجلیل فائدته وجلیل عائدته ولیس ماعینته انت الة لقربة فی معنی ماعینه الشارح فلا یلتحق۔

اسی میں حضرت امام ابو حنیفہ کے بعض مقلدین سے مروی ہے کہ انہوں نے اُن وضو خانوں کے پانی سے وضو کو منع کیا ہے جن میں پانی جاری نہ ہو کیونکہ اُس میں وضو کرنے والوں کے گناہ بہتے ہیں، اور انہوں نے حکم دیا کہ وہ نہروں کنوؤں اور بڑے حوضوں کے پانی سے وضو کریں۔ اور سیدی علی الخواص باوجود شافعی المذہب ہونے کے مساجد کے طہارت خانوں میں اکثر اوقات وضو نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ پانی ہم جیسے لوگوں کے جسموں کو صاف نہیں کرتا ہے کیونکہ یہ اُن گناہوں سے آلودہ ہے جو اس میں مل گئے ہیں، اور وہ گناہوں کے دھوون میں یہ فرق بھی کر لیتے تھے کہ یہ حرام کا ہے یا مکروہ کا یا خلافِ اولیٰ کا، اور ایک دن میں ان کے ساتھ مدرسۃ الازہر کے وضو خانہ میں داخل ہوا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ حوض سے استنجا کریں، تو اس کو

دیکھ کر لوٹ آئے میں نے دریافت کیا کیوں؟ تو فرمایا کہ میں نے اس میں ایک گناہ کبیرہ کا دھوون دیکھا ہے جس نے اس کو متغیر کر دیا ہے، اور میں نے اُس شخص کو بھی دیکھا تھا جو حضرت شیخ سے قبل وضو خانہ میں داخل ہوا تھا، پھر میں اُس کے پیچھے پیچھے گیا اور اُس کو حضرت شیخ نے جو کہا تھا اس کی خبر دی، اُس نے تصدیق کی اور کہا کہ مجھ سے زنا واقع ہوا، اور حضرت شیخ کے ہاتھ پر آکر تائب ہوا۔ یہ میرا اپنا مشاہدہ ہے اھ یہ سب ماخوذ ہے اس کے عظیم فائدہ کیلئے میں نے اس کو ذکر کیا ہے، اور جس کو آپ نے قربت کا آلہ قرار دیا ہے وہ اس معنی میں نہیں ہے جس کو شارع نے معین کیا ہے تو یہ اس کے ساتھ لاحق نہ کیا جائے۔ ت

(المیزان الکبری کتاب الطہارۃ مصطفی البابی مصر ۱۱۰/۱) (نہادنی رضویہ ج ۲، ۶۳-۶۴)

(1032) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ - أَوْ الْمُؤْمِنُ - فَغَسَلَ وَجْهَهُ، خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ، خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ، خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيئَةٍ مَسَّتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، حَتَّى يَخْرُجَ لَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ مسلم یا مومن وضو کرتا ہے اپنا چہرہ دھوتا ہے اس کے چہرہ سے پانی کے یا آخری قطرہ کے ساتھ سب گناہ دھل جاتے ہیں جو اس نے اپنی آنکھوں سے کئے اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھ کے تمام پکڑنے والے گناہ نکل جاتے ہیں پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ یہاں تک کہ وہ گناہوں سے ستھرا ہو جاتا ہے پھر جب وہ پاؤں دھوتا ہے تو اس کے پاؤں سے متعلق ہر گناہ پانی سے یا پانی کے آخری قطرہ سے زائل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء ج ۱ ص ۱۲۸ رقم: ۶۰۰ السنن الصغری للبیہقی باب کیفیۃ الوضوء ج ۱ ص ۳۵ رقم: ۸۸ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطہارۃ الفصل الاول ج ۱ ص ۶۱ رقم: ۲۸۵ جامع الاصول لابن الیبر الفصل الثانی فی فضل الوضوء ج ۱ ص ۴۴ رقم: ۷۱۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگرچہ انسان کان، ناک، منہ سب سے گناہ کرتا ہے مگر زیادہ گناہ آنکھ سے ہوتے ہیں۔ جیسے اجنبی عورت یا غیر کا مال ناجائز نگاہ سے دیکھنا اسی لئے صرف آنکھ کا ذکر فرمایا ورنہ ان شاء اللہ چہرے کے ہر عضو کے گناہ منہ دھوتے ہی معاف ہو جاتے ہیں۔

چلنے سے مراد ناجائز مقام پر جانا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں صرف ان اعضاء کے گناہوں کی ہی معافی مراد نہیں بلکہ سارے گناہ مراد ہیں حتیٰ کہ دل و دماغ کے بھی گناہ، ان اعضاء کا ذکر اس لیے ہے کہ زیادہ گناہ انہیں سے صادر ہوتے ہیں، لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث حضرت عثمان کے خلاف نہیں اور ہو سکتا ہے کہ پہلی حدیث میں وضو کامل کا ذکر تھا جس سے سارے سنن و مستحبات ادا کیے جائیں وہ تمام گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے اور یہاں وہ وضو مراد ہے جو اتنا کامل نہ ہو اس سے صرف ان اعضاء کے گناہ ہی معاف ہوں گے، لہذا دونوں حدیثیں درست ہیں۔ (بزاؤ النجیح، ج ۱ ص ۲۷۳)

(1033) وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى الْمَقْبَرَةَ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاجِقُونَ. وَحَدَّثَنَا أَكَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا قَالُوا: أَوْلَسْنَا إِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ قَالُوا: كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ: أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُتَجَلَّةٌ بَيْنَ ظَهْرِي خَيْلٍ دُهِمٍ بَيْنَهُمْ، أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُتَجَلِّينَ مِنَ الْوُضُوءِ، وَإِنَّا لَفَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ رَوَاؤُهُمْ مُسْلِمًا.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان آئے اور فرمایا: اے ایمان دار قوم کے گھر والو! تم پر سلام ہوں ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ میں اپنے بھائیوں کو دیکھنا پسند کرتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں فرمایا تم میرے بھائی نہیں تم میرے صحابی ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی نہیں آئے صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ اپنی امت کے لوگوں کو کیسے پہچانیں گے جو ابھی تک نہیں آئے۔ تو آپ نے فرمایا: اگر کسی آدمی کے گھوڑے روشن پیشانی روشن چہروں روشن اعضاء والے سیاہ گھوڑوں کے درمیان ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہ پہچان لے گا۔ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ یا رسول اللہ! فرمایا: وہ لوگ بروزِ حشر روشن چہروں روشن اعضاء کے ساتھ آئیں گے اور میں حوض پر ان سے پہلے پہنچا ہوں گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب استحباب اطالة الغرة والتجلیل فی الوضوء ج ۱ ص ۱۵۰ رقم: ۱۰۰۰ السنن الکبریٰ للبیہقی باب اسباغ الوضوء ج ۱ ص ۸۲ رقم: ۲۰۲ صحیح ابن حبان باب فضل الوضوء ج ۱ ص ۲۲۱ رقم: ۱۰۰۱ مسند ابی یعلیٰ مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۸۷ رقم: ۱۰۰۲ مؤطا امام مالک باب جامع الوضوء ج ۱ ص ۲۸ رقم: ۸۲)

شرح حدیث: حکیم الثامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مقبرہ سے مراد مدینہ منورہ کا قبرستان جنت البقیع ہے، جہاں حضور زیارت قبور کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ دار کے معنی گھر اور حویلی ہیں، اصل پوشیدہ ہے یعنی گھر والے۔ مرقاۃ نے فرمایا عوام کی قبور پر پہنچ کر سلام کرنا سنت ہے، کیونکہ

مردے زائرین کو دیکھتے ہیں، پہچانتے ہیں، اس کے کلام و سلام کو سنتے اور سمجھتے ہیں، کیونکہ نہ سننے والے اور نہ جواب دے سکنے والے کو سلام کرنا منع ہے، رب فرماتا ہے: **وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَلَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا هُوَ**۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردوں اور زندوں کو سلام یکساں کیا جائے یعنی اس طرح کہ سلام پہلے علیکم بعد میں، وہ جو حدیث میں ہے کہ علیکم السلام مردوں کا سلام ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ جب مردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تب یہ سلام کرتے ہیں لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

(ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں) یعنی عنقریب وفات پا کر تم سے ملاقات کریں گے۔ ان شاء اللہ برکت کے لیے فرمایا اور نہ موت تو یقینی ہے یا ایمان پر خاتمہ اور کسی خاص جگہ مرنا ہم لوگوں کے لیے مشکوک ہے۔ یعنی اگر اللہ نے چاہا تو ہم ایمان پر مرکب مؤمنوں سے ملیں گے۔ یہ سب کچھ امت کی تعلیم کے لیے ہے۔

(میں اپنے بھائیوں کو دیکھنا پسند کرتا ہوں) یعنی آئندہ پیدا ہونے والے مسلمانوں سے حیات ظاہری میں ملاقات کرتا، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری امت کو دیکھ رہے ہیں ان کو اپنا بھائی فرمانا انتہائی کرم کریمانہ ہے، امت کو یہ جائز نہیں کہ حضور کو اپنا بھائی کہے۔ بادشاہ اپنی رعایا سے کہتا ہے کہ میں آپ کا بھائی اور خادم ہوں لیکن اگر رعایا اسے خادم کہہ کر پکارے سزا پائے گی۔ رب فرماتا ہے: **لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ الَّاٰیۃ**۔

(میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی نہیں آئے) یعنی تم بھائی بھی ہو اور صحابی بھی اور جو لوگ مسلمان آئندہ آنے والے ہیں وہ صرف بھائی ہوں گے صحابی نہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ بھائی ہونا ظاہری لحاظ سے ہے رشتہ ایمانی کی بنا پر، ورنہ حضور امت کے لئے روحانی والد ہیں، اور ان کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں نہ کہ بھابھیں، رشتہ ایمانی سے سگ باپ اور دادا اسلامی بھائی ہیں، اور حقیقی ماں اور بیوی اسلامی بہنیں، مگر اس رشتہ کی بنا پر ان لوگوں کو نہ بھائی بہن کہا جاتا ہے، اور نہ ان پر بھائی بہن کے احکام مرتب، حتیٰ کہ اگر بیوی کو بہن سے تشبیہ بھی دے تو ظہار ہو جاتا ہے، جس کی سزا میں ساٹھ روزے کفارہ واجب ہے۔ تو جو حضور کو بھائی کہے اور سمجھے وہ بھی سخت سزا کا مستحق ہے۔

(یا رسول اللہ آپ اپنی امت کے لوگوں کو کیسے پہچانیں گے جو ابھی تک نہیں آئے) صحابہ کا یہ سوال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی کی بنا پر نہیں، ذریعہ علم کے متعلق ہے، یعنی جن مسلمانوں کو دنیا میں آپ نے زندگی شریف میں ظاہری نگاہ سے نہیں دیکھا انہیں کل قیامت میں کیسے پہچانیں گے اور کیسے شفاعت کریں گے، محض نور نبوت یا وحی سے کچھ ان میں علامتیں بھی ہوں گی جن سے ہم بھی پہچان سکیں ورنہ صحابہ کا تو یہ عقیدہ تھا کہ حضور کو اپنی ساری امت کے کھلے چھپے ایک ایک عمل کی خبر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا تھا کہ کیا آپ کی امت میں کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر بھی ہیں؟ فرمایا ہاں عمر کی، یہ سوال وجواب علیم و خیر سے ہی ہو سکتے ہیں۔

(کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہ پہچان لے گا) سبحان اللہ! کیا نفیس تمثیل ہے کہ جیسے بیچ کلیان گھوڑا اکالے گھوڑوں میں نہیں

کے سوا ہر چیز سے دل کو خالی کرنا ہے اور اسی طرح دل کو برے اخلاق سے پاک کر کے اسے اچھے اخلاق سے مزین کرنا ضروری ہے اور اعضاء کے لئے بھی ضروری ہے کہ انہیں گناہوں سے خالی اور اطاعت سے مزین کیا جائے۔

ان مراتب میں سے ہر ایک مرتبہ اپنے بعد والے مرتبہ میں داخل ہونے کے لئے شرط ہے اس لئے سب سے پہلے ظاہر کو، پھر اعضاء کو، اس کے بعد دل کو اور پھر باطن کو پاک کیا جائے اور یہ گمان نہ کیا جائے کہ طہارت سے مراد صرف ظاہری طور پر پاک ہونا ہی ہے کیونکہ اس سے مقصود فوت ہو جائے گا اور یہ بھی گمان نہ کیا جائے کہ یہ مراتب صرف خواہش کرنے سے آرزو کرنے اور آسانی سے حاصل ہو جائیں گے بے شک اگر تو ساری زندگی بھی اس کے حصول میں کمر بستہ رہے تو صرف بعض مقاصد میں ہی کامیابی پائے گا۔ (باب الاحیاء ۲-۴۸)

باب الصبر میں یہ روایت تفصیل سے گزر چکی ہے اس باب میں عمرو بن عبسہ والی حدیث جو باب الرجاء کے آخر میں ہے وہ بہت بڑی حدیث ہے بہت سے بھلائی کے کاموں پر مشتمل ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو کوئی وضو کرے تو وہ کامل وضو کرے پھر کہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ (اس کے بندے اور رسول ہیں تو اس کے یہ جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ ان میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔) (مسلم)

ترمذی کی روایت میں یہ اضافہ ہے اے اللہ مجھے خوب توبہ کرنے والوں خوب پاک ہونے والوں میں سے بنا۔

وَقَدْ سَبَقَ بِطَوِيلِهِ فِي بَابِ الصَّبْرِ. وَفِي الْبَابِ حَدِيثُ عَمْرِو بْنِ عَبْسَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ السَّابِقُ فِي آخِرِ بَابِ الرَّجَاءِ، وَهُوَ حَدِيثٌ عَظِيمٌ، مُشْتَمِلٌ عَلَى بُحْبُوحٍ مِنَ الْخَيْرَاتِ.

(1036) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبَلِّغُ - أَوْ فَيُسْبِغُ - الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الَّتِي لَا تَنْغَلِقُ إِلَّا لِمَنْ شَاءَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ: اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب الذکر المستحب عقب الوضوء: ج ۱ ص ۱۲۲ رقم: ۵۷۶ صحیح ابن خزيمة: باب فضل التهلیل والشهادة للنبي صلى الله عليه وسلم بالرسالة: ج ۱ ص ۱۱۱ رقم: ۲۲۲ شعب الایمان للبيهقي: باب فضل الوضوء ج ۲ ص ۲۰ رقم: ۲۷۵۲ مشکوٰۃ البصايع: کتاب الطهارة الفصل الاول: ج ۱ ص ۶۲ رقم: ۲۸۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مبالغہ سے مراد ہے کہ اس کی خوبیوں کو انتہاء پر پہنچا دے، پورا کرنے سے مراد ہے کہ پورے اعضاء دھوئے، بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہ جائے۔ منکلم فرما کر اشارہ فرمایا کہ سارے نیک اعمال مسلمانوں کو مفید ہیں، مگر اہوں، بے دینوں کو نہیں، دوا میں زندہ کو فائدہ پہنچاتی ہیں نہ کہ مردوں کو۔

ہر وضو کے بعد دوسرا کلمہ پڑھ لیا کرے، بعض روایات میں ہے کہ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ پڑھے، بعض میں ہے کہ یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ۔ بہتر یہ ہے کہ یہ سب کچھ پڑھ لیا کرے تو ان شاء اللہ ان کی برکت سے جسمانی طہارت کے ساتھ روحانی صفائی بھی نصیب ہوگی، مراقبہ نے فرمایا کہ بعد غسل بھی یہ دعائیں اور استغفار پڑھنا مستحب ہے۔

اور اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کا حشر ابو بکر صدیق کے غلاموں میں فرمائے گا کہ وہ ان سرکار کے ساتھ جنت میں جائے گا اور جیسے انہیں ہر دروازہ سے پکارا جائے گا کہ ادھر سے آؤ ایسے ہی ان کے صدقے میں اسے بھی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آٹھوں دروازے کھلنا حضرت صدیق اکبر کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ ان کے فضائل میں آئے گا کیونکہ ان کا یہ داخلہ ان کے صدقے سے ہے۔ خیال رہے کہ اگرچہ ہر جنتی داخل ایک ہی دروازہ سے ہوگا مگر ہر دروازہ سے پکارا جانا اس کی عزت افزائی کے لئے ہے۔ (بزاۃ الناجح، ج ۱ ص ۲۷۷)

43- بَابُ فَضْلِ الْاَذَانِ

اذان کی فضیلت کا بیان

(1037) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْبَدَاءِ وَالصُّبْحِ الْأَوَّلِ، لَوَجَدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَعِينُوا عَلَيْهِ لَاسْتَعِينُوا عَلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْتَهَجِيرِ لَاسْتَبَقُوا إِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَا تَوَهَّمَا وَلَوْ حَبَوَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کاش کہ لوگوں کو علم ہو جائے کہ اذان اور پہلی صف کی کیا فضیلتیں ہیں پھر اس کا موقع قرعہ اندازی کے بغیر نہ ملے تو وہ اس کے لیے قرعہ اندازی کریں اور اگر اس کو جان لیں جو نماز کے لیے جلد آنے میں فضیلت ہے تو اس کی طرف دوڑ کر آئیں اور اگر وہ جان لیں جو عشاء اور صبح کی نماز میں فضیلت ہے تو ان دونوں کے لیے حاضر ہوں اگرچہ انہیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے۔ (متفق علیہ)

استہام: قرعہ اندازی کو کہتے ہیں۔ تہجیر: کا مطلب ہے نماز کی طرف جلدی آنا۔

الاستہام: الاقتراع، والتہجیر: التہجیر إلی الصلوة۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری باب الاستہام فی الاذان ج ۱ ص ۲۲ رقم: ۵۹۰ صحیح مسلم باب تسویۃ الصفوف

واقفہا ج ۲ ص ۳۱ رقم: ۱۰۰۹ السنن الکبریٰ للبیہقی باب الاستہام علی الاذان ج ۱ ص ۳۲۸ رقم: ۲۰۰۳ سنن ترمذی باب ما جاء فی فضل الصف الاول ج ۱ ص ۳۲۴ رقم: ۲۲۵ صحیح ابن حبان باب الاذان ج ۲ ص ۳۳۲ رقم: ۱۶۵۹

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگرچہ ہم نے ان دونوں کے فضائل بہت بیان کر دیئے، لیکن اس کے باوجود کیا حقہ بیان نہیں ہو سکے، وہ تو دیکھ کر ہی معلوم ہوں گے پتہ لگا کہ فی سبیل اللہ اذان و تکبیر کہنا اور نماز کی صف اول میں، خصوصاً امام کے پیچھے کھڑا ہونا بہت بہتر ہے جس کی بزرگی بیان نہیں ہو سکتی۔

یعنی ہر شخص چاہے کہ یہ دونوں کام میں کروں تو ان میں جھگڑا پیدا ہو جس کا فیصلہ قرعہ سے ہو۔ معلوم ہوا کہ نیکیوں میں جھگڑنا بھی عبادت ہے اور قرعہ سے جھگڑا چکانا محبوب۔

یعنی ظہر و جمعہ کی نماز اگرچہ دیر میں ہو مگر اس کے لئے جلدی پہنچنا کہ پہلی صفوں میں جگہ ملے بہت بہتر ہے، مدینہ پاک میں نماز ظہر کے لئے لوگ گیارہ بجے سے پہنچ جاتے ہیں خصوصاً جمعہ کے دن۔

یعنی اگر پاؤں میں چلنے کی طاقت نہ ہوتی تو سرین کے بل پہنچتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ معذور پر اگرچہ مسجد کی حاضری واجب نہیں لیکن اگر پہنچ جائے تو ثواب پائے گا۔ عشاء کو عتہ فرمانا ممانعت سے پہلے ہے۔ (بزاۃ المناجیح ج ۱ ص ۵۹۰)

پہلی صف میں نماز پڑھنے کا ثواب

حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور پاک، صاحب کوناک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صف پر تشریف لاتے تو قوم کے سینوں اور کانڈھوں کو برابر فرماتے اور فرمایا کرتے، جدا جدا نہ رہو کہیں تمہارے دل جدا نہ ہو جائیں، بے شک اللہ عز وجل اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں۔

(ابن خزیمہ، باب التغلیظ فی ترک تسویۃ الصفوف، رقم: ۱۵۵۱، ج ۳ ص ۲۴)

حضرت سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے سید المبلغین، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، بیشک اللہ عز وجل اور اس کے فرشتے پہلی صف یا اگلی صفوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب القامۃ الصلوۃ والنسب فیہا، باب فضل الصف المقدم، رقم: ۹۹۷، ج ۱ ص ۵۲۸، بخیر قلیل)

حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عز وجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن الغیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بے شک اللہ عز وجل اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اور دوسری صف پر؟ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ فرمایا، بے شک اللہ عز وجل اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! اور دوسری صف پر؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور دوسری پر بھی۔

(مسند احمد مسند الانصار/ حدیث ابی امامۃ الباقی، رقم ۲۲۳۲۶، ج ۸، ص ۲۹۵)

اللہ عزوجل کی رضا کے لئے اذان دینے کا ثواب

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَحَيْلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ

ترجمہ کنز الایمان: اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں

مسلمان ہوں۔ (پ 24، جم السجود: 33)

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، میرا خیال ہے کہ یہ آیت مؤذنین کے حق میں نازل ہوئی۔

حضرت سیدنا عبدالرحمن بن ابی صغصغہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم جانوروں اور جنگل میں رہنے کو پسند کرتے ہو، لہذا جب تم جنگل میں ہوا کرو اور نماز کے لئے اذان دو تو بلند آواز کے ساتھ اذان دیا کرو کیونکہ مؤذن کی آواز کو جو کوئی جن یا انسان یا دوسری چیز سنے گی وہ قیامت کے دن اس کے لئے گواہی دے گی۔ حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنی۔ (صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب رفع الصوت بالنداء، رقم ۶۰۹، ج ۱، ص ۲۲۲)

ابن خزیمہ کی روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ بیشک میں نے آقائے مظلوم، سرور معصوم، حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مؤذن کی آواز کو جو بھی درخت، پتھر، جن یا انسان سنے گا وہ اس کے لئے گواہی دے گا۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آواز کی انتہا تک مؤذن کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور ہر خشک و تر چیز اس کے لئے گواہی دے گی۔ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے، اسے اپنے ساتھ نماز پڑھنے والوں کے ثواب کی مثل ثواب ملے گا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الصوت بالاذان، رقم ۵۱۵، ج ۱، ص ۲۱۸)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، آواز کی انتہا تک مؤذن کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اس کے لئے ہر خشک و تر چیز استغفار کرتی ہے۔ (مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمر بن خطاب، رقم ۶۲۱۰، ج ۲، ص ۵۰۰)

حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک، صاحب نواک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں اور مؤذن کی آواز کی انتہا تک

اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے، اس کی آواز جو خشک و تر چیز سختی ہے اس کی تصدیق کرتی ہے اور اسے اپنے ساتھ نماز پڑھنے والوں کی مثل ثواب ملتا ہے۔ (سنن نسائی، کتاب الاذان، باب رفع الصوت بالاذان، ج ۲، ص ۱۳)

وضاحت

موذن کی آواز کی انتہا تک مغفرت کر دیئے جانے سے مراد یہ ہے کہ جیسے جیسے اس کی آواز بلند ہوتی جاتی ہے مغفرت بھی غایت تک پہنچتی جاتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر موذن کے مقام سے اذان کی آواز پہنچنے کی انتہا تک موذن کے گناہ بھر دیئے جائیں تو اللہ تعالیٰ وہ گناہ بھی معاف فرما دیگا۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سید المہلبین، رحمۃ اللہ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رحمٰن عزوجل کا وسب قدرت موذن کے سر پر ہوتا ہے اور بیشک موذن کی آواز کی انتہا تک اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (طبرانی اوسط، رقم ۱۹۸۷، ج ۱، ص ۵۳۹)

لوگ جب اذان اور صف اول کے ثواب کو جان لیں گے تو ہر ایک یہی چاہے گا کہ اسے اذان کا موقع دیا جائے تو ایسی صورت میں نزاع ختم کرنے کے لئے قرعہ اندازی کا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا، مگر افسوس! کہ لوگ ان دونوں اعمال کے ثواب اور ان کی فضیلت سے لاعلم ہیں۔

(1038) وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْبُؤْدُيُونَ أَطْوَلُ النَّاسِ أَعْدَا قِيَوْمَ الْقِيَمَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ موذن لوگ قیامت کے دن سب سے زیادہ لمبی (اور بلند) گردنوں والے ہوں گے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الاذان و حرب الشیطان عند سماعہ، ج ۲، ص ۵، رقم: ۸۷۸، سنن ابن ماجہ، باب فضل الاذان، ج ۱، ص ۲۲۰، رقم: ۶۲۵، صحیح ابن حبان، باب الاذان، ج ۲، ص ۵۵۵، رقم: ۱۶۶۱، مسند الحارث، باب الاذان، ج ۱، ص ۱۰۹، رقم: ۱۱۸، مصنف عبدالرزاق، باب البغی فی الاذان، ج ۳، ص ۳۸۳، رقم: ۱۸۶۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی گردن فراز اور سر بلند ہوں گے، یا سر اٹھائے رب کی رحمت کے منتظر، یا بلند قامت ہوں گے کہ دور سے پہچان لئے جائیں گے۔ یہ مطلب نہیں کہ ان کے جسم چھوٹے اور صرف گردنیں لمبی ہوں گی کہ یہ بدزبانی ہے۔ بعض مفسرین نے اعناق کو ہمزہ کے زیر سے پڑھا ہے، بمعنی تیز رفتاری و لمبے قدم، یعنی موذن جنت کی طرف دوڑتے ہوئے لمبے قدم رکھتے ہوئے جائیں گے، دوسروں سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔ (بزائناج، ج ۱، ص ۶۱۵)

الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ سے بے خوفی

حضرت سیدنا ابوسعید خدری اور حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہم نے سرکارِ مدینہ، قرآنِ قلبِ سینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن تین اشخاص سیاہ مشک کے ٹیلے پر ہوں گے، انہیں الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ (یعنی بڑی گھبراہٹ) خوف زدہ نہیں کرے گی اور نہ ہی ان کا حساب ہوگا (۱) وہ شخص جو اللہ عزَّ وَّجَلَّ کی رضا کے لئے قرآن پڑھے اور کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس سے راضی ہو (۲) وہ شخص جو رضائے الہی عزَّ وَّجَلَّ کے لئے کسی مسجد میں اذان دے کر لوگوں کو اللہ عزَّ وَّجَلَّ کی طرف بلائے اور (۳) وہ شخص جو دنیا میں غلامی میں مبتلا ہوا مگر غلامی نے اُسے طلبِ آخرت سے دور نہ کیا۔ (شعب الایمان، المحدث ۲۰۰۲، ج ۲، ص ۳۴۸)

لبی گردنوں والے

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو سونے کی کرسیاں لائی جائیں گی جو موتیوں اور یاقوت سے جڑی ہوں گی، اس پر باریک اور سبز ریشمی کپڑے بچھے ہوں گے پھر ان پر نور کے گنبد بنائے جائیں گے اور یہ ندا کی جائے گی: مؤذنین کہاں ہیں؟ پس وہ کھڑے ہوں گے اور ان کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی ان سے کہا جائے گا: ان گنبدوں کے نیچے ان کرسیوں پر بیٹھ جاؤ یہاں تک کہ اللہ عزَّ وَّجَلَّ لوگوں کا حساب فرمادے، بے شک آج کے دن تم پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔

(تاریخ بغداد، الرقم: ۴۳۸ داؤد بن ابراہیم بن داؤد۔۔۔۔۔ الخ، ج ۸، ص ۳۷۴)

(1039) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ: أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ لَهُ: إِنْ أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَإِذَا كُنْتُ فِي غَنَمِكَ - أَوْ بَادِيَتِكَ - فَأَذْنْتُ لِلصَّلَاةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالْقِدَاءِ، فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِبًّا، وَلَا إِنْسًا، وَلَا شَيْئًا إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی صعصعہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا میرا خیال ہے کہ تو بکریاں اور جنگل پسند کرتا ہے تو جب تو اپنی بکریوں میں یا جنگل میں ہو تو نماز کے لیے اذان کہہ اور اذان میں آواز بلند کر کیونکہ مؤذن کی آواز کو جو بھی چیز (جن ہو یا انسان یا کوئی شے) سنتی ہے تو وہ قیامت کے روز اس کے حق میں گواہی دے گی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب رفع الصوت بالقاء، ج ۱۲، ص ۱۲۵، رقم: ۱۰۱۱۱) مسند امام احمد بن حنبل مسند ابی سعید الخدری، ج ۲، ص ۱۲۲، رقم: ۱۱۳۲۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب رفع الصوت بالقاء، ج ۳، ص ۳۹۴، رقم: ۱۱۳۲۲، سنن النسائی، باب

رفع الصوت بالاذان: ج ۱ ص ۱۲ رقم: ۱۳۲ صحیح ابن حبان باب الاذان ج ۱ ص ۳۶ رقم: ۱۶۶۱

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عرض کریں گے کہ مولے! یہ مسلمان ہے، نمازی ہے، ہم نے اسے اذان دیتے دیکھا، اور کلمہ شہادت پڑھتے سنا۔ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے کسی قسم کی تاویل کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حیوانات، جمادات کو سمجھ گویائی سننے کی طاقتیں بخشیں ہیں، ان میں سے ہر ایک کا ثبوت قرآن کریم کی صریح آیات سے ہے۔ مرقاۃ میں اس جگہ ایک حدیث منقول ہے کہ روزانہ شام کے وقت پہاڑ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی اللہ کا ذکر کرنے والا بھی گزرا، جب ان میں سے کوئی کہتا ہے ہاں تو سب خوش ہوتے ہیں۔ چاہیے کہ اذان بلند آواز سے دی جائے تاکہ گواہ زیادہ میسر ہوں غالباً جن میں فرشتے بھی داخل ہیں اور انسان سے عام انسان مراد ہیں۔ (بزاۃ الناجح، ج ۱ ص ۶۱۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کے لیے اذان ہوتی ہے تو شیطان بھاگتا ہے اس کی ہوا آواز کے ساتھ خارج ہو جاتی ہے۔ تاکہ اذان نہ سنے جب اذان مکمل ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے حتیٰ کہ جب نماز کے لیے تکبیر ہوتی ہے تو بھاگ جاتا ہے۔ جب تکبیر مکمل ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ آدمی اور اس کی جان کے درمیان کھٹکتا ہے کہتا ہے اس بات کو یاد کر اس بات کو یاد کر ایسی باتیں جو اس کو پہلے یاد نہ تھیں۔ حتیٰ کہ آدمی کا یہ حال ہوتا ہے کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں اسے یاد نہیں رہتا۔ (متفق علیہ) تشویب کا مطلب ہے اقامت۔

(1040) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ، أَذْبَرَ الشَّيْطَانُ، وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ الثَّانِيَةَ، فَإِذَا قُضِيَ الْيَتَاءُ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا نُوبَ لِلصَّلَاةِ أَذْبَرَ، حَتَّى إِذَا قُضِيَ التَّغْوِيْبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخُطِرَ بَيْنَ التَّرَاءِ وَنَفْسِهِ، يَقُولُ: اذْكُرْ كَذَا وَاذْكُرْ كَذَا - لِمَا لَمْ يَذْكُرْ مِنْ قَبْلُ - حَتَّى يَنْظُلَ الرَّجُلُ مَا يَذْكُرُ كَمَا صَلَّى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. التَّغْوِيْبُ: الْإِقَامَةُ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب اذا لم يدركه صل ثلاثا ورابعها بعد سجدة ج ۱ ص ۱۹ رقم: ۱۳۳۱ صحیح مسلم

باب فضل الاذان وهرب الشيطان عند سماعه ج ۱ ص ۶ رقم: ۸۸۵ السنن الکبریٰ للبیہقی باب الترغیب فی الاذان ج ۱ ص ۳۲

رقم: ۲۱۱۵ سنن ابو داؤد باب رفع الصوت بالاذان ج ۱ ص ۲۰۲ رقم: ۵۱۶ سنن الدارمی باب الشيطان اذا سمع النداء فر ج ۱ ص ۲۱۵

رقم: ۱۲۰۳

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خواہ نماز میں بلانے کے لیے دی جائے یا کسی اور مقصد کے لئے، جیسے بچے کے کان میں یا بعد دفن قبر پر وغیرہ۔ لِلصَّلَاةِ اس لیے فرمایا تاکہ کوئی اذان کے لغوی معنی نہ سمجھ جائے۔

یہاں بھاگنے کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں اور اذان میں دفع شیطان کی تاثیر ہے اسی لیے طاعون پھیلنے پر اذان کہلواتے ہیں کہ یہ وہاں جنات کے اثر سے ہے۔ بچے کے کان میں اذان دیتے ہیں کہ اس کی پیدائش پر شیطان موجود ہوتا ہے جس کی مار سے بچہ روتا ہے۔ فن کے بعد قبر کے سرہانے اذان دی جاتی ہے کیونکہ وہ میت کے امتحان اور شیطان کے بہکانے کا وقت ہے، اس کی برکت سے شیطان بھاگے گا، نیز میت کے دل کو سکون ہوگا، نئے گھر میں دل لگ جائے گا، نکیرین کے سوالات کے جوابات یاد آجائیں گے۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب ”جاء الحق“ حصہ اول میں دیکھو۔ گوز مارنے سے مراد اس کی انتہائی زلت اور خوف ہے کہ ایسی حالت میں ڈرنے والا گوز مارتا ہوا ہی بھاگا کرتا ہے۔ تشویب سے مراد اقامت یعنی تکبیر ہے اس میں بھی اذان کی طرح اثر ہے۔

چیزوں سے مراد نماز سے غیر متعلق خیالات ہیں، تجربہ ہے کہ نماز میں وہ باتیں یاد آتی ہیں جو نماز کے باہر یاد نہیں آتیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو انسانوں کے دلوں پر تصرف کرنے کی قدرت دی ہے انسانوں کی آزمائش کے لئے، کتنی ہی کوشش کی جائے مگر ان وسوسوں سے کلی نجات نہیں ملتی۔ چاہئے کہ وسوسوں کی پرواہ نہ کرے نماز پڑھتا رہے، بکھیوں کی وجہ سے کھانا نہ چھوڑے۔

مسئلہ فقہی یہ ہے کہ اگر پہلی بار یہ واقعہ پیش آئے تو نئے سرے سے نماز پڑھے اور اگر آتا رہتا ہو تو کم رکعتوں کا لحاظ کرے، مثلاً اگر شبہ ہو گیا کہ چار پڑھیں یا تین تو تین مانے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی افضل سے مفضول کی تاثیر بڑھ جاتی ہے۔ دیکھو نماز، تلاوت قرآن اور رکوع اور سجود سے شیطان نہیں بھاگتا۔ بھاگتا ہے تو اذان سے حالانکہ اذان سے نماز افضل ہے، حضور فرماتے ہیں کہ عمر سے شیطان بھاگتا ہے حالانکہ ابو بکر صدیق افضل ہیں۔ (برآۃ النبی، ج ۱ ص ۶۱۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب تم اذان سنو تو اس طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو۔ کیونکہ جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ کریم اس پر دس بار خصوصی رحمت فرماتا ہے۔ پھر اللہ سے میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو کیونکہ یہ جنت کا ایک مقام جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کے لائق ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں گا تو جس نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس کے لیے شفاعت

ثابت ہوگئی۔ (مسلم)

(1041) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا سَمِعْتُمُ الْيَدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ، ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللَّهَ فِي الْوَسِيلَةِ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللَّهِ وَأَرْجُو أَن أَكُونَ أَكَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ فِي الْوَسِيلَةِ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ثم یصلی علی الدہی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲ ص ۲۲ رقم: ۸۷۷ سنن ابوداؤد باب ما یقول اذا سمع المؤذن ج ۱ ص ۲۰۶ رقم: ۵۱۲ سنن ترمذی باب فی فضل الدہی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۵ ص ۵۸۹ رقم: ۳۶۱۲ سنن النسائی الکبزی باب الصلاة علی الدہی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الاذان ج ۱ ص ۵۱ رقم: ۱۹۲۲ مسند امام احمد مسند عبد اللہ بن عمرو ج ۲ ص ۱۶۸ رقم: ۱۵۶۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ کلمات اذان سارے دہرائے سَعَّ عَلَی الصَّلَاةِ بھی سَعَّ عَلَی الْفَلَاحِ بھی اور الصَّلَاةُ خَیْرٌ مِنَ النُّومِ بھی۔ اگلی حدیث میں آ رہا ہے کہ سَعَّ عَلَی الصَّلَاةِ اور سَعَّ عَلَی الْفَلَاحِ پر لَا تَحْوُلْ پڑھے۔ چاہیے کہ دونوں ہی کہہ لیا کرے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے، بعض مؤذن اذان سے پہلے ہی درود شریف پڑھ لیتے ہیں اس میں بھی حرج نہیں، ان کا ماخذ یہ ہی حدیث ہے۔ شامی نے فرمایا کہ اقامت کے وقت درود شریف پڑھنا سنت ہے۔ خیال رہے کہ اذان سے پہلے یا بعد بلند آواز سے درود پڑھنا بھی جائز بلکہ ثواب ہے، بلا وجہ اسے منع نہیں کہہ سکتے۔ خیال رہے کہ وسیلہ سبب اور توسل کو کہتے ہیں، چونکہ اس جگہ پہنچنا رب سے قرب خصوصی کا سبب ہے، اس لیے وسیلہ فرمایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ "امید کرتا ہوں تواضع اور انکساری کے لئے ہے ورنہ وہ جگہ حضور کے لئے نامزد ہو چکی ہے۔ (مرقاۃ دا شد) ہمارا حضور کے لیے وسیلہ کی دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے فقیر امیر کے دروازے پر صدا لگاتے وقت اس کی جان و مال کی دعائیں دیتا ہے تاکہ بھیک ملے، ہم بھکاری ہیں، حضور داتا، انہیں دعائیں دینا، مانگنے، کھانے کا ڈھنگ ہے۔

یعنی میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کی شفاعت ضرور کروں گا۔ یہاں شفاعت سے خاص شفاعت مراد ہے، ورنہ حضور ہر مومن کے شفیع ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بہت قسم کی ہے۔ شفاعت کی پوری بحث اور اس کی قسمیں ہماری کتاب "تفسیر نعیمی" جلد سوم میں دیکھو۔ (بزاۃ النانیج، ج ۱ ص ۶۱۸)

ایک ہی بندے کے شایانِ شان

شفیع المذنبین، امیس الغریبین، سراج السالکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جب تم مؤذن کو اذان کہتے سنو تو اسی طرح کہو (یعنی اذان کا جواب دو) پھر مجھ پر درود پاک بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پاک بھیجے گا اللہ عزوجل اس پر 10 رحمتیں نازل فرمائے گا، پھر اللہ عزوجل سے میرے لئے وسیلہ کا سوال کرو، وسیلہ جنت میں ایک جگہ کا نام ہے اور وہ اللہ عزوجل کے بندوں میں سے ایک ہی بندے کے شایانِ شان ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں، لہذا جو اللہ عزوجل سے میرے لئے وسیلہ کا سوال کریگا اس کے لئے میری شفاعت ثابت ہو جائے گی (یعنی اسے میری شفاعت ضرور ملے گی)۔ (سنن النسائی، کتاب الاذان، باب الصلاة علی النبی۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۶۷۹، ص ۲۱۳۰)

(1042) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ، فَقُولُوا كَمَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اذان سنو تو اس طرح کہو جس طرح مؤذن اذان کہتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یقول اذا سمع المنادی، ج ۱ ص ۱۲۶، رقم: ۱۱۱، صحیح مسلم، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه، ج ۲ ص ۲، رقم: ۵۴۴، سنن ابن ماجہ، باب ما یقال اذا اذن المؤذن، ج ۱ ص ۲۲۸، رقم: ۴۰، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، ج ۳ ص ۵، رقم: ۱۱۰۳۲، مصنف عبدالرزاق، باب القول اذا سمع الاذان والانصات له، ج ۱ ص ۴۸، رقم: ۱۸۳۲)

شرح حدیث: اذان کا جواب دینے والا جنتی ہو گیا

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب جن کا بظاہر کوئی بہت بڑا نیک عمل نہ تھا، وہ فوت ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ و جملہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی موجودگی میں فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جنت میں داخل کر دیا ہے۔ اس پر لوگ متعجب ہوئے کیونکہ بظاہر ان کا کوئی بڑا عمل نہ تھا۔ چنانچہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے گھر گئے اور ان کی بیوہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ ان کا کوئی خاص عمل ہمیں بتائیے، تو انہوں نے جواب دیا: اور تو کوئی خاص بڑا عمل مجھے معلوم نہیں، صرف اتنا جانتی ہوں کہ دن ہو یا رات، جب بھی وہ اذان سنتے تو جواب ضرور دیتے تھے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ج 40 ص 412، 413 ملخصاً)

(1043) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ: اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ الثَّامَّةِ، وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، اَبِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مُحَمَّدًا فِي النَّبِيِّ وَعَدَّتْهُ، حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اذان سن کر کہا اے اللہ اس کا مل پکار اور قائم ہونے والی نماز کے رب حضرت محمد ﷺ (کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر فائز فرما۔ جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے تو اس کے لیے بروز حشر میری شفاعت لازم ہوگی۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدعاء عند النداء، ج ۱ ص ۱۲۶، رقم: ۱۱۲، مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد اللہ، ج ۲ ص ۲۵۲، رقم: ۱۳۸۵۹، المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ سیف، ج ۲ ص ۸، رقم: ۳۶۶۲، سنن ابوداؤد، باب ما جاء في الدعاء عند الاذان، ج ۱ ص ۲۰۸، رقم: ۵۲۹، سنن ترمذی، باب ما جاء في يقول الرجل اذا اذن المؤذن، ج ۱ ص ۲۱۲، رقم: ۲۱۱)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مقام کا نام "وسیلہ" ہے اور قیامت میں حضور کے مقام کا نام

مقام محمود ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دولہا بنائے جائیں گے، سارے اولین و آخرین، کفر و مؤمنین، انبیاء و مرسلین، بلکہ خود رب العالمین حضور کی ایسی تعریفیں کریں گے جو آج ہمارے خیال و دہم سے وراء ہیں، وہ مقام نہ معلوم کیسا عظیم الشان ہے جس کا رب نے قرآن شریف میں اعلان فرمایا اور ہم لوگوں کو ہر اذان کے بعد اس کی دعا مانگنے کا حکم دیا گیا، اسی مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کبریٰ فرمائیں گے اور یہیں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر دروازہ شفاعت کھلے گا۔

یعنی اس دعا کی برکت سے اسے ایمان پر خاتمہ نصیب ہوگا اور وہ میری شفاعت عامہ و خاصہ کا مستحق ہوگا۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ اذان کے بعد دعا بہت قبول ہوتی ہے، لہذا مصیبت زدہ کو چاہیے کہ اس وقت دعا مانگا کرے اسی لیے مسلمان اس دعا کے ساتھ یہ بھی کہہ دیتے ہیں **وَإِذْ نُرَاقْنَا شَفَاعَتَهُ خَدَايَا هُمْ** ان کی شفاعت نصیب کر۔ (برزۃ المناجیح، ج ۱ ص ۶۲۰)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مؤذن کی اذان سننے کے بعد کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ اکیلے کے بغیر کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک حضرت محمد ﷺ اس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔ میں اللہ کے رب ہونے حضرت محمد ﷺ کے رسول ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں تو اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ (مسلم)

(1044) **وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، غُفِرَ لَهُ ذَنْبُهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.**

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه، ج ۲ ص ۳۰۰ رقم: ۸۶۴ سنن ابوداؤد: باب ما يقول اذا سمع المؤذن، ج ۱ ص ۲۰۰ رقم: ۵۰۵۰ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب ما يقول اذا فرغ من ذلك، ج ۱ ص ۳۱۰ رقم: ۲۰۱۰ سنن ترمذی: باب ما جاء ما يقول الرجل اذا اذن المؤذن، ج ۱ ص ۳۱۱ رقم: ۲۱۰ مسند امام احمد: مسند سعد بن ابی وقاص، ج ۱ ص ۱۸۱ رقم: ۱۵۶۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ دعا اذان کے اول پڑھی جائے گی، جب مؤذن کی اذان کی آواز کان میں آئے کیونکہ درمیان میں یہ دعا پڑھنے سے جواب اذان میں خلل واقع ہوگا۔ (برزۃ المناجیح، ج ۱ ص ۶۲۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو دعا اذان اور تکبیر کے درمیان مانگی جائے وہ رد نہیں کی جاتی۔ امام ابوداؤد اور ترمذی نے

(1045) **وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الدُّعَاءُ لَا يُرَدُّ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ**

وَالْزَمْدِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سان ترمذی: باب فی العفو والعافیۃ ج ۶ ص ۴۷۶ رقم: ۲۸۷۳ سنن ابوداؤد: باب ما جاء فی الدعاء بین الاذان والاقامة ج ۱ ص ۲۰۰ رقم: ۱۸۱۱ تحف الخیرۃ المہرۃ: باب الدعاء عند الاذان ج ۱ ص ۳۸۹ رقم: ۱۷۳ السنن الکبیری للنسائی: باب الترغیب فی الدعاء بین الاذان والاقامة ج ۱ ص ۲۲ رقم: ۸۸۰ مسند امام احمد: مسند انس بن مالک ج ۱ ص ۱۱ رقم: ۱۲۲۲۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ اس سے اذان و تکبیر کے درمیان کا سارا وقت مراد ہے کہ اس میں جب بھی دعائے قبول ہوگی مگر بہتر یہ ہے کہ اذان سے متصل دعائے تکبیر تک اگلی حدیث پر عمل ہو جائے۔ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ حضور ہم اس وقت کیا دعا مانگیں؟ فرمایا دین و دنیا کی امن و عافیت مانگو۔ (بزاۃ الناجح، ج ۱ ص ۱۳۲)

44- بَابُ فَضْلِ الصَّلَوَاتِ

نمازوں کی فضیلت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ) (العنکبوت: 45)

شرح: حضرت صدر المآثر فاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ممنوعات شرعیہ سے لہذا جو شخص نماز کا پابند ہوتا ہے اور اس کو اچھی طرح ادا کرتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک نہ ایک دن وہ ان برائیوں کو ترک کر دیتا ہے جن میں مبتلا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری جوان سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا اور بہت سے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا تھا حضور سے اس کی شکایت کی گئی فرمایا اس کی نماز کسی روز اس کو ان باتوں سے روک دے گی چنانچہ بہت ہی قریب زمانہ میں اس نے توبہ کی اور اس کا حال بہتر ہو گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس کی نماز اس کو بے حیائی اور ممنوعات سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔ (خزائن العرفان)

(1046) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے

رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ بتاؤ کہ اگر تم میں

سے کسی کے دروازے پر نہر ہو جس سے وہ روزانہ پانچ

بار غسل کرتا ہو تو کیا اس کی میل میں سے کچھ باقی رہے

گا۔ انہوں نے عرض کیا: نہیں فرمایا تو یہی پانچ نمازوں

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

يَقُولُ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا يَتَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ

مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ، هَلْ يَبْقَى مِنْ كَرَنِهِ

شَيْءٌ؟ قَالُوا: لَا يَبْقَى مِنْ كَرَنِهِ شَيْءٌ، قَالَ: فَذَلِكَ

مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللَّهُ بِهَا الْخَطَايَا كَمَا مِثَالُ هِيَ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ غلطیاں معاف مٹا دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب المشی الی الصلاة تمحی بہ الخطایا ج ۲ ص ۱۳۱ رقم: ۱۵۵۳ سنن الکوی للبیہقی: باب لرائع الخمس ج ۱ ص ۳۱۱ رقم: ۱۷۱۲ سنن ترمذی: باب مثل الصلوات الخمس ج ۵ ص ۱۵۱ رقم: ۲۸۶۸ سنن النسائی الکوی: باب فضل الصلوات الخمس ج ۱ ص ۳۲۲ رقم: ۳۲۲ سنن الدارمی: باب فی فضل الصلوات ج ۱ ص ۲۸۲ رقم: ۱۱۸۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں خطاؤں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، کبیرہ گناہ اور حقوق العباد اس سے علیحدہ ہیں کہ وہ نماز سے معاف نہیں ہوتے جیسا کہ پہلے گزر گیا۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پنجگانہ کو نہر سے تشبیہ دی نہ کہ کنوئیں سے دو وجہ سے: ایک یہ کہ کنوئیں میں اگر گھسا جائے تو اکثر اس کا پانی نہانے کے لائق نہیں رہتا کیونکہ وہ پانی جاری نہیں، نہر کا پانی جاری ہے ہر ایک کو ہر طرح پاک کر دیتا ہے، یوں ہی نماز ہر طرح پاک کر دیتی ہے کیسا ہی گندا ہو۔ دوسرے یہ کہ کنوئیں کا پانی تکلف سے حاصل ہوتا ہے، رسی ڈول کی ضرورت پڑتی ہے کمزور آدمی پانی کھینچ نہیں سکتا مگر نہر کا پانی بے تکلف حاصل ہوتا ہے، ایسے ہی نماز بے تکلف ادا ہو جاتی ہے جس میں کچھ نہیں کرنا پڑتا اور جب دروازے پر نہر ہو تو غسل کے لئے دور جانا بھی نہیں پڑتا۔ خیال رہے کہ گناہ دل کا میل ہے اور نماز میل دل کے لیے پانی۔ (برزاق المناجیح، ج ۱ ص ۵۳۰)

(1047) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلَى بَابٍ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ تَحْسُ مَرَاتٍ زَوَاةً مُسْلِمًا.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا پانچ نمازوں کی مثال تم میں سے کسی کے دروازہ پر گہرے پانی والی بہتی نہر کی طرح ہے جس میں وہ پانچ دفعہ نہاتا ہو۔ (مسلم)

غمر: غین مجمر پر زبر ہے اس کا مطلب ہے زیادہ گہری۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب المشی الی الصلاة تمحی بہ الخطایا ج ۲ ص ۱۳۲ رقم: ۱۵۵۴ المعجم الکبیر للطبرانی: من اسمہ صدی بن العجلان ج ۸ ص ۱۶۳ رقم: ۷۷۰۰ سنن الکوی للبیہقی: باب ما جاء فی فضل المشی الی المسجد للصلاة ج ۲ ص ۱۲ رقم: ۷۷۰۲ اتحاف الخیرة المہرۃ کتاب الایمان: باب فرض الصلاة ج ۱ ص ۳۱۳ رقم: ۷۷۰۸ التاریخ الکبیر للبغاری: من اسمہ ابراہیم بن یحییٰ ج ۱ ص ۱۸۲ رقم: ۱۰۶۱ مجمع الزوائد باب فضل الصلاة ج ۲ ص ۳۱ رقم: ۱۶۵۲)

شرح حدیث: پانچ مرتبہ غوطے

حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دو بھائی تھے، ان میں سے ایک بھائی کا دوسرے

بھائی کی وفات سے چالیس راتیں پہلے انتقال ہو گیا۔ ان میں سے پہلے مرنے والے کا ذکر سرور عالم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کیا گیا اور اس کی فضیلت بیان کی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا دوسرا بھائی مسلمان نہیں تھا؟ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، کیوں نہیں اور اس میں کوئی بُرائی نہیں تھی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ اس کی نماز نے اسے کہاں پہنچا دیا؟ نماز کی مثال ایسی ہے کہ تم میں سے کسی کے دروازے پر بیٹھے پانی کی بڑی نہر ہو جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ غوطے لگائے تو تمہارا کیا خیال ہے اس کے بدن پر کوئی میل باقی رہے گی؟ تمہیں کیا معلوم کہ اس کی نماز نے اسے کہاں تک پہنچا دیا؟

(مسند احمد، مسند ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص، رقم ۱۵۳۳، ج ۱، ص ۷۵)

(1048) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا أَصَابَ مِنْ أَمْرَأَةٍ قُبْلَةً، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: (لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا فِي النَّهَارِ وَزُلُفًا مِنْ اللَّيْلِ، إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبُنَ السَّيِّئَاتِ) (هود: 114) فَقَالَ الرَّجُلُ أَيْ هَذَا؟ قَالَ: لِيَجْزِيَ أُمَّتِي كُلَّهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کسی عورت کا بوسہ لیا پھر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس نے عرض کیا: تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ”دن کی دو طرفوں میں نماز قائم کر اور رات کے اوقات میں یقیناً نیکیاں گناہوں کو لے جاتی ہیں۔“ اس آدمی نے عرض کیا: کیا یہ میرے لیے خاص ہے؟ تو آپ نے فرمایا: میری تمام امت کے لیے ہے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الصلاة كفارة ج ۱، ص ۱۱۱، رقم ۲۶۱، صحیح مسلم: باب قوله تعالى "ان الحسنات يذهبن السيئات" ج ۱، ص ۱۰۱، رقم ۱۷۷، مسند ابن ماجہ: باب ذكر التوبة ج ۲، ص ۱۲۱، رقم ۲۵۲، صحیح ابن خزيمة: باب في فضائل الصلوات الخمس ج ۱، ص ۱۱۱، رقم ۲۱۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ان مرد کا نام ابوالیسر ہے، کھجوروں کی دکان کرتے تھے، ایک عورت خریدنے کے لئے آئی، ان کا دل اس کی طرف مائل ہو گیا، بولے اچھی کھجوریں گھر میں ہیں، اس بہانے سے اندر لے جا کر بوسہ لے لیا، وہ بولی اللہ کے بندے خدا سے ڈر، یہ سخت نادم ہوئے اس لئے ثابت ہوا کہ اجنبی عورت سے تنہائی بڑی خطرناک ہے۔ (احمد مرقاۃ)

صحابہ کرام خطائیں معاف کرانے کے لئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اس آیت پر یہ عمل کرتے ہوئے وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ الْإِيهَ۔ اب بھی ہم گنہگاروں کو معافی کے لیے اس آستانے پر حاضری ضروری ہے۔ یہ خیال نہ کرو کہ وہ صرف مدینہ میں رہتے ہیں بلکہ مؤمنوں کے سینے ان کا کاشانہ رحمت ہیں۔

مرقاۃ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا میں اپنے رب کے حکم کا انتظار کرتا ہوں عصر کے بعد یہ آیت اتری۔ خیال رہے کہ نماز فجر اور ظہر دن کے اس کتلہوں کی نمازیں ہیں اور عصر و مغرب دوسرے کنارے کی اور عشاء رات کی، لہذا یہ آیت پانچویں نمازوں کو شامل ہے، زلف زلفت سے بنا، بمعنی قرب یعنی رات کا وہ ٹکڑا جو دن سے قریب ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَإِذَا الْجُمُعَةُ أَزْلَقَتْ**۔

(تو آپ نے فرمایا: میری تمام امت کے لیے ہے) یعنی یہ آیت اگرچہ تیرے بارے میں اتری مگر اس کا حکم عام ہے۔ کوئی مسلمان کوئی گناہ صغیرہ کرے اس کی نمازیں وغیرہ معافی کا ذریعہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اجنبیہ سے خلوت اور بوس و کنار گناہ صغیرہ ہے، ہاں یہ جرم بار بار کرنے سے کبیرہ بن جائے گا کیونکہ صغیرہ پر دوام کبیرہ ہے اور یہ جان کر بوس و کنار کرنا کہ نماز سے معاف کرا لیں گے کفر ہے، کہ یہ اللہ پر امن ہے۔ یہ حدیث اس کے لئے ہے جو اتفاقاً ایسا معاملہ کر بیٹھے پھر شرمندہ ہو کر توبہ کرے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس میں ان حرکتوں کی اجازت دے دی گئی۔ یہاں منہ اشقی فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ آسانیاں صرف اس امت کے لئے ہیں گزشتہ امتوں کی معافی بہت مشکل ہوتی تھی۔

(مرآۃ الناجح، ج ۱ ص ۵۳۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

(1049) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الصَّلَاةُ

الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِيمَانٌ الْجُمُعَةُ، كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ،

مَا لَمْ تُغْفَرْ الْكَبَائِرُ زَوَاةٌ مُسْلِمَةٌ.

اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچوں نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ

تک کے درمیان کے گناہوں کے لئے کفارہ ہیں جب

تک کہ کبیرہ گناہوں سے بچے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة مكفرات ج ۱ ص ۱۳۴ رقم: ۵۴۲ التاریخ

الكبير للبهارى من اسمه عمر بن اسحاق ج ۱ ص ۵۲ رقم: ۱۱۵۱ تحف الخیر المہرۃ للہو صدیقی کتاب الایمان ج ۱ ص ۴۱۱ رقم:

۵۴۲ سنن الکبیری للبیہقی باب ذکر الایمان ان لا فرض فی الیوم واللیلۃ من الصلوات اکثر من خمس ج ۱ ص ۴۹۹ رقم:

۶۱۲ سنن ترمذی باب ما جاء فی فضل الصلوات الخمس ج ۱ ص ۱۱۸ رقم: ۱۲۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی نماز پنجگانہ روزانہ کے صغیرہ گناہ کی معافی کا ذریعہ ہے، اگر کوئی ان نمازوں کے بعد یعدہ گناہ نہ بخشو اس کا تو نماز جمعہ ہفتہ بھر کے گناہ صغیرہ کا کفارہ ہے، اگر کوئی جمعہ کے ذریعہ بھی گناہ نہ بخشو اس کا اسے اچھی طرح ادا نہ کیا تو رمضان سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب روزانہ کے گناہ پنجگانہ نمازوں سے معاف ہو گئے تو جمعہ اور رمضان سے کون سے گناہ معاف ہوں گے۔ خیال رہے کہ گناہ کبیرہ جیسے کفر و شرک، زنا، چوری وغیرہ یوں ہی حقوق العباد بغیر توبہ و ادائے حقوق معاف نہ ہوتے۔

خیال رہے کہ جو اعمال گنہگاروں کی معافی کا ذریعہ ہیں وہ نیک کاروں کی بلندی درجات کا ذریعہ ہیں، چنانچہ معصومین اور محفوظین نماز کی برکت سے بلند درجے پاتے ہیں۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر چاہیے کہ نیک لوگ نمازیں نہ پڑھیں کیونکہ نمازیں گناہوں کی معافی کے لئے ہیں وہ پہلے ہی سے بے گناہ ہیں۔ (برزائے الناج، ج ۱ ص ۵۲۹)

(1050) وَعَنْ عُمَانَ بْنِ عَفَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ أَمِيرٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلَوةٌ مَكْتُوبَةٌ فَيُحْسِنُ وَضُوءَهَا، وَخُشُوعَهَا، وَرُكُوعَهَا، إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّكُوبِ مَا لَمْ تَوْتَ كِبِيرُهُ، وَذَلِكَ الدَّهْرُ كُلُّهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ جس آدمی کو فرض نماز کا وقت آجائے وہ اس کو وضو کر کے خشوع اور رکوع کے ساتھ بطریق احسن ادا کرے تو یہ اس کے گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور یہ (فضیلت و ثواب) زمانہ بھر کے لیے ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل الوضوء والصلاة علیہ ج ۱ ص ۱۳۲ رقم: ۵۱۵ صحیح ابن حبان، باب فضل الوضوء ج ۱ ص ۳۱۹ رقم: ۱۰۴۲ السنن الصغری للبیہقی، باب الخشوع فی الصلاة ج ۱ ص ۲۴۶ رقم: ۸۸۸ مجمع الزوائد للہیثمی، باب فضل الصلاة ج ۲ ص ۳۲ رقم: ۱۶۵۲ مسند امام احمد حدیث ابی امامۃ الباہل ج ۱ ص ۲۶۰ رقم: ۲۲۲۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الرحمن اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی نماز پنجگانہ اور جمعہ۔ خیال رہے کہ فرض کا ذکر احترازی نہیں، کیونکہ نماز تہجد و اشراق و عیدین کے وضو کا بھی یہی حال ہے۔ چونکہ اکثر وضو نماز پنجگانہ کے لیے ہی ہوتے ہیں اس لیے ان کا ہی ذکر فرمایا، نیز اگر کوئی وقت سے پہلے وضو کرے تب بھی یہی ثواب ہوگا۔

نماز کا خشوع یہ ہے کہ اس کا ہر رکن صحیح ادا کرے، دل میں عاجزی اور خوف خدا ہو، نگاہ اپنے ٹھکانے پر رہے کہ قیام میں سجدہ گاہ، رکوع میں پاؤں کی پشت، سجدہ میں ناک کے نتھنے اور قعدہ میں گود میں رہے۔ خشوع نماز کی روح ہے، رب فرماتا ہے: هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ صرف رکوع کا اسی لئے ذکر فرمایا کہ یہ سجدہ کا پیش خیمہ ہے اور بمقابلہ سجدہ کے اس میں مشقت زیادہ ہے، نیز یہ مسلمانوں کی نمازوں کا خاصہ ہے، یہود و نصاریٰ کی نمازوں میں نہ تھا، اس کے ملنے سے رکعت مل جاتی ہے، نیز رکوع مستقل عبادت نہیں، صرف نماز ہی میں عبادت ہے اور سجدہ نماز کے علاوہ بھی عبادت ہے۔ جیسے سجدہ شکر، سجدہ تلاوت وغیرہ۔

یعنی اس سے گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے صرف صغیرہ معاف ہوتے ہیں، لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کی تفسیر ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ گناہ کبیرہ والے کے صغیرہ بھی معاف نہیں ہوتے۔ (لغات)

یعنی یہ ثواب کسی خاص نماز کا نہیں بلکہ عمر میں ہر نماز کا ہے۔ (برزائے الناج، ج ۱ ص ۵۲۹)

45 باب فضل صلاة الصبح والعصر

نماز صبح و عصر کی فضیلت کا بیان

(1051) عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. الْبَرْدَانِ: الصُّبْحُ وَالْعَصْرُ.

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دو ٹھنڈی نمازیں پڑھیں وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ (متفق علیہ) البردان صبح و عصر کی نمازیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب فضل صلاة الفجر: ج ۱ ص ۱۱۹ رقم: ۵۴۲ سنن الکبیری للہیثمی: باب من قال فی الصبح: ج ۱ ص ۲۱۹ رقم: ۲۲۴ سنن الدارمی: باب فضل صلاة الغداة: ج ۱ ص ۳۹۱ رقم: ۱۲۲۵ صحیح ابن حبان: باب فضل الصلوات الخمس: ج ۱ ص ۸۳۲ رقم: ۱۶۳۹ صحیح مسلم: باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظة علیہما: ج ۱ ص ۶۱۱ رقم: ۱۴۴۰)

شرح حدیث: میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دن اور رات میں کچھ فرشتے تمہیں تلاش کرتے ہیں اور وہ نماز فجر و عصر میں اکٹھے ہوتے ہیں اور پھر جب تمہارے ساتھ رات گزارنے والے فرشتے اوپر چلے جاتے ہیں تو ان کا رب عز و جل ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ تمہیں ان سے زیادہ جانتا ہے، تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ تو وہ عرض کرتے ہیں کہ جب ہم ان سے جدا ہوئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تو اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جبکہ ابن خزیمہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ (فرشتے عرض کرتے ہیں) اے اللہ عز و جل اقیامت کے دن ان کی مغفرت فرما دینا۔ (صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق: باب ذکر الملائكة: رقم ۳۲۲۳ ج ۲ ص ۳۸۵)

حضرت ابو ہریرہ عمارہ بن رویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے قبل (ہمیشہ) نماز ادا کی وہ ہرگز دوزخ میں نہ جائے گا۔ یعنی فجر اور عصر کی نماز۔ (مسلم)

(1052) وَعَنْ أَبِي زُهَيْرٍ عَمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَنْ يُلَاحِظَ النَّارَ أَحَدٌ صَلَّى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا يَعْنِي: الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضل صلاة الصبح والعصر والمحافظة علیہما: ج ۲ ص ۱۱۳ رقم: ۱۲۶۸ مسند امام احمد بن حنبل: حدیث عمارہ بن رویہ رضی اللہ عنہ: ج ۱ ص ۱۳۶ رقم: ۱۴۲۵۹ مسند الحمیدی: حدیث عمارہ بن رویہ: ج ۱ ص ۲۸۰ رقم: ۸۱۱ صحیح ابن خزیمہ: باب فضل الصبح وصلاة العصر: ج ۱ ص ۱۶۷ رقم: ۲۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ فجر و عصر کی پابندی کرنے والا دوزخ میں ہمیشہ رہنے کے لئے نہ جائے گا، اگر گیا تو عارضی طور پر، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ بعض لوگ قیامت میں نمازیں لے کر آئیں گے مگر

ان کی نمازیں اہل حق کو دلوادی جائیں گی۔ دوسرے یہ کہ فجر و عصر کی پابندی کرنے والوں کو ان شاء اللہ باقی نمازوں کی بھی توفیق ملے گی اور سارے گناہوں سے بچنے کی بھی کیونکہ یہی نمازیں زیادہ بھاری ہیں جب ان پر پابندی کر لی تو ان شاء اللہ بقیہ نمازوں پر بھی پابندی کرے گا، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ نجات کے لئے صرف یہ دو نمازیں ہی کافی ہیں باقی کی ضرورت نہیں۔ خیال رہے کہ ان دو نمازوں میں دن رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں، نیز یہ دن کے کناروں کی نمازیں ہیں، نیز یہ دونوں نفس پر گراں ہیں کہ صبح سونے کا وقت ہے اور عصر کا روبرو کے فروغ کا، لہذا ان کا درجہ زیادہ ہے۔

(بڑا المناجیح، ج ۱ ص ۵۸۶)

(1053) وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے صبح کی نماز ادا کی وہ

اللہ کے ذمہ و عہد میں ہے۔ تو اے ابن آدم! دیکھ اللہ

کریم اپنے ذمہ میں سے کسی چیز کا تجھ سے تقاضا نہ

کرے۔ (مسلم)

عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللَّهِ، فَإِنْ ظَرَ يَا ابْنَ آدَمَ،

لَا يَطْلُبَنَّكَ اللَّهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضل صلاة العشاء والصبح فی جماعة، ج ۲ ص ۱۲۵، رقم: ۱۵۱۵ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب من قال فی الصبح، ج ۱ ص ۳۱۴، رقم: ۲۲۶۸ تحف الخیرة المہرۃ للبوہری: باب من صلی الصبح فهو فی ذمۃ اللہ، ج ۲ ص ۲۲، رقم: ۲۲۵، المعجم الکبیر للطبرانی: من اسمہ سمرۃ بن جندب الغزالی، ج ۲ ص ۲۲۲، رقم: ۶۵۰ مسند البزار: مسند سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۱۵۶، رقم: ۲۵۹۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی فجر کی نماز پڑھنے والا اللہ کی امان میں ایسا ہوتا ہے جیسے ڈیوٹی کا سپاہی حکومت کی امان میں کہ اس کی بے حرمتی حکومت کا مقابلہ ہے۔ خیال رہے کہ کلمہ کی امان اور قسم کی ہے اور نماز کی امان اور قسم کی، لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

یعنی ایسا نہ ہو کہ تم نمازی کو ستاؤ اور قیامت میں سلطنت الہیہ کے باغی بن کر پکڑے جاؤ۔ (بڑا المناجیح، ج ۱ ص ۵۸۹)

(1054) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں رات اور دن کے فرشتے باری

باری سے آتے ہیں اور نماز صبح و نماز عصر میں جمع ہوتے

ہیں۔ پھر وہ جو رات بھر تمہارے پاس رہے پھر جب

جڑھتے ہیں تو اللہ کریم ان سے پوچھتا ہے حالانکہ اس کو

ان کا خوب علم ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں

چھوڑا۔ تو فرشتے عرض کرتے ہیں ہم نے ان کو چھوڑا تو

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ

بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَبِعُونَ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ،

ثُمَّ يَخْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ، فَيَسْأَلُهُمُ اللَّهُ - وَهُوَ

أَعْلَمُ بِهِمْ - كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُولُونَ:

تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ، وَآتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس آئے تو
بھی وہ فرشتے پڑھ رہے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب فضل صلاة العصر: ج ۱ ص ۱۱۱ رقم: ۵۵۵۵ سنن الکبریٰ للبیہقی: باب من قال فی
الصبح: ج ۱ ص ۳۱۲ رقم: ۲۲۴۱ سنن النسائی الکبریٰ: باب فضل صلاة الفجر: ج ۱ ص ۱۰۵ رقم: ۲۵۱ صحیح ابن حبان: باب فضل
الصلوات الخمس: ج ۱ ص ۲۸ رقم: ۱۲۱۱ صحیح مسلم: باب فضل صلاة الصبح والعصر والمحافظة علیہما: ج ۲ ص ۱۱۲ رقم: ۱۸۶۶)
شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الختان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یہاں فرشتوں سے مراد یا تو اعمال لکھنے والے دو فرشتے ہیں یا انسان کی حفاظت کرنے والے ساٹھ فرشتے۔ ہر نابالغ
کے ساتھ ساٹھ فرشتے رہتے ہیں اور بالغ کے ساتھ ۶۲، اسی لئے نماز کے سلام اور دیگر سلاموں میں ان کی نیت کی جاتی
ہے، ان ملائکہ کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں دن میں اور رات میں مگر فجر و عصر میں پچھلے فرشتے جانے نہیں پاتے کہ اگلے ڈیوٹی
والے آجاتے ہیں تاکہ ہماری ابتداء و انتہا کے گواہ زیادہ ہوں۔

(پھر جب چڑھتے ہیں) اپنے ہیڈ کوارٹر کی طرف جہاں ان کا مقام ہے۔

(میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا) یہ سوال یا تو ان فرشتوں کو گواہ بنانے کے لئے ہے یا نمازوں کی عظمت ان
کے دلوں میں قائم کرنے کے لئے کیونکہ انسان کی پیدائش کے وقت فرشتوں نے کہا تھا کہ اے رب تو فسادی اور خون
ریزیاں کرنے والوں کو خلافت کیوں دے رہا ہے؟ معلوم ہوا کہ پوچھنا بے علمی کی دلیل نہیں اگر حضور نے کسی سے کوئی بات
پوچھی تو اس سے آپ کی بے علمی ثابت نہیں ہوتی۔

اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ فرشتے نمازیوں کی پردہ پوشی کرتے ہیں کہ آس پاس کی نیکیوں کا ذکر اور درمیان کے
گناہوں سے خاموشی یا یہ مطلب ہے کہ اے مولا جن بندوں کی ابتداء اور انتہا ایسی اعلیٰ ہو ان کے درمیانی اعمال بھی اچھے
ہوں گے، جس دکان کی بونی اچھی ہو اس میں ہمیشہ برکت ہی رہتی ہے۔ (برزائے الناجح: ج ۱ ص ۵۸۹)

حضرت جریر بن عبد اللہ بکلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے آپ نے چودھویں
کی رات چاند کی طرف دیکھا فرمایا تم یقیناً اپنے رب کو
دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو اس کو
دیکھنے میں تم کوئی مشقت نہیں کر رہے تو اگر ہو سکے تو تم
طلوع آفتاب سے قبل کی اور نماز غروب آفتاب سے قبل
کی نماز میں مغلوب نہ ہو تو ایسا کرو۔ (متفق علیہ) اور ایک

(1055) وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيِّ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَنَظَرْنَا إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ
سَتَرُونَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرُونَ هَذَا الْقَمَرَ، لَا تُصَامُونَ
فِي رُؤُوسِهِ، فَإِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلِبُوا عَلَى صَلَاةٍ
قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا، فَافْعَلُوا
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ: فَنَظَرْنَا إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ أَرْبَعِ

عَشْرَةً.

روایت میں ہے چودھویں رات کے چاند کی طرف
دیکھا۔ (معلق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب فضل صلاة العصر ج ۱ ص ۱۱۵ رقم: ۵۵۵ صحیح مسلم باب فضل صلاة الصبح والعصر والمحافظة عليهما ج ۲ ص ۱۱۴ رقم: ۱۱۶۱ السنن الكذی للبيهقي باب اول فرض الصلاة ج ۱ ص ۲۵ رقم: ۱۵۵۱ سنن ابوداؤد باب فی الروية ج ۲ ص ۲۴ رقم: ۴۳۱ سنن ابن ماجه باب فیما التكرت الجهمية ج ۱ ص ۶۲ رقم: ۱۵۵ صحیح ابن حبان باب وصف الجنة واهلها ج ۱ ص ۴۴ رقم: ۴۴۴)

شرح حدیث: یہ مکمل روایت بخاری شریف میں یوں ہے:

حضرت سیدنا جریر بن عبد اللہ الحبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں، ہم نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چودھویں رات کا چاند دیکھا تو ارشاد فرمایا: بے شک تم اپنے رب عز و جل کو اس طرح دیکھو گے، جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اُس کے دیکھنے میں کوئی شک نہ ہوگا، اگر تم سے ہو سکے تو طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے کی نماز (یعنی نماز فجر و عصر) ادا کرو۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا

ترجمہ کنز الایمان: اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے

سے پہلے۔ (پ 16، طہ: 130) (صحیح البخاری، کتاب مواقیات الصلاة، باب فضل صلاة العصر، الحدیث ۵۵۲، ص ۴۵)

حکیم الاثنت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث عامۃ المسلمین کی دلیل ہے کہ مؤمن رب تعالیٰ کو محشر میں بھی آنکھوں سے دیکھیں گے اور جنت میں بھی دیکھ کریں گے، خوارج اور معتزلہ اس کے منکر ہیں، یہ حدیث ان کی سخت تردید کر رہی ہے اس پر سوالات و جوابات علم کلام کی کتب میں تفصیل وار مذکور ہیں۔ خیال رہے کہ یہ دیدار بغیر کسی جہت و سمت کے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جہت و سمت سے پاک ہے۔

(آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چودھویں رات کا چاند دیکھا) یعنی رحمان کے چاند نے آسمان کے چاند کو دیکھا ڈوبنے والے گہنے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو نہ غروب ہونہ گہنے، ظاہر کے چمکانے والے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو دل و جان روح و ایمان کو چمکاتا ہے، رات میں چمکنے والے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو ابداً آباؤ تک ہر وقت دن رات چمکتا ہے اور چمکے گا میں کیا کہوں مجھے الفاظ بھی نہیں ملتے اللھم صل وسلم وبارک علی بدر النبوة وشمس الرسالة صل اللہ علیہ وسلم۔ یوں کہہ لو کہ اس چاند کو جو سورج سے چمکتا ہے اس چاند نے دیکھا جو سورج کو چمکاتا ہے جو دنوں پر دن نکال دیتا ہے۔ شعر

پائش نظرت الی لیلی چوبہ طیبہ ری عرضے کنی

توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی موری شب نے نہ دن ہونا جانا

چاند بھی خوش نصیب ہے جسے محبوب نے دیکھا یہ چاند وہ ہی ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں پڑی ہیں۔

لاتضامون یا تو بنا ہے ضمیم سے بمعنی ظلم و نقصان تو میم پر پیش ہے شد نہیں یا بنا ہے ضم سے بمعنی ملنا بھیڑ کرنا تب میم پر شد اور پیش ہے یعنی تم دیدار الہی میں نقصان میں نہ رہو گے کہ کسی کو دیدار ہو کسی کو نہ ہو، کسی کو یقین سے ہو کسی کو مشکوک طریقہ سے یا تم رب تعالیٰ کو بھیڑ کر کے دشواری سے نہ دیکھو گے بلکہ آرام سے دیکھو گے اطمینان کے ساتھ۔ (اشد، مرقات) یہ دیدار قیامت میں تو ہو گا ہی جنت میں ہمیشہ ہوا کرے گا کسی کو جلد جلد کسی کو دیر سے۔

خیال رہے کہ جنت کی ساری نعمتیں نیک اعمال کا عوض ہوں گی خواہ اپنے اعمال کا خواہ اس کے اعمال کا جس کی طفیل جنت میں گیا مگر دیدار الہی کسی عمل کا عوض نہ ہو گا خالص عطاء ذوالجلال ہوگی، ان دو نمازوں پر پابندی اس دیدار کی لیاقت و قابیت پیدا کرے گی یعنی فجر و عصر کی پابندی دنیا میں نماز ایسے پڑھو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو کیونکہ یہاں حجاب ہے وہاں حجاب اٹھ جائے گا گویا ختم ہو جائے گا اسے دیکھ کر اس سے کلام کرو۔ (اشد)

(پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آیت کریمہ تلاوت فرمائی) اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں تسبیح و تحمید سے مراد نماز ہے، چونکہ فجر و عصر کی نماز میں رات و دن کے محافظ فرشتے جمع ہو جاتے ہیں، نیز فجر کی نماز سونے کی غفلت کا وقت ہے اور نماز عصر کا روبرو سیر و تفریح کی غفلت کا وقت، ان وجوہ سے ان نمازوں کی تاکید زیادہ کی ہے، رب فرماتا ہے إِنَّ قَوْمَ الْفُجْرِ كَانَ مَشْهُودًا، نماز عصر کے متعلق فرماتا ہے: حَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى۔

(بُرَّاهِ الْمَنَاجِیح، ج ۱ ص ۵۸۹)

(1056) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ نے فرمایا: جس نے نماز عصر کو ترک کیا اس کے عمل ضائع ہو گئے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من ترک العصر، ج ۱ ص ۱۵۵، رقم: ۵۵۲ سنن النسائی، باب من ترک صلاة العصر،

ج ۱ ص ۲۲۶، رقم: ۲۴۳ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب کراہیۃ تأخیر العصر، ج ۱ ص ۴۴۴، رقم: ۲۱۴۴ مسند امام احمد، حدیث بریدۃ

الاسلمی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۴۰، رقم: ۲۲۰۰۰ مصنف عبدالرزاق، باب من ترک الصلاة ج ۱ ص ۱۲۲، رقم: ۵۰۰۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غالباً عمل سے مراد وہ دنیوی کام ہے جس کی وجہ سے اس نے نماز عصر چھوڑی۔ ضبطی سے مراد اس کام کی برکت کا ختم

ہونا، یا یہ مطلب ہے کہ جو عصر چھوڑنے کا عادی ہو جائے اس کے لئے اندیشہ ہے کہ وہ کافر ہو کر مرے جس سے اعمال ضبط

ہو جائیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ عصر چھوڑنا کفر و ارتداد ہے۔ خیال رہے کہ نماز عصر کو قرآن کریم نے بیچ کی نماز فرما کر اس کی بہت تاکید فرمائی، نیز اس وقت رات و دن کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے اور یہ وقت لوگوں کی سیر و تفریح اور تجارتوں کے فروغ کا وقت ہے، اس لئے کہ اکثر لوگ عصر میں سستی کر جاتے ہیں ان وجوہ سے قرآن شریف نے بھی عصر کی بہت تاکید فرمائی اور حدیث شریف نے بھی۔ (برزائۃ المناجیح، ج ۱ ص ۵۵۸)

46- بَابُ فَضْلِ الْمَشْيِ إِلَى الْمَسَاجِدِ مساجد کی طرف جانے کی فضیلت کا بیان

(1057) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ، أَعَدَّ اللَّهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ نُزُلًا كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو صبح کے وقت مسجد کی طرف گیا یا شام کے وقت تو اللہ کریم نے اس کے لیے جنت میں مہمان نوازی کا سامان تیار کیا ہے جب بھی وہ صبح کو جاتا ہے یا شام کو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل من غدا الى المسجد وراح، ج ۱ ص ۲۲۵، رقم: ۲۲۱، صحیح مسلم، باب المشی الى الصلاة، ج ۱ ص ۲۲۲، رقم: ۱۵۵۶، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء في فضل المشی الى المسجد للصلاة، ج ۲ ص ۱۶۲، رقم: ۵۱۶۱، مستخرج ابو عوانة، باب بیان ثواب ج ۱ ص ۲۱۱، رقم: ۸۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما جاء في الزوم المساجد، ج ۱ ص ۱۱۵، رقم: ۲۲۱۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: صبح شام سے مراد ہمیشگی ہے، یعنی جو ہمیشہ نماز کے لیے مسجد میں جانے کا عادی ہوگا اسے ہمیشہ جنتی رزق ملے گا۔ نزل اس کھانے کو کہتے ہیں جو مہمان کی خاطر پکا یا جائے، چونکہ وہ پر تکلف ہوتا ہے اور میزبان کی شان کے لائق، اس لئے جنتی کھانے کو نزل فرمایا گیا، ورنہ جنتی لوگ وہاں مہمان نہ ہوں گے مالک ہوں گے۔ (برزائۃ المناجیح، ج ۱ ص ۲۵۸)

(1058) وَعَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ، ثُمَّ مَطَى إِلَى بَيْتِ مَنْ بَيَّوتَ اللَّهُ، لِيَقْضِيَ فَرِيضَةً مِنْ فَرَائِضِ اللَّهِ، كَانَتْ خُطْوَاتُهُ، إِحْدَاهَا تَحُطُّ خَطِيئَةً، وَالْأُخْرَى تَرْفَعُ دَرَجَةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے گھر میں خوب پاکیزگی حاصل کی پھر اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر کی طرف گیا۔ تاکہ اللہ کریم کے فرائض میں سے کوئی فرض ادا کرے تو اس کے قدموں میں سے ایک اس کے گناہ کو گراتا ہے اور دوسرا اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب المشی الى الصلاة، ج ۱ ص ۲۲۱، رقم: ۵۵۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء في فضل المشی الى المسجد للصلاة، ج ۲ ص ۱۶۲، رقم: ۵۱۶۱، صحیح ابن حبان، باب الامامة والجماعة، ج ۵ ص ۲۹۷، رقم: ۲۹۷)

مسند ابی یعلیٰ مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۶۵ رقم: ۶۲۰۱

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
معلوم ہوا کہ گھر سے وضو کر کے مسجد کو جانا ثواب ہے کیونکہ یہ چلنا عبادت ہے اور عبادت با وضو افضل۔ بعض لوگ یہاں پر ہی کرنے با وضو جاتے ہیں۔

یہ گنہگاروں کے لیے ہے۔ نیک کاروں کے لئے ہر قدم پر دو نیکیاں اور دو درجے بلند کیونکہ جس چیز سے گنہگاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں اس سے بے گناہوں کے درجے بڑھتے ہیں۔

غالباً یہاں صلوٰۃ سے مراد اخروی رحمت ہے اور رحم سے مراد دنیوی رحمت یا صلوٰۃ سے مراد خاص رحمت ہے اور رحم سے مراد عام رحمت، اور بہت سی توجہیں ہو سکتی ہیں۔

اور انتظار نماز کے سوا اور کسی وجہ سے مسجد میں نہیں بیٹھتا گویا نماز ہی میں رہتا ہے، اسی لیے اس وقت انگلیوں کی تشبیک منع ہے اور فرشتوں کی یہ دعائیں اس وقت تک ملیں گی جب تک وہ کسی نمازی کو ستائے نہیں، اور وہاں رتخ نہ نکالے۔ خیال رہے کہ غیر معتکف کو مسجد میں رتخ نکالنا منع ہے، معتکف چونکہ مسجد ہی میں رہتا ہے اس لئے اسے معافی ہے۔

(برآۃ المنجیح، ج ۱ ص ۶۶۲)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری آدمی تھا میرا خیال ہے کہ وہ مسجد سے سب سے زیادہ دور تھا اور اس کی کوئی نماز جماعت سے نہ رہتی اس کو میں نے یا کسی اور نے کہا کہ تو گدھا خرید لے تاکہ اندھیرے اور گرمی کے وقت اس پر سوار ہو کر آیا کرے اس نے کہا مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ میرا گھر مسجد کے پڑوس میں ہو میرا ارادہ یہ ہے کہ میرا مسجد میں آنا اور لوٹنا لکھا جائے جب میں گھر جاؤں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ سب تمہارے لیے جمع کر دیا ہے۔ (مسلم)

(1059) وَعَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ، وَكَانَتْ لَا تُحِطُّهُ صَلَوةٌ فَقِيلَ لَهُ: لَوْ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا لَتَرَكَبْتَهُ فِي الظُّلُمَاءِ وَفِي الرَّمْضَاءِ قَالَ: مَا يَسُرُّنِي أَنْ مَنُورِي إِلَى جَنْبِ الْمَسْجِدِ، إِنْ أُرِيدَ أَنْ يُكْتَبَ لِي مَمْشَايَ إِلَى الْمَسْجِدِ، وَرُجُوعِي إِذَا رَجَعْتُ إِلَى أَهْلِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ جَمَعَ اللَّهُ لَكَ ذَلِكَ كُلَّهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب فضل كثرة الخطاء الى المساجد ج ۱ ص ۴۴۴ رقم: ۱۵۲۶ سنن الکبیری باب فصل بعد الممشی الى المسجد ج ۲ ص ۶۴ رقم: ۵۱۴۸ سنن ابوداؤد باب ما جاء فی فضل الممشی الى الصلاة ج ۱ ص ۲۰۸ رقم: ۵۵۵۰ مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی عثمان التھدی ج ۱ ص ۱۳۲ رقم: ۲۱۵۵ مسند عبد بن حمید حدیث ابی کعب رضی اللہ عنہ

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیا تم جانتے ہو؟

حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزّل و من الغیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے جایا کرتا تھا۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم درمیانے قدم چلا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا، کیا تم جانتے ہو کہ میں درمیانے قدم کیوں چلتا ہوں؟ میں نے عرض کیا اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ تو ارشاد فرمایا، جب تک بندہ نماز کی طلب میں ہوتا ہے نماز ہی میں ہوتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میں درمیانے قدم اس لئے چلتا ہوں تاکہ نماز کی طلب میں زیادہ قدم چل سکوں۔ (مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب کیف المشی الی الصلوۃ، رقم ۲۰۹۲، ج ۲، ص ۱۵۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اسی روایت ہے کہ مسجد کے نزدیک کچھ جگہ خالی ہوئی تو بنو سلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا تو بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی آپ نے ان کو فرمایا مجھے خبر ملی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو انہوں نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ! ہمارا یہی ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا: اے بنو سلمہ! اپنے گھروں کو لازم پکڑو تمہارے گھروں سے تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔ تمہارے گھروں سے تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا ہمیں یہاں سے اب منتقل ہونا بالکل پسند نہیں ہے۔ (مسلم) بخاری نے اس کا معنی حضرت انس کی روایت سے بیان کیا ہے۔

(1060) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَلَّتْ الْبِقَاعُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَأَرَادَ بَنُو سَلَمَةَ أَنْ يَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُمْ: بَلَّغْنِي أَلَاكُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ؟ قَالُوا: نَعَمْ، يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَدْ أَرَدْنَا ذَلِكَ. فَقَالَ: بَيِّنْ سَلِمَةَ دِيَارِكُمْ تُكْتَبُ أَمْ أَرَادَكُمْ، دِيَارَكُمْ تُكْتَبُ أَمْ أَرَادَكُمْ؟ قَالُوا: مَا يَسُرُّكَ أَكَا كُنَّا نَحْوَلُنَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَرَوَى الْبُخَارِيُّ مَعْنَاهُ مِنْ رِوَايَةِ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل كثرة الخطأ الى المساجد ج ۱، ص ۲۵۱، رقم: ۵۵۱) مسند امام احمد بن حنبل مسند جابر بن عبد اللہ ج ۲، ص ۲۴۲، رقم: ۱۳۶۰۶، صحیح ابن خزيمة، باب فضل المشی الى المساجد للصلاة ج ۱، ص ۲۰، رقم: ۳۵۱ تخریج احادیث الکشاف سورة نيس الحديث الاول ج ۱، ص ۱۹، رقم: ۱۰۰۱، جامع الاصول لابن اليربوع الثاني المشی الى المساجد ج ۱، ص ۲۱۸، رقم: ۷۰۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(ہوسلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا) یہ انصار کا ایک قبیلہ ہے جن کے گھر مسجد نبوی شریف سے بہت دور تھے۔

یعنی ان لوگوں نے یہ کوشش نہ کی کہ اپنے محلے میں الگ مسجد بنالیں، بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز کے لئے اپنے گھر چھوڑ دینا اور محلہ خالی کر دینا گوارا کر لیا۔

(تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں) تمہارے نامہ اعمال میں ثواب کے لیے کیونکہ مسجد کی طرف ہر قدم عبادت سے یا تمہاری اس مشقت کا تذکرہ حدیث کی کتب میں اور علماء کی تصانیف میں لکھا جائے گا، واعظین اس پر وعظ کریں گے، جو تمہارے واقعے سن کر دور سے مسجد میں آیا کریں گے، ان سب کا ثواب تمہیں ملا کرے گا۔ خیال رہے کہ گھر کا مسجد سے دور ہونا متقی کے لئے باعث ثواب ہے کہ وہ دور سے جماعت کے لئے آئے گا مگر غافلوں کے لئے ثواب سے محرومی کہ وہ دوری کی وجہ سے گھر میں ہی پڑھ لیا کریں گے، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ منحوس وہ گھر ہے جس میں اذان کی آواز نہ آئے یعنی غافلوں کے لیے دوری گھر نحوست ہے۔ (بزاۃ النبی، ج ۱ ص ۶۶۰)

(1061) وَعَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلَاةِ أَبْعَدُهُمْ إِلَيْهَا مَشْيًا، فَأَبْعَدُهُمْ، وَالَّذِي يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ حَتَّى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ أَكْثَرُ أَجْرًا مِنَ الَّذِي يُصَلِّيَهَا ثُمَّ يَنَامُ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز کے اجر کے اعتبار سے سب سے زیادہ وہ ہے جو اس کی طرف زیادہ دور سے چل کر آتا ہے۔ اس کے بعد باقیوں میں سے زیادہ دور سے آنے والا۔ اور جو نماز کا انتظار کرتا ہے حتیٰ کہ امام کے ساتھ پڑھتا ہے تو وہ اس سے زیادہ اجر والا ہے جو نماز پڑھے اور سو جائے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل صلاة الفجر فی جماعة، ج ۱ ص ۱۲۲، رقم: ۱۵۱، صحیح مسلم، باب فضل كثرة الخطاء الى المساجد، ج ۲ ص ۱۲۰، رقم: ۱۵۲۵، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب فضل بعد المشی الى المسجد، ج ۲ ص ۶۴، رقم: ۵۱۰۰، صحیح ابن خزيمة، باب فضل المشی الى المساجد، ج ۲ ص ۲۷۸، رقم: ۱۵۰۱، مسند ابی یعلیٰ، حدیث ابی موسیٰ الاشعری، ج ۱ ص ۲۲۳، رقم: ۷۲۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی جس کا گھر اپنی مسجد سے دور ہو، پھر وہ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھا کرے اسے بقدر قدم ثواب ملے گا۔ یہ مطلب نہیں کہ محلے کی مسجد چھوڑ کر خواہ مخواہ دور کی مسجد میں پہنچا کرے، ہاں اگر محلے کی مسجد کا امام بد عقیدہ ہے تو درجہ جاسکتا ہے۔

(جو نماز پڑھے اور سو جائے) خواہ اکیلے نماز پڑھ کر، خواہ دوسرے امام کے پیچھے جماعت سے پڑھ کر کیونکہ جماعت

اول کا زیادہ ثواب ہے اور جماعت اول وہی ہے جو امام مسجد کے ساتھ پڑھی جائے، ہاں اگر وہ امام وقت مکروہ میں نماز پڑھتا ہو تو اکیلا ہی پڑھ لے، جیسا کہ گزشتہ احادیث میں گزر چکا۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۱ ص ۶۵۹)

(1062) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَبْشُرُوا الْمَشَائِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ الثَّامِرِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ.

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تاریکیوں میں مسجدوں کی طرف چلنے والوں کو روزِ حشر پورے نور کی خوشخبری دو۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب ما جاء في المشي الى الصلاة في الظلم، ج ۱ ص ۲۲۰، رقم: ۵۶۱، سنن ترمذی، باب ما جاء في فضل الغشاء والفجر في الجماعة، ج ۱ ص ۲۲۵، رقم: ۲۲۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء في فضل المشي الى المسجد بالصلاة، ج ۲ ص ۱۶۲، رقم: ۵۱۴، المستدرک للحاکم، کتاب الامامة وصلاة، ج ۱ ص ۲۹۰، رقم: ۶۸، سنن ابن ماجہ، باب المشي الى الصلاة، ج ۱ ص ۱۵۴، رقم: ۷۸۱)

شرح حدیث: احرام باندھنے والے حاجی کی طرح

حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تنہا، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے گھر سے کسی فرض نماز کی ادائیگی کے لئے چلا، اس کا ثواب احرام باندھنے والے حاجی کی طرح ہے اور جو صرف چاشت کی نماز ادا کرنے کے لئے نکلا، اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کی طرح ہے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز اس طرح پڑھنا کہ درمیان میں کوئی لغو بات نہ کی جائے علیین میں لکھا جاتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء في فضل المشي الى الصلوة، رقم: ۵۵۸، ج ۱ ص ۲۳۱)

(1063) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخَطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَنُفُوسُ الرِّبَاطِ، فَذَلِكَ الرِّبَاطُ، فَذَلِكَ الرِّبَاطُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو کوئی وضو کرے کامل وضو کرے پھر کہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ (جو بندہ ایسا کرے اور کہے) اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ ان میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب استعجاب اطالة الغرة والتعبين في الوضوء، ج ۱ ص ۱۰۹، رقم: ۶۰۲، سنن الکبریٰ

مستدرک للحاکم، کتاب الطهارة، ج ۱ ص ۱۰۹، رقم: ۶۰۲، سنن ابن ماجہ، باب

ما جاء في اسباغ الوضوء ج ۱ ص ۱۳۸ رقم: ۳۲۴ سنن ترمذی باب ما جاء في اسباغ الوضوء ج ۱ ص ۲۸ رقم: ۵۱
شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مبالغہ سے مراد ہے کہ اس کی خوبیوں کو انتہاء پر پہنچا دے، پورا کرنے سے مراد ہے کہ پورے اعضاء دھوئے، بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہ جائے۔ منکلم فرما کر اشارہ فرمایا کہ سارے نیک اعمال مسلمانوں کو مفید ہیں، مگر اہوں، بے دینوں کو نہیں، دوا میں زندہ کو فائدہ پہنچاتی ہیں نہ کہ مردوں کو۔

(پھر کہے میں گواہی دیتا ہوں) یعنی ہر وضو کے بعد دوسرا کلمہ پڑھ لیا کرے، بعض روایات میں ہے کہ اِنَّا اَنْزَلْنَا پڑھے، بعض میں ہے کہ یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِيْنَ۔ بہتر یہ ہے کہ یہ سب کچھ پڑھ لیا کرے تو ان شاء اللہ ان کی برکت سے جسمانی طہارت کے ساتھ روحانی صفائی بھی نصیب ہوگی، مراقبہ نے فرمایا کہ بعد غسل بھی یہ دعائیں اور استغفار پڑھنا مستحب ہے۔

(جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں) یعنی اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کا حشر ابو بکر صدیق کے غلاموں میں فرمائے گا کہ وہ ان سرکار کے ساتھ جنت میں جائے گا اور جیسے انہیں ہر دروازہ سے پکارا جائے گا کہ ادھر سے آؤ ایسے ہی ان کے صدقہ میں اسے بھی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آٹھوں دروازے کھلنا حضرت صدیق اکبر کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ ان کے فضائل میں آئے گا کیونکہ ان کا یہ داخلہ ان کے صدقے سے ہے۔ خیال رہے کہ اگرچہ ہر جنتی داخل ایک ہی دروازہ سے ہوگا مگر ہر دروازہ سے پکارا جانا اس کی عزت افزائی کے لئے ہے۔

(برزخ المناجیح، ج ۱ ص ۲۷۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ مسجد میں آتا ہے تو اس کے ایمان دار ہونے کی گواہی دو اللہ نے فرمایا: اللہ کریم کی مسجدوں کو صرف وہ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور روز حشر پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(1064) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا
رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَغْتَاذُ الْمَسَاجِدَ فَاشْهَدُوا لَهُ
بِالْإِيمَانِ، قَالَ اللَّهُ - عَزَّ وَجَلَّ: (إِنَّمَا يَغْتَبِرُ مَسَاجِدَ
اللَّهُ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ) (الآية (توبہ 18)
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء في حرمة الصلاة ج ۱ ص ۱۱۲ رقم: ۲۶۱۷ السنن الکبریٰ للبیہقی باب فضل المساجد وفضل عمارتها بالصلاة ج ۱ ص ۶۶ رقم: ۵۱۸۷ المستدرک للحاکم کتاب الامامة والصلاة ج ۱ ص ۲۱۱ رقم: ۷۷۰ سنن ابن ماجہ باب لزوم المساجد والانتظار الصلاة ج ۱ ص ۲۶۲ رقم: ۸۰۲ سنن الدارمی باب المحافظة على الصلوات ج ۱ ص ۲۰۲

رقم: ۱۲۲۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ ہر نماز کے لیے وہاں حاضر ہو، وہاں کی صفائی کرے، مرمت کا خیال رکھے، جائز زینت میں مشغول ہو، وہاں بیٹھ کر دینی مسائل بیان کرے، وہاں درس دے یہ سب مسجد کی خبر گیری میں داخل ہیں۔

کیونکہ یہ چیزیں ایمان کی علامتیں ہیں۔ خیال رہے کہ یہ گواہی ایسی ہی ہے جیسے کسی کا لباس اور شکل دیکھ کر ہم اسے مؤمن سمجھتے اور کہتے ہیں۔ گواہی سے مراد قطعی فیصلہ نہیں۔ لہذا یہ حدیث "باب الایمان بالقدر" کی احادیث کے خلاف نہیں کہ عائشہ صدیقہ نے ایک انصاری بچے کو جو فوت ہو گیا تھا، جنت کی چڑیا کہا، حضور علیہ السلام نے اس سے منع کیا، فرمایا تمہیں کیا خبر یہ کہاں جائے گا۔ نیز اگر کسی کا کفر ظاہر ہو اور وہ مسجد کی خدمت کرے تو اسے مؤمن نہ کہا جائے گا، جیسے اس زمانہ کے نمازی منافق اور اس زمانہ کے نمازی اور مسجدوں کے خدمت گار مرزائی، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔ اَنْ تَخْبَطَ اَعْيُنُكُمْ سُبُوْرًا لِّمَا سُبُوْرًا كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ۔

اور اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: ایک یہ کہ مسجدیں آباد کرنے کی توفیق عموماً مؤمنوں ہی کو ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ مسجدیں بنانے اور آباد کرنے کا حق صرف مؤمنوں کو ہے کفار کو نہیں اسی لیے منافقوں کی مسجد ضرار گرا دی گئی تھی۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ یہاں مسجد کی آبادی میں مسجدوں میں چراغاں کرنا، اس کو سجانا سب داخل ہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۱ ص ۶۸)

47- بَابُ فَضْلِ اِنْتِظَارِ الصَّلَاةِ

نماز کے انتظار کی فضیلت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک نماز میں بیٹھا ہوتا ہے جب تک نماز اس کو روکتی ہے۔ اس کو گھر والوں کی طرف لوٹنے سے صرف نماز ہی روکتی ہے۔

(1065) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا دَامَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ، لَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْقَلِبَ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا الصَّلَاةُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوة وفضل المساجد ج ۱ ص ۱۲۲ رقم: ۵۵۹ صحیح مسلم باب فضل الصلوة الجماعۃ والانتظار الصلوة ج ۲ ص ۱۲۹ رقم: ۱۵۴۲ السنن الکبریٰ للبیہقی باب فضل المساجد وفضل عمارتها بالصلوة فیہا ج ۲ ص ۱۶۵ رقم: ۵۱۸۳ سنن ابو داؤد باب فی فضل القعود فی المسجد ج ۱ ص ۱۰۶ رقم: ۴۰۰ سنن ترمذی باب ما جاء فی القعود فی المسجد والانتظار الصلوة من الفضل ج ۲ ص ۱۵۰ رقم: ۲۲۰)

شرح حدیث: حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی لباب الاحیاء میں لکھتے ہیں:

حَسَن نِّیَّتٍ کی بدولت

اگر عمل بغیر نیت اور نیت بغیر عمل کا آپس میں موازنہ کیا جائے تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عمل کے بغیر صرف نیت بد نیت عمل سے بہتر ہے، کیونکہ ایسا عمل جس سے پہلے نیت ہو اس کا ثواب اس سابقہ نیت کی وجہ سے ہے لہذا نیت بہتر ہے

کیونکہ یہ وہ ارادہ ہے جو اصل علم سے پیدا ہوتا ہے اور یہ دل کے زیادہ قریب ہوتا ہے پس ہر حال میں مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے جیسا کہ حدیث پاک میں گزرا۔

جہاں تک اعمال کا تعلق ہے تو وہ گناہ، عبادات اور مباحات کی طرف تقسیم ہوتے ہیں، پس جو چیز فی نفسہ گناہ ہے وہ میت عبادت سے عبادت نہیں بنتی۔ اور عبادات میں نیت ضروری ہے کیونکہ عبادت اس وقت تک عبادت نہیں بن سکتی جب تک اس کے ساتھ نیت نہ ہو، پھر دانگی اور اچھی نیت عبادت کے درجہ کو بڑھا دیتی ہے، کیونکہ بعض اوقات ایک فعل تعداد کے اعتبار سے ایک ہی ہوتا ہے لیکن ممکن ہے کہ حسن نیت کی بدولت وہ بہت سی عبادات بن جائے، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: بے شک جو بندہ مسجد میں بیٹھا، اس نے اللہ عزَّ وَّجَلَّ کا دیدار کیا اور جس کی زیارت کی جائے اس پر لازم ہے کہ وہ زیارت کرنے والے کا اکرام کرے۔

(شعب الایمان للسیوطی، باب فی الصلوات، فضل الشی الی الساجد، الحدیث ۲۹۳۳، ج ۳، ص ۸۲) (المعجم الکبیر، الحدیث ۶۱۳۵، ج ۶، ص ۲۵۵)
مثال کے طور پر اگر کوئی شخص مسجد میں بیٹھے اور اللہ عزَّ وَّجَلَّ کے دیدار کی نیت کرے، نماز کے انتظار کی نیت کرے اور نماز کا انتظار کرنے والا نماز میں ہی ہوتا ہے، مسجد میں اعتکاف کی نیت کرے، اعضاء کو گناہوں سے روکنے اور مسجد کو اپنے لئے پناہ گاہ بنانے کی نیت کرے اور اللہ عزَّ وَّجَلَّ کے ذکر اور قرآن حکیم کی تلاوت سننے کی نیت کرے، تو یہ سب پے درپے ٹیکیاں ہیں جنہیں نیت کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک مباحات کا تعلق ہے تو وہ بھی حسن نیت سے عبادت کے زمرے میں داخل ہو جاتے ہیں، اس پر توجہ دینی چاہیے، اسی طرح تمام حرکات و سکنات حسن نیت سے عبادت بن جاتی ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی عمر کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرے اور اس نیت کے ذریعے جانوروں سے ممتاز رہے کیونکہ جانوروں کا طریقہ ہے کہ وہ ہر کام ارادہ و نیت کے بغیر کرتے ہیں۔ (لباب الاحیاء ۳۶۷)

(1066) وَعَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فرمایا: انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے تم میں سے کسی کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ نماز کے بعد اپنی نماز کی جگہ میں رہتا ہے جب تک بے وضو نہیں ہوتا۔ فرشتے یوں کہتے ہیں اے اللہ اس کی مغفرت فرما۔ اے اللہ اس پر رحم فرما۔

(بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الحدیث فی المسجد، ج ۱، ص ۶۶، رقم: ۲۲۵۰ سنن الکبیری للبیہقی، باب الترغیب فی مکث البص فی مصلاة، ج ۲، ص ۱۸۵، رقم: ۲۱۳۹ سنن ابو داؤد، باب فی فضل القعود فی المسجد، ج ۱، ص ۱۰۱، رقم: ۲۶۹ سنن ترمذی،

باب ما جاء في القعود في المسجد وانتظار الصلاة ج ۲ ص ۱۵۶ رقم: ۲۲۱ مسند امام احمد مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۶۶ رقم: ۶۰۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غالباً یہاں صلوٰۃ سے مراد اخروی رحمت ہے اور رحم سے مراد دنیوی رحمت یا صلوٰۃ سے مراد خاص رحمت ہے اور رحم سے مراد عام رحمت، اور بہت سی توجیہیں ہو سکتی ہیں۔

یعنی انتظار نماز کے سوا اور کسی وجہ سے مسجد میں نہیں بیٹھتا گویا نماز ہی میں رہتا ہے، اسی لیے اس وقت انگلیوں کی تشبیک منع ہے۔

یعنی فرشتوں کی یہ دعائیں اس وقت تک ملیں گی جب تک وہ کسی نمازی کو ستائے نہیں، اور وہاں رتخ نہ نکالے۔ خیال رہے کہ غیر معتکف کو مسجد میں رتخ نکالنا منع ہے، معتکف چونکہ مسجد ہی میں رہتا ہے اس لئے اسے معافی ہے۔

(بزاۃ النبی، ج ۱ ص ۶۶۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات نماز عشاء کو آدھی رات تک موخر فرمایا۔ پھر نماز پڑھانے کے بعد ہماری طرف اپنے رخ انور کے ساتھ متوجہ ہوئے اور فرمایا لوگ نماز پڑھ کر سو گئے اور تم ہمیشہ نماز میں ہو جب تک تم اس کا انتظار کرتے رہے۔ (بخاری)

(1067) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَّرَ لَيْلَةَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ بَعْدَمَا صَلَّى، فَقَالَ: صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوا، وَلَمْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مُنْذُ انْتَضَرْتُمُوهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

مخرج حدیث: (صحیح بخاری باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة وفضل المساجد ج ۱ ص ۱۳۲ رقم: ۶۱۱ صحیح ابن حبان باب مواقيت الصلاة ج ۲ ص ۳۹۶ رقم: ۱۵۲۹ مسند امام احمد بن حنبل مسند جابر بن عبد اللہ ج ۲ ص ۴۶۰ رقم: ۱۳۹۱۲ مصنف ابن ابی شیبہ باب من قال من انتظر الصلاة فهو في صلاة ج ۲ ص ۲۰۲ رقم: ۲۰۰۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نماز پڑھنے سے مراد پڑھنے کا ارادہ کرنا ہے۔ صحابہ کرام کا طریقہ یہ تھا کہ حضور خواہ کتنی ہی دیر میں تشریف لاتے مگر نہ حضور کو نماز کے لئے بدلتے تھے نہ اکیلے پڑھ لیتے اور نہ اپنی جماعت علیحدہ کر لیتے، وہ سمجھتے تھے کہ حضور کے ساتھ قضا علیحدہ ادا سے افضل ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ ان لوگوں سے مراد وہ مسلمان ہیں جنہوں نے اپنی مسجدوں میں عشاء پڑھ لی یا وہ عورتیں، بچے جو گھروں میں اکیلے عشاء پڑھ کر سو گئے، اہل کتاب مراد نہیں کیونکہ ان کے دین میں عشاء تھی ہی نہیں۔

شطر لیل سے مراد تقریباً آدھی رات ہے یعنی تہائی۔ آخرت سے معلوم ہوا کہ حضور کو نماز میں آگے پیچھے کرنے کا

اختیار دیا گیا ہے، آپ عطاء الہی احکام شرعیہ کے مالک ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگرچہ نماز کا انتظار مطلقاً عبادت ہے مگر مسجد میں بیٹھ کر انتظار بڑی عبادت، اسی لئے اس حالت میں انگلیوں میں انگلی ڈالنا منع ہے۔ (برائۃ النجیح، ج ۱ ص ۵۸۰)

48- بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ

باجماعت نماز کی فضیلت کا بیان

(1068) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرَيْنَ دَرَجَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باجماعت نماز پڑھنے سے تنہا نماز ہے ستائیس درجہ افضل ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضل صلاة الجماعة وبيان التشديد في التخلف عنها، ج ۲ ص ۱۲۲ رقم: ۱۵۰۹ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب ما جاء في فضل صلاة الجماعة، ج ۲ ص ۵۰ رقم: ۱۵۰۲ صحیح ابن حبان: باب الامامة والجماعة، ج ۲ ص ۳۰۳ رقم: ۲۰۵۲)

شرح حدیث: منافقت سے براءت

حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: جو شخص مؤذن کی آواز سن کر اس کا جواب نہ دے اس نے بھدائی کا ارادہ نہیں کیا اور نہ ہی اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا۔ شہنشاہ خوش خصال، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چالیس دن باجماعت نماز پڑھے اور اس کی تکبیر اولیٰ (یعنی پہلی تکبیر) فوت نہ ہو تو اللہ عزّوجلّ اس کے لئے دو براءتیں لکھ دیتا ہے: (۱) منافقت سے براءت (۲) دوزخ کی آگ سے براءت۔

(جامع الترمذی، ابواب الصلاة، باب ما جاء في فضيلة التكبير الاولى، لحدیث ۲۴۱ ص ۱۶۶، بغیر)

(1069) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تُضَعَّفُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَفِي سُوقِهِ خَمْسًا وَعِشْرِينَ ضِعْفًا. وَذَلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ، وَحُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ. فَإِذَا صَلَّى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مُصَلَاةٍ، مَا لَمْ يُحْدِثْ، تَقُولُ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کی باجماعت نماز اس کی گھر اور بازار والی نماز پر پچیس گنا بڑھادی جاتی ہے اور یہ اس لیے کہ جب وہ اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد کی طرف نکلے اور اسے صرف نماز ہی نکالے تو اس کے ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹایا جاتا ہے۔ پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس کے لیے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز والی جگہ میں رہے جب تک بے وضو نہ ہو۔ وہ کہتے

وَلَا يَزَالُ فِي صَلَوةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلَوةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. ہیں: اے اللہ اس پر رحم فرما اے اللہ اس پر مہربانی فرما اور وہ اس وقت تک نماز میں ہوتا ہے جب تک وہ نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

(متفق علیہ)

مخرج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل صلاة الجماعة، ج ۱، ص ۱۳۱، رقم: ۷۴۴، جامع الاصول لابن الثیر، النوع الثانی المسمى الى المساجد، ج ۱، ص ۱۳، رقم: ۷۴۴، مشکوٰۃ المصابیح، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الاول، ج ۱، ص ۱۵۵، رقم: ۷۴۴) شرح حدیث: باجماعت نماز کی فضیلت

حضرت سیدنا عبید اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے ہمیشہ عشاء کی نماز باجماعت ادا کی، مگر افسوس! ایک مرتبہ میری عشاء کی جماعت فوت ہو گئی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ میرے ہاں ایک مہمان آیا، میں اس کی خاطر مذاکرات (مہمان نوازی) میں لگا رہا۔ فراغت کے بعد جب مسجد پہنچا تو جماعت ہو چکی تھی۔ اب میں سوچنے لگا کہ ایسا کون سا عمل کیا جائے جس سے اس نقصان کی تلافی ہو۔ یکا یک مجھے اللہ کے پیارے حبیب، حبیب لبیب عز و جل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانِ عالیشان یاد آیا کہ باجماعت نماز، منفرد کی نماز پر اکیس درجے فضیلت رکھتی ہے۔ اسی طرح پچیس اور ستائیس درجے فضیلت کی حدیث بھی مروی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاة الجماعة، الحدیث ۶۳۵-۶۳۶، ص ۵۲، لم اجد باحدی وعشرین)

میں نے سوچا، اگر میں ستائیس مرتبہ نماز پڑھ لوں تو شاید جماعت فوت ہو جانے سے جو کمی ہوئی وہ پوری ہو جائے۔ چنانچہ، میں نے ستائیس مرتبہ عشاء کی نماز پڑھی، پھر مجھے نیند نے آیا۔ میں نے اپنے آپ کو چند گھڑ سواروں کے ساتھ دیکھا، ہم سب کہیں جا رہے تھے۔ اتنے میں ایک گھڑ سوار نے مجھ سے کہا: تم اپنے گھوڑے کو مشقت میں نہ ڈالو، بے شک تم ہم سے نہیں مل سکتے۔ میں نے کہا: میں آپ کے ساتھ کیوں نہیں مل سکتا؟ کہا: اس لئے کہ ہم نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی ہے۔ (میںون الحکایات ۹۳)

(1070) وَعَنْهُ. قَالَ: أَمَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ أَعْمَى. فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَيْسَ لِي قَائِدٌ يَقْدِينِي إِلَى الْمَسْجِدِ، فَسَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَخَّصَ لَهُ فَيُصَلِّيَ فِي بَيْتِهِ، فَرَخَّصَ لَهُ، فَلَمَّا وَلَّى دَعَاكَ فَقَالَ لَهُ: هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ:

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک نابینا آدمی آیا اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ساتھ کوئی چلنے والا نہیں جو مجھے مسجد میں لائے تو اس نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ اسے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ پس آپ نے اس کو اجازت دے دی جب وہ واپس پلٹا تو آپ نے

فَأَجِبْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

اس کو بلا یا فرمایا کیا تو اذان سنتا ہے اس نے عرض کیا: جی ہاں تو آپ نے فرمایا پھر آ (یعنی مسجد میں آ کر باجماعت نماز پڑھا کرو)۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب يحب التبان المسجد علی من سمع النداء ج ۲ ص ۱۶۲ رقم: ۱۵۱۸ السنن الکبریٰ للبیہقی باب ما جاء من التشديد في ترك الجماعة ج ۳ ص ۵۴ رقم: ۵۳۲ السنن اللسانی الکبریٰ باب المحافظة علی الصلوات الخمس عند یسادی بن ج ۱ ص ۲۱۴ رقم: ۱۲۲ المعرو فی الحدیث لابن عبد الہادی باب صلاة الجماعة ج ۲ ص ۲۲۲ رقم: ۳۴۴ مشکوٰۃ المصابیح باب الجماعة وفضلها الفصل الاول ج ۱ ص ۲۲۲ رقم: ۱۰۵۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مؤذن کے بلا دے کو قبول کرو اور مسجد میں حاضر ہو جاؤ۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک کہ جہاں تک اذان کی آواز پہنچے وہاں تک کہ لوگوں کو مسجد میں آنا بہت ضروری ہے، وہ دور کے لوگ جہاں اذان نہ پہنچی ہو ان کے لیے بھی مسجد آنا بہت بہتر ہے مگر اتنی سختی نہیں، اس حدیث کا یہی مطلب ہے۔ لَا صَلَوةَ لِمَن لَمْ يَجِدِ التَّسْبِيحَ إِلَّا فِي التَّسْبِيحِ۔ دوسرے یہ کہ ہر بیماری عذر نہیں جو جماعت یا مسجد کی حاضری کو معاف کر دے بلکہ وہ بیماری عذر ہے جس سے مسجد میں آنا ناممکن یا سخت مشکل ہو جائے، دیکھو تاہنا ہیں بیمار ہیں مگر انہیں حاضری کا حکم ہوا، بعض روایات میں ہے کہ غلبان ابن مالک تاہنا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نہ آنے کی اجازت دے دی یا تو ان کا گھر دور ہوگا جہاں اذان کی آواز نہ پہنچتی ہوگی یا ان کا راستہ اتنا خراب ہوگا کہ بغیر ساتھی کے مسجد نہ پہنچ سکیں اور ساتھی کوئی ہوگا نہیں، لہذا احادیث میں تعارض نہیں اذان کی آواز پہنچنے سے مراد آج کل کے لاؤڈ اسپیکر کی آواز نہیں یہ تو دو دو میل تک پہنچ جاتی ہے۔ بعض علماء نے ان احادیث کی بناء پر جماعت کو فرض میں مانا مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث ظنی ہے۔ (مزاۃ الناجی، ج ۲ ص ۲۷۸)

حضرت عبداللہ سے روایت ہے اور کہا گیا کہ حضرت عمرو بن قیس المعروف حضرت ابن ام مکتوم ؓ مؤذن (رسول اللہ) انہوں نے کہا یا رسول اللہ! مدینہ میں کیڑے مکوڑے اور درندے بہت ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح سنتے ہو تو پھر مسجد میں آیا کرو۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو جید اسناد کے ساتھ روایت کیا۔ اور حبیہلا کا معنی ہے: آؤ۔

(1071) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ - وَقِيلَ: عَمْرٍو بْنِ قَيْسٍ - الْمَعْرُوفِ بِابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ الْمَدِينِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْمَدِينَةَ كَثِيرَةُ الْهَوَامِ وَالسِّبَاعِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَسْمَعُ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، فَحَبَلًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ وَمَعْنَى حَبَلًا: تَعَالَى۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب فی التشدید فی ترک الجماعة ج ۱ ص ۲۱۴ رقم: ۵۵۳ السنن الکبریٰ للبیہقی باب ما

جاء فی التشدید فی ترک الجماعة من غیر عذر ج ۲ ص ۵۸ رقم: ۵۱۴۴ سنن النسائی باب المحافظة علی الصلوات حیث ینادی
بن ج ۲ ص ۱۰۹ رقم: ۸۸۱ صحیح ابن خزيمة باب امر العبدان بشهود صلاة الجماعة ج ۲ ص ۳۹ رقم: ۱۰۰۱

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:
وللبیہقی عنہ سألہ ان یرخص لہ فی صلاة العشاء والفجر قال هل تسبعم الاذان قال نعم مرة
او مرتین فلم یرخص لہ فی ذلك ا۔ ولہ عن کعب بن عجرة جاء رجل ضریر الی النبی صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم فیہ ایبلغک النداء قال نعم قال فاذا سمعت فاجب ۲۔ ولاحد وابی یعلی
والطبرانی فی الاوسط وابن حبان عن جابر واللفظ لہ قال اتسبعم الاذان قال نعم قال فأتھا ولو
حبوا ۳۔

(۱) مجمع الزوائد باب فی ترک الجماعة مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۲/ ۴۳۳ (۲) مجمع الزوائد باب فی ترک الجماعة مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۲
(۳) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان باب فرض الجماعة والاغذار الخ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت ۴/ ۲۵۲

بیہقی نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت کیا کہ انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے اس بات کی رخصت چاہی کہ ان کو عشاء اور فجر کی نماز میں جماعت سے رخصت دے دیں۔ فرمایا: کیا تم
اذان سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ ایک یا دو دفعہ پوچھا آپ نے انہیں اس بارے میں رخصت نہ دی۔ بیہقی میں
حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ ایک نابینا شخص رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
خدمت اقدس میں آیا اسی میں ہے کہ آپ نے پوچھا: کیا تجھے اذان کی آواز پہنچتی ہے؟ عرض کیا: ہاں۔ بتایا:
جب تو سنتا ہے تو جواب دے (یعنی جماعت میں حاضری دے) مسند، ابویعلی، طبرانی کی اوسط میں اور ابن
حبان میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی الفاظ ابن حبان کے ہیں کیا تم اذان سنتے ہو؟ عرض کیا:
ہاں۔ فرمایا: اس کی طرف آؤ خواہ گھٹنوں کے بل آنا پڑے۔

ف: یہ دونوں حوالے مجمع سے اس لئے نقل کئے کہ سنن بیہقی اور شعب الایمان للبیہقی سے نہیں ملے، ہو سکتا ہے یہ لفظ
للبیہقی کی بجائے للطبرانی ہو کیونکہ مجمع نے طبرانی اوسط کے حوالے سے یہ دونوں حدیثیں نقل کی ہیں۔ نذیر احمد سعیدی
فکان ذلک فیما نری واللہ تعالیٰ اعلم انہ رضى اللہ تعالیٰ عنہ لم یکن یشق علیہ المشی وکان
یہتدی الی الطریق من دون حرج کما یشاہد الآن فی کثیر من العبدان ثم راجعت الزرقانی
علی السوطا فرأیتہ نص علی ذلک نقلاً فقال وحملہ العلماء علی انہ کان لا یشق علیہ المشی
وحده ککثیر من العبدان۔ (شرح الزرقانی علی الموطا فصل صلوۃ الجماعة مطبوعہ مکتبہ تجاریہ کبریٰ مصر ۱/ ۲۶۷)
اس سلسلہ میں ہماری رائے یہی ہے، حقیقت حال سے اللہ ہی آگاہ ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ

عتبان کان من یتخرج بالبشی وحادۃ دون ابن امر مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ثم ان الامام
النووی استشعر ورود قوله صلى الله عليه وسلم فاجب فاجاب باحتیام انه بوسی نزل فی
الحال وباحتیال تغیر اجتهاده صلى الله عليه وسلم وبان الترخیص کان بمعنی عدم
الوجوب وقوله فاجب ندب الی الافضل۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس تائید میں جو کچھ ہے وہ آپ جان چکے کہ یہ اس صورت میں ہے جب ابن مکتوم کے
لئے حرج ثابت ہو، شاید حضرت عتبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں میں سے ہوں جن کو تنہا چلنا دشوار ہو بخلاف
ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان کے لئے ایسا معاملہ نہ تھا، پھر امام نووی نے حضور علیہ السلام کے ارشاد
فاجب کے ورود سے یہ بات سمجھی تو جواب احتمال سے دیا کہ ممکن ہے یہ حکم اسی حال میں وحی نازل ہونے کے
ساتھ دیا اور بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجتہاد میں تبدیلی ہوئی ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ
رخصت بمعنی عدم وجوب ہو اور آپ کا ارشاد فاجب افضل کی طرف متوجہ کر رہا ہو۔

اقول اما الاولان فتسلیم للقول واما حصل فاجب علی الندب فخلافا للظاهر لاسیما مع بناءه
علی سماع الاذان فان الندب حاصل مطلقا فانهم والله تعالیٰ اعلم۔

اقول (میں کہتا ہوں) پہلے دونوں احتمال قول کی وجہ سے تسلیم مگر فاجب کو ندب پر محمول کرنا خلاف ظاہر خصوصاً
جب اس کی بنا اذان کے سماع پر ہو کیونکہ ندب تو ہر حال میں حاصل تھا، فانهم والله تعالیٰ اعلم (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۷، ص ۷۴-۷۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ
میں میری جان ہے یقیناً میں نے ارادہ کیا کہ لکڑیاں جمع
کرنے کا حکم دوں پھر نماز کے لیے اذان کا حکم دوں پھر
کسی آدمی کو حکم دوں وہ لوگوں کو امامت کرائے پھر میں ان
آدمیوں کی طرف جاؤں جو جماعت میں شامل نہیں
ہوتے تو ان پر ان کے گھروں کو جلا دوں۔ (متفق علیہ)

(1072) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَالَّذِي
نَفْسِي بِيَدِهِ، لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أُمَرَ بِمَحْطَبٍ فَيُحْتَضَبَ،
ثُمَّ أُمَرَ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ أُمَرَ رَجُلًا فَيُؤَمِّرَ
النَّاسَ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ
بُيُوتَهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب وجوب صلاة الجماعة ج ۱ ص ۱۳۱ رقم: ۱۲۲ صحیح مسلم باب فضل صلاة الجماعة
وبیان التشدید فی الخلف عنہا ج ۲ ص ۱۲۲ رقم: ۱۵۱۳ السنن الکبریٰ للبیہقی باب ما جاء من التشدید فی ترک الجماعة من غیر
عذر ج ۳ ص ۵۵ رقم: ۵۱۲۶ سنن ابوداؤد باب فی التشدید فی ترک الجماعة ج ۳ ص ۲۱۳ رقم: ۵۳۸ سنن ابن ماجہ باب التغلیظ فی

التعلیل عن الجماعة: ج ۲ ص ۲۰۰ رقم: ۱۰۱

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی نماز کی جماعت قائم کرا کر خود تحقیقات کے لیے محلے میں جاؤں۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سلطان دینی ضرورت کے وقت جماعت چھوڑ سکتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تشریف لے جانا تبلیغ کے لیے ہوتا۔
(جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے) یعنی بلا عذر لہذا اس سے چھوٹے بچے، عورتیں معذور بیمار علیحدہ ہیں۔ یہاں روئے سخن منافقین کی طرف ہے کیونکہ کوئی صحابی بلا وجہ جماعت اور مسجد کی حاضری نہیں چھوڑتے تھے۔ لہذا رد انفس کا یہ کہنا کہ صحابہ فاسق یا تارک جماعت تھے غلط ہے، رب نے ان کے تقویٰ اور جنتی ہوئے کی گواہی دی اگر یہاں صحابہ مراد ہوں تو حدیث قرآن کے خلاف ہوگی۔

(ان کے گھروں کو جلا دوں) اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر جماعت کی نماز بھی واجب ہے اور مسجد کی حاضری بھی، کیونکہ نور مجسم رحمت عالم سر اپا اخلاق تارکین جماعت کے گھر جلانے کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ مراقا نے فرمایا کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی کو گھر بار جلانے کی سزا نہ دی جائے سوائے تارک جماعت کے کہ سلطان اس کو یہ سزا دے سکتا ہے معلوم ہوا کہ یہ دونوں بڑے اہم ہیں۔

ان لوگوں کے نزدیک جماعت اور مسجد کی حاضری دنیوی معمولی نفع کے برابر بھی نہیں کہ تھوڑے نفع کے لیے جاگ بھی لیں سفر بھی کر لیں مشقتیں بھی اٹھالیں مگر جماعت کے لیے مسجد میں آتے جان نکلتے ہیں۔ اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو امام بن کر پیسوں اور روٹیوں کے لیے تو نمازی ہو جائیں اور امامت سے الگ ہو کر جماعت تو کیا نماز بھی چھوڑ دیں۔ (مزاہد المناجیح، ج ۲ ص ۲۷۷)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا جس کو یہ بات خوش کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کل (قیامت کے روز) مسلمان ہونے کی حالت میں ملے تو اس کو ان نمازوں کی حفاظت کرنی چاہیے۔ جب بھی ان کے لیے پکارا جاتا ہے پس بے شک اللہ کریم نے تمہارے رسول اللہ ﷺ کے لیے کچھ مؤکدہ سنتیں بنائی ہیں۔ اور یہ (یعنی باجماعت نماز) مؤکدہ سنتوں میں سے ہے اور اگر تم اس طرح اپنے گھروں میں نماز پڑھو جس طرح یہ پیچھے رہ جانے والا۔ اپنے گھر میں نماز

(1073) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَلْقَى اللَّهَ تَعَالَى غَدًا مُسْلِمًا، فَلْيَحَافِظْ عَلَى هَؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادَى بِهِنَّ، فَإِنَّ اللَّهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدَى، وَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى وَلَوْ أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ كَمَا يُصَلِّي هَذَا الْمُتَخَلِّفُ فِي بَيْتِهِ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ، وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ، وَلَقَدْ رَأَيْنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُومُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتَى

بِهِ يُهَادَى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتَّى يُقَامَ فِي الصَّفِّ.
رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

پڑھتا ہے تو تم نے اپنے نبی (ﷺ) کی سنت کو ترک کر دیا اور اگر تم نے اپنے نبی (ﷺ) کی سنت کو ترک کر دیا تو ضرور گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور ہم نے دیکھا کہ ہم میں سے صرف وہ آدمی جماعت سے پیچھے رہتا جس کا منافق ہونا معلوم ہوتا۔ (پھر یہ کیفیت ہو گئی) کہ ایک آدمی کو دو کے درمیان سہارے سے چلا کر لایا جاتا حتیٰ کہ صف میں اس کو کھڑا کر دیا جاتا۔ (مسلم)

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدَى، وَإِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُؤْتَنُ فِيهِ.

ان ہی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو مؤکدہ سنتیں سکھائیں اور مؤکدہ سنتوں میں سے ایک نماز ہے جس میں اذان دی جاتی ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب صلاة الجماعة من سنن الهدى ج ۲ ص ۱۲۴ رقم: ۱۵۲۰ السنن الکبریٰ لبیہقی باب ما جاء من التشديد في ترك الجماعة من غير عن ج ۳ ص ۵۸ رقم: ۵۱۵۰ مسند امام احمد بن حنبل مسند عبد اللہ بن مسعود ج ۱ ص ۳۸۲ رقم: ۳۶۲۲ مصنف عبدالرزاق باب بشهود الجماعة ج ۱ ص ۵۱۶ رقم: ۱۹۱۱ مسند ابن ابی شیبہ مارواه عبد اللہ بن مسعود ص ۱۶۶ رقم: ۳۵۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث نے گزشتہ عتاب کی احادیث کو واضح کر دیا کہ وہاں خطاب منافقوں سے تھا کیونکہ صحابہ نماز کبھی نہ چھوڑتے تھے۔ مریض سے وہ بیمار مراد ہے جو کسی طرح مسجد میں نہ پہنچ سکے نہ چل کر نہ کسی کے کندھوں پر جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے۔

یہ صحابہ کا عزیمت پر عمل ہے کہ جن میں خود چلنے کی طاقت نہ ہوتی وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اس طرح مسجد میں آتے کہ پاؤں زمین پر گھسٹتے ہوتے جیسا کہ بعض احادیث میں صراحت آئی۔ ایسی حالت میں رخصت ہے کہ گھر پڑھ لے۔ سبحان اللہ!

جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عادت کریرہ کے طور پر کئے وہ سنت زواحد ہیں جیسے بالوں میں کنگھی کرنا، کدور غبت سے کھانا اور جو کام عبادۃ کئے وہ سنت ہدیٰ ہیں۔ سنت ہدیٰ کی دو قسمیں ہیں: مؤکدہ اور غیر مؤکدہ، جو کام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ کئے وہ مؤکدہ ہیں اور اگر ان کا حکم بھی دیا وہ واجب اور جو کام کبھی کبھی کئے وہ غیر مؤکدہ ہیں بہذا جماعت کی نماز اور مسجد میں حاضری، حق یہ ہے کہ دونوں واجب ہیں۔

جہاں جماعت ہوتی ہے کیونکہ اذان جماعت ہی کے لیے ہوا کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد اور جماعت کی

پابندی کرنے والے کو ان شاء اللہ ایمان و تقویٰ پر خاتمہ نصیب ہوگا، یہ حدیث ان کے لیے بڑی بشارت ہے۔
ہجگانہ نمازیں مسجد میں باجماعت سنت ہدیٰ میں سے ہیں۔

مرقاۃ وغیرہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم گھروں میں باجماعت بھی نماز پڑھ لو تب بھی حاضری مسجد کی سنت کے تارک ہو۔ **هَذَا التَّخَلُّفُ** میں کسی خاص منافق کی طرف اشارہ ہے جو تارک جماعت تھا۔ خیال رہے کہ جماعت واجب ہے، اسے یہاں سنت فرماتا اس لئے ہے کہ سنت سے ثابت ہے۔ یہ خوش خبریاں اس کے لیے ہیں جو گھر سے وضو کر کے مسجد کو جائے اور بہتر یہ ہے کہ درود شریف پڑھتا یا کوئی اور ذکر کرتا ہو جائے جیسا کہ "باب المسجد" میں عرض کیا جا چکا ہے۔

اس کی شرح پہلے گزر گئی، صحابہ میں یہ عمل کیوں نہ ہوتا، انہوں نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بیماری کی حالت میں اس طرح مسجد میں آتے دیکھا تھا۔ خیال رہے کہ عاشق کو محبوب کی ہر ادا پیاری ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے پیارے ہیں اور جماعت کی نماز، مسجد کی حاضری، مسواک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاری۔ مومن کی پہچان یہ ہے کہ اسے یہ چیزیں پیاری ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے آخری کام مسواک کیا کہ مسواک کر کے جان جان آفریں کے سپرد کی۔ صلی اللہ علیہ وبارک وسلم۔ (بزاۃ النبی، ج ۲ ص ۲۹۶)

(1074) وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ، وَلَا بَدْوٍ، لَا تُقَامُ فِيهِمُ الصَّلَاةُ إِلَّا قَدْ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ. فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ، فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِيَةَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ تین آدمی اگر کسی بستی یا جنگل میں ہوں اور جماعت نہ قائم کی جائے تو ان پر شیطان غالب آجاتا ہے۔ تم جماعت کو لازم پکڑو بھیڑیا ریوڑ سے دور جانے والی بکری کو ہی کھاتا ہے۔ اسے ابو داؤد نے اسناد جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب فی التشدید فی ترک الجماعة، ج ۱ ص ۲۱۳، رقم: ۵۴۷، سنن نسائی: باب التشدید فی ترک الجماعة، ج ۲ ص ۱۱۶، رقم: ۵۴۷، مسند ابن ابی شیبہ: ما رواہ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۵، رقم: ۲۱، تحف الخیرۃ المہرۃ للبوصیری: باب ما جاء فی ترک حضور الجماعة، ج ۲ ص ۱۳۰، رقم: ۱۲۰۸، السنن الکبریٰ لبیہقی: باب فرض الجماعة فی غیر الجمعة علی الکفاۃ، ج ۳ ص ۵۴، رقم: ۵۱۲۶، مسند امام احمد بقیۃ حدیث ابی الدرداء رضی اللہ عنہ ج ۶ ص ۳۲۶، رقم: ۲۷۵۵۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
کہ انہیں دوسرے ذکر واذکار سے بھی روک دیتا ہے معلوم ہوا کہ نماز چھوڑنا غفلت کا دروازہ ہے۔

کیونکہ وہ چرواہے کی نگاہ سے دور ہو جاتا ہے ایسے ہی جماعت کا تارک جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ نرم سے محروم ہو جاتا ہے۔ (برازۃ الناجح، ج ۲ ص ۲۹۱)

49- بَابُ الْحَثِّ عَلَى حُضُورِ

الْجَمَاعَةِ فِي الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ

(1075) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ، فَكَأَنَّمَا قَامَ يَصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ، فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَهِدَ الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ لَهُ قِيَامٌ يَصْفَ لَيْلَةٍ، وَمَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ فِي جَمَاعَةٍ، كَانَ لَهُ كَقِيَامِ لَيْلَةٍ قَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

صبح وعشاء کی جماعت میں

حاضر ہونے کی ترغیب دینا

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی گویا اس نے نصف رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز جماعت سے ادا کی گویا اس نے پوری رات قیام کیا۔ (مسلم)

اور ترمذی میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عشاء کی نماز باجماعت میں شامل ہو اس کے لیے آدھی رات کا قیام ہے اور جو عشاء و فجر کی نمازوں میں جماعت سے حاضر ہو اس کے لیے پوری رات کے قیام کی طرح ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب فضل صلاة العشاء والصبح في جماعة ج ۲ ص ۱۰۵ رقم: ۱۵۲۲ السنن الکبریٰ باب ما جاء في فضل صلاة الجماعة ج ۲ ص ۱۰۶ رقم: ۵۱۶۲ سنن ابو داؤد باب في فضل صلاة الجماعة ج ۳ ص ۲۱۰ رقم: ۵۵۵ سنن الدارمی باب المحافظة على الصلوات ج ۱ ص ۲۰۴ رقم: ۱۲۲۴ مسند امام احمد بن حنبل مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۸۰ رقم: ۴۰۸ سنن ترمذی باب ما جاء في فضل العشاء والفجر في الجماعة ج ۳ ص ۲۲۲ رقم: ۲۲۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ عشاء کی باجماعت نماز کا ثواب آدھی رات کی عبادت کے برابر ہے اور فجر کی باجماعت نماز کا ثواب باقی آدھی رات کی عبادت کے برابر، تو جو یہ دونوں نمازیں جماعت سے پڑھ لے اسے ساری رات عبادت کا ثواب۔ دوسرے یہ کہ عشاء کی جماعت کا ثواب آدھی رات کے برابر ہے اور فجر کی جماعت کا ثواب ساری رات عبادت کے برابر کیونکہ یہ جماعت عشاء کی جماعت سے زیادہ بھاری ہے، پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔ جماعت سے

مراد بکیر اولی پاتا ہے جیسا کہ بعض علماء نے فرمایا۔ (برزائہ الناجح، ج ۲ ص ۵۹۲)

(1076) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبَوًّا مُتَّفَقًا عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگ فجر و عشاء کی نماز باجماعت میں جو کچھ فضیلت ہے جان لیں تو ان کے لیے ضرور آئیں اگرچہ انہیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے۔

(متفق علیہ)

اس سے پہلے یہ حدیث تفصیل سے گزر چکی ہے۔

وَقَدْ سَبَقَ بِطَوِيلِهِ.

تخریج حدیث: (صحیح البخاری، باب الاستعہام فی الاذان، ج ۱ ص ۲۲، رقم: ۵۰، صحیح مسلم، باب تسویۃ الصفوف واقامہا، ج ۲ ص ۳۱، رقم: ۱۰۰۹، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الاستعہام علی الاذان، ج ۱ ص ۳۲۸، رقم: ۲۰۱۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الصف الاول، ج ۱ ص ۳۲، رقم: ۲۲۵، صحیح ابن حبان، باب الاذان، ج ۱ ص ۵۳، رقم: ۱۶۵۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر پاؤں میں چنے کی طاقت نہ ہوتی تو سرین کے بل پہنچتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ معذور پر اگرچہ مسجد کی حاضری واجب نہیں لیکن اگر پہنچ جائے تو ثواب پائے گا۔ عشاء کو عتمہ فرمانا ممانعت سے پہلے ہے۔ (برزائہ الناجح، ج ۲ ص ۵۹۰)

ساری رات عبادت کرنے سے بہتر

حضرت سیدنا ابوبکر بن سلیمان بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن فجر کی نماز میں میرے والد سلیمان بن ابوحثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ پایا تو بازار کی طرف چلے کیونکہ حضرت سیدنا سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رہائش گاہ مسجد اور بازار کے بیچ میں تھی۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفاء ام سلیمان کے قریب سے گزرے تو ان سے کہا کہ، میں نے فجر کی نماز میں سلیمان کو نہیں دیکھا؟ تو انہوں نے جواب دیا، وہ ساری رات عبادت کرتے رہے صبح کو ان کی آنکھ لگ گئی۔ یہ سن کر حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فجر کی نماز باجماعت ادا کرنا میرے نزدیک ساری رات عبادت کرنے سے بہتر ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الاسواق و دخولها، رقم: ۲۲۳۲، ج ۳ ص ۵۳)

اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو

امام طبرانی ایک شخص کا نام لئے بغیر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نزع کا عالم طاری ہوا تو میں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں تمہیں شہنشاہ مدینہ، قراقرظ و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض مخمیینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہوئی ایک حدیث سنا تا ہوں، (پھر فرمایا) میں نے رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اگر تم اسے دیکھ نہیں سکتے تو بے شک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو اور مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو کیونکہ وہ ضرور قبول ہوتی ہے اور تم میں جو فجر اور عشاء کی نماز میں حاضر ہو سکے اگرچہ گھٹتے ہوئے تو اسے چاہیے کہ وہ ضرور حاضر ہو۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلوٰۃ، باب فی صلوٰۃ العشاء الاخرۃ، جامع فی جماعۃ، رقم ۲۱۳۹ ج ۲ ص ۱۵۵)

(1077) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ صَلَاةٌ أَثْقَلُ عَلَى الْمُنَافِقِينَ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبَوًّا مُتَّفَقِينَ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافقوں پر سب سے زیادہ مشکل نمازیں فجر و عشاء ہیں۔ ان میں جو ثواب ہے اگر اس کے بارے لوگ جان لیں تو ان میں ضرور حاضر ہوں اگرچہ انہیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب فضل العشاء فی الجماعۃ، ج ۱ ص ۱۲۲، رقم: ۱۵۴، صحیح مسلم: باب فضل صلاۃ الجماعۃ و بیان التشدید فی التغلف عنہا، ج ۲ ص ۱۲۲، رقم: ۱۵۱۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: باب فضل الصف الاول، ج ۱ ص ۱۰۲، رقم: ۵۳۱۸، سنن الدارمی: باب ای الصلاۃ علی المنافقین اثقل، ج ۱ ص ۳۲۶، رقم: ۱۲۴۲، مسند احمد بن حنبل: حدیث ابی بصیر العبدي، ج ۱ ص ۱۳۱، رقم: ۲۱۳۱۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: کیونکہ منافق صرف دکھلاوے کے لئے نماز پڑھتے ہیں اور وقتوں میں تو خیر جیسے تیسے پڑھ لیتے ہیں مگر عشاء کے وقت نیند کا غلبہ، فجر کے وقت نیند کی لذت انہیں مست کر دیتی ہے۔ اخلاص و عشق تمام مشکلوں کو حل کرتے ہیں وہ ان میں ہے نہیں، لہذا یہ دو نمازیں انہیں بہت گراں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان ان دو نمازوں میں سستی کرے وہ منافقوں کے سے کام کرتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۹۱)

فرض نمازوں کی حفاظت کا حکم

اور ان کے ترک پر سخت وعید

اور سخت ممانعت کا بیان

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔

50- بَابُ الْأَمْرِ بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى الصَّلَوَاتِ

الْمَكْتُوبَاتِ وَالنَّهْيُ الْأَكِيدُ وَالْوَعِيدُ

الشَّدِيدُ فِي تَرْكِهِنَّ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (حِفْظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى) (البقرة: 238).

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ) (التوبة: 5).

(1078) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ الْإِعْمَالِ أَفْضَلُ، قَالَ: الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتُهَا قُلْتُ: ثُمَّ أَيْ، قَالَ: بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ: ثُمَّ أَيْ، قَالَ: الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اعمال میں سے کون سا عمل زیادہ فضیلت والا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: نماز وقت پر ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا: پھر کون سا فرمایا والدین کے ساتھ حسن سلوک میں نے عرض کیا: پھر کون سا؟ تو فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب فضل الصلاة لوقتها، ج ۱، ص ۱۱۶، رقم: ۵۰۴، صحیح مسلم: باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال، ج ۱، ص ۱۶، رقم: ۱۶۲، سنن الدارقطنی: باب ما جاء فی ان افضل الاعمال الصلاة، ج ۱، ص ۳۲، رقم: ۱۰۶، مسند امام احمد: مسند عبد اللہ بن مسعود، ج ۱، ص ۳۰۹، رقم: ۳۸۱۰، مسند ابی عوانہ: بیان افضل الاعمال، ص ۳۹، رقم: ۱۸۲)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

حدیث ۴: ابوداؤد طریق ابن الاعرابی میں حضرت قتادہ بن ربیع النصارى رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان فرضت علی امتک خمس صلوات، وعهدت عندی عهد انہ من جامع یحافظ علیہن لوقتہن ادخلته الجنة، ومن لم یحافظ علیہن فلا عهد له عندی۔

(سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۳۳۰ دار احیاء السنۃ النبویہ مصر / ۱۱۷)

میں نے تیری امت پر پانچ نمازیں فرض کیں اور اپنے پاس عہد مقرر کر لیا جو ان کے وقتوں پر ان کی محافظت کرتا آئے گا اُسے جنت میں داخل کروں گا اور جو محافظت نہ کرے گا اس کے لئے میرے پاس کچھ عہد نہیں۔

حدیث ۵: دارمی حضرت کعب ابن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب جل و علا سے روایت فرماتے ہیں وہ ارشاد کرتا ہے:

من صلی الصلاة لوقتہا فاقام حدها کان له علی عهد ادخله الجنة ومن لم یصل الصلاة لوقتہا ولم یقم حدها لم یکن له عندی عهد ان شئت ادخلته النار وان شئت ادخلته الجنة۔

(سنن الدارمی، باب استحباب الصلوة فی اول الوقت حدیث ۱۲۲۸ مطبوعہ نشر السنۃ لمطان / ۲۲۳)

جو نماز اُس کے وقت میں ٹھیک ٹھیک ادا کرے اُس کے لئے مجھ پر عہد ہے کہ اُسے جنت میں داخل فرماؤں، اور جو وقت میں نہ پڑھے اور ٹھیک ادا نہ کرے اُس کے لئے میرے پاس کوئی عہد نہیں چاہوں اسے دوزخ میں لے جاؤں اور چاہوں تو جنت میں۔

حدیث ۶: طبرانی بسند صالح عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ایک دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی: خدا اور رسول خوب دانتیں۔ فرمایا: جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی: خدا اور رسول خوب دانتیں۔ فرمایا: جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے؟ عرض کی: خدا اور رسول خوب دانتیں۔ فرمایا: تمہارا رب جل وعلا فرماتا ہے:

وعزتی وجلالی لا یصلیہا بعد لوقتہا الا ادخلتہ الجنۃ ومن صلاہا لغير وقتہا ان شئت رحمۃ وان شئت عذبتہ۔ (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۵۵۵ مطبوعۃ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/۲۸۱)

مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم جو شخص نماز وقت پر پڑھے گا اُسے جنت میں داخل فرماؤں گا اور جو اس کے غیر وقت میں پڑھے گا چاہوں اس پر رحم کروں چاہوں عذاب۔

حدیث ۷: نیز طبرانی اوسط میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من صلی الصلوۃ لوقتہا واسبغ لها وضوہا واتم لها قیامہا وخشوعہا و رکوعہا وسجودہا خرجت وہی بیضا مسفرة تقول حفظک اللہ کما حفظنی، ومن صلا الصلوۃ لغير وقتہا فلم یسبغ لها وضوہا ولم یتم لها خشوعہا ولا رکوعہا ولا سجودہا خرجت وہی سوداء مظلمة تقول ضیعک اللہ کما ضیعتنی حتی اذا کانت حیث شاء اللہ لفت کما یلف الشوب الخلق ثم ضرب بها وجهہ۔ (معجم اوسط حدیث نمبر ۳۱۱۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۸۶)

جو پانچوں نمازیں اپنے اپنے وقتوں پر پڑھے اُن کا وضو قیام و خشوع و رکوع و سجود پورا کرے وہ نماز سفید روشن ہو کر یہ کہتی نکلے کہ اللہ تیری نگہبانی فرمائے جس طرح تُو نے میری حفاظت کی اور جو غیر وقت پر پڑھے اور وضو و خشوع و رکوع و سجود پورا نہ کرے وہ نماز سیاہ تاریک ہو کر یہ کہتی نکلے کہ اللہ تجھے ضائع کرے جس طرح تُو نے مجھے ضائع کیا یہاں تک کہ جب اُس مقام پر پہنچے جہاں تک اللہ عزوجل چاہے پُرانے چیتھڑے کی طرح لپیٹ کر اُس کے منہ پر ماری جائے (والعیاذ باللہ رب العالمین)

حدیث ۸: ابوداؤد حضرت فضالہ زہرائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فکان فیما علمنی وحافظ علی الصلوات

الخمس۔ (سنن ابی داؤد باب الحفاظ علی الصلوات مطبوعۃ مجتہبات پاکستان ۱/۶۱)

مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسائل دین تعلیم فرمائے اُن میں یہ بھی تعلیم فرمایا کہ نماز پنجگانہ کی

می فطرت کر۔

حدیث ۹: بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، دارمی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال سألت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اى العمل احب الى الله قال الصلاة على وقتها۔

میں نے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا سب میں زیادہ کیا عمل اللہ عزوجل کو پیارا ہے، فرمایا نماز اس کے وقت پر ادا کرنا۔ (بخاری شریف باب فضل الصلوٰۃ لوقتہا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۶)

حدیث ۱۰: بیہقی شعب الایمان میں بطریق عکرمہ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال جاء رجل فقال يا رسول الله اى شئ احب الى الله فى الاسلام قال الصلاة لوقتها ومن ترك الصلاة فلا دين له والصلاة عباد الدين۔

(شعب الایمان باب فى الصلوات حدیث ۲۸۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۳/۳۹)

ایک شخص نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! اسلام میں سب سے زیادہ کیا چیز اللہ تعالیٰ کو پیاری ہے، فرمایا: نماز وقت پر پڑھنی، جس نے نماز چھوڑی اس کیلئے دین نہ رہا نماز دین کا ستون ہے۔

حدیث ۱۱: طبرانی معجم اوسط میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلاث من حفظهن فهو ولي حقا، ومن ضيعهن فهو عدوى حقا، الصلاة والصيام والجنابة۔

(معجم اوسط حدیث ۸۹۵۶ مکتب المعارف ریاض ۹/۴۴۵)

تین چیزیں ہیں کہ جو ان کی حفاظت کرے وہ سچا ولی ہے اور جو انہیں ضائع کرے وہ پکا دشمن، نماز اور روزے اور غسل جنابت۔

حدیث ۱۲: امام مالک مؤطا میں نافع سے راوی:

ان عبر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتب الی عتالہ ان اہم امر کم عندی الصلاة فمن حفظها وحافظ علیها حفظ دینہ ومن ضيعها فهو لبا سواها اضیع الحديث۔

(مؤطا امام مالک وقوت الصلوٰۃ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵)

امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عاملوں کو فرمان بھیجے کہ تمہارے کاموں میں مجھے زیادہ فکر نماز کی ہے جو اسے حفظ اور اس پر محافظت کرے اس نے اپنے دین کی حفاظت کر لی اور جس نے اسے ضائع کیا وہ اور کاموں کو زیادہ تر ضائع کرے گا۔

(نوع آخر) حدیث امامت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام جس میں انہوں نے ہر نماز کے لئے جدا وقت معین کیا۔

حدیث ۱۳: بخاری و مسلم صحاح اور امام مالک و امام ابن ابی ذئب مؤطا اور ابو یوسف عہد اللہ واری سند میں حدیث
ابو مسعود نصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی جبریل نے بعد تعیین اوقات عرض کی: بھذا امرت (اسی کا حضور کو حکم دیا گیا
ہے)۔ (بخاری شریف کتاب موافقت الصلوٰت مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۵)

تھے۔ رضی اللہ عنہ۔ (مرقاۃ المفید)

(بنیاد پانچ چیزوں پر ہے) یعنی اسلام مثل خیمہ یا چھت کے ہے اور یہ پانچ ارکان اس کے پانچ ستونوں کی طرح کہ جو کوئی ان میں سے ایک کا انکار کرے گا وہ اسلام سے خارج ہوگا، اور اس کا اسلام منہدم ہو جاویگا۔ خیال رہے کہ ان اعمال پر کمال ایمان موقوف ہے اور ان کے ماننے پر نفس ایمان موقوف، لہذا جو صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کلمہ نہ پڑھے یا نماز روزہ کا پابند نہ ہو، وہ اگرچہ مؤمن تو ہے مگر کامل نہیں، اور جو ان میں سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، نہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں۔

(اللہ کے رسول ہیں) اس سے سارے عقائد اسلامیہ مراد ہیں جو کسی عقیدے کا منکر ہے وہ حضور کی رسالت ہی کا منکر ہے۔ حضور کو رسول ماننے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی ہر بات کو مانا جائے۔
(نماز قائم کرنا) ہمیشہ پڑھنا، صحیح پڑھنا، دل لگا کر پڑھنا، نماز قائم کرنا۔
(بیت اللہ کاج کرنا) اگر مال ہو تو زکوٰۃ وج ادا کرنا فرض ہے ورنہ نہیں مگر انکا ماننا بہر حال لازم ہے۔ نماز ہجرت سے پہلے معراج میں فرض ہوئی، زکوٰۃ روزہ ۲ھ میں، اور حج ۹ھ میں فرض ہوئے۔ (بزاز الناجی، ج ۲ ص ۲)

(1080) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ، عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ، إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں جب وہ یہ کام کر لیں تو انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے بچا یہ سوائے حق اسلام کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کریم کے ذمہ ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب من تلبوا واقاموا الصلاة واتوا الزكاة فخلو سبيلهم، ج ۱ ص ۱۳، رقم: ۲۵، صحیح مسلم، باب الامر بقتال الناس حتى يقولوا لا اله الا الله محمد رسول الله، ج ۱ ص ۲۸، رقم: ۱۳۳، سنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء في قتال الطرب الثاني من اهل الردة بعد رسول الله، ج ۱ ص ۱۴۴، رقم: ۱۴۴، سنن النسائی، باب وجوب الجهاد، ج ۱ ص ۶، رقم: ۲۰۰، سنن سعید بن منصور، باب جامع الشهادة، ج ۲ ص ۳۲۲، رقم: ۲۹۰۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یہاں حَتَّى بمعنی کہ ہے جیسے اسلمت حتی ادخل الجنة یعنی مجھے حکم الہی ہے کہ ملک گیری یا مال گیری کی نیت سے جہاد نہ کروں بلکہ لوگوں کو ہدایت دینے کی نیت سے کروں۔ اس صورت میں حدیث پر نہ کوئی اعتراض ہے کہ یہ آیت قرآنیہ

کے خلاف ہے اور الناس سے مراد سارے کفار ہیں۔ لہذا یہ حتی انتہاء کا نہیں۔ خیال رہے کہ مشرکین عرب کے لئے حکم جزیرہ نہیں یا وہ ایمان لاویں یا قتل و قید و عبدیت وغیرہ۔ رب فرماتا ہے: **وَقَتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ** عرب کے اہل کتاب اور مجسم کے تمام کفار کے لئے یا ایمان یا جزیرہ ورنہ قتل و قید وغیرہ رب فرماتا ہے: **حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ** مرتد کے لئے یا اسلام یا قتل ہے نہ جزیرہ نہ قید رب فرماتا ہے: **تَلْتَلُوهُمْ أَوْ يَسْلَمُونَ**۔ ہاغیوں کے لئے یا قتل یا بغاوت سے توبہ، رب فرماتا ہے: **فَقَتِلُوا الَّذِينَ تَلْتَلُونَ حَتَّى تَفِيَّ عَمَّا لَكُمْ** لہذا آیات و احادیث متفق ہیں۔

اور چونکہ اس وقت تک روزہ، جہاد وغیرہ کے احکام نہ آئے تھے، اسی لئے ان کا ذکر نہ ہوا اگر کوئی نماز یا زکوٰۃ کا انکار کرے تو کافر ہے اس پر کفار کا سا جہاد ہوگا۔ تارکین نماز و زکوٰۃ کی گوشمالی کرنی ہوگی۔

چونکہ اس زمانہ مبارک میں اسلام میں نئے فرقے نہ بنے تھے، کلمہ، نماز و زکوٰۃ ایمان کی علامت تھی، اس لئے فرمایا کہ جو یہ تین کام کرے اس کا جان و مال محفوظ ہے، اب بہت مرتد فرقے کلمہ، نماز، زکوٰۃ پر کاربند ہیں مگر مرتد ہیں ان پر ارتداد کا جہاد ہوگا۔ جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلمہ کذاب کے معتقدین پر جہاد کیا اب بھی قادیانیوں وغیرہ مرتدین کا یہ ہی حکم ہے۔

(حق اسلام کے ساتھ) یعنی اگر اسلام لا کر قتل، زنا یا ڈکیتی وغیرہ کریں تو قتل کے مستحق ہوں گے کہ یہ اسلام کا حق ہے یہ قتل کفر نہ ہوگا۔

یعنی اگر کوئی زبانی کلمہ ظاہری نماز و زکوٰۃ ادا کرے تو ہم اس پر جہاد نہ کریں گے، اگر منافقت سے یہ کام کرتا ہے تو رب اسے سزا دے گا۔ اسلامی جہاد منافقوں پر نہیں۔ (بزاز، النابج، ج ۱ ص ۱۰)

(1081) وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِنُهُمْ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِنُهُمْ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَعْيَانِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَأَتَى دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهُ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف (قاضی) بنا کر بھیجا۔ تو فرمایا: تو ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں ان کو اس طرف بلانا کہ وہ یہ گواہی دیں گے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں۔ پس اگر وہ یہ گواہی دیں تو ان کو بتانا کہ اللہ کریم نے ان پر رات دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس کو مان لیں تو ان کو بتانا کہ اللہ کریم نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالدار لوگوں سے وصول کی جائے گی اور ان کے محتاج لوگوں میں بانٹ دی جائے گی۔ اگر وہ یہ

لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ تسلیم کر لیں تو اپنے آپ کو ان کے عزت والے مالوں

سے بچانا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور

اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب الزکاة ج ۲ ص ۱۰۳، رقم ۱۳۹۵، صحیح مسلم، باب الدعاء الی الشہادتین وشرائع الاسلام ج ۱ ص ۲۴، رقم ۳۰۳، سنن الکبیری للبیہقی، باب من قال لا یمخرج صدقة قوم منهم من ہلکهم ج ۱ ص ۸، رقم ۱۲۵، سنن ابوداؤد، باب فی زکاة السالمة ج ۲ ص ۱۶، رقم ۱۵۸۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراهیة الخلع عیار المال فی الصدقة ج ۱ ص ۲۱۲، رقم ۶۲۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اور خود بنفس نفیس انہیں مدینہ الوداع تک پہنچانے گئے حضرت معاذ بنجکم سرکار سواری پر تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پیدل، ان سے جدا ہوتے وقت فرمایا کہ اب تم میری قبر پر آؤ گے اور مجھے نہ پاؤ گے جس پر حضرت معاذ بہت روئے۔ خیال رہے کہ حضرت معاذ یمن پر جہاد کرنے نہیں جا رہے تھے وہ تو پہلے ہی قبضہ میں آچکا تھا بلکہ وہاں کے حاکم بن کر۔

(جو اہل کتاب ہیں) اگرچہ یمن میں اہل کتاب بھی تھے اور مشرکین بھی مگر چونکہ اہل کتاب مشرکین سے بہتر ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا۔

یعنی صرف مشرکین کو لا اِلهَ اِلَّا اللہ کی دعوت دو اور تمام کفار کو مُحَسِّنُ دُئُولِ اللہ کی کیونکہ مشرکین توحید کے منکر ہیں اور باقی موصد، کفار و اہل کتاب توحید کے تو قائل ہیں مگر رسالت مصطفوی کے منکر۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ہر کافر کو مسلمان بناتے وقت وہ ہی چیز پڑھائی جائے جس کا وہ منکر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار شرعی احکام کے مکلف نہیں اور یہ کہ کفار کو اسلام لانے پر مجبور نہ کیا جائے گا لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ اور یہ کہ تبلیغ نرمی و خوش اخلاقی سے چاہیئے اور یہ کہ ذمی کفار کو تبلیغ اسلام کرنا سنت ہے اور حکام اور آفیسران صرف ملکی انتظام ہی نہ کریں بلکہ دینی تبلیغ بھی کریں حکم مبلغ بھی ہونا چاہیئے اور یہ کہ آفیسران و حکام خود بھی شرعی احکام سے واقف ہونے چاہئیں ورنہ وہ تبلیغ نہیں کر سکتے۔

(ان پر رات دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں) یعنی جب وہ مسلمان ہو جائیں تو انہیں نماز کے احکام سن سکھاؤ، چونکہ اسلام میں سارے احکام سے پہلے نماز کا حکم آیا، نیز یہ عبادت بدنی ہے، نیز یہ ہر مسلمان پر فرض ہے اس لیے کلمہ پڑھانے کے بعد ہی اس کا ذکر فرمایا۔ خیال رہے کہ یہاں نماز جنازہ، عیدین، و تر وغیرہ کا ذکر نہ فرمایا صرف پانچ نمازوں کا فرمایا تو اس وقت ان کا حکم نہ ہوا تھا یا وہ تمام چیزیں پانچ نمازوں کے تابع فرمادی گئیں یا یہاں تمام احکام شرعیہ کا ذکر نہیں ہے خاص خاص کا ہے اسی لیے روزے کا ذکر نہیں زکوٰۃ کا ہے حالانکہ روزہ زکوٰۃ سے پہلے فرض ہو چکا تھا۔ لہذا اس حدیث کی بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نماز عید یا وتر واجب نہیں اور نہ یہ حدیث خفیوں کے خلاف ہے۔

یہاں اِنْ بمعنی اِذَا ہے یعنی جب وہ نماز کے احکام سیکھ لیں تو زکوٰۃ کے احکام سکھاؤ، آہستگی سے تبلیغ کرو کہ انہیں سکھانا مقصود ہے نہ صرف بتا دینا۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ مسلمان ہونے کے بعد نماز کو فرض مان لیں تب تو زکوٰۃ سکھانا اور اگر نماز کی فرضیت سے انکار کر دیں تو زکوٰۃ نہ سکھانا کیونکہ مسلمان کا نماز سے انکار کرنا ارتداد ہے اور کسی کو مرتد ہو جانے کی اجازت نہیں لہذا حدیث پر کوئی بھی اعتراض نہیں اور زکوٰۃ کے لیے نماز شرط ہے۔

(محتاج لوگوں میں بانٹ دی جائے گی) یعنی ہم ٹیکس کی طرح تم سے زکوٰۃ وصول کر کے مدینہ منورہ نہ لے جائیں گے اور خود نہ کھائیں گے تاکہ تم سمجھو کہ اسلام کی اشاعت کھانے پکانے کے لیے ہے بلکہ تمہارے مالداروں سے زکوٰۃ لے کر تمہارے ہی فقراء کو دے دی جائے گی۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: (۱) ایک یہ کہ کافر زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ (۲) دوسرے یہ کہ بلا سخت مجبوری ایک جگہ کی تمام زکوٰۃ دوسری جگہ منتقل نہ کی جائے۔ (۳) تیسرے یہ کہ مالدار صاحب نصاب زکوٰۃ نہیں لے سکتا جیسا کہ لفظ فقراء اور ضمیر مٹھنے معلوم ہوا۔ ضرورتاً زکوٰۃ کو منتقل کرنا بالکل جائز ہے جیسے کہ غنی کے اہل قرابت فقیر دوسرے شہر میں رہتے ہوں یا دوسری جگہ سخت فقر و تنگدستی ہو یا دوسری جگہ صدقہ کا ثواب زیادہ ہو لہذا اپنی کچھ زکوٰۃ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ بھیجوانا جیسا کہ آج کل رواج ہے بالکل جائز ہے۔ خیال رہے کہ یہاں اغنیاء سے مراد بالغ عاقل مالدار مراد ہیں کیونکہ نماز کی طرح زکوٰۃ بھی بچے اور دیوانے پر فرض نہیں، یہ بھی خیال رہے کہ باطنی مال یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ خود غنی ہی ادا کرے گا اور ظاہری مال جانور پیداوار کی زکوٰۃ حاکم اسلام وصول کر کے اپنے انتظام سے خرچ کرے گا، یہاں تَوَخَّذْ میں دونوں صورتیں داخل ہیں۔

زکوٰۃ میں ان کے بہترین مال نہ وصول کر دے بلکہ درمیانی مال لوہاں اگر خود مالک ہی بہترین مال اپنی خوشی سے دے تو ان کی مرضی ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ۔ اس جملہ سے اشارۃً معلوم ہوا کہ ہلاک شدہ مال کی زکوٰۃ نہ لی جائے گی کیونکہ اموالہم ارشاد ہوا۔

(مظلوم کی بددعا سے بچنا) یعنی اے معاذ! تم حاکم بن کر یمن جا رہے ہو وہاں کسی پر ظلم نہ کرنا، نہ بدنی ظلم، نہ مالی نہ زبانی کیونکہ اللہ تعالیٰ مظلوم کی بہت جلد سنا ہے۔ اس میں درحقیقت تاقیامت حکام کو عدل کی تعلیم ہے ورنہ صحابہ کرام ظلم نہیں کرتے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی نے کہا تَهْلِكُ لَوْلَا يَعْطِيكُمْ سُلَيْمٰنٌ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ کہیں تم اے چیونٹیو حضرت سلیمان اور ان کے لشکر سے کچلی نہ جاؤ اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ چیونٹی کا عقیدہ تھا کہ پیغمبر کے صحابہ چیونٹی پر بھی ظلم نہیں کرتے لہذا اس حدیث سے صحابہ کا ظلم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ (برزائے الناج، ج ۳ ص ۱)

(1082) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكَفْرِ تَرَكُّ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی اور شرک و کفر کے درمیان ترک نماز کا قاصد ہے۔ (مسلم)

الصَّلَاةَ رَوَاةً مُسْلِمًا.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاة، ج ۱، ص ۶۱، رقم: ۲۵۶، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء فی تکفیر من ترک الصلاة عمداً من غیر عذر، ج ۳، ص ۳۶۵، رقم: ۶۴۳۰، مسند ابی عوانة، باب بیان الفضل الاعمال، ج ۱، ص ۶۴، رقم: ۱۴۴)

شرح حدیث: جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا

اللہ عزوجل نے جہمیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ ۚ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۚ وَلَمْ نَكُ نَطْعُمُ الْيَسْكِينِ ۚ وَكُنَّا تَخَوِّضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۚ

ترجمہ کنز الایمان: تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے اور مسکین کو کھانا نہ دیتے تھے اور یہودہ فکر والوں کے ساتھ یہودہ فکر میں کرتے تھے۔ (پ 29، الحدیث: 42: 45)

آنکھوں کی سیاہی

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میری آنکھوں کی سیاہی باقی رہنے کے باوجود میری بینائی جاتی رہی تو مجھ سے کہا گیا: ہم آپ کا علاج کرتے ہیں کیا آپ کچھ دن نماز چھوڑ سکتے ہیں؟ تو میں نے کہا: نہیں، کیونکہ دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے نماز چھوڑی تو وہ اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضب فرمائے گا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصلاة، باب فی تارک الصلاة، الحدیث: ۱۶۳۲، ج ۲، ص ۲۶)

(1083) وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ معاہدہ جو ہمارے اور ان (نومسلموں) کے درمیان ہے نماز ہے جس نے اس کو ترک کر دیا وہ کافر ہوا۔ امام اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (اس حدیث میں کفر ناشکری کے معنی میں ہے یا یوں کہ جو نماز ترک کرنے کو

گناہ نہ جانے وہ مراد ہے۔)

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی ترک الصلاة، ج ۱، ص ۱۴، رقم: ۲۶۲۱، سنن النسائی، باب الحکم فی تارک الصلاة، ج ۱، ص ۲۲۱، رقم: ۴۶۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب ما جاء فی تکفیر من ترک الصلاة عمداً من غیر عذر، ج ۳، ص ۳۶، رقم: ۶۴۳۰)

۱۰۶۳ سنن ابن ماجہ، باب ما جاء في من ترك الصلاة ج ۱ ص ۲۲۶ رقم ۱۰۶۱ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث بریدۃ الاسلمی
رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۲۶ رقم ۲۲۹۸۶

شرح حدیث: امام ابی سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لتاوی رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

قد جاء عن عمرو عبد الرحمن بن عوف ومعاذ بن جبل وابن هريزة وغيرهم من الصحابة رضي الله تعالى عنهم ان من ترك صلاة فرض واحد متعمدا حتى يخرج وقتها فهو كافر مرتد، ولا يعلم لهؤلاء مخالف - (التريب والترتيب من ترك الصلوة لعدم مطبوعه مصطلحى البابى مصر ۱/ ۳۹۳)

امیر المومنین عمر فاروق اعظم و حضرت عبدالرحمن بن عوف احد العشرة المبشرين و حضرت معاذ بن جبل امام العلماء و حضرت ابو ہریرہ حافظ الصحابہ وغیرہم اصحاب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجمعین سے وارد ہوا کہ جو شخص ایک نماز فرض قصداً چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے وہ کافر مرتد ہے۔ ابن حزم کہتا ہے اس حکم میں ان صحابہ کا خلاف کسی صحابی سے معلوم نہیں۔ م) انتہی۔

اور یہی مذہب حکم بن عتیبہ و ابو داؤد و طیالسی و ابو بکر بن ابی شیبہ و زہیر بن حرب اور ائمہ اربعہ سے حضرت سیف النہ امام احمد بن حنبل اور ہمارے ائمہ حنفیہ سے امام عبداللہ بن مبارک تلمیذ حضرت امام اعظم اور ہمارے امام کے استاذ الاستاذ امام ابراہیم نخعی وغیرہم ائمہ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔

ذكر كل ذلك الامام الحافظ زكي الدين عبد العظيم المنذري رحمة الله تعالى عليه۔

یہ سب امام حافظ زکی الدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

اور اسی کو جمہور ائمہ حنبلیہ نے مختار و مرجح رکھا، امام ابن امیر الحاج علیہ میں فرماتے ہیں:

عند احمد في الرواية الكفرة انه يقتل كفرا، وهي المختارة عند جمهور اصحابه، على ما ذكره ابن هريزة - (حلیہ الحلی)

امام احمد اپنی تکفیر والی روایت کے مطابق اس بات کے قائل ہیں کہ اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔ یہی

روایت ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک مختار ہے، جیسا کہ ابن ہیرہ نے بیان کیا ہے۔ (ت)

اور بیشک بہت ظواہر نصوص شرعیہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ علی صاحبہما افضل الصلوٰۃ والتحیۃ اس مذہب کی مؤید،

کما فصل جملة منها خاتمة المحققين سيدنا الوالد قدس سره الباجد في الكتاب

المستطاب، الكلام الاوضح في تفسيره لم نشرح، وفي سرور القلوب في ذكر المحبوب، وفي

جواهر البيان في اسرار الاركان وغيرها من تصانيفه النقية العلية الرفيعة الشأن، اعلى الله

تعالى درجاته في غرفات الجنان، آمين!

جیسا کہ ان میں سے کچھ کو تفصیل سے بیان کیا ہے، خاتم المحققین سیدنا والد ماجد نے اپنی عمدہ کتاب الکلام الاذیع فی تفسیر الم نشرح میں، اور اسرار القلوب فی ذکر المحبوب میں، اور جواہر البیان فی اسرار الارکان میں اور اپنی دیگر سہری، بلند مرتبہ و عالی شان کتابوں میں۔ اللہ تعالیٰ جنت کے ہالا خانوں میں ان کے درجے بلند فرمائے، آمین!

بالجملہ اس قول کو مذاہب اہلسنت سے کسی طرح خارج نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک جم غفیر قد مائے اہلسنت صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے اور بلاشبہ وہ اُس وقت و حالت کے لحاظ سے ایک بڑا قوی مذہب تھا صدر اول کے بعد جب اسلام میں ضعف آیا اور بعض عوام کے قلب میں سُستی و کسل نے جگہ پائی، نماز میں کامل پُجستی و مستعدی کہ صدر اول میں مطلقاً ہر مسلمان کا شعار دائم تھی اب بعض لوگوں سے چھوٹ چلی وہ امارت مطلقہ و عداوت ذرقہ ہونے کی حالت نہ رہی لہذا جمہور ائمہ نے اُسی اصل اجماعی مؤید بدلائل قاہرہ آیات متکاثرہ و احادیث متواترہ پر عمل واجب جانا کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں یہی مذہب ہمارے ائمہ حنفیہ و ائمہ شافعیہ و ائمہ مالکیہ اور ایک جماعت ائمہ حنبلیہ وغیرہم جمابیر علمائے دین و ائمہ معتمدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے کہ اگرچہ تارک نماز کو سخت فاجر جانتے ہیں مگر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہتے اور یہی ایک روایت حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے اس کی زد سے یہ مذہب مہذب حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع علیہ ہے،

حلیہ میں فرمایا:

ذهب الجمهور، منهم اصحابنا ومالك والشافعي واحمد في رواية، الى انه لا يكفر - ثم اختلفوا في انه هل يقتل بهذا الترك فقال الائمة الثلاثة، نعم، ثم هل يكون حداً او كفراً؟ فاشهور من مذهب مالك، وبه قال الشافعي، انه حد - وكذا عند احمد في هذه الرواية الموافقة للجمهور في عدم الكفر - (حلیہ الجلی)

جمہور، جن میں ہمارے علماء بھی شامل ہیں اور مالک و شافعی اور ایک روایت کے مطابق احمد بھی، کی رائے یہ ہے کہ اس کو کافر نہیں کہا جائیگا۔ پھر ان میں اختلاف ہے کہ نماز چھوڑنے کی وجہ سے اس کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ تو تین اماموں نے کہا ہے کہ ہاں (قتل کیا جائے گا) پھر یہ قتل بطور حد ہوگا یا کفر کی وجہ سے؟ تو مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ بطور حد ہوگا۔ شافعی بھی اسی کے قائل ہیں اور احمد بھی، اپنی اس روایت کے مطابق جو جمہور کے موافق ہے، یعنی عدم کفر والی روایت۔ (ت)

اور اس طرف بحمد اللہ نصوص شرعیہ سے وہ دلائل ہیں جن میں اصلاً تاویل کو گنجائش نہیں بخلاف دلائل مذہب اول کہ اپنے نظائر کثیرہ کی طرح استحلال و استحقاف و جحود و کفران و فعل مثل فعل کفار وغیرہ تاویلات کو اچھی طرح جگہ دے رہے

ہیں یعنی فرضیت نماز کا انکار کرے یا اُسے ہلکا اور بے قدر جانے یا اُس کا ترک حلال سمجھے تو کافر ہے یا یہ کہ ترک نماز سخت کفران نعمت و ناشکری ہے۔

کما قال سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام لیہلون عاشرکم امر اکفر۔

(القرآن، سورہ النمل ۷، آیت ۴۰)

جیسا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تا کہ مجھے آزمائے کہ میں شکر گزار بننا ہوں یا ناشکر آیا یہ کہ اُس نے کافروں کا سا کام کیا،

الی غیر ذلک معارف فی موضعه۔ ومن الجادة المعروفة رد المحتل الی المحکم، لاعکسہ، کما لا یغنی، فیجب القول بالاسلام۔

اس کے علاوہ اور بھی تو جیہات ہیں جن کی تفصیل ان کے مقام پر ملے گی، اور معروف راستہ یہی ہے کہ محتمل کو محکم کی طرف لوٹا یا جائے، نہ کہ اس کا الٹ، جیسا کہ ظاہر ہے، اس لئے اسلام کا ہی قول کرنا پڑے گا۔ (ت)

ادھر کے بعض دلائل حلیہ وغیرہ میں ذکر فرمائے از انجملہ حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خمس صلوات کتبہن اللہ علی العباد (پانچ نمازیں خدا نے بندوں پر فرض کیں) الی قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من لم یأت بہن فلیس لہ عند اللہ عہد ان شاء عذبه وان شاء ادخلہ البہنۃ۔

(سنن النسائی باب المحافظة علی الصلوات الخمس نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ۸۰/۱)

(جو انہیں نہ پڑھے اس کے لئے خدا کے پاس کوئی عہد نہیں اگر چاہے تو اُسے عذاب فرمائے اور چاہے تو جنت میں داخل کرے) رواہ الامام مالک و ابوداؤد والنسائی وابن حبان فی صحیحہ (اسے امام مالک، ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ ت) یہ حدیث اُس کے اسلام پر نص قاطع ہے کہ اگر معاذ اللہ کافر ہوتا تو اس کے کہنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدواوین ثلثة، فدیوان لا یغفر اللہ منہ شیاً، و دیوان لا یعبو اللہ بہ شیاً، و دیوان لا یترب اللہ منہ شیاً، فاما الدیوان الذی لا یغفر اللہ منہ شیاً فالاشراک باللہ، واما الدیوان الذی لا یعبو اللہ بہ شیاً فظلم العبد نفسه فیما بینہ و بین ربہ، من صوم یوم ترکہ او صلاۃ ترکہا، فان اللہ تعالیٰ یغفر ذلک ان شاء متجاوز، واما الدیوان الذی لا یترب اللہ منہ شیاً فظلم العباد، بینہم القصاص لامحالة۔ رواہ الامام احمد والحاکم عن أم المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ (مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۳۰/۶)

دو تین ۳ ہیں، ایک دفتر میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا اور ایک دفتر کی اللہ عزوجل کو کچھ پرواہ نہیں اور ایک

دفتر میں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا، وہ دفتر جس میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشے گا دفتر کفر ہے اور وہ جس کی اللہ سجدہ و تعالیٰ کو کچھ پرواہ نہیں وہ بندے کا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں مثلاً کسی دن کاروزہ ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اُسے معاف کر دے گا اور درگزر فرمائے گا، اور وہ دفتر جس میں سے کچھ نہ چھوڑے گا وہ حقوق العباد ہیں اُس کا حکم یہ ہے ضرور بدلہ ہونا ہے۔ (م) ا سے امام احمد اور حاکم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا (ت)

بالجملہ وہ فاسق ہے اور سخت فاسق مگر کافر نہیں وہ شرعاً سخت سزاؤں کا مستحق ہے ائمہ ثلاثہ مالک و شافعی و احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں اُسے قتل کیا جائے۔ ہمارے ائمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک فاسق فاجر مرتکب کبیرہ ہے اُسے دائم الجس کریں یہاں تک کہ توبہ کرے یا قید میں مر جائے امام محبوبی وغیرہ مشائخ حنفیہ فرماتے ہیں کہ اتنا ماریں کہ خون بہادیں پھر قید کریں یہ تعزیرات یہاں جاری نہیں لہذا اُس کے ساتھ کھانا پینا میل جول سلام کلام وغیرہ معاملات ہی ترک کریں کہ یونہی زجر ہو اسی طرح بنظر زجر ترک عیادت میں مضائقہ نہیں یہودی کی عیادت فرمانی بنظر تالیف و ہدایت تھی یہاں اس کی عیادت نہ کرنی بنظر زجر ہے، دونوں مقاصد شرعیہ ہیں۔ رہی نماز جنازہ وہ اگرچہ ہر مسلمان غیر ساعی فی الارض بالفساد کے لئے فرض ہے۔

وهذا منه، كقاتل نفسه، بل اولى فان قتل نفسه اشد من قتل مؤمن غيره، وقتل المؤمن اكبر عند الله من ترك الصلاة۔ وقد قال في الدر من قتل نفسه، ولو عبدا، يغسل ويصلى عليه، به يفتى، وان كان اعظم وزراً من قاتل غيره۔ (در مختار باب صلوة الجنائز مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۲۲)

اور یہ انہی میں سے ہے جس طرح خودکشی کرنے والا۔ بلکہ بطریق اولیٰ، کیونکہ خودکشی کرنا دوسرے مومن کو قتل کرنے سے زیادہ شدید جرم ہے اور مومن کو قتل کرنا نماز چھوڑنے سے بڑا گناہ ہے۔ اور در مختار میں کہا ہے کہ جو اپنے آپ کو قتل کر دے، خواہ جان بوجھ کر ہی، اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی، اسی پر فتویٰ ہے، اگرچہ اس کا گناہ دوسرے کو قتل کرنے والے سے بڑا ہے۔

قال في رد المحتار به يفتى لانه فاسق غير ساع في الارض بالفساد، وان كان باغيا على نفسه، كسائر فاساق المسلمين۔ زيلعي۔ (در مختار باب صلوة الجنائز مطبوعہ مجتبائی مصر ۱/۶۳۳)

شامی میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ یہ فاسق تو ہے مگر زمین میں فساد پھیلانے والا نہیں، اگرچہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، جس طرح باقی فاسق مسلمان۔ زیلیعی۔ (ت)

مگر فرض عین نہیں فرض کفایہ ہے پس اگر علماء و فضلاء باقتدائے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المدیون وفی قتل فسہ بغرض جرو تنبیہ نماز جنازہ ہے نماز سے خود بخود اہل کوئی حرج نہیں، ہاں یہ نہیں ہو سکتا کہ اصلاً کوئی نہ پڑھے یوں سب آثم و گنہگار

ہیں گے، مسلمان اگر چہ فاسق ہو اس کے جنازہ کی نماز فرض ہے الامن استثنیٰ ولیس هذا منهم (مگر جو مستثنیٰ ہیں، اور یہ ان میں سے نہیں ہے۔ ت) نماز پڑھنا اس پر فرض تھا اور جنازہ کی نماز ہم پر فرض ہے اگر اس نے اپنا فرض ترک کیا ہم اپنا فرض کیونکر چھوڑ سکتے ہیں، درمختار میں ہے:

هی فرض علی کل مسلم مات، خلا اربعة، بغاة، وقطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب، ومکابری

مصر لیلہ، و خناق خنق غیر مروت۔ (درمختار باب صلوٰۃ الجنائزہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی دہلی ۱/ ۱۲۲)

نماز جنازہ ہر مسلمان کی فرض ہے، جبکہ وہ مرجائے۔ سوائے چار آدمیوں کے، باغی، ڈاکو جبکہ لڑائی میں مارے

جائیں، رات کو شہر میں غنڈہ گردی کر نیوالا اور گلا گھونٹنے والا جس نے کئی مرتبہ یہ کارروائی کی ہو۔ (ت)

اسی طرح غسل دینا، مقابر مسلمین میں دفن کرنا امانت اللہ تعالیٰ علی الاسلام الصادق، انہ رؤف رحیم بآمین۔ وصلى الله تعالى

علی سیدنا و مولانا محمد فالہ و صحبہ اجمعین آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۵، ص ۱۰۵-۱۰۶)

حضرت شقیق بن عبد اللہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ جن کی

کی جلالت شان پر اتفاق ہے فرماتے ہیں کہ حضرت

محمد ﷺ کے صحابہ نماز کے علاوہ کسی عمل کے ترک کو کفر نہ

سمجھتے تھے۔ ترمذی نے کتاب الایمان میں اسناد صحیح کے

ساتھ اس روایت کو بیان کیا ہے۔

(1084) وَعَنْ شَقِيقِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ التَّائِبِيِّ

الْمُتَّفِقِ عَلَى جَلَالَتِهِ رَحِمَهُ اللَّهُ، قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ

مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا مِنَ

الْأَعْمَالِ تَرْكُهُ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلَاةِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

فِي كِتَابِ الْإِيمَانِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء فی ترک الصلاة، ج ۵، ص ۱۲۲، المستندک للحاکم، کتاب

الایمان ج ۳، ص ۳۸، رقم: ۱۲)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كان اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يرون شيئا من الاعمال تركه كفرا غير

الصلاة۔ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلاة الفصل الثالث مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۵۹)

اصحاب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہ جانتے۔ (م)

رواہ الترمذی والحاکم وقال صحیح علی شرطہما وروی الترمذی عن عبد اللہ بن شقیق

العضلی مثله۔

اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے بھی، اور کہا ہے کہ یہ بخاری و مسلم کی شروط کے مطابق ہے، اور

ترمذی نے عبد اللہ بن شقیق عضلی سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ (ت)

ولہذا بہت صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تارک الصلاة کو کافر کہتے سیدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ مشکل کشا
کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: من لم یصل فهو کافر۔

(الترغیب والترہیب من ترک الصلاة لعدم مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۳۸۵)

(جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ م) رواہ ابن ابی شیبہ و البخاری فی التاريخ۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: من ترک الصلاة فقد کفر۔

(الترغیب والترہیب من ترک الصلاة لعدم مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۳۸۶)

(جس نے نماز چھوڑی وہ بیشک کافر ہو گیا۔ م) رواہ محمد بن نصر المروزی و ابو عمر بن عبدالبر۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: من ترک الصلاة فلا دین لہ۔

(الترغیب والترہیب من ترک الصلاة لعدم مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۳۸۵)

(جس نے نماز ترک کی وہ بے دین ہے۔ م) رواہ المروزی۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: من لم یصل فهو کافر۔

(الترغیب والترہیب من ترک الصلاة لعدم مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۳۸۵)

(بے نماز کافر ہے۔ م) رواہ ابو عمر۔

ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: لا ایمان لمن لا صلاة لہ۔

(الترغیب والترہیب من ترک الصلاة لعدم مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۳۸۶)

(بے نماز کیلئے ایمان نہیں۔ م) رواہ ابن عبدالبر۔

ایضاً امام اسحق فرماتے ہیں:

صح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تارک الصلاة کافر و كذلك کان رأى اهل العلم

من لدن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تارک الصلاة عبدا من غیر عذر حتی یذهب

وقتہا کافر۔ (الترغیب والترہیب من ترک الصلاة لعدم مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۳۸۶)

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بصحت ثابت ہوا کہ حضور نے تارک الصلاة کو کافر فرمایا اور زمانہ اقدس سے

علماء کی یہی رائے ہے کہ جو شخص قصد اے عذر نماز ترک کرے یہاں تک کہ وقت نکل جائے وہ کافر ہے۔ (م)

اسی طرح امام ابویوب سختیانی سے مروی ہوا کہ ترک الصلاة کفر لا یختلف فیہ۔

(الترغیب والترہیب من ترک الصلاة لعدم مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۳۸۶)

(ترک نماز بے خلاف کفر ہے۔ م)

ابن حزم کہتا ہے:

قد جاء عن عمرو عبد الرحمن بن عوف ومعاذ بن جبل وابن هريرة وغيرهم من الصحابة رضي الله تعالى عنهم ان من ترك صلاة فرض واحد متعمدا حتى يخرج وقتها فهو كافر مرتد، ولا يعلم لهؤلاء مخالف - (الترغيب والترهيب من ترك الصلوة بلعمد مطبوعه مصطفى البابي مصر ۱/ ۳۹۳)

امیر المومنین عمر فاروق اعظم و حضرت عبدالرحمن بن عوف احد الشراة المبشرہ و حضرت معاذ بن جبل امام العصر و حضرت ابو ہریرہ حافظ الصحابہ وغیرہم اصحاب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجمعین سے وارد ہوا کہ جو شخص ایک نماز فرض قصداً چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے وہ کافر مرتد ہے۔ ابن حزم کہتا ہے اس حکم میں ان صحابہ کا خلاف کسی صحابی سے معلوم نہیں۔ م) انتہی۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۵، ص ۱۵)

(1085) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ، فَإِنْ صَلَحَتْ، فَقَدْ أَفْلَحَ وَانْتَجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ، فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، فَإِنْ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهِ شَيْءٌ، قَالَ الرَّبُّ - عَزَّ وَجَلَّ -: انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ، فَيُكْتَلَمَ مِنْهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيضَةِ؛ ثُمَّ تَكُونُ سَائِرُ أَعْمَالِهِ عَلَى هَذَا رِوَاةُ الدَّرِمِذِيِّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ سے قیامت کے دن سب سے پہلے جس عمل کا سوال ہوگا وہ نماز ہے اگر درست ہوگی تو وہ فلاح پاگیا اور کامیاب ہو گیا اور اگر خراب ہوئی تو وہ خائب و خاسر ہوا پس اگر اس کے فرض میں کچھ کمی ہوئی تو رب عزوجل ارشاد فرمائے گا۔ دیکھو میرے بندے کے پاس کچھ نوافل ہیں تو ان کے ساتھ فرضوں کی کمی پوری کر دو پھر اس کے باقی اعمال اسی طرح ہوں گے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء ان اول ما يحاسب به العبد يوم القيامة الصلاة، ج ۲، ص ۲۱۴، رقم: ۱۳ سنن الکبیری للبیہقی، باب ما روى في اتمام الفريضة من التطوع في الاخرة، ج ۲، ص ۲۸۴، رقم: ۱۴۱ سنن ابن ماجه، باب ما جاء في اول ما يحاسب به العبد الصلاة، ج ۱، ص ۲۵۸، رقم: ۱۴۲۵ سنن الدارمی، باب اول ما يحاسب به العبد يوم القيامة، ج ۱، ص ۲۱۱، رقم: ۱۴۵۵ سنن النسائی، باب المحاسبه على الصلاة، ج ۱، ص ۲۲۲، رقم: ۲۱۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ عبادات میں پہلے نماز کا حساب ہوگا اور حقوق العباد میں پہلے قتل و خون کا یا نیکیوں میں پہلے نماز کا حساب ہے اور گناہوں میں پہلے قتل کا، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ پہلے قتل اور خون کا حساب ہوگا یعنی اگر نماز کے حساب میں بندہ ٹھیک نکلا تو اگلے حساب ان شاء اللہ آسان ہوں گے، اور اگر ان میں بندہ پھنس بھی جائے گا تو رب تعالیٰ نمازوں کی برکتوں سے اس کے چھٹکارے کی سبیل پیدا فرمادے گا، مثلاً اگر اس کے ذمہ حقوق العباد ہوں تو حقوق

والے کو جنت دے کر اسے معاف کرادے گا اور اگر حقوق اللہ ہیں تو انہیں رحم خسر وانہ اور الطاف شاہانہ سے خود بخش دے گا۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ نماز کے پابند کو گناہوں سے بچنے اور دوسری نیکیاں کرنے کی دنیا ہی میں توفیق مل جاتی ہے لہذا وہاں جس کی نمازیں ٹھیک نکلیں اس کے دوسرے اعمال خود بخود ٹھیک نکلیں گے۔ غرض کہ حدیث بالکل صاف ہے اس پر چکڑ الویوں کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

یہاں کمی سے ادائیگی کی مراد نہیں بلکہ طریقہ ادائیگی کی مراد ہے یعنی اگر کسی نے فرائض ناقص طریقہ سے ادا کیئے ہوں گے تو وہ کمی نوافل سے پوری کر دی جائے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ بندہ فرض نماز نہ پڑھے نفل پڑھتا رہے اور وہاں نفل فرض بن جائیں۔ (زلمات) لہذا حدیث پر چکڑ الویوں کا اعتراض نہیں پڑ سکتا۔

کہ فرائض کی کمی سنتوں اور نوافل سے پوری کی جائے گی، کمی کے معنی ابھی عرض کیئے جا چکے کیوں نہ ہو کہ وہ سنتوں والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہماری کمی پوری کرنے ہی تشریف لائے ہیں۔ گرتوں کو اٹھانا اور بگڑتوں کا بنانا انہیں کا کام ہے۔ (برۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۶۱)

پہلی صف کی فضیلت اور اگلی صفوں کو
مکمل کرنے درست کرنے اور خوب
مل کر کھڑے ہونے کا بیان

51- بَابُ فَضْلِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ وَالْأَمْرِ
بِإِتْمَامِ الصُّفُوفِ الْأَوَّلِ وَتَسْوِیَّتِهَا
وَالْتَرَاصُّ فِيهَا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم پر رسول اللہ ﷺ نکلے فرمایا کیا تم اس طرح صفیں نہیں بناتے جس طرح فرشتے رب کی بارگاہ میں صفیں بناتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! فرشتے اپنے رب کی بارگاہ میں کس طرح صفیں بناتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ پہلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ (مسلم)

(1086) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ تُصَفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟ قَالَ: يُتِمُّونَ الصُّفُوفَ الْأَوَّلَ، وَيَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب الامر بالسكون فی الصلاة والنهی عن الاشارة بالید ج ۲ ص ۲۹ رقم: ۱۰۰۰ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب اتمام الصفوف المقدمة ج ۲ ص ۱۰۱ رقم: ۵۲۴۳ سنن ابوداؤد: باب تسویة الصفوف ج ۱ ص ۲۹ رقم: ۱۱۱ سنن ابن ماجہ: باب اقامة الصفوف ج ۱ ص ۲۱۴ رقم: ۱۱۲ سنن النسائی: باب حث الامام علی رص الصفوف والمقاربة بینہما ج ۱ ص ۲۸۱ رقم: ۸۸۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہم مسجد میں الگ الگ حلقے بنائے بیٹھے تھے ہر شخص اپنے دوستوں کے ساتھ الگ حلقے میں تھابت آپ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ مسجدوں میں یہ امتیازات منادو، یہ واقعہ جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے پیش آیا تھا جیسا کہ باب الجمعہ میں آئے گا۔ خیال رہے کہ عزین جمع عزۃ کی ہے، بمعنی جماعت۔

یعنی مسجد میں صفیں بنا کر بیٹھا کرو تا کہ تم فرشتوں کے مشابہ ہو جاؤ۔ خیال رہے کہ ملائکہ مقررین تو ہمیشہ سے صفیں باندھے رب کی عبادتیں کر رہے ہیں اور مدبرات امر اپنی ڈیوٹیوں سے فارغ ہو کر صفیں بنا کر عبادتیں کرتے ہیں، بعض زمیں پر، بعض آسمان پر، بعض عرش اعظم کے پاس جس کی تحقیق ان شاء اللہ آئندہ کی جائے گی۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۱۵)

(1087) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ، لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهْمُوا عَلَيْهِ لاسْتَهْمُوا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذان اور صف اول میں جو ثواب ہے اگر لوگ جان لیں تو پھر قرعہ اندازی کے بغیر اس کا حل نہ پائیں تو ضرور قرعہ اندازی کریں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح البغاری: باب الاستہام فی الاذان ج ۱ ص ۲۲ رقم: ۱۰۰ صحیح مسلم باب تسویۃ الصفوف واقامہا ج ۲ ص ۲۱ رقم: ۱۰۰۰ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الاستہام علی الاذان ج ۱ ص ۲۸ رقم: ۲۰۰۲ سنن ترمذی باب ما جاء فی فضل الصف الاول ج ۱ ص ۲۲ رقم: ۲۲۵ صحیح ابن حبان: باب الاذان ج ۱ ص ۵۳۲ رقم: ۱۶۵۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: اگرچہ ہم نے ان دونوں کے فضائل بہت بیان کر دیئے، لیکن اس کے باوجود کما حقہ بیان نہیں ہو سکے، وہ تو دیکھ کر ہی معصوم ہوں گے پتہ لگا کہ فی سبیل اللہ اذان و تکبیر کہنا اور نماز کی صف اول میں، خصوصاً امام کے پیچھے کھڑا ہونا بہت بہتر ہے جس کی بزرگی بیان نہیں ہو سکتی۔

یعنی ہر شخص چاہے کہ یہ دونوں کام میں کروں تو ان میں جھگڑا پیدا ہو جس کا فیصلہ قرعہ سے ہو۔ معلوم ہوا کہ نیکیوں میں جھگڑنا بھی عبادت ہے اور قرعہ سے جھگڑنا اچکا نا محبوب۔

یعنی ظہر و جمعہ کی نماز اگرچہ دیر میں ہو مگر اس کے لئے جلدی پہنچنا کہ پہلی صفوں میں جگہ ملے بہت بہتر ہے، مدینہ پاک میں نماز ظہر کے لئے لوگ گیارہ بجے سے پہنچ جاتے ہیں خصوصاً جمعہ کے دن۔

یعنی اگر پاؤں میں چلنے کی طاقت نہ ہوتی تو سرین کے بل پہنچتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ معذور پر اگرچہ مسجد کی حاضری واجب نہیں لیکن اگر پہنچ جائے تو ثواب پائے گا۔ عشاء کو عتہ فرمانا ممانعت سے پہلے ہے۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۱ ص ۵۹۰)

(1088) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا. انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مردوں کی صفوں میں سے بہتر پہلی صف اور بری آخری

وَمِنْهَا بَعْضُهَا وَغَيْرُهَا صُفُوفُ النِّسَاءِ اجْزَاءُهَا۔ صف ہے اور عورتوں کی صفوں میں سے افضل آخری اور بری پہلی صف ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب تسوية الصفوف واقامتها وفضل الاول ج ۲ ص ۳۲ رقم: ۱۰۱۳ سنن ابو داؤد باب صف النساء وکراهية التأخر عن الصف الاول ج ۱ ص ۲۵۰ رقم: ۶۷۸۱ سنن الکبیری للمصطفیٰ باب لا یاتکم الرجل بالمرأة من الصف الاول ج ۱ ص ۲۲۸ رقم: ۲۲۲۲ سنن النسائی ذکر عود صفوف النساء ج ۲ ص ۳۸۹ رقم: ۸۸۰) وبقی صفوف الرجال ج ۲ ص ۳۸۹ رقم: ۸۸۰

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

کیونکہ مردوں کی پہلی صف امام سے قریب ہوگی، اس کے حالات دیکھے گی، اس کی قرأت سنے گی، عورتوں سے دور رہے گی اور عورتوں کی آخری صف میں پردہ حجاب زیادہ ہوگا، مردوں سے دور ہوگی، بعض منافقین آخری صف میں کھڑے ہوتے اور بحالت رکوع جھانکتے تھے ہو سکتا ہے کہ یہاں ان کی طرف اشارہ ہو، اس صورت میں لفظ شتر اپنے ظاہری معنی پر ہے۔ (بزاء النانی ج ۲ ص ۳۱۶)

(1089) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى فِي أَصْحَابِهِ تَأَخُّرًا، فَقَالَ لَهُمْ: تَقْدُمُوا فَأَتَمُّوا بِي، وَلِيَأْتَكُمْ بِكُمْ مِنْ بَعْدِكُمْ، لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ حَتَّى يُؤَخِّرَهُمُ اللَّهُ رَوَاةٌ مُسْلِمٌ۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے کچھ کے پیچھے ہٹنے کو محسوس کیا۔ تو فرمایا: آگے آؤ میری اقتداء کرو۔ تمہارے بعد والے تمہاری اقتداء کریں۔ کچھ لوگ پیچھے ہٹتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کو اللہ کریم پیچھے ہٹا دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب تسوية الصفوف واقامتها وفضل الاول ج ۲ ص ۳۲ رقم: ۱۰۱۳ سنن الکبیری للمصطفیٰ باب كراهية التأخر عن الصف الاول ج ۱ ص ۲۵۰ رقم: ۶۷۸۱ سنن النسائی كراهية التأخر عن الصف الاول ج ۱ ص ۲۲۸ رقم: ۲۲۲۲ سنن النسائی الامام عن ياتكم بالامام ج ۲ ص ۳۸۹ رقم: ۸۸۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(اپنے صحابہ میں کچھ پیچھے رہنا دیکھا) نماز کی صفوں میں یا علم سیکھنے میں سستی، پہلے معنی زیادہ قوی ہیں، یعنی صف اول میں آنے کی کوشش کم دیکھی۔

(تمہارے بعد والے تمہاری اقتداء کریں) یعنی صف اول والے مجھے دیکھ کر نماز پڑھیں اور پچھلی صفوں والے اگلی صفوں کو دیکھ کر یا صحابہ براہ راست میری پیروی کریں اور تا قیامت مسلمان صحابہ کی۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اسلام کی صف

ہیں ہم لوگ پچھلی صفیں یا وہ حضرات ریل کا اگلا ڈبہ ہیں جو انجن سے ملا ہوا ہے اور ہم لوگ پچھلے ڈبے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے فیوض ہمیں صحابہ کے ذریعہ ملیں گے۔ پتہ لگا کہ جو لوگ صحابہ کو مومن نہیں مانتے وہ خود بھی مومن نہیں کہ اگر ریل کا پہلا ڈبہ ہی منزل پر نہ پہنچا انجن سے کٹ گیا تو پچھلے ڈبے منزل پر کیسے پہنچ سکتے ہیں۔

(اللہ انہیں پیچھے کر دے گا) یعنی اگر مسلمان صف اول میں پہنچنے یا اور دینی کاموں میں سستی کریں گے تو ثواب رحمت رب کے فضل اور دخول جنت میں پیچھے رہیں گے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہو کر ہر نیک کام میں سبقت کرتے تھے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۱۴)

(1090) وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلَاةِ وَيَقُولُ: اسْتَوُوا وَلَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ، لِيَلْبِسَ مِنْكُمْ أَوْلُو الْأَحْلَامِ وَالْأَهْلِ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔
حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیر کر فرماتے برابر ہو جاؤ آگے پیچھے نہ رہو کہ اس طرح تمہارے دل بھی آگے پیچھے ہو جائیں گے تم میں سے عقل و دانش والے اور پرہیزگار لوگ مجھ سے متصل کھڑے ہوں پھر جوان سے قریب ہیں پھر جوان سے قریب ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب تسوية الصفوف واقامتها ج ۲ ص ۲۰ رقم: ۱۰۰۰ سنن الکبیری للبیہقی: باب الرجال یاأمون بالرجل ومعهم صبيان ونساء ج ۲ ص ۴۰ رقم: ۲۵۲ سنن ابوداؤد: باب من يستحب ان يلى الامام في الصف وكرامية التاخر ج ۱ ص ۲۵۲ رقم: ۶۴ المعجم الکبیر للطبرانی من اسماء عبد اللہ بن مسعود ج ۱ ص ۸۸ رقم: ۱۰۰۶۱ المعمر فی الحدیث لابن دقیق العین: باب صلاة الجماعة ص ۲۲۴ رقم: ۲۸۵)

شرح حدیث: حکیم الاثنی عشرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: (تمہارے دل الگ ہو جائیں گے) یہ حدیث گزشتہ کی شرح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صفیں ٹیڑھی ہونے سے قومیں ٹیڑھی ہو جاتی ہیں کیونکہ قالب کا اثر قلب پر اور قلب کا اثر قالب پر پڑتا ہے، نہانے سے دل ٹھنڈا ہوتا ہے اور دل کی خوشی و غم کا اثر چہرے پر نمودار ہو جاتا ہے۔

(پھر وہ جوان سے قریب ہوں) یعنی صف اول میں مجھ سے قریب فقہاء صحابہ ہوں جیسے خلفائے راشدین اور عبد اللہ ابن عباس و عبد اللہ ابن مسعود وغیرہم تا کہ وہ میری نماز دیکھیں اور نماز کی سنتیں وغیرہ یاد کر کے اوروں کو سمجھائیں اور بوقت ضرورت ہماری جگہ مصلے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا سکیں ان کے پیچھے وہ لوگ کھڑے ہوں جو علم و عقل میں ان کے بعد ہوں تا کہ ان صحابہ سے یہ نماز سیکھیں۔ سبحان اللہ! حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نماز میں بھی جاری رہتی تھی۔

تم لوگوں نے صفیں سیدھی کرنے کا اہتمام چھوڑ دیا، اس لیے تم میں آپس کے جھگڑے و اختلافات پیدا ہو گئے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث جماعت کی صدامسائل کی اصل ہے۔ فقہاء جو فرماتے ہیں کہ نماز میں پہلے مردوں کی صف ہو، پھر بچوں

کی، پھر صفوں کی، پھر عورتوں کی اس کا ماخذ بھی یہی حدیث ہے۔ (برائۃ النایح، ج ۲ ص ۳۱۲)۔

(1091) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَوُّوا مَقُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ: فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی صفوں کو درست کرو کیونکہ صف کا درست کرنا نماز کی تکمیل سے ہے۔ (متفق علیہ) اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے کہ ان کا درست کرنا نماز کو قائم کرنے سے ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اقامة الصف من تمام الصلاة، ج ۱ ص ۱۲۵، رقم: ۶۲۲، صحیح مسلم، باب تسوية الصفوف واقامتها، ج ۲ ص ۲۰، رقم: ۱۰۰۳، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب اقامة الصفوف وتسويتها، ج ۲ ص ۱۹، رقم: ۵۲۸۱، سنن ابوداؤد، باب تسوية الصفوف، ج ۱ ص ۲۵۱، رقم: ۱۶۱۸، مسند امام احمد، مسند انس بن مالك، ج ۲ ص ۲۴۹، رقم: ۱۳۰۰۱)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: دربارہ صفوف شرعاً تین باتیں بتا کید اکید مامور بہ ہیں اور تینوں آج کل معاذ اللہ کالمترک ہو رہی ہیں، یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں نا اتفاقی پھیلی ہوئی ہے۔

اول تسویہ کہ صف برابر ہو غم نہ ہو کج نہ ہو مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں سب کی گردنیں شانے ٹخنے آپس میں محاذی ایک خط مستقیم پر واقع ہوں جو اس خط پر کہ ہمارے سینوں سے نکل کر قبلہ معظمہ پر گزرا ہے عمود ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عباد الله لتسون صفوفكم اذ ليخالفن الله بين وجوهكم۔

(صحیح مسلم، باب تسوية الصفوف الخ، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۲)

اللہ کے بندو! ضرور یا تم اپنی صفیں سیدھی کرو گے یا اللہ تمہارے آپس میں اختلاف ڈال دے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صف میں ایک شخص کا سینہ اوروں سے آگے نکلا ہوا ملاحظہ کیا، اس پر یہ ارشاد فرمایا۔ رواہ مسلم عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اس کو مسلم نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

راضوا صفوفكم وقاربوا بينها وبالاغناق فوالذي نفس محمد بيده اني لارى

الشيطين تدخل من خلل الصف كأنها الخذف۔ رواه النسائي عن انس رضي الله تعالى

عنه۔ (سنن النسائي، حث الامام علی رضی اللہ عنہ، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۹۳)

اپنی صفیں خوب کھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ رخنے صف سے داخل ہوتے ہیں جیسے بھیڑ کے بچے۔ اس کو نساکی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تیسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

القیبوا الصفوف فانما تصفون بصف المثلثة وحافظوا بین المناكب۔ رواہ احمد وابوداؤد والطبرانی في الکبیر وابن خزیمہ والحاکم وصحیحہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷) (مسند احمد بن حنبل مروی از عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/ ۹۸)

صفیں سیدھی کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صف بندی چاہئے اور شانے ایک دوسرے کے مقابل رکھو۔ اس کو امام احمد، ابوداؤد، طبرانی نے المعجم الکبیر میں، ابن خزیمہ اور حاکم نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا۔

دوم: اتمام کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو دوسری نہ کریں اس کا شرع مطہرہ کو وہ اہتمام ہے کہ اگر کوئی صف ناقص چھوڑے مثلاً ایک آدمی کی جگہ اس میں کہیں باقی تھی اسے بغیر پورا کئے پیچھے اور صفیں باندھ لیں، بعد کو ایک شخص آیا اس نے اگلی صف میں نقصان پایا تو اسے حکم ہے کہ ان صفوں کو چیرتا ہوا جا کر وہاں کھڑا ہو اور اس نقصان کو پورا کرے کہ انہوں نے مخالفت حکم شرع کر کے خود اپنی حرمت ساقط کی جو اس طرح صف پوری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے مغفرت فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

الاتصفون كما تصف المثلثة عن ربها۔

(صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلوة الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۱) (سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷)

ایسی صف کیوں نہیں باندھتے جیسی ملائکہ اپنے رب کے حضور باندھتے ہیں۔

صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ملائکہ کیسی صف باندھتے ہیں؟

فرمایا:

یتبنون الصف الاول یتراقصون فی الصف۔ رواہ مسلم وابوداؤد والتسانی وابن ماجہ عن جابر بن سبرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلوة الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۸۱) (سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷)

اگلی صف پوری کرتے اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کو مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اتوا الصلح المقدم ثم الذي يليه لما كان من نقص فليكن في الصلح المؤخر۔ رواه الاثني
احمد وابوداؤد والنسائي وابن حبان وعزيمه والطبراني باسناد صحيح عن انس بن مالك
رضي الله تعالى عنه۔

(سنن ابوداؤد باب تسوية الصفوف مطبوعه آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۸) (سنن النسائي لعل القف الاول مطبوعه مکتبه سلفیہ لاہور ۱/۹۴)
پہلی صف پوری کرو پھر جو اس کے قریب ہے کہ جو کمی ہو تو سب سے پچھلی صف میں ہو۔ اسے ائمہ کرام احمد،
ابوداؤد، نسائی، ابن حبان، ابن خزیمہ اور ضیاء مقدسی نے اسانید صحیحہ کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله۔ رواه النسائي والحاكم بسند صحيح عن
ابن عمر رضي الله تعالى عنهما وهو من تتبة حديثه الصحيح المذكور سابقا عند احمد
وابن داؤد والثلثة الذين معهما۔

(سنن ابوداؤد باب تسوية الصفوف مطبوعه آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷) (سنن النسائي من وصل صفا مطبوعه مکتبه سلفیہ لاہور ۱/۹۴)
جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل کرے اور جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے۔ اسے نسائی اور
حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے، یہ عبد اللہ ابن عمر کی حدیث اس
حدیث صحیح مذکور سابقہ کا تتمہ ہے جسے امام احمد اور ابوداؤد اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔
ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من نظر الى فرجة في صف فليسدّها بنفسه فان لم يفعل فبرما رفل يثخط على رقبتة فانه
لا حرمة له۔ رواه في مسند الفردوس عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما۔

(المعجم الكبير مردی از ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعه مکتبه فیصلیہ بیروت ۱۱، ۱۰۵-۱۱۳)

جو کسی صف میں خلل دیکھے وہ خود اسے بند کر دے اور اگر اس نے بند نہ کیا اور دوسرا آیا تو اسے چاہئے کہ وہ اس
کی گردن پر پاؤں رکھ کر اس خلل کی بندش کو جائے کہ اس کے لئے کوئی حرمت نہیں۔ اسے مسند فردوس
میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان الله وملئكته يصلون على الذين يصلون الصفوف ومن سد فرجة رفعه الله بها درجة۔
رواه احمد وابن ماجه وابن حبان والحاكم وصححه واقرؤة عن امر المؤمنين الصديقة رضى
الله تعالى عنها۔ (مسند احمد بن حنبل مروي از مسند عائشة رضى الله عنها مطبوع دار الفكر بيروت ۸۹/۶)

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں ان لوگوں پر جو صفوں کو وصل کرتے ہیں اور جو صف کا فرجہ بند
کرے اللہ تعالیٰ اس کے سبب جنت میں اس کا درجہ بلند فرمائے گا۔ اسے امام احمد، ابن ماجہ، ابن حبان اور
حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا اور ان تمام نے اسے حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضى الله تعالى عنها
سے روایت کیا ہے۔

سوم: تراص یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

صفا کانهم بنیان مرموص (القرآن ۶۱/۴)

ایسی صف کے گویا وہ دیوار ہے رانگا پلائی ہوئی۔

رانگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنے فرجہ نہیں رہتا، ایسی صف باندھنے والوں کو مولیٰ سبحنہ
و تعالیٰ دوست رکھتا ہے اس کے حکم کی حدیثیں اوپر گزریں، اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اقیموا صفوفکم وتراقصوا فان اراکم من وراء ظہری۔ رواہ البخاری والنسائی عن انس رضى
الله تعالى عنه۔ (صحیح بخاری باب اقبال الامام علی الناس عند تسوية الصفوف مطبوع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰۰/۱)

اپنی صفیں سیدھی اور خوب گھنی کرو کہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ اسے بخاری اور نسائی نے
حضرت انس رضى الله تعالى عنه سے روایت کیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۷، ص ۲۲۰-۲۲۱)

(1092) وَعَنْهُ قَالَ: أَقِيْمَتِ الصَّلَاةَ
فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُوجِّهُهُ، فَقَالَ: أَقِيْمُوا صُفُوفَكُمْ وَتَرَاصُّوا، فَإِنِ
أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بِلَفْظِهِ
وَمُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ. وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ: وَكَانَ أَحَدُنَا
يُلْزِقُ مَنَكِبَهُ بِمَنَكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ۔
انہی سے روایت ہے کہ تکبیر ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ
ہم پر اپنے چہرے کے ساتھ متوجہ ہوئے پس فرمایا اپنی
صفیں درست کرو اور خوب مل کر کھڑے ہو میں تمہیں
اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ یہ الفاظ بخاری کے
ہیں اس کے ہم معنی مسلم نے بھی روایت کیا ہے اور
بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ ہم میں سے ہر
ایک اپنا کندھا دوسرے کے کندھے سے اور قدم قدم
سے ملاتا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب اقبال الامام علی الناس عند تسوية الصفوف ج ۱ ص ۱۲۵، رقم: ۱۱، صحیح

مسند باب تسوية الصفوف واقامتها ج ۲ ص ۳۶ رقم: ۱۰۰۶ السنن الکبریٰ للبیہقی باب لا یکبر الامام حتی یامر بتسوية الصفوف ج ۲ ص ۲۶ رقم: ۲۸۱ سنن النسائی باب حب الامام علی رص الصفوف والمقاربة بینها ج ۲ ص ۹۲ رقم: ۸۱۳ مسند امام احمد مسند ابی سعید الخدیی ج ۳ ص ۳۰ رقم: ۱۱۰۰۴

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ دیکھنے سے مراد آنکھ سے دیکھنا ہے۔ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپ کی آنکھ آگے پیچھے اور پس پردہ اندھیرے اجیالے میں یکساں دیکھتی ہیں۔ حق یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ صرف نماز سے خاص نہیں تھا نہ حیات شریف سے۔ وہ حدیث کہ میں دیوار کے پیچھے کی چیز نہیں جانتا بالکل بے اصل ہے جیسا کہ فیح نے فرمایا اور اصلے نیست اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے حضرت عیسیٰ روح اللہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم گھر میں کھا کر بچا کر آتے ہو میں بتا سکتا ہوں، یہ تو حبیب اللہ کی آنکھ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ (بزاۃ الناجج ج ۲ ص ۳۱۰)

(1093) وَعَنِ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَتُسَوَّيَنَّ صُفُوفُكُمْ، أَوْ لَيُعَالِقَنَّ اللَّهُ بَيْنَ وَجُوهِكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت نعمان بن بشیر ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ تم اپنی صفوں کو رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں میں (تمہارے درمیان) مخالفت پیدا فرمادے گا۔ (متفق علیہ)

وَبِهِ رِوَايَةٌ لِبُسَيْمٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَوِّي صُفُوفَنَا، حَتَّى كَأَنَّمَا يُسَوِّي بِهَا الْقِدَاحَ حَتَّى رَأَى أَكَاظِدَ عَقَلَتْنَا عَنْهُ، ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتَّى كَادَ يُكْبِرُ، فَرَأَى رَجُلًا يَأْتِيَا صُدْرَهُ مِنَ الصَّفِّ، فَقَالَ: "عِبَادَ اللَّهِ، لَتُسَوَّيَنَّ صُفُوفُكُمْ، أَوْ لَيُعَالِقَنَّ اللَّهُ بَيْنَ وَجُوهِكُمْ."

اور مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو درست فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ تیروں کے ساتھ آپ ہمیں سیدھا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نے جان لیا کہ اب ہم سمجھ دار ہو گئے۔ ایک دن آپ نکلیں پس آپ کھڑے ہو گئے اب تکبیر قریب ہی تھی کہ آپ نے ایک آدمی کو دیکھا جس نے اپنا سینہ صف سے باہر نکالا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا: اللہ کے بندو! اپنی صفیں برابر رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان مخالفت پیدا فرما دے گا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب تسوية الصفوف عند الاقامة وبعدها ج ۱ ص ۱۲۸ رقم: ۷۱۷ صحیح مسلم باب تسوية الصفوف واقامتها ج ۱ ص ۲۱۳ رقم: ۱۰۰۶ السنن الکبریٰ للبیہقی باب قامة الصفوف وتسويتها ج ۲ ص ۱۰۰ رقم: ۵۲۸۵ سنن ابوداؤد باب تسوية الصفوف ج ۱ ص ۲۵۰ رقم: ۶۶۳ صحیح ابن حبان باب فرض متابعة الامام ج ۲ ص ۱۳۹ رقم: ۲۱۵۵ مسند امام احمد بن حنبل حدیث النعمان بن بشیر ج ۲ ص ۲۷۱ رقم: ۱۸۳۱۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ انصاری ہیں اور نو عمر صحابی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے چودہ مہینہ بعد پیدا ہوئے، بعد ہجرت انصار میں سب سے پہلے آپ پیدا ہوئے اور مہاجرین میں عبد اللہ ابن زبیر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر آٹھ سال سات مہینے تھی۔

(تیروں کے ساتھ آپ ہمیں سیدھا کرتے تھے) یعنی نمازیوں کے کندھے پکڑ پکڑ کر آگے پیچھے کرتے تھے تاکہ صف بالکل سیدھی ہو جاوے۔ خیال رہے کہ تیر کی لکڑی کو پر اور پرکان لگنے سے پہلے قدح کہتے ہیں اور اس کے لگنے کے بعد ہم، قدح نہایت سیدھی کی جاتی ہے اسے سیدھا کرنے کے لیے نہایت سیدھی لکڑی لیتے ہیں، جس کے برابر قدح کو لیتے ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو ایسا سیدھا کرتے تھے جیسے قدح سیدھی کرنے والی لکڑی۔

(آپ نے جان لیا کہ اب ہم سمجھ دار ہو گئے) تب آپ نے کندھے پکڑ کر سیدھا کرنا چھوڑ دیا، صرف زبان شریف سے سیدھا کرنے کی ہدایت فرمادیتے تھے۔

(تمہارے درمیان مخالفت پیدا فرما دے گا) یعنی اگر تمہاری نماز کی صفیں میڑھی رہیں تو تم میں آپس میں اختلاف اور جھگڑے پیدا ہو جائیں گے، شیرازہ بکھر جائے گا یا تمہارے دل میڑھے ہو جائیں گے کہ ان میں سوز و گداز، درد، خشوع خضوع نہ رہے گا یا اندیشہ ہے کہ تمہاری صورتیں مسخ ہو جائیں جیسے گزشتہ قوموں پر عذاب آئے تھے، یعنی یہاں، وجہ یا بمعنی ذات ہے یا بمعنی چہرہ۔ خیال رہے کہ عام مسخ وغیرہ ظاہر عذاب حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بند ہو گئے لیکن خاص مسخ وغیرہ اب بھی ہو سکتے ہیں۔ (بزاۃ الناجی، ج ۲ ص ۳۰۹)

(1094) وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ تَاجِيَةٍ إِلَى تَاجِيَةٍ، يَمْسَحُ صُدُورَنَا وَمَنَاكِبَنَا، وَيَقُولُ: لَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ يَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصُّفُوفِ الْأُولَى رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صف کے درمیان ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک چلتے اور ہمارے سینوں اور کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے آگے پیچھے نہ ہو ورنہ تمہارے دل آگے پیچھے ہو جائیں گے اور آپ فرماتے تھے کہ اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صفوں پر رحمتیں بھیجتے ہیں۔ اسے ابو داؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد باب تسوية الصفوف ج ۱ ص ۲۵۰ رقم: ۱۱۶۲ السنن الکبریٰ للبیہقی باب فضل الصف الاول ج ۱ ص ۱۰۲ رقم: ۱۰۲۱ سنن النسائی باب کیف يقوم الامام الصفوف ج ۱ ص ۲۹۶ رقم: ۸۸۵ مسند امام احمد حدیث

ابن عازب رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۸۵، رقم: ۱۸۵۲۹، مصنف عبدالرزاق، باب الصلوف ج ۲ ص ۳۵، رقم: ۲۳۴۱

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگلی صف کے نمازیوں کے لیے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نزول رحمت فرماتا ہے، رب فرماتا ہے: **هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ**۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور نوعیت کا ہے اور نمازیوں پر اور نوعیت کا، لہذا اس آیت و حدیث سے یہ لازم نہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہو جائیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی قرآن میں **يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ** فرمایا اور ہمارے لیے بھی **يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ** ارشاد ہوا جیسا کہ چتر اویوں نے سمجھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتوں کی بارشیں ہو رہی ہیں اور ہم پر چھینٹا ہے۔

معلوم ہوا کہ پیاری جگہ جانے کے لیے قدم بھی اللہ کو پیارے ہیں، خوش نصیب ہیں وہ جو ان قدموں سے حریم

شریفین جائیں۔ (مزاۃ النبی، ج ۲ ص ۳۱۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صفیں درست کرو اور کندھوں کو برابر کرو صفوں میں خلاء کو بند کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم پڑ جاؤ۔ اور شیطان کے لیے خالی جگہ (صف کے درمیان) نہ چھوڑو جو صف کو ملائے اللہ کریم اس کو ملائے اور جو صف کاٹے اس کو اللہ کاٹے۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا۔

(1095) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَقْبِسُوا الصُّفُوفَ، وَخَادُوا بَيْنَ النَّكَابِ، وَسُدُّوا الْخَلَلَ، وَلْيَبْنُوا بِأَيْدِيهِمْ إِخْوَانَهُمْ، وَلَا تَذَرُوا فُرْجَاتٍ لِلشَّيْطَانِ، وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللَّهُ، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللَّهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب تسوية الصفوف ج ۱ ص ۲۵۱، رقم: ۶۶۶، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب اقامة الصفوف وتسويتها، ج ۱ ص ۱۰۱، رقم: ۵۲۹۱، سنن النسائی، باب من وصل صفا، ج ۲ ص ۶۲، رقم: ۸۱۹، مسند امام احمد، مسند عبداللہ بن عمر ج ۲ ص ۹۴، رقم: ۵۷۲۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صف کا ملانا یہ ہے کہ صف میں جگہ دیکھے اس میں کھڑا ہو کر جگہ پر کر دے اور توڑنا یہ ہے کہ اپنے ساتھی سے دور کھڑا ہو، یا مل ہوا کھڑا تھا اور بلا غدر وہاں سے ہٹ جائے۔ یہ کلام یاد دعا ہے یا خبر یعنی جو صف کو ملائے گا خدا اسے اپنی رحمت و کرم سے ملائے، اور جو صف میں فاصلہ اور کشادگی رکھے خدا اسے اپنے کرم و رحمت سے دور رکھے یا جو صف میں ملائے گا خدا اسے اپنی رحمت سے ملائے گا الخ۔ (مزاۃ النبی، ج ۲ ص ۳۲۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

(1096) وَعَنِ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رُصُّوا صُفُوفَكُمْ، وَقَارِبُوا بَيْنَهَا، وَخَانُوا بِالْأَعْنَاقِ، قَوْلَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ لَأَرَى الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ، كَأَنَّهَا الْحَذَفُ حَدِيثٌ صَحِيحٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ.

اللہ نے فرمایا: اپنی صفوں کو خوب ملا لو اور قریب قریب ہو اور گردنیں برابر کرو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ صف کے درمیان خلا میں سے یوں گھس جاتا ہے جیسے کہ وہ بکری کا بچہ ہو۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد نے اسے شرط مسلم کے مطابق اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

الْحَذَفُ بِحَاءٍ مُهْمَلَةٍ وَذَالٍ مُعْجَبَةٍ مَفْتُوحَتَيْنِ ثُمَّ فَاءٌ وَهِيَ: غَنَمٌ سُودٌ صِغَارٌ تَكُونُ بِالْيَمَنِ.

الحذف: ہا مہملہ اور ذال مجملہ دونوں پر زبر اور پھرنا کے ساتھ اس کا مطلب ہے چھوٹی کالی بکری جو یمن میں پائی جاتی ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب تسوية الصفوف ج ۱ ص ۲۵۱ رقم: ۱۶۶۷ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب اقامة الصفوف وتسويتها، ج ۱ ص ۱۰۰ رقم: ۵۲۸۲ سنن النسائی، باب حث الامام علی رص الصفوف والمقاربة بیہا، ج ۱ ص ۱۲ رقم: ۸۱۵ مسند امام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۶۰ رقم: ۱۲۶۶۱).

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

رُصُّوا رِصٌّ سے بنا جس کے معنی ہیں سیدھا کر کے ملانا، معنی یہ ہوئے کہ نماز کی صفیں سیدھی بھی رکھو اور ان میں مل کر کھڑے ہو کہ ایک دوسرے کے آپس میں کندھے ملے ہوں۔

(قریب قریب ہو) یعنی صفیں قریب قریب رکھو اس طرح کہ دو صفوں کے درمیان اور صف نہ بن سکے یعنی صرف سجدہ کا فاصلہ رکھو، نماز جنازہ میں چونکہ سجدہ نہیں ہوتا اس لیے وہاں صفوں میں اس سے بھی کم فاصلہ چاہیئے۔

(گردنیں برابر کرو) اس طرح کہ اونچے نیچے مقام پر نہ کھڑے ہو، ہموار جگہ کھڑے ہوتا کہ گردنیں برابر رہیں، لہذا یہ جملہ مکرر نہیں آگے پیچھے نہ ہونا رُصُّوا میں بیان ہو چکا تھا۔ خیال رہے کہ گردنوں کا قدرتی طور پر اونچا نیچا ہونا معاف ہے کہ بعض لمبے اور بعض پستہ قد ہوتے ہیں۔

(میں شیطان کو دیکھتا ہوں) یعنی خرب شیطان جو نماز میں دوسرے ڈالتا ہے وہ صف کی کشادگی میں بکری کے بچے کی شکل میں داخل ہو کر نمازیوں کو دوسرے ڈالتا ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ شیطان مختلف شکلیں اختیار کر سکتا ہے، دیکھو اس شیطان کی شکل اپنی تو کچھ اور ہے مگر اس وقت بکری کی شکل میں بن جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ رب تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ طاقت بخشی ہے کہ خالق کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بھی ہر مخلوق پر نظر رکھتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ جب شیطان جیسی غیبی مخلوق آپ کی نگاہ سے غائب نہیں تو انسان آپ سے کیسے چھپ سکتے ہیں۔

(1087) وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اكْتُمُوا الصَّفَّ الْمُقَدَّم، ثُمَّ الَّذِينَ يَلِيهِ، فَمَا كَانَ مِنْ تَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمُوَخَّرِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلی صف کو مکمل کرو پھر جو اس سے ملتی ہے تو جو کی ہو وہ آخری صف میں ہونی چاہیے۔ ابو داؤد نے اس حدیث کو حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب تسوية الصفوف ج ۱ ص ۲۵۲ رقم: ۶۱۱۱ سنن الکبیری للبیہقی باب اتمام الصفوف المقدمة ج ۲ ص ۱۰۲ رقم: ۵۲۹۱ مسند امام احمد مسند انس بن مالک ج ۲ ص ۲۲۲ رقم: ۱۳۶۶۳ مسند البزار مسند انس بن مالک ج ۲ ص ۲۲۲ رقم: ۵۰۴۱ صحیح ابن حبان باب فرض متابعة الامام ج ۵ ص ۵۲۸ رقم: ۲۱۵۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یہ صفوف نماز کا قاعدہ کلیہ ہے کہ اگلی صفیں پوری کی جائیں اگر آدمی صف سے کم ہوں تو یہ کمی آخری صف میں ہونی چاہیے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۱۸)

(1098) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى مَيَّامِنِ الصُّفُوفِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَفِيهِ رَجُلٌ مُخْتَلَفٌ فِي تَوْثِيقِهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کریم اور اس کے فرشتے صفوں کے دائیں حصوں پر رحمتیں نچھاور کرتے ہیں۔ ابو داؤد نے اس حدیث کو اسناد کے ساتھ شرط مسلم پر روایت کیا ہے اور اس میں ایک آدمی کی توثیق میں اختلاف ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب من يستحب ان يلى الامام في الصف وكرهية التاخر ج ۱ ص ۲۵۲ رقم: ۶۱۱۱ سنن الکبیری للبیہقی باب ما جاء في فضل ميسنة الصف ج ۲ ص ۱۰۲ رقم: ۵۰۴۲ صحیح ابن حبان باب فرض متابعة الامام ج ۵ ص ۵۲۲ رقم: ۲۱۶۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: پہلی صف والوں پر عمومی رحمت تھی اور داہنی صف والوں پر خصوصی رحمت ہے، پھر صف اول کے داہنے والوں پر اور زیادہ خاص رحمت ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں رب کی رحمتیں لاکھوں قسم کی ہیں۔ خیال رہے کہ داہنی صف پر رحمت اس وقت آئے گی جب بائیں طرف بھی نمازی برابر ہوں اگر سارے نمازی داہنی طرف ہی کھڑے ہو جائیں بائیں طرف کوئی نہ ہو یا تھوڑے ہوں تو یہ داہنے والے ناراضی الہی کے مستحق ہوں گے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۲۰)

(1099) وَعَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَاءَ (بن عازب) سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہم دائیں

وَسَلَّمَ أَحَبُّنَا أَنْ نَكُونَ عَنْ يَمِينِهِ يُقْبِلُ عَلَيْنَا
بِوَجْهِهِ، فَسَبْعَةُ يَقُولُ: رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ
تَبْعَتْ- أَوْ تَجْعَلْ- عِبَادَكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

طرف ہونا پسند کرتے کہ آپ ہماری طرف متوجہ ہوں
گے۔ پس میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا ہے میرے
رب! مجھے اپنے عذاب سے بچا جس دن تو بندوں کو
اٹھائے گا یا (کہا) تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب یمن الامام ج ۲ ص ۱۵۳ رقم: ۱۶۶۱ السنن الکبریٰ للبیہقی باب
الامام ینصرف بعد السلام ج ۲ ص ۲۲۱ رقم: ۱۲۰ سنن ترمذی: باب ما جاء فی الدعاء اذا اوی الی فراشه ج ۵ ص ۳۱ رقم: ۳۱۱
مسند امام احمد بن حنبل: حدیث البراء بن عازب رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۹۰ رقم: ۱۸۵۶۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور علیہ السلام اکثر داہنی جانب منہ کر کے دعا مانگتے تھے۔ دوسرے یہ کہ
حضور کا چہرہ پاک دیکھنا بہترین عبادت ہے کہ صحابہ کرام محض اس لیے صف کی داہنی جانب پسند کرتے تھے تاکہ بعد نماز
ویدار یار نصیب ہو، علماء فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی شریف میں صف کا بایاں حصہ افضل ہے کیونکہ روضہ اطہر سے قریب ہے یہ
باتیں وہ جانے جسے اس محبوب سے دلی لگاؤ ہو۔

یہ دعا امت کی تعلیم کے لیے، ورنہ ہم جیسے گنہگار ان شاء اللہ حضور علیہ السلام کی برکت سے عذاب سے نجات پائیں
گے حضور علیہ السلام کو عذاب سے کیا تعلق۔ (نزاع النایج، ج ۲ ص ۱۷۳)

(1100) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
وَيَسْطُوا الْإِمَامَ، وَسُئِلُوا الْخَلْلَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا: امام کو درمیان میں رکھو، ورخان جگہوں
کو پر کرو۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد: باب مقام الامام من الصف ج ۱ ص ۲۵۷ صحیح مسلم باب فضل السنن الراقبة
قبل الفرائض وبعدہن وبيان عدھن ج ۲ ص ۱۶۱ رقم: ۹۲۹ سنن الدارمی: باب فی صلاة السنة ج ۱ ص ۲۹۶ رقم: ۱۳۲۸ مسند امام
احمد بن حنبل: مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۴۱۸ رقم: ۱۰۶۱۷ مصنف ابن ابی شیبہ باب فی ثواب من ثابر علی اثنتی
عشرة رکعة من التطوع ج ۲ ص ۲۰۴ رقم: ۲۲۲ اطراف المسند المعتلی من اسمہ سعید ابو عثمان التتبان ج ۱ ص ۲۸۰ رقم: ۵۵۶۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ ایک مقتدی امام کے پیچھے کھڑا ہو باقی داہنے بائیں برابر کسی جانب زیادہ نہ ہوں اگر کوئی شخص صف میں
شامل ہوتے وقت دیکھے کہ دو طرف نمازی برابر ہیں تو یہ داہنی طرف کھڑا ہو کہ اتنی زیادتی معاف ہے۔

52- بَابُ فَضْلِ السَّنَنِ الرَّائِبَةِ

مَعَ الْفَرَائِضِ وَبَيَانِ أَقْلِهَا

وَأَكْمِلِهَا وَمَا بَيْنَهُمَا

(1101) وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ حَبِيبَةَ

رَمْلَةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:

مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّيَ لِلَّهِ تَعَالَى كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ

عَشْرَةَ رَكَعَةٍ تَطَوُّعًا غَيْرَ الْفَرِيضَةِ، إِلَّا بَنَى اللَّهُ لَهُ

بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، أَوْ إِلَّا يُنْبِئُ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ

مُسْلِمٌ.

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام رملہ بنت ابوسفیان ہے، کنیت ابو حبیہ امیر معاویہ کی بہن ہیں، آپ کی والدہ صفیہ بنت عاص یعنی حضرت عثمان غنی کی پھوپھی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا نکاح نجاشی شاہ حبشہ نے کیا، ۳۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

(جنت میں مکان بنادیتا ہے) یعنی جنت کا اعلیٰ درجے کا محل اس کے لیے نامزد کیا جائے گا کیونکہ وہاں مکانات تو پہلے ہی موجود ہیں یا ان سنن کی برکت سے اس کے لیے نیا خصوصی گھر استعمال ہوگا کیونکہ جنت کا بعض سفیدہ بھی ہے جہاں اعمال کے مطابق محل تعمیر ہوتے ہیں جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔

یعنی بارہ سنتیں مؤکدہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پڑھتے تھے ظہر کا ذکر اس لیے پہلے کیا کہ حضرت جبریل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی نمازیہ ہی پڑھائی اس لیے اسے صلوٰۃ اولیٰ کہتے ہیں ان میں سنت فجر بہت تاکید ہے حتیٰ کہ بعض نے انہیں واجب کہا۔ سعید ابن جبیر فرماتے ہیں کہ اگر میں سنت فجر چھوڑ دوں تو خطرہ ہے کہ رب مجھے نہ بخشے۔

(مزاد لمانیح، ج ۲ ص ۳۸۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے اور بعد میں دو دو رکعتیں پڑھی ہیں اور جمعہ کے بعد دو رکعت بعد از مغرب

(1102) وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا.

قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكَعَتَيْنِ

بَعْدَ الْجُمُعَةِ، وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكَعَتَيْنِ
بَعْدَ الْعِشَاءِ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی: ج ۲ ص ۵۶ رقم: ۱۱۶۵ صحیح مسلم: باب صلاة الليل
مثنی مثنی والوتر ركعة من آخر الليل: ج ۲ ص ۱۴۴ رقم: ۱۱۶۴ السنن الصغرى للبيهقي: باب ذكر النوافل التي هي اتباع الفرائض
ج ۱ ص ۲۲۹ رقم: ۴۲۲ المستطاب لابن الجارود: باب في ركعات السنة: ص ۹۹ رقم: ۲۴۶ مسند امام احمد بن حنبل: مسند عبدالله بن
عمر: ج ۲ ص ۴۰ رقم: ۵۲۲ مصنف عبدالرزاق: باب التطوع قبل الصلاة: ج ۲ ص ۶۵ رقم: ۲۸۱۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں ساتھ پڑھنے سے مراد جماعت سے پڑھنا نہیں بلکہ ہر اہی میں پڑھنا مراد ہے یعنی میں نے بھی پڑھیں اور
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جیسے رب بقیس کا قول یوں نقل فرماتا ہے: اَسَلْتُ مَعَ سَلِیْنِ اس حدیث کی بنا پر امام
شافعی نے ظہر سے پہلے دو سنتیں مؤکدہ مانیں، ہمارے ہاں مؤکدہ چار ہیں جیسا کہ بہت سی احادیث میں ہے یہاں تحیۃ
المسجد کے نفل مراد ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنت ظہر گھر میں ادا کر کے تشریف لاتے تھے۔ چنانچہ ازواج مطہرات کی
روایت یوں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے چار سنتیں کبھی نہ چھوڑتے تھے۔

(بعد از مغرب اور عشاء) یعنی میں نے مغرب و عشاء کے بعد کی سنتیں حضور کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں
پڑھیں اس گھر سے مراد حضرت حفصہ بنت عمر کا گھر ہے، چونکہ وہ آپ کی، ہمشیرہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ پاک تھیں
اس لیے آپ کو وہاں جانا درست تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

(برائۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۸۴)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر دو اذانوں کے درمیان نماز
ہے۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ ہر دو اذانوں
کے درمیان نماز ہے۔ تیسری بار فرمایا اس کے لیے جو
چاہے دو اذانوں سے مراد اذان اور تکبیر ہے۔

(مشق علیہ)

(1103) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَوةٌ، بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَوةٌ، بَيْنَ
كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَوةٌ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: لِمَنْ شَاءَ مُتَّفَقٌ
عَلَيْهِ. الْمُرَادُ بِالْأَذَانَيْنِ: الْأَذَانُ وَالْإِقَامَةُ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب بین کل اذانین صلاة لمن شاء: ج ۲ ص ۱۲۸ رقم: ۶۲۴ صحیح مسلم: باب بین کل

ذانین صلاة: ج ۲ ص ۲۰۲ رقم: ۱۱۶۴ السنن الصغرى للبيهقي: باب ذكر النوافل التي هي اتباع الفرائض: ج ۱ ص ۲۲۰ رقم:

۴۲۲ سنن ابوداؤد: باب الصلاة قبل المغرب: ج ۲ ص ۳۹۵ رقم: ۱۲۸۵ سنن ابن ماجه: باب ما جاء في الركعتين قبل المغرب

تَعَاهِدًا مِنْهُ عَلَى رَكْعَتَي الْفَجْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. اہتمام نہ کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب تعاهد رکعتی الفجر ومن سماها طوعاً ج ۲ ص ۴۵، رقم: ۱۱۱۹، صحیح مسلم باب استحباب رکعتی سنة الفجر والحٹ علیہما ج ۲ ص ۱۶، رقم: ۱۷۱۹، السنن الکبریٰ للبیہقی باب تاکید رکعتی الفجر ج ۲ ص ۲۰، رقم: ۲۶۲۳، سنن ابوداؤد باب رکعتی الفجر ج ۱ ص ۳۸۶، رقم: ۱۲۵۶، سنن النسائی الکبریٰ باب المعاهدة علی الرکعتین قبل صلاة الفجر ج ۱ ص ۱۶۵، رقم: ۲۵۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بمقابلہ دوسری سنتوں کے فجر کی سنتوں کی بہت پابندی کرتے تھے کہ سفر و حضر میں نہ چھوڑتے تھے اور اگر فجر قضا پڑھتے تو سنتوں کی بھی قضا کرتے۔ اسی لیے فقہا فرماتے ہیں کہ یہ سنتیں بلا عذر بیٹھ کر نہ پڑھے اسی لیے اگر جماعت فجر میں کوئی پہنچے اور سنتیں نہ پڑھی ہوں تو اگر جماعت مل جانے کی امید ہو تو جماعت سے علیحدہ سنتیں پڑھے، پھر جماعت میں مل جائے۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ دوم میں دیکھو۔ (برزائۃ النجیح، ج ۲ ص ۳۸۷)

(1106) وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَفِي رِوَايَةٍ: لَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا بِجَمِيعَةٍ. انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فجر کی دو رکعتیں دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر ہیں۔ (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ یہ دو رکعتیں مجھے تمام دنیا سے زیادہ پیاری ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب استحباب سنة الفجر والحٹ علیہما ج ۲ ص ۱۶، رقم: ۱۷۱۹، مسند امام احمد بن حنبل حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا ج ۲ ص ۲۱۵، رقم: ۲۱۲۲، السنن الصغریٰ باب تاکید الرکعات الاربع قبل الظهر ورکعتی الفجر ج ۱ ص ۲۴۱، رقم: ۲۲۴، مستدرک للحاکم کتاب صلاة التطوع ج ۱ ص ۴۱۲، رقم: ۱۱۵۱، سنن ترمذی باب ما جاء فی رکعتی الفجر من الفضل ج ۲ ص ۲۴۵، رقم: ۲۱۱۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی سنت فجر مال و اولاد اور تمام دنیاوی سامان سے پیاری ہونا چاہئے اور دیگر سنتوں و مستحبات سے افضل ہیں۔

(برزائۃ النجیح، ج ۲ ص ۳۸۸)

(1107) وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، مُؤَذِّنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ آتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُؤْذِنَهُ بِصَلَاةِ الْغَدَاةِ، فَشَغَلَتْ عَائِشَةُ بِلَالًا بِأَمْرِ سَأَلَتْهُ عَنْهُ، حَتَّى أَصْبَحَ جِدًّا، فَقَامَ بِلَالٌ فَأَذَنَهُ. حضرت ابو عبد اللہ بلال بن رباح رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے مؤذن ہیں سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نماز صبح کی اطلاع کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کسی کام میں مصروف کر دیا۔ جس کے متعلق وہ حضرت بلال سے

بِالضَّلُوةِ وَتَاتَعَ أَذَانَهُ فَلَمْ يَخْرُجْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا خَرَجَ صَلَّى بِالنَّاسِ فَأُخْبِرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ شَغَلَتْهُ بِأَمْرِ سَأَلَتْهُ عَنْهُ حَتَّى أَصْبَحَ جِدًّا، وَأَنَّهُ أَبْطَأَ عَلَيْهِ بِالْخُرُوجِ فَقَالَ - يَعْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: إِنْ كُنْتُ رَكْعَتُ رَكْعَتِي الْفَجْرِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ أَصْبَحْتَ جِدًّا، فَقَالَ: لَوْ أَصْبَحْتُ أَكْثَرَ مِمَّا أَصْبَحْتُ، لَرَكْعَتُهُمَا، وَأَحْسَنُتُهُمَا وَأَجْمَلُتُهُمَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

پوچھنا چاہتی تھیں۔ حتیٰ کہ خوب صبح ہو گئی۔ پھر حضرت بلال کھڑے ہوئے اور آپ کو نماز کی اطلاع دی اور بار بار عرض کیا لیکن رسول اللہ ﷺ باہر نہ نکلے۔ پھر جب آپ باہر تشریف لائے تو لوگوں کو نماز پڑھائی۔ حضرت بلال کھڑے ہوئے اور حضرت بلال نے عرض کیا کہ حضرت عائشہ نے ان کو ایک کام کہا جس کی وجہ سے وہ مصروف رہے۔ حتیٰ کہ خوب صبح ہو گئی۔ اور آپ نے نکلنے میں دیر کر دی۔ تو آپ یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں فجر کی دو رکعتیں پڑھ رہا تھا۔ پھر عرض کیا: یا رسول اللہ آپ نے خوب صبح کر دی۔ فرمایا: اگر میں اس سے بھی زیادہ دیر کرتا تو بھی میں فجر کی دو سنتیں پڑھتا اور ان کو حسین و جمیل بنا کر پڑھتا۔ اسے ابو داؤد نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا۔ (ابو داؤد)

تخریج حدیث: (سان ابو داؤد: باب فی تخفیفہما، ج ۱ ص ۳۸۴، رقم: ۱۲۵۱ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب تاکید رکعتی الفجر، ج ۱ ص ۱۲، رقم: ۲۶۶۱ مسند امام احمد بن حنبل: حدیث بلال رضی اللہ عنہ، ج ۱ ص ۱۳، رقم: ۲۳۹۵۱ مسند البزار، مسند بلال رضی اللہ عنہ، ج ۱ ص ۲۳۸، رقم: ۱۲۸۱)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نماز فجر کی اہمیت کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

فی الدر المختار، اخاف فوت الوقت لاشتغاله بسنتها ترکها والا بل یصلیها عند باب المسجد، وفي رد المحتار ای خارج المسجد كما صرح به القهستاني وقال في العناية لانه لو صلاها في المسجد كان متغلا فيه عند اشتغال الامام بالفريضة وهو مكروه ومثله في النهاية والمعراج ۲- ۱ مختصرین۔

(۱) رد مختار باب ادراك الفريضة مطبوع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۹-۱۰۰ (۲) رد مختار باب ادراك الفريضة مطبوع مکتبہ سعید کمپنی کراچی ۲/ ۵۶) در مختار میں ہے جب نمازی کو سنن میں مشغولیت سے وقت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو انہیں ترک کرے ورنہ ترک نہ کرے بلکہ انہیں مسجد دروازے کے پاس ادا کرے۔ رد المحتار میں ہے یعنی مسجد سے باہر ادا

کرے، جیسا کہ اس پر قبستانی نے تصریح کی ہے۔ عنایہ میں ہے اگر اس نے سنن مسجد میں ادا کیں تو یہ امام کے فریضہ میں مشغول ہونے کے وقت نوافل پڑھنے والا قرار پائے گا جو کہ مکروہ ہے۔ اسی کی مثل نہایہ اور معراج میں ہے اھ دونوں کتابوں کی عبارت اختصاراً منقول ہے (ت)

بعینہ یہ صورت سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے ایک روز وہ ایسے وقت تشریف لائے کہ جماعت فجر قائم ہو چکی تھی انہوں نے ابھی سنتیں نہ پڑھی تھیں ان کی بہن ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ مطہرہ مسجد سے ملا ہوا تھا جس کا دروازہ عین مسجد میں تھا وہاں چلے گئے اور سنتیں حجرے میں پڑھ کر پھر مسجد میں آکر شامل جماعت ہوئے۔ امام اجل ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

حدثنا علي بن شيبه ثنا الحسن بن موسى ثنا شيبان بن عبد الرحمن عن يحيى بن ابی كثير عن زيد بن اسلم عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما انه جاء والامام يصلي الصبح ولم يكن صلي الركعتين قبل صلوة الصبح فصلاهما في حجرة حفصة رضي الله تعالى عنهما ثم انه صلي مع الامام ففي هذا الحديث عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما انه صلاهما في المسجد لان حجرة حفصة رضي الله تعالى عنهما من المسجد۔

(شرح معانی الآثار باب الرجل يدخل المسجد والامام في الصلوة مطبوعہ المجمع ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۵۸)

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے تو امام صبح کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے فجر کی دو سنتیں ابھی ادا نہیں کی تھیں تو آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں انہیں ادا کیا پھر امام کے ساتھ شریک ہوئے۔ اس حدیث نے واضح کر دیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فجر کی سنتیں مسجد میں ادا کیں کیونکہ حجرہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسجد کا حصہ تھا۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ، ج ۷، ص ۲۵۱)

ابوداؤد ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: فجر کی سنتیں نہ چھوڑو، اگرچہ تم پر دشمنوں کے گھوڑے آپڑیں۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الطلوع، باب فی تخفیفہما، الحدیث: ۱۲۵۸، ج ۲، ص ۳۱)

54- بَابُ تَخْفِيفِ رُكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَبَيَانِ مَا يَقْرَأُ فِيهِمَا وَبَيَانِ وَقْتِهِمَا
فجر کی دو سنتوں کو مختصر پڑھنے ان میں قرأت کرنے اور ان کے وقت کا بیان

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی اذان و تکبیر کے درمیان دو بلکی (مختصر) رکعتیں پڑھتے۔ (متفق علیہ)

(1108) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رُكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ بَيْنَ الْإِقَامَةِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اور ایک اور متفق علیہ روایت میں ہے کہ آپ فجر کی دو رکعتیں اتنی مختصر پڑھتے کہ میں کہتی کیا آپ نے ان میں فاتحہ پڑھی ہے؟ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صبح کی اذان سن کر فجر کی دو رکعتیں پڑھتے اور ان میں تخفیف کرتے۔ اور ایک روایت ہے کہ جب طلوع فجر ہوئی۔

وَفِي رَوَايَةٍ لَّهُمَا: يُصَلِّي رَكْعَتَي الْفَجْرِ، فَيُخَفِّفُهُمَا حَتَّى يَقُولَ: هَلْ قَرَأَ فِيهِمَا بِأَمْرِ الْقُرْآنِ. وَفِي رَوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَي الْفَجْرِ إِذَا سَمِعَ الْآذَانَ وَيُخَفِّفُهُمَا. وَفِي رَوَايَةٍ: إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الاذان بعد الفجر: ج ۱، ص ۱۱۲، رقم: ۶۱۱، صحیح مسلم: باب استحباب رکعتی سنة الفجر والحديث عليهما: ج ۱، ص ۱۵۹، رقم: ۱۱۱۴، السنن النسائي: باب وقت ركعتي الفجر: ج ۱، ص ۲۵۳، رقم: ۱۱۶۱، مسند امام احمد بن حنبل: حديث حفصة أم المؤمنين رضي الله عنها: ج ۱، ص ۲۸۳، رقم: ۲۷۴۴، صحیح ابن حبان: باب النوافل: ج ۱، ص ۲۰۰، رقم: ۲۷۵۳)

شرح حدیث: سنتوں اور نفلوں کا بیان

سنت کی دو قسمیں ہیں ایک سنت مؤکدہ اور دوسری سنت غیر مؤکدہ۔

مسئلہ: سنت مؤکدہ یہ ہیں دو رکعت فجر کی سنت فرض نماز سے پہلے، چار رکعت ظہر کی سنت فرض نماز سے پہلے اور دو رکعت بعد میں، مغرب کے بعد دو رکعت سنت، عشاء کے بعد دو رکعت سنت، جمعہ سے پہلے چار رکعت سنت اور جمعہ کے بعد چار رکعت سنت۔ یہ سب سنتیں مؤکدہ ہیں یعنی ان کو پڑھنے کی تاکید ہوئی ہے بلا عذر ایک مرتبہ بھی ترک کرے تو ملامت کے قابل ہے اور اس کی عادت ڈالے تو فاسق جہنم کے لائق ہے اور اس کے لئے شفاعت سے محروم ہو جانے کا ڈر ہے ان مؤکدہ سنتوں کو سُنُّنُ الْهُدَى بھی کہتے ہیں۔ (رد المحتار، کتاب الصلاة، مطلب فی السنن والنوافل، ج ۲، ص ۵۳۵)

مسئلہ: سنت غیر مؤکدہ یہ ہیں چار رکعت عصر سے پہلے، چار رکعت عشاء سے پہلے، اسی طرح عشاء کے بعد دو رکعت کی بجائے چار رکعت اور جمعہ کی فرض نماز ادا کرنے کے بعد بجائے چار رکعت سنت کے چھ رکعت۔ سنت مغرب کے بعد چھ رکعت صلوٰۃ الاوابین اور دو رکعت تحیۃ المسجد دو رکعت تحیۃ الوضوء اگر مکروہ وقت نہ ہو، دو رکعت نماز اشراق، کم سے کم دو رکعت نماز چاشت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت، کم سے کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعت نماز تہجد، صلوٰۃ التبیح، نماز ستفارہ، نماز حاجت وغیرہ ان سنتوں کو اگر پڑھے تو بہت زیادہ ثواب ہے اور اگر نہ پڑھے تو کوئی گناہ نہیں ہے ان سنتوں کو سنن الزوائد اور کبھی سنت مستحبہ کہتے ہیں۔ (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاة، الباب التاسع فی النوافل، ج ۱، ص ۱۱۲ / الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب فی السنن والنوافل، ج ۲، ص ۵۳۶، ۵۳۷) (یعنی زیور ۳۰۳)

حضرت حفصہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول

(1109) وَعَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ

اللہ ﷻ دو مختصر رکعتیں ادا فرماتے۔ جب مؤذن اذان

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَدَّانَ

الْمُؤَدِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ رِيًّا أَوْ رَجْعًا وَاجْتَمَعَ هُوَ جَائٍ - (متفق عليه)

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَا يُصَلِّي إِلَّا رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر طلوع ہونے کے بعد صرف دو مختصر رکعتیں ادا فرماتے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الرکعتین قبل الظهر: ج ۲ ص ۵۹ رقم: ۱۱۸۱ صحیح مسلم: باب استحباب رکعتی سنة الفجر والحديث عليهما: ج ۲ ص ۱۵۹ رقم: ۱۱۸۱ السنن الكبرى للبيهقي: باب من لم يصل بعد الفجر الا ركعتي الفجر: ج ۲ ص ۳۸۶ رقم: ۱۱۸۱ سنن النسائي الكبرى: باب الصلاة بعد طلوع الفجر: ج ۱ ص ۳۸۶ رقم: ۱۵۵۹ مسند امام احمد بن حنبل: حديث حفصة أم المؤمنين رضي الله عنها: ج ۱ ص ۲۸۴ رقم: ۲۶۴۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ سنت فجر جو گھر میں پڑھے اور ہلکی پڑھے۔ بعض صوفیاء اس کی رکعت اول میں الم نثر اور دوسری میں الم ترکیف پڑھتے ہیں بعد میں ۷۰ بار استغفار پھر مسجد میں آکر باجماعت فرض، اس عمل سے بوا سیر سے امن رہتی ہے، گھر میں برکت و اتفاق، چونکہ حضرت ابن عمر اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نہ ہوتے تھے اس لیے حضرت حفصہ سے روایت کی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۸۴)

(1110) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْنِي مَثْنِي، وَيُؤْتِرُ بِرَكَعَةٍ مِنَ آخِرِ اللَّيْلِ، وَيُصَلِّي الرَّكَعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، وَكَانَ الْأَذَانَ بِأُذُنَيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو دو دو رکعت پڑھتے اور رات کے آخر میں ایک رکعت ملا کر وتر بنا لیتے اور آپ صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت ادا کرتے حالانکہ اذان آپ کے کانوں میں پڑ رہی ہوتی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب ساعات الوتر: ج ۲ ص ۲۵ رقم: ۱۱۵۵ صحیح مسلم: باب صلاة الليل مثنى مثنى والوتر ركعة من آخر الليل: ج ۲ ص ۱۰۲ رقم: ۱۱۵۵ سنن النسائي: باب عدد الوتر: ج ۲ ص ۱۰۲ رقم: ۱۱۵۵ سنن ابن ماجه: باب ما جاء في الوتر بركة: ج ۱ ص ۲۴۱ رقم: ۱۱۵۵ صحیح ابن خزيمة: باب ذكر الاخبار المنصوصة عن النبي صلى الله عليه وسلم أن الوتر ركعة: ج ۲ ص ۱۰۲ رقم: ۱۰۵۳)

شرح حدیث: وتر کی تین رکعتیں ہیں

وتر کی نماز ایک سلام سے تین رکعت ہیں: حدیث شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار کریم ﷺ ہر رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ چار رکعت (تہجد) ادا کرتے پھر آپ تین

رکعت (وتر) ادا فرماتے۔ (بخاری، کتاب الحج، جلد اول، حدیث 1077، ص 472 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور، مسند شریف، جلد اول، کتاب
صلوة المسافرين وقصرها، حدیث 1620، ص 573 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک طویل حدیث نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین
مرتبہ دو رکعت کر کے چھ رکعت (تہجد) پڑھی اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعت وتر ادا کئے۔

(مسلم شریف، جلد اول، کتاب صلوۃ المسافرين وقصرها، حدیث 1696، ص 597، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)
حدیث شریف: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر کی پہلی رکعت میں
سورۃ الاعلیٰ، دوسری رکعت میں سورۃ الکافرون اور تیسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھتے اور تینوں رکعتوں کے آخر میں
سلام پھیرتے تھے۔ (سنن نسائی، جلد اول، کتاب قیام اللیل وطلوع النہار، حدیث 1702، ص 540، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

حدیث شریف: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ امام ترمذی
علیہ الرحمہ نے کہا اہل علم صحابہ کرام و تابعین کرام رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔

(جامع ترمذی جلد اول، ابواب الوتر حدیث 448، ص 283، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور، زجاجة المصالح، باب الوتر جلد 2، ص 263)
حدیث شریف: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعت ہے۔ (طحاوی شریف)
حدیث شریف: سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما وتر کی تین رکعتوں میں تین سورتیں تلاوت فرماتے۔ سبح
اسم ربك الاعلیٰ اور قل یا ایہا الکفرون اور قل هو اللہ احد۔

(سنن نسائی، جلد اول حدیث نمبر 1706، ص 541، مطبوعہ فرید بک لاہور پائستون)
حدیث شریف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وٹروں میں کیا پڑھتے تھے تو
انہوں نے فرمایا۔ پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ، دوسری میں قل یا ایہا الکفرون اور تیسری میں قل هو اللہ
احد پڑھتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ، جلد اول، باب ماجاء فیما قرأ فی الوتر، حدیث نمبر 1224، ص 336، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور)

امام اہل سنت الشہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نماز فجر کی اہمیت کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری فعل تین رکعت وتر ہے:

وانما یؤخذ بالآخر فهو الاخر من فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

آپ کے آخری عمر کے اعمال پر عمل کیا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہی ہے (ت)

اتنا یاد رہے کہ یہاں ان مسائل میں مخالفت کرنے والے غیر مقلدین وہابیہ ہیں جن پر بوجہ کثیرہ ان کے ضالہ کے
سبب کفر لازم، جس کی قدرے تفصیل ہمارے رسالہ الکوکتہ الشہابیہ میں ہے وہ کہ مسلمان ہی نہیں انھیں ایسے فروعی مسائل
اسلامی میں نیا دخل دینے کا کیا حق، ان سے تو اصول پر گرفت کی جائے گی کہ مقتدی فاتحہ پڑھے نہ پڑھے آمین جبر سے کہے

یا آہستہ، تراویح آٹھ رکعت ہوں یا نہیں، وتر ایک ہو یا تین یہ تو سب اس پر موقوف ہیں کہ نماز بھی صحیح ہو جس کا اسلام صحیح نہیں اس کی نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے وہ ان مسائل میں اس طرف عمل کرے تو اس کی نماز باطل، اس طرف عمل کرے تو باطل، پھر لایعنی فضول زق زق سے کیا فائدہ اور مسلمان کو ہوشیار رہنا چاہئے کہ نہ ان سے ملنا جائز، نہ ان کی بات سننی جائز، نہ اس کے پاس بیٹھنا جائز۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے:

واما ليسيتك الشيطان فلا تقعد بعد الذكري مع القوم الظالمين۔

اور جب کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر عالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت) (القرآن ۶/۶۸)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ایاکم وایاہم لایضلونکم ولا یغترونکم۔

(حج مسلم باب النبی عن الروایۃ عن الفضلاء الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۰/۱)

تم ان سے سخت بچو کہ نہ وہ تمہیں گمراہ کریں نہ ہی فتنہ میں ڈالیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۱۸۶)

(1111) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتْلُو فِي رَكْعَتِي الْفَجْرِ فِي الْأَوَّلَى مِنْهُمَا: (تَقُولُوا أَمَّا بِاللهِ وَمَا أَلْزَلِ إِلَيْنَا) الْآيَةَ. الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ وَفِي الْآخِرَةِ مِنْهُمَا: (أَمَّا بِاللهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ) وَفِي رِوَايَةٍ: وَفِي الْآخِرَةِ الَّتِي فِي آلِ عِمْرَانَ: (تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٌ بَيْنُنَا وَبَيْنَكُمْ) رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعتوں میں پہلی رکعت میں قُولُوا أَمَّا بِاللهِ وَمَا أَلْزَلِ إِلَيْنَا والی آیت جو سورۃ بقرہ میں ہے پڑھتے اور دوسری رکعت میں أَمَّا بِاللهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ پڑھتے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دوسری میں آل عمران کی آیت اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٌ بَيْنُنَا وَبَيْنَكُمْ پڑھتے۔ (مسلم)

تخرج حديثاً: (صحيح مسلم: باب استحباب ركعتي سنة الفجر والحف عليهما: ج ٢ ص ١٩٤ - رقم: ١٤٢٣ - السنن الكبيري لمصطفى: باب ما يستحب قراته في ركعتي الفجر بعد الفاتحة: ج ٣ ص ٤٤ - رقم: ٤٠٠٠ - سنن النسائي: باب القراءة في ركعتي الفجر: ج ١ ص ٣٢٨ - رقم: ١٠٣٩)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی فجر کے فرضوں میں رکعت اول میں سورہ بقرہ کا یہ رکوع اور دوسری رکعت میں سورہ آل عمران کا وہ رکوع پڑھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ نماز میں الحمد کے ساتھ رکوع ملانا بھی سنت ہے اگرچہ پوری سورہ ملانا زیادہ بہتر کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر یہ عمل ہے۔ (بزاۃ الناجح، ج ۲ ص ۷۱)

(1112) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي رَكْعَتَيِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو رکعتوں میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ

الْفَجْرِ: (قُلْ يَٰ أَيُّهَا الْكَافِرُونَ) وَ (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کی تلاوت فرمائی۔ (مسلم)
رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب استحباب رکعتی سنة الفجر والحج علیہما ج ۲ ص ۱۶۰ رقم: ۱۶۲۲ سنن ابوداؤد باب فی تخفیفہما ج ۱ ص ۲۸۴ رقم: ۱۲۵۸ سنن النسائی باب القراءة فی رکعتی الفجر ج ۱ ص ۲۲۸ رقم: ۱۰۱۴ السنن الصغری للبیہقی باب تاکید الركعات الاربع قبل الظهر ورکعتی الفجر ج ۱ ص ۲۳۱ رقم: ۴۳۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی فجر کی سنتوں میں رکعت اول میں قُلْ یَٰ أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور رکعت دوم میں قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھتے تھے کیونکہ سرکار ایک آدھ آیت اوپچی بھی پڑھ دیتے تھے اس لیے صحابہ کرام کو یہ پتہ لگ جاتا تھا اور اگر فجر کے فرض مراد ہوں تو یہ واقعہ کسی سفر کا ہوگا ورنہ حضور پھر میں فجر میں اکثر طویل مفصل کی بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے۔ (بزم المناجیح، ج ۲ ص ۷۰)

(1113) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. قَالَ: رَمَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، شَهْرًا فَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرُّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ: (قُلْ يَٰ أَيُّهَا الْكَافِرُونَ) وَ (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خوب غور سے مہینہ بھر دیکھا کہ آپ فجر کی دو رکعتوں میں (سنتوں) میں قُلْ یَٰ أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کی تلاوت کرتے تھے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء فی تخفیف رکعتی الفجر وما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فیہما ج ۱ ص ۱۶۱ رقم: ۲۱۶ صحیح ابن حبان باب النوافل ج ۱ ص ۲۱۱ رقم: ۲۲۵۹ مصنف ابن ابی شیبہ باب ما یقرأ بہ فیہما ج ۲ ص ۲۲۲ رقم: ۱۶۱۵)

شرح حدیث: چوتھائی قرآن

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، إِذَا زُلْزِلَتْ نِصْفُ قُرْآنٍ کے برابر ہے اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے اور قُلْ یَٰ أَيُّهَا الْكَافِرُونَ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

(ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء سورة الاخلاص، ج ۱، رقم: ۲۹۰۳، ج ۲، ص ۳۰۹)

قل هو الله احد پڑھنے کا ثواب

حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحب ثلواک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم میں سے کوئی شخص رات میں تہائی قرآن کیوں نہیں پڑھتا؟ صحابہ کرام عظیم رضوان نے عرض کیا، کوئی شخص تہائی قرآن کیسے پڑھ سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا، قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے۔

(مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل قراءة قل هو الله احد، رقم ۸۱۱، ص ۲۰۵)

اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ عزوجل نے قرآن کے تین جزء فرمادیئے اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کو قرآن کے اجزاء میں سے ایک جزء بنادیا۔ (مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل قراءة قل هو الله احد، رقم ۸۱۱، ص ۲۰۵)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سید المرسلین، رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ، نے ارشاد فرمایا، اکٹھے ہو جاؤ کیونکہ ابھی میں تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھوں گا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جنہیں جمع ہونا تھا وہاں جمع ہو گئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھی اور واپس تشریف لے گئے۔ ہم ایک دوسرے سے کہنے لگے، شاید آسمان سے کوئی خبر آئی ہے جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے گئے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ تشریف لائے تو فرمایا کہ میں نے تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھنے کا کہا تھا تو سن لو کہ یہی سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔

(مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل قراءة قل هو الله احد، رقم ۸۱۲، ص ۲۰۵)

اللہ عزوجل اس سے محبت فرماتا ہے

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو کسی سریہ میں بھیجا تو وہ اپنے ساتھیوں کی امت کراتے ہوئے اپنی قراءت کو قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پر ختم کیا کرتا تھا۔ جب وہ لشکر واپس آیا اور لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ جب لوگوں نے اس سے پوچھا تو اس نے جواب دیا، اس لئے کہ اس میں رحمن عزوجل کی تعریف ہے اور میں اسے پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اسے خبر دے دو کہ اللہ عزوجل بھی اس سے محبت فرماتا ہے۔ (بخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء دعاء النبی امتی تو حید اللہ تبارک وتعالیٰ، رقم ۷۳۷۵، ج ۳، ص ۵۳۱)

فجر کی دو رکعت پڑھنے کے بعد دائیں پہلو پر لیٹنے کا مستحب ہونا اور اس کی ترغیب اگرچہ رات کو تہجد پڑھی ہو یا نہیں

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فجر کی دو رکعتیں پڑھ لیتے تو دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔ (بخاری)

55- بَابُ اسْتِحْبَابِ الْإِضْطِجَاعِ بَعْدَ رُكْعَتَيِ الْفَجْرِ عَلَى جَنْبِهِ الْأَيْمَنِ وَالْحَقِّ عَلَيْهِ سَوَاءٌ كَانَ تَهَجَّدَ بِاللَّيْلِ أَمْ لَا

(1114) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى رُكْعَتَيِ الْفَجْرِ، اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الضجعة علی الشی الامین بعد رکعتی الفجر: ج ۲ ص ۵۵ رقم: ۱۱۵۸ مسند اسحاق بن راہویہ باب ما یروی عن روفہ بن زہیر: ج ۲ ص ۳۰۱ رقم: ۸۲۲ سنن ابن ماجہ: باب ما جاء فی الضجعة بعد الوتر وبعد رکعتی الفجر: ج ۱ ص ۳۶۸ رقم: ۱۱۵۸ مسند امام احمد بن حنبل: حدیث السیدة عائشہ رضی اللہ عنہا: ج ۱ ص ۲۵۳ رقم: ۱۶۲۱۲ اطراف المسند المعتبر من اسمہ عروۃ بن الزہیر: ج ۱ ص ۱۲۱ رقم: ۱۱۶۲۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی حضرت بلال جماعت کے وقت در دولت پر حاضر ہو کر عرض کرتے کہ کیا تکبیر کہوں آپ اجازت دیتے تب وہ صف میں پہنچ کر تکبیر شروع کرتے جب حی علی الفلاح پر پہنچتے تو آپ دروازہ شریف سے مسجد میں داخل ہوتے۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ سنت فجر سے بعد ڈاہنی کروٹ پر کچھ دیر لیٹ جانا سنت ہے بشرطیکہ نیند نہ آجائے ورنہ وضو جاتا رہے گا۔ دوسرے یہ کہ سلطان اسلام عالم دین کو اذان کے علاوہ بھی نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔

(بزمۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴۱۳)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء سے فارغ ہونے کے بعد فجر تک گیارہ رکعت پڑھتے۔ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے اور ایک رکعت ملا کر وتر بنا لیتے۔ جب نماز فجر کی اذان سے مؤذن خاموش ہو جاتا اور فجر واضح ہو جاتی تو آپ کے پاس مؤذن آتا آپ دو مختصر رکعتیں پڑھتے پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ مؤذن آپ کے پاس اقامت کے لیے حاضر ہوتا۔

(مسلم)

ان (حضرت عائشہ) کا قول دو رکعتوں پر سلام پھیرتے۔ مسلم میں اسی طرح ہر دو رکعت کے درمیان سلام پھیرتے کے الفاظ ہیں اس کا معنی ہے ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے۔

(1115) وَعَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى الْفَجْرِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَيُؤْتِي بِوَاحِدَةٍ، فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ، وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ، وَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ، هَكَذَا حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْإِقَامَةِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَوْلُهَا: يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ هَكَذَا حُوِّنِي مُسْلِمٌ وَمَعْنَاهُ: بَعْدَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲ ص ۱۵۵ رقم: ۱۱۵۲ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب صلاة اللیل مثنی مثنی: ج ۲ ص ۳۸۱ رقم: ۲۷۵۳ سنن ابوداؤد: باب فی صلاة اللیل: ج ۱ ص ۵۱ رقم: ۱۲۲۸ سنن ابن ماجہ: باب ما جاء فی کہ یصل باللیل: ج ۱ ص ۳۲۲ رقم: ۱۲۵۸ صحیح ابن حبان: باب النوافل: ج ۱ ص ۲۱۸ رقم: ۲۲۱۷)

شرح حدیث: حکیم الاثنت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(فجر تک گیارہ رکعت پڑھتے) اس طرح کی آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے تین رکعت وتر۔ خیال رہے کہ بغیر عشاء پڑھے تہجد نہیں ہو سکتی۔

(ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے) اس آخری جملہ سے بہت لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے، بعض نے اس کے یہ معنی کئے دس رکعتیں تہجد پڑھی ہر دو رکعت پر سلام اور ایک رکعت وتر پڑھی مگر اس بناء پر یہ روایت ان تمام روایات کے خلاف ہوگی جن میں تین رکعت وتر کی تصریح ہے یا جن میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی رکعت اول میں سورہ اعلیٰ پڑھی دوسری میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ بعض لوگوں نے یہ معنی کیئے کہ تہجد آٹھ رکعتیں پڑھیں اور وتر تین رکعتیں اگر اس طرح کہ وتر کی دو رکعت ایک سلام سے اور ایک رکعت ایک سلام سے مگر یہ معنی ان احادیث کے خلاف ہیں جن میں وارد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سلام سے تین رکعت وتر پڑھے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص نماز ایک رکعت والی نماز سے منع فرمایا، ارشاد فرمایا کہ مغرب دن کے وتر ہیں اور وتر رات کے وتر، لہذا اس حدیث کے معنی وہی درست ہیں جو احناف نے کیئے وہ یہ کہ دو دو رکعت پر سلام تو تہجد میں پھیرا اور وتر اس طرح پڑھے کہ دو رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملائی جس سے یہ ساری نماز وتر یعنی طاق ہوگئی یعنی پڑ گئے کی ب تعدیہ کی نہیں بلکہ استعانت کی ہے اب یہ کسی حدیث سے متعارض نہیں۔

(ایک رکعت ملا کر وتر بنا لیتے) یعنی نماز تہجد کا ہر سجدہ یا وتر کا ہر سجدہ یا تہجد سے فارغ ہو کر شکر کا ایک سجدہ اتنا دراز دا کرتے کہ تم میں سے کوئی آدمی اتنی دیر میں چپاس آیات تلاوت کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کے بعد اس کا شکر یہ ادا کرنا کہ رب نے اس نماز کی توفیق بخشی بہتر ہے۔

(آپ دو مختصر رکعتیں پڑھتے) جب خوب روشنی ہو جاتی تو سنت فجر ادا فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فجر اجیالے میں پڑھنا سنت ہے اس طرح کہ سنتیں بھی بلکہ اذان فجر بھی اجیالے میں ہو ورنہ ام المؤمنین تبین نہ فرماتیں۔

(حتیٰ کہ مؤذن آپ کے پاس اقامت کے لیے حاضر ہوتا) یعنی حضرت بلال جماعت کے وقت درود و پڑھنا ضرر ہو کر عرض کرتے کہ کیا تکبیر کہوں آپ اجازت دیتے تب وہ صف میں پہنچ کر تکبیر شروع کرتے جب حی علی الفلاح پر پہنچتے تو آپ دروازہ شریف سے مسجد میں داخل ہوتے۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ سنت فجر سے بعد داہنی کروٹ پر کچھ دیر لیٹ جانا سنت ہے بشرطیکہ نیند نہ آجائے ورنہ وضو جاتا رہے گا۔ دوسرے یہ کہ سلطان اسلام عالم دین کو اذان کے علاوہ بھی نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔ (مزاۃ النبی، ج ۲ ص ۴۱۳)

(1116) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا. اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی فجر کی دو رکعتیں

صَلَّى أَحَدُكُمْ رُكْعَتَيِ الْفَجْرِ، فَلْيُضْطَجِعْ عَلَى يَمِينِهِ
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحَةٍ، قَالَ
التِّرْمِذِيُّ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔

ادا کر لے تو وہ اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جائے۔ اس
حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے صحیح اسناد کے ساتھ
روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح
ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء في الاضطجاع بعد ركعتي الفجر: ج ۱ ص ۲۸۱ رقم: ۲۲۰۰ السنن الکبریٰ باب
ما ورد في الاضطجاع بعد ركعتي الفجر: ج ۲ ص ۴۵ رقم: ۵۰۸۳ سنن ابو داؤد: باب الاضطجاع بعدها: ج ۱ ص ۳۸۸ رقم: ۱۲۶۳ صحیح
ابن حبان: باب النوافل: ج ۱ ص ۲۲۰ رقم: ۲۴۱۸ صحیح ابن خزيمة: باب استحباب الاضطجاع بعد ركعتي الفجر: ج ۲ ص ۱۶۴ رقم: ۱۱۰۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یہ حکم استحبالی ہے اور اس کے لیے ہے جو تہجد میں جاگتا رہا ہوتا کہ کچھ آرام کر کے فرض فجر پڑھے آسانی ادا کرے۔ اسی
لیے علماء فرماتے ہیں کہ یہ عمل گھر میں کرے مسجد میں نہ کرے تاکہ لوگوں کو اپنی تہجد پر مطلع نہ کرے مگر خیال رہے کہ اس
طرح بیٹے کے نیند یا اونگھ نہ آنے پائے ورنہ وضو جاتا رہے گا اور سنت یہ ہے کہ فجر کی سنتیں و فرض ایک وضو سے پڑھے اگر تہجد
نہ پڑھنے والا بھی سنت پر عمل کرنے کی نیت سے اس وقت کچھ لیٹ جائے تو حرج نہیں۔ (بزواۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴۳۲)

56۔ بَابُ سُنَّةِ الظُّهْرِ ظہر کی سنتوں کا بیان

(1117) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ:
صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رُكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرُكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، مُتَّفَقٌ
عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے
رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو
رکعت بعد میں پڑھی ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب ما جاء في التطوع مثنى مثنى: ج ۲ ص ۵۶ رقم: ۱۱۶۵ صحیح مسلم: باب صلاة الليل
مثنى مثنى والوتر ركعة من آخر الليل: ج ۲ ص ۱۶۴ رقم: ۴۹۴ السنن الصغرى للبيهقي: باب ذكر النوافل التي هي اتباع الفرائض
ج ۱ ص ۲۳۹ رقم: ۴۲۲ المنتقى لابن الجارود: باب في ركعات السنة: ص ۴۹ رقم: ۲۴۶ مسند امام احمد بن حنبل: مسند عبدالله بن
عمر ج ۱ ص ۴۴ رقم: ۵۳۲۰ مصنف عبدالرزاق: باب التطوع قبل الصلاة: ج ۲ ص ۶۵ رقم: ۲۸۱۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یہاں ساتھ پڑھنے سے مراد جماعت سے پڑھنا نہیں کیونکہ سوائے تراویح باقی سب کی جماعت مکروہ ہے بلکہ ہمراہی
میں پڑھنا مراد ہے یعنی میں نے بھی پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جیسے رب بلقیس کا قول یوں نہ فرماتا ہے:
أَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی نے ظہر سے پہلے دو سنتیں مؤکدہ مانیں، ہمارے ہاں مؤکدہ چار ہیں

جیسا کہ بہت سی احادیث میں ہے یہاں تحیۃ المسجد کے نفل مراد ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنت ظہر گھر میں ادا کر کے تشریف لاتے تھے۔ چنانچہ ازواج مطہرات کی روایت یوں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے چار سنتیں کبھی نہ چھوڑتے تھے۔ (برزائۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۸۳)

(1118) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدْعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت کو نہ چھوڑتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الرکعتین قبل الظہر، ج ۲ ص ۵۹، رقم: ۱۱۸۲، سنن النسائی، باب المحافظة علی الرکعتین قبل الفجر، ج ۱ ص ۳۵۲، رقم: ۱۲۵۱، السنن الصغری للبیہقی، باب تاکید الرکعات الاربع قبل الظہر، ج ۱ ص ۲۳۱، رقم: ۴۵، سنن ابوداؤد، باب التطوع ورکعات السنة، ج ۱ ص ۳۸۶، رقم: ۱۲۵۵، سنن الدارمی، باب فی صلاة السنة، ج ۱ ص ۳۹۶، رقم: ۱۳۳۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس میں سنت مؤکدہ کی تعداد بھی معلوم ہوئی اور یہ بھی کہ سنتیں گھر میں ادا کرنا افضل ہے اگرچہ مسجد میں بھی جائز۔

(برزائۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۸۶)

(1119) وَعَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي بَيْتِي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا، ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّي بِالنَّاسِ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ. وَكَانَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، وَيُصَلِّي بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ، وَيَدْخُلُ بَيْتِي فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعت ادا کرتے پھر نکل کر لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر داخل ہوتے اور دو رکعت پڑھتے۔ اور لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے پھر میرے گھر میں داخل ہوتے اور دو رکعت پڑھتے اور لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے اور میرے گھر میں داخل ہو کر دو رکعت ادا کرتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جواز النافلة قائماً وقاعداً وفعل بعض الرکعة قائماً، ج ۲ ص ۱۶۲، رقم: ۱۵۳۳، السنن الکبری للبیہقی، باب من قال فی ثلثا عشرة رکعة فجعل قبل الظہر اربعاً، ج ۲ ص ۱۶۱، رقم: ۱۲۵۲، سنن ابوداؤد، باب التطوع ورکعات السنة، ج ۱ ص ۳۸۶، رقم: ۱۲۵۳، صحیح ابن خزيمة، باب استحباب صلاة التطوع قبل المکتوبات، ج ۲ ص ۲۰۸، رقم: ۱۱۹۹، مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج ۳ ص ۳۰، رقم: ۲۲۰۶۵)

شرح حدیث: پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فکرِ مدینہ.....

حضرت سیدنا ابویوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے ہاں جلوہ فرمایا کرتے تو ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں پابندی سے ادا فرمایا کرتے اور فرماتے، بے شک جب زوال کا وقت ہوتا ہے تو

آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جن میں سے لوئی دروازہ دوبارہ بند نہیں ہوتا اور میں پسند کرتا ہوں کہ اس گھڑی میں میری طرف سے لوئی نیکی اٹھائی جائے۔ (من الہی زاد، کتاب الطہارۃ، باب الارش قبل الظہر و بعد حاتم ۱۲، ج ۱ ص ۳۵)

اہم اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

امام فقہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا میں نے تورات مقدس کے کسی مقام میں پڑھا اے موسیٰ! فجر کی دو رکعتیں احمد اور اس کی اُمت ادا کرے گی جو انہیں پڑھے گا اُس دن رات کے سارے گناہ اُس کے بخش دُوں گا اور وہ میرے ذمہ میں ہوگا۔ اے موسیٰ! ظہر کی چار رکعتیں احمد اور اس کی اُمت پڑھے گی انہیں پہلی رکعت کے عوض بخش دُوں گا اور دوسری کے بدلے ان کا پالہ بھاری کر دوں گا اور تیسری کیلئے فرشتے موکل کروں گا کہ تسبیح کریں گے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے، اور چوتھی کے بدلے اُن کیلئے آسمان کے دروازے کشادہ کر دوں گا، بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں اُن پر مشتاقانہ نظر ڈالیں گی۔ اے موسیٰ! عصر کی چار رکعتیں احمد اور ان کی اُمت ادا کرے گی تو ہفت آسمان وزمین میں کوئی فرشتہ باقی نہ بچے گا سب ہی ان کی مغفرت چاہیں گے اور ملائکہ جس کی مغفرت چاہیں میں اسے ہرگز عذاب نہ دُوں گا۔ اے موسیٰ! مغرب کی تین رکعت ہیں انہیں احمد اور اس کی اُمت پڑھے گی آسمان کے سارے دروازے ان کیلئے کھول دُوں گا، جس حاجت کا سوال کرینگے اسے پورا ہی کر دوں گا۔ اے موسیٰ! اشفق ڈوب جانے کے وقت یعنی عشاء کی چار رکعتیں ہیں پڑھیں گے انہیں احمد اور ان کی اُمت، وہ دنیا والیہا سے اُن کیلئے بہتر ہیں، وہ انہیں گناہوں سے ایسا نکال دیں گی جیسے اپنی ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ اے موسیٰ! وضو کرے گا احمد اور اس کی اُمت جیسا کہ میرا حکم ہے میں انہیں عطا فرماؤں گا ہر قطرے کے عوض کہ آسمان سے نیچے ایک جنت جس کا عرض آسمان وزمین کی چوڑائی کے برابر ہوگا۔ اے موسیٰ! ایک مہینے کے ہر سال روزے رکھے گا احمد اور اس کی اُمت اور وہ، ورمضان ہے عطا فرماؤں گا اسکے ہر دن کے روزے کے عوض جنت میں ایک شہر اور عطا کروں گا اس میں لعل کے بدلے فرض کا ثواب اور اس میں لیلیۃ القدر کروں گا جو اس مہینے میں شرمساری و صدق سے ایک بار استغفار کریگا اگر اسی شب یا اس مہینے بھر میں مر گیا اسے تیس ۳۰ شہیدوں کا ثواب عطا فرماؤں گا۔ اے موسیٰ! اُمت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کچھ ایسے مرد ہیں کہ ہر شرف پر قائم ہیں لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتے ہیں تو ان کی جزا اس کے عوض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ثواب ہے اور میری رحمت ان پر واجب اور میرا غضب ان سے دور، اور ان میں سے کسی پر بایہ توبہ بند نہ کروں گا جب تک وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتے رہیں گے اھ (فقیر محمد حامد رضا غفرلہ) (فتاویٰ رضویہ، ج ۵، ص ۵۵)

حضرت ام حبیبہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول

(1120) وَعَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا.

اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ظہر سے پہلے اور بعد میں چار

قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ

چار رکعتوں پر پیشگی کی اس کو اللہ کریم آگ پر حرام فرما

حَافِظٌ عَلَى أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا.

حَرَمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ. دیتا ہے۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا
وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔ کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء في الركعتين بعد الظهر ج ۱ ص ۲۹۲ رقم: ۲۲۸ المستدرک للحاکم کتاب
صلاة التطوع ج ۱ ص ۲۲۰ رقم: ۱۱۴۵ سنن ابو داؤد باب الرابع قبل الظهر وبعدها ج ۱ ص ۳۹۰ رقم: ۱۲۴۱ سنن النسائی باب ثواب
من ثابر على اثنتي عشرة ركعة في اليوم واللييلة ج ۱ ص ۳۹۲ رقم: ۸۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام رملہ بنت ابوسفیان ہے، کنیت ابو حبیہ امیر معاویہ کی بہن ہیں، آپ کی والدہ صفیہ بنت عاص یعنی حضرت
عثمان غنی کی پھوپھی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا نکاح نجاشی شاہ حبشہ نے کیا، ۳۴ھ میں مدینہ منورہ میں
وفات پائی۔

اس طرح کہ پہلی چار ایک سلام سے پڑھے جیسا کہ اگلی حدیث میں آ رہا ہے کیونکہ یہ چاروں مؤکدہ ہیں اور بعد کی
چار دو سلاموں سے تاکہ مؤکدہ اور غیر مؤکدہ مخلوط نہ ہو جائیں کیونکہ ان میں پہلی دو مؤکدہ ہیں بعد کی دو غیر مؤکدہ۔

(آگ پر حرام فرما دیتا ہے) یعنی آگ میں ہمیشگی سے مطلقاً بجائے گا اس طرح کہ اسے گناہوں سے بچنے اور نیک
اعمال کرنے کی توفیق دے گا۔ معلوم ہوا کہ سنت کی پابندی سے تقویٰ نصیب ہوتا ہے۔ (برائۃ المنجیح ج ۲ ص ۳۹۱)

(1121) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
يُصَلِّي أَرْبَعًا بَعْدَ أَنْ تَزُولَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ،
وَقَالَ: إِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ
فَأُجِبُ أَنْ يَصْعَدَ لِي فِيهَا عَمَلُ صَاحِبِ رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ۔
حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ ﷺ سورج ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے چار
رکعت ادا کرتے اور فرماتے کہ اس گھڑی آسمان کے
دروازے کھلتے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس میں
میرے نیک عمل اوپر چڑھیں۔ اسے ترمذی نے روایت
کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء في الصلاة عند الزوال ج ۲ ص ۲۴۲ رقم: ۲۴۸ مسند امام ابن ابی شیبہ
احادیث عبداللہ بن السائب ص ۸۵۵ رقم: ۸۷۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

خیر رہے کہ حضرت عبداللہ ابن سائب صحابی بھی ہیں، تابعی بھی ہیں، جو صحابی ہیں انہوں نے ابی ابن کعب سے
قرآن سیکھا ہے اور ان سے حضرت مجاہد نے، مخزومی ہیں، قریشی ہیں، مکہ مکرمہ میں رہے وہیں حضرت ابن زبیر کی شہادت
سے کچھ پہلے وفات پائی غالباً یہاں صحابی مراد ہیں۔

حق یہ ہے کہ یہ چار سنتیں ظہر کی ہیں چونکہ فرض ظہر کچھ دیر ٹھنڈک کر کے پڑھے جاتے ہیں اور آسمان کے دروازے

سورج ڈھلتے ہی کھل جاتے ہیں اس لیے سرکار نے یہ سنتیں جلدی پڑھیں لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس وقت ظہر کے فرض ہی کیوں نہ پڑھ لیے۔ (بزاۃ الناجح، ج ۲ ص ۳۹۳)

(1122) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا لَمْ يُصَلِّ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کبھی ظہر سے پہلے چار رکعت نہ ادا کر سکتے تو بعد از نماز ان کو ادا فرما لیتے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما جاء في الركعتين بعد الظهر، ج ۱ ص ۲۱۱، رقم: ۲۲۱، جامع الاصول لابن الدير الدوع الثالث في رتبة الظهر، ج ۱ ص ۲۲، رقم: ۴۰۸)

شرح حدیث: امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہ مدینہ، قرآن قلب و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں ادا کرنا صبح میں چار رکعتیں ادا کرنے کی طرح ہے اور اس گھڑی میں ہر چیز اللہ عزوجل کی تسبیح بیان کرتی ہے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

يَسْتَفِيؤُا ظِلُّهُ، عَنِ الْيَسِيْنِ وَالْشَّامِلِ سُجَّدًا لِلَّهِ وَهُمْ ذُخْرُونَ

ترجمہ کنز الایمان: اس کی پرچھائیاں داہنے اور بائیں جھکتی ہیں اللہ کو سجدہ کرتی اور وہ اس کے حضور ذلیل ہیں۔

(پ ۱۳، النحل: ۴۸) (سنن ترمذی، کتاب التقدير، باب من سورة النحل، رقم: ۳۱۳۹، ج ۵ ص ۸۸)

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

اور غیر مؤکدہ سنن کا حکم بھی یہی ہے مثلاً عصر اور عشاء کی پہلی سنتیں، ان کا درجہ بھی نوافل کا ہے لیکن وہ چار سنن مؤکدہ جو مثلاً ظہر اور جمعہ سے پہلے ہیں تو ان کا حکم نوافل سے فائق ہوتا ہے اس جگہ علماء کا بہت زیادہ اختلاف ہے اکثر نے ان سنن مؤکدہ کو نوافل کا درجہ دیا ہے اب اگر جماعت ظہر کھڑی ہو گئی یا امام نے خطبہ شروع کر دیا تو جو شخص سنن کی پہلی دو رکعات میں ہے وہ دو رکعت پر سلام کہ دے۔ یہ روایت نو اور امام ابو یوسف سے ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے، اور امام اعظم سے بھی مروی ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے، اور اس قول کی طرف امام شیخ الاسلام علی سفدی نے رجوع کیا جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور قاضی نسفی نے بھی یہی کہا ہے جیسا کہ شامی میں وجیز سے اور حلبی کی غنیۃ کے اوقاف مکروہہ میں قاضی خا سے ہے، اور امام بقالی نے بھی اسی طرف میلان کیا ہے جیسا کہ شیخ کمال نے فرمایا، اور شمس الائمہ سرخسی نے بھی یہی فرمایا جیسا کہ یہ بھی مذکور ہے اور اسی کی اتباع غنیۃ اور مراقی الفلاح اور رد المحتار میں اس کو ثابت رکھا ہے۔ لیکن اس عبد ضعیف کو اس میں توقف ہے

و ظاهر ④ ہدایہ اختیار اوست کہانی الشامی و ظاہر ⑤ کافی شرح وافی للامام النسفی نیز کہا
رأیته فیہ وبرہیس ⑥ جزم کرده است علامہ طرابلسی درہریان و مواہب الرحمن و مولی
خسرو در درہ و علامہ کرکی ⑦ در فیض و ظاہر علامہ ⑧ علی مقدسی رانیہ ہیس سومیلان
ست کہانی رد المحتار و علامہ ⑨ ابراہیم حلبی در متن ملتقی ہبیریں اعتباد کرد و قول
دیگر را بلفظ قیل آورد و در خانہ ⑩ اول الصلوٰۃ فصل معرفۃ الاوقات فرمود بہ اخذ
الشائخ و در فتح انہ او جہ تلمیذ ⑪ محقق علامہ محمد حلبی در حلیہ پس از نقلش
فرماید ہو کما قال در نور الايضاح ⑫ علامہ شرنبلالی و نیز در ادراک الفریضہ از حاشیہ اوہر
درہ الحکام است ہوا لا وجہ خاتمہ المحققین علامہ شامی نیز ہیس را تأیید و تشیید کرد
ہیں قول این دو رکعت کہ گزار دہ است نفل محض گردد و دو باقی راقضا نیست علی ما ہو
ظاہر الروایۃ و ارجع التصحیحین کما حققہ فی رد المحتار باز بعد از فرض بلکہ علی اولی
الترجیحین عندی کما حققته علی هامش حاشیۃ الشامی پس از سنت بعدیہ این سنن قبلہ
را ادا کنند تا ہم سنت ادا شود و ہم فضل جہاعت و استماع خطبہ از دست نرود فی نور الايضاح
و شرحہ مرآۃ الفلاح علامۃ الشرنبلالی ان کان فی سنۃ الجمعة فخرج الخطیب اوفی السنۃ الظہر
فاقیست الجہاعة سلم علی رأس رکعتین، و ہوا لا وجہ لجمعه بین المصلحتین، ثم قضی السنۃ
اربعا بعد الفرض مع ما بعدہ فلا یفوت الاستماع و لا داء علی وجہ اکمل الا مخلصا۔

(مرآۃ الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۳۵)

ظاہر ہدایہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے جیسا کہ شامی میں ہے اور کافی شرح وافی للامام نسفی سے بھی یہی ظاہر
ہے جیسا کہ میں نے اسے دیکھا ہے، اور اسی پر علامہ طرابلسی نے برہان اور مواہب الرحمن میں جزم کیا، ملا
خسرو نے درہ، علامہ کرکی نے فیض اور علامہ علی مقدسی نے بھی ظاہر اسی کی طرف میلان کیا ہے جیسا کہ رد المحتار
میں ہے اور دوسرے قول کو لفظ قیل کے ساتھ بیان کیا، خانہ ⑩ نے باب الصلوٰۃ کی فصل فی معرفۃ الاوقات میں
فرمایا کہ مشائخ نے اسی پر عمل کیا ہے۔ فتح میں ہے کہ یہی مختار ہے، تلمیذ محقق علامہ محمد حلبی نے حلیہ میں اسے نقل
کر کے کہا وہ اسی طرح ہے جو انھوں نے فرمادیا ہے، نور الايضاح میں علامہ شرنبلالی اور اس کے اور اک
الفریضہ کے حاشیہ میں درہ الحکام سے ہے کہ یہی مختار ہے، خاتمہ المحققین علامہ شامی نے بھی اسی قول کی تائید کی
ہے، اس قول پر یہ جو رکعات ادا کی گئی ہیں محض نفل ہیں اور باقی دونوں کی قضا نہیں جیسا کہ ظاہر الروایت سے
واضح ہے اور دونوں اقوال کی تصحیح میں یہی رائج ہے جیسا کہ رد المحتار میں اس کی تفصیل ہے، پھر فرض کے بعد بلکہ

میرے نزدیک دونوں ترجیحات میں سے پہلی ہے جیسا کہ میں نے شامی کے حاشیہ میں تحقیق کی ہے ان میں پہلی سنتوں کو بعد کی سنتوں کے بعد ادا کر لے تاکہ سنت ادا ہو جائے اور فضیلت جماعت اور خطبہ کی سماعت کا ثواب بھی ہاتھ سے نہیں جائیگا۔ نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے اگر نمازی جمعہ کی سنتیں ادا کر رہا ہے اور خطیب آگیا یا ظہر کی سنتیں ادا کر رہا ہے تو تکبیر جماعت کہی گئی تو دو رکعات پر سلام پھیر دے کیونکہ دونوں مصلحتوں کو جمع کر لینا ہی مختار ہے پھر فرائض کے بعد ان پہلی چار سنتوں قضا کر لے تو اب خطبہ کا سنتا (جو فرض تھا) فروت نہ ہوا اور ادائیگی بھی وجہ کامل پر ہوگی اھ تلخیصاً (فتاویٰ رضویہ، ج ۸، ص ۱۳۲)

عصر کی سنتیں

57- بَابُ سُنَّةِ الْعَصْرِ

حضرت علی ابن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عصر سے پہلے چار رکعت ادا کرتے۔ ان کے درمیان مقرب فرشتوں اور ان کے تابع اہل اسلام و ایمان پر سلام کہہ کر فاصلہ کرتے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(1123) عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ يَفْضُلُ بَيْنَهُنَّ بِالنُّسْلِيمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

تخریج حدیث: (سانن ترمذی: باب ما جاء فی الاربع قبل العصر: ج ۱، ص ۲۴۷، رقم: ۲۲۱۰ السنن الکبریٰ، باب الخبر الذی جاء فی الصلاة الذی تسبی صلاة الزوال: ج ۱، ص ۱۰۱، رقم: ۵۱۱۲ جامع الاصول لابن اثیر: الفرع الرابع فی راتبة العصر قبلها وبعدها: ج ۱، ص ۲۶، رقم: ۲۱۰۵ مشکوٰۃ المصابیح: باب السنن وفضائلها: الفصل الثانی: ج ۱، ص ۲۵۹، رقم: ۱۱۶۱) شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر ہے کہ درمیان کے سلام سے نماز کا سلام ہی مراد ہے جس پر نماز ہوتی ہے یا ان میں دو رکعتیں تحیۃ الوضو کی تھیں اور دو عصر کی یا چاروں عصر کی، بیان جواز کے لیے ان کے درمیان سلام پھیرا گیا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں سلام سے مراد التحیات ہے کیونکہ اس میں سلام ہوتا ہے اس صورت میں یہ چاروں رکعتیں ایک سلام سے ہوں گی مگر پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۲، ص ۳۹۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے عصر سے پہلے چار رکعت پڑھیں اس پر اللہ کریم رحم فرمائے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(1124) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: رَجِمَ اللَّهُ امْرَأًا صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد باب الصلاة قبل العصر ج ۱ ص ۳۱۰ رقم: ۱۲۴۲ سنن ترمذی باب ما جاء فی الاربع قبل العصر ج ۱ ص ۲۹۵ رقم: ۲۲۰ سنن الکبزی للبیہقی باب من جعل قبل العصر اربع رکعات ج ۲ ص ۴۴۲ رقم: ۳۶۶۲ صحیح ابن حبان باب النوافل ج ۱ ص ۲۰۶ رقم: ۲۳۵۳ مسند امام احمد بن حنبل مسند عبد اللہ بن عمر ج ۲ ص ۱۱۴ رقم: ۵۹۸۰)

شرح حدیث: اچھوں کی نقل بھی اچھا بنا دیتی ہے

حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک بہرو پیے نے دھوکا دینا چاہا۔ بادشاہ نے فرمایا: اگر دھوکا دے دیا تو جو مانگے پائے گا۔ اس نے بہت کوشش کی لیکن حضرت عالمگیر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے جب دیکھا پہچان لیا۔ آخر نڈتہ ندیدہ (یعنی طویل عرصے) کا بھلا وادے کر صوفی زاہد عابد بن کر ایک پہاڑ کی گھو میں جا بیٹھا۔ رات دن عبادت الہی (عز و جل) میں مشغول رہتا۔ پہلے دہاتیوں کا ہجوم ہوا، پھر شہریوں، پھر امراء و وزراء سب آتے اور یہ کسی طرف التفات (یعنی توجہ) نہ کرتا۔ خدہ خدہ (یعنی آہستہ آہستہ) بادشاہ تک خبر پہنچی۔ سلطان کو اہل اللہ سے خاص محبت تھی، خود تشریف لے گئے۔ بہرو پیے نے دور سے دیکھا کہ بادشاہ کی سواری آرہی ہے، گردن جھکالی اور مراقبہ میں مشغول ہو گیا۔ سلطان منتظر رہے۔ دیر کے بعد نظر اٹھائی اور بیٹھنے کا اشارہ کیا، سلطان مؤذّب بیٹھ گیا۔ اُن کا مؤذّب بیٹھنا تھا کہ بہرو پیا اٹھا اور جھک کر سلام کیا کہ جہاں پناہ! میں فلاں بہرو پیا ہوں۔ بادشاہ کھل (یعنی شرمندہ) ہوئے اور فرمایا: واقعی اس بار میں نے نہ پہچانا۔ اب مانگ جو مانگتا ہے۔ اُس نے کہا: اب میں آپ سے کیا مانگوں! میں نے اُس (یعنی رب عز و جل) کا نام جھوٹے طور پر لیا، اُس کا تو یہ اثر ہوا کہ آپ جیسا جلیل القدر بادشاہ میرے دروازے پر بادب حاضر ہوا۔ اب سچے طور پر اس کا نام لے دیکھوں۔ یہ کہا اور کپڑے پھاڑ کر جنگل کو چلا گیا۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ۲۵۷)

(1125) وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

حضرت علی ابن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عصر سے پہلے دو رکعت ادا فرماتے تھے۔ اسے ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد باب الصلاة قبل العصر ج ۱ ص ۳۱۱ رقم: ۱۲۴۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی کبھی چار کبھی دو لہذا یہ حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں اسی لیے امام اعظم فرماتے ہیں نمازی کو اختیار ہے کہ عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے یا دو۔ (مزاہد الناجح ج ۲ ص ۳۹۶)

58- بَابُ سُنَّةِ الْمَغْرِبِ بَعْدَهَا وَقَبْلَهَا

مغرب کے بعد اور پہلے کی سنتوں کا بیان

تَقَدَّمَ فِي هَذِهِ الْأَبْوَابِ حَدِيثُ ابْنِ عُمر

ان ابواب میں حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ

وَحَدِيثُ غَائِثَةَ، وَهِيَ صَحِيحَانِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْمَغْرِبِ
 رَكْعَتَيْنِ. سے مروی احادیث اس سے پہلے گزر چکی ہیں اور
 دونوں احادیث صحیح ہیں۔ رسول اللہ ﷺ مغرب کے بعد
 دو رکعت ادا فرماتے۔

شرح: اللہ عزَّ وَّجَلَّ کے عرش تک پہنچ جائے گا

امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وَنَحْمُهُ الْكَرِيم سے مروی ہے کہ سرکارِ والا نبیؐ، ہم بے
 کسوں کے بددگار، شفیع روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار عزَّ وَّجَلَّ وَّجَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان
 خوشبودار ہے: جس شخص نے مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت ادا کی اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پندرہ مرتبہ سورہ
 اخلاص پڑھی تو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ کوئی رکاوٹ نہ ہوگی یہاں تک کہ اللہ عزَّ وَّجَلَّ کے عرش تک پہنچ
 جائے گا۔ (شرح الزرقانی للموطا، کتاب الشجر، باب ماجاء فی السما جین... الخ تحت الحدیث: ۸۱۳۱، ج ۴، ص ۲۹)

(1126) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ رَضِيَ اللَّهُ
 عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلُّوا
 قَبْلَ الْمَغْرِبِ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: لِمَنْ شَاءَ رَوَاهُ
 الْبُخَارِيُّ. حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
 رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مغرب سے پہلے نماز پڑھو
 تیسری بار فرمایا کہ جو چاہے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الصلاة قبل المغرب ج ۲ ص ۵۰ رقم: ۱۱۸۳ سنن ابوداؤد: باب الصلاة قبل
 المغرب ج ۱ ص ۳۹۴ رقم: ۱۲۸۳ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب من جعل قبل صلاة المغرب رکعتین ج ۲ ص ۴۶۴ رقم: ۳۶۶۶ صحیح
 ابن حبان: باب مواقیف الصلاة ج ۲ ص ۳۵۴ رقم: ۱۵۸۸ مسند امام احمد بن حنبل: حدیث عبداللہ بن مغفل ج ۵ ص ۵۵ رقم: ۱۰۵۶)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن مغرب سے پہلے پڑھی جانے والی دو رکعتیں
 کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:
 امام ابن الہمام فتح القدیر میں رکعتیں قبل مغرب کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصی بہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم
 سے ثابت نہ ہونا ثابت کر کے بتاتے ہیں:

ثم الثابت بعد هذا هو نفي المندوبية اما ثبوت الكراهة فلا الا ان يدل دليل اخر -

(فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ کھڑا/ ۳۸۹)

پھر اس ساری بحث کے بعد صرف یہ ثابت ہوا کہ نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں مندوب و مستحب نہیں لیکن

مکروہ ہونا ثابت نہیں، ہاں اگر ثبوت کراہت پر کوئی اور دلیل ہو تو البتہ۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ، ج ۸، ص ۶۲۲)

(1127) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ كِبَارَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَبْتَدِئُونَ السَّوَارِثِي عِنْدَ الْمَغْرِبِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بزرگ صحابہ کو دیکھا ہے کہ مغرب کے وقت سنتوں کی طرف (یعنی سنتیں پڑھنے کے لیے) جلدی کرتے تھے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب کم بین الاذان واقامة ومن ينتظر الاقامة: ج ۱ ص ۱۲۴ رقم: ۶۱۲ مسند امام احمد بن حنبل: مسند انس بن مالك ج ۳ ص ۲۸۰ رقم: ۱۳۰۱۵ السنن الکبریٰ: باب من جعل قبل صلاة المغرب ركعتين ج ۲ ص ۲۴۹ رقم: ۳۶۸۸ صحیح ابن حبان: باب التوافل ج ۳ ص ۱۳۱ رقم: ۲۲۸۹)

شرح حدیث: جن نمازوں کے بعد سنتیں ہوتی ہیں ان میں فرض اور سنتوں کے درمیان زیادہ یہ نہیں بیٹھنا چاہیے۔

(1128) وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا نَصَلِّي عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، فَقِيلَ: أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّاهُمَا؟ قَالَ: كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيهِمَا فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مغرب کی نماز سے پہلے سورج غروب ہونے کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے کہا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے انہیں پڑھا ہے؟ تو فرمایا آپ علیہ السلام ہمیں دیکھتے تھے کہ ہم یہ پڑھ رہے ہیں اور آپ نے ہمیں نہ منع کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب رکعتین قبل صلاة المغرب ج ۲ ص ۲۱۱ رقم: ۱۹۶۵ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب من جعل قبل صلاة المغرب ركعتين ج ۲ ص ۲۴۵ رقم: ۳۶۶۳ سنن ابو داؤد: باب الصلاة قبل المغرب ج ۱ ص ۴۹ رقم: ۱۲۸۳ جامع الاصول لابن الیبر: الفرع الخامس فی رابعة المغرب ج ۶ ص ۳۲ رقم: ۴۱۱۲)

شرح حدیث: یہ مکمل حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

روایت ہے حضرت مختار ابن قفل سے فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک سے عصر کے بعد کے نفلوں کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ حضرت عمر بعد عصر نماز پڑھنے پر لوگوں کے ہاتھوں پر مارتے تھے حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آفتاب ڈوبنے کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے تو میں نے ان سے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ پڑھتے تھے تو فرمایا کہ ہمیں پڑھتے دیکھتے تھے تو نہ ہمیں حکم کرتے تھے اور نہ منع کرتے تھے۔ (مسلم)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حضرت مختار ابن قفل) آپ تابعی ہیں، مخزومی ہیں، کوئی ہیں، حضرت انس سے ملاقات ہے، سفیان ثوری نے آپ

سے احادیث لیں۔

(بعد عصر نماز پڑھنے پر لوگوں کے ہاتھوں پر مارتے تھے) یعنی بطور سزا قیحاں لگاتے تھے تاکہ لوگ اس سے باز آجائیں۔ خیال رہے کہ یہاں بعد عصر سے مراد نماز مغرب سے پہلے نفل بھی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔ (مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے) یہ ہے فاروق اعظم کی شکایت کہ ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ نفل پڑھتے تھے اور فاروق اعظم ان پر مارتے تھے آپ نے ہم کو ایک سنت صحابہ سے روک دیا مگر یہ شکایت درست نہیں کیونکہ آپ کو اس کے نسخ کی خبر نہ ہوئی حضرت عمر فاروق کو نسخ کا علم تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب سے پہلے نفل مکروہ ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴۰۳)

(1129) وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا بِالْمَدِينَةِ فَإِذَا
الْمُؤَذِّنُ لِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ، الْتَدُّوا السَّوَارِي،
فَرَكَعُوا رَكْعَتَيْنِ، حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيبَ لَيَدْخُلُ
الْمَسْجِدَ فَيَحْسَبُ أَنَّ الصَّلَاةَ قَدْ صَلَّيْتُ مِنْ كَلْرَةٍ
مَنْ يُصَلِّيْهِمَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ جب ہم مدینہ شریف میں
تھے تو مؤذن مغرب کی اذان کہتا تو لوگ سنتوں کے لیے
ستونوں کی طرف جلدی کرتے۔ پس دو رکعت ادا کرتے
حتیٰ کہ مسافر آدمی مسجد میں داخل ہوتا تو نفل نماز پڑھنے
والوں کی کثرت کی وجہ سے یہ سمجھتا کہ نماز ادا ہو چکی
ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب رکعتین قبل صلاة المغرب ج ۲ ص ۲۱۲ رقم: ۱۹۶۱ اسنن الکبریٰ
للہیثمی: باب من جعل قبل صلاة المغرب رکعتین ج ۲ ص ۴۰۵ رقم: ۲۱۶۴ مصنف عبدالرزاق: باب الرکعتین قبل المغرب
ج ۱ ص ۲۲۵ رقم: ۲۱۹۹)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن مغرب سے پہلے پڑھی جانے والی دو رکعتیں
کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

اہم محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں بعد بیان اس امر کے کہ اذان مغرب کے بعد فرضوں سے پہلے دو رکعت نفل
پڑھنا نہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ سے۔ فرماتے ہیں:

ثم الثابت بعد هذا نفي المنع والى ما ثبت الكراهة فلا الا ان يدل دليل اخر۔

(فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۹)

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام کے نہ کرنے سے اس قدر ثابت ہوا کہ مندوب نہیں۔ ربی کراہت وہ
اس سے ثابت نہ ہوئی جب تک اور کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۸ ص ۶۲۲)

59- بَابُ سُنَّةِ الْعِشَاءِ بَعْدَهَا وَقَبْلَهَا عشاء سے پہلے اور بعد کی سنتوں کا بیان

فِيهِ حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَحَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ: هَذَيْنِ كُلِّ آذَانَيْنِ صَلَوةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. كَمَا سَبَقَ.

اس میں حضرت ابن عمر کی حدیث پیچھے گزر چکی ہے کہ میں نے رسول اللہ کے ساتھ عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ اور عبد اللہ بن مغفل کی حدیث ہے کہ ہر دو آذانوں کے درمیان نماز ہے جیسا کہ گزر چکا۔

(متفق علیہ)

شرح: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دو آذانوں سے مراد اذان و اقامت ہے، جیسے چاند سورج کو قرین، حضرت صدیق و فاروق کو عمرین، حضرت حسن و حسین کو حسنین کہہ دیتے ہیں یا اذان سے مراد اطلاع ہے، اذان تو وقت نماز کی اطلاع کے لیے ہوتی ہے اور اقامت تیاری جماعت کی اطلاع کے لیے، بہر حال حدیث پر اعتراض نہیں۔

یا تو صلوۃ بمعنی دعا ہے، یعنی اذان و تکبیر کے درمیان دعا مانگا کر وہ یہ وقت قبولیت ہے یا بمعنی نماز، یعنی اذان و اقامت کے درمیان نفل پڑھا کر وہ یہ وقت افضل ہے تو اس میں نماز بھی افضل، نیز اس سے نماز میں سستی نہ ہوگی، انسان جماعت سے اتنے پہلے مسجد میں پہنچے گا کہ وضو کر کے نفل پڑھ کر تکبیر اولیٰ پاسکے۔ خیال رہے کہ احناف کے نزدیک اس حکم سے مغرب علیحدہ ہے کہ اذان مغرب کے بعد نفل مکروہ ہیں، فرض کے بعد پڑھ سکتے ہیں۔ جیسا حضرت بریدہ اسلمی کی روایت میں ہے کہ ہر دو آذانوں کے درمیان نماز ہے، خلاصۃ المغرب سواء نماز مغرب کے۔ (مرقاۃ وغیرہ)

(تیسری بار فرمایا اس کے لیے جو چاہے) یعنی یہ نماز مؤذن کے ساتھ خاص نہیں جو مسلمان چاہے پڑھے، یا یہ نماز فرض نہیں جس کا چھوڑنا سخت جرم ہے۔ خیال رہے کہ فجر اور ظہر کی پہلی سنتیں مؤکدہ ہیں جس کے چھوڑنے کی عادت نہایت بری ہے، عصر اور عشاء کی غیر مؤکدہ، مغرب کی منع ہے۔ (بہار النایح، ج ۱ ص ۶۲۳)

60- بَابُ سُنَّةِ الْجُمُعَةِ جمعہ کی سنتوں کا بیان

(1130) فِيهِ حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اس باب میں حضرت ابن عمر ؓ کی گزشتہ حدیث کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمعہ کے بعد دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب بون کل آذانین صلاۃ لہن شاء، ج ۱ ص ۱۲۸، رقم: ۶۲۷، صحیح مسلم، باب بین کل آذانین صلاۃ، ج ۲ ص ۲۱۲، رقم: ۱۱۷۷، السنن الصغریٰ للبیہقی، باب ذکر النوافل التي هي اتباع الفرائض، ج ۱ ص ۲۰، رقم: ۳۳، سنن ابوداؤد، باب الصلاة قبل المغرب، ج ۱ ص ۴۹، رقم: ۱۲۸۵، سنن ابن ماجہ، باب ما جاء في الركعتين قبل المغرب، ج ۱ ص ۳۹، رقم: ۱۱۶۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر چونکہ مکہ معظمہ میں مسافر ہوتے تھے اس لیے جمعہ کی سنتیں مسجد ہی میں ادا کرتے مگر فرق کے لیے جگہ بدل دیتے تاکہ فرائض و نفل میں جدائی بھی ہو جائے اور مسجد کے چند مقامات گواہ بھی بن جائیں۔ یہ حدیث امام ابو یوسف کی دلیل ہے کہ بعد جمعہ چھ سنت مؤکدہ ہیں مگر وہ فرماتے ہیں کہ پہلے چار پڑھے پھر دو اور یہاں ہے کہ آپ نے پہلے دو پڑھیں پھر چار۔

یعنی سنت جمعہ مکہ معظمہ میں مسجد ہی میں پڑھتے تھے اور مدینہ منورہ میں گھر میں اور بعد جمعہ چھ رکعتیں پڑھتے تھے۔ خیال رہے کہ بعد جمعہ چار سنتیں بالاتفاق مؤکدہ ہیں اور دو کے مؤکدہ ہونے میں اختلاف ہے۔ تمام اماموں کا اس پر اتفاق ہے کہ بعد جمعہ چار سنتیں پہلے پڑھے دو بعد میں تاکہ فرض اور سنت مؤکدہ میں فاصلہ ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال مختلف رہے ہیں کبھی کسی طرح ادا فرمائیں، کبھی کسی طرح لہذا جائز ہر طرح ہیں صرف بہتر ہونے میں اختلاف ہے۔ (برزائے النایح، ج ۲ ص ۴۱۳)

(1131) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا صَلَّيْ أَحَدُكُمْ الْجُمُعَةَ، فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا أَرْبَعًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی جمعہ پڑھے تو اس کو جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب الصلاة بعد الجمعة، ج ۲ ص ۱۱۶ رقم: ۲۰۴۲ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الصلاة بعد الجمعة، ج ۲ ص ۲۲۹ رقم: ۱۱۴۹ سنن الدارمی: باب ما جاء في الصلاة بعد الجمعة، ج ۱ ص ۲۶۶ رقم: ۱۵۰۵ السنن النسائی الکبریٰ: باب الصلاة بعد الجمعة، ج ۱ ص ۵۲۸ رقم: ۱۴۴۲ صحیح ابن حبان: باب النوافل، ج ۱ ص ۲۲۸ رقم: ۱۲۴۴)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ بعد جمعہ چار سنت مؤکدہ ہیں، امام یوسف کے ہاں چھ، اس طرح کہ فرض جمعہ کے بعد پہلے چار رکعتیں پڑھے پھر دو۔ اس کی بحث پہلے گزر چکی۔ (برزائے النایح، ج ۲ ص ۳۹۰)

(1132) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتَّى يَنْصَرِفَ، فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے بعد نماز نہ پڑھتے حتیٰ کہ آپ اپنے گھر میں آ کر دو رکعتیں پڑھتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب الصلاة بعد الجمعة، ج ۲ ص ۱۱۶ رقم: ۲۰۴۲ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الصلاة بعد الجمعة، ج ۲ ص ۲۲۹ رقم: ۱۱۴۹ سنن ابوداؤد: باب التطوع و رکعات السنة، ج ۱ ص ۳۸۶ رقم: ۱۲۵۳ سنن

النسائی: باب الصلاة بعد الظهر: ج ۲ ص ۱۱۹ رقم: ۴۸۴۲ مصنف عبد الرزاق: باب التطوع قبل الصلاة: ج ۲ ص ۶۵ رقم: ۴۱۱۰
شرح حدیث: صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی

مسئلہ ۱: سنت مؤکدہ یہ ہیں:

(۱) دو رکعت نماز فجر سے پہلے

(۲) چار ظہر کے پہلے، دو بعد

(۳) دو مغرب کے بعد

(۴) دو عشا کے بعد اور

(۵) چار جمعہ سے پہلے، چار بعد یعنی جمعہ کے دن جمعہ پڑھنے والے پر چودہ رکعتیں ہیں اور علاوہ جمعہ کے باقی دنوں میں ہر

روز بارہ رکعتیں۔ (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ج ۲ ص ۵۳۵)

مسئلہ ۲: افضل یہ ہے کہ جمعہ کے بعد چار پڑھے، پھر دو کہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

(غنیۃ المستملی، فصل فی النوافل، ص ۳۸۹) (بہار شریعت صفحہ ۶۶۳ جلد ۴)

نوافل گھر میں ادا کرنا مستحب ہے وہ مؤکدہ

سنتیں ہوں یا غیر مؤکدہ اور فرض کی جگہ سے

پھر کر یا درمیان میں گفتگو کے ذریعے

وقفہ کر کے نفل پڑھنے کا حکم

61- بَابُ اسْتِحْبَابِ جَعْلِ النَّوَافِلِ فِي

الْبَيْتِ سِوَا الرَّاكِبَةِ وَغَيْرِهَا وَالْأَمْرُ

بِالتَّحْوِيلِ لِلنَّافِلَةِ مِنْ مَوْضِعِ الْفَرِيضَةِ

أَوْ الْفَضْلِ بَيْنَهُمَا بِكَلَامٍ

(1133) عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلُّوا أَيْهَا

النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ، فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ

الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز

پڑھو۔ آدمی کی زیادہ فضیلت والی نماز وہ ہے جو اس نے

اپنے گھر میں ادا کی سوائے فرض نماز کے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب صلاة الليل: ج ۳ ص ۱۴۴ رقم: ۴۱۱۰ صحیح مسلم: باب استحباب صلاة النافلة في

بيته وجوازها في المسجد ج ۲ ص ۱۸۸ رقم: ۱۸۶۱ السنن الكلبی للبيهقي: باب من زعم ان صلاة التراويح وغيرها من صلاة

الليل: ج ۲ ص ۲۱۲ رقم: ۱۸۶۰ سنن ترمذی: باب ما جاء في فضل صلاة التطوع في البيت ج ۲ ص ۲۱۲ رقم: ۲۵۰ صحیح ابن حبان

باب النوافل: ج ۱ ص ۲۲۸ رقم: ۲۴۹۱)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک استفتاء کے جواب میں

فرماتے ہیں:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے حجرہ میں کوئی شخص علیحدہ نماز پڑھے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

بیّنوا تو جروا

الجواب

مسجد کے حجرہ میں فرضوں کے سوا اور نمازیں پڑھنا بہتر ہے یہاں تک کہ فرائض کے قبل و بعد کے سنن مؤکدہ میں بھی برائے اصل حکم افضل یہی ہے کہ غیر مسجد میں ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افضل صلوة السجدة ہیئتہ الا المکتوبة۔ (صحیح مسلم باب صلوة النفلہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۶۶)

فرض نماز کے علاوہ آدمی کی نماز گھر میں افضل ہے (ت)

مگر فرائض بے عذر قوی مقبول اگر حجرہ میں پڑھے اور مسجد میں نہ آئے گنہگار ہے، چند بار ایسا ہو تو فاسق مردود الشہادۃ

ہوگا، حدیث میں ہے

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا صلوة لجار المسجد الا فی المسجد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(سنن الدار قطنی باب الجوار المسجد علی الصلوة فیہ الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/۴۲۰)

مسجد کے پڑوسی کی نماز صرف مسجد میں ہوتی ہے (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۷، ص ۷۳)

(1134) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اجْعَلُوا مِنْ صَلَاتِكُمْ فِي بُيُوتِكُمْ، وَلَا تَتَّخِذُوا قُبُورًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اللہ نے فرمایا: اپنی نمازوں میں سے کچھ (نفل) گھروں میں ادا کرو ان کو قبریں نہ بناؤ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب کراهية الصلاة في المقابر ج ۱ ص ۴۴ رقم: ۲۲۲ صحیح مسلم باب استحباب صلاة

السائلة في بيته وجوازها في المسجد ج ۲ ص ۱۸۷ رقم: ۱۸۵۱ السنن الکبریٰ للبیہقی باب ما جاء في النهي عن الصلاة في المقبرة

والحمام ج ۲ ص ۳۱۳ رقم: ۳۲۸ سنن ابوداؤد باب صلاة الرجل التطوع في بيته ج ۱ ص ۳۰۲ رقم: ۵۰۰ سنن ترمذی باب ما جاء في

فضل صلاة التطوع في البيت ج ۲ ص ۳۱۳ رقم: ۲۵۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ فرض مسجد میں پڑھو اور سنت و نفل گھر میں آکر یا نماز پنجگانہ مسجد میں پڑھو اور نماز تہجد، چاشت وغیرہ گھر

میں، تاکہ نماز کا نور گھروں میں رہے اور عورتوں و بچوں کو تمہیں دیکھ کر نماز کا شوق ہو، نیز گھر کی نماز میں ریاء کم ہوتی ہے۔

(ان کو قبریں نہ بناؤ) یعنی قبرستان کی طرح انہیں نماز سے خالی مت رکھو یا گھروں میں مردے دفن نہ کرو۔ خیال

رہے کہ گھر میں دفن ہونا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے، پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کو یہ شرف نصیب ہوا۔ دوسروں کو شہر سے باہر قبرستان ہی میں دفن کرنا چاہیے۔ بعض لوگ اپنی تعمیر شدہ مسجد یا مدرسے میں اپنی قبر کی جگہ رکھتے ہیں اور وہیں دفن کئے جاتے ہیں اور وہ اس حدیث کی زد میں نہیں آتے کیونکہ اس سے وہ جگہ قبرستان نہیں بن جاتی۔ قبور اسی طرف اشارہ ہے نہ ان کی قبر کھود کر لاش نکالنا جائز کہ بعد دفن میت نکالنا جائز نہیں، الا لحق اوی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۱ ص ۶۷۳)

(1135) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَطَعْتَ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ فِي مَسْجِدِهِ فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهِ نَصِيبًا مِّنْ صَلَاتِهِ، فَإِنَّ اللَّهَ جَاعِلٌ فِي بَيْتِهِ مِّنْ صَلَاتِهِ خَيْرًا رَّوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سے کوئی مسجد میں اپنی نماز پوری کر لے۔ تو اس کو اپنی نماز میں سے ایک حصہ گھر کے لیے بنانا چاہیے۔ کیونکہ اس کی نماز کی وجہ سے اللہ کریم اس کے گھر میں بھلائی دے گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب صلاة النافلة في بيته وجوازها في المسجد ج ۲ ص ۱۸۶ رقم: ۱۸۵۸ مسند امام احمد بن حنبل: مسند أبي سعيد الخدري ج ۲ ص ۱۵۹ رقم: ۱۱۱۲۴ السنن الصغرى للبيهقي: باب من استحباب رد النافلة الى بيته ج ۱ ص ۲۱۸ رقم: ۶۵۳ سنن ابن ماجه: باب ما جاء في التطوع في البيت ج ۱ ص ۳۴۸ رقم: ۱۴۶۹ مصنف ابن ابی شيبه: باب من امر بالصلاة في البيوت ج ۲ ص ۲۵۵ رقم: ۶۵۱۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: مصنف یہ حدیث تراویح کے باب میں اس لیے لائے کہ اس حکم میں تراویح بھی داخل ہے لہذا تراویح گھر میں پڑھنا افضل۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ تراویح اس حکم سے خارج ہے۔ صحابہ کا اس پر اجماع ہو گیا کہ تراویح مسجد میں اور جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔ زمانہ نبوی میں گھر میں پڑھنا افضل تھا جس کی وجہ پہلے گزر چکی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۳۲)

(1136) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ عَطَاءٍ: أَنَّ نَافِعَ بْنِ جُبَيْرٍ أَرْسَلَهُ إِلَى السَّائِبِ ابْنِ أُخْتِ نَمِرٍ يَسْأَلُهُ عَنْ شَيْءٍ رَأَاهُ مِنْهُ مُعَاوِيَةُ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: نَعَمْ، صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُورَةِ، فَلَمَّا سَلَّمَ الْإِمَامُ، قُمْتُ فِي مَقَامِي، فَصَلَّيْتُ، فَلَمَّا دَخَلَ أَرْسَلَ إِلَيَّ، فَقَالَ: لَا تَعْدِلِمَا فَعَلْتُ، إِذَا صَلَّيْتُ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا بِصَلَاةٍ حَتَّى تَتَكَلَّمَ أَوْ تَخْرُجَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَكَ بِذَلِكَ.

حضرت عمر بن عطاء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت نافع بن جبیر نے انہیں حضرت سائب بن اخوت نمر کے پاس کسی چیز کے بارے میں پوچھنے بھیجا جو ان سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز میں دیکھی تھی۔ تو انہوں نے فرمایا: ہاں میں نے ان کے ساتھ مقصورہ میں جمعہ کی نماز ادا کی۔ جب امام نے سلام پھیرا میں نے اسی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ جب حضرت معاویہ گھر چلے گئے تو مجھے بلایا اور فرمایا جو تم نے کیا وہ دوبارہ نہ کرنا۔ جب جمعہ کی

لَا تُؤْمِلُ صَلَوةً بِصَلَاةٍ حَتَّى تَتَكَلَّمَ أَوْ تَخْرُجَ. نماز پڑھ لے تو اس کو کسی نماز سے نہ ملاحتی کہ تو گفتگو کرے یا نکل جائے۔ کیونکہ ہمیں رسول اللہ ﷺ ایسے ہی حکم فرمایا کہ ہم ایک نماز کو دوسری نماز کے ساتھ نہ ملائیں جب تک کہ بات نہ کر لیں یا وہاں سے ہٹ نہ جائیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (اصحیح مسلم باب 'الصلاة بعد الجمعة' ج ۱، ص ۱۰۱، رقم: ۲۰۰۹ السنن الکبریٰ للبیہقی باب الامام یحییٰ بن مکینہ 'اذا اراد ان یضطوع فی المسجد' ج ۱، ص ۱۱۱، رقم: ۲۱۰۱ مصنف ابن ابی شیبہ باب من کان یتعجب للامام یوم الجمعة 'اذا سلم ان یدخل' ج ۱، ص ۱۲، رقم: ۱۰۶۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: (امیر معاویہ نے ان سے نماز میں دُعا بھی ہو) یعنی نافع ابن جبیر ابن مطعم نے عمرو ابن عطا کو حضرت سائب کے پاس یہ پوچھنے بھیجا کہ کیا تمہاری کوئی نماز یا نہ زکا کوئی عمل حضرت معاویہ نے دیکھا ہے اور اس کی تائید یا تردید کی ہے چونکہ امیر معاویہ فقیہ ہی تھے اس لیے ان کی تائید یا تردید حجت شرعیہ ہے۔ خیال رہے کہ عمرو ابن عطا اور جبیر ابن مطعم دونوں تابعی ہیں اور حضرت سائب اور امیر معاویہ دونوں صحابی مگر حضرت معاویہ فقیہ صحابی ہیں۔

(امیر معاویہ کے ساتھ مقصورے میں جمعہ پڑھا) مقصورہ جامع مسجد کا وہ خاص مقام ہے جہاں مکبر یا سلطان سلام کھڑے ہو کر جماعت سے نماز ادا کریں، چونکہ یہ جگہ ان لوگوں پر مقصور و محدود ہوتی ہے اس لیے اسے مقصورہ کہا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ جب سے حضرت عمر فاروق کو نماز میں شہید کیا گیا تب سے بادشاہوں کے لیے مسجد میں خاص جگہ مقرر نہ جانے لگی جہاں صرف وہی کھڑے ہوں آس پاس ان کے خاص آدمی پیچھے حفاظتی پولیس تاکہ نماز میں ان پر کوئی حملہ نہ کر سکے۔

(جب امام نے سلام پھیرا تو میں اسی جگہ کھڑا ہو گیا) اور سنت و نفل وہاں ہی ادا کر لیے جگہ نہ بدلی فرض و سنن میں فساد بھی نہ کیا۔

(کوئی بات کر لو یا ہٹ جاؤ) اس سے معلوم ہوا کہ فرائض و نوافل میں کچھ فاصلہ ضروری ہے جگہ کا فاصلہ ہو یا دعا و وظیفہ یا کلام کا، بلکہ بہتر یہ ہے کہ دعا بھی مانگے جگہ بھی قدرے بدل لے بلکہ مقتدی لوگ صفیں بھی توڑ دیں پھر سنتیں ادا کریں تاکہ آنے والے کو یہ شبہ نہ ہو کہ جماعت ہو رہی ہے اسی لیے بعد نماز جنازہ صفیں توڑ کر بدھ بیٹھ کر دعا مانگتے ہیں۔ (بغیر ہٹے نماز کو نماز سے نہ ملائیں) یعنی نوافل فرائض سے نہ ملاؤ یہ حکم استحبی ہے نہ کہ وجوبی۔

62- بَابُ الْحَثِّ عَلَى صَلَاةِ الْوُتْرِ وَبَيَانِ أَنَّهُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ وَبَيَانِ وَقْتِهِ

(1137) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: الْوُتْرُ لَيْسَ بِحَتْمٍ كَصَلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ، وَلَكِنْ سُنَّةٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: إِنَّ اللَّهَ وَتُرْجِيحُ الْوُتْرَ. فَأَوْتِرُوا يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ زَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

نماز وتر کی ترغیب اس کا سنت مؤکدہ ہونا اور اس کا وقت کیا ہے ان باتوں کا بیان حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وتر فرضوں کی طرح لازم نہیں ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس (نماز وتر) کو مقرر فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے تو اے قرآن والو: وتر ادا کیا کرو۔ اسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء أن الوتر ليس بحتم ج ۲ ص ۳۱۶ رقم: ۴۵۲۰ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب ذکر البیان ان لا فرض فی الیوم والليلة من الصلوات اکثر من خمس ج ۲ ص ۳۶۸ رقم: ۴۶۲۱ سنن ابن ماجہ: باب ما جاء فی الوتر ج ۱ ص ۳۴۰ رقم: ۱۱۹۹ سنن الدارمی: باب الحث علی الوتر ج ۱ ص ۳۲۸ رقم: ۱۵۸۰ سنن النسائی: باب الامر بالوتر ج ۱ ص ۱۰۴ رقم: ۴۰۰) شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں وتر فرد کو کہتے ہیں جو تقسیم نہ ہو سکے اکیلا ہو، رب تعالیٰ عدد سے پاک ہے۔ اس کے وتر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ذات و صفات اور افعال میں اکیلا ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے، نہ اس کے صفات افعال قابل تقسیم، اسی معنی سے اسے واحد اور احد کہتے ہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ وتر شفیع ہونا عدد کے حالات ہیں اللہ تعالیٰ عدد سے پاک ہے۔

وتر نماز کو پسند کرتا ہے کہ وتر ہونے میں اسے رب تعالیٰ سے نسبت ہے، لہذا اس پر ثواب دے گا یا اس شخص کو پسند کرتا ہے جو دنیا سے اکیلا ہو کر رب کا ہو رہے جب رب تمہارا ہے تو تم بھی رب کے ہو جاؤ۔ (ازمرقات)

(تو اے قرآن والو) یعنی اے قرآن ماننے والو! نماز وتر پڑھا کرو اس پر بہت ثواب ہے یا اے قرآن ماننے والو! دنیا سے منقطع ہو کر رب کے ہو رہو۔ بعض لوگوں نے اس حدیث کی بنا پر کہا کہ وتر ایک رکعت ہے کیونکہ یہاں وتر کو اللہ تعالیٰ سے نسبت دی گئی اللہ تو ایک ہے وتر بھی ایک ہونی چاہیے مگر یہ بات بہت کمزور ہے کیونکہ یہاں مناسبت صرف وتر یعنی طاق ہونے میں ہے اور طاق تو تین بھی ہیں ایک ہونے میں نسبت نہیں، ورنہ رب تعالیٰ اجزا سے پاک ہے اور وتر نماز اگرچہ ایک رکعت ہی ہو اجزا والی ہے۔ (بزاۃ الناجح، ج ۲ ص ۵۰۳)

(1138) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ أَوْتَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ، وَمِنْ أَوْسَطِهِ، وَمِنْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رات کے پہلے درمیان والے اور آخری حصہ میں رسول اللہ ﷺ نے وتر ادا کیے اور آخری دور میں آپ کے وتر سحری کے وقت

ہوتے تھے۔ (متفق علیہ)

اِحْرَہ وَاَنْتَهٰی وَاَثَرًا اِلَى الشَّحْرِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

تخریج حدیث: (صحیح البخاری: باب ساعات الوتر: ج ۲ ص ۲۵: رقم: ۱۱۱ صحیح مسلم: باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ج ۲ ص ۱۶۸: رقم: ۱۱۷۰ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب من کل اللیل او تر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ج ۲ ص ۲۵: رقم: ۵۰۲۰ سنن ابن ماجہ: باب ما جاء فی الوتر آخر اللیل: ج ۱ ص ۲۵: رقم: ۱۱۸۱ سنن النسائی: باب وقت الوتر: ج ۲ ص ۳۴: رقم: ۱۲۱۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

سحر سے مراد رات کا آخری چھٹا حصہ ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عشاء کے وقت وتر پڑھ لینے اور کبھی عشاء پڑھ کر سوئے اور درمیان رات جاگ کر تہجد وتر پڑھے مگر آخری عمل یہ رہا کہ صبح صادق کے قریب تہجد کے بعد وتر پڑھے، مسلمان جس پر عمل کرے سنت کا ثواب پائے گا اگرچہ آخر رات میں پڑھنا افضل ہے۔ (بزاۃ النانی، ج ۲ ص ۳۹۹)

(1139) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اجْعَلُوا آخِرَ صَلَوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وَتَرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رات کے وقت اپنی نمازوں کے آخر میں وتر ادا کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب لیجعل آخر صلاتہ وتر: ج ۲ ص ۲۵: رقم: ۱۱۸۱ صحیح مسلم: باب صلاة اللیل مثنی مثنی والوتر رکعة من آخر اللیل: ج ۲ ص ۱۶۲: رقم: ۱۱۷۱ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب من قال یجعل آخر صلاتہ وتر: ج ۲ ص ۳۲: رقم: ۵۰۲۲ سنن ابوداؤد: باب فی وقت الوتر: ج ۱ ص ۵۲: رقم: ۱۲۲۰ مسند امام احمد بن حنبل: مسند عبداللہ بن عمر: ج ۲ ص ۱۰۲: رقم: ۵۷۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس کی شرح ابھی عرض کی جا چکی ہے کہ یہ حدیث تہجد والوں کے لیے تہجد کے اعتبار سے ہے اور تہجد نہ پڑھنے والوں کے لیے عشاء کے اعتبار سے یعنی تہجد والے وتر تہجد سے پہلے نہ پڑھیں اور دوسرے لوگ وتر عشاء سے پہلے نہ پڑھیں لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو نفل پڑھتے تھے۔ (بزاۃ النانی، ج ۲ ص ۳۹۶)

(1140) وَعَنِ ابْنِ سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اجْعَلُوا آخِرَ صَلَوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وَتَرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صبح سے پہلے وتر ادا کر لیا کرو۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب صلاة اللیل مثنی مثنی والوتر رکعة من آخر اللیل: ج ۲ ص ۱۶۲: رقم: ۱۱۷۱ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب وقت الوتر: ج ۲ ص ۳۲: رقم: ۵۰۲۲ سنن ابن ماجہ: باب من نام عن وتر او نسیہ: ج ۱ ص ۲۵: رقم: ۱۱۸۱ سنن ترمذی: باب ما جاء فی مبادرة الصبح بالوتر: ج ۲ ص ۳۲: رقم: ۵۷۱۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حکم وجوبی ہے کیونکہ وتر کا وقت عشاء کے بعد صبح تک ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث کی بناء پر فرمایا کہ وتر کی قضا نہیں مگر صحیح یہ ہے کہ قضا ہے حتیٰ کہ اگر صاحب ترتیب کے وتر رہ گئے ہوں اور وہ عمد اور بغیر قضا کیے فجر پڑھے تو اس کی فجر نہ ہوگی یہی امام اعظم کا قول ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو وتر سے سو جائے وہ صبح کے بعد پڑھے اس لیے امام شافعی بھی قضا وتر کے قائل ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۴۹۷)

(1141) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي صَلَوَتَهُ بِاللَّيْلِ، وَهِيَ مُعْتَزِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَإِذَا بَقِيَ الْوُتْرُ، أَقْبَضَهَا فَأَوْتَرَتْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کی نماز پڑھتے حالانکہ وہ (یعنی میں) آپ کے سامنے لیٹی ہوتی۔ تو جب وتر باقی رہ جاتے تو مجھے بیدار کر دیتے تو میں وتر پڑھ لیتی۔ (مسلم)

وَبِأَيِّ رِوَايَةٍ لَهُ: فَإِذَا بَقِيَ الْوُتْرُ، قَالَ: قُومِي فَأَوْتِرِي يَا عَائِشَةُ.

ایک اور روایت ہے کہ آپ (ﷺ) فرماتے: اے عائشہ اٹھ جا اور وتر ادا کرو۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي صلى الله عليه وسلم، ج ۲ ص ۱۶۸، رقم: ۱۱۱۱، سنن ابوداؤد، باب من قال المرأة لا تقطع الصلاة، ج ۱ ص ۲۱۰، رقم: ۱۱۱۱)

شرح حدیث: مسئلہ: جو شخص جاگنے پر اعتماد رکھتا ہو اس کو آخر رات میں وتر پڑھنا مستحب ہے، ورنہ سونے سے قبل پڑھ لے، پھر اگر بچھے کو آنکھ کھلی تو تہجد پڑھے وتر کا اعادہ جائز نہیں۔ (الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصلاة، مطلب فی طلوع الشمس من مغربها، ج ۲ ص ۳۳)

مسئلہ: وتر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلی رکعت میں سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى دوسری میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ کا تیسری میں قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ کا پڑھی ہے، لہذا کبھی تبرکات نہیں پڑھے۔

(الفتاویٰ الحمیدیہ، کتاب الصلاة، الباب الرابع فی صلوۃ الصلاة، الفصل الرابع، ج ۱ ص ۷۸)

اور کبھی پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ کی جگہ اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ۔

(1142) وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوُتْرِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صبح سے پہلے پہلے وتر ادا کیا کرو۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی وقت الوتر، ج ۱ ص ۲۴۹، رقم: ۱۲۲۸، سنن ترمذی، باب ما جاء فی مبادرۃ الصبح بالوتر، ج ۱ ص ۲۲۱، رقم: ۲۱۰، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب وقت الوتر، ج ۱ ص ۸۸، رقم: ۲۲۲، صحیح ابن حبان، باب الوتر، ج ۱ ص ۱۸، رقم: ۲۲۵، صحیح مسلم، باب صلاة الليل مثنی مثنی والوتر ركعة من آخر الليل، ج ۲ ص ۱۷۲، رقم: ۱۷۲۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یہ حکم وجوبی ہے کیونکہ وتر کا وقت عشاء کے بعد صبح تک ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث کی بناء پر فرمایا کہ وتر کی قضا نہیں مگر صحیح یہ ہے کہ قضا ہے حتیٰ کہ اگر صاحب ترتیب کے وتر رہ گئے ہوں اور وہ عمدہ وتر بغیر قضا کیئے فجر پڑھے تو اس کی فجر نہ ہوگی یہی امام اعظم کا قول ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو وتر سے سو جائے وہ صبح کے بعد پڑھ لے اس لیے امام شافعی بھی قضا وتر کے قائل ہیں۔ (بزاۃ النایح، ج ۲ ص ۴۹۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو خطرہ ہو کہ پچھلی رات نہ بیدار ہو سکے گا۔ تو اس کو شروع رات میں وتر پڑھ لینے چاہئیں۔ اور جس کو امید ہو کہ بیدار ہو جائے گا تو اسے رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھنے چاہئیں۔ کیونکہ رات کے آخری حصہ کی نماز میں فرشتے حاضر کیے جاتے ہیں اور یہ افضل ہے۔ (مسلم)

(1143) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَافَ أَنْ لَا يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، فَلْيُؤْتِرْ أَوَّلَهُ، وَمَنْ طَمَعُ أَنْ يَقُومَ آخِرَهُ فَلْيُؤْتِرْ آخِرَ اللَّيْلِ، فَإِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُودَةٌ، وَذَلِكَ أَفْضَلُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب من خاف ان لا يقوم من آخر الليل فليوتر اوله، ج ۲ ص ۱۷۴، رقم: ۱۸۰۲، مسند الشافعی، الباب العشرون فی الوتر، ج ۱ ص ۲۱۱، رقم: ۵۵۹، مصنف ابن ابی شیبہ، من قال یجعل الرجل آخر صلاته باللیل وترا، ج ۱ ص ۸۰، رقم: ۱۶۰۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یہ امر وجوبی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر واجب ہیں۔
حضرت ابو بکر صدیق اول شب میں وتر پڑھ لیتے تھے اور حضرت عمر فاروق آخر شب میں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکر تم احتیاط پر عمل کرتے ہو اور اے عمر تم قوت و اجتہاد پر۔ خیال رہے کہ یہاں فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں جو آخر شب میں اللہ کی رحمتیں لے کر اترتے ہیں، بعض شارحین نے فرمایا کہ مشہود کے معنی ہیں عظمت کی گواہی دی ہوئی۔ (بزاۃ النایح، ج ۲ ص ۴۹۸)

نماز چاشت کی فضیلت اس میں قلیل و کثیر اور متوسط رکعتوں کا بیان اور اس کی محافظت کی ترغیب کا بیان

63 بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَبَيَانِ أَقْلِهَا وَكَثْرِهَا وَأَوْسَطِهَا، وَالْحَثِّ عَلَى الْمُحَافَظَةِ عَلَيْهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے

(1144) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

اَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَرَكْعَتِي الضُّحَى، وَأَنْ أُوْتِرَ قَبْلَ أَنْ أَرْقُدَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

میرے خلیل ﷺ نے مجھے ہر ماہ میں تین دن روزہ رکھنے اور چاشت کی دو رکعت ادا کرنے اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی تاکید فرمائی۔ (متفق علیہ)

وَالْإِيْتَارُ قَبْلَ النَّوْمِ إِنْهَا يُسْتَعَبَثُ لِمَنْ لَا يَتَّقِي بِالْإِسْتِيقَاطِ آخِرَ اللَّيْلِ فَإِنْ وَثِقَ، فَأَخِرُ اللَّيْلِ أَفْضَلُ.

سونے سے پہلے وتر پڑھنا اس کے لیے مستحب ہے۔ جس کو پچھلی رات جاگنے کا اعتماد نہ ہو۔ اگر مطمئن ہو تو پچھلی رات میں وتر پڑھنا زیادہ افضل ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب صلاة الضحی فی المحصر: ج ۲ ص ۵۸ رقم: ۱۱۴۸ صحیح مسلم: باب استحباب صلاة الضحی وان اقلها ركعتان واكملها ثمان ركعات ج ۲ ص ۱۵۸ رقم: ۱۱۴۵ السنن الکبری للبیہقی: باب الاختیار فی وقت الوتر ج ۳ ص ۳۲ رقم: ۵۰۳۴ سنن ابوداؤد: باب فی الوتر قبل النوم: ج ۳ ص ۵۲ رقم: ۳۲۲ سنن الدارمی: باب صلاة الضحی: ج ۱ ص ۳۰۲ رقم: ۱۳۵۴)

شرح حدیث: حکیم الثمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

شروع مہینہ میں ایک روزہ، درمیان میں ایک، آخر میں ایک، یا ہر عشرہ کے شروع میں ایک روزہ یا ہر مہینہ کی تیرھویں چودھویں پندرھویں کے روزے تیسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔

اس لیے کہ آپ بہت رات گئے تک دن کی سنی ہوئی حدیثیں یاد کرتے تھے۔ دیر میں سوتے اس لیے تہجد کو اٹھنا مشکل ہوتا۔ (مرقاۃ دا شد) اس سے معلوم ہوا کہ دینی طلبہ کے لیے یہی بہتر ہے کہ رات گئے تک علم میں محنت کریں اور وتر عشاء کے ساتھ پڑھ لیا کریں ان کے لیے سبق یاد کرنا تہجد سے افضل ہے۔ خیال رہے کہ بعض صحابہ کرام خصوصاً ابو ہریرہ قرآن کی طرح احادیث یاد کرتے تھے۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۳۹۸)

(1145) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سُلَامَى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ: فَكُلُّ نَسِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزَىءُ مِنْ ذَلِكَ رَكْعَتَانِ يَزِيْرُ كَعُهُمَا مِنَ الضُّحَى رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر آدمی کے ہر جوڑ پر صبح کے وقت صدقہ ہے ہر تسبیح (سبحان اللہ کہنا) صدقہ ہے اور ہر تحمید (الحمد للہ کہنا) صدقہ ہے اور ہر تہلیل (لا الہ الا اللہ کہنا) صدقہ ہے اور ہر تکبیر (اللہ اکبر کہنا) صدقہ ہے نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے برائی سے روکنا صدقہ ہے۔ ان تمام کی طرف سے چاشت کی دو رکعتیں پڑھ لینا کافی ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب صلاة الضحی وان اقلها ركعتان واكملها ثمان ركعات ج ۱ ص ۲۵۸)

مسند امام احمد مسند ابی ذر ج ۲ ص ۱۶۷ رقم: ۲۱۵۱۲ مسند ابو عوانہ بیان ثواب صلاة الضعی ج ۲ ص ۱۰ رقم: ۲۱۵۱۲ مسند ابن عساکر ص ۱۱۲ رقم: ۱۰۷۶ اطراف المسند المعتل من اسمه ابو الاسود الدغلی ج ۲ ص ۹۸ رقم: ۸۱۱۵

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی ان سب میں صدقہ نقلی کا ثواب ہے اور یہ بدن کے جوڑوں کی سلامتی کا شکر یہ بھی ہے لہذا اگر کوئی انسان روزانہ نین سو ساٹھ نقلی نیکیاں کرے تو محض جوڑوں کا شکر یہ ادا کرے گا باقی نعمتیں بہت دور ہیں۔

یہاں چاشت سے مراد اشراق ہی ہے، اس نماز کے بڑے فضائل ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ نماز فجر پڑھ کر مصلے پر ہی بیٹھا رہے، تلاوت یا ذکر خیر ہی کرتا رہے، یہ رکعتیں پڑھ کر مسجد سے نکلے ان شاء اللہ عمرہ کا ثواب پائے گا۔

(برزۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۳۵)

(1146) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّعْيَ أَرْبَعًا، وَيَزِيدُ مَا شَاءَ اللَّهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی نماز چار رکعت ادا کرتے اور جتنا اللہ تعالیٰ چاہتا اس میں اضافہ کر لیتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب الركعتين في المسجد لمن قدم من سفر اول قدمه ج ۲ ص ۱۵۷ رقم: ۱۱۸۱۸ سنن النسائي: باب عدد صلاة الضعی فی المحضر ج ۱ ص ۱۸۰ رقم: ۳۷۴۱ مسند امام احمد بن حنبل: حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا ج ۱ ص ۱۱۲ رقم: ۲۴۹۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی آپ نے نماز چار رکعت سے کبھی کم نہ پڑھی، ہاں کبھی زیادہ کر دیتے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا کہ ان رکعتوں میں والشمس، واللیل، والضحی، الم نشرح پڑھے۔ (برزۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۳۳)

(1147) وَعَنْ أُمِّ هَانِئٍ فَاخْتَتَنَ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ، فَلَمَّا قَرَعَ مِنْ غُسْلِهِ، صَلَّى تَمَانِيَ رَكَعَاتٍ، وَذَلِكَ ضَعْفَى. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهَذَا مُخْتَصَرٌ لَفْظِ إِحْدَى رَوَايَاتِ مُسْلِمٍ.

حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابوطالب ؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے آپ کو غسل کرتے ہوئے پایا جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے آٹھ رکعت نماز ادا کی یہ چاشت کا وقت تھا۔ (متفق علیہ) یہ مختصر الفاظ روایات مسلم میں سے ایک روایت کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب صلاة الضعی وان اقلها ركعتان واكملها ثمان ركعات ج ۲ ص ۵۷ رقم: ۲۷۱۱ سنن الصغری: باب صلاة الضعی ج ۱ ص ۲۲۶ رقم: ۸۲۱ موطاء امام مالك: باب الصلاة في الثوب الواحد ج ۱ ص ۲۵۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ حدیث نماز چاشت کی بڑی قوی دلیل ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نماز گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔ خیال رہے کہ ام ہانی کا نام فاختہ یا عاتکہ بنت ابی طالب ہے، علی مرتضیٰ کی حقیقی بہن ہیں، آپ مجبوز امکہ معظمہ سے ہجرت نہ کر سکی تھیں۔

یہ نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری نمازوں سے ہلکی، رکوع سجدے تو ویسے ہی دراز تھے مگر قیام اور قعدہ کا تھا لہذا اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے قیام و قعدہ پورا نہ کیا۔

(یہ چاشت کا وقت تھا) یعنی یہ نماز شکرانہ وغیرہ کی نہ تھی بلکہ چاشت کی تھی۔ (مزاۃ النبی، ج ۲ ص ۵۴۳)

64۔ بَابُ تَجْوِيزِ صَلَاةِ الضُّحَى مِنْ اَرْتِفَاعِ الشَّيْثِ إِلَى زَوَالِهَا وَالْأَفْضَلُ أَنْ تُصَلَّى عِنْدَ اشْتِدَادِ الْحَرِّ وَارْتِفَاعِ الضُّحَى

(1148) عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ رَأَى قَوْمًا يُصَلُّونَ مِنَ الضُّحَى، فَقَالَ: أَمَا لَقَدْ عَلِمُوا أَنَّ الصَّلَاةَ فِي غَيْرِ هَذِهِ السَّاعَةِ أَفْضَلُ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ حَبْنُ تَرْمَضُ الْفِصَالِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

چاشت کی نماز سورج کے بلند ہونے سے زوال تک جائز ہے تاہم گرمی کی شدت اور چاشت کے بلند ہونے کے وقت پڑھنا زیادہ افضل ہے

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا خبردار ان لوگوں کو علم ہے کہ اس گھڑی کے سوا (کسی اور وقت) میں یہ نماز زیادہ فضیلت کی حامل ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رجوع کرنے والوں کی نماز اس وقت ہے جب اونٹوں کے بچے (کے پاؤں) گرمی کی شدت سے جلنے لگیں۔ (مسلم)

تَرْمَضُ بِفَتْحِ التَّاءِ وَالْيَمِيمِ وَبِالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ، يَعْنِي: شِدَّةَ الْحَرِّ وَالْفِصَالُ جَمْعُ فَصِيلٍ وَهُوَ: الصَّغِيرُ مِنَ الْإِبِلِ

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب صلاة الاوابین حبن ترمض الفصال ج ۲ ص ۱۶۴ رقم: ۱۰۹۰ السنن الکبریٰ باب من استحب تاخیرها حتی ترمض الفصال ج ۲ ص ۳۹ رقم: ۵۱۰۵ صحیح ابن حبان باب النوافل ج ۶ ص ۲۸۰ رقم: ۲۵۲۹ مسند امام احمد بن حنبل: حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ج ۶ ص ۳۱۴ رقم: ۱۲۸۹ مسند البزار مسند زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۲۲ رقم: ۲۲۱۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اشراق سے متصل چہارم دن گزرنے سے پہلے جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا کہ چاشت کا وقت بھی طلوع آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور نصف النہار پر ختم ہوتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ چہارم دن گزرنے پر پڑھے، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے کیونکہ زید ابن ارقم نے افضل فرمایا، یہ نہ کہا کہ یہ نماز وقت سے پہلے پڑھ رہے ہیں، چونکہ اس زمانہ میں گھڑی نہ تھی اس لیے اوقات کا ذکر علامت سے ہوتا تھا آپ نے دو پہر کو اسی علامت سے بیان فرمایا کہ اونٹ کے بچے اون کی وجہ سے جب گرم ہو جائیں یعنی خوب دن چڑھ جائے وقت گرم ہو جائے، چونکہ اس وقت دل آرام کرنا چاہتا ہے اس لیے اس وقت نماز بہتر ہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۵۳۶)

65 بَابُ الْحَثِّ عَلَى صَلَاةِ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ

بِرَكْعَتَيْنِ وَكَرَاهَةِ الْجُلُوسِ قَبْلَ أَنْ

يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ فِي أَيِّ وَقْتٍ دَخَلَ وَسَوَاءٌ

صَلَّى رَكْعَتَيْنِ بِنِيَّةِ التَّحِيَّةِ أَوْ صَلَاةٍ

فَرِيضَةٍ أَوْ سُنَّةٍ رَاتِبَةٍ أَوْ غَيْرِهَا .

(1149) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دَخَلَ

أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ، فَلَا يَجْلِسُ حَتَّى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تحیۃ المسجد کی دو رکعت نماز کی ترغیب اور دو

رکعت نفل پڑھنے سے پہلے مسجد میں بیٹھنے کی

کراہت چاہے کسی بھی وقت مسجد میں داخل

ہو چاہے یہ دو رکعت تحیۃ المسجد یا فرض نماز یا

سنت مؤکدہ یا کوئی اور نماز پڑھے

حضرت ابو قتادہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو

تو وہ دو رکعت پڑھنے سے قبل نہ بیٹھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما جاء في التطوع مشي مشي، ج ۲ ص ۵۶، رقم: ۱۱۶۳، صحیح مسلم، باب استعجاب

تحية المسجد بركعتين وكرامة الجلوس قبل صلاتها، ج ۲ ص ۱۵۵، رقم: ۱۱۸۴، السنن الكبرى للبيهقي، باب من دخل المسجد لا

يجلس حتى يركع ركعتين، ج ۲ ص ۱۱۳، رقم: ۵۹۰۴، مسند امام احمد بن حنبل، حديث أبي قتادة الانصاري، ج ۵ ص ۳۱۱، رقم:

۲۰۰۰، مصنف عبدالرزاق، باب الركوع اذا دخل المسجد، ج ۱ ص ۳۲۸، رقم: ۱۹۴۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ نفل تحیۃ المسجد ہیں جو مسجد میں داخلے کے وقت پڑھے جاتے ہیں جب کہ وقت کراہت نہ ہو، لہذا فجر اور مغرب کے

سوا باقی نمازوں میں یہ نفل پڑھنا مستحب ہے۔ خیال رہے کہ یہ حکم عام مسجدوں کے لیے ہے، مسجد حرام کے لیے بجائے

نوافل کے صواف بہتر ہے اور یہ حکم غیر خطیب کے لئے ہے، خطیب جمعہ کے دن مسجد میں آتے ہی خطبہ پڑھے گا۔

(مزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۶۶۳)

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ میں رسول

(1150) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: صَلِّ رَكْعَتَيْنِ مُتَّفَقَيْنِ عَلَيْهِ۔
 تھے۔ آپ نے فرمایا: دو رکعت پڑھ۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الصلاة اذا قدم من سفر: ج ۱ ص ۱۶ رقم: ۴۴۲ صحیح مسلم: باب استحباب تحية المسجد بركعتين وكرامة الجلوس قبل صلاتهما: ج ۲ ص ۱۵۵ رقم: ۱۶۸۸ السنن الكبرى للبيهقي: باب ما جاء في هبة المشاع ج ۶ ص ۱۴۱ رقم: ۱۲۴۰۸ مسند عبد بن حميد من مسند جابر بن عبد الله: ص ۳۳۱ رقم: ۱۰۹۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مسجد سے مراد یا حضرت جابر کے محلے کی مسجد ہے یا مسجد نبوی شریف دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے مسجد اللہ کا گھر ہے وہاں حاضر ہونا گویا رب تعالیٰ سے ملاقات کرنا ہے اس کا استحباب حدیث فعلی سے بھی ثابت ہے اور حدیث قولی سے بھی۔ (مرقات) (برزۃ المناجیح، ج ۵ ص ۸۰۱)

وضو کرنے کے بعد دو رکعت

نماز پڑھنا مستحب ہے

66- بَابُ اسْتِحْبَابِ

رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْوُضُوءِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال کو فرمایا۔ اے بلال مجھے اسلام میں اپنے سب سے زیادہ قبولیت والے عمل کی خبر دو کیونکہ میں نے تمہارے جو توں کی آہٹ جنت میں اپنے آگے سنی ہے۔ عرض کیا: میں نے اس سے زیادہ امید والا عمل کوئی نہ کیا کہ میں نے رات یا دن کی جس بھی گھڑی میں وضو کرتا ہوں تو میں اس وضو سے نماز ادا کرتا ہوں جو میرے لیے لکھی گئی۔ (متفق علیہ) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

(1151) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبَلَالٍ: يَا بَلَالُ، حَدِّثْنِي بِأَرْبَعٍ عَمِلْتُهِنَّ فِي الْإِسْلَامِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ: مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْبِحُ عِنْدِي مِنْ أَمْرِ لَمْ أَتَطَهَّرْ ظَهْرًا فِي سَاعَةٍ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ إِلَّا صَلَّيْتُ بِذَلِكَ الظُّهُورِ مَا كُتِبَ لِي أَنْ أُصَلِّيَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَهَذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

الدَّفُّ: فا کے ساتھ جوتے کی آواز اور اس کی حرکت جو زمین پر چلنے سے پیدا ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

الدَّفُّ بِالْفَاءِ: صَوْتُ النَّعْلِ وَحَرَكَتُهُ عَلَى الْأَرْضِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب فضل الطهور باللیل والنهار وفضل الصلاة بعد الوضوء ج ۲ ص ۵۲ رقم: ۱۱۳۹ صحیح مسلم: باب من فضائل بلال رضي الله عنه ج ۲ ص ۱۳۶ رقم: ۱۶۷۸ صحیح ابن خزيمة: باب فضل صلاة التطوع في عقب كل وضوء يتوضأ المحدث ج ۲ ص ۲۱۳ رقم: ۱۲۰۸ مسند امام احمد بن حنبل: مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۳۳۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المحتان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غالب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شب خواب میں معراج ہوئی تب اس کے سویرے کو حضرت بلال سے یہ سوال فرمایا کیونکہ جسمانی معراج کے سویرے تو فجر جماعت سے پڑھی نہ تھی یا یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جسمانی معراج میں ملاحظہ فرمایا تھا مگر یہ سوال کسی اور دن فجر کی نماز کے بعد فرمایا، یہ ہی معنی زیادہ ظاہر ہیں۔

حضرت بلال کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے جنت میں جانا ایسا ہے جیسے نوکر چاکر بادشاہوں کے آگے ہنوبچو کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے بلال! تم نے ایسا کون سا کام کیا جس سے تم کو میری یہ خدمت میسر ہوئی۔ خیال رہے کہ معراج کی رات نہ تو حضرت بلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں گئے نہ آپ کو معراج ہوئی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات وہ واقعہ ملاحظہ فرمایا جو قیامت کے بعد ہوگا کہ تمام خلق سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں داخل ہوں گے اس طرح کہ حضرت بلال خادمانہ حیثیت سے آگے آگے ہوں گے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے انجام پر خبردار کیا کہ کون جنتی ہے اور کون دوزخی اور کون کس درجہ کا جنتی دوزخی ہے، یہ علوم خمسہ میں سے ہیں اور دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان و آنکھ لاکھوں برس بعد ہونے والے واقعات کو سن لیتے ہیں، دیکھ لیتے ہیں۔ یہ واقعہ اس تاریخ سے کئی لاکھ سال بعد ہوگا مگر قربان ان کانوں کے آج ہی سن رہے ہیں۔ تیسرے یہ کہ انسان جس حال میں زندگی گزارے گا اسی حال میں وہاں ہوگا۔ حضرت بلال نے اپنی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزاری وہاں بھی خادم ہو کر ہی اٹھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت بلال کے صدقے مجھے نصیب کرے کہ وہاں بھی اپنے پیارے محبوب کے گن گاؤں، ان کی نعتیں لکھوں اور پڑھوں۔ شعر

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے و پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے

لواء کے تلے ثناء میں کھلے رضا کی زبان تمہارے لیے

(تو میں اس وضو سے نماز ادا کرتا ہوں) یعنی دن رات میں جب بھی میں نے وضو یا غسل کیا تو دو نفل تحیۃ الوضو پڑھ لیے مگر یہاں اوقات غیر مکروہ میں پڑھنا مراد ہے تاکہ یہ حدیث ممانعت کی احادیث کے خلاف نہ ہو۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بلال سے یہ پوچھنا اسی لیے تھا تاکہ آپ یہ جواب دیں اور امت اس پر عمل کرے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر شخص کے ہر چہے کھلے عمل سے واقف ہیں، نیز یہ درجہ صرف حضرت بلال کو ان نوافل کا ہے۔ ہزار ہا آدمی یہ نوافل پڑھیں گے یا پابندی کریں گے مگر انہیں یہ خدمت نصیب نہیں۔ (برزۃ الناجح، ج ۲ ص ۵۵۲)

67- بَابُ فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَوُجُوبِهَا

جمعہ کے دن کی فضیلت اور اس کی فرضیت

وَالْإِغْتِسَالُ لَهَا وَالطَّيِّبُ وَالتَّبَكُّيرُ إِلَيْهَا

اس کے لیے غسل کرنا خوشبو لگانا جاتے

وَالدُّعَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيهِ بَيَانُ
سَاعَةِ الْإِجَابَةِ وَاسْتِعْبَابِ اكْثَارِ
ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى بَعْدَ الْجُمُعَةِ

ہوئے راستے میں تکبیر پڑھنا جمعہ کے روز
دعا مانگنا اور رسول اللہ پر درود پڑھنا اس
میں قبولیت کی وہ گھڑی اور نماز جمعہ کے
بعد کثرت سے ذکر کرنا مستحب ہے

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ
فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ، وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ
وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) (الجمعة:
10)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر جب نماز (جمعہ) ہو چکے
تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو
بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے افضل دن جس میں سورج
طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے۔ اس دن آدم علیہ السلام
پیدا ہوئے اسی دن جنت میں داخل ہوئے اور اسی دن
اس سے نکالے گئے۔ (مسلم)

(1152) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ
يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ: فِيهِ خُلِقَ
آدَمُ، وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا رَوَاةُ
مُسْلِمٍ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضل يوم الجمعة: ج ۲ ص ۶ رقم: ۲۰۱۲ السنن الکبریٰ للبیہقی باب الساعة التي في
يوم الجمعة: ج ۲ ص ۲۵۱ رقم: ۶۲۱۶ سنن النسائي الكبرى: باب كفارة من ترك الجمعة من غير عذر ج ۱ ص ۱۰۵ رقم: ۱۶۶۲ صحیح
ابن حبان باب صلاة الجمعة: ج ۱ ص ۲۴۴، رقم: ۲۴۴۲ مسند امام احمد بن حنبل: مسند أبي هريرة رضي الله عنه ج ۲ ص ۳۱۸ رقم: ۴۲۹۹)

شرح حدیث: یہ حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں طور کی طرف گیا تو کعب احبار سے ملا، ان کے پاس بیٹھا انہوں
نے مجھے تورات کی باتیں سنائیں اور میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں جو حدیثیں میں نے انہیں سنائیں
ان میں یہ بھی تھا کہ میں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین وہ دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن
ہے اسی میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی میں اتارے گئے، اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی، اسی میں وفات پائی، اسی میں
قیامت قائم ہوگی ایسا کوئی جانور نہیں جو جمعہ کے دن صبح سے آفتاب نکلنے تک قیامت کا ڈرتے ہوئے منتظر نہ ہو جن دافس
کے سواء اور اس میں ایک ایسی ساعت ہے جسے کوئی مسلمان نماز پڑھتے ہوئے نہیں پاتا کہ اللہ سے کچھ مانگے مگر رب
اسے دیتا ہے کعب بولے کہ یہ ہر سال میں ایک بار ہے میں نے کہا بلکہ ہر جمعہ میں ہے تو کعب نے تورات پر بھی توبہ بولے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ ابن سلام سے ملا تو میں نے انہیں کعب کے پاس بیٹھنے اور جو کچھ میں نے ان سے جمعہ کے بارے میں گفتگو کی سنائی میں نے کہا کہ کعب بولے یہ ہر سال میں ایک دن ہے تو عبد اللہ ابن سلام نے فرمایا کہ کعب نے غلط کہا تب میں نے ان سے کہا پھر کعب نے توریت پڑھی تو فرمایا بلکہ وہ ہر جمعہ میں ہے تب عبد اللہ ابن سلام بولے کہ کعب نے سچ کہا پھر عبد اللہ ابن سلام نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ وہ کون سی ساعت ہے ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا وہ مجھے بتا دیجئے اور بخل نہ کیجئے عبد اللہ ابن سلام نے فرمایا کہ وہ جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہے ابو ہریرہ فرماتے ہیں میں بولا کہ وہ جمعہ کی آخری ساعت کیسے ہو سکتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان بندہ اسے نماز پڑھتے ہوئے پائے عبد اللہ ابن سلام بولے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو کسی جگہ نماز کے انتظار میں بیٹھے تو وہ نماز پڑھنے تک نماز ہی میں ہے ابو ہریرہ فرماتے ہیں میں نے کہا ہاں فرمایا وہ یہی ہے۔ (مالک، ابوداؤد، ترمذی، نسائی) اور احمد نے صدق کعب تک روایت کی۔

عظیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(میں طور کی طرف گیا) ظاہر یہ ہے کہ طور سے مراد وہ مشہور طور پہاڑ ہی ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام رب تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے تھے۔

(تو کعب احبار) آپ کا نام کعب ابن مالک، کنیت ابواسحاق، قبیلہ حمیر سے ہیں، یہود کے بڑے مشہور عالم تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہ کر سکے، عہد فارتی میں ایمان لائے اور خلافت عثمانی ۳۲ھ مقام حمص میں وفات پائی لہذا آپ تابعین میں سے ہیں۔

(میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں) صحابہ کرام مؤمنین علمائے بنی اسرائیل سے توریت شریف کی وہ آیات سنا کرتے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں ہیں تاکہ ان سے ایمان تازہ اور دل روشن ہو۔ جن احادیث میں توریت پڑھنے سے حضرت عمر کو منع فرمایا گیا وہ توریت کی وہ آیات مراد ہیں جو اسلام کے خلاف ہیں یا اس سے ہدایت لینے کے لیے پڑھنا مراد ہے، اب ہدایت صرف قرآن و حدیث میں ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

(اسی میں قیامت قائم ہوگی) معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم دیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ عاشورہ کے دن ہوگی مگر اس کا سنہ بتانے کی اجازت نہ تھی۔

(قیامت کا ڈرتے ہوئے منتظر نہ ہو) یعنی جمعہ کے دن ہر جانور منتظر ہوتا ہے کہ شاید آج قیامت ہو، جب بخیریت سورج نکل آتا ہی تب سمجھتا ہے کہ آج قیامت نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں کو بھی یہ معلوم ہے کہ قیامت جمعہ کو آوے گی۔ اور انہیں ہمارے دنوں کی بہت خبر رہتی ہے کہ آج فلاں دن ہے۔

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس گھڑی ہوئی توریت میں بھی جمعہ کے فضائل اور

اس میں قبولیت کی ساعت کا ذکر تھا مگر حضرت کعب کی یاد نے غلطی کی کہ وہ سمجھے تو ریت میں یہ ہے کہ سال کے ایک جمعہ میں قبولیت کی ساعت ہوتی ہے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا معجزہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیزوں کی خبر دی تو جو توریت کے چوٹی کے عالم پر چھٹی رہیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے بتادیں۔

(کعب نے غلط کہا) یہاں کذب بمعنی جھوٹ نہیں بلکہ بمعنی بھول جانا یا غلطی کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک عالم کے غلط فتوے کو دوسرا عالم درست کر کے سائل کو بتا سکتا ہے کہ وہ غلط تھا۔

(کعب نے سچ کہا) سبحان اللہ! یہ حضرات بالکل بے نفس تھے انہیں کسی کی ذات سے عناد نہ تھا اصل مسئلے سے بحث تھی۔ امام بخاری نے بخاری شریف میں جو امام ابو حنیفہ پر سخت لہجہ میں اعتراضات کیئے ہیں انہیں بھی امام اعظم سے عناد نہ تھا وہ سمجھے کہ یہ مسائل غلط ہیں اور حدیث کے خلاف ہیں اسی لئے اس طرح اعتراضات کر گئے، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے لہذا اب ہم امام بخاری کو برا نہیں کہہ سکتے۔

(اور بخل نہ سمجھئے) تَفْسَنَ خَسَنٌ سے بنا، بمعنی بخل، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَنِيِّ بِظَنِينٍ۔ خیال رہے کہ مال کے بخل سے علم کا بخل زیادہ برا کیونکہ علم خرچ کرنے سے گھٹتا نہیں، ہاں یہ ضروری ہے کہ نا اہل سے علم کے اسرار چھپاؤ کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے گا۔

(جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہے) غالب یہ ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یہ فرمایا ہو گا اور ہو سکتا ہے کہ توریت میں دیکھ کر یا اپنے بزرگوں سے سن کر فرمایا ہو مگر پہلا احتمال زیادہ قوی ہے کیونکہ آپ کو اسلام لانے کے بعد توریت پر اعتماد نہ رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ایسا جرم کر سکتے تھے۔

(مسلمان بندہ اسے نماز پڑھتے ہوئے پائے) یعنی اس وقت نماز مکروہ ہے کہ نہ فرض جائز نہ نفل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندہ اسے نماز پڑھتا ہوا پاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقت نماز کا ہے، لہذا آپ کا قول اس حدیث کے مخالف معلوم ہوتا ہے۔

(میں نے کہا ہاں فرمایا وہ یہی ہے) یعنی تمہاری حدیث میں نماز سے حقیقی نماز مراد نہیں بلکہ حکمی نماز مراد ہے، چونکہ اس وقت مغرب قریب ہوتی ہے، لوگ مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھتے ہیں تو نماز ہی میں ہوتے ہیں، اب اگر دعائے مانگ لیں تو نماز میں بھی ہیں اور دعائے مانگ رہے ہیں۔ خیال رہے کہ اکثر علماء کا یہی قول ہے کہ یہ ساعت مغرب کے قریب ہوتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ دو خطبوں کے درمیان بھی دعائے مانگ لے اور خطبہ اور نماز کے درمیان بھی اور اس وقت بھی۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اس ساعت کے بارے میں چالیس قول ہیں۔ (بیراۃ الناجح، ج ۲ ص ۵۸۹)

(1153) وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کے لیے آیا پس کان

إِلَى الْجُمُعَةِ، فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ
وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَلِإِذَا لَأَلَاؤُهُ أَكَامَ، وَمَنْ مَسَّ الْحَطَى،
لَقَدْ لَغَارَ وَوَاةٌ مُسْلِمٌ.

لگا کر سنا اور خاموش رہا تو اس سے ایک جمعہ سے لے کر
دوسرے جمعہ کے درمیان جو غلطیاں سرزد ہوئیں معاف
کر دی جاتی ہیں اور تین دن زیادہ کے بھی معاف ہوتے
ہیں اور جس نے کنکریوں کو ہاتھ لگایا اس نے فضول کام
کیا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضل من استمع وانصت فی الخطبة ج ۲ ص ۸ رقم: ۲۰۲۵ سنن ابوداؤد: باب فضل
الجمعة ج ۱ ص ۳۰۹ رقم: ۱۰۵۲ المسند السمیع علی صحیح مسلم لابی نعیم: کتاب الصلاة ج ۲ ص ۲۲۸ رقم: ۱۹۳۳ تلخیص
الخبیر للعلانی: کتاب الجمعة ج ۲ ص ۶۷ تحت رقم: ۶۵۵ تحفة الاشراف للزمی من اسمہ ابو معاویة الطریز ج ۱ ص ۲۷ رقم: ۱۲۵۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
(جس نے اچھی طرح وضو کیا) اس طرح کہ وضو کے فرائض، سنتیں، مستحبات سب ادا کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ
جمعہ کا غسل واجب نہیں، سنت ہے۔ جو صرف وضو ہی کرے وہ گنہگار نہیں۔ امام مالک کے ہاں یہ غسل واجب ہے، یہ
حدیث ان کے خلاف ہے۔

(پس کان لگا کر سنا اور خاموش رہا تو) اس طرح کہ اگر دور ہو تو صرف خاموش رہے اور اگر امام سے قریب ہو کہ خطبہ کی
آواز آرہی ہو تو کان لگا کر سنے۔

(جس نے کنکریوں کو ہاتھ لگایا اس نے فضول کام کیا) یعنی خطبہ کے وقت صرف زبان سے خاموشی کافی نہیں بلکہ سکون
و اطمینان سے بیٹھنا بھی ضروری ہے، کنکری پتھروں سے کھیلنا بھی ممنوع ہے۔ اسی لیے علماء فرماتے ہیں کہ خطبہ کے وقت دامن
یا پٹکے سے ہوا کرنا بھی منع ہے اگرچہ گرمی ہو، اس وقت ہمہ تن خطبہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔

(بیراۃ السانیج، ج ۲ ص ۶۱۱)

(1154) وَعَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، قَالَ: الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى
الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ، مُكْفِرَاتٌ مَّا بَيْنَهُنَّ
إِذَا اجْتَنِبْتَ الْكَبَائِرَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
پانچ نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان
دوسرے رمضان تک درمیان کے گناہوں کو مٹانے
والے ہیں۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہ سے بچے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة مكفرات ج ۱ ص ۱۳۳ رقم: ۴۷۲ التاریخ
الکبیر للبخاری من اسمہ عمر بن اسحاق ج ۱ ص ۵۲ رقم: ۱۵۵۶ تحف الافکار للبوصیری کتاب الايمان ج ۱ ص ۱۱ رقم:
۴۷۲ سنن الکبیری للبیہقی باب ذکر البیان ان لا فرض فی الیوم واللیلة من الصلوات اکثر من خمس ج ۲ ص ۲۶ رقم: ۴۷۲)

سنن ترمذی، باب ما جاء فی فضل الصلوات الخمس، ج ۱، ص ۱۱۸، رقم: ۲۱۳

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی نماز پنجگانہ روزانہ کے صغیرہ گناہ کی معافی کا ذریعہ ہے، اگر کوئی ان نمازوں کے ذریعہ گناہ نہ بخشو اس کا تو نماز جمعہ ہفتہ بھر کے گناہ صغیرہ کا کفارہ ہے، اگر کوئی جمعہ کے ذریعہ بھی گناہ نہ بخشو اس کا کہ اسے اچھی طرح ادا نہ کیا تو رمضان سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب روزانہ کے گناہ پنجگانہ نمازوں سے معاف ہو گئے تو جمعہ اور رمضان سے کون سے گناہ معاف ہوں گے۔ خیال رہے کہ گناہ کبیرہ جیسے کفر و شرک، زنا، چوری وغیرہ یوں ہی حقوق العباد بغیر تو بہ و ادائے حقوق معاف نہ ہوتے۔

خیال رہے کہ جو اعمال گنہگاروں کی معافی کا ذریعہ ہیں وہ نیک کاروں کی بلندی درجات کا ذریعہ ہیں، چنانچہ معصومین اور محفوظین نماز کی برکت سے بلند درجے پاتے ہیں۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر چاہیے کہ نیک لوگ نمازیں نہ پڑھیں کیونکہ نمازیں گناہوں کی معافی کے لئے ہیں وہ پہلے ہی سے بے گناہ ہیں۔ (بزائۃ النایح، ج ۱، ص ۵۲۹)

(1155) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَلَى أَعْوَادٍ مِنْبَرَةٍ: لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وَذْعِهِمُ الْجُبُعَاتِ أَوْ لَيَخْتَبِتَنَّ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُونَنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر کی لکڑیوں پر فرماتے ہوئے سنا۔ ضرور کچھ لوگ اپنے جمعوں کو چھوڑنے سے رک جائیں گے یا پھر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا۔ پھر وہ بندہ ضرور غافلوں میں سے شمار ہو گا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب التغلیظ فی ترک الجمعة، ج ۳، ص ۱۰، رقم: ۲۰۴۰، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب التشدید علی من تخلف عن الجمعة من وجبت علیہ، ج ۳، ص ۱۴۱، رقم: ۵۸۱، سنن ابن ماجہ، باب التغلیظ فی التخلیف عن الجمعة، ج ۱، ص ۱۰، رقم: ۶۹۳، سنن الدارمی، باب فیمن یترک الجمعة من غیر عذر، ج ۳، ص ۲۴۴، رقم: ۱۵۰۰، مسند ابی یعلیٰ، مسند عبداللہ بن عمر، ج ۱، ص ۱۳۲، رقم: ۵۷۶۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی جو سستی سے جمعہ ادا نہ کرے اس کے دل پر غفلت کی مہر لگ جائے گی جس کی وجہ سے ان کے دل گناہ پر دلیر ہوں گے اور نیکیوں میں سست۔ خیال رہے کہ یہاں روئے سخن یا تو ان منافقوں کی طرف ہے جو جمعہ میں حاضر نہ ہوتے تھے یا آئندہ آنے والے مسلمانوں کی طرف ہے ورنہ کوئی صحابی تارک جمعہ نہ تھے۔ (بزائۃ النایح، ج ۱، ص ۶۰۰)

(1156) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا جَاءَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سے کوئی جمعہ کے لیے آئے تو

اسے غسل کر لینا چاہیے۔ (متفق علیہ)

أَخَذُكُمْ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب فضل الغسل يوم الجمعة: ج ۲ ص ۲۰۲ رقم: ۸۷۷ صحیح مسلم: باب الجمعة: ج ۳ ص ۲۰ رقم: ۱۸۸۱ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الدلالة على ان الغسل للجمعة سنة اختيار: ج ۱ ص ۲۶۲ رقم: ۳۵۱ سنن ابوداؤد: باب فی الغسل يوم الجمعة: ج ۱ ص ۱۲۲ رقم: ۳۲۰ سنن الدارمی: باب الغسل يوم الجمعة: ج ۱ ص ۳۳۲ رقم: ۱۵۳۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

امام اعظم اور جمہور علماء کے نزدیک یہ حکم وجوب کا نہیں بلکہ سنت کا ہے اور یہ حدیث منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے۔ امام مالک اور احمد کے نزدیک یہ حکم وجوبی ہے ان کے ہاں غسل نماز جمعہ واجب ہے، مگر امام اعظم کا قول قوی ہے، جیسا کہ آئیندہ صحیح روایت میں آرہا ہے کہ جمعہ کے غسل کا وجوب منسوخ ہو چکا ہے۔ خیال رہے کہ غسل نماز جمعہ کے لیے سنت ہے، لہذا جن پر جمعہ فرض نہیں ان کے لئے یہ غسل سنت بھی نہیں جیسا کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا، بعض علماء نے اخذ کو نصب اور جمعہ کو ضمہ پڑھا ہے اور حدیث کے "نی" یہ کہے کہ جب تم میں سے کسی کے پاس جمعہ کا دن آئے غسل کرے، ان کے نزدیک غسل جمعہ مطلقاً سنت ہے، نماز جمعہ فرض ہو یا نہ ہو، لہذا چاہئے یہ کہ جمعہ کا غسل صبح کے بعد کیا جائے رات میں کر لینے سے یہ سنت ادا نہ ہوگی۔ (برزائہ المناجیح، ج ۱ ص ۵۰۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔ (متفق علیہ)

(1157) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: غُسِّلْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اور مُحْتَلِم سے مراد بالغ ہے اور واجب سے

وجوب اختیاری ہے جیسے کوئی اپنے ساتھی سے کہے تمہارا حق مجھ پر واجب ہے۔ واللہ اعلم!

الْمُرَادُ بِالْمُحْتَلِمِ: الْبَالِغُ. وَالْمُرَادُ بِالْوَجِبِ: وَجُوبُ الْخِيَارِ، كَقَوْلِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهِ: حَقُّكَ وَاجِبٌ عَلَيَّ. وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب فضل الغسل يوم الجمعة: ج ۲ ص ۲۰۲ رقم: ۸۷۷ صحیح مسلم: باب وجوب الغسل

الجمعة على كل بالغ من الرجال: ج ۳ ص ۲۰۲ رقم: ۱۸۸۱ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الغسل للجمعة: ج ۱ ص ۲۶۲ رقم: ۳۵۱ سنن ابوداؤد: باب فی الغسل يوم الجمعة: ج ۱ ص ۳۳۲ رقم: ۱۵۳۱)

ابوداؤد: باب فی الغسل يوم الجمعة: ج ۱ ص ۳۳۲ رقم: ۱۵۳۱ سنن ابن ماجہ: باب ما جاء فی الغسل يوم الجمعة: ج ۱ ص ۲۲۶ رقم: ۱۰۸۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگر واجب بمعنی ثابت ہو تو حدیث محکم ہے منسوخ نہیں اور اگر بمعنی ضروری ہے تو منسوخ ہے، جیسا کہ آئیندہ آرہا

ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غسل جمعہ جمعہ کے دن کی وجہ سے ہے، نماز جمعہ فرض ہو یا نہ ہو۔ بہت سے علماء کا یہ بھی

قول ہے۔ (برزائہ المناجیح، ج ۱ ص ۵۰۳)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا کہ جمعہ کے دن آپ غسل واجب جانتے ہیں؟ فرمایا نہ، ہاں یہ زیادہ طہارت ہے اور جو نہائے اس کے لیے بہتر ہے اور جو غسل نہ کرے تو اس پر واجب نہیں۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الرخصة فی ترک الغسل یوم الجمعة، الحدیث: ۳۵۳، ج ۱، ص ۱۶۰)

(1158) وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهَا وَنِعَعَتْ وَمَنْ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حضرت سمرة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن وضو کیا تو بھی ٹھیک ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل زیادہ فضیلت والا ہے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابوداؤد، باب فی الرخصة فی ترک الغسل یوم الجمعة، ج ۱، ص ۱۶۰، رقم: ۳۵۳، سنن ترمذی، باب ما جاء فی الوضوء یوم الجمعة، ج ۱، ص ۳۶۹، رقم: ۳۶۹، المنتقى لابن الجارود، باب الجمعة، ص ۸۱، رقم: ۲۸۵، مسند امام احمد بن حنبل ومن حدیث سمرة بن جندب، ج ۱، ص ۱۶، رقم: ۲۰۱۸۹، مسند البزار، مسند سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۱۵۲، رقم: ۲۵۴۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الختان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

حدیث جمہور علماء کی دلیل ہے کہ غسل جمعہ فرض یا واجب نہیں سنت ہے۔ اس کی تائید مسلم شریف کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ فرمایا حضور نے جو جمعہ کے دن غسل کر کے نماز کے لئے آئے، مجھ سے قریب بیٹھے، خاموشی سے خطبہ سنے تو اس کے دس دن کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (بزاۃ النانی، ج ۱، ص ۵۰۶)

(1159) وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طَهْرٍ، وَيَذْهَبُ مِنْ دُھْنِهِ، أَوْ يَمْسُ مِنْ طِيبٍ بَيْتِهِ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يَفْرِقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ، إِلَّا أُعْفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرتا ہے اور حتی الامکان پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور تیل لگاتا ہے یا گھر کی خوشبو میں سے لگاتا ہے۔ پھر (نماز کے لیے) نکلتا ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہیں بیٹھتا پھر جو اس کے لیے تقدیر میں لکھا ہے وہ پڑھتا ہے۔ پھر امام کے خطبہ کے وقت خاموش رہتا ہے تو اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الدھن للجمعة، ج ۲، ص ۲، رقم: ۸۸۳، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب السلة فی

التنظيف یوم الجمعة، ج ۲، ص ۲۲۲، رقم: ۶۶۸، مسند امام احمد، حدیث رفاعۃ بن شداد، ج ۱، ص ۲۲۸، رقم: ۲۲۶۱، مسند ابن ابی

شعبۃ حدیث سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ ص ۱۶۶ رقم: ۲۵۴ المعجم الکبیر للطبرانی من اسمہ سہیل بن حنظلہ ج ۱ ص ۱۶۱

رقم: ۱۲۰۷

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں صرف مرد کا ذکر ہوا کیونکہ نماز جمعہ صرف مردوں پر فرض ہے عورتوں پر نہیں اور بعض احادیث میں عورتوں کا ذکر ہے وہاں عبارت یہ ہے مَنْ أَقَامَ الْجُمُعَةَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ اس لیے جمعہ میں عورتوں کو آنا بھی مستحب ہے، مگر اب زمانہ فراب ہے عورتیں مسجدوں میں نہ آئیں۔ (مرقاۃ)

(گھر کی خوشبو میں سے لگاتا ہے) اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں خوشبو عطر وغیرہ رکھنا اور کبھی ملتے رہنا خصوصاً جمعہ کو ملنا سنت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو بہت پسند تھی۔

(دو آدمیوں کے درمیان گھس کر نہیں بیٹھتا) اس طرح کہ نہ تو لوگوں کی گردنیں پھلانگے اور نہ ساتھیوں کو چیر کر ان کے درمیان بیٹھے بلکہ جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جائے۔ بعض لوگ مسجد میں پیچھے پہنچتے ہیں اور پہلی صف میں پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس سے سبق لیں۔

(پھر جو اس کے لیے تقدیر میں لکھا ہے وہ پڑھتا ہے) تحیۃ المسجد کے نفل یا سنت جمعہ، پہلے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ جمعہ کی پہلی چار سنتیں گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔ غرض کہ اس سے جمعہ کے فرض مراد نہیں کیونکہ آئندہ خطبہ سننے کا ذکر ہے فرض جمعہ خطبہ کے بعد ہوتے ہیں۔

(امام کے خطبہ کے وقت خاموش رہتا ہے) اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ خطبہ کے وقت خاموش رہنا فرض ہے، لہذا اس وقت نفل پڑھنا، بات کرنا، کھانا پینا سب حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ جس تک خطبہ کی آواز نہ پہنچتی ہو وہ بھی خاموش رہے کیونکہ یہاں خاموشی کو سننے پر موقوف نہ فرمایا۔

(دوسرے جمعہ تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں) دوسرے جمعہ سے مراد آئندہ جمعہ ہے یا گزشتہ، دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ ابن خزیمہ بلکہ ابوداؤد کی روایات میں ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض نیکیاں گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ الشَّيْئَاتِ۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۶۰۹)

(1160) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ، ثُمَّ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْأُولَىٰ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَهُ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْآخِرَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن غسل جنابت کی طرح غسل کیا پھر پہلی ساعت میں جمعہ کے لیے آیا تو اس نے گویا اونٹ کی قربانی کی دو دوسری گھڑی میں آیا تو اس نے گویا گائے کی قربانی کی اور جو تیسری گھڑی

السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ، فَكُلَّمَا قَرَّبَ كُنْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ، فَكُلَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ، فَكُلَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ، حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ قَوْلُهُ: غُسْلُ الْجَنَابَةِ أَيْ غُسْلًا كَغُسْلِ الْجَنَابَةِ فِي الصِّفَةِ.

میں جمعہ کے لیے آیا تو اس نے گویا سینگوں والا مینڈھا قربانی کیا۔ اور جو چوتھی گھڑی میں آیا تو اس نے گویا مرغی بطور تقرب دی اور جو پانچویں گھڑی میں آیا تو گویا اس نے انڈا قرب کے لیے دیا۔ پس جب امام آجائے تو فرشتے ذکر سننے کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں۔ (متفق علیہ) غسل جنابہ اس کا مطلب ہے ایسا غسل جو غسل جنابت کی طرح اطمینان اور صفائی سے کیا جائے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب فضل الجمعة: ج ۲ ص ۲۳ رقم: ۸۸۱ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب السنة فی التطیف یوم الجمعة: ج ۳ ص ۲۲۲ رقم: ۶۱۹۸ سنن ابو داؤد: باب فی الغسل یوم الجمعة: ج ۴ ص ۱۱۲ رقم: ۴۵۱ سنن ترمذی: باب ما جاء فی التکبیر الی الجمعة: ج ۲ ص ۲۶۲ رقم: ۲۹۹ صحیح مسلم: باب الطیب والسواک یوم الجمعة: ج ۳ ص ۳۳ رقم: ۲۰۰۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ فرشتے مخصوص ہیں جن کی ڈیوٹی جمعہ کو لگتی ہے، اعمال لکھنے والے نہیں، بعض نے فرمایا کہ جمعہ کی طلوع فجر سے کھڑے ہوتے ہیں، بعض کے نزدیک آفتاب چمکنے سے، مگر حق یہ ہے کہ سورج ڈھلنے سے شروع ہوتے ہیں کیونکہ اسی وقت سے وقت جمعہ شروع ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ وہ فرشتے سب آنے والوں کے نام جانتے ہیں۔ خیال رہے کہ اگر اولاً سو آدمی ایک ساتھ مسجد میں آئیں تو وہ سب اول ہیں۔

(پہلی ساعت میں جمعہ کے لیے آیا) یعنی جو سورج ڈھلتے ہی وقت جمعہ داخل ہوتے ہی مسجد میں آجائے اسے مکہ معظمہ اونٹ، گائے کہ ہدی بھیجنے والے کا ثواب ہے۔

(تو گویا اس نے انڈا قرب کے لیے دیا) اس میں اشارہ بتایا گیا کہ حج صرف امیروں پر فرض ہے اسی لیے ان کی ہدی صرف اونٹ، گائے کی ہوگی مگر جمعہ غریبوں پر بھی فرض ہے اسی لیے ان کی یہ ہدی مرغی کے انڈے کی بھی قبول ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ہدی تو صرف اونٹ، گائے، بکری کی ہوتی ہے یہاں مرغی، انڈے کا ذکر کیوں ہوا۔ خیال رہے کہ ہدی قربانی کا وہ جانور ہے جو مکہ معظمہ ذبحہ کے لیے بھیجا جائے گا کہ وہاں ثواب زیادہ ملتا ہے۔

(پس جب امام آجائے) یعنی جب امام خطبہ کے لیے منبر پر آتا ہے تو یہ فرشتے اپنے دفتر لپیٹ کر انہوں کے ساتھ خطبہ سننے لگتے ہیں، اب جو اس وقت آئے گا نہ اس کا نام ان کے دفتر میں لکھا جائے گا نہ اسے جلد آنے کا ثواب ملے گا۔

(برائۃ المنجیح، ج ۲ ص ۶۱۲)

(1161) وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ: فِيهَا سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ، وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي، يَسْأَلُ اللَّهَ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ آيَةً وَأَشَارَ بِيَدِهِ يُقَلِّلُهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کا ذکر کیا پھر فرمایا اس میں ایک گھڑی ہے جو مسلمان بندہ اس گھڑی کو اس طرح پالے کہ اس وقت کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا ہو اور اللہ سے کچھ مانگتا ہو تو اللہ کریم اس کو ضرور عطا فرمادیتا ہے اور آپ ہاتھ کے اشارے سے گھڑی کا تھوڑا ہونا بیان کرتے تھے۔

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الساعة التي في يوم الجمعة، ج ۲ ص ۱۱۲، رقم: ۹۲۵، صحیح مسلم، باب في الساعة التي في يوم الجمعة، ج ۳ ص ۵، رقم: ۲۰۰۶، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الساعة التي في يوم الجمعة، ج ۳ ص ۲۲۹، رقم: ۶۲۱۱، سنن ترمذی، باب ما جاء في الساعة التي ترجى في يوم الجمعة، ج ۲ ص ۳۱۲، رقم: ۳۱۱، سنن الدارمی، باب الساعة التي تذكر في الجمعة، ج ۱ ص ۴۴۲، رقم: ۱۱۶۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی وہ ساعت قبولیت دعا کی ہے، رات میں روزانہ وہ ساعت آتی ہے مگر دنوں میں صرف جمعہ کے دن۔ یقیناً نہیں معلوم کہ وہ ساعت کب ہے۔ غالب یہ ہے کہ دو خطبوں کے درمیان یا مغرب سے کچھ پہلے۔ یعنی اس ساعت میں مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے نہ کہ کافر کی۔ نمازی متقی کی دعا قبول ہوتی ہے نہ کہ فساق و فجار کی جو جمعہ تک نہ پڑھیں صرف دعاؤں پر ہی زور دیں۔ یُصَلِّي میں اسی جانب اشارہ ہے ورنہ نماز کی حالت میں دعا کیسے مانگی جائے گی۔ (برآء المناجیح، ج ۲ ص ۵۸۷)

(1162) وَعَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَسْمِعْتَ أَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي شَأْنِ سَاعَةِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ، سَمِعْتُهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: هِيَ مَا بَلَغَ أَنْ يُجْلِسَ الْإِمَامُ إِلَى أَنْ تُقْضَى الصَّلَاةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو بردہ بن ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کیا تو نے اپنے باپ کو جمعہ کی خاص گھڑی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے؟ میں نے کہا ہاں سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا آپ نے فرمایا کہ یہ گھڑی امام کے بیٹھنے سے نماز مکمل ہونے کے درمیان ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب في الساعة التي في يوم الجمعة، ج ۳ ص ۵، رقم: ۲۰۱۲، سنن ابوداؤد، باب الاجابة آية

ساعة هي في يوم الجمعة ج ۱ ص ۳۰۶ رقم ۱۰۵۱ شعب الایمان باب فضل الجمعة ج ۱ ص ۳۰۶ رقم ۱۰۵۱

شرح حدیث: جمعہ کی خاص گھڑی

اس ساعت کی تعیین میں علمائے کرام کا اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ یہ طلوع فجر سے طلوع شمس تک کا وقت ہے۔ ان کی دلیل میرے علم میں نہیں اور بعض کی رائے یہ ہے کہ اس ساعت سے مراد امام کے خطبہ کیلئے منبر پر بیٹھنے سے نماز بعد پڑھ لینے تک کا وقت ہے۔ ان کی دلیل مسلم شریف کی حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس ساعت سے مراد امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز جمعہ کی ہفتہ تک کا وقت ہے۔ جبکہ بعض کہتے ہیں کہ یہ عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت ہے۔ ان کی دلیل ابن ماجہ میں حضرت سیدنا عہد بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی صحیح حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم قرآن مجید میں جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت کا تذکرہ پاتے ہیں جس میں کوئی مومن بندہ اس گھڑی میں نماز پڑھتے ہوئے اللہ عزوجل سے کسی شے کا سوال کرے تو اللہ عزوجل اسے وہ شے ضرور عطا فرمائے گا۔ تو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یا ساعت کا کچھ حصہ (یعنی تمہاری مراد ساعت کا کچھ حصہ تو نہیں؟) تو میں نے عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا، یہی میری مراد ہے۔ پھر میں نے عرض کیا، یہ کونسی ساعت ہے؟ فرمایا، دن کی آخری ساعت۔ میں نے عرض کیا، یہ نماز کا وقت تو نہیں ہے؟ فرمایا، کیوں نہیں بندہ جب ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھتا ہے تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے۔

اور ان کی دوسری دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا، جمعہ کے دن میں بارہ گھنٹے ہیں ان میں جو بندہ اللہ عزوجل سے کچھ مانگے تو اللہ عزوجل اسے وہ چیز ضرور عطا فرمائے گا، لہذا! جمعہ کے دن عصر کے بعد آخری گھڑی میں اسے تلاش کرو۔ واللہ اعلم بالصواب (بخاری شریف، کتاب الجمعہ، باب السنۃ التي فی یوم الجمعہ، رقم ۵۴۵ ج ۱ ص ۳۲۱)

جمعہ دنوں کا سردار

حضرت سیدنا ابولہب بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرور معصوم، حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک جمعہ دنوں کا سردار اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دیگر ایام سے زیادہ مرتبے والا اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن سے بھی زیادہ عظمت والا ہے۔ اس میں پانچ خصلتیں ہیں، (۱) اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو اسی دن پیدا فرمایا اور (۲) اسی دن اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا اور (۳) اسی دن میں اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو وفات عطا فرمائی، (۴) اس میں ایک ایسی ساعت ہے جس میں بندہ اللہ عزوجل سے جو کچھ مانگے گا اللہ عزوجل اسے عطا فرمائے گا جب تک وہ حرام شے طلب نہ کرے، (۵) اسی میں قیامت قائم ہوگی اور کوئی مقرب فرشتہ یا آسمان یا زمین یا ہوا یا پہاڑ یا سمندر ایسا نہیں جو جمعہ کے دن

سے نہ دُر ماتا ہو۔ (ابن ماجہ، کتاب الاقامة الصلاة، رقم ۱۰۸۳، ج ۲، ص ۸)

(1163) وَعَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَأَكْثِرُوا عَلَى مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَوَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَى رِوَاةِ أَبِي دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے فضیلت والے دنوں میں جمعہ کا دن ہے اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔ یقیناً تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اسے ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد، باب فضل یوم الجمعة وليلة الجمعة، ج ۱، ص ۳۹، رقم: ۸۸۲، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث اوس بن اوس الثقفی، ج ۱، ص ۳۸۹، رقم: ۱۵۵۵، المستدرک للحاکم، کتاب الجمعة، ج ۱، ص ۳۱۳، رقم: ۱۰۲۹، سنن ابن ماجہ، باب فی فضل الجمعة، ج ۱، ص ۳۲۲، رقم: ۱۰۴۵، سنن الدارمی، باب فی فضل الجمعة، ج ۱، ص ۳۲۵، رقم: ۱۵۶۲)

شرح حدیث: یہ حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

روایت ہے حضرت اوس ابن اوس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے بہترین دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم پیدا ہوئے اور اسی میں وفات دیئے گئے اور اسی میں صور پھونکنا ہے اور اسی میں بے ہوشی ہے لہذا اس دن میں مجھ پر درود زیادہ پڑھو کیونکہ تمہارے درود مجھ پر پیش ہوتے ہیں لوگ بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درود آپ پر کیسے پیش ہوں گے آپ تو ریم ہو چکے ہوں گے (یعنی کلی ہڈی) فرمایا کہ اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسم حرام کر دیئے۔ (ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، بیہقی، دعوات کبیر)

علیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

(لہذا اس دن میں مجھ پر درود زیادہ پڑھو) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جس تاریخ اور جس دن میں کوئی ہم واقعہ کبھی ہو جائے وہ دن اور تاریخ تا قیامت اہم بن جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس دن اور اس تاریخ میں ان واقعات کی یادگاریں قائم کرنا بہتر ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ یادگاریں عبادات سے قائم کی جائیں نہ کہ لہو اور کھیل کود سے، یعنی اس دن زیادہ عبادتیں کی جائیں۔ میلاد شریف، گیارہویں شریف، عید معراج، عرس بزرگاں کا یہی مقصد ہے اور ان سب کی اصل یہ حدیث اور قرآن شریف کی یہ آیتیں ہیں، دیکھو "جاء الحق حصہ اول۔"

(تمہارے درود مجھ پر پیش ہوتے ہیں) یعنی جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل کہ اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر ۷۰ گنا ہے اور درود دوسری عبادتوں سے افضل، لہذا افضل دن میں افضل عبادت کرو کیونکہ اس دن کا درود خصوصی طور پر ہماری بارگاہ میں پیش ہوتا ہے اور ہم قبول فرماتے ہیں۔ خیال رہے کہ ہمیشہ ہی درود شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتا ہے مگر جمعہ کے دن خصوصی پیشی ہوتی ہے، خصوصی قبولیت۔ (مرقاۃ)

(آپ تو رمیم ہو چکے ہوں گے) یہ سوال انکار کے لیے نہیں بلکہ کیفیت پوچھنے کے لیے ہے، یعنی آپ کی وفات کے بعد ہمارے درودوں کی پیشی فقط آپ کی روح شریف پر ہوگی یا روح مع الجسم پر جیسے ذکر یا علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی طرف سے بیٹے کی خوش خبری پا کر عرض کیا تھا خدا یا میرے بیٹا کیسے ہوگا؟ میں بوڑھا ہوں، میری بیوی بانجھ۔ یہ سوال بھی کیفیت پوچھنے کے لیے ہے نہ کہ انکار، لہذا اس پر رد و انقض کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔ خیال رہے کہ اولاد کے اعمال ماں باپ پر پیش ہوتے ہیں، مرید کے شیخ پر مگر وہاں پیشی کبھی کبھی ہوتی ہے وہ بھی فقط روح پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پیشی ہر وقت ہوتی ہے اور روح مع الجسم پر۔ (مرقاۃ)

(انبیاء کے جسم حرام کر دیئے) لہذا ان کے اجسام زمین کھا سکتی ہی نہیں اور وہ گلنے سے محفوظ ہیں۔ قرآن کریم فرما رہا ہے کہ حضرت سلیمان بعد وفات چھ ماہ یا ایک سال نماز کی ہیئت پر لکڑی کے سہارے کھڑے رہے پھر دیمک نے آپ کی لاٹھی تو کھائی لیکن آپ کا پاؤں شریف نہ کھایا۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام کے زخموں پر جراثیم نہ تھے اور نہ انہوں نے آپ کا گوشت کھایا کوئی اور بیماری تھی کیونکہ پیغمبر کا جسم کیزا نہیں کھا سکتا۔ جنہوں نے یہ واقعہ درست مانا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم بعد وفات ہے، زندگی میں امتحان یہ ہو سکتا ہے جیسے تلواریں جادو اور ڈنگ ان پر اثر کر دیتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا اس جملہ کے معنی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، وہ زندگی بھی دنیاوی جسمانی اور حقیقی ہے نہ کہ شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی۔ اس کی پوری تحقیق جَذْبُ الْقُلُوبِ اور تَارِيخُ مَدِينَتِهِ میں ملاحظہ کیجئے۔ (افہ) اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب شَرْحُ الصُّنُوفِ فِي أَحْوَالِ الْقُبُورِ میں حیات انبیاء پر بہت ہی نفیس بحث فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ حضرات اپنی قبروں میں فرشتوں کی طرح کھانے پینے سے بے نیاز ہیں مگر نمازیں پڑھتے ہیں، قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، ذکر اللہ کی لذت پاتے ہیں۔ (مرقاۃ)

اس روایت کو ابن حبان، ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا، حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، علی شرط بخاری ہے، نووی کہتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔ (بِزَاةُ الْمُنَاجِجِ، ج ۲ ص ۵۹۱)

ظاہری نعمت ملنے یا ظاہری

مصیبت ٹلنے پر سجدہ شکر ادا

کرنا مستحب ہے

68- بَابُ اسْتِحْبَابِ سُجُودِ الشُّكْرِ

عِنْدَ حُصُولِ نِعْمَةٍ ظَاهِرَةٍ

أَوْ انْدِفَاعِ بَلِيَّةٍ ظَاهِرَةٍ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے ارادہ سے نکلے جب ہم عز وراء کے مقام کے قریب پہنچے

(1164) عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ نُرِيدُ الْمَدِينَةَ، فَلَمَّا كُنَّا قَرِيبًا

مِنْ غُرُورَاءَ تَزَلْ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللَّهَ سَاعَةً.
ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا، فَتَكَبَّ طَوِيلًا، ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ
سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا - فَعَلَهُ ثَلَاثًا - وَقَالَ: إِلَهِي
سَأَلْتُ رَبِّي وَشَفَعْتُ لِأُمَّي، فَأَعْطَانِي ثَلَاثَ أُمَمٍ،
فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي شُكْرًا، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي،
فَسَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّي، فَأَعْطَانِي ثَلَاثَ أُمَمٍ، فَخَرَرْتُ
سَاجِدًا لِرَبِّي شُكْرًا، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي، فَسَأَلْتُ رَبِّي
لِأُمَّي، فَأَعْطَانِي الثَّلَاثَ الْآخَرَ، فَخَرَرْتُ سَاجِدًا
لِرَبِّي زَوَاةً أَبُودَاوُدَ.

تو آپ علیہ السلام سواری سے اترے۔ آپ نے دونوں
ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے ایک گھڑی دعا کی پھر سجدہ میں
گرے اور لمبا سجدہ کیا۔ پھر کھڑے ہوئے اور اپنے
دونوں ہاتھ اٹھا کر ایک گھڑی دعا کی پھر سجدہ میں
گرے۔ آپ نے اس طرح تین بار کیا۔ اور فرمایا میں
نے اپنے رب سے سوال کیا اور امت کے لیے شفاعت
کی تو اس نے مجھے میری امت کا ایک تہائی عطا فرمایا۔
پس میں اپنے رب کے لیے سجدہ شکر کرتے ہوئے گر
گیا۔ پھر میں نے سراٹھایا اور میں نے اپنے رب سے
امت کے لیے سوال کیا۔ اس نے مجھے ایک تہائی عطا
فرمایا پھر میں اپنے رب کے لیے سجدہ شکر میں گر گیا۔ پھر
میں نے سراٹھایا اور اپنے رب سے اپنی امت کے لیے
سوال کیا تو اس نے مجھے آخری ثلث بھی عطا فرمادیا۔
پس میں نے اپنے رب کے لیے سجدہ کیا۔ (ابوداؤد)

تخریج حدیث: (سان ابوداؤد: باب فی سجود الشکر ج ۳ ص ۳۰۵ رقم: ۴۴۴۴، سان الکبیری للبیہقی: باب سجود الشکر ج ۳ ص ۳۰۵ رقم: ۴۱۰۵)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں سجدہ شکر کے متعلق ایک جگہ
فرماتے ہیں:

(پڑھنا پڑھانا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک) جائز ہے مگر جب عصر میں وقت کراہت آجائے تو قضا بھی جائز
نہیں اور سجدہ مکروہ اگرچہ سہو یا تلاوت کا ہو اور سجدہ شکر تو بعد نماز فجر و عصر مطلقاً مکروہ، درمختار میں ہے:

وکرہ تحریبا، وکل ما لا یجوز مکروہ، صلاۃ مطلقا، ولو قضاء او واجبة او نفلا او علی جنازة
وسجدة تلاوة وسهو، مع شروق واستواء وغروب۔

(درمختار کتاب الصلوۃ: مستحب تاخیر العصر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۱)

مکروہ تحریمی ہے اور جو کام جائز نہ ہو وہ مکروہ ہی ہوتا ہے نماز مطلقاً خواہ قضا ہو، واجب ہو، نفل ہو یا نماز جنازہ

ہو۔ اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو۔ بوقت طلوع، استواء اور غروب۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے: یکرہ ان یسجد شکرا بعد الصلاة، فی الوقت الذی یکرہ فیہ النفل ولا یکرہ فی غیرہ۔

(ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مطلب طلوع الشمس من مغربہا مطبوعہ مکتبۃ البابۃ مصر ۱/ ۲۷۳)

نماز کے بعد سجدہ شکر کرنا ان اوقات میں مکروہ ہے جن میں نماز مکروہ ہے، اس کے علاوہ مکروہ نہیں (ت) واللہ تعالیٰ اعلم! (فتاویٰ رضویہ، ج ۵، ص ۳۲۳)

69- بَابُ فَضْلِ قِيَامِ اللَّيْلِ

رات کے وقت قیام کرنے کی فضیلت

شرح: حجة الاسلام امام محمد بن محمد غزالی شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی الاذنب فی الذین میں فرماتے ہیں:

نماز تہجد کے آداب

(تہجد گزار کو چاہیے کہ) کھانے پینے کے معاملے میں بقدر کفایت کھائے، دن کے اوقات کو جھوٹ، غیبت اور لغویات سے پاک رکھنے کی کوشش کرے، حرام و ناجائز کی طرف دیکھنے سے بچے، اللہ تبارک و تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے رات میں عبادت کرنے کی عادت بنائے، کامل وضو کرے اور آسمانوں کی وسیع کائنات میں غور و فکر کرے، دعا کرے اور حضور قلبی کے ساتھ نماز پڑھے تاکہ جو کچھ تلاوت کر رہا ہے اس کا مطلب بھی سمجھے۔ (الاذنب فی الذین ص ۲۵)

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْشُودًا) (ہی) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

شرح: حضرت صدر الفاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزانۃ العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

تہجد نماز کے لئے نیند کو چھوڑنے یا بعد عشا سونے کے بعد جو نماز پڑھی جائے اس کو کہتے ہیں، نماز تہجد کی حدیث شریف میں بہت فضیلتیں آئی ہیں، نماز تہجد سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض تھی جمہور کا یہی قول ہے، حضور کی امت کے لئے یہ نماز سنت ہے۔

مسئلہ: تہجد کی کم سے کم دو رکعتیں اور متوسط چار اور زیادہ آٹھ ہیں اور سنت یہ ہے کہ دو دو رکعت کی نیت سے پڑھی جائیں۔

مسئلہ: اگر آدمی شب کی ایک تہائی عبادت کرنا چاہے اور دو تہائی سونا تو شب کے تین حصے کر لے درمیانی تہائی میں تہجد پڑھنا افضل ہے اور اگر چاہے کہ آدمی رات سوئے آدمی رات عبادت کرے تو نصف اخیر افضل ہے۔

مسئلہ: جو شخص نماز تہجد کا عادی ہو اس کے لئے تہجد ترک کرنا مکروہ ہے جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیث شریف میں

اور مقام محمود مقام شفاعت ہے کہ اس میں اولین و آخرین حضور کی حمد کریں گے اسی پر جمہور ہیں۔ (غزائن العرفان)
 وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (تَتَجَالَى جُنُوبُهُمْ عَنِ
 التَّضَاجِعِ) (السجدة: 16) الآية.

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ رات میں کم سویا
 کرتے۔
 وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا
 يَهْجَعُونَ) (الذاریات: 17).

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول
 اللہ ﷺ رات کے وقت قیام کرتے حتیٰ کہ آپ کے
 قدم اقدس پھٹ جاتے ہیں نے عرض کیا: یا رسول
 اللہ (ﷺ) آپ یہ کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے لیے
 اللہ تعالیٰ نے آپ کے پہلے پچھلے تمام خلاف اولیٰ کام
 بخش دیے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا میں شکر گزار بندہ نہ
 ہوں۔ (متفق علیہ)

(1165) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا،
 قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ مِنَ
 اللَّيْلِ حَتَّى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ، فَقُلْتُ لَهُ: لِمَ تَصْنَعُ
 هَذَا، يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ
 ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا!
 مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اور اسی طرح حضرت مغیرہ کی روایت سے بھی
 ہے۔ (متفق علیہ)

وَعَنِ السُّبَيْرَةِ بِنِ شُعْبَةَ أَخُوهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صبح بخاری: باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیل حتی ترم قدماء ج ۱ ص ۱۱۴ رقم:
 ۱۱۴۰ صبح مسلم: باب اکثار الاعمال واجتهاد فی العبادۃ ج ۲ ص ۴۱ رقم: ۴۰۲ سنن ترمذی: باب ما جاء فی الاجتهاد فی
 الصلوۃ ج ۱ ص ۲۱۸ رقم: ۴۱۲ تحف الخیر المہرۃ للبوصیری: کتاب المساجد ج ۱ ص ۶۸ رقم: ۱۰۰۹ مسند امام احمد: حدیث
 السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا ج ۲ ص ۱۱۵ رقم: ۲۲۸۸۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

دراز قیام کے باعث یعنی تہجد میں اتنا دراز قیام فرمایا کہ کھڑے کھڑے قدم پر ورم آ گیا یہ حدیث شبینہ پڑھنے والوں
 اور ان صوفیاء کی دلیل ہے جو تمام رات نماز پڑھتے ہیں جیسے حضور غوث پاک اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم اجمعین ان
 بزرگوں پر اعتراض نہ کرو۔

(حضرت مغیرہ کی عرض) یعنی یا حبیب اللہ اتنا لمبا قیام ہم لوگ کریں تو مناسب ہے کہ ہم گنہگار ہیں اللہ تعالیٰ اس کی
 برکت سے ہمارے گناہ بخش دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اگلے پچھلے گناہ
 بخش دیئے گئے پھر اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہ بخشنے کی بہت

تو جیہیں عرض کی جا چکی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے جو ابھی عرض کی گئی۔

(کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں) یعنی میری یہ نماز مغفرت کے لیے نہیں بلکہ مغفرت کے شکر یہ کے لیے ہے۔ خیال رہے کہ ہم لوگ عہد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم عہد ہیں، ہم لوگ شاکر ہو سکتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم شکور ہیں یعنی ہر طرح ہر وقت ہر قسم کا اعلیٰ شکر کرنے والے مقبول بندے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ جنت کی لالچ میں عبادت کرنے والے تاجر ہیں، دوزخ کے خوف سے عبادت کرنے والے عہد ہیں مگر شکر کی عبادت کرنے والے احرار ہیں۔ (ربیع الاول اور رماہ)

(بزاز السانج، ج ۲ ص ۴۴۹)

(1166) وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةُ لَيْلًا، فَقَالَ: أَلَا تُصَلِّيَانِ؟ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. طَرَقَهُ: أَتَاهُ لَيْلًا. حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے اور حضرت فاطمہ کے رات کے وقت پاس آئے اور فرمایا کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے؟ (متفق علیہ) طَرَقَهُ: اس کا مطلب آپ رات کو آئے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی صلاة اللیل والدواہل، ج ۲ ص ۵۰، رقم: ۱۱۲۴، صحیح مسلم، باب ما روی فیہ من نام اللیل اجمع حتی اصبح، ج ۲ ص ۱۸۶، رقم: ۱۸۵۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الترغیب فی لیام اللیل، ج ۲ ص ۵۰۰، رقم: ۳۸۲۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج ۱ ص ۱۱۲، رقم: ۱۰۰، مسند البزار، مسند علی بن ابی طالب، ج ۱ ص ۱۰۶، رقم: ۵۰۳)

شرح حدیث: میاں بیوی کا نماز کے لئے ایک دوسرے کو جگانا

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو بیدار ہو کر نماز پڑھتا ہے اور اپنی زوجہ کو نماز کے لئے جگاتا ہے اگر وہ انکار کرتی ہے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکتا ہے، اللہ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھتی ہے اور اپنے شوہر کو نماز کے لئے جگاتی ہے اگر اس کا شوہر اٹھنے سے انکار کرتا ہے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ، باب ماجاء فیمن یعظ احد من اللیل، رقم: ۱۳۳۶، ج ۲ ص ۱۲۸)

حضرت سیدنا ابوما لک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحب کو لاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو شخص رات کو اٹھ کر اپنی زوجہ کو جگاتا ہے اگر اس کی زوجہ پر نیند غالب ہوتی ہے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکتا ہے پھر وہ دونوں اٹھ کر اپنے گھر میں نماز پڑھتے ہیں اور ایک گھڑی اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہیں تو ان دونوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (طبرانی کبیر، رقم: ۴۸، ج ۳ ص ۲۹۵)

حضرت سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سید المبلغین، رحمۃ اللہ علیہین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، اللہ عزوجل، بندے کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصے میں ہوتا ہے اگر تم اس

مکزی میں اللہ عزوجل کا ذکر کرنے والوں میں شامل ہو سکو، تو شامل ہو جاؤ۔

(صحیح ابن خزیمہ، جماع ابواب صلوٰۃ التطوع باللیل، باب استحباب الدعاء فی نصف اللیل الخ، رقم ۱۱۳، ج ۲، ص ۱۸۲)

(1167) وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نِعَمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللَّهِ، لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ قَالَ سَالِمٌ: فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بَعْدَ ذَلِكَ لَا يَتِمُّ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب ؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ عبد اللہ اچھا آدمی ہے اگر رات کے وقت نماز پڑھا کرے تو حضرت سالم کہتے ہیں اس کے بعد حضرت عبد اللہ رات کے وقت بہت کم سویا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب فضل قیام اللیل، ج ۲، ص ۳۹، رقم ۱۱۳۲، صحیح مسلم، باب من فضائل عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، ج ۲، ص ۱۵۸، رقم ۶۵۲۵، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر، ج ۲، ص ۱۴۱، رقم ۶۳۳۰، سنن الدارمی، باب النوم فی المسجد، ج ۱، ص ۳۴، رقم ۱۳۰۰)

شرح حدیث: زیادہ نرم بستر

حضرت سیدنا عبد العزیز بن رواد علیہ رحمۃ اللہ الجوارات کو سونے کے لئے اپنے بستر پر آتے اور اس پر ہاتھ پھیر کر کہتے: تو نرم ہے لیکن اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! جنت میں تجھ سے زیادہ نرم بستر ملے گا پھر ساری رات نماز پڑھتے رہتے۔

(إحياء العلوم، ج ۱، ص ۳۶۷)

(1168) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ، لَا تَكُنْ مِثْلَ فَلَانٍ، كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبد اللہ تو فلاں کی طرح نہ ہونا کہ وہ رات کے قیام کا عادی تھا پھر اس نے رات کے قیام کو ترک کر دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومہ، ج ۱، ص ۶۵۲، رقم ۱۱۵۲، صحیح مسلم، باب الہی عن صوم النہر لمن تضرر بہ او فوت بہ حقا، ج ۲، ص ۱۶۴، رقم ۲۷۹۰، سنن الکبیری للبیہقی، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل، ج ۲، ص ۳۲۲، رقم ۱۲۳۱، سنن الکبیری للبخاری، باب لخص علی قیام اللیل، ج ۱، ص ۶۱۱، رقم ۱۳۰۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بلا عذر محض سستی کی وجہ سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد گزار کو تہجد چھوڑنا بہت برا ہے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے کہ عبد اللہ ابن عمر و تمام رات عبادت کرتے تھے ان کے والد اس سے منع کرتے تھے مگر نہ مانتے تھے۔ چنانچہ ان کے والد نے

بارگاہ رسالت میں ان کی شکایت کی تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ تم سے یہ عبادت نبھ نہ سکے گی اور تم اصل تہجد بھی چھوڑ بیٹھو گے۔ شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بہت تلاش کے باوجود ان صاحب کا نام نہ ملا جو یہ قیام چھوڑ بیٹھے تھے۔ (برزائے مناجیح، ج ۲ ص ۷۷۲)

(1169) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ نَامَ لَيْلَةً حَتَّى أَصْبَحَ، قَالَ: ذَاكَ رَجُلٌ بَالُ الشَّيْطَانِ فِي أَدْنِيهِ - أَوْ قَالَ: فِي أُذُنِهِ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی کا ذکر ہوا جو صبح تک رات بھر سوتا رہا فرمایا وہ ایسا آدمی ہے کہ شیطان نے اس کے کانوں میں پیشاب کیا ہے یا فرمایا اس کے کان میں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب صفة اہلس وجنود ج ۲ ص ۱۲۲، رقم: ۲۲۶۰، صحیح مسلم، باب ما روی فیہن نام اللیل اجمع حتی اصبح، ج ۲ ص ۱۸۶، رقم: ۱۸۸۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب من نام علی غیوۃ ان یقوم حتی اصبح، ج ۱ ص ۱۱۵، رقم: ۱۹۱۳، السنن النسائی، باب الترغیب فی قیام اللیل، ج ۳ ص ۲۰۲، رقم: ۱۶۰۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، ج ۱ ص ۳۲۴، رقم: ۲۰۵۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

نماز تہجد کے لیے یا نماز فجر کے لیے پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں کیونکہ صحابہ کرام فجر ہرگز قضاء نہ کرتے تھے اور ممکن ہے کسی منافق کا واقعہ ہو جو فجر میں نہ آتے تھے۔ معلوم ہوا کہ نماز فجر میں نہ جاگنا بڑی نحوست ہے، نیز کوتاہی کرنے والوں کی شکایت اصلاح کی غرض سے کرنا جائز ہے غیبت نہیں۔

حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔ شیطان کھاتا بھی ہے، پیتا بھی ہے، قے بھی کرتا ہے گوز بھی، رتا ہے لہذا پیشاب بھی کرتا ہے چونکہ کان ہی سے اذان کی آواز سنی جاتی ہے اس لیے وہ خبیث غافل کے کان ہی میں موتا ہے یعنی اسے ذلیل بھی کرتا ہے اور غافل بھی۔ (لمعات) خیال رہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنی کوتاہی کی وجہ سے صبح کو نہ جاگیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا تعریس کی رات صبح کو نہ جاگنا رب کی طرف سے تھا تاکہ امت کو نماز فجر قضاء پڑھنے کے احکام معلوم ہوں۔ (برزائے مناجیح، ج ۲ ص ۷۵۰)

(1170) وَعَنِ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَعْقُدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ، إِذَا هُوَ نَامَ، ثَلَاثَ عُقَدٍ، يَضْرِبُ عَلَى كُلِّ عُقْدَةٍ: عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ فَارْقُدْ، فَإِنْ اسْتَيْقَظَ، فَذَكَرَ اللَّهَ تَعَالَى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہے کہ شیطان تم میں سے کسی کے سر کی گدی میں تین گرہیں لگاتا ہے جب وہ سو جاتا ہے تو کہتا ہے لمبی رات باقی ہے سو جاؤ تو اگر وہ بیدار ہوتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر وہ وضو

لَمْ يَنْسَ عُقْدَةً لَّيْلًا تَوَطَّأُ، لَمْ يَنْسَ عُقْدَةً، لَّيْلًا صَلَّى
لَمْ يَنْسَ عُقْدَةً كُلَّهَا، فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ،
وَالْأَصْبَحَ خَبِيفَ النَّفْسِ كَسَلَانَ مُتَّفِقٍ عَلَيْهِ.

کرتا ہے تو ایک اور گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر وہ نماز پڑھتا
ہے تو سب گرہیں کھل جاتی ہیں تو وہ تازہ دم خوش خوش
صبح کرتا ہے ورنہ سست اور بد حالی میں صبح کرتا ہے۔

(متفق علیہ)

قَابِلَةُ الرَّأْسِ: أَخْرُفَةُ.

قَابِلَةُ الرَّأْسِ: کا مطلب ہے سر کی چوٹی۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب عقد الشیطان علی قابلیۃ الرأس اذ لم یصل باللیل، ج ۲ ص ۱۰۲، رقم: ۱۱۳۲، صحیح
مسلم، باب ما روی فیمن نام اللیل اجمع حتی أصبح، ج ۲ ص ۱۸۴، رقم: ۱۸۵۵، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الترغیب فی قیام
اللیل، ج ۲ ص ۵۰، رقم: ۸۲۴، مؤطا امام مالک، باب جامع الترغیب فی الصلاة، ج ۱ ص ۱۴۶، رقم: ۳۲۲، سنن ابوداؤد، باب قیام
اللیل، ج ۳ ص ۵۰، رقم: ۱۳۰۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں گرہ کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں بلا وجہ تاویل کی ضرورت نہیں جادو گر دھاگے یا بالوں میں کچھ دم کر کے گرہ لگا
دیتے ہیں جس کا اثر مسکور پر ہو جاتا ہے ایسے ہی شیطان انسان کے بالوں میں یا دھاگے میں صبح کے وقت غفلت کی تین
گرہیں لگا دیتا ہے اسی لیے صبح کے وقت بڑے مزے کی نیند آتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین گرہوں کے کھولنے
کے لیے تین عمل ارشاد فرمائے۔

(پہلی رات باقی ہے سو جاؤ) یعنی یہ لفظ کہہ کر دم کرتا ہے اور گرہ لگا دیتا ہے جس کے اثر سے انسان پر غفلت طاری
ہو جاتی ہے۔ مشائخ اللہ کا ذکر کر کے دھاگے پر پھونکتے اور گرہ لگاتے ہیں پھر مریض کے گلے میں ڈال دیتے ہیں اس کا
ماخذ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے۔ معلوم ہوا کہ گنڈا حق ہے جس گنڈے کی حدیث شریف میں برائی آئی ہے وہ
وہ گنڈا ہے جس پر شرکیہ الفاظ پڑھ کر دم کیا جائے۔

(اللہ کا ذکر کرتا ہے) یہاں اللہ کے ذکر سے وہ ذکر مراد ہے جو اٹھتے ہی مومن کرتا ہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا یہ ذکر اس
جادو کا اتار ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور آپ پر درود شریف بھی اللہ کا ذکر ہے اگر درود پر آنکھ کھلے تب
بھی یہ ہی فائدہ ہوگا۔

(تو سب گرہیں کھل جاتی ہیں) ظاہر یہ ہے کہ یہاں نماز سے تہجد کی نماز مراد ہے اسی لیے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث تہجد
کے باب میں لائے اور اگر کوئی نماز فجر کے لیے اٹھے اور یہ عمل کرے تب بھی ان شاء اللہ یہ فوائد ہوں گے۔ بعض روایات
میں اسی جگہ عُقْدَہ ہے عُقْدَہ کی جمع معنی یہ ہوئے کہ اگر نماز پڑھ لے تو ساری گرہیں کھل جاتی ہیں کیونکہ جب تیسری گرہ کھل
گئی تو سب ہی کھل گئی یا چونکہ نمازی آدمی وضو بھی کرتا ہے ذکر اللہ بھی لہذا نماز میں وہ دونوں چیزیں آگئیں۔ خیال رہے کہ
جن عورتوں کی نماز معاف ہے وہ بھی معافی کے زمانہ میں جلد جاگیں، اللہ کا ذکر کریں، وضو کر لیں تو بہت اچھا ورنہ تڑکے ہی

منہ ہاتھ دھولیں۔

(وہ تازہ دم خوش خوش صبح کرتا ہے) یعنی نماز تہجد کی برکت سے دل میں خوشی، نفس میں پاکی نصیب ہوتی ہے جو اس سے محروم ہے وہ ان دونوں کے کمال سے محروم ہے۔ (مرقاۃ) اور جو نماز فجر سے غافل رہا اسے سستی بہت ہی ہوتی ہے، صبح کا اٹھنا تندرستی کی اصل ہے صبح سوتے رہنا بیماریوں کی جڑ ہے اسی لیے سمجھدار کفار بھی اندھیرے منہ جاگتے ہیں۔

(برزۃ الناجی، ج ۲ ص ۲۲۸)

(1171) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ: أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطِيعُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامُ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

حضرت عبداللہ بن سلام رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! سلام عام کر دو کھانا کھاؤ رات کو نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوں اپنے رب کی جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج: حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء فی فضل اطعام الطعام، ج ۲ ص ۲۸۶، رقم: ۱۸۸۲، الادب للبیہقی: باب فی اکل الطعام، ج ۱ ص ۳۰، رقم: ۳۰، سنن ابن ماجہ: باب ما جاء فی قیام الیل، ج ۱ ص ۲۲۲، رقم: ۱۳۳۳، سنن الدارمی: باب فضل صلاة الیل، ج ۱ ص ۳۰۵، رقم: ۱۳۶۰، مسند امام احمد: حدیث عبداللہ بن سلام، ج ۵ ص ۲۵۱، رقم: ۲۲۸۲۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ مشہور صحابی ہیں، آپ کی کنیت ابو یوسف ہے، یوسف علیہ السلام کی اولاد میں ہیں، علماء یہود میں سے ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے جنتی ہونے کی بشارت دی، مدینہ منورہ میں ۳۳ھ میں وفات ہوئی، جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو آپ ایک باغ میں کھجوریں توڑ رہے تھے تشریف آوری کی خبر پاتے ہی بے تابانہ دوڑے ہوئے آئے کھجوریں گود ہی میں تھیں انہیں رکھنا بھی بھول گئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھتے ہی دل میں ایمان آ گیا۔

باغ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ پر زیارت کے لیے آئے تو دیکھا کہ اس شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو پردانوں نے گھیرا ہوا ہے، لوگ فدا ہو رہے ہیں۔

(فرماتے ہیں) کہ میں نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ علامات جو تورات شریف میں مذکور ہیں آپ کے چہرے انور سے ملائیں تو بالکل موافق پائیں بال برابر فرق نہ تھا تب میں نے یقین کر لیا کہ آپ کا دعویٰ نبوت برحق ہے غلط نہیں۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب میں کسی نے دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا مگر چونکہ کفار مکہ اور یہود مدینہ نے آپ کو جھٹلایا تھا اس لیے آپ یہ فرما رہے ہیں۔ بعض علماء نے اس کے یہ معنی بیان کئے کہ میں نے فراست سے معلوم کیا کہ جھوٹ بولنے والے کا چہرہ ایسا نورانی نہیں ہوتا دل کی کیفیت چہرے پر ظاہر ہوتی ہے۔

(رسول اللہ نے فرمایا: اے لوگو!) یعنی میں نے جو پہلی بات سنی وہ یہ تھی، چونکہ وہاں ہجوم عاشقاں تھا اس لیے الناس سے خطاب فرمایا۔ سلام پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ سلام کو رواج دو، اسلام سے پہلے ملاقات کے وقت سلام کا رواج نہ تھا مہلک اللہ بالخیر وغیرہ کہتے تھے جیسے ہندوستان میں آداب عرض، گڈ مارنگ، بندگی، کورنش وغیرہ کہے جاتے تھے اسلام نے السلام علیکم کہنا سکھایا۔ کھانا کھلانے سے مراد ہے مہمانوں، فقیروں، یتیموں کو کھانا دو۔ بعض لوگوں نے کہا کہ سلام اونچی آواز سے کہو جو سامنے والا سن لے اور اپنے بچوں کو کھانا دو مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔

(اپنے رب کی جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ) یعنی قرابت داروں کے حق ادا کرو، ان حقوق کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔ اور نماز، خجگانہ پر بنی قناعت نہ کرو بلکہ آخری رات میں جب عموماً لوگ سوتے ہوتے ہیں تو تم نماز تہجد پڑھا کرو اگر تم نے ان چار باتوں پر عمل کر لیا تو عذاب و حجاب سے سلامت رہو گے اور جنت میں خیریت سے پہنچو گے جہاں تمہیں رب تعالیٰ اور فرشتوں کی طرف سے سلام ہوا کریں گے۔ ہماری اس شرح سے معلوم ہوا کہ سلام کے دو معنی ہیں، چونکہ ابھی تک زکوٰۃ، روزہ، حج و جہاد کے احکام نہیں آئے تھے اس لیے ان کا ذکر نہ فرمایا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ (بزاۃ النافع، ج ۳ ص ۱۳۳)

(1172) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ: شَهْرُ اللَّهِ الْمُحَرَّمُ، وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ: صَلَاةُ اللَّيْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان کے بعد زیادہ فضیلت والے روزے اللہ کے نزدیک محرم کے ہیں۔ اور فرض نماز کے بعد زیادہ فضیلت والی نماز رات کی نماز ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب فضل صوم المحرم، ج ۳ ص ۱۶۹، رقم: ۲۸۱۲، صحیح ابن خزیمہ، باب فضل الصوم فی المحرم، إذا هو افضل الصیام بعد شهر رمضان، ج ۳ ص ۲۸۶، رقم: ۲۰۴۶، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۲۳، رقم: ۸۵۱۵، مسند عبد بن حمید، من مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ص ۱۶، رقم: ۱۴۲۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ محرم سے مراد عاشورہ کا دن ہے نہ کہ سارا ماہ محرم ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے زیادہ رکھا کرتے، چونکہ عاشورہ کا دن محرم میں واقع اور عاشورہ میں بڑے اہم واقعات ہو چکے ہیں: آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت، نوح علیہ السلام کی کشتی کا جوہی پہاڑ پر ٹھہرنا، یعقوب علیہ السلام کا اپنے فرزند یوسف علیہ السلام سے ملنا، فرعون کا غرق اور موسیٰ علیہ السلام کی نجات، ایوب علیہ السلام کی شفا، یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا وغیرہ عاشورہ ہی کے دن ہوئے، بعد میں شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ اور قیامت کا آنا اسی دن میں ہونے والا تھا اس لیے سارے محرم کو اللہ کا مہینہ فرمایا گیا یعنی اللہ کے محبوبوں کا مہینہ کہ جو اللہ کے بندوں کا ہو جائے وہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور جس دن یا جس مہینہ

میں کوئی اہم کام ہوا ہو اس میں عبادتیں کرنا بہتر ہے لہذا ربیع الثانی کی گیارہویں، ربیع الاول کی بارہویں، رجب کی ستائیسویں افضل تاریخیں ہیں اور ان میں عبادات، روزہ، نوافل، میلاد شریف وغیرہ کرنا بہتر ہے۔ یہ حدیث بہت سے صوفیانہ و عالمانہ مسائل کا ماخذ ہے۔ صوفیائے کرام بہت سے اعمال کی زکوٰۃ عاشورہ کے دن ادا کرتے ہیں۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب ”جاء الحق“ حصہ اول میں دیکھئے۔

فرض سے مراد نماز پنجگانہ ہے مع سنن مؤکدہ اور وتر کے، اور رات کی نماز سے مراد تہجد ہے یعنی فرائض وتر اور سنن مؤکدہ کے بعد درجہ نماز تہجد کا ہے کیوں نہ ہو کہ اس نماز میں مشقت بھی زیادہ ہے اور خصوصی حضور بھی غالب، یہ نماز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ**۔ رب تعالیٰ نے تہجد پڑھنے والوں کے بڑے فضائل بیان فرمائے: **تَتَجَالَىٰ جُؤُوبُهُمْ عَنِ النَّصَاجِعِ** اور فرماتا ہے: **وَالَّذِينَ يَذْكُرُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا** وغیرہ۔ فقیر کی وصیت ہے کہ ہر مسلمان ہمیشہ تہجد پڑھے اور اس نماز کا ثواب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ کر دیا کرے بلکہ انہی کی طرف سے ادا کیا جائے ان شاء اللہ! وہاں سے بہت کچھ ملے گا۔ (بزم النجیح، ج ۳ ص ۲۶۷)

(1173) **وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثَلِي مَقْلَى، فَإِذَا خَفَتِ الصُّبْحُ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.** حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعت ہے پس جب تجھے صبح (ہونے) کا خطرہ ہو تو ایک رکعت ملا کر وتر بنا لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ما جاء في الوتر، ج ۲ ص ۲۲، رقم: ۱۰۰۰، صحیح مسلم، باب صلاة الليل مشني مشني والوتر ركعة من اخر الليل، ج ۲ ص ۱۰۱، رقم: ۱۰۸۲، السنن الكبرى للبيهقي، باب صلاة الليل مشني مشني، ج ۲ ص ۳۸۹، رقم: ۳۰۵۲، المعجم الاوسط، باب من اسمه ابراهيم، ج ۳ ص ۱۲۸، رقم: ۲۶۶۳، المنتقى لابن الجارود، باب الوتر، ص ۴۴، رقم: ۲۶۶) شرح حدیث: یہ حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں حضرت ابن عمر کے ساتھ تھا آسمان ابر آلود تھا آپ نے صبح کا خوف کیا تو ایک رکعت سے وتر پڑھی پھر بادل کھل گیا تو دیکھا کہ ابھی آپ پر رات ہے تو ایک رکعت سے شفعہ بتا دیا پھر دو رکعتیں پڑھتے رہے جب صبح کا خوف ہوا تو ایک رکعت سے وتر پڑھی۔ (مالک)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ دو رکعت سے ایک رکعت ملا دی جس سے وہ نماز وتر بن گئی اور اگر یہ معنی ہیں کہ ایک رکعت وتر پڑھی تو یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو ان سے زیادہ فقیہ ہیں تین وتر پڑھتے تھے۔

یعنی تیسری رکعت میں انہیں پتہ لگا کہ ابھی رات زیادہ ہے تو اس ہی میں ایک رکعت اور ملا کر چار رکعت پڑھ لیں جو

تہجہ کے نفل ہو گئے یہ بھی حضرت ابن عمر کا اجتہاد ہے ورنہ وتر واجب ہیں انہیں شروع کر کے دیدہ و دانستہ نفل نہیں بنایا جاسکتا آپ نے یہ عمل کیا اس لیے تاکہ وتر آخری نماز رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل ہو جائے۔

یہاں ایک شب میں دو وتر نہ ہوئے جو ممنوع ہے بلکہ پہلی بار کے وتر تو نفل بنا دیئے تھے اب یہ نماز وتر ہوئی اور اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے ایک رکعت دو سے ملا کر تین وتر پڑھے، ب استعانت کی ہے۔ (برزائ المناجیح، ج ۲ ص ۵۱۸)

(1174) وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْلِي مَثْلِي، وَيُؤَيِّرُ بِرُكْعَةٍ مُتَّفِقٍ عَلَيْهِ. ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کی نماز دو دو رکعت پڑھتے تھے اور ایک رکعت ملا کر وتر ادا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب ساعات الوتر، ج ۲ ص ۱۰۰، رقم: ۱۱۷۴، صحیح مسلم، باب صلاة الليل مثلي مثلي والوتر ركعة من آخر الليل، ج ۲ ص ۱۰۴، رقم: ۱۱۷۴، سنن النسائي، باب عند الوتر، ج ۳ ص ۱۰۰، رقم: ۲۲۰، سنن ابن ماجه، باب ما جاء في الوتر ركعة، ج ۳ ص ۲۰۰، رقم: ۱۱۷۴، صحیح ابن خزيمة، باب ذكر الاخبار المنصوصة عن النبي صلى الله عليه وسلم أن الوتر ركعة، ج ۲ ص ۱۱۲، رقم: ۱۰۶۲)

شرح حدیث: لوگوں کو یہ درجہ کیسے ملے؟

حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، بے شک جنت میں ایک درخت ہے جس کی شاخوں سے ہیرے جواہرات نکلے ہیں جبکہ اس کی جڑوں سے سونے کے گھوڑے نکلتے ہیں جن کی لگا میں موتی اور یاقوت سے مزین ہیں اور وہ بول و براز (یعنی پاخانہ، پیشاب) نہیں کرتے ان کے پر ہوتے ہیں اور وہ حدنگاہ پر قدم رکھتے ہیں اہل جنت ان پر اڑتے ہوئے سواری کریں گے اور جب ان سے کم درجے والے لوگ کہیں کہ اے اللہ عزوجل! ان لوگوں کو یہ درجہ کیسے ملا؟ تو ان سے کہا جائے گا کہ یہ لوگ رات کو نماز پڑھا کرتے تھے جبکہ تم سو جایا کرتے تھے یہ دن میں روزہ رکھا کرتے جبکہ تم کھایا کرتے تھے اور یہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا کرتے تھے جبکہ تم جہاد سے فرار اختیار کرتے تھے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب مفید الجنۃ والنار، فصل فی تراویح و تراکیم، رقم: ۱۱۷۴، ج ۳ ص ۳۰۳)

(1175) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَا يَصُومَ مِنْهُ، وَيَصُومُ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا، وَكَانَ لَا تَشَاءُ أَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ، وَلَا تَأْمَنَّا إِلَّا رَأَيْتَهُ. حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی مہینہ میں روزے رکھنا چھوڑ دیتے حتیٰ کہ ہم سمجھتے کہ اب اس مہینے میں (نفل) روزہ نہیں رکھیں گے۔ اور روزہ رکھنا شروع کر دیتے حتیٰ کہ ہم سمجھتے کہ اس میں کوئی روزہ نہ چھوڑیں گے۔ اور آپ کا حال یہ تھا

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

کہ اگر تم چاہتے کہ آپ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں تو دیکھ سکتے اور اگر تم آپ کو نیند کی حالت میں دیکھنا چاہتے تو دیکھ لیتے۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب ما یذکر من صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وافتارہ ج ۴ ص ۴۰۰ رقم: ۱۹۷۲ مشکوۃ المصابیح: باب القصد فی العمل الفصل الاول ج ۱ ص ۲۷۶ رقم: ۱۲۳۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(آپ اس میں بالکل افطار نہ کریں گے) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے سوا کسی مہینہ میں سارا ماہ روزے نہ رکھتے تھے بلکہ کچھ تاریخوں میں مسلسل روزے اور کچھ مسلسل افطار۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ داؤدی کی تعریف فرمائی یعنی ہمیشہ ایک دن روزہ ایک دن افطار مگر خود اپنا یہ عمل ہے۔ معلوم ہوا کہ روزہ داؤدی سنت قولی ہے اور اس طرح روزے سنت فعلی اس کا ثواب زیادہ اس عمل کا قرب زیادہ جیسے بعد ہر نفل کھڑے ہو کر پڑھنے کا ثواب زیادہ بیٹھ کر پڑھنے کا قرب زیادہ کہ یہ عملی ہے۔

(سوتا دیکھنا نہ چاہتے مگر دیکھ لیتے) یعنی نہ تمام رات سوتے تھے نہ تمام رات جاگتے تھے اول رات سوتے اور آخر رات جاگتے اور بعد تہجد پھر سو جاتے۔ (بزاۃ النایج، ج ۲ ص ۲۷۹)

(1176) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً - تَعْنِي فِي اللَّيْلِ - يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذَلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ. وَيَزْكُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُنَادِي لِلصَّلَاةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کے وقت گیارہ رکعت پڑھتے۔ آپ ایک ایک سجدہ اتنا طویل کرتے جتنی دیر میں تم میں سے کوئی پچاس آیتیں تلاوت کر لے۔ اس کے بعد سجدہ سے سر اٹھاتے اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے۔ پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ مؤذن نماز کے لیے آپ کے پاس آتا۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب ما جاء فی التوہج ج ۲ ص ۲۵۰ رقم: ۱۱۷۳ السنن الکبریٰ للبیہقی باب عدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصفہا ج ۴ ص ۴۰۰ رقم: ۱۸۱۲ صحیح ابن حبان باب النوافل ج ۱ ص ۲۶۴ رقم: ۲۶۱۳ مسند امام احمد بن حنبل حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا ج ۱ ص ۸۸ رقم: ۲۲۱۲۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

رات کی نماز سے تہجد مراد ہے۔ یہ نماز اسلام میں اولاً سب پر فرض رہی، پھر امت سے فرضیت منسوخ ہو گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آخر تک رہی۔ (اشعہ) تہجد کم از کم دو رکعتیں ہیں زیادہ سے زیادہ بارہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر آٹھ پڑھتے

تھے بھی کم و بیش۔ حق یہ ہے کہ تہجد ہمارے لیے سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر بستی میں کوئی نہ پڑھے تو سب تارک سنت ہوئے اور اگر ایک بھی پڑھ لے تو سب بری الذمہ ہوئے۔ تہجد کا وقت رات میں سو کر جاگنے سے شروع ہوتا ہے صبح صادق پر ختم مگر آخری تہائی رات میں پڑھنا بہتر ہے اور قبل تہجد عشا پڑھ کر سونا شرط ہے اور بعد تہجد کچھ سونا یا لیٹ جانا سنت ہے۔ چونکہ یہ بہترین نوافل ہیں اسی لیے ابن کا علیحدہ باب ہوا جو شخص تہجد پڑھنا شروع کر دے پھر نہ چھوڑے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہے۔

ضروری مسئلہ: تہجد سے پہلے سولینا ضروری ہے اگر کوئی بالکل نہ سویا تو اس کے نوافل تہجد نہ ہوں گے۔ جن بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے تیس یا چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی جیسے حضور غوث اعظم یا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما وہ حضرات رات میں اس قدر اونگھ لیتے تھے جس سے تہجد درست ہو جائے لہذا ان بزرگوں پر یہ اعتراض نہیں کہ انہوں نے تہجد کیوں نہ پڑھی حضرت ابوالدرداء، ابوذر غفاری وغیرہم صحابہ جو شب بیدار تھے ان کا بھی یہی عمل تھا۔ (رات کے وقت گیارہ رکعت پڑھتے) اس جملہ سے بہت لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے، بعض نے اس کے یہ معنی کئے دس رکعتیں تہجد پڑھی ہر دو رکعت پر سلام اور ایک رکعت وتر پڑھی مگر اس بناء پر یہ روایت ان تمام روایات کے خلاف ہوگی جن میں تین رکعت وتر کی تصریح ہے یا جن میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی رکعت اول میں سورۃ اعلیٰ پڑھی دوسری میں قُلْ يٰٰكَيْفَا الْكِفَاؤُنْ، تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ بعض لوگوں نے یہ معنی کیئے کہ تہجد آٹھ رکعتیں پڑھیں اور وتر تین رکعتیں اگر اس طرح کہ وتر کی دو رکعت ایک سلام سے اور ایک رکعت ایک سلام سے مگر یہ معنی ان احادیث کے خلاف ہیں جن میں وارد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سلام سے تین رکعت وتر پڑھے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص نماز ایک رکعت والی نماز سے منع فرمایا، ارشاد فرمایا کہ مغرب دن کے وتر ہیں اور وتر رات کے وتر، لہذا اس حدیث کے معنی وہی درست ہیں جو احناف نے کیئے وہ یہ کہ دو دو رکعت پر سلام تو تہجد میں پھیرا اور وتر اس طرح پڑھے کہ دو رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملالی جس سے یہ ساری نماز وتر یعنی طاق ہوگئی یعنی بَرَكَةٌ کی ب تعدیہ کی نہیں بلکہ استعانت کی ہے اب یہ کسی حدیث سے متعارض نہیں۔

(پچاس آیتیں تلاوت کر لے) یعنی نماز تہجد کا ہر سجدہ یا وتر کا ہر سجدہ یا تہجد سے فارغ ہو کر شکر کا ایک سجدہ اتنا دراز ادا کرتے کہ تم میں سے کوئی آدمی اتنی دیر میں پچاس آیات تلاوت کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کے بعد اٹل کا شکر یہ ادا کرنا کہ رب نے اس نماز کی توفیق بخشی بہتر ہے۔

جب خوب روشنی ہو جاتی تو سنت فجر ادا فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فجر اجیالے میں پڑھنا سنت ہے اس طرح کہ سنتیں بھی بلکہ اذان فجر بھی اجیالے میں ہو ورنہ نام المؤمنین تبیین نہ فرماتیں۔

حضرت بلال جماعت کے وقت در دولت پر حاضر ہو کر عرض کرتے کہ کیا تکبیر کہوں آپ اجازت دیتے تب وہ صف

میں پہنچ کر تکبیر شروع کرتے جب س علی الفلام پر پہنچتے تو آپ دروازہ شریف سے مسجد میں داخل ہوتے۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ سنت فجر سے بعد داہنی کروٹ پر کچھ دیر لیٹ جانا سنت ہے بشرطیکہ نیند نہ آجائے ورنہ وضو جاتا رہے گا۔ دوسرے یہ کہ سلطان اسلام عالم دین کو اذان کے علاوہ بھی نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔

(مزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۸۱۳)

انہی سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ تہجد کی رکعتیں نہ پڑھتے۔ آپ چار رکعت پڑھتے تم ان کے طول اور حسن و خوبی کے بارے میں نہ پوچھو پھر چار رکعت ادا کرتے تم ان کی حسن و خوبی اور طول کے بارے میں نہ پوچھو پھر تین رکعت پڑھتے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) کیا وتر پڑھنے سے پہلے آپ سوتے ہیں فرمایا: اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔ (متفق علیہ)

(1177) وَعَنْهَا، قَالَتْ: مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ - فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ - عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً: يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطَوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطَوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُؤْتِرَ؟ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ ج ۲ ص ۵۲، رقم: ۱۱۳۴، صحیح مسلم، باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲ ص ۱۶۶، رقم: ۵۵، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب کان لیام ولا یتوضأ ج ۲ ص ۶۲، رقم: ۱۳۶۹، سنن ابوداؤد، باب فی صلاة اللیل ج ۱ ص ۵۱۲، رقم: ۱۳۶۲، سنن ترمذی، باب ما جاء فی وصف صلاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۳۰۲، رقم: ۴۲۹، مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا ج ۲ ص ۲، رقم: ۱۲۲۹۰)

شرح حدیث: مفسر شہیر، خلیفہ اعلیٰ حضرت، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ذکر تین طرح کا ہوتا ہے:

(۱) لسانی

(۲) قلبی

(۳) بالجوارح۔

ذکر لسانی تسبیح، تقدیس، ثناء وغیرہ بیان کرنا ہے، خطبہ، توبہ، استغفار، دعا وغیرہ اس میں داخل ہیں۔ ذکر قلبی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا یاد کرنا، اس کی عظمت و کبریائی اور اس کے دلائل قدرت میں غور کرنا۔ علماء کا استنباط مسائل میں غور کرنا بھی اسی میں داخل ہیں۔ ذکر بالجوارح یہ ہے کہ اعضاء طاعت الہی میں مشغول ہوں جیسے حج کے لیے سفر کرنا، یہ ذکر بالجوارح میں

داخل ہے۔ نماز تینوں قسم کے ذکر پر مشتمل ہے۔ تسبیح و تکبیر، ثناء و قراءت تو ذکر لسانی ہے اور خشوع و خضوع، اخلاص ذکر قلبی اور قیام، رکوع و سجود وغیرہ ذکر بالجوارح ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم طاعت بجالا کر مجھے یاد کرو میں تمہیں اپنی امداد کے ساتھ یاد کروں گا۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو ایسے ہی یاد فرماتا ہوں اور اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔ قرآن و حدیث میں ذکر کے بہت فضائل وارد ہیں اور یہ ہر طرح کے ذکر کو شامل ہیں۔ ذکر بالجہر کو بھی اور بالانفاء کو بھی۔ (پ 2، البقرة: 152)

(1178) وَعَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ آخِرَهُ۔ انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کے ابتدائی حصہ میں سو جاتے اور آخری حصہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب من نام اول اللیل واحیا آخرہ ج ۲ ص ۵۲ رقم: ۱۱۴۶ صحیح مسلم: باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲ ص ۱۱۰ رقم: ۱۱۶۱۲ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب ذکر الخیر الذی ورد فی الجنب ینام ولا یمس ماء ج ۱ ص ۲۰۱ رقم: ۱۱۰۱۱ السنن النسائی الکبریٰ: باب ای صلاة اللیل الفضل ج ۱ ص ۴۱۲ رقم: ۱۲۰۱۱ صحیح ابن حبان: باب الدوافل ج ۱ ص ۳۱۲ رقم: ۲۸۸)

شرح حدیث: چند ایمان افروز روایات

حضرت سیدتنا حبیبہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا کے بارے میں منقول ہے کہ جب آپ عشاء کی نماز ادا فرما لیتیں تو اپنی چھت پر کھڑی ہو جاتیں اور اپنی چادر اچھی طرح لپیٹ کر عرض کرتیں، یا الہی عزوجل! تارے نکل آئے اور آنکھیں سو گئیں، دنیا کے بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر لیے اور ہر محب اپنے محبوب کے ساتھ خلوت میں چلا گیا جبکہ میں تیری بارگاہ میں کھڑی ہوں۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہا نماز میں مشغول ہو جاتیں۔ جب پو پھٹ جاتی اور فجر طلوع ہو جاتی تو عرض کرتیں، یا الہی عزوجل! رات گزر گئی اور دن روشن ہو گیا مگر میں نہیں جانتی کہ تو نے میری اس رات کو قبول کیا کہ میں خوشی مناؤں؟ یا اسے اپنی بارگاہ سے دھتکار دیا کہ میں سوگ مناؤں؟ مجھے تیری عزت کی قسم! جب تک تو مجھے زندہ رکھے گا میرا یہی معمول رہے گا، اگر تو نے مجھے اپنی بارگاہ سے دھتکار دیا پھر بھی میرے دل میں تیرے جو دو کرم کی امید باقی رہے گی۔

حضرت سیدتنا معاذہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا روزانہ صبح کے وقت فرماتیں، (شاید) یہ وہ دن ہے جس میں مجھے مرنا ہے۔ پھر شام تک کچھ نہ کھاتیں پھر جب رات ہوتی تو کہتیں، یہ وہ رات ہے جس میں مجھے مرنا ہے۔ پھر صبح تک نماز پڑھتی رہتیں۔

حضرت سیدنا قاسم بن راشد شیبانی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا زمرہ علیہ الرحمۃ محضب میں ہمارے پاس آئے۔ آپ کی زوجہ اور بیٹیاں بھی ہمراہ تھیں۔ آپ علیہ الرحمۃ دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ جب سحری کا وقت ہوا تو بلند آواز

سے فرمایا، اسے رات میں پڑاؤ کرنے والے قافلہ کے مسافر! کیا ساری رات سوتے رہو گے؟ کیا اٹھ کر سفر نہیں کرو گے؟ تو لوگ جلدی سے اٹھ گئے اور کہیں سے رونے کی آواز آنے لگی اور کہیں سے دعا مانگنے کی، ایک جانب سے قرآن پاک پڑھنے کی آواز سنائی دی تو دوسری جانب سے وضو کرنے والے کی۔ پھر جب فجر کا وقت ہوا تو آپ نے بلند آواز سے ارشاد فرمایا، رات کو سفر کرنے والی قوم صبح کے وقت اللہ عزوجل کی حمد کرتی ہے۔

حضرت سیدنا سفیان بن عیینہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ صفوان بن سلیم علیہ الرحمۃ نے قسم اٹھالی کہ اللہ عزوجل سے ملنے تک اپنے پہلو زمین پر نہ رکھوں گا۔ پھر تیس سال سے زیادہ عرصہ اس قسم پر قائم رہے۔ جب آپ کی موت کا وقت ہوا اور نزع و بیماری نے زور پکڑا تو اس وقت بھی آپ بجائے لیٹنے کے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے بیٹے نے عرض کیا، اے ابوجان! اگر آپ لیٹ جائیں تو؟ آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اگر میں نے ایسا کر لیا تو اللہ عزوجل سے مانی ہوئی نذر اور اس سے اٹھایا ہوا حلف پورا نہ کر سکوں گا۔ اور بیٹھے ہی رہے حتیٰ کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ (الشیخ الزیلعی ثواب التحل المصالح ص ۱۵۰)

بزرگوں کا سونا جاگنا دونوں باعث برکت

حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔ کثرت سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر خیر کرتے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے۔ حضرت سیدنا امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک نیک سیرت بیٹی تھی جو رات شب بیداری میں اور دن روزے میں گزارتی۔ وہ صالحین کے واقعات کو بہت پسند کرتی تھی اور حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کو دیکھنا چاہتی تھی کیونکہ ان کے والد محترم امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بہت زیادہ عظمت و شان بیان کرتے تھے۔ ایک دفعہ اتفاقاً حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی نے حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں رات گزاری۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی بہت خوش ہوئی۔ اُسے اُمید تھی کہ آج امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افعال یعنی ان کی عبادت، اور کلام کو دیکھنے اور سننے کا خوب موقع ملے گا۔ جب رات ہوئی تو حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز اور یاد الہی عزوجل کے لئے کھڑے ہو گئے جبکہ حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی چت لیٹے رہے۔ بچی فجر تک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی حالت میں دیکھتی رہی اور صبح اپنے باپ سے عرض کی: میں نے دیکھا کہ آپ حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی بہت تعظیم کرتے ہیں لیکن میں نے تو ان کو آج رات نماز، ذکر یادِ گرام اور ادو وظائف میں مشغول نہیں پایا۔ ابھی یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی تشریف لے آئے۔ حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: رات کیسی گزری؟ ارشاد فرمایا: اس سے زیادہ برکت و نفع والی اور اچھی رات میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی۔ حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو فرمانے لگے: وہ یوں کہ میں نے آج رات پیٹھ کے بل لیٹے لیٹے سو مسائل اخذ کئے، جو تمام کے تمام مسلمانوں کے نفع کے لئے ہیں۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ

منہ نے رخصت لی اور تشریف لے گئے۔ حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا: یہ حضرت سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کا آج رات کا عمل تھا۔ وہ سوئے ہوئے اس سے افضل عمل کر رہے تھے جو میں نے کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہوئے کیا۔ (الزَّوْجُ الْفَائِزُ لِي الْمُوَافِقَةِ وَالزَّائِقُ ص ۴۰۷)

(1179) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً.
لَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرٍ سُوءٍ! قِيلَ: مَا
هَمَمْتَ؟ قَالَ: هَمَمْتُ أَنْ أَجْلِسَ وَأَدْعَهُ. مُتَّفَقٌ
عَلَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں
نے ایک شب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ
نے طویل قیام کیا حتیٰ کہ میں نے برا ارادہ کر لیا۔ کسی نے
پوچھا وہ کیا تھا تو فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ بیٹھ جاؤں اور
نماز چھوڑ دوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب طول القيام فی صلاة الیل: ج ۱ ص ۲۵۱، رقم: ۱۱۳۵، صحیح مسلم: باب استحباب
تعویل القراءة فی صلاة الیل: ج ۱ ص ۸۵، رقم: ۱۸۵۱، سنن ابن ماجہ: باب ما جاء فی طول القيام فی الصلوات: ج ۱ ص ۲۵۶، رقم:
۱۲۱۸، صحیح ابن حبان: باب فرض متابعة الامام: ج ۱ ص ۱۱۲، رقم: ۲۱۳۱، صحیح ابن خزيمة: باب فضیل طول القيام فی صلاة: ج
۱ ص ۸۹، رقم: ۱۱۵۴)

شرح حدیث: نماز میں طویل قیام کرنے کا ثواب

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روزِ شمار، دو
عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کوئی نماز سب سے افضل ہے؟ ارشاد
فرمایا، طویل قیام والی نماز۔ (صحیح مسلم، کتاب صلوۃ السافرین، قصرھا، باب افضل الصلوۃ طول القنوت، رقم: ۷۵۶، ص ۳۸۰)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں
کے تاجور، محبوبِ رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا، طویل قیام۔
(سنن ابی داؤد، کتاب الطلوع، باب افتتاح صلاة اللیل برکتین، رقم: ۱۳۲۵، ج ۲، ص ۵۳)

(1180) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:
صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ
فَأَفْتَتَحَ الْبَقْرَةَ، فَقُلْتُ: يَزْكُ عِنْدَ الْمَيَّةِ، ثُمَّ
مَطَى، فَقُلْتُ: يُصَلِّي بِهَا فِي رَكْعَةٍ فَمَطَى، فَقُلْتُ:
يَزْكُ بِهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَأَهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ
الْإِمْرَانَ فَقَرَأَهَا، يَقْرَأُ مَرَّةً بآيَةٍ فِيهَا

حضرت حذیفہ (بن یمان) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک رات نماز
پڑھی آپ ﷺ نے سورۃ البقرہ پڑھنا شروع کی میں نے
کہا سو آیات پر رکوع کریں گے آپ گزر گئے پس میں
نے کہا اس سورۃ کے ساتھ رکوع کریں گے آپ آگے
پڑھتے گئے۔ پس میں نے آپ کے ساتھ رکوع کیا پھر

تَسْبِيحٌ سَبَّحَ، وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ، وَإِذَا مَرَّ
بَتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ، فَتَعَلَّ يَقُولُ: سُبْحَانَ رَبِّيَ
الْعَظِيمِ فَكَانَ رُكُوعُهُ لِحُجَّاتٍ مِنْ قِيَامِهِ، ثُمَّ قَالَ:
سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ قَامَ طَوِيلًا
قَرِيبًا مِمَّا رَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى
فَكَانَ سَجُودُهُ قَرِيبًا مِنْ قِيَامِهِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

آپ نے سورۃ النساء پڑھنا شروع کی اور اس کو مکمل کیا۔
پھر آپ نے سورۃ آل عمران شروع کی اور اسے پڑھا
اور اطمینان سے پڑھا۔ آپ جب کسی تسبیح والی آیت
کے پاس سے گزرتے تو تسبیح کہتے اور جب سوال (والی
آیت) کے پاس سے گزرتے تو سوال کرتے جب
(والی آیت) تعوذ سے گزرتے تو تعوذ پڑھتے پھر آپ
نے رکوع کیا اور آپ نے سبحان ربی العظیم کہنا
شروع کیا۔ تقریباً قیام کی مقدار تک یہی کہتے رہے پھر
آپ علیہ السلام نے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد
کہا پھر تقریباً رکوع جتنی دیر کھڑے رہے پھر سجدہ
کیا اور سبحان ربی الاعلیٰ کہتے رہے اور آپ کا سجود
آپ کے قیام کے قریب دو رانیہ پر مشتمل تھا۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب استحباب تطویل القراءة فی صلاة اللیل، ج ۱ ص ۸۶، رقم: ۱۸۵۱ سنن الکبیری
للبيهقي: باب الوقوف عند آية الرحمة، ج ۲ ص ۲۰۹، رقم: ۳۸۴۴ مستخرج ابی عوانة: بیان صفة الصلوة، ج ۲ ص ۲۲۲، رقم:
۱۳۵۱ مسند الحارث: باب قیام اللیل، ج ۱ ص ۲۶۵، رقم: ۲۴۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ بقرہ سے مراد پوری سورۃ بقرہ ہے یعنی ایک رکعت میں پوری سورۃ بقرہ پڑھی، پھر رکوع بھی اس قدر دراز
فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شبینہ کرنا جائز ہے کیونکہ شبینہ میں ایک رکعت میں ڈیڑھ پارہ آتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک رکعت میں ڈھائی پارہ پڑھے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ دراز قیام زیادتی سجود سے افضل ہے، یہ ہی امام اعظم کا فرمان ہے۔ یہ حدیث اس حدیث کی
تفسیر ہے جس میں ارشاد ہوا کہ جو تنہا نماز پڑھے وہ جتنی چاہے دراز کرے۔

یعنی دو سجدوں کے درمیان یہ کلمہ بار بار اس قدر پڑھا کہ آپ کا یہ جلسہ سجدے کے قریب دراز ہو گیا، یہ دعا تعلیم امت
کے لیے ہے۔

یعنی شعبہ راوی کو اس میں شک ہوا کہ چوتھی رکعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ مائدہ پڑھی یا الانعام، اگلی رکعتوں
میں تردید نہیں کہ پہلی میں بقرہ دوسری میں آل عمران تیسری میں نساء پڑھی۔ (بزاۃ الناجی، ج ۲ ص ۴۲۶)

(1181) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ الصَّلَاةِ
الْأَفْضَلُ قَالَ: طُولُ الْقُنُوتِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. الْمُرَادُ
بِالْقُنُوتِ: الْقِيَامُ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سی نماز زیادہ فضیلت
والی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: لمے قیام والی۔
(مسلم) قنوت سے مراد قیام ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب افضل الصلاة طول القنوت ج ۲ ص ۱۴۵ رقم: ۱۸۰۴ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب
افضل الصلاة طول القنوت ج ۳ ص ۳۰۰ رقم: ۴۸۶۱ سنن ابن ماجہ: باب ما جاء في طول القيام في الصلوات ج ۱ ص ۳۵۱ رقم:
۷۱۱ سنن ترمذی: باب ما جاء في طول القيام في الصلاة ج ۲ ص ۲۲۹ رقم: ۳۸۴ سنن النسائی الکبریٰ: باب صدقة جهل المقل ج ۱
ص ۲۱۴ رقم: ۲۲۰۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قنوت کے چند معنی ہیں: اطاعت، خاموشی، دعا، نماز کا قیام، یہاں آخری معنی (قیام) مراد ہیں یعنی بہترین نماز وہ ہے
جس میں قیام دراز ہو۔ خیال رہے کہ بعض علماء دراز قیام کو بہتر کہتے ہیں کیونکہ اس میں مشقت زیادہ ہے اسی میں تلاوت
قرآن ہوتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں اتنا دراز قیام فرماتے تھے کہ پاؤں شریف پرورم آجاتا تھا۔ بعض کے نزدیک
زیادہ سجدے افضل کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ سے فرمایا کہ اگر جنت میں میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو
زیادہ سجدے کرو، نیز فرمایا کہ انسان سجدے میں رب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، نیز رب فرماتا ہے: وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔
بعض کے نزدیک تہجد میں دراز قیام افضل اور دن میں زیادہ سجدے افضل، رب فرماتا ہے: قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا۔ بعض نے
فرمایا کہ بعض اعتبار سے لمبا قیام افضل ہے اور دوسرے اعتبار سے زیادہ سجدے افضل، ہمارے امام صاحب پہلے قول کو
ترجیح دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۹)

(1182) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ: أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَيَّ اللَّهُ صَلَاةُ دَاوُدَ
وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَيَّ اللَّهُ صِيَامُ دَاوُدَ كَانَ يَنَامُ
نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ وَيَصُومُ
يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب
سے زیادہ پیاری نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے۔ اور سب
سے پیارے روزے اللہ کی بارگاہ میں داؤد علیہ السلام کے
روزے ہیں۔ آپ آدھی رات سوتے۔ تیسرا حصہ قیام
کرتے پھر چھٹا حصہ سوتے۔ اور ایک دن روزہ رکھتے اور
ایک دن انطار کرتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب من نام عند السحر ج ۲ ص ۵۰ رقم: ۱۱۳۱ صحیح مسلم: باب النهی عن صوم الدهر
لن تقرر او فوت به حقا ج ۲ ص ۱۶۵ رقم: ۲۴۴۴ صحیح ابن حبان: باب النوافل ج ۳ ص ۳۲۵ رقم: ۲۵۴۰ مستخرج ابی عوانہ: باب

ذکر الخیر المبین ان احب الصیام الی اللہ ج ۲ ص ۱۲۷ رقم: ۱۲۳۳

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہاں نماز سے تہجد کی نماز مراد ہے اور روزے سے نفلی روزے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر انبیائے کرام بھی تہجد اور نفلی روزے ادا کرتے تھے مگر ان کے طریقے اور تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ طریقہ تھا جو یہاں مذکور ہے۔

(تیسرا حصہ قیام کرتے) یعنی دو تہائی رات سوتے اور ایک تہائی رات جاگتے تھے اور اس جاگنے اور نماز کو دو نیندوں کے درمیان کرتے اب بھی یہی چاہئے۔

(اور ایک دن افطار کرتے) اسی طرح نوافل تہجد اور نفلی روزوں کی محبوبیت کی چندہ وجوہ ہیں: ایک یہ کہ اس میں روح کا حق بھی ادا ہوتا ہے اور نفس کا حق بھی، تمام رات سونے ہمیشہ افطار کرنے سے روح کا حق رہ گیا۔ اور رات بھر جاگنے، ہمیشہ روزے میں نفس کا حق مارا گیا۔ دوسرے یہ کہ اس طرح تہجد، روزے نفس پر بھاری ہیں لہذا رب کو پیارے ہیں کیونکہ ہمیشہ روزے رکھنے میں روزہ عادت بن کر آسان معلوم ہونے لگتا ہے مگر اس طرح ہر روزے میں نئی لذت محسوس ہوتی ہے۔ تیسرے یہ کہ اس میں جسمانی طاقت بحال رہتی ہے گھٹتی نہیں طاقت ہی سے ساری عبادتیں ہوتی ہیں۔ خیال رہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تیرھویں، چودھویں، پندرھویں روزے رکھے کبھی، یہ بھی کیا کچھ تاریخوں میں مسلسل روزے، کچھ میں مسلسل افطار تاکہ امت پر آسانی ہو، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوالوقت ہیں جو عمل کریں وہ افضل ہے۔ رات کی ہر ساعت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفل سے شرف حاصل ہوا اور مہینہ کی ہر تاریخ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے سے عزت ملی۔ (بزاۃ النایب، ج ۲ ص ۲۵۴)

(1183) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً، لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللَّهَ تَعَالَى خَيْرًا مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ، وَذَلِكَ كُلُّ لَيْلَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا رات میں ایک گھڑی ہے جو مسلمان آدمی اس گھڑی میں اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کے معاملہ سے کسی بھلائی کا طلب گار ہو تو اس کو وہ اللہ کریم عطا فرمادیتا ہے اور یہ ہر رات میں ہے۔

(مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فی اللیل ساعة مستجاب فیها الدعاء ج ۲ ص ۱۷۹ رقم: ۱۸۰۶ مسند امام احمد بن حنبل: مسند جابر بن عبد اللہ ج ۳ ص ۳۱۳ رقم: ۱۳۲۳ مشکوٰۃ المصابیح باب التحریص علی قیام اللیل الفصل الاول ج ۱ ص ۲۷۲ رقم: ۱۲۰۲)

شرح حدیث: حکیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بعض علماء نے فرمایا کہ روزانہ شب کی یہ ساعت قبولیت پوشیدہ ہے جیسے جمعہ کی ساعت مگر حق یہ ہے کہ پوشیدہ نہیں گزشتہ حدیثوں میں بتادی گئی ہے یعنی رات کا آخری تہائی خصوصاً اس تہائی کا آخری حصہ جو ساری رات کا آخری چھ حصہ ہے جو صبح صادق سے متصل ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس وقت مومن کی دعا قبول ہوتی ہے نہ کہ کافر کی اگر قبولیت پاتے ہو تو ایمان کامل کرو۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۵۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

(1184) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ

اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی رات کے وقت

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا قَامَ

قیام کرے تو ابتداء دو مختصر رکعتوں سے کرے۔ (سم)

أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَحِ الصَّلَاةَ بِرُكْعَتَيْنِ

خَفِيفَتَيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الدعاء فی صلاة اللیل و قیامہ، ج ۲ ص ۱۸۳، رقم: ۱۸۶۲ السنن الکبریٰ لبیہقی، باب افتتاح الصلاة اللیل بر کعتین خفیفَتین، ج ۲ ص ۶، رقم: ۸۵۱ صحیح ابن حبان، باب النوافل، ج ۱ ص ۳۲، رقم: ۲۶۰۱ صحیح ابن عروہ، باب افتتاح صلاة اللیل بر کعتی خفیفَتین، ج ۲ ص ۱۸۲، رقم: ۱۱۵۰ مسند امام احمد، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۴۸، رقم: ۴۴۲۲)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن تہجد کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے ہیں: تہجد سنت مستحبہ ہے تمام مستحب نمازوں سے اعظم واہم، قرآن و احادیث حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی ترغیب سے مالا مال، عامہ کتب مذہب میں اسے مندوبات و مستحبات سے گنا اور سنت مؤکدہ سے جدا ذکر کیا، تو اس کا تارک اگرچہ فضل کبیر و خیر کثیر سے محروم ہے گنہگار نہیں، بحر الرائق و علمگیری و درمختار و فتح اللہ المعین السید ابوالسعود الازہری میں ہے: المندوبات صلوة اللیل۔ (فتح المعین حاشیہ علی الکتر باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۵۳)

(رات کی نماز مندوبات میں سے ہے۔ ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

سن تحية المسجد وندب صلوة اللیل۔

(مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی فصل فی بیان النوافل مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶-۲۵)

(تحیۃ المسجد سنت اور رات کی نماز مستحب ہے۔ ت)

غنیۃ شرح منیہ میں ہے:

من النوافل المستحبة قیام اللیل۔

(غنیۃ المستملی شرح منیہ المصلی فصل فی النوافل بحث قیام اللیل مطبوعہ سمیل اکیڈمی لاہور ص ۳۲۲)

(نوافل مستحبہ میں سے رات کی نماز ہے۔ ت)

حلیہ میں ہے: مثنیٰ صاحب الحاوی القدسی علی انہا مندوبۃ۔ (حلیہ الحلی شرح منیۃ المسلم)

صاحب الحاوی القدسی کی رائے یہی ہے کہ رات کی نماز مستحب ہے۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

الاحسن اتمام السنن المؤقتة ہذا کہ صلوة الفجر والبستحبات ہذا کہ التہجد اہ ملخصاً۔

(جامع الرموز فصل الوتر مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبدقاوس ایران ۱/ ۲۰۷)

وقتی سنن میں چاشت کی نماز اور مستحبات میں تہجد کا ذکر ان کا اچھا اتمام ہے اہ ملخصاً (ت)

غرض ہمارے کتب مذہب کے احکام منصوصہ مذکورہ علی جہت النقل میں اس کا استحباب ہی مصرح ہے، ہاں بعض علمائے مالکیہ و شافعیہ مثل امام ابن عبدالبر و امام ابو زکریا نووی جانب سنیت گئے، اور بعض ائمہ تابعین حسن بصری و عبیدہ سلمانی و محمد بن سیرین قائل وجوب ہوئے کیا نظر بمطالعہ عمدة القاری و شرح السوطا للزرقانی وغیرہما (جیسا کہ عمدة القاری، شرح المؤمن طالع الزرقانی وغیرہ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے۔ ت) قول وجوب کو تو جمہور علمائے مذاہب اربعہ رد فرماتے اور مخالف جماعت بتاتے ہیں کہ فیہما و فی شرح مسلم للنووی و البخاری للقسطانی و المواہب للزرقانی وغیرہما (جیسا کہ ان دونوں میں ہے اور شرح مسلم للنووی، شرح بخاری للقسطانی اور مواہب للزرقانی وغیرہ میں ہے۔ ت) اور ہمارے علماء وجوب و سنیت کی یکساں تضعیف فرماتے ہیں۔ شرح نقایہ قبستانی میں ہے:

ثمان رکعات بتسلیبة او تسلیبتین للتہجد وقیل لہ رکعتان سنة وقیل فرض کما فی

المحیط۔ (جامع الرموز فصل الوتر مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبدقاوس ایران ۱/ ۲۰۷)

تہجد کی ایک یا دو سلاموں کے ساتھ آٹھ رکعات ہیں بعض کے نزدیک دو رکعات سنت ہیں بعض کے نزدیک یہ

فرض ہے جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)

البتہ ہمارے علماء متاخرین سے امام ابن الہمام نے سنیت و استحباب میں تردد اور بالآخر جانب اول میل اور انہیں کے اتباع سے اُن کے تلمیذ علامہ حلی نے حلیہ میں اسے اشبہ فرمایا، یہ ان امام کی اپنی بحث ہے۔ نہ مذہب منصوص یا آنکہ خود اعتراف فرماتے ہیں کہ احادیث قولیہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف استحباب ہی کا افادہ فرماتے ہیں۔ مستند اُن کا مواظبت فعلیہ حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے مگر خود فرماتے ہیں کہ مواظبت وہی مفید سنیت جو فعل نقل پر ہو، تو اس مسئلہ کی بناء حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تہجد فرض ہونے نہ ہونے پر رہی۔ اگر حضور پر فرض نہ تھا تو بوجہ مواظبت امت کے لئے سنت ہوگا ورنہ مستحب۔

قال قدس سرہ بقی ان صفة صلوة اللیل فی حقنا السنیة او الاستحباب یتوقف علی صفتہا فی

حقہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان كانت فرضاً فی حقہ فہی مندوبۃ فی حقنا لان الادلة القولية فیہا انما تفید النذب والمواظبت الفعلية لیست علی تطوع لتکون سنة فی حقنا وان كانت تطوعاً لسنة لنا۔ (فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ مکتبہ لوریہ رضویہ سکر ۱/ ۳۹۱)

امام ابن ہمام قدس سرہ، نے فرمایا کہ باقی رہا معاملہ رات کی نماز کا کہ آیا ہمارے حق میں سنت ہے یا مستحب، تو یہ بات اس پر موقوف ہے کہ وہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں کیا تھی، اگر وہ آپ پر فرض تھی تو ہمارے حق میں مستحب ہے کیونکہ اولہ قولیہ اس کے بارے میں مستحب ہونے کا فائدہ دیتی ہیں اور مواظبت فعلیہ نفل پر نہیں کہ وہ ہمارے حق میں سنت بن جائے اور اگر آپ کے لئے یہ نفل تھی تو ہمارے لئے یہ سنت ہوگی۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ، ج ۷، ص ۴۰۰)

(1185) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا. حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول
قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا
قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلَاتَهُ بِرُكْعَتَيْنِ. مختصر رکعتوں سے شروع کرتے۔ (مسلم)
خَفِيفَتَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الدعاء فی صلاة اللیل و قیامہ، ج ۲، ص ۱۸۲، رقم: ۱۸۴۲ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب
التناح صلاة اللیل بر کعتین خفیفَتین، ج ۳، ص ۵، رقم: ۳۸۵۵ مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا
ج ۳، ص ۳۰، رقم: ۲۴۰۶ مصنف ابن ابی شیبہ، باب من قال اذا قام الرجل من اللیل فلیفتح بر کعتین، ج ۲، ص ۲۴۲، رقم: ۶۹۸۲)
شرح حدیث: خور کے چہرے کا نور

حضرت سیدنا ابوسلیمان دزانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں اپنی عبادت گاہ میں کھڑا اپنے وظائف
مکمل کر رہا تھا کہ مجھ پر نیند کا غلبہ طاری ہوا چنانچہ میں بیٹھ گیا اور بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں ایک
نہایت ہی خوبصورت حور کو دیکھا، جس کے رخساروں سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ میں اس حسن و جمال کو دیکھ کر دنگ
رہ گیا، اتنے میں اس نے مجھے اپنے پاؤں سے ہلکی سی ٹھوکر لگائی اور کہنے لگی، بڑے افسوس کی بات ہے! میں جنت میں
تیرے لئے بنی سنوری بیٹھی ہوں اور تم سو رہے ہو؟ یہ سن کر میں نے اسی وقت نذرمان لی کہ اب کبھی نہیں سوؤں گا۔

میری یہ حالت دیکھ کر حور مسکرا دی جس سے میرا سارا کمرہ نور سے جگمگا اٹھا اور میں بڑی حیرانی سے اس پھیلے ہوئے نور
کو دیکھنے لگا۔ اس نے میری حیرت کو بھانپ لیا اور کہنے لگی، جانتے ہو کہ میرا چہرہ اتنا روشن کیوں ہے؟ میں نے کہا، نہیں۔ وہ
کہنے لگی کہ، تمہیں یاد ہوگا کہ ایک مرتبہ سخت سردیوں کی رات تھی، تم نے اٹھ کر وضو کیا، اس کے بعد نماز ادا کرنا شروع کی تھی
اور پھر اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے تمہاری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے، اسی وقت رب عزوجل کی طرف مجھے حکم دیا گیا

کہ فردوس بریں سے سینہ زمین پر اتر کر تمہارے ان آنسوؤں کو اپنے دامن میں سمیٹ لوں۔ پھر میں نے تیرے آنسوؤں کا ایک قطرہ اپنے چہرے پر مل لیا تھا، میرے چہرے کی یہ چمک تمہارے انہی آنسوؤں کی وجہ سے ہے۔

(حکایات الصالحین، ص ۳۹)

(1186) وَعَنْهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَتْهُ الصَّلَاةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَجَعٍ أَوْ غَيْرِهِ، صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رُكْعَةً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تہجد کی نماز کسی درد وغیرہ کی وجہ سے رہ جاتی تو آپ دن کے وقت بارہ رکعت ادا کر لیتے تھے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه او مرض ج ۱ ص ۶۷، رقم: ۱۷۷۷ سنن الکبریٰ للبیہقی، باب من اجاز قضاء النوافل على الاطلاق ج ۲ ص ۲۸۵، رقم: ۲۷۲، تحفة الاشراف للبرزی، من اسمه زرقا بن اوفی ج ۱ ص ۳۰۵، رقم: ۱۱۱۰۵ الاوسط لابن المنذر، جامع ابواب صلاة التطوع، ص ۷۲، رقم: ۲۵۲۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

زوال سے پہلے پہلے یا اس لیے پڑھتے کہ آپ پر نماز تہجد فرض تھی اور فرض کی قضا ضروری ہے تب تو یہ قضا آپ کی خصوصیت ہے یہ اس لیے کہ جس کی تہجد رہ جائے اور وہ زوال سے پہلے بارہ رکعتیں پڑھ لے تو تہجد کا ثواب پائے گا۔

(برزائ المناجیح، ج ۲ ص ۲۵۳)

(1187) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ، أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ، فَقَرَأَهُ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ، كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے رات کے درد سے سویا رہے یا اس کا کچھ حصہ سو جانے کی وجہ سے رہ جائے تو اس کو نماز فجر اور نماز ظہر کے درمیان پڑھ لے اس کے لیے ایسے ہی ثواب لکھا جاتا ہے جیسا کہ اس نے رات کے وقت اس کو پڑھا ہے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جامع الصلاة الليل ومن نام عنه او مرض ج ۱ ص ۷۷، رقم: ۱۷۷۷ سنن الکبریٰ للبیہقی، باب من اجاز قضاء ما بعد طلوع الشمس ج ۲ ص ۲۸۵، رقم: ۲۷۲، سنن ابوداؤد بلب من نام عن حزبه ج ۱ ص ۵۰، رقم: ۱۳۱۵ سنن ابن ماجہ باب ما جاء فيمن نام عن حزبه من الليل ج ۱ ص ۲۲۶، رقم: ۱۳۲۲ صحیح ابن خزيمة باب ذكر الوقت من النهار ج ۱ ص ۳۹۵، رقم: ۱۱۷۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے بعض علماء نے فرمایا کہ تہجد رو گئی ہو تو دو پہر سے پہلے اتنے نفل پڑھ لے تو ان شاء اللہ تہجد کا ثواب مل جائے

گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رات کا خلیفہ دن ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: **جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً** لہذا رات کے اعمال دن میں ہو سکتے ہیں، نیز دن کے اول حصہ پر رات کے بعض احکام جاری ہیں اسی لیے نفل اور رمضان کے روزے کی نیت صبحہ کبریٰ سے پہلے ہو سکتی ہے گویا اس نے رات سے ہی نیت کی۔ (ازمراقۃ وغیرہ) اسی طرح اگر دن کا وظیفہ رہ جائے تو رات میں ادا کر لے کیونکہ دن کا خلیفہ رات ہے۔ (لمعات وغیرہ) (بزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۸۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ایسے آدمی پر رحم کرے جو رات کے وقت قیام کرے اور اپنی بیوی کو بھی بیدار کرے اگر وہ انکار کرے تو اس کے چہرہ پر پانی کے چھینٹے مارے اللہ اس عورت پر رحم کرے جو رات کے وقت بیدار ہو کر نماز پڑھے اور اور اپنے شوہر کو بیدار کرے اگر وہ انکار کرے تو اس کے چہرہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ ابو داؤد نے اسے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَحِمَ اللَّهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ، فَصَلَّى وَآيَقَظَ امْرَأَتَهُ، فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ، رَحِمَ اللَّهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ، فَصَلَّتْ وَآيَقَظَتْ زَوْجَهَا، فَإِنْ أَبَى نَضَعَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب الحنف حل قیام اللیل، ج ۲ ص ۲۸۲، رقم: ۱۲۵۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الترغیب فی قیام اللیل، ج ۲ ص ۲۰۰، رقم: ۲۸۲۸، المستدرک للحاکم: کتاب صلاة التطوع، ج ۱ ص ۳۱۴، رقم: ۱۱۶۴، صحیح ابن حبان باب النوافل، ج ۱ ص ۳۰۶، رقم: ۲۵۱۴، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، ج ۲ ص ۲۵۰، رقم: ۴۰۰۴) شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

بیوی کا یہ پانی چھڑکنا خاوند کی نافرمانی یا اس کی بے ادبی نہیں بلکہ اسے نیکی کی رغبت دینا اور اس پر امداد کرنا رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ**۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی سے چیز انہی کرنا ممنوع نہیں بلکہ مستحب ہے۔ (مرقاۃ) خیال رہے کہ لوگ عوام کی بزرگوں کی مشائخ کی دعا لینے کے لیے بڑے بڑے پاڑ بیلے ہیں۔ دوستو اگر جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا لینے ہے تو خود بھی تہجد پڑھو اور اپنی بیویوں کو بھی پڑھاؤ۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس جوڑے کو ہر ابھرا رکھے۔ (بزاۃ المناجیح، ج ۲ ص ۲۶۹)

ان ہی سے اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے دونوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رات کے وقت مرد اپنی بیوی کو بیدار کرے پھر دونوں نماز پڑھیں یا دونوں دو رکعت پڑھیں تو ان کو ذکر کرنے

(1189) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا آيَقَظَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّيَا - أَوْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ جَمِيعًا، كُتِبَا فِي الذَّاكِرَيْنِ

وَالَّذَا كِرَاتٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ۔

والے مردوں اور عورتوں میں لکھ لیا جاتا ہے۔ ابو داؤد
نے اسے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب قیام اللیل: ج ۵ ص ۵۰۵ رقم: ۱۳۱۱ جامع الاصول لابن الدیر: الفصل الثالث فی صلاة اللیل: ج ۶ ص ۶۷ رقم: ۲۱۴۴ المعجم الاوسط للطبرانی: باب من اسماہ ابراہیم: ج ۲ ص ۲۱۸ رقم: ۲۱۱۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تہجد کی دو رکعتیں پڑھنے کی برکت سے تمام رات کی عبادت کا ثواب ملتا ہے اور اس وقت تھوڑے ذکر کی برکت سے انسان ہمیشہ ذکر کرنے والوں کے زمرے میں آجاتا ہے۔ حدیث شریف میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے
وَالَّذَا كِرَاتٍ اللَّهُ كَثِيرًا وَالَّذَا كِرَاتٍ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمُ الْآيَةَ۔ (بزاد النسخ، ج ۲ ص ۴۷۶)

(1190) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ، فَلْيَرْقُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فَإِنْ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ نَاعِسٌ، لَعَلَّهُ يَلْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسِبُ نَفْسَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز میں اونگھنے لگے تو اسے چاہیے کہ سو جائے۔ حتیٰ کہ اس کی نیند (کاغلب) ختم ہو جائے کیونکہ تم میں سے جب کوئی اونگھتے ہوئے نماز پڑھے تو ممکن ہے کہ وہ اپنے لیے استغفار کرنا شروع کرے تو اپنے آپ کو گالی دینے لگے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الوضوء من النوم ومن لم یز من النعسة: ج ۱ ص ۸۷ رقم: ۲۰۰۱ صحیح مسلم: باب امر من نعس فی صلاته: ج ۱ ص ۶۹ رقم: ۱۸۶۱ سنن الکبیری للبیہقی: باب من نعس فی صلاته فلیرقد: ج ۱ ص ۱۹ رقم: ۳۱۰ سنن ترمذی: باب ما جاء فی الصلاة عند النعاس: ج ۱ ص ۱۸۶ رقم: ۲۰۰۱ مسند امام احمد بن حنبل: مسند انس بن مالک: ج ۳ ص ۱۴۱ رقم: ۱۲۲۱۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ اونگھتے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ و ممنوع ہے کہ جس کی وجہ آگے آرہی ہے۔
مثلاً اونگھتے ہوئے سجائے اغفر لی کے اغفر لی کہہ جائے غفر کے معنی ہیں بخشا، غفر کے معنی ہیں مٹی میں ملانا، ذلیل و خوار کرنا اور بعض ساعتیں قبولیت کی ہوتی ہیں کہ جو زبان سے نکلے وہ ہو جاتا ہے اس لیے بہت احتیاط چاہیے۔ خیال رہے کہ بعض دفعہ مقتدی امام کے پیچھے اونگھ جاتے ہیں انہیں منہ دھو کر کھڑا ہونا چاہیے مگر اس اونگھ کی وجہ سے نماز باجماعت نہ چھوڑنی چاہیے، یہاں تہجد وغیرہ نوافل کے احکام بیان ہو رہے ہیں۔ (بزاد النسخ، ج ۲ ص ۴۸۲)

(1191) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا
حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی رات کے وقت

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب تطوع قیام رمضان من الایمان ج ۱ ص ۱۶ رقم: ۲۴ صحیح مسلم باب الترغیب فی قیام رمضان وهو التراویح ج ۲ ص ۱۴۶ رقم: ۱۸۱۵ السنن الکبریٰ للبیہقی باب قیام شهر رمضان ج ۲ ص ۳۱۲ رقم: ۴۴۹ سنن ابوداؤد باب فی قیام شهر رمضان ج ۱ ص ۵۲۰ رقم: ۱۲۴۲ سنن ترمذی باب الترغیب فی قیام رمضان ج ۱ ص ۲۴۱ رقم: ۸۰۸) شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

احتساب حسب سے بنا، بمعنی گمان کرنا اور سمجھنا، احتساب کے معنی ہیں ثواب طلب کرنا یعنی جس روزہ کے ساتھ ایمان اور اخلاص جمع ہو جائیں اسکا نفع تو بے شمار ہے۔ دفع ضرر یہ ہے کہ اس کے سارے صغیرہ گناہ، حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہندوؤں کے برت (روزہ) اور کافروں کے اپنے دینی روزوں کا کوئی ثواب نہیں کہ وہاں ایمان نہیں اور جو شخص بیماری کے علاج کے لیے روزہ رکھے نہ کہ طلب ثواب کے لیے تو کوئی ثواب نہیں کہ وہاں احتساب نہیں۔

اس عبادت سے مراد نماز تراویح ہے جو صرف رمضان میں ادا ہوتی ہے یا نماز تہجد۔
مرقات نے فرمایا کہ ان جیسے نیک اعمال سے گناہ صغیرہ تو معاف ہو جاتے ہیں اور گناہ کبیرہ صغیرہ بن جاتے ہیں اور بے گناہوں کے درجات بڑھ جاتے ہیں لہذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رمضان میں روزوں کی برکت سے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں اور تراویح کی برکت سے گناہ کبیرہ ہلکے پڑ جاتے ہیں اور شب قدر کی عبادت کی برکت سے درجے بڑھ جاتے ہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب روزوں سے گناہ معاف ہونگے تو پھر تراویح اور شب قدر کی عبادت سے کیا ہوگا۔ (مزاۃ النافع ج ۳ ص ۱۸۴)

(1193) وَعَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ فِيهِ بِعَزِيمَةٍ، فَيَقُولُ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَوَاكُمُ سَلَامٌ۔
انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے قیام کا شوق دلاتے تھے لیکن آپ نے اس کو فرض و ضروری نہیں کیا پس آپ فرماتے کہ جس نے رمضان میں ایمان اور ثواب کی امید سے قیام کیا اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم باب الترغیب فی قیام رمضان وهو التراویح ج ۲ ص ۱۴۶ رقم: ۱۸۱۶ السنن الکبریٰ للبیہقی باب قیام شهر رمضان ج ۲ ص ۳۱۲ رقم: ۴۴۸ سنن ابوداؤد باب فی قیام شهر رمضان ج ۱ ص ۵۲۰ رقم: ۱۲۴۲ سنن ترمذی باب الترغیب فی قیام رمضان ج ۱ ص ۲۴۱ رقم: ۸۰۸ مسند امام احمد مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۸۱ رقم: ۴۴۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی تراویح کو فرض یا واجب نہ قرار دیا لہذا اس سے یہ لازم نہیں کہ یہ سنت مؤکدہ بھی نہ ہوں۔

(اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں) یعنی تراویح کی پابندی کی برکت سے سارے صغیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے کیونکہ گناہ کبیرہ توبہ سے اور حقوق العباد حق والے کے معاف کرنے سے معاف ہوتے ہیں، اس کا ذکر بار بار گزر چکا۔
لوگ باقاعدہ پابندی سے تراویح کی جماعت نہ کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عذر تو معلوم ہو چکا۔ صدیق اکبر نے مختصر سے زمانہ خلافت میں جہادوں سے فراغت نہ پائی، عہد فاروقی میں اس کا باقاعدہ انتظام ہو گیا جیسا کہ آئندہ آرہا ہے۔

(بزاز المناجیح، ج ۲ ص ۵۳۱)

لیلة القدر کے قیام کی فضیلت اور اس کی

زیادہ امید والی رات کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا۔ آخر سورۃ تک۔

71- بَابُ فَضْلِ قِيَامِ لَيْلَةِ

الْقَدْرِ وَبَيَانِ أَرْجَى لَيْلِيَّهَا

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ)

(القدر: 1) إِيَّاهِ فِي آخِرِ السَّوْرَةِ،

شرح: حضرت صدر الا فاضل سپہ نامولینا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

شب قدر شرف و برکت والی رات ہے اس کو شب قدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس شب میں سال بھر کے احکام نافذ کئے جاتے ہیں اور ملائکہ کو سال بھر کے وظائف و خدمات پر مامور کیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس رات کی شرافت و قدر کے باعث اس کو شب قدر کہتے ہیں۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ چونکہ اس شب میں اعمال صالحہ منقول ہوتے ہیں اور بارگاہ الہی میں ان کی قدر کی جاتی ہے اس لئے اس کو شب قدر کہتے ہیں۔ احادیث میں اس شب کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جس نے اس رات میں ایمان و اخلاص کے ساتھ شب بیداری کر کے عبادت کی اللہ تعالیٰ اس کے سال بھر کے گناہ بخش دیتا ہے آدمی کو چاہئے کہ اس شب میں کثرت سے استغفار کرے اور رات عبادت میں گزارے سال بھر میں شب قدر ایک مرتبہ آتی ہے اور روایات کثیرہ سے ثابت ہے کہ وہ رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ میں ہوتی ہے اور اکثر اس کی بھی طاق راتوں میں سے کسی رات میں۔ بعض علماء کے نزدیک رمضان المبارک کی ستائیسویں رات شب قدر ہوتی ہے یہی حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اس رات کے فضائل عظیمہ اگلی آیتوں میں ارشاد فرمائے جاتے ہیں۔ (خزائن العرفان)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بیشک ہم نے اسے

برکت والی رات میں اتارا۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبَارَكَةٍ)

(الدخان: 3) الْآيَاتِ۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ایمان کی حالت میں

(1194) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَامَ لَيْلَةَ

الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَتُفِقُّ عَلَيْهِ.

ثواب کے حصول کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب هل یقال رمضان او شهر رمضان ج ۲ ص ۲۰۰ رقم: ۱۸۱۱ صحیح مسلم: باب الترغیب فی قیام رمضان وهو التراويح ج ۲ ص ۱۷۷ رقم: ۱۸۱۸ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب فضل لیلة القدر ج ۲ ص ۲۰۰ رقم: ۸۸۹۱ مسند امام احمد: مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۳۳۷ رقم: ۸۸۹۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

احتساب حسب سے بنا، بمعنی گمان کرنا اور سمجھنا، احتساب کے معنی ہیں ثواب طلب کرنا یعنی جس روزہ کے ساتھ ایمان اور اخلاص جمع ہو جائیں اسکا نفع تو بے شمار ہے۔ دفع ضرر یہ ہے کہ اس کے سارے صغیرہ گناہ، حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہندوؤں کے برت (روزہ) اور کافروں کے اپنے دینی روزوں کا کوئی ثواب نہیں کہ وہاں ایمان نہیں اور جو شخص بیماری کے علاج کے لیے روزہ رکھے نہ کہ طلب ثواب کے لیے تو کوئی ثواب نہیں کہ وہاں احتساب نہیں۔

اس عبادت سے مراد نماز تراویح ہے جو صرف رمضان میں ادا ہوتی ہے یا نماز تہجد۔

مرقات نے فرمایا کہ ان جیسے نیک اعمال سے گناہ صغیرہ تو معاف ہو جاتے ہیں اور گناہ کبیرہ صغیرہ بن جاتے ہیں اور بے گناہوں کے درجات بڑھ جاتے ہیں لہذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رمضان میں روزوں کی برکت سے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں اور تراویح کی برکت سے گناہ کبیرہ ہلکے پڑ جاتے ہیں اور شب قدر کی عبادت کی برکت سے درجے بڑھ جاتے ہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب روزوں سے گناہ معاف ہو گئے تو پھر تراویح اور شب قدر کی عبادت سے کیا ہوگا۔ (بزائناج، ج ۳ ص ۱۸۲)

(1195) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَجُلًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْآوَاخِرِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَّاتِ فِي السَّبْعِ الْآوَاخِرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيًا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْآوَاخِرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کچھ کو خواب میں لیلۃ القدر آخری سات راتوں میں دکھائی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب آخری سات راتوں کے بارے میں متفق ہو گئے ہیں، تو جو شخص اس کو تلاش کرنا چاہے اسے آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب التماس لیلة القدر فی السبع الاواخر ج ۲ ص ۲۰۰ رقم: ۲۰۱۵ صحیح مسلم: باب فضل لیلة القدر والحث علی طلبها ج ۲ ص ۱۷۷ رقم: ۲۰۱۸ طائفة من الصحابة قالوا: لا بد من ان نرى ليلة القدر في المنام فليبحثوا عنها في السبع الاواخر)

۱۱۴۲ سنن الکبریٰ باب التواطؤ علی الرویا ج ۲ ص ۳۸۳ رقم: ۷۶۲۸

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(رمضان کے آخری ہفتہ میں ہے) یہ ترجمہ بہت احتیاط سے کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی صحابی نے خواب دیکھا کہ وہ رمضان کی اکیسویں شب ہے، کسی نے دیکھا کہ بیسویں ہے، کسی نے پچیسویں اور کسی نے ستائیسویں یا اثنیسویں کہا ہے یعنی آخری عشرہ کی طاق راتیں، چونکہ ان میں اکثر راتیں آخری ہفتہ میں ہیں یعنی بیسویں سے اثنیسویں تک اس لیے آخری ہفتہ ارشاد ہوا۔ اس جملہ کی شرح میں شارحین کو بہت دشواری ہوئی ہے، فقیر نے جو عرض کیا وہ زیادہ قرین ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

(تمہارے خوابیں آخری ہفتہ پر متفق ہو گئیں ہیں) یعنی اے صحابہ تمہاری خوابیں شخصی تعین میں تو مختلف ہیں مگر نوعی تعین میں متفق ہیں کہ ہر شخص نے اسے رمضان کے آخری ہفتہ میں دیکھا۔

(وہ آخری ہفتہ میں تلاش کرے) اس سے معلوم ہوا کہ مؤمن کا خواب معتبر ہے خصوصاً جب کہ نبی کی تصدیق بھی ہو جائے، دیکھو اذان خواب ہی میں صحابہ نے دیکھی تھی جو آج تک اسلام میں جاری ہے بلکہ اسلام کا شعار ہے، ایسے ہی یہ بھی ہے لہذا اکیسویں، بیسویں، پچیسویں، ستائیسویں، اثنیسویں میں اس کی تلاش کی جائے۔ اس کی تفصیل اگلی حدیث میں آ رہی ہے۔ (بڑا النایح، ج ۳ ص ۳۱۱)

(1196) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا. قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشِيرِ الْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ. وَيَقُولُ: تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشِيرِ الْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ. مَتَّفِقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے اور فرمایا کرتے۔ لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کرو۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر فیہ عبادۃ ج ۲ ص ۳۰۰ رقم: ۲۰۲۰ صحیح مسلم: باب فضل لیلۃ القدر والحدیث علی طلبہا ج ۲ ص ۱۷۴ رقم: ۲۸۳۲ سنن الکبریٰ للیمذہبی: باب الترغیب فی طلبہا العشر الاواخر من رمضان ج ۲ ص ۲۰۴ رقم: ۲۷۹۰ سنن ترمذی: باب ما جاء فی لیلۃ القدر ج ۲ ص ۱۵۸ رقم: ۷۱۲ مسند امام احمد: حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا ج ۲ ص ۲۰۴ رقم: ۲۸۳۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

امت محمدیہ کی خصوصیت

شب قدر اس امت محمدیہ کی خصوصیات سے ہے ہم سے پہلے کسی کو نہ ملی۔ قدر کے معنی ہیں اندازہ لگانا، عزت و عظمت و تنگی، چونکہ اس رات میں سال بھر کے ہونے والے واقعات فرشتوں کے صحیفوں میں لکھ کر انہیں دے دیے جاتے

ہیں، ملک الموت کو سال بھر میں مرنے والوں کی فہرست مل جاتی ہے، حضرت میکائیل کو تقسیم رزق کی فہرست عطا ہوتی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **فِيهَا يُفَرَّقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيمًا**۔ نیز اس رات میں اتنے فرشتے زمین پر اترتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: **تَنْزِيلُ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالنُّوْحُ فِيْهَا** اس لیے اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں، نیز اس رات کی عزت و عظمت بہت زیادہ ہے، اس شب میں عبادت کرنے والا رب تعالیٰ کے ہاں عزت پاتا ہے لہذا اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں۔ اس میں بہت اختلاف ہے کہ یہ رات کب ہوتی ہے۔ بعض کے خیال میں یہ مقرر نہیں کسی سال کسی مہینہ اور کسی تاریخ میں، دوسرے سال کسی مہینہ اور تاریخ میں، بعض کا خیال ہے کہ رمضان شریف میں ہوتی ہے مگر تاریخ مقرر نہیں، بعض کے خیال میں رمضان کے آخری عشرہ میں ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس عشرہ کی طاق تاریخوں میں ہے اکیسویں تیسویں وغیرہ مگر زیادہ قوی قول یہ ہے کہ ان شاء اللہ شب قدر ہمیشہ ستائیسویں رمضان کی شب ہے کیونکہ لیلۃ القدر میں ۹ حرف ہیں، یہ لفظ سورہ قدر میں تین جگہ ارشاد ہوا ہے نوتیہ ستائیس ہوتے ہیں، نیز سورہ قدر میں تیس حرف ہیں جن میں سے ستائیسواں حرف ہے ”ہی“ یہ ضمیر لیلۃ القدر کی طرف لوٹتی ہے۔ (روح البیان) اس کی پوری تحقیق اور اس رات میں کرنے کے اعمال ہماری کتاب ”مواعظ نعیمیہ“ اور ”اسلامی زندگی“ میں ملاحظہ کرو۔

اعتکاف عبادت ہے

اعتکاف عکف سے بنا بمعنی ٹھہرنا یا قائم رہنا رب تعالیٰ فرماتا ہے: **يُتَعَكَّفُونَ عَلَىٰ اَصْنَامِهِمْ** اور فرماتا ہے: **وَاَنْتُمْ عٰكِفُونَ فِي الْمَسٰجِدِ**۔ شریعت میں بہ نیت عبادت مسجد میں خاص ٹھہرنے کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔ اعتکاف بڑی پرانی عبادت ہے رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا تھا: **اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقٰئِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ**۔ اعتکاف تین قسم کا ہے: اعتکاف فرض جیسے نذر مانا ہوا اعتکاف، اس میں روزہ شرط ہے اور اس کی مدت کم از کم ایک دن و رات ہے۔ اعتکاف سنت، یہ بیسویں رمضان کی عصر سے عید کا چاند دیکھنے تک ہے۔ اعتکاف نفل اس میں نہ روزہ شرط ہے نہ اس کی مدت مقرر جب بھی مسجد میں جائے تو کہہ دے میں نے اعتکاف کی نیت کی جب تک مسجد میں رہوں۔ حق یہ ہے کہ رمضان کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر بستی میں کسی نے نہ کیا تو سب سنت کے تارک ہوئے اگر ایک نے بھی کر لیا تو سب کی طرف سے ادا ہو گیا مرد تو جماعت والی مسجد میں ہی اعتکاف کر سکتا ہے جہاں نماز پنجگانہ باجماعت ہوتی ہو مگر عورت اپنے گھر میں کوئی جگہ صاف و پاک کر کے وہاں ہی اعتکاف کر لے جسے مسجد خانہ کہتے ہیں (لمعات مرقات) وغیرہ۔

حضرت عائشہ ؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی

طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری)

(1197) وَعَنْهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ

فِي الْاَوَّلِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَّلِ مِنْ رَمَضَانَ رَوَاهُ

الْبَغَارِيُّ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر: ج ۲ ص ۴۶ رقم: ۲۰۱۰ السنن الکبری للبیہقی: باب الترغیب فی طلبہا فی الوتر من العشر الاواخر: ج ۲ ص ۳۰۸ رقم: ۸۷۱۳ مسند امام احمد: حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا: ج ۱ ص ۲۲ رقم: ۱۲۲۸۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث سے اتنا معلوم ہوا کہ شب قدر ہر سال ماہ رمضان میں ہوتی ہے اور ہوتی بھی ہے آخری عشرہ میں، وہ بھی طاق تاریخوں میں، قرآن کریم بھی اس کی تائید فرما رہا ہے کیونکہ ایک جگہ ارشاد ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ۔ جس سے معلوم ہوا کہ نزول قرآن ماہ رمضان میں ہے دوسری جگہ ارشاد ہے: إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ جس سے معلوم ہوا کہ قرآن شب قدر میں نازل ہوا یہ دونوں آیتیں جب ہی جمع ہو سکتی ہیں جب کہ شب قدر رمضان میں ہو۔ خیال رہے کہ شب قدر کو رب تعالیٰ نے ہم سے چھپالیا تاکہ ہم اس کی تلاش میں بہت راتوں میں عبادت کریں۔ تلاش کرنے سے مراد عبادتیں کرنا ہے۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کا علم دیا مگر اس کے اظہار کی اجازت نہ دی۔ اسم اعظم کی طرح عوام سے اسے چھپا رکھا تاکہ اس کی تلاش رہے اور اچھی چیز کی تلاش بھی عبادت ہے لہذا یہ چھپانا ہمارے لیے بہتر ہے۔ (برآۃ الناجی، ج ۳ ص ۳۱۰)

(1198) وَعَنْهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الْأَوَّلُ مِنَ رَمَضَانَ، أَحْيَا اللَّيْلَ، وَأَيَّقُظُ أَهْلَهُ وَجَدًّا وَشَدًّا يُبْتَزَّرُ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو پوری رات کو (عبادت) زندہ رکھتے۔ گھر والوں کو بیدار کرتے اور کوشش کرتے اور کمر کس لیتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان: ج ۲ ص ۴۷ رقم: ۲۰۱۲ صحیح مسلم: باب الاجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان: ج ۲ ص ۱۷۷ رقم: ۲۸۴۲ السنن الکبری للبیہقی: باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان: ج ۲ ص ۸۲ رقم: ۸۸۲۲ صحیح ابن حبان: باب فضل رمضان: ج ۲ ص ۲۲۶ رقم: ۲۲۳۱ سنن ابوداؤد: باب فی قیام شهر رمضان: ج ۲ ص ۵۲۲ رقم: ۱۳۷۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمر بستر ہو جاتے) میز رازار سے بنا، بمعنی تہبند یا پانجامہ، لفظی معنی ہوئے اپنا تہبند باندھ لیتے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد ہے شاق کاموں کے لیے تیار ہو جاتے جیسے کہا جاتا ہے اٹھ باندھ کمر کیا بیٹھا ہے اور ہو سکتا ہے کہ مقصد یہ ہو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں ازواج پاک سے قطعاً علیحدہ رہتے اعتکاف کی وجہ سے بھی اور زیادہ عبادتوں میں مشغولیت کے سبب سے بھی۔

(اور گھروالوں کو جگاتے) یعنی اس عشرہ کی راتوں میں قریباً تمام رات جاگتے تھے تلاوت قرآن، نوافل، ذکر اللہ میں راتیں گزارتے تھے اور ازواج پاک کو بھی اس کا حکم دیتے تھے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضور انور نے تمام رات بیداری و عبادت کبھی نہ کیں۔ خیال رہے کہ یہاں احیاء سے مراد ہے عبادت کے لیے جاگنا اور لیلہ اس کا ظرف ہے یعنی رات بھر عبادت کے لیے جاگتے، ہو سکتا ہے کہ لیلہ مفعول بہ ہو یعنی رات کے اوقات کو اپنی عبادت سے زندہ کر دیتے یا زندہ رکھتے جو وقت اللہ کی یاد میں گزرے وہ زندہ ہے جو غفلت میں گزرے وہ مردہ۔ جامع صغیر میں ہے کہ جو عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے اس نے گویا شب قدر میں عبادت کی، طبرانی نے بروایت حضرت ابو امامہ روایت کی کہ جو نماز عشاء جماعت سے پڑھے وہ گویا آدمی رات عبادت گزار رہا اور جو فجر بھی جماعت سے پڑھے تو گویا وہ تمام رات عابد رہا۔

(بڑا ذخیرہ المناجیح، ج ۳ ص ۳۱۷)

(1199) وَعَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي رَمَضَانَ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ، وَفِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مِنْهُ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں اس قدر مجاہدہ کرتے کہ باقی دنوں میں اتنا مجاہدہ نہ کرتے تھے۔ اور آخری عشرہ میں دوسرے (رمضان کے دنوں) کی بہ نسبت زیادہ مجاہدہ فرماتے۔ (مسلم)

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب الاجتہاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان، ج ۲ ص ۸۴۲، رقم: ۱۱۷۵، مسند امام احمد، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج ۱ ص ۸۴، رقم: ۲۲۶۲، صحیح ابن خزمہ، باب استصحاب الاجتہاد فی العمل فی العشر الاواخر، ج ۳ ص ۳۲۲، رقم: ۲۲۱۵، جامع الاصول لابن الہیثم، الفصل الخامس فی قیام شهر رمضان، ج ۱ ص ۱۱۴، رقم: ۲۲۱۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بھی کرتے تھے اور عموماً شب بیداری بھی یا تو اس لیے کہ اس عشرہ میں شب قدر ہے یا اس لیے کہ مہمان جارہا ہے الوداع سامنے ہے جو اوقات مل جائیں غنیمت ہے یا اس لیے کہ مہینہ کا خاتمہ زیادہ عبادتوں پر ہو۔ بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ بڑھاپے میں دنیا سے کنارہ کر کے عبادت زیادہ کرتے ہیں کہ اب چلتا وقت ہے جو ہو سکے کر لیں۔ شعر

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کر لے
اندھیرا پا کھاتا ہے یہ دودن کی اجالی ہے

(بڑا ذخیرہ المناجیح، ج ۳ ص ۳۱۶)

(1200) وَعَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَنَّ لَيْلَةَ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا أَقُولُ فِيهَا، قَالَ: قُولِي: اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ

انہی سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں جان لوں کہ کون سی رات شب قدر ہے تو میں اس میں کیا کہوں آپ نے فرمایا کہ تو کہہ

قَالَ عَنِّي زَوَاةُ الرُّمَيْلِيِّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ اے اللہ تو معاف فرمانے والا ہے معافی کو پسند کرتا ہے تو مجھ کو معاف فرما۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا مونیخ۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء في عقد التسبیح بالید ج ۵ ص ۵۳۳ رقم: ۲۵۱۲ سنن ابن ماجہ: باب الدعاء بالعلو والعالية ج ۲ ص ۱۲۶ رقم: ۲۸۵۰ مسند امام احمد: حدیث السيدة عائشة رضى الله عنها ج ۱ ص ۱۱۱ رقم: ۲۵۳۲۳ سنن النسائي الكبرى: باب سورة القدر ج ۱ ص ۵۱۹ رقم: ۱۱۶۸۸ المستدرک للحاکم: کتاب الدعاء والعکبر ج ۲ ص ۱۱۰ رقم: ۱۴۲) شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اگر کبھی میری آنکھوں سے حجاب اٹھ جائیں اور میں شجر و حجر کو سجدہ کرتے، فرشتوں کو اترتے، شب قدر کا نور پھیلتے، روح فرشتہ کو زمین پر آتے دیکھوں جس سے معلوم کر لوں کہ یہ شب قدر ہے تو میں اس میں دعا کیا مانگوں۔ معلوم ہوا کہ بعض اولیاء کبھی شب قدر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں مگر انہیں بھی چھپانے کا حکم ہے کہ شب قدر کو چھپانا سنت ہے۔ (مرقاۃ) یہ دعا مختصر ہے اور بہت جامع ہے کیونکہ جب رب تعالیٰ نے بندے کو معافی دے دی تو سب کچھ دے دیا۔ خیال رہے کہ گناہگار گناہوں سے معافی مانگتے ہیں اور نیک کاریں کر کے معافی کے خواستگار ہوتے ہیں کہ خداوند تیری بارگاہ کے لائق نیکی نہ ہو سکی تو معاف فرمانے والا ہے معافی پسند کرتا ہے مجھے معافی دے دے۔ شعر

زادہاں از گناہ تو بہ کنند عارفان از اطاعت استغفار

حضرت عائشہ صدیقہ رب تعالیٰ کے فضل سے گناہوں سے محفوظ ہیں، پھر بھی معافی مانگنے کا حکم دیا گیا، گناہوں سے معافی نہیں بلکہ وہ معافی جو عرض کی گئی۔ (بزاۃ النایح، ج ۳ ص ۳۱۸)

72- بَابُ فَضْلِ السَّوَالِكِ وَخِصَالِ الْفِطْرَةِ

مسواک کی فضیلت اور فطری عادتوں کا بیان

(1201) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَوْلَا أَنْ أَشَقَّ عَلَى أُمَّتِي - أَوْ عَلَى النَّاسِ - لَأَمَرْتُهُمْ بِالسَّوَالِكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ مُتَّفَقٍ عَلَيْهِ. حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میری امت پر مشقت کا سبب نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے لیے مسواک کا حکم دیتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب السواک يوم الجمعة ج ۲ ص ۳ رقم: ۸۸۷ صحیح مسلم: باب السواک ج ۱ ص ۱۵۱ رقم: ۱۱۲ المنتقى لابن الجارود: باب ما جاء في السواک ص ۲۴ رقم: ۶۲ سنن ابن ماجہ: باب السواک ج ۱ ص ۱۰۵ رقم: ۲۸۵ سنن ترمذی: باب ما جاء في السواک ج ۱ ص ۲۵ رقم: ۱۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی ان پر فرض کر دیتا کہ، اور ہر نماز کے لیے وضو کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور باذن الہی، حکام کے مالک

ہیں، جو چاہیں فرض کریں، جو چاہیں حرام کہ فرماتے ہیں میں فرض کر دیتا۔ خیال رہے کہ یہ حدیث امام شافعی کے نزدیک اپنے ظاہر پر ہے مگر ہمارے ہاں ہر نماز سے مراد اس کا وضو ہے یعنی وضو پوشیدہ ہے، کیونکہ ابن خزیمہ، حاکم، بخاری شریف نے "کتاب الصوم" میں انہی ابو ہریرہ سے یہی حدیث روایت کی مگر اس میں بجائے صَلَوة کے جُنْدُکَکَ وَضُوْہ ہے اور احمد وغیرہ کی روایت ہے جُنْدُکَکَ طَهُوْرٌ وہ حدیثیں اس کی تفسیر ہیں۔ خیال رہے کہ وضو میں مسواک کی زیادہ تاکید ہے ورنہ وضو کے علاوہ پانچ جگہ اور بھی مسواک سنت ہے جیسا کہ عرض کیا گیا۔ امام احمد کی روایت میں ہے کہ مسواک کی نماز بغیر مسواک کی ستر نمازوں سے افضل ہے۔ (برآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۵۹)

حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول

(1202) وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

اللَّهُ ﷻ جب نیند سے بیدار ہوتے تو اپنے منہ کو مسواک سے خوب صاف کرتے۔ (متفق علیہ)

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ النَّوْمِ يَشْوُضُ فَاةً بِالسَّوَالِكِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

السَّوْضُ كَالْمَعْنَى هِيَ: مَلْنَا رُكُزًا.

السَّوْضُ: الدَّلْكُ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب السواک، ج ۱ ص ۵۸، رقم: ۲۲۵، صحیح مسلم، باب السواک، ج ۱ ص ۱۸۲، رقم:

۱۱۱۶ السنن الکبریٰ، باب تاکید السواک عند الاستيقاظ من النوم، ج ۱ ص ۳۸، رقم: ۱۱۶، سنن ابوداؤد، باب السواک لمن قام من اللیل، ج ۱ ص ۲۱، رقم: ۵۵، سنن ابن ماجہ، باب السواک، ج ۱ ص ۱۰۵، رقم: ۲۸۱، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث حذیفہ بن الیمان، ج ۶ ص ۳۹۰، رقم: ۱۲۳۶۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی وضو بلکہ استنجے سے بھی پہلے، پھر وضو میں اس کے علاوہ کیونکہ مسواک بیدار ہونے کی بھی سنت ہے اور وضو کی بھی۔

(برآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۶۱)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ ہم

(1203) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا.

رسول اللہ ﷺ کے لیے آپ کی مسواک اور وضو کا پانی تیار

قَالَتْ: كُنَّا نَعْدِلُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کر کے رکھ دیتے۔ رات کو جب اللہ تعالیٰ چاہتا آپ کو

سَوَاكُهُ وَطَهُورُهُ، فَيَبْعَثُهُ اللَّهُ مَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَهُ

بیدار کر دیتا۔ پس آپ مسواک کرتے اور وضو کرتے اور

مِنَ اللَّيْلِ، فَيَتَسَوَّكُ، وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي. رَوَاهُ

نماز پڑھتے۔ (مسلم)

مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب جامع صلاة اللیل ومن نام عنه او مرض، ج ۲ ص ۱۸، رقم: ۱۰۴۳، السنن الکبریٰ

لسیہقی، باب تاکید السواک عند الاستيقاظ من النوم، ج ۱ ص ۳۹، رقم: ۱۱۶، مسند امام احمد، حدیث السیدة عائشہ رضی اللہ

عنها، ج ۱ ص ۵۲، رقم: ۲۲۲۱۳، مصنف عبدالرزاق، باب صلاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل ووترہ، ج ۲ ص ۲۹، رقم: ۱۰۴۳، سنن

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک اور وضو کا پانی آپ کے سر ہانے اول رات ہی میں رکھ دیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہ دونوں چیزیں سر ہانے رکھ کر سونا سنت ہے اور یہ خدمت بیوی کے ذمہ ہے۔ (مزاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۴۵۹)

(1204) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْثَرُتِ عَلَيْكُمْ فِي السَّوَالِكِ رَوَاةُ الْبُخَارِيِّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہیں مسواک کے بارے میں بہت تاکید کی ہے۔ (بخاری)

تخرج حديث: (صحيح بخاري: باب السواك يوم الجمعة، ج ٢، ص ٣، رقم: ٨٨٨) السنن الكبرى للبيهقي: باب في فضل السواك، ج ٤، ص ٣٤، رقم: ١٢٥؛ سنن الدارمي: باب في السواك، ج ١، ص ١٨٣، رقم: ٦٨١؛ سنن النسائي: باب الإكثار في السواك، ج ١، ص ١١، رقم: ١؛ صحيح ابن حبان: باب فرض الوضوء، ج ٢، ص ٢٢، رقم: ١٠٩١.

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی بار بار اور ہر طرح تمہیں مسواک کی رغبت دی کہ کبھی اس کے دینی فائدے بیان کئے اور کبھی دنیوی، نیز ہمیشہ اس پر عمل کر کے دکھایا تا کہ تم بھی ہمیشہ مسواک کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسواک کرنا فرض نہیں ورنہ روش بیان کچھ اور ہوتی۔

(برزاق السناجج، ج ۳ ص ۴۶۹)

(1205) وَعَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: بَأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ؟ قَالَتْ: بِالسَّوَالِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت شریح بن ہانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب گھر تشریف لاتے تو کس کام سے ابتداء کرتے تو انہوں نے فرمایا: آپ مسواک کے ساتھ ابتداء کرتے۔

(4)

تخرج حديث: (صحيح مسلم: باب السواك ج ١ ص ١٥٢ رقم: ١١٣ السنن الكبرى للبيهقي: باب في فضل السواك ج ١ ص ٢٢ رقم: ١٢٢ سنن ابوداود: باب في الرجل يستاك بسواك غيره ج ١ ص ١٩ رقم: ٥١ سنن النسائي الكبرى باب السواك في كل حين ج ١ ص ٢٢ رقم: ١٢٢ صحيح ابن حبان: باب فرض الوضوء ج ٢ ص ٢٥٦ رقم: ١٠٤٣)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ حضرت شریع مجتہدین تابعین سے ہیں، اور آپ کے والد ہانی ابن یزید صبیہ ہیں، حضرت شریع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہانی سے پوچھا کہ تمہارے کتنے بچے ہیں؟ عرض کیا تین۔ شریع، عبد اللہ اور مسلم۔ فرمایا تمہاری کنیت ابو شریع ہے، آپ سیدنا علی مرتضیٰ کے مخصوص ساتھی ہیں، بلکہ آپ کے قاضی رہے ہیں، جنگ جمل و صفین میں آپ کے ساتھ تھے، اسی میں شہید کئے گئے۔

معلوم ہوا کہ مسواک وضو کے علاوہ بھی کرنی چاہیئے۔ مرقاۃ وغیرہ میں ہے کہ مسواک کے ستر فائدے ہیں: جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے مرتے وقت کلمہ نصیب ہوتا ہے، یہ پائیریا سے محفوظ رکھتی ہے، گندہ دہنی دور کرتی ہے، دانتوں و معدے کو قوی کرتی ہے، آنکھوں میں روشنی دیتی ہے۔ دیکھو شامی وغیرہ۔ اور ایون میں ستر برائیاں ہیں: جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے خرابی خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۳۶۰)

(1206) وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَظَرَفَ السِّوَاكَ عَلَى لِسَانِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهَذَا لَفْظٌ مُسْلِمٌ.

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے گھر میں داخل ہوا تو مسواک کا کنارہ آپ کی زبان پر تھا۔ (متفق علیہ) یہ حدیث کے الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم، باب السواک، ج ۱ ص ۱۵۲، رقم: ۱۱۵۰ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب فی فضل السواک، ج ۱ ص ۴۰، رقم: ۱۲۷۰ السنن النسائی الکبریٰ، باب کیف یستاک، ج ۱ ص ۱۶۲، رقم: ۲۰۰۰ صحیح ابن حبان، باب فرض الوضوء، ج ۱ ص ۲۵۵، رقم: ۱۰۰۰۰ صحیح ابن خزیمہ، باب صفة استیماک النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱ ص ۴۰، رقم: ۱۳۱)

شرح حدیث: مسواک پسند یدہ

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میرے پاس میرے بھائی حضرت سیدنا عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ میرے سر تاج، صاحب معراج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف دیکھنے لگے۔ میں نے جان لیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسواک پسند فرما رہے ہیں۔ عرض کی: کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ان سے لوں؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ سے فرمایا: ہاں۔ میں نے مسواک لی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کر دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اپنے منہ میں داخل کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سخت لگی۔ میں نے عرض کی: کیا میں اسے نرم کر دوں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سر کے اشارہ سے فرمایا: ہاں۔ میں نے مسواک چبا کر نرم کی اور دست اقدس میں دے دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پانی کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا، اس میں اپنا دست اقدس داخل کیا اور فرمایا: اللہ عزّ وجلّ کے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک موت کی سختیاں بہت ہیں۔ پھر اپنا دست اقدس بلند کر کے ارشاد فرمایا: اَللّٰهُمَّ الرَّفِیقُ الْاَعْلٰی، اَللّٰهُمَّ الرَّفِیقُ الْاَعْلٰی یعنی اے اللہ عزّ وجلّ! تو ہی اعلیٰ رفیق ہے، اے اللہ عزّ وجلّ! تو ہی اعلیٰ رفیق ہے، اے اللہ عزّ وجلّ! تو ہی اعلیٰ رفیق ہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب فرض النبی و قاتلہ، الحدیث ۳۴۴۹، ج ۱ ص ۳۶۵)

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گھر، میری باری کے دن، میری گردن اور سینے کے درمیان وصال فرمایا اور اللہ عز و جل نے موت کے وقت میرا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب اقدس ملا دیا۔ (المرجع السابق، الحدیث ۴۴۵۱)

(1207) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: السَّوَاكُ مَطَهْرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ . رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ فِي صَوِيحِهِ بِأَسَانِيدٍ صَوِيحَةٍ .
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسواک منہ کو صاف کرنے کا اور رب کی رضا کا ذریعہ ہے۔ اسے نسائی اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح ابن خزیمہ، باب فضل السواک و تطہیر الفم بہ، ج ۱ ص ۶۰، رقم: ۱۲۵، سنن النسائی الکبیری، باب الترغیب فی السواک، ج ۱ ص ۱۶، رقم: ۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب فی فضل السواک، ج ۱ ص ۳۲، رقم: ۱۳۶، سنن الدارمی، باب السواک مطہرة للضم، ج ۱ ص ۱۸۴، رقم: ۱۸۴، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا، ج ۱ ص ۱۲، رقم: ۱۲۴۴۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
یعنی اس میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔ خیال رہے کہ مسواک سے مسلمان کا مسواک کرنا بہت عبادت مراد ہے، کفار کی مسواک اور مسلمانوں کی عادتاً مسواک اگرچہ منہ تو صاف کر دے گی مگر رضائے الہی کا ذریعہ نہ بنے گی، نیز اگرچہ مسواک میں دنیوی اور دینی بہت فوائد ہیں، مگر یہاں صرف دو فائدے بیان ہوئے۔ یا اس لئے کہ یہ بہت اہم ہیں یا کیونکہ باقی فوائد بھی ان دو میں داخل ہیں۔ منہ کی صفائی سے معدے کی قوت اور بے شمار بیماریوں سے نجات ہے اور جب رب راضی ہو گیا پھر کیا کمی رہ گئی۔ (برآۃ التاج، ج ۳ ص ۳۶۳)

(1208) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْفِطْرَةُ خَمْسٌ، أَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: الْحَتَانِ وَالْإِسْتِحْدَادُ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَنَتْفُ الرَّيْطِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعمال فطرت پانچ ہیں یا فرمایا پانچ چیزیں اعمال فطرت سے ہیں ختنہ کرانا، زیر ناف بال صاف کرنا، ناخن کاٹنا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، مونچھوں کے بال کاٹنا۔ (متفق علیہ)

الْإِسْتِحْدَادُ: حَلْقُ الْعَانَةِ، وَهُوَ حَلْقُ الشَّعْرِ الَّذِي حَوْلَ الْفَرْجِ .
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعمال فطرت پانچ ہیں یا فرمایا پانچ چیزیں اعمال فطرت سے ہیں ختنہ کرانا، زیر ناف بال صاف کرنا، ناخن کاٹنا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، مونچھوں کے بال کاٹنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب قص الشارب، ج ۱ ص ۱۶، رقم: ۵۸۸۱، صحیح مسلم، باب خصال الفطرة، ج ۱ ص ۱۵۲، رقم: ۱۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب السنة فی الاخذ من الاظفار والشارب، ج ۱ ص ۱۴۹، رقم: ۴۰۶، سنن ابوداؤد، باب فی اخذ الشارب، ج ۱ ص ۱۲۵، رقم: ۲۰۰، سنن ابن ماجہ، باب الفطرة، ج ۱ ص ۱۰۴، رقم: ۲۹۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
(پانچ چیزیں اعمال فطرت سے ہیں) سنت قدیمہ جو گزشتہ انبیاء کرام کا بھی طریقہ رہا ہوا ہے فطرت کہتے ہیں گو یا وہ
انسان کی پیدا شدگی عادت ہے۔ یہاں پانچ کا ذکر حد کے لیے نہیں ہے اس کے علاوہ اور بھی سنتیں انبیاء ہیں جو دوسری احادیث
میں مذکور ہیں۔

ختنہ امام اعظم کے ہاں سنت ہے، امام شافعی کے ہاں فرض۔ (مرقات) سات سال کی عمر تک ختنہ کر دینا چاہیے، نو
مسلم جوان آدمی کا نکاح ایسی عورت سے کر دیا جاوے جو ختنہ کرنا جانتی ہو پھر ختنہ کے بعد چاہے تو طلاق دیدے، جو بچہ
ختنہ شدہ پیدا ہو اس کے ختنہ کی ضرورت نہیں۔ خیال رہے کہ چودہ انبیاء کرام ختنہ شدہ پیدا ہوئے: حضرت
آدم، شیث، نوح، صالح، شعیب، یوسف، موسیٰ، زکریا، سلیمان، عیسیٰ، خنظلہ ابن صفوان جو اصحاب رسل کے نبی ہیں اور
حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ حضرات ختنہ شدہ ناف بریدہ پیدا ہوئے، عورتوں کا ختنہ ہمارے ہاں مکروہ ہے۔

(زیر ناف بال صاف کرنا) یعنی ناف کے نیچے اور پاخانہ کے مقام کے بال استرہ سے صاف کرنا سنت ہے مرد کے
لیے اور کسی دواء سے صاف کر دینا مرد کے لیے خلاف سنت ہے قینچی سے یہ بال کاٹ دینا مرد و عورت دونوں کے لیے خلاف
سنت ہے، بحالت جنابت کوئی بال کاٹنا مونڈھنا بہتر نہیں۔ (مرقات)

(مونچھوں کے بال کاٹنا) اوپری ہونٹ کے بالوں کو مونچھ کہا جاتا ہے۔ یہ اتنے کاٹے جاویں کہ اوپر سے ہونٹ کا
کنارہ خوب کھل جاوے، پانی پیتے وقت یہ بال پانی میں نہ ڈوب سکیں، مونچھیں مونڈنا یا بہت زیادہ پست کر دینا خلاف
سنت ہے۔ محیط میں ہے کہ مردوں کو سر منڈانا عام حالات میں اچھا نہیں احرام کھولتے وقت سنت ہے۔ حلق کے بال نہ
منڈائے، بھویں اور چہرے کے کچھ کچھ بال الگ کر دینا جائز ہے جب کہ بیجزوں سے تشبہ نہ ہو، سینہ اور پیٹھ کے بال
مونڈھنا یا کترنا مستحب نہیں۔ (مرقات)

(ناخن کاٹنا) اس طرح ناخن تراشے کہ ہاتھوں کے پہلے پاؤں کے بعد میں، داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی شروع کرے
چھنگلی تک کاٹ دے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے شروع کرے انگوٹھے تک کاٹ دے پھر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن
کاٹ دے۔ جو کوئی جمعرات کے دن ناخن تراشا کرے ان شاء اللہ فقیر نہ ہوگا۔ حجامت جمعرات کو چاہیے اور غسل تبدیلی
لباس خوشبو جمعہ کو افضل ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے جسم پر ناخن کا لباس تھا جنت سے باہر آ کر یہ کپڑوں کا لباس عطا
ہوا، آپ کا جسم ساٹھ ہاتھ تھا۔ (مرقات)

(بغلوں کے بال اکھیڑنا) بغل کے بال اکھیڑنا سنت ہے منڈانا جائز، امام شافعی منڈایا کرتے تھے۔ ناک کے بال

اکھیڑنا ممنوع ہے اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔ (مرقات) (برائۃ الناجح، ج ۲ ص ۲۶۳)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ

(1209) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا.

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَاعْفَاءُ اللَّحْيَةِ، وَالسَّوَاكِ، وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَتَنْفُ الْإِطِ، وَحَلُّ الْعَانَةِ، وَاتِّقَاصُ الْمَاءِ قَالَ الرَّائِزِيُّ: وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنَّ تَكُونَ الْمَضْمُضَةَ. قَالَ وَكَيْعٌ - وَهُوَ أَحَدُ رَوَاتِهِ - إِنْ تَقَاصُ الْمَاءِ: يَغْنَى الِاسْتِنْجَاءُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دس چیزیں فطرت سے ہیں۔ موچھیں کاٹنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی چڑھانا (وضو میں) ناخن کاٹنا، انگلیوں کے جوڑوں کو پچھلی طرف سے دھونا، بغلوں کے بال اکھیرنا، زیر ناف بال مونڈنا اور استنجا کرنے کے لیے پانی استعمال کرنا، راوی کہتے ہیں دسویں بات میں بھول گیا ہوں شاید وہ کلی کرنا ہے۔ ایک روایت میں حضرت وکیع کہتے ہیں انتقاص الماء سے استنجا کرنا مراد ہے۔ (مسلم)

الْبَرَاجِمُ بِالنِّبَاءِ الْمُؤَخَّذَةِ وَالْحَجِيمِ: وَهِيَ عُقْدُ الْأَصَابِعِ، وَاعْفَاءُ اللَّحْيَةِ مَعْنَاهُ: لَا يَقْصُ مِنْهَا شَيْئًا.

البراجم: باموصلہ اور جیم کے ساتھ انگلیوں کے جوڑوں کو کہتے ہیں اور اعفاء اللحية کا معنی ہے داڑھی میں سے کچھ نہ کاٹا جائے۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب خصال الفطرة، ج ۱ ص ۱۵۲، رقم: ۱۶۴، السنن الکبریٰ للبیہقی باب اسلیل علی ان السواک سنة لیس بواجب ج ۱ ص ۳۶، رقم: ۵۶، سنن ابوداؤد: باب السواک من الفطرة، ج ۱ ص ۱۰۹، رقم: ۵۲، سنن ابن ماجہ: باب الفطرة، ج ۱ ص ۱۰۰، رقم: ۲۱۲، سنن ترمذی: باب ما جاء فی تعلیم الاظفار، ج ۱ ص ۱۱، رقم: ۲۵۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: (دس چیزیں فطرت سے ہیں) فطرت کے لغوی معنی ہیں پیدائش، رب فرماتا ہے: فَاطِرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مَرَّ اسطلاح میں ان سنت انبیاء کو فطرت کہا جاتا ہے جن پر ہمارے حضور بھی عامل رہے۔

(موچھیں کاٹنا) اتنی کہ اوپر کے ہونٹ کی سرخی نمودار ہو جائے، اس سے زیادہ کترانا بھی منع ہے اور منڈانا بھی ممنوع۔ بعض علماء نے مجاہدین کو بحالت جنگ موچھیں بڑھانے کی اجازت دی ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

(داڑھی بڑھانا) چار انگشت واجب اس سے قدرے زیادہ جائز ہے، بہت زیادہ مکروہ، چار انگشت سے کم کرنا سخت منع اور منڈانا حرام، نیز ہندوؤں اور عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ اگر عورت کے داڑھی نکل آئے تو اسے منڈا دے۔ خیال رہے کہ ٹھوڑی کے نیچے والے بال ایک مشمت کے بعد کٹوائے اور اس کے آس پاس اسی مناسبت سے کہ بالوں کا حلقہ بن جائے جیسا کہ سیدنا ابن عمر کا طریقہ تھا (بخاری شریف) قرآن حکیم فرماتا ہے: لَا تَأْخُذْ بِذِخْرِي - معلوم ہوا کہ ایک مشمت داڑھی سنت انبیاء ہے جو قرآن شریف سے ثابت ہے۔

(ناخن کاٹنا) ہاتھوں اور پاؤں کے اس طرح کہ پہلے داہنے ہاتھ کی کالے کی انگلی سے شروع کر کے چھنگلی پر ختم کر دے، پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کر دے، پھر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹ لے، اس کے بعد داہنے پاؤں کی چھنگلی سے شروع کرے اور بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ختم کرے۔ جمعہ کے دن کٹوانا مستحب ہے اور جمعرات کے دن بعد نماز عصر بہت بہتر۔ ہر ہفتہ یا پندرہ دن میں ایک بار کاٹ لے۔ چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑے۔

(انگلیوں کے جوڑوں کو پچھلی طرف سے دھونا) کھانا وغیرہ کھا کر یا کوئی اور کام کر کے، مراد پوروں سے پوری انگلیاں

ہیں۔

(بغلوں کے بال اکھیڑنا) اکھیڑنا سنت ہے، منڈانا جائز ہے۔

(زیر ناف بال مونڈنا) سنت ہے۔ چونے وغیرہ سے صاف کر دینا بھی جائز، قینچی سے کاٹ دینا خلاف۔ سنت ان

احکام میں عورتیں اور مراد برابر ہیں۔ (مرقاۃ)

(استنجا کرنے کے لیے پانی استعمال کرنا) یعنی پیشاب پاخانہ کا استنجا پانی سے کرنا سنت ہے، اور اگر نجاست روپے

بھر سے زیادہ ہو تو فرض۔

(راوی کہتے ہیں) راوی سے مراد مصعب ہیں یا زکریا ابن ابی زائد ہیں۔ (مرقاۃ)

لڑکے کا ختنہ سنت ہے۔ ساتویں دن سے لے کر ساتویں سال تک کر دیا جائے، بلوغ سے پہلے ہونا ضروری ہے، بعد

بلوغ ستر اس کے لیے کھولنا حرام ہے۔ جو جوان آدمی ایمان لائے تو اگر ممکن ہو تو ختنہ کا کام جاننے والی عورت سے اس کا

نکاح کر دیا جائے، کہ وہ ختنہ کرے ورنہ نہیں۔ (بہار النہج، ج ۱ ص ۳۶۲)

(1210) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. عَنْ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: أَحْفُوا

الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللَّحْيَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب اعفاء اللہ: ج ۵ ص ۱۱۰ رقم: ۵۱۳۳ صحیح مسلم: باب خصال الفطرة: ج ۱ ص ۱۵۲)

رقم: ۱۲۲ سنن ترمذی: باب ما جاء فی اعفاء اللہ: ج ۵ ص ۱۵۵ رقم: ۲۴۶۳ المعجم الصغير للطبرانی: باب الميم من اسمه محمد

ج ۲ ص ۵۰ رقم: ۸۰۴ سنن النسائی الکبیری: باب الامر باحفاء الشوارب واعفاء اللہ: ج ۱ ص ۶۶ رقم: ۲)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن داڑھی کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ فرماتے

ہیں:

داڑھی حد مقرر شرع سے کم نہ کرانا واجب اور حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی

سنت دائمی اور اہل اسلام کے شعائر سے ہے اور اس کا خلاف ممنوع و حرام اور کفار کا شعار۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحية الحديث، رواه مسلم۔

(صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۹)

یعنی دس چیزیں سنت قدیم انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہیں ان سے موچھیں کم کرانا اور داڑھی حد شرع تک چھوڑ دینا (اس کو مسلم نے روایت کیا۔ ت)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح میں فرماتے ہیں:

حلق کردن لحيه حرام است و روش افرنج و هندو و جواتقیان کہ ایشاں راقلندریہ نیز گویند و گذاشتن آن بقدر قبضه واجب است و آن کہ آنرا سنت گویند بمعنی طریقه مسلوك در دین است یا بجهت آنکہ ثبوت آن بہ سنت است چنانکہ نماز عید را سنت گفته اند۔

(احمد المصنفات کتاب الطہارۃ باب السواک الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکرا ۱/۲۲)

داڑھی منڈانا حرام ہے، یہ افرنگیوں، ہندوؤں اور جواتقیوں کا طریقہ ہے جو قلندریہ بھی کہلاتے ہیں۔ اور داڑھی بمقدار ایک مٹھی چھوڑنا واجب ہے اور داڑھی کے متعلق جو کہا جاتا ہے کہ یہ سنت ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دین میں ایک جاری طریقہ ہے یا یہ وجہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت کے ساتھ ہے جیسا کہ نماز عید کو سنت کہتے ہیں۔ (ت)

اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ارشاد فرماتے ہیں:

خالفوا المشركين وادفوا اللحى واعفوا الشوارب۔ رواه الشيخان في صحيحهما۔

(صحیح البخاری کتاب اللہس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۵) (صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۹)

مشرکین سے مخالفت کرو داڑھیاں پوری اور موچھیں کم کر دو (اس کو بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ ت)

اور بعض احادیث میں وارد موچھیں کم کراؤ اور داڑھیاں چھوڑ دو اور مجوسی کی سی شکل نہ بناؤ، سنت سنیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ترک اور مشرکین و مجوس کی رسم اختیار کرنا مسلمان کامل کا کام نہیں، علاوہ بریں اس میں تغیر خلقت خدا بطریق ممنوع ہے اور وہ بنص قرآن اثر اضلال شیطان اور بحکم حدیث رسالت پتا ہی موجب لعنت الہی ہے:

قال الله عزاسمه حاكيا عن ابليس ولاضلنهم ولامنينهم ولامرنهم فليبتكن اذان الانعام ولامرنهم فليغيروا خلق الله (القرآن الکریم ۲/۱۱۹)

وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لعن الله الواشبات والمتوشبات والمتنصبات والمتفلجات للحسن المغيرات خلق الله متفق عليه۔

(صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۷۹/۲) (صحیح مسلم کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۰۵۰)

اللہ تعالیٰ معزز نام والے نے شیطان کی حکایت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: میں (یعنی شیطان) لوگوں کو ضرور گمراہ کروں گا اور انھیں امیدوں اور آرزوؤں کے سبز باغ دکھاؤں گا اور (بذریعہ وسوسہ اندازی) حکم دوں گا کہ جانوروں کے کان کاٹ ڈالیں اور انھیں کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کی خلقت (یعنی بناوٹ) میں تبدیلی کریں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ خال گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر لعنت کرے، بال اکھاڑنے والی عورتوں پر خوبصورتی کے لئے دانتوں میں (مصنوعی) فاصلہ بنانے والیوں پر اور بناوٹ خداوندی میں رد و بدل کرنے والی عورتوں پر لعنت ہو۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

(ت)

اسی طرح داڑھی غیر جہاد میں چڑھانا ناجائز و ممنوع۔ ایسے شخصوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: لوگوں کو خبر دے دو کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے بیزار ہیں رواہ الترمذی اور پر ظاہر کہ داڑھی کتر وانا یا منڈانا چڑھانے سے سخت تر ہے کہ اس میں فقط تغیر صفت سنت ہے اور ان میں تغیر یا اعدام اصل معہذا اگر توبہ نصیب ہو تو یہ سرلیع الزوال اور ان کا ازالہ نہ ہوگا مگر بعد ایک زمانہ کے جب چڑھانے کی نسبت ایسی وعید شدید وارد اور حضور اس کے مرتکب سے اپنی بیزاری ظاہر فرمائیں تو کتر نے اور منڈانے سے کس قدر ناراض و بیزار ہوں گے اور العیاذ باللہ اس حبیب مرتجی و رسول مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضی پر دنیا و آخرت میں جو ثمرات بد مرتب ہیں دل مومن ان سے خوب واقف ہے باقی عذر مذکور فی السؤال وہ ہرگز قابل اعتبار نہیں بلکہ قائل کی سفاہت و ضلالت پر دال ہے اس میں شک نہیں کہ اصلاح باطن آرائش ظاہر سے اہم تر مگر اس کے ساتھ افساد ظاہر و ارتکاب محرمات و ممنوعات کی کس نے اجازت دی کیا تعمیل حکم شرع و اتباع سنت شارع کہ داڑھی بڑھانے اور نیچی رکھنے میں پائی جاتی ہے آرائشی باطن میں کچھ خلل انداز ہے بلکہ وہ اپنے اس دعوے ہی میں جھوٹا ہے کہ باطن میرا آراستہ ہے اگرچہ داڑھی خلاف شرع ہو کہ اگر فی الواقع باطن اس کا زیور اصلاح سے مزین اور بحکم خدا و رسول منقاد ہوتا تو اتباع سنت چھوڑ کر شعار کفر و شرک و بدعت کی پیروی پسند نہ کرتا اور حکم شرع سن کر سر جھکاتا اپنے فعل شنیع پر مصر نہ ہوتا اور ایسے یہودہ عذروں کو سپر نہ بناتا استغفر اللہ ایسے اعذار بارہ موجب تحلیل

محرمات نہیں ہو سکتے نہ ان سے وبال میں کچھ کمی ہو بلکہ موجب زیادت نکال ہیں کہ جب ارتکاب ممنوع کے ساتھ ندامت و اعتراف بجرم لاحق ہو تو وہ باعث تخفیف عذاب اور عزم مع الترمک موجب محو گناہ ہو جاتی ہے اور جب حکم شرع کے سامنے گردن نہ جھکائیں بلکہ باصرار پیش آئیں اور ایسے جھوٹے بہانوں کا دامن پکڑیں تو شامت اس کی ایک سے ہزار ہو جاتی ہے اور اگر داڑھی چھوڑنے یا نیچی رکھنے کی تحقیر اور ان لوگوں سے کہ ایسا کرتے ہیں استہزاء اور انھیں تشبیہات و تمثیلات قبیحہ سے یاد کرے گا تو قطعاً کافر ہے کہ یہ سنن سے ہے اور اس کی سنیت قطعی الثبوت، ایسی سنت کی توہین و تحقیر اور

اس کے اتباع پر استہزاء بالا جماع کفر کا صریح فی الکتاب الفقہیہ والکلامیہ (جیسا کہ فقہ اور علم کلام کی کتابوں میں صراحۃً یہ مذکور ہے۔ ت) عورت اس کی نکاح سے نکل جائے گی اور بعد اس کے جو بچے ہوں گے اولاد حرام ہوں گے اہل اسلام کو اس سے معاملہ کفار برتنہ لازم۔ بعد مرگ اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں اور مقابر مسلمین میں دفن نہ کریں بلکہ جہاں تک ممکن اس جنازہ ناپاک کی تذلیل کریں کہ اس نے ایسے عزت والے پیغمبر افضل المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کو ذلیل سمجھا العیاذ باللہ، واللہ نسل حسن الخواتیم والعلم بالحق عند ربی ان ربی خیر علیم (اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ ہم اللہ تعالیٰ سے خاتمہ بالخیر کا سوال کرتے ہیں اور حق کا علم میرے پروردگار ہی کے پاس ہے۔ بلاشبہ میرا پروردگار (ہر چیز سے) پوری طرح خبردار اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ ت) (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲، ص ۵۷۱-۵۷۲)

73- بَابُ تَأْكِيدِ وَجُوبِ الزَّكَاةِ وَبَيَانِ فَضْلِهَا وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا

الزَّكَاةَ) (البقرة: 43).

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ) (البينة: 5).

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً

تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا) (التوبة: 103)

(1211) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بُنِيَ

الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ

مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ

الزَّكَاةِ، وَحُجِّ الْبَيْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

زکوٰۃ کے فرض ہونے کی تاکید اس کی فضیلت
کا بیان اور اس کے متعلقہ مسائل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ان لوگوں کو تو
یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں بڑے اسی پر عقیدہ
لائے ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ
دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے محبوب ان کے
مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور
پاکیزہ کر دو۔

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی
گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت
محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں نماز قائم کرنا
زکوٰۃ ادا کرنا بیت اللہ کا حج کرنا اور ماہ رمضان کے
روزے رکھنا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الایمان وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس: حج، ص ۱۱، رقم:

۸ صحیح مسلم باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: بہی الاسلام علی خمس: ج ۱ ص ۳۳ رقم: ۱۲۱ السنن الکبریٰ للبیہقی باب اصل فرض الصلاة: ج ۱ ص ۲۵۸ رقم: ۱۴۳۲ السنن ترمذی: باب ما جاء بہی الاسلام علی خمس: ج ۱ ص ۵ رقم: ۲۰۰۰ السنن النسائی الکبریٰ: باب علی کہ بہی الاسلام: ج ۱ ص ۵۲۱ رقم: ۱۱۴۳۲

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام عبد اللہ بن عمر ہے، ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے، ۳۳ھ میں شہادت ابن زبیر سے تین ماہ بعد وفات پائی، ذی طویٰ کے مقبرہ مہاجرین میں دفن ہوئے، چوراسی سال عمر شریف پائی، بڑے متقی اور عمل بالسنۃ تھے۔ رضی اللہ عنہ۔ (مرقاۃ وغیرہ)

(اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے) یعنی اسلام مثل خیمہ یا چھت کے ہے اور یہ پانچ ارکان اس کے پانچ ستونوں کی طرح کہ جو کوئی ان میں سے ایک کا انکار کرے گا وہ اسلام سے خارج ہوگا، اور اس کا اسلام منہدم ہو جاویگا۔ خیال رہے کہ ان اعمال پر کمال ایمان موقوف ہے اور ان کے ماننے پر نفس ایمان موقوف، لہذا جو صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کلمہ نہ پڑھے یا نماز روزہ کا پابند نہ ہو، وہ اگرچہ مؤمن تو ہے مگر کامل نہیں، اور جوان میں سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، نہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں۔

(اس بات کی گواہی دینا) اس سے سارے عقائد اسلامیہ مراد ہیں جو کسی عقیدے کا منکر ہے وہ حضور کی رسالت ہی کا منکر ہے۔ حضور کو رسول ماننے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی ہر بات کو مانا جاوے۔
(نماز قائم کرنا) ہمیشہ پڑھنا، صحیح پڑھنا، دل لگا کر پڑھنا، نماز قائم کرنا۔

(زکوٰۃ ادا کرنا) اگر مال ہو تو زکوٰۃ حج ادا کرنا فرض ہے ورنہ نہیں مگر انکا ماننا بہر حال لازم ہے۔ نماز ہجرت سے پہلے معراج میں فرض ہوئی، زکوٰۃ و روزہ ۲ھ میں، اور حج ۹ھ میں فرض ہوئے۔ (بزاۃ الساج، ج ۱ ص ۲)

زکوٰۃ کا بیان

زکوٰۃ فرض ہے اس کا انکار کرنے والا کافر اور نہ دینے والا فاسق و جہنمی اور ادا کرنے میں دیر کرنے والا گنہگار و مردود الشہادۃ ہے۔ (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول فی تفسیر ما وضعوا شرائطاً، ج ۱ ص ۱۷۰)

نماز کی طرح اس کے بارے میں بھی بہت سی آیتیں و حدیثیں آئی ہیں جن میں زکوٰۃ ادا کرنے کی سخت تاکید ہے اور نہ ادا کرنے والے پر طرح طرح کے دنیا اور آخرت کے عذابوں کی وعیدیں آئی ہیں۔

مسئلہ: اللہ کے لئے مال کا ایک حصہ جو شریعت نے مقرر کیا ہے کسی فقیر کو مالک بنادینا شریعت میں اس کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔ (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول فی تفسیر ما وضعوا شرائطاً، ج ۱ ص ۱۷۰)

مسئلہ: زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے چند شرطیں ہیں:

(۱) مسلمان ہونا یعنی کافر پر زکوٰۃ فرض نہیں (۲) بالغ ہونا یعنی نابالغ پر زکوٰۃ فرض نہیں (۳) عاقل ہونا یعنی دیوانے پر زکوٰۃ فرض نہیں (۴) آزاد ہونا یعنی لونڈی غلام پر زکوٰۃ فرض نہیں (۵) مالک نصاب ہونا یعنی جس کے پاس نصاب سے کم مال ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں (۶) پورے طور پر مالک ہو یعنی اس پر قبضہ بھی ہو تب زکوٰۃ فرض ہے ورنہ نہیں مثلاً کسی نے اپنا مال زمین میں دفن کر دیا اور جگہ بھول گیا پھر برسوں کے بعد جگہ یاد آئی اور مال مل گیا تو جب تک مال نہ ملا تھا اس زمانہ کی زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ نصاب کا مالک تو تھا مگر اس پر قبضہ نہیں تھا (۷) نصاب کا قرض سے فارغ ہونا اگر کسی کے پاس ایک ہزار روپیہ ہے مگر وہ ایک ہزار کا قرض دار بھی ہے تو اس کا مال قرض سے فارغ نہیں لہذا اس پر زکوٰۃ نہیں۔ (۸) نصاب کا حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہونا حاجتِ اصلیہ یعنی آدمی کو زندگی بسر کرنے میں جن چیزوں کی ضرورت ہے مثلاً اپنے رہنے کا مکان، جاڑے گرمیوں کے کپڑے، گھریلو سامان یعنی کھانے پینے کے برتن، چار پائیاں، کرسیاں، میزیں، چولہے، پنکھے وغیرہ ان مالوں میں زکوٰۃ نہیں کیونکہ یہ سب مال و سامان حاجتِ اصلیہ سے فارغ نہیں ہے (۹) مال نامی ہونا یعنی بڑھنے والا مال ہونا خواہ حقیقتہً بڑھنے والا مال جیسے مال تجارت اور چرائی پر چھوڑے ہوئے جانور یا حکماً بڑھنے والا مال ہو جیسے سونا چاندی کہ یہ اسی لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ ان سے چیزیں خریدی جائیں اور بیچی جائیں تاکہ نفع ہونے سے یہ بڑھتے رہیں لہذا سونا چاندی جس حال میں بھی ہو زیور کی شکل میں ہوں یا دفن ہوں ہر حال میں یہ مال نامی ہیں اور ان کی زکوٰۃ نکالنی ضروری ہے (۱۰) مال نصاب پر ایک سال گزر جانا یعنی نصاب پورا ہوتے ہی زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی بلکہ ایک سال تک وہ نصاب ملک میں باقی رہے تو سال پورا ہونے کے بعد اس کی زکوٰۃ نکالی جائے۔

(الفتاویٰ المحمدیہ، کتاب الزکاة، الباب الاول فی تفسیر حدیث صغیر حاکم، ج ۱، ص ۱۷۱-۱۷۲)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل مسجد میں سے بکھرے بالوں والا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ ہمیں اس کی گنگناہٹ سنائی دی سمجھ کچھ نہ آئی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوا اس نے اسلام کے بارے دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں اس نے کہا کیا میرے ذمہ ان کے سوا بھی کچھ ہے فرمایا نہیں ہاں تو اگر چاہے نفلی عبادت کر (تیری مرضی) پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور ماہ رمضان کے روزے ہیں اس نے عرض کیا: اس کے سوا تو میرے ذمہ

(1212) وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّأْسِ نَسَمَعُ دَوْنِي صَوْتِهِ، وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُولُ، حَتَّى دَنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ قَالَ: هَلْ عَلَيْكَ غَيْرُهُنَّ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا أَنْ تَطْلُوعَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ قَالَ: هَلْ عَلَيْكَ غَيْرُهُ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا أَنْ تَطْلُوعَ قَالَ:

وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ. فَقَالَ: هَلْ عَلَى غَيْرِهَا، قَالَ: لَا، إِلَّا أَنْ تَطْوَعَ فَأَذْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ: وَاللَّهِ لَا أُزِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

نہیں فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل روزے رکھے تو راوی نے فرمایا: اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا۔ اس نے کہا: کیا میرے ذمہ ان کے سوا بھی کچھ ہے تو آپ نے فرمایا: نہیں۔ ہاں اگر تو نفل خیرات کرے تو پس وہ آدمی پھر اور اس نے کہا اللہ کی قسم میں اس میں نہ کمی کروں گا نہ بیشی کروں گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اس نے صحیح کہا تو کامیاب ہو گیا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الزکاة من الاسلام، ج ۱، ص ۱۸، رقم: ۲۸، صحیح مسلم، باب بیان الصلوات الّٰہی ھی احد اركان الاسلام، ج ۱، ص ۳۱، رقم: ۱۰۰، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب فرائض الخمس، ج ۲، ص ۸، رقم: ۲۲۱۵، المستدرک لابن الجارود، باب فرض الصلوات الخمس، ج ۱، ص ۳۵، رقم: ۱۳۴، سنن ابوداؤد، باب الصلاة من الاسلام، ج ۱، ص ۱۵۰، رقم: ۲۱۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کی کنیت ابو محمد ہے، قرشی ہیں، ابوبکر کے بھتیجے، قدیم الاسلام ہیں، تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے، جنگ احد میں حضور کے لیے ڈھال بنے اور چوبیس زخم کھائے، آپ کے جسم پر کل ۷۵ زخم تھے جو غزوات میں کھائے تھے، جنگ جمل ۳۶ میں بصرہ میں شہید ہوئے، وہاں ہی آپ کا مزار پر انوار ہے، فقیر نے مزار پاک کی زیارت کی ہے، حضور کی دعوت اور دعوت کے معجزات آپ کے ہاں ظاہر ہوئے جو مشہور ہیں۔

مجدد عرب کا ایک صوبہ ہے جو مکہ معظمہ اور عراق کے درمیان واقع ہے۔ اس صوبہ کے متعلق حضور نے دعاء خیر نہ فرمائی اور وہاں سے وہابی فرقت کے نکلنے کی خبر دی جو آخر کتاب میں ان شاء اللہ ذکر ہوگا۔

(ہر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں) یعنی ان پانچ نمازوں کے سوا اور نماز اسلام کا فرض نہیں، عیدین اور وتر واجب ہے، نماز جمعہ ظہر کی قائم مقام ہے لہذا یہ ان ہی پانچ میں شامل ہے۔

(اگر چاہے نفل عبادت کر) نفل سے لغوی معنی مراد ہیں فرض پر زائد، رب فرماتا ہے: فَتَجِدُ يَهْ نَافِلَةً لَّكَ لِهَذَا اس میں وتر وعیدین داخل ہیں۔ یا اس وقت تک یہ نماز اسلام میں آئی نہ تھیں، بہر حال یہ حدیث وتر وعیدین کے وجوب کے خلاف نہیں احناف کے مخالف نہیں۔

(ہاں اگر تو نفل خیرات کرے) یہ جملہ بھی فطرے اور قربانی کے وجوب کے خلاف نہیں جیسا کہ پہلے ۱ کی تقریر سے واضح ہے۔

(اگر اس نے صحیح کہا) یعنی اگر صدق دل سے وعدہ کیا ہے تو کامیاب ہوگا یا اگر اس وعدے کو پورا کر دکھائے تو کامیاب

ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مجدیوں کا اعتبار نہیں ہوتا کیونکہ اس سے پہلے ایک سائل کے ان ہی الفاظ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاح و کامیابی کا قطعی حکم دے دیا، اس مجدی کے ان ہی الفاظ پر مشکوک طریقہ سے کامیابی بیان فرمائی۔

(بزاؤ السانج، ج ۱ ص ۱۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا آپ نے فرمایا کہ لوگوں کو اس بات کی طرف بلاؤ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر وہ اس بات کا اقرار کر لیں تو انہیں یہ سکھانا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ہر رات دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ اس کو مان لیں تو پھر انہیں یہ سکھاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو تم میں سے امیروں سے لے کر غریبوں کی طرف لوٹادی جائے گی۔ (متفق علیہ)

(1213) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِنُهُمْ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى، افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِنُهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَاءِهِمْ، وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب الزکاة، ج ۲ ص ۱۰۲، رقم: ۱۲۵۵، صحیح مسلم، باب الدعاء الی الشہادتین وشرائع الاسلام، ج ۱ ص ۴، رقم: ۱۲۰، سنن الکبیری للبیہقی، باب من قال لا یخرج صدقة قوم منهم من بلدهم، ج ۱ ص ۸، رقم: ۱۲۵۱۳، سنن ابوداؤد، باب فی زکاة السائمة، ج ۲ ص ۱۶، رقم: ۵۸۱، سنن ترمذی، باب ما جاء فی کراهیة اخذ خیار المال فی الصدقة، ج ۱ ص ۲۱۲، رقم: ۱۲۵)

شرح حدیث: یہ حدیث مراۃ میں یوں بیان کی گئی ہے:

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو فرمایا کہ تم اہل کتاب قوم کے پاس جا رہے ہو تو انہیں اس گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد اللہ کے رسول ہیں اگر وہ اس میں فرماں برداری کریں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائیں پھر اگر وہ یہ بھی مان جائیں تو انہیں سکھانا کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور انہی کے فقیروں پر لوٹائی جائے گی پھر اگر یہ بھی مان لیں تو ان کے بہترین مالوں سے بچنا اور ستم رسیدہ کی بددعا سے ڈرنا کہ اس کے اور رب کے درمیان کوئی آڑ نہیں۔ (مسلم، بخاری)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(حضرت معاذ کو یمن کی طرف روانہ کیا) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اور خود بنفس نفیس انہیں ثمنیۃ الوداع تک پہنچانے گئے حضرت معاذ بحکم سرکار سواری پر تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

پیدل، ان سے جدا ہوتے وقت فرمایا کہ اب تم میری قبر پر آؤ گے اور مجھے نہ پاؤ گے جس پر حضرت معاذ بہت روئے۔ خیال رہے کہ حضرت معاذ یمن پر جہاد کرنے نہیں جا رہے تھے وہ تو پہلے ہی قبضہ میں آچکا تھا بلکہ وہاں کے حاکم بن کر۔

(کہ تم اہل کتاب قوم کے پاس جا رہے ہو) اگرچہ یمن میں اہل کتاب بھی تھے اور مشرکین بھی مگر چونکہ اہل کتاب مشرکین سے بہتر ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا۔

(یقیناً محمد اللہ کے رسول ہیں) یعنی صرف مشرکین کو لا اِلهَ اِلاَّ اللہ کی دعوت دو اور تمام کفار کو مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ کی کیونکہ مشرکین توحید کے منکر ہیں اور باقی موحّد، کفار و اہل کتاب توحید کے تو قائل ہیں مگر رسالت مصطفوی کے منکر۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ہر کافر کو مسلمان بناتے وقت وہی چیز پڑھائی جائے جس کا وہ منکر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار شرعی احکام کے مکلف نہیں اور یہ کہ کفار کو اسلام لانے پر مجبور نہ کیا جائے گا لَا اِكْرَاهَ لَیْلِ الدِّیْنِ اور یہ کہ تبلیغ نرمی و خوش اخلاقی سے چاہیے اور یہ کہ ذمی کفار کو تبلیغ اسلام کرنا سنت ہے اور حکام اور آفیسران صرف ملکی انتظام ہی نہ کریں بلکہ دینی تبلیغ بھی کریں حاکم مبلغ بھی ہونا چاہیے اور یہ کہ آفیسران و حکام خود بھی شرعی احکام سے واقف ہونے چاہئیں ورنہ وہ تبلیغ نہیں کر سکتے۔

(پانچ نمازیں فرض فرمائیں) یعنی جب وہ مسلمان ہو جائیں تو انہیں نماز کے احکام سناؤ سکھاؤ، چونکہ اسلام میں سارے احکام سے پہلے نماز کا حکم آیا، نیز یہ عبادت بدنی ہے، نیز یہ ہر مسلمان پر فرض ہے اس لیے کلمہ پڑھانے کے بعد ہی اس کا ذکر فرمایا۔ خیال رہے کہ یہاں نماز جنازہ، عیدین، وتر وغیرہ کا ذکر نہ فرمایا صرف پانچ نمازوں کا فرمایا یا تو اس وقت ان کا حکم نہ ہوا تھا یا وہ تمام چیزیں پانچ نمازوں کے تابع فرمادی گئیں یا یہاں تمام احکام شرعیہ کا ذکر نہیں ہے خاص خاص کا ہے اسی لیے روزے کا ذکر نہیں زکوٰۃ کا ہے حالانکہ روزہ زکوٰۃ سے پہلے فرض ہو چکا تھا۔ لہذا اس حدیث کی بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نماز عید یا وتر واجب نہیں اور نہ یہ حدیث خفیوں کے خلاف ہے۔

(زکوٰۃ فرض کی ہے) یہاں اِنْ بِمَعْنٰی اِذَا ہے یعنی جب وہ نماز کے احکام سیکھ لیں تو زکوٰۃ کے احکام سکھاؤ، آہستگی سے تبلیغ کرو کہ انہیں سکھانا مقصود ہے نہ صرف بتادینا۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ مسلمان ہونے کے بعد نماز کو فرض مان لیں تب تو زکوٰۃ سکھانا اور اگر نماز کی فرضیت سے انکار کر دیں تو زکوٰۃ نہ سکھانا کیونکہ مسلمان کا نماز سے انکار کرنا ارتداد ہے اور کسی کو مرتد ہو جانے کی اجازت نہیں لہذا حدیث پر کوئی بھی اعتراض نہیں اور زکوٰۃ کے لیے نماز شرط ہے۔

(انہی کے فقیروں پر لوٹائی جائے گی) یعنی ہم ٹیکس کی طرح تم سے زکوٰۃ وصول کر کے مدینہ منورہ نہ لے جائیں گے اور خود نہ کھائیں گے تاکہ تم سمجھو کہ اسلام کی اشاعت کھانے کمانے کے لیے ہے بلکہ تمہارے مالداروں سے زکوٰۃ لے کر تمہارے ہی فقراء کو دے دی جائے گی۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: (۱) ایک یہ کہ کافر زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ (۲) دوسرے یہ کہ بلا سخت مجبوری ایک جگہ کی تمام زکوٰۃ دوسری جگہ منتقل نہ کی جائے۔ (۳) تیسرے یہ کہ مالدار

صاحب نصاب زکوٰۃ نہیں لے سکتا جیسا کہ لفظ فقراء اور فقیر مہمے معلوم ہوا۔ ضرورت زکوٰۃ کو منتقل کرنا بالکل جائز ہے جیسے کہ غنی کے اہل قرابت فقیر دوسرے شہر میں رہتے ہوں یا دوسری جگہ سخت فقر و تنگدستی ہو یا دوسری جگہ صدقہ کا ثواب زیادہ ہو لہذا اپنی کچھ زکوٰۃ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ بھیجوانا جیسا کہ آج کل رواج ہے بالکل جائز ہے۔ خیال رہے کہ یہاں اغنیاء سے مراد بالغ عاقل مالدار مراد ہیں کیونکہ نماز کی طرح زکوٰۃ بھی بچے اور دیوانے پر فرض نہیں، یہ بھی خیال رہے کہ باطنی مال یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ خود غنی ہی ادا کرے گا اور ظاہری مال جانور پیداوار کی زکوٰۃ حاکم اسلام وصول کر کے اپنے انتظام سے خرچ کرے گا، یہاں تَوَخَّذُ میں دونوں صورتیں داخل ہیں۔

(ان کے بہترین مالوں سے بچتا) یعنی زکوٰۃ میں ان کے بہترین مال نہ وصول کر دہاں بلکہ درمیانی مال لوہاں اگر خود مالک ہی بہترین مال اپنی خوشی سے دے تو ان کی مرضی ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ۔ اس جملہ سے اشارہ معلوم ہوا کہ ہلاک شدہ مال کی زکوٰۃ نہ لی جائے گی کیونکہ اموالہم ارشاد ہوا۔

(رب کے درمیان کوئی آڑ نہیں) یعنی اے معاذ! تم حاکم بن کر یمن جا رہے ہو وہاں کسی پر ظلم نہ کرنا، نہ بدنی ظلم، نہ مالی نہ زبانی کیونکہ اللہ تعالیٰ مظلوم کی بہت جلد سنتا ہے۔ اس میں درحقیقت تاقیامت حکام کو عدل کی تعلیم ہے ورنہ صحابہ کرام ظلم نہیں کرتے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی نے کہا تَحَايَظُّنَّكُمْ سُلَيْمٰنٌ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَسْعُرُونَ کہیں تم اے چیونٹیو حضرت سلیمان اور ان کے لشکر سے کچل نہ جاؤ اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ چیونٹی کا عقیدہ تھا کہ پیغمبر کے صحابہ چیونٹی پر بھی ظلم نہیں کرتے لہذا اس حدیث سے صحابہ کا ظلم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ (بازاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱)

(1214) وَعَنِ ابْنِ حُمْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ، إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ پس جب انہوں نے ایسا کر لیا تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لیے مگر حق اسلام کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب فان تابوا واقاموا الصلاة واتوا الزكاة فخلو سبيلهم ج ۱ ص ۱۴ رقم: ۲۵ صحیح مسلم باب الامر بقتال الناس حتى يقولوا لا اله الا الله محمد رسول الله ج ۱ ص ۳۸ رقم: ۱۳۳ سنن الکبیری لبیہقی باب ما جلم فی قتال الضرب الثانی من اهل الردة بعد رسول الله ج ۱ ص ۱۴۴ رقم: ۱۴۴ سنن النسائی باب وجوب الجهاد ج ۱ ص ۶ رقم: ۱۴۴)

وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِلِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَاللَّهِ لَا أَقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقٌّ الْمَالِ، وَاللَّهُ لَوْ مَنَعُونِي عَقَالًا كَانُوا يُؤْذُونَهُ إِيَّايَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَقَاتَلْتَهُمْ عَلَى مَنْعِهِ، قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قَوْلُ اللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللَّهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حکم ہے۔ حتی کہ وہ کہیں لا الہ الا اللہ جب وہ یہ کہہ لیں تو انہوں نے اپنے مال اور خون کو محفوظ کر لیا مگر حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کریم کے ذمہ ہے۔ تو حضرت ابو بکر نے کہا اللہ کی قسم جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا۔ اس سے میں ضرور لڑوں گا۔ یقیناً زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم اگر مجھ سے ایک رسی بھی وہ روکیں گے جسے رسول اللہ ﷺ کی طرف ادا کرتے تھے۔ تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تو اللہ کی قسم مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ کریم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سینے کو جنگ کے لیے کھول دیا ہے تو میں نے پہچان لیا کہ یہی حق ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الاقتداء بسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱، ص ۱۲، رقم: ۲۸۸، صحیح مسلم، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ، ج ۱، ص ۳۸، رقم: ۱۳۳، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب من لا توخذ منه الجزیہ من اهل الاوثان، ج ۱، ص ۱۸۲، رقم: ۱۱۱۹، سنن ابوداؤد، باب وجوب الزکاة، ج ۲، ص ۱، رقم: ۱۵۵۸، سنن ترمذی، باب ما جاء امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ، ج ۲، ص ۳، رقم: ۲۹۰۰)

شرح حدیث: صدر الشریعہ، بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی (الکھوٹا ۱۳۶ھ) اس روایت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زری کلمہ گوئی اسلام کیلئے کافی نہیں، جب تک تمام ضروریات دین کا اقرار نہ کرے اور امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بحث کرنا اس وجہ سے تھا کہ ان کے علم میں پہلے یہ بات نہ تھی، کہ وہ فرضیت کے منکر ہیں یہ خیال تھا کہ زکوٰۃ دیتے نہیں اس کی وجہ سے گنہگار ہوئے، کافر تو نہ ہوئے کہ ان پر جہاد قائم کیا جائے، مگر جب معلوم ہو گیا تو فرماتے ہیں میں نے پہچان لیا کہ وہی حق ہے، جو (سیدنا) صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھا اور کیا۔ (بہار شریعت، ج ۱، حصہ ۵، ص ۸۷۰)

حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے ایسے عمل کی خبر دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے تو آپ نے فرمایا کہ تو اللہ کی عبادت اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور نماز قائم کر اور زکوٰۃ ادا کر اور صلہ رحمی کر۔

(1216) وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ، قَالَ: تَعْبُدُ اللَّهَ، وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

آدمی کی طرف دیکھ لے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب وجوب الزکاة، ج ۲ ص ۱۰۵، رقم: ۱۳۹۷، صحیح مسلم، باب بیان الایمان الذی یدخل بہ الجنة، ج ۱ ص ۲۲، رقم: ۱۱۱۱، الادب للبیہقی، باب المؤمن قل ما یخلو من البلاء لما یراد بہ من الخیر، ج ۱ ص ۲۲، رقم: ۲۸، مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، ج ۲ ص ۲۲، رقم: ۸۶۹۱)

شرح حدیث: صدقہ کیا ہوا مینڈھا

ایک بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں عالم شباب (یعنی جوانی) میں جہالت کی وجہ سے زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا میرے پاس کافی بھیڑ، بکریاں تھیں میں جن کی زکوٰۃ ادا نہ کرتا تھا۔ ایک دن کسی فقیر نے مجھ سے ضرورت و حاجت کی شکایت کی تو میں نے اسے ایک مینڈھا دے دیا، اس رات جب میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ میری تمام بھیڑ، بکریاں میری طرف آ کر مجھے سینگوں سے مار رہی ہیں اور میں رو رہا ہوں اور بھاگ بھی نہیں سکتا اور نہ وہاں کسی مدد کرنے والے کو پاتا ہوں اتنے میں وہی مینڈھا آ گیا جسے میں نے فقیر پر صدقہ کیا تھا وہ ان کو مجھ سے ہٹانے لگا جب بھی اس ریوڑ میں سے کوئی مینڈھا مجھے سینگ مارنے کے لئے بڑھتا تو وہ مینڈھا سامنے کھڑا ہو جاتا اور اسے سینگ مار مار کر مجھ سے دور کر دیتا لیکن چونکہ وہ زیادہ تھے اور یہ اکیلا، اس لئے وہ اس پر غالب آ جاتے قریب تھا کہ وہ مجھے ہلاک کر دیتے اسی حالت میں میری آنکھ کھل گئی اور خوف سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جا رہا تھا میں نے اسی وقت عزم کر لیا کہ اللہ عزوجل کی قسم! میں ضرور اس صدقہ کئے ہوئے مینڈھے میں اضافہ کر دوں گا۔ چنانچہ میں نے اپنے جانوروں میں سے دو تہائی صدقہ کر دیا اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے توبہ کر لی اور بے شک میں نے صدقہ نہ کی ہوئی بکریوں کی اپنے ساتھ عداوت اور صدقہ کی ہوئی بکریوں کا اپنے ساتھ عجیب معاملہ دیکھا۔ (کذا فی المغنی و مفزع القلب الخزون ص ۷۲)

(1218) وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالتَّضَعُّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ بھلائی کرنے پر بیعت کی۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب البیعة علی اقامہ الصلوٰۃ، ج ۱ ص ۱۱۱، رقم: ۵۲۳، صحیح مسلم، باب بیان أن الدین النصیحة، ج ۱ ص ۵۲، رقم: ۲۰۸، سنن الدارمی، باب فی النصیحة، ج ۲ ص ۲۲، رقم: ۲۵۲۰، المنتقى لابن الجارود، باب اول کتاب الزکاة، ص ۱۱، رقم: ۲۲۲، المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمہ جریر بن عبد اللہ البجلی، ج ۲ ص ۲۹۸، رقم: ۲۲۲۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے ایمان تقویٰ پر بھی بیعت لیتے تھے اور نیک اعمال پر بھی یعنی میری معرفت رب تعالیٰ سے یہ وعدہ کر دو کہ ہم نیک اعمال کریں گے گناہوں سے بچیں گے۔ بیعت کی بہت قسمیں ہیں یہاں بیعت اعمال مراد

ہے۔ بیعت کی اقسام ہماری کتاب شان حبیب الرحمن کے ضمیمہ میں ملاحظہ کرو۔ ایک بار حضرت جریر نے ایک شخص سے گھوڑا تین سو درہم میں خریدا سودا طے ہو جانے پر فرمایا کہ تیرا گھوڑا زیادہ قیمت کا ہے اچھا چار سو دوں گا پھر کہا نہیں پانچ سو دوں گا حتیٰ کہ آٹھ سو درہم تک بڑھا کر خرید لیا بائع حیران ہو کر بولا حضرت یہ کیا فرمایا میں نے حضور سے بیعت کی ہے ہر مسلمان کی خیر خواہی پر۔ یہ اس پر عمل ہے۔ (مرقات) (برائۃ المناجیح، ج ۶ ص ۷۷)

حضرت جریر کے حق میں دعا

حضرت جریر بن عبد اللہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے کی پیٹھ پر جم کر بیٹھ نہیں سکتے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ذوالاخصۃ کے بت خانہ کو توڑنے کے لئے بھیجنا چاہا تو انہوں نے یہی عذر پیش کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں گھوڑے پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ! اس کو گھوڑے پر ہم کر بیٹھنے کی قوت عطا فرما اور اس کو ہادی و مہدی بنا اس دعا کے بعد حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور قبیلہ احمس کے ایک سو پچاس سواروں کا لشکر لے کر گئے اور اس بت خانہ کو توڑ پھوڑ کر جلا ڈالا اور مزاحمت کرنے والے کفار کو بھی قتل کر ڈالا جب واپس آئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے اور قبیلہ احمس کے حق میں دعا فرمائی۔ (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل جریر بن عبد اللہ، الحدیث: ۷۶۷۷، ص ۱۳۴۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی سونے چاندی والے حق ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن سونے چاندی کے تختے بنا کر جہنم کی آگ سے گرم کر کے اس شخص کے پہلو پیشانی اور پیٹھ کو اس سے داغا جائے گا جب بھی وہ ٹھنڈے ہوں گے ان کو دوبارہ گرم کیا جائے گا۔ ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ حتیٰ کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا۔ پھر وہ اپنا راستہ جنت یا دوزخ کا دیکھ لے گا۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! پھر اونٹ تو فرمایا اور جو اونٹوں والا اس میں حق ادا نہیں کرتا اور اس کے حق میں سے ہے اس کو پانی پلانے کے دن اس کا دودھ دوہنا (ضرورت مندوں کو دینا) تو جب قیامت کے دن آئے گا تو ایک چٹیل میدان میں اس کو لٹا دیا جائے گا۔ اور ان

(1219) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ صَاحِبٍ ذَهَبٍ، وَلَا فِضَّةٍ، لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَاحٌ مِنْ نَارٍ، فَأُخِيَتْ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَيُكْوَى بِهَا جَنْبُهُ، وَجَبِينُهُ، وَظَهْرُهُ، كُلَّمَا بَرَدَتْ أُعِيدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتَّى يُقْضَى بَلَدُ الْعِبَادِ فَيُزَيَّ سَبِيلُهُ، إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَإِلَيْهِ؟ قَالَ: وَلَا صَاحِبَ إِبِلٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، وَمِنْ حَقِّهَا حَلْبُهَا يَوْمَ وَزْدِهَا، إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ بُطِّحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرَقَرٍ أَوْفَرَ مَا كَانَتْ، لَا يَفْقِدُ مِنْهَا فَصِيدًا وَاحِدًا، تَطْوُهُ بِأَخْفَافِهَا، وَتَعَضُّهُ بِأَفْوَاهِهَا.

كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا، رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا، فِي يَوْمٍ
كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتَّى يُقْضَى بَلَدُ
الْعِبَادِ، فَيَرْى سَبِيلَهُ، إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ
قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ؟ قَالَ: وَلَا
صَاحِبَ بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا، إِلَّا إِذَا
كَانَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ، يُطَحُّ لَهَا بِقَاعٌ قَرَقَرٌ، لَا يَفْقِدُ
مِنْهَا شَيْئًا، لَيْسَ فِيهَا عَقَصَاءٌ وَلَا جَلَحَاءٌ وَلَا
عَضْبَاءٌ، تَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا، وَتَكْوُؤُهُ بِأُظْلَافِهَا، كُلَّمَا
مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا، رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا، فِي يَوْمٍ كَانَ
مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَلَدُ الْعِبَادِ،
فَيَرْى سَبِيلَهُ، إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ قِيلَ: يَا
رَسُولَ اللَّهِ فَالْحَيْلُ؟ قَالَ: الْحَيْلُ ثَلَاثَةٌ: هِيَ لِرَجُلٍ
وِزْرٌ، وَهِيَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَهِيَ لِرَجُلٍ أَجْرٌ. فَأَمَّا الَّتِي
هِيَ لَهُ وَزْرٌ فَرَجُلٌ رِبَطَهَا رِيَاءً وَفُتْرًا وَنَوَاءً عَلَى أَهْلِ
الْإِسْلَامِ، فَهِيَ لَهُ وَزْرٌ، وَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ سِتْرٌ،
فَرَجُلٌ رَهَبَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللَّهِ
فِي ظُهُورِهَا، وَلَا رِقَابِهَا، فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ، وَأَمَّا الَّتِي هِيَ
لَهُ أَجْرٌ، فَرَجُلٌ رَهَبَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لِأَهْلِ
الْإِسْلَامِ فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ فَمَا أَكَلَتْ مِنْ ذَلِكَ
الْمَرْجِ أَوْ الرَّوْضَةِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا كُتِبَ لَهُ عَدَدُ مَا
أَكَلَتْ حَسَنَاتٍ وَكُتِبَ لَهُ عَدَدُ أَرْوَاحِهَا وَأَبْوَالِهَا
حَسَنَاتٍ، وَلَا تَقْطَعُ طَوْلَهَا فَاسْتَنْتَ شَرْفًا أَوْ
شَرْفَيْنِ إِلَّا كُتِبَ اللَّهُ لَهُ عَدَدُ أَثَارِهَا، وَأَرْوَاحِهَا
حَسَنَاتٍ، وَلَا مَرَّ بِهَا صَاحِبُهَا عَلَى نَهْرٍ، فَشَرِبَتْ
مِنْهُ، وَلَا يُرِيدُ أَنْ يَسْقِيَهَا إِلَّا كُتِبَ اللَّهُ لَهُ عَدَدُ مَا

اونٹوں میں سے کسی بچے کو بھی کم نہ پائے گا۔ اور یہ خوب
مولے تازے ہوں گے وہ اس کو پاؤں سے روندیں
گے اور منہ سے کاٹیں گے۔ جب اس پر ان کا پہلا
گزر جائے گا تو پچھلا لوٹا یا جائے گا۔ ایسے دن میں جس
کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ حتیٰ کہ بندوں کے
درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔ پھر یہ اپنا راستہ جنت یا جہنم
کی طرف دیکھ لے گا۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ تو گائے
اور بکریاں فرمایا جو گائے بکریوں کا مالک ان کا حق ادا
نہیں کرتا۔ تو جب قیامت کا دن ہوگا۔ ان کے لیے اس
کو کھلے میدان میں لٹا دیا جائے گا ان میں سے کوئی
غائب نہ ہوگا اور نہ ان میں کوئی مڑے سینگ والا اور نہ
بے سینگ والا اور نہ ٹوٹے سینگ والا جانور ہوگا۔ وہ اس
کو اپنے سینگوں سے ماردیں گے اور پاؤں سے روندیں
گے جب بھی پہلا گزرے گا تو اس پر آخری لوٹا یا جائے
گا۔ ایسے دن میں جس کو مقدار پچاس ہزار سال ہوگی۔
حتیٰ کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا تو وہ اپنا
راستہ جنت یا جہنم کی طرف دیکھ لے گا۔ عرض کیا گیا:
یا رسول اللہ تو گھوڑوں کے بارے میں فرمائیں ارشاد
فرمایا گھوڑے تین طرح کے ہیں۔ ایک آدمی کے لیے
یہ گناہ ہے اور ایک کے لیے آڑ اور ایک کے لیے ثواب
جس کے لیے گناہ ہے وہ وہ ہے جس کو ریاکاری، تکبر اور
اہل اسلام کی مخالفت کے لیے باندھتا ہے۔ اور جس کے
لیے آڑ ہے وہ وہ ہیں جن کو اللہ کی راہ میں باندھا پھر ان
کی پشتوں اور گردنوں میں اللہ کے حق کو نہ بھور تو یہ پردہ
ہے اور جس کا اجر و ثواب ہے وہ وہ ہے جس کو اہل اسلام

شَرِبَتْ حَسَنَاتٍ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَالْحُمْرُ، قَالَ: مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحُمْرِ شَيْئٌ إِلَّا هُدِيَ إِلَيَّ الْفَادَةُ الْجَامِعَةُ: (مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ) مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ.

کے لیے کسی باغ یا چراگاہ میں باندھے وہ اس چراگاہ یا
باغ میں سے کچھ بھی کھائے تو اس کے کھانے سے برابر
اس آدمی کو نیکیاں عطا فرمائے گا اور اس کے گوبروں اور
پیشابوں کی تعداد کے برابر اسے نیکیاں عطا ہوتی ہیں۔
اور وہ اپنی رسی تڑوا کر دوڑے ایک یا دو ٹیلے چڑھ جائے
تو اس کے قدموں اور گوبروں کی گنتی کے برابر اس شخص
کو اجر و ثواب عطا ہوتا ہے۔ اور اس کا مالک ان کو لے کر
کسی نہر کے پاس سے گزرے تو وہ اس سے پانی پی لے
حالانکہ اس کا ارادہ پانی پلانے کا نہ تھا۔ تو اس کے پینے کی
مقدار اس کے لیے اللہ تعالیٰ ثواب دیا ہے۔ عرض کیا
گیا: یا رسول اللہ گدھوں کے بارے میں فرمائیں۔
ارشاد فرمایا گدھوں کے بارے میں کوئی خاص حکم مجھ پر
نہیں اتارا گیا۔ صرف یہ اکیلی آیت جو جامع ہے تو جس
نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ
برابر گناہ کیا وہ اس کو بھی دیکھ لے گا۔ (متفق علیہ) یہ لفظ
مسلم کے ہیں۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب الخیل لثلاثة ج ۲۹ رقم: ۲۸۱۰ صحیح مسلم باب اثم مانع الزكاة ج ۳ ص ۷، رقم: ۲۳۲۶ السنن الکبری للبیہقی باب من رای فی الخیل صدقة ج ۳ ص ۱۱۹ رقم: ۶۶۸ مسند امام احمد بن حنبل مسند ابی هريرة رضي الله عنه ج ۲ ص ۲۸۲ رقم: ۸۹۶۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ حق سے مراد زکوٰۃ مفروضہ ہے کیونکہ فطرہ، قربانی یا حقوق العباد ادا کرنے پر وہ وعید نہیں جو یہاں مذکور

(اس سے داغ جائے گا) یعنی اس کا سونا چاندی اولاً سخت گرم پتر بنائے جائیں گے جو گرمی کی وجہ سے گویا آگ ہی ہوں گے پھر ان گرم پتروں کو اور بھی گرم کرنے کے لیے دوزخ کی آگ میں رکھ کر دھونکا جائے گا اس کی تشریح قرآن کریم میں یوں ہے **يَوْمَ يُخَنَّى عَلَيْهِمُ النَّارِ جَهَنَّمَ** لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آگ کے پترے نہیں ہوتے، نیز آگ کے

پتروں کو پھر آگ میں دھونکنا سمجھ میں نہیں آتا۔

(پہلو پیشانی اور پیٹھ) چونکہ یہ بخیل فقراء سے منہ موڑ لیتا تھا انہیں دیکھ کر پہلو پھیر کر چل دیتا تھا اس لیے ان دونوں مقام ہی پر داغ لگائے جائیں گے جیسے چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں کہ اس نے ان سے ہی چوری کی۔

یہ پترے جب بھی اس کا بدن داغ کر دوزخ میں پھر لائے جائیں گے تو تپا کر پھر اس کے بدن پر ہی لوٹائے جائیں گے بار بار گرم کر کے لگائے جائیں گے یہ داغا جانا قیامت کے دن، دن بھر ہوتا رہے گا لوگ اپنے حساب و کتاب میں مشغول ہوں گے اور یہ سزا بھگت رہا ہوگا بعد قیامت سزا جزا علیحدہ ہے اور اس تکلیف کی وجہ سے اسے یہ دن پچاس ہزار سال کا محسوس ہوگا نیک کاروں کو بقدر چار رکعت نماز۔

(پھر وہ اپنا راستہ جنت یا دوزخ کا دیکھ لے گا) یعنی بعد قیامت اپنا راستہ جنت یا دوزخ کا دیکھے یا دکھایا جائے۔ یری معروف ہے یا مجہول یعنی یہ عذاب تو زکوٰۃ نہ دینے کا ہوا اب اگر اور گناہ نہ ہوں یا ہوں تو رب تعالیٰ بخش دے تو جنت میں بھیج دے اور اگر نہ بخشے تو ان گناہوں کی سزا میں کچھ عرصہ کے لیے دوزخ میں بھیج دے اس جملہ کی یہ ہی توجیہ قوی ہے۔

(یا رسول اللہ! پھر اونٹ) یعنی سونے چاندی تو بخیل کو تپا کر لگائے جائیں گے اگر اونٹوں کی زکوٰۃ نہ دی ہو تو ان کی سزا کیا ہے اونٹ تو تپائے نہیں جاتے۔

عرب میں دستور تھا کہ اونٹوں کو ہفتہ میں ایک دو بار پانی پلانے کے لیے گھاٹ یا کنوئیں پر لے جاتے تھے، اس دن فقراء کا وہاں مجمع لگ جاتا تھا، اونٹ والے اونٹیاں دودھ کران فقراء اور مسافروں کو دودھ پلا دیتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ یہ دودھ پلانا بھی ان اونٹوں کا حق ہے۔ خیال رہے کہ جانوروں کی زکوٰۃ تو فرض ہے مگر یہ دودھ پلانا مستحب ہے اور مستحب چھوڑنے پر عذاب نہیں ہوتا لہذا آیا تو اس سے مضطر فقراء کو دودھ پلانا مراد ہے جن کی بھوک سے جان نکل رہی ہو یا پہلے یہ فرض تھا اب مستحب ہے جیسے تنگی کے زمانہ یعنی شروع اسلام میں قربانی کا گوشت صرف تین دن رکھنا جائز تھا۔ مرقات نے فرمایا اس جملہ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پیاسی اونٹیوں کو نہ دو، صرف گھاٹ پر لانے کے دن پانی پلا کر دو، یہ بھی خشک سالی کے زمانہ کے احکام میں سے ہے۔

(وہ اس کو پاؤں سے روندیں گے اور منہ سے کاٹیں گے) یعنی اس بخیل کی سزا یہ ہوگی کہ اسے ہموار میدان میں اونڈھا ڈال کر اس پر اس کے سارے اونٹوں کو گھمایا جائے گا، یہ سب بہت اونچے اور موٹے ہوں گے اسے اپنے پاؤں سے روندیں گے۔

(تو پچھلا لوٹا یا جائے) یعنی یہ روندنے والے اونٹ لمبی قطار میں نہ ہوں گے کہ اس پر یہ قطر روندتی گزر جائے اور اس کا چھٹکارا ہو جائے بلکہ گول دائرہ کی شکل میں حلقہ باندھے ہوں گے اور آخری اونٹ کے گزرنے پر پھر پہلا اونٹ اس

پر آجائے گا، اصل عبارت اس کے برعکس تھی یعنی آخری کا ذکر پہلے تھا اوئی کا بعد میں جیسا کہ مسلم کی بعض روایات میں ہے۔ مبالغہ کے لیے آخری کو اوئی فرما دیا گیا یعنی اس طرح لگا تار ہو کر اس پر گھومیں گے کہ گویا پچھلا اونٹ پہلا ہو جائے گا تاہم پہلا پچھلا، چونکہ اس کا بخل بھی دائمی تھا اس لیے یہ سزا بھی دائمی ہوئی، درمیان میں وقفہ نہ ہوا کہ اسے کچھ آرام مل جائے۔

(یا رسول اللہ تو گائے اور بکریاں) ان کا کیا حکم ہے جو شخص بقدر نصاب ان کا مالک ہو پھر ان کی زکوٰۃ نہ نکالے تو اس کی سزا کیا ہے۔

مِنْہَا میں من بمعنی اجل یا بمعنی لاسبے یعنی بکریوں کی وجہ سے جو زکوٰۃ فرض ہوئی وہ ادا نہ کرتا ہو لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ جانور کی زکوٰۃ میں جانور ہی دیا جائے بلکہ جانور کی قیمت بھی دے سکتے ہیں۔ (مرقات)

(وہ اس کو اپنے سینگوں سے مار دیں گے) یعنی اگرچہ دنیا میں اس کی بعض گائے بھینسیں ٹوٹے سینگ والی بھی تھیں اور بعض بالکل نبڑی مگر قیامت میں سب کے نوکیلے سینگ ہوں گے۔ خیال رہے کہ قیامت میں ہر چیز اپنے دنیاوی حالت پر اٹھے گی، رب تعالیٰ فرماتا: اَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ پھر بعد میں ان کے حالات بدلیں گے لہذا یہ جانور دنیا میں جیسے تھے ویسے ہی اٹھیں گے، بعد میں سب کو سینگ ملیں گے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

(اور پاؤں سے روندیں گے) عربی میں گائے بھینس کے کھر کو ظلف کہتے ہیں، جمع اظلاف۔ اور گھوڑے کی ٹاپ کو سمیعنی بخیل کے یہ جانور اسے سینگ بھی گھونپیں گے اور کھروں سے بھی روندیں گے۔ غرض کہ قربانی کے جانور پر سختی خود سوار ہوگا اور بے زکوٰۃ جانور بخیل پر سواری کریں گے جیسے اچھے معدے والا جو بقدر ضرورت کھانا کھائے تو وہ کھانے پر سوار ہوتا ہے اور زیادہ کھا جانے والے پر کھانا سوار ہو جاتا ہے جسے یہ اٹھائے پھرتا ہے۔

(ایسے دن میں جس کو مقدار پچاس ہزار سال ہوگی) اس کی شرح پہلے گزر چکی یعنی قیامت کے دن دوران حساب میں تمام مخلوق تو حساب و کتاب دیتی ہوگی مگر یہ بخیل اس عذاب میں مبتلا ہوگا۔

(یا رسول اللہ تو گھوڑوں کے بارے میں فرمائیں) خیال رہے کہ احناف کے نزدیک سائے گھوڑوں میں بھی زکوٰۃ فرض ہے، شوافع کے ہاں نہیں لہذا ہمارے ہاں اس جواب کا مقصد یہ ہے کہ گھوڑے میں علاوہ زکوٰۃ کے اور بھی پابندیاں ہیں جو آگے مذکور ہیں یعنی ان میں فقط زکوٰۃ کا سوال نہ کر دبلکہ غیر سائے یعنی گھر کھانے والا گھوڑا سواری کے لیے بھی ہو جس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اس کا بھی یہ حکم ہے اور اگر گھوڑے میں زکوٰۃ فرض نہ ہوتی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خیر گدھوں کی طرح یہاں بھی فرمادیتے کہ ان کے متعلق مجھ پر کوئی خاص حکم نہیں آیا لہذا اس حدیث سے شوافع یہ دلیل نہیں پکڑ سکتے کہ گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب بطریق حکیمانہ ہے جیسے صحابہ کرام نے سوال کیا تھا کہ ہم کیا خیرات کریں تو رب تعالیٰ نے جواب دیا فلاں فلاں جگہ خیرات کرو۔ (قرآن کریم) یعنی جواب سوال کے مطابق نہیں بلکہ

سائل کے حال کے مطابق ہے۔

(ایک کے لیے آڑ) یعنی پالتو گھوڑا جو تجارت کے لیے نہ ہو وہ کسی کے لیے ثواب کا باعث ہے اور کسی کے لیے نہ ثواب نہ عذاب یا ایک ہی گھوڑا ایک ہی شخص کے لیے اس کی نیت کے اعتبار سے کبھی ثواب ہے کبھی عذاب اور کبھی کچھ نہیں، جیسی نیت ویسا پھل یہی حکم عمارتیں بنانے اعلیٰ لباس پہننے کا ہے۔

(جس کو ریاکاری تکبر) یعنی جو گھوڑا اس نیت سے رکھے کہ لوگوں پر میری بڑائی ظاہر ہو، دوسرے مسلمان میرے سامنے ذلیل و خوار نظر آئیں اور اگر کسی مسلمان سے میری لڑائی ہو جائے تو اس گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے خلاف جنگ کروں، چوری ڈکیتی اسی کے ذریعہ کروں جیسا کہ عام نمبردار چوہدری اور چور، ڈاکو گھوڑے اسی لیے رکھتے ہیں ان کے لیے گھوڑا رکھنا سخت عذاب کا باعث ہے۔

(جن کو اللہ کی راہ میں باندھا پھر ان کی پشتوں اور گردنوں میں اللہ کے حق کو نہ بھولا) یہاں اللہ کی راہ سے مراد جہاد نہیں یہ تو تیسری قسم میں آئے گا بلکہ اللہ کی راہ سے مراد اپنی دنیاوی ضرورتیں پوری کرنا ہے کیونکہ مسلمان کا دنیا کمانا بھی سبیل اللہ ہے یا تجارت کے لیے پالنا مراد ہے کہ تجارت بھی سبیل اللہ ہے دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔

(جس کو اہل اسلام کے لیے) اس طرح کہ ضرورت کے وقت کسی مسلمان بھائی کو چند روز کے لیے عاریہ گھوڑا دے دے جس سے وہ اپنا کام نکال لے یا کسی کی گھوڑی پر اپنا گھوڑا بلا معاوضہ چھوڑ دے کہ اس میں مسلمان بھائی کا کام نکالنا ہے۔ خیال رہے کہ نہ گھوڑے، بیل، بھینے اور بکرے کا اجرت لے کر مادہ پر چھوڑنا منع ہے وہ اجرت ناجائز ہے جیسا کہ آئندہ آئے گا۔

گھوڑے کی پیٹھ کا حق تو وہ تھا جو اوپر ذکر ہوا، اس کی گردن کا حق یہ ہے کہ اگر تجارت کے لیے ہو تو اس کی قیمت میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ دے فی سینکڑہ ڈھائی روپے، یہ جملہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ سائمه اور تجارتی گھوڑے میں زکوٰۃ ہے جسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کی گردن کا حق فرمایا، دوسرے حقوق تو اس کی پیٹھ کے حق میں آگئے تھے۔ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ مؤمن پر اس کے گھوڑے اور غلام میں صدق نہیں وہاں گھوڑے سے مراد یا تو غازی کا گھوڑا ہے یا وہ گھوڑا جو گھر میں گھاس چارہ کھاتا ہو۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق لمعات شرح مشکوٰۃ میں ملاحظہ کریں۔ خیال رہے کہ صرف گھوڑوں یا صرف گھوڑیوں میں زکوٰۃ نہیں بلکہ مخلوط میں زکوٰۃ ہے کہ یا تو ہر گھوڑے سے ایک دینار (اشرفی) دیدے یا اس کی قیمت لگا کر ہر ستادین روپے سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکال دے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما کو جو خط لکھا تھا اس میں یہ تھا کہ گھوڑے والوں کو یہ اختیار دو۔ (ہدایہ، کفایہ وغیرہ)

یعنی آج اس کے اور لوگوں کی حاجت کے درمیان پردہ ہیں کل قیامت میں اس کے اور آگ کے درمیان پردہ ہوں گے یہ کلمہ دونوں کو شامل ہے۔

جہاد کی نیت سے بغرض ثواب گھوڑا پالے، چونکہ جہاد کا نفع مسلمانوں کو پہنچتا ہے اس لیے داخل فی سبیل اللہ ہی فرمایا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبادات میں بندگان خدا کی خدمت کی نیت کرنا عبادت کو ناقص نہیں کرتا بلکہ اسے کامل تر کر دیتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی صریح آیت سے ثابت ہے۔ عربی میں مرج اس وسیع میدان کو کہتے ہیں جس میں گھاس چارہ وغیرہ بکثرت ہو۔

(اس کے گوبروں اور پیشابوں کی تعداد کے برابر اسے نیکیاں عطا ہوتی ہیں) کیونکہ اس کھانے اور پیشاب ولید وغیرہ نے ان گھوڑوں کی بقاء ہے اور جیسے نیکی کے اسباب جمع کرنا عبادت ہے ایسے ہی ان کی حفاظت بھی عبادت ہے، نیز یہ چارہ وہ گھاس مالک نے اپنے مال سے کھلایا اور یہ ولید پیشاب اس چارہ سے بنا۔ معلوم ہوا کہ نیکی متغیر ہونے کے بعد بھی نیکی ہی رہتی ہیں۔

(اس کے پینے کی مقدار اس کے لیے اللہ تعالیٰ ثواب دیا ہے) یہ گھوڑے کیل سے بندھے ہوئے جو حرکت کریں یا کھائیں پئیں وہ تو اس مالک کے لیے نیکیاں ہیں ہی، اگر مالک کے بغیر ارادہ رسی کو توڑا کر بھاگ جائیں اور اس حالت میں زمین پر ان کے قدم پڑیں یا وہ ولید پیشاب کریں تب بھی مالک کو ثواب ہے۔ خیال رہے کہ ثواب کے لیے اگرچہ نیت ضروری ہے مگر ہر آن نئی نیت لازم نہیں، مسجد بنانے والا مر بھی جائے تو اسے قبر میں ثواب پہنچتا رہتا ہے بناتے وقت کی نیت قیامت تک کام آتی ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ اَشَاءُ الْاَعْمَالُ بِالْاِنْتِیَاسِ خیال رہے کہ ولید و پیشاب کا ذکر فرمانے میں اس جانب اشارہ ہے کہ جب آلہ جہاد یعنی گھوڑوں کی گندی چیزیں بھی ثواب میں شامل ہو جاتی ہیں تو اصل گھوڑے کا کیا پوچھنا اور پھر مالک کے درجہ کا کیا کہنا، گھوڑا صرف مثال کے لیے ہے اب گولی، بارود، بندوق، توپ، ہوائی جہاز اور راکٹ جو جہاد کے لیے ہوں سب کا یہ ہی حکم ہے۔ یعنی یہ سب کام کرتا ہے گھوڑا اور نیکیاں پاتا ہے اس کا مالک اگرچہ مالک نے ارادہ بھی نہ کیا ہو اس کی وجہ بھی بیان ہو چکی۔

(گدھوں کے بارے میں کوئی خاص حکم مجھ پر نہیں اتارا گیا) یعنی گدھوں میں زکوٰۃ واجب نہیں بلکہ ایک قعدہ کلیہ کے ماتحت ان میں ثواب ہے کہ اگر گدھے، خیر وغیرہ نیک نیتی سے پالے گئے تو ان میں ثواب ہے اور اگر بدنیتی سے پالے گئے تو عذاب اور اگر دنیوی کاروبار کے لیے ہیں تو نہ ثواب نہ عذاب، چونکہ اس آیت کے الفاظ تھوڑے ہیں اور مضامین و احکام بہت زیادہ اس سے جامعہ فرمایا گیا اور چونکہ اس مضمون کی یہ ایک ہی بے مثال آیت ہے اس لیے اسے فذۃ فرمایا گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ ہے، گدھوں اور خجروں میں نہیں جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، ہاں اگر گدھے و خیر تجارتی ہیں تو ان میں زکوٰۃ تجارت ہوگی۔ (برائۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲)

74- بَابُ وَجُوبِ صَوْمِ رَمَضَانَ وَبَيَانِ

فَضْلِ الصِّيَامِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ

رمضان کے روزوں کی فرضیت

فضیلت اور اس کے مسائل کا بیان

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ) (البقرة: ۱۸۳)۔

شرح: حضرت صدرالافاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت میں روزوں کی فرضیت کا بیان ہے روزہ شرع میں اس کا نام ہے کہ مسلمان خواہ مرد ہو یا حیض یا نفاس سے خالی عورت صبح صادق سے غروب آفتاب تک بہ نیت عبادت خوردونوش و مجامعت ترک کرے (عالمگیری وغیرہ) رمضان کے روزے ۱۰ شعبان ۲ھ کو فرض کئے گئے (درمختار و خازن) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ روزے عبادت قدیرہ ہیں۔ زمانہ آدم علیہ السلام سے تمام شریعتوں میں فرض ہوتے چلے آئے اگرچہ ایام و احکام مختلف تھے مگر اصل روزے سب امتوں پر لازم رہے (خزائن العرفان)

إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى: (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ) (البقرة: 183-185)۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک کہ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اور اس لئے کہ تم گنہگار ہو۔

شرح: حضرت صدرالافاضل سیدنا مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

اس کے معنی میں مفسرین کے چند اقوال ہیں۔

- (۱) یہ کہ رمضان وہ ہے جس کی شان و شرافت میں قرآن پاک نازل ہوا۔
- (۲) یہ کہ قرآن کریم میں نزول کی ابتداء رمضان میں ہوئی۔
- (۳) یہ کہ قرآن کریم بتمامہ رمضان المبارک کی شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا اور بیت العزت میں رہا یہ اسی آسمان پر ایک مقام ہے یہاں سے وقتاً فوقتاً حسب اقتضائے حکمت جتنا جتنا منظور الہی ہوا جبریل امین لاتے رہے یہ نزول تیس سال کے عرصہ میں پورا ہوا۔ (خزائن العرفان)

وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ فَقَدْ تَقَدَّمَتْ فِي الْبَابِ
الَّذِي قَبْلَهُ

(1220) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ
اللَّهُ - عَزَّوَجَلَّ -: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا
الصِّيَامَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ،
فَإِذَا كَانَ يَوْمٌ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَزِفُّ وَلَا
يَضَعُبُ فَإِنْ سَابَهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي
صَائِمٌ. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفٌ فَمِ
الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ.
لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَإِذَا
لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهَذَا لَفْظُ
رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ. وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: يَتْرُكُ طَعَامَهُ
وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِ الصِّيَامِ لِي وَأَنَا أَجْزِي
بِهِ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا.

احادیث پچھلے باب میں گزر چکی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ ابن آدم کا ہر
عمل اس کے لیے ہے سوائے روزہ کے کیونکہ روزہ
میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ روزہ
ڈھال ہے تو جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو وہ نہ بے
حیائی کی بات کرے اور نہ تشدد کرے۔ تو اس کو اگر کوئی
گالی دے یا لڑائی کرے تو کہہ دے کہ میں تو روزہ دار
ہوں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ (جان
ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بوالہ کے نزدیک ستوری کی
خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں
ہیں جو اسے خوش کرتی ہیں۔ ایک خوشی اس کے افطار کے
وقت اور ایک خوشی اس کی رب کی ملاقات کے وقت
(متفق علیہ) یہ الفاظ حدیث بخاری کے ہیں۔ اور ان کی
ایک اور روایت میں ہے کہ وہ اپنے کھانے اور پینے کو
میری رضا کے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ میرے لیے ہی ہے
اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور ہر نیکی کا بدلہ دس گنا تک
ملا ہے۔

— اور مسلم کی روایت یہ ہے کہ ابن آدم کے ہر بھسے
کام کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا
جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سوائے روزہ کے کیونکہ
وہ تو میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ وہ
اپنے کھانے اور شہوت کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے۔
روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور

وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ
يُضَاعَفُ، الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَّا سَبْعَ عِمَّةٍ
ضِعْفٍ. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا
أَجْزِي بِهِ، يَدْعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِ
لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرَحُهُ عِنْدَ فِطْرِهِ، وَفَرَحُهُ عِنْدَ
لِقَاءِ رَبِّهِ. وَلَخُلُوفٌ فِيهِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ

ایک اس کی رب سے ملاقات کے وقت اور اس کی منہ کی
بواللہ کریم کے نزدیک یقیناً کستوری کی خوشبو سے عمدہ

الْبُسْكُ.

ہے۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب هل يقوم الى صائمه اذا شتم، ج ۳، ص ۲۶، رقم: ۱۹۱۳، صحیح مسلم، باب فضل الصيام، ج ۲، ص ۱۵۴، رقم: ۲۶۹۲، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الصائم يلاذ صيامه عن اللغو والبشامة، ج ۳، ص ۲۴۰، رقم: ۸۵۹۹، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۲۴۲، رقم: ۶۶۴۹، مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما يؤمر به الصائم من قلة الكلام وتولي الكذب، ج ۲، ص ۲۴۱، رقم: ۸۸۴۹)

شرح حدیث: روزے کا ثواب دیدار الہی عزّ و جلّ ہے

حضرت سیدنا ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرتبہ گرمیوں میں روزہ رکھا پھر سو گئے۔ خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا: اے ابوسلیمان دارانی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! کیا آپ آج کے روزے کا ثواب ایک ہزار دینار کے عوض بیچتے ہیں؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواباً فرمایا: میرے رب عزّ و جلّ کی عزت کی قسم! میں نہیں بیچتا۔ پھر پوچھا گیا: کس چیز کے عوض بیچیں گے؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: میں یہ ثواب دنیا و مافیہا (یعنی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے) کے بدلے بھی نہیں بیچتا۔ البتہ! اپنے مولیٰ عزّ و جلّ کے دیدار کے عوض بیچ دوں گا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا گیا: پھر روزہ رکھئے! اِنْ شَاءَ اللہ عزّ و جلّ! عنقریب آپ اپنے رب عزّ و جلّ کا دیدار کریں گے۔

اللہ عزّ و جلّ نے آسمانی کتابوں میں ارشاد فرمایا: اے میرے بندے! میری ملاقات کے لئے تیار ہو جا، عنقریب تو مجھ سے ملے گا۔ اور میری بندگی بجالا کیونکہ میں ہی تیرا مالک ہوں، وہ شخص مجھے کس آنکھ سے دیکھے گا جس نے میری نافرمانی کی؟ یا وہ شخص کس منہ سے ملے گا جو میری عظمتِ شان کو بھول چکا ہے؟ وہ بندہ خسارے میں ہے جسے میں اپنے دیدار سے محروم کر دوں گا۔ جب سچائی کے پیکر میرے قریب ہوں گے اور بد بخت میری بارگاہ سے دھتکار دیئے جائیں گے، پھر میں حجاب اٹھا کر ان پر ہیزگاروں پر تجلی فرماؤں گا جو مجھے محبوب رکھتے ہیں۔ اے میرے بندے! میرے دروازے پر کھڑا ہو جا کہ میں کریم ہوں اور میری پناہ مانگ کہ میرا راستہ ہی سیدھا ہے۔ (الزّورنّ الفائق فی التّواضع والذّکاء، ۹۳)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کیا۔ اسے جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا۔ اے اللہ کے بندے یہ زیادہ اچھا ہے تو جو نماز والوں سے ہوگا اس کو دروازہ نماز سے پکارا جائے گا اور جو جہاد وال ہوگا اس کو

(1221) وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ نُودِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، يَا عَبْدَ اللَّهِ هَذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ.

وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرِّيَّانِ
وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ
قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: يَا أَبَى أَنْتَ وَأَقْبَى يَا
رَسُولَ اللَّهِ! مَا عَلَى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ
ضُرُورَةٍ، فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا؟
فَقَالَ: نَعَمْ، وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ مُتَّفَقٍ عَلَيْهِ.

جہاد کے دروازوں سے پکارا جائے گا اور جو روزہ داروں
سے ہوگا اسے ریان دروازے سے بلایا جائے گا۔ اور
جو صدقہ والوں سے ہوگا اس کو صدقہ کے دروازے سے
پکارا جائے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے عرض کیا:
یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اس
کو اس کی ضرورت نہیں کہ کس کو ان سب دروازوں سے
بلایا جائے گا۔ لیکن کوئی ایسا ہوگا جس کو ان سب
دروازوں سے آواز دی جائے۔ تو آپ نے فرمایا: ہاں
اور مجھے امید ہے کہ تو ان میں سے ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب الریان للصائمین ج ۲ ص ۲۵ رقم: ۱۸۹۷ صحیح مسلم، باب من جمع الصدقة واعمال
البر ج ۲ ص ۱۱ رقم: ۲۳۱۸ السنن الکبریٰ للبیہقی، باب فضل النطق فی سبیل اللہ ج ۱ ص ۱۷۱ رقم: ۱۱۰۳۲ سنن ترمذی، باب فی
مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما ج ۱ ص ۶۱۳ رقم: ۳۶۴۲ سنن النسائی، الکبریٰ، باب وجوب الزکاة ج ۲ ص ۹ رقم: ۲۲۱۱۱)
شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(کسی چیز کا جو خیرات کرے) یعنی ایک جنس کی دو چیزیں جیسے دو پیسے دو روپے دو کپڑے دو روٹیاں وغیرہ۔ لفظ
زوج دو کے مجموعہ کو بھی کہتے ہیں اور دو میں سے ہر ایک کو بھی جیسے خاوند بیوی کو زوجین کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہیں: مِنْ
كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ۔ اور ممکن ہے کہ زوجین سے مراد بار بار صدقہ یا دن رات میں صدقہ یا غلامیہ اور خفیہ صدقہ مراد
ہو۔ مرقات نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ صدقہ سے ساری نیکیاں مراد ہوں دو روزے دو رکعت نماز وغیرہ کیونکہ فقیر کے لیے نقلی
نماز و روزہ ایسا ہے جیسے امیر کے لیے خیرات۔

(جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا) یعنی باب الصدقہ سے یہاں احد پوشیدہ ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں
کہ صرف صدقہ کی وجہ سے جہاد وغیرہ کے دروازوں سے کیوں بلایا گیا۔ (مرقات) اور ہو سکتا ہے کہ بہت زیادہ خیرات
کرنے والے کو ہر دروازہ سے جانے کا حق ہو اظہار عزت کے لیے۔

(وہ دروازہ ریان سے بلایا جائے گا) یعنی جس پر جو عبادت غالب ہوگی وہ جنت کے اسی دروازے سے جائے
گا۔ عبادت کے غائب ہونے سے مراد نوافل کی زیادتی ہے مثلاً جو شخص نماز فقط فرض و واجب ہی ادا کرتا ہے مگر جہاد کا بہت
شوقین ہے ہمیشہ جہاد یا اس کی تیاری میں مشغول رہتا ہے تو وہ جہاد کے راستے سے جنت میں جائے گا۔ ریان رٹی سے بنا
جس کے معنی ہیں سرسبزی، سیرانی اور شادابی، چونکہ روزہ دار دنیا میں بحالت روزہ خشک لب، تشنہ دہن رہا اس لیے اس کے
واسطے ایسا دروازہ تجویز ہوا جو تشنہ لبی کا عوض ہو جائے۔

(کوئی تمام دروازوں سے بلایا جائے) یعنی جنت میں داخلے کے لیے ایک دروازہ سے بلایا جاتا ہی کافی ہے ہر طرف سے پکار پڑنے کی ضرورت نہیں مگر اس پکار میں اس کی عزت افزائی ضرور ہے کہ ہر دروازہ کے دربان چاہیں کہ یہ جنتی ہمارے دروازے سے جائے اور ہمیں شرف خدمت نصیب ہو۔ اس جملہ میں مَنَافِیہ ہے اور مِّنْ فَزْوَذَةٍ کی مِّنْ زَائِدہ اور فَزْوَذَةٌ مَّا کَا سَم، اَعْلٰی مِّنْ دُعٰی الْخ اس کی خبر۔

(مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو) یعنی جو شخص ساری عبادات میں اول نمبر ہو گا وہ ان سارے دروازوں سے بلایا جائے گا کہ ہر طرف اس کے نام کی دھوم مچ جائے گی اور چونکہ اسے صدیق تم ساری ہی نیکیوں میں طاق ہو لہذا تم بھی ان ہی میں سے ہو گے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم و عمل میں بعد انبیاء ساری خلق سے افضل ہیں کہ رب تعالیٰ نے انہیں اُنَّیٰ فرمایا یعنی بڑا ہی پرہیزگار وَ سَيُجَنَّبُهَا الَّذِیْ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں صدیق اکبر کو امام بنایا، امام بڑے عالم ہی کو بنایا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عام نیکیوں میں سب سے بڑھ کر ہیں اور رب تعالیٰ نے بعض خاص نیکیاں آپ کو ایسی عطا فرمائیں جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر غار ثور تک لے جانا، اپنے زانو پر سلانا، اپنے کو سانپ سے کٹوانا وغیرہ۔ جب قرآن کریم کی رحل باقی لکڑیوں سے افضل ہے تو جس کا زانو قرآن کریم والے کی رحل بنے وہ تمام خلق سے افضل ہوگا۔ دوسرے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے ہر دنیوی اخروی حال سے واقف ہیں حتیٰ کہ جانتے ہیں کون جنت میں کہاں جائیگا اور کس دروازہ سے جائے گا، صحابہ کا یہی عقیدہ تھا اور نہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیوں پوچھتے۔ خیال رہے کہ کریموں کا امید دلانا یقین کے لیے ہوتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُونَ۔ الفاظ حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایسے خوش نصیب لوگ بہت ہوں گے جن کے ناموں کی پکار جنت کے تمام دروازوں پر پڑے گی، اس جماعت کے امیر صدیق اکبر ہوں گے رضی اللہ عنہ۔

(مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۱۶)

حضرت اہل بن سعد رحمہ اللہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے اس سے قیامت کے دن روزہ دار داخل ہوں گے۔ اس سے ان کے سوا کوئی نہ جائے گا کہا جائے گا کہاں ہیں روزہ دار پس وہ کھڑے ہوں گے اور اس سے ان کے علاوہ کوئی نہ داخل ہوگا جب وہ داخل ہو جائیں گے تو بند کر دیا جائے گا پھر اس سے کوئی اور نہ

(1222) وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ
بَابًا يُقَالُ لَهُ: الرِّيَّانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ
الْقِيَمَةِ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، يُقَالُ: آيَنَ
الصَّائِمُونَ؟ فَيَقُومُونَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ،
فَإِذَا دَخَلُوا أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ مُتَّفَقٌ
عَلَيْهِ

داخل ہوگا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الریان للصائمین ج ۲ ص ۲۵ رقم: ۱۸۹۶ صحیح مسلم: باب فضل الصیام ج ۲ ص ۱۵۸ رقم: ۲۴۹۶ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب فی فضل شهر رمضان وفضل الصیام ج ۲ ص ۲۰۵ رقم: ۸۴۴۳ مسند امام احمد بن حنبل: حدیث ابی مالک سہل بن سعد ج ۵ ص ۳۳۲ رقم: ۲۲۸۴۰ مسند عبد بن حمید: مسند سہل بن سعد الساعدی ص ۱۶۸ رقم: ۲۵۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یا اس طرح کہ جنت میں آٹھ طبقے ہیں ہر طبقہ کا ایک دروازہ یا اس طرح کہ جنت کی پہلی ہی دیوار میں آٹھ دروازے ہیں تاکہ ہر قسم کے نیک لوگ اپنے اپنے الگ دروازے سے داخل ہوں۔

ریان بروزن فعلان رٹی سے بنا، بمعنی تروتازگی، سیرابی و سبزی۔ چونکہ روزہ دار روزوں میں بھوکے پیاسے رہتے تھے اور بمقابلہ بھوک کے پیاس کی زیادہ تکلیف اٹھاتے تھے اس لیے ان کے داخلے کے لیے وہ دروازہ منتخب ہوا جہاں پانی کی نہریں بے حساب، سبزہ، پھل فروٹ اور سیرابی ہے، اس کا حسن آج نہ ہمارے وہم و گمان میں آسکتا ہے نہ بیان میں ان شاء اللہ دیکھ کر ہی پتہ لگے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزہ چور اور روزہ توڑ مسلمان اگر چہ رحمت خداوندی اور شفاعت مصطفویٰ کی برکت سے بخش بھی دیئے جائیں اور جنت میں داخل بھی ہو جائیں مگر اس دروازے سے نہیں جاسکتے کہ یہ دروازہ تو روزہ داروں کے لیے مخصوص ہے۔ (بزاۃ النایج، ج ۳ ص ۱۸۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بندہ اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ

رکھتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ اس کے چہرہ کو آگ

سے ستر برس دور کر دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

(1223) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: مَا مِنْ عَبْدٍ يَصُومُ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا

بَاعَدَ اللَّهُ بِذَلِكَ الْيَوْمِ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ

خَرِيفًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب فضل الصوم فی سبیل اللہ ج ۲ ص ۲۶ رقم: ۲۸۷۰ صحیح مسلم: باب فضل

الصیام ج ۲ ص ۱۵۸ رقم: ۲۴۹۶ صحیح ابن خزمہ: باب فضل الصوم فی سبیل اللہ ج ۳ ص ۲۹۴ رقم: ۲۱۱۲ مسند عبد بن حمید: من

مسند ابی سعید الخدری ص ۳۰۱ رقم: ۹۴۴ سنن الدارمی: باب من صام یومًا فی سبیل اللہ عزوجل ج ۲ ص ۲۶ رقم: ۲۲۹۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

عربی میں خریف موسم خزاں کو کہتے ہیں، چونکہ اہل عرب اپنے کاروبار میں اس موسم سے سال شروع کرتے ہیں اس

لیے اس سے پورا سال بھی مراد لے لیتے ہیں وہی یہاں مراد ہے اور حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے۔ روزے سے نفسی روزہ

مراد ہے اسی لیے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث نقلی روزے کے باب میں لائے یعنی بندہ مسلم اگر ایک نقلی روزہ رکھے اور اللہ قبول

کرے تو روزِ خ میں جانا تو کیا وہ روزِ خ سے قریب بھی نہ ہوگا اور وہاں کی ہوا بھی نہ پائے گا۔ (بزاۃ الناجح، ج ۳ ص ۲۸۱)

(1224) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ماہِ رمضان کے روزے ایمان اور ثواب کی امید سے رکھے اس کے تمام گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب صوم رمضان احتساباً من الایمان ج ۱ ص ۱۱ رقم: ۱۸۱۴ صحیح مسلم: باب الترغیب فی قیام رمضان وهو التراویح ج ۱ ص ۱۴۴ رقم: ۱۸۱۴ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب فی فضل شهر رمضان وفضل الصیام ج ۳ ص ۲۰۳ رقم: ۸۶۶۱ المستدرک لابن الجارود: باب الصیام ص ۱۰۸ رقم: ۴۰۴۰ سنن ابوداؤد: باب فی قیام شهر رمضان ج ۱ ص ۵۲ رقم: ۱۲۴۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

احتساب حسب سے بنا، بمعنی گمان کرنا اور سمجھنا، احتساب کے معنی ہیں ثواب طلب کرنا یعنی جس روزہ کے ساتھ ایمان اور اخلاص جمع ہو جائیں اسکا نفع تو بے شمار ہے۔ دفع ضرر پہ تہ ہے کہ اس کے سارے صغیرہ گناہ، حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہندوؤں کے برت (روزہ) اور کافروں کے اپنے دینی روزوں کا کوئی ثواب نہیں کہ وہاں ایمان نہیں اور جو شخص بیماری کے علاج کے لیے روزہ رکھے نہ کہ طلب ثواب کے لیے تو کوئی ثواب نہیں کہ وہاں احتساب نہیں۔

مرقات نے فرمایا کہ ان جیسے نیک اعمال سے گناہ صغیرہ تو معاف ہو جاتے ہیں اور گناہ کبیرہ صغیرہ بن جاتے ہیں اور بے گناہوں کے درجات بڑھ جاتے ہیں لہذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رمضان میں روزوں کی برکت سے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں اور تراویح کی برکت سے گناہ کبیرہ ہلکے پڑ جاتے ہیں اور شب قدر کی عبادت کی برکت سے درجے بڑھ جاتے ہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب روزوں سے گناہ معاف ہو گئے تو پھر تراویح اور شب قدر کی عبادت سے کیا ہوگا۔ (بزاۃ الناجح، ج ۳ ص ۱۸۲)

(1225) وَعَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ، فَتَبَحَّتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَغُلِقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ، وَصَفِدَتِ الشَّيَاطِينُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رمضان آتا ہے۔ تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور آگ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب صفة ابلیس وجنودہ ج ۳ ص ۱۱۳ رقم: ۲۱۰۳ صحیح مسلم: باب فضل شهر

رمضان: ج ۳ ص ۱۲۱: رقم: ۲۵۲۷ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب ما روى في كراهية قول القائل جاء رمضان وذهب رمضان
ج ۳ ص ۱۲۲: رقم: ۸۱۶۰ السنن الدارمی: باب في فضل شهر رمضان: ج ۲ ص ۳۱: رقم: ۵۵۷۷ السنن الکبریٰ: باب فضل شهر
رمضان: ج ۲ ص ۱۶۲: رقم: ۱۲۰۷

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

رمضان رمض سے بنا بمعنی گرمی یا گرم، چونکہ بھٹی گندے لوہے کو صاف کرتی ہے اور صاف لوہے کو پرزہ بنا کر قیمتی
کر دیتی ہے اور سونے کو محبوب کے پہننے کے لائق بنا دیتی ہے اسی طرح روزہ گنہگاروں کے گناہ معاف کراتا ہے، نیک کار
کے درجے بڑھاتا ہے اور ابرار کا قرب الہی زیادہ کرتا ہے اس لیے اسے رمضان کہتے ہیں، نیز یہ اللہ کی
رحمت، محبت، ضمان، امان اور نور لے کر آتا ہے اس لیے رمضان کہلاتا ہے۔ خیال رہے کہ رمضان یہ پانچ ہی نعمتیں لاتا ہے
اور پانچ ہی عبادتیں: روز، تراویح، اعتکاف، شب قدر میں عبادات اور تلاوت قرآن، اسی مہینہ میں قرآن کریم اترتا اور اسی
مہینہ کا نام قرآن شریف میں لیا گیا ماہ رمضان کے تفصیل وار فضائل ہماری کتاب ”تفسیر نعیمی“ جلد دوم میں دیکھو۔

حق یہ ہے کہ ماہ رمضان میں آسمانوں کے دروازے بھی کھلتے ہیں جن سے اللہ کی خاص رحمتیں زمین پر اترتی ہیں اور
جنتوں کے دروازے بھی جس کی وجہ سے جنت والے حور و غلمان کو خبر ہو جاتی ہے کہ دنیا میں رمضان آگیا اور وہ روزہ داروں
کے لیے دعاؤں میں مشغول ہو جاتے ہیں حدیث اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

(دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں) یہ جملہ بھی اپنے ظاہری معنی پر ہی ہے کہ ماہ رمضان میں واقعی دوزخ کے
دروازے بند ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس مہینہ میں گنہگاروں بلکہ کافروں کی قبروں پر بھی دوزخ کی گرمی نہیں پہنچتی۔ وہ
جو مسلمانوں میں مشہور ہے کہ رمضان میں عذاب قبر نہیں ہوتا اس کا یہی مطلب ہے اور حقیقت میں ابلیس مع اپنی ذریعوں
کے قید کر دیا جاتا ہے۔ اس مہینہ میں جو کوئی بھی گناہ کرتا ہے وہ اپنے نفس امارہ کی شرارت سے کرتا ہے نہ کہ شیطان کے
بہکانے سے۔ فقیر کی اس تقریر سے اس حدیث کے متعلق بہت سے اعتراضات دفع ہو گئے مثلاً یہ کہ جب ابھی جنت میں
کوئی جا ہی نہیں رہا تو اس کے دروازے کھلنے سے کیا فائدہ یا یہ کہ جب دوزخ کے دروازے بند ہو گئے تو رمضان میں گرمی
کہاں سے آتی ہے یا یہ کہ جب شیطان بند ہو گیا تو اس مہینہ میں گناہ کیسے ہوتے ہیں۔ (برائۃ النایج، ج ۳ ص ۱۸۲)

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(1226) وَعَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

چاند کو دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو۔ اگر چاند تم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صُومُوا لِرُؤْيَيْهِ، وَأَفْطِرُوا

پر مخفی رہے تو شعبان کی گنتی پوری تمیں کر لو۔ (متفق علیہ) یہ

لِرُؤْيَيْهِ، فَإِنْ غَيِبَ عَلَيْكُمْ، فَأَكْبِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ

الفاظ بخاری کے ہیں اور روایت مسلم کے الفاظ یوں ہیں

ثَلَاثِينَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَهَذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَفِي

تو اگر تم پر بادل چھا جائے تو تم تیس دن روزہ رکھو۔

رِوَايَةُ لِمُسْلِمٍ: فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُومُوا ثَلَاثِينَ

یومًا۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب الصوم لمن خاف على نفسه الغرابة ج ۲ ص ۲۴ رقم: ۱۹۹۱ صحیح مسلم: باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال والفطر لرؤية الهلال ج ۳ ص ۱۲۲ رقم: ۲۵۶۱ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الصوم لرؤية الهلال او استكمال العدد ثلاثين ج ۳ ص ۲۰۵ رقم: ۱۱۸۹ سنن الدارقطنی: کتاب الصیام ج ۲ ص ۲۵۲ رقم: ۲۱۱۶ المنتقی لابن الجارود باب الصیام ص ۱۰۶ رقم: ۲۴۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

صُومُوا کا فاعل سارے مسلمان ہیں، لِرُؤْيَيْتِهِ میں ضمیر کا مرجع چاند ہے، لِرُؤْيَيْتِكُمْ نہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ کہیں بھی چاند ہو جائے سب مسلمانوں پر روزہ فرض ہو جائے گا بشرطیکہ انہیں چاند کا ثبوت شرعی پہنچ جائے چاند میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ شوافع کا خیال ہے کہ ایک علاقہ کی رویت دوسرے علاقہ والوں کے لیے معتبر نہیں مانتے یہ حدیث ان کے خلاف ہے اور احناف کی دلیل ہے۔ شوافع کی دلیل حضرت عمر کا یہ فرمان لَكُمْ رُؤْيَاكُمْ وَلَنَا رُؤْيَاكُمْ اس کا جواب ان شاء اللہ اسی حدیث کے ماتحت دیا جائے گا کہ وہاں شرعی گواہی نہ ہونے کی وجہ سے یہ فرمایا تھا۔ بعض جہلاتیسویں رمضان کو عید کا چاند عصر کے وقت دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ عید کا چاند نظر آ گیا روزہ کھول دو یہ غلط ہے یہاں افطار سے مراد کل روزہ نہ رکھنا اور عید منانا ہے نہ کہ روزہ توڑ دینا جیسا کہ اگلے جملہ سے معلوم ہو رہا ہے۔

چاند مشتبہ ہونے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ کہیں نظر ہی نہ آئے جنتری والے کہتے ہوں کہ کل چاند ہو گیا۔ دوسرے یہ کہ اڑتے اڑتے معلوم ہو جائے کہ فلاں جگہ چاند ہو گیا شرعی گواہی نہ پہنچے۔ فقیر نے ریڈیوں کی خبر کے متعلق فتویٰ یہ دیا ہے کہ اگر ریڈیو پر کہیں چاند ہونے کی خبر دی جائے تو معتبر نہیں اور سننے والے اس خبر پر روزہ یا عید نہیں مناسکتے لیکن اگر حکومت اسلامیہ کی قائم کردہ ہلال کمیٹی شرعی قواعد کی رو سے شرعی گواہی لے کر چاند ہو جانے کا فیصلہ کرے اور اپنے فیصلہ کا ریڈیو پر اعلان کرے تو معتبر ہے کیونکہ پہلی صورت میں چاند کی خبر کا اعلان ہے اور اس صورت میں حاکم کے فیصلہ کا، پہلا غیر معتبر دوسرا معتبر۔ حاکم کے فیصلہ کی اطلاع تو فائر، گولہ، چراغاں وغیرہ سے کر دینا بھی جائز ہے ریڈیو کی اطلاع تو اس سے کہیں زیادہ قوی ہے۔ اس مسئلہ کی نہایت نفیس تحقیق ہمارے فتاویٰ نعیمیہ میں دیکھو۔ خیال رہے کہ فقیر کا یہ فتویٰ اس صورت میں ہے کہ ہلال کمیٹی کے اراکین مسائل شرعیہ سے واقف ہوں اور گواہی وغیرہ شرعی قواعد سے حاصل کریں۔

(برقۃ السانج، ج ۳ ص ۱۹۶)

ماہ رمضان میں سخاوت اور بھلائی کے

کام بکثرت کرنا اور آخری عشرہ میں

نیکوں میں اضافہ کرنے کا بیان

75- بَابُ الْجُودِ وَفِعْلِ الْمَعْرُوفِ

وَالْإِكْفَارِ مِنَ الْخَيْرِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ

وَالزِّيَادَةِ مِنْ ذَلِكَ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مِنْهُ

(1227) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جَبْرَيْلُ، وَكَانَ جَبْرَيْلُ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، فَلَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِينَ يَلْقَاهُ جَبْرَيْلُ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخاوت والے تھے اور ماہ رمضان میں جب جبرائیل علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوتی تو جو دوسخا کا آپ سے زیادہ ظہور ہوتا۔ اور جبرائیل ماہ رمضان کی ہر رات آپ سے ملا کرتے تھے اور آپ کے ساتھ قرآن کا ذکر کیا کرتے تو رسول اللہ ﷺ سے جب جبرائیل ملتے تو آپ بھلائیاں عطا کرنے میں کھلی تیز ہوا سے بھی زیادہ جو دوسخاوت والے ہوتے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب أجود ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يكون في رمضان، ج ۱، ص ۱۰۶، رقم: ۱۱۰۱، صحیح مسلم، باب كان النبي صلى الله عليه وسلم أجود الناس بالخير من الریح المرسله، ج ۲، ص ۴۲، رقم: ۱۰۴۹، السنن الکبریٰ للبیہقی، باب الجود والافضال فی شهر رمضان، ج ۲، ص ۳۰۵، رقم: ۴۴۸۸، مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن العباس، ج ۱، ص ۳۱۲، رقم: ۲۴۲۵، صحیح ابن خزیمہ، باب استحباب الجود بالخير والعطايا فی شهر رمضان، ج ۳، ص ۱۱۲، رقم: ۱۸۸۹) شرح حدیث: حلیم الاُمت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الجنان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(زیادہ سخاوت والے تھے) کہ ہمیشہ ہی مال کی، اعمال کی، علم کی، ہر رحمت الہیہ کی سخاوت کرتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسی سخاوت آج تک نہ کسی نے کی نہ کوئی کر سکتا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی صفت جواد کے مظہر اتم ہیں قرآن کریم نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کریم یعنی سخی داتا فرمایا۔ شعر

یارب تو کریمی و رسول تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

(اور ماہ رمضان میں) کہ ماہ رمضان میں تو کسی کو کسی طرح رد فرماتے ہی نہ تھے، جنت مانگنے والوں کو جنت، رحمت کے سائلوں کو رحمت، خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور کو مانگنے والوں کو اپنی توجہ کرم، مال مانگنے والوں کو مال، اعمال، کمال، لقائے ذوالجدال غرض کہ جو سائل جو مانگتا تھا منہ مانگی پاتا تھا۔ بعض عشاق اب بھی رمضان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر چیز مانگتے ہیں مسلمانوں کو بھی رمضان میں بہت سخاوت کرنا چاہیے کہ یہ سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ہر رات آپ سے ملا کرتے تھے) یہاں مرقعات نے فرمایا کہ ہر رمضان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل کے ساتھ اول سے آخر تک سارا قرآن مع تجوید و مخارج حروف کے دور فرماتے تھے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ رمضان میں دور قرآن کرنا یا قرآن کا دورہ کرنا سنت رسول بھی ہے اور سنت جبریل بھی۔ دوسرے یہ کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اول ہی سے سارا قرآن جانتے ہیں، نزول قرآن تو امت پر احکام جاری کرنے کیلئے ہوا، کیونکہ ہر رمضان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پورا قرآن سن بھی رہے ہیں اور حضرت جبریل کو سنا بھی رہے ہیں، حالانکہ ابھی سارا قرآن نازل نہیں ہوا تھا، نزول کی تکمیل تو وفات سے کچھ پہلے ہوئی چونکہ یہ تلاوت خصوصیت سے اعتکاف میں ہوتی تھی اس لیے مصنف یہ حدیث اعتکاف کے باب میں لائے۔

(کھلی تیز ہوا سے بھی زیادہ) یعنی جیسے ہوا کی سخاوت پر عالم قائم ہے کہ ہر شخص ہوا سے ہی سانس لیتا ہے اور ہوا ہی سے بارش آتی ہے، ہوا سے ہی کھیت و باغ پھلتے پھولتے ہیں پھر ہر جگہ ہوا موجود ہے ہر جاندار و غیر جاندار کو ہر طرح فیض پہنچاتی ہے ایسے ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات جبریل کے موقع پر ہر ایک کو ہر طرح ہر چیز دیتے تھے۔ خیال رہے کہ رب تعالیٰ رمضان میں بہت جود و کرم فرماتا ہے، اس سنت الہیہ کے مطابق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی رمضان میں زیادہ سخاوت کرتے تھے، ہوئے جو رب تعالیٰ کے مظہر اتم صلی اللہ علیہ وسلم۔ (بزاۃ الناجح، ج ۲ ص ۳۲۵)

(1228) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ
قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا
جَبَ رَمَضَانَ كَأَخْرَى عَشْرَةٍ شُرُوعَ هَوَاتٍ تَوْبُورِي رَاتٍ كَو
دَخَلَ الْعَشْرَ أَحْيَا اللَّيْلَ، وَأَيَّقَظَ أَهْلَهُ، وَشَدَّ
(عبادت) زندہ رکھتے۔ گھر والوں کو بیدار کرتے اور
كُوشِش كَرَّتْ أَوْر كَر كَس لِيْتِ۔ (متفق علیہ)
الْبَلْزَرَّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان ج ۲ ص ۴۴ رقم: ۲۰۱۲ صحیح مسلم باب
الاجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان ج ۲ ص ۱۴۵ رقم: ۲۸۴۲ سنن ابوداؤد باب فی قیام شهر رمضان ج ۱ ص ۵۲۲ رقم:
۱۲۶۸ سنن ابن ماجہ باب فی فضل العشر الاواخر من شهر رمضان ج ۱ ص ۵۶۲ رقم: ۱۶۶۸ صحیح ابن حبان باب فضل رمضان
ج ۲ ص ۶۲۲ رقم: ۲۴۲۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

میزر ازار سے بنا، بمعنی تہبند یا پانچامہ، لفظی معنی ہوئے اپنا تہبند باندھ لیتے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد ہے شاق کاموں کے لیے تیار ہو جاتے جیسے کہا جاتا ہے اٹھ باندھ کر کیا بیٹھا ہے اور ہو سکتا ہے کہ مقصد یہ ہو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں ازواج پاک سے قطعاً علیحدہ رہتے اعتکاف کی وجہ سے بھی اور زیادہ عبادتوں میں مشغولیت کے سبب سے بھی۔

یعنی اس عشرہ کی راتوں میں قریباً تمام رات جاگتے تھے تلاوت قرآن، نوافل، ذکر اللہ میں راتیں گزارتے تھے اور ازواج پاک کو بھی اس کا حکم دیتے تھے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضور انور نے تمام رات بیداری و عبادت کبھی نہ کیں۔ خیال رہے کہ یہاں احیاء سے مراد ہے عبادت کے لیے جاگنا اور لیلہ اس کا ظرف ہے یعنی رات بھر عبادت کے

لیے جاگتے، ہو سکتا ہے کہ لیلہ مفعول بہ ہو یعنی رات کے اوقات کو اپنی عبادت سے زندہ کر دیتے یا زندہ رکھتے جو وقت اللہ کی یاد میں گزرے وہ زندہ ہے جو غفلت میں گزرے وہ مردہ۔ جامع صغیر میں ہے کہ جو عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے اس نے گویا شب قدر میں عبادت کی، طبرانی نے بروایت حضرت ابو امامہ روایت کی کہ جو نماز عشاء جماعت سے پڑھے وہ گویا آدمی رات عبادت گزار رہا اور جو فجر بھی جماعت سے پڑھے تو گویا وہ تمام رات عابد رہا۔ (برزائہ المناجیح، ج ۳ ص ۳۱۷)

76- بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَقْدِيمِ رَمَضَانَ

بِصَوْمِهِ بَعْدَ نِصْفِ شَعْبَانَ إِلَّا لِمَنْ

وَصَلَّاهُ بِمَا قَبْلَهُ أَوْ وَافَقَ عَادَتَهُ

بِأَنْ كَانَ عَادَتُهُ صَوْمَ الْإِثْنَيْنِ

وَالْخَبِيسِ فَوَافَقَهُ

نصف شعبان کے بعد رمضان سے پہلے

روزے رکھنا منع ہے سوائے اس شخص کے

جو اس کو ما قبل سے ملانے کا یا پیر یا جمعرات

کا روزہ رکھنے پر عامل ہو اور یہ نصف

آخر اس کی عادت کے موافق ہو جائے

(1229) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَتَقَدَّمَنَّ

أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِهِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ، إِلَّا أَنْ

يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ، فَلْيَتَّصِمْ ذَلِكَ

الْيَوْمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی رمضان سے ایک یا

دو دن پہلے روزہ نہ رکھے۔ ہاں ایسا آدمی جو اس روزہ کا

عادی ہو تو وہ اس دن روزہ رکھے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری) باب لا يتقدم رمضان بصوم يوم ولا يومين ج ص ۲۸ رقم: ۱۸۱۲ صحیح مسلم: باب صوم سر شعبان ج ص ۱۶۸ رقم: ۲۸۱۰ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب النهی عن استقبال شهر رمضان بصوم او يومين ج ص ۲۰۷ رقم: ۱۱۹۱

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی رمضان کے چاند سے ایک دو دن پہلے نفلی روزے نہ رکھے تاکہ نفل و فرض مخلوط نہ ہو جائیں جیسے فرض نماز سے ملا کر نفل نہ پڑھے بلکہ وقفہ کر کے جگہ تبدیل کر کے پڑھے یا اس لیے نہ ملانے تاکہ لوگوں کو رمضان کا چاند ہونے کا شبہ نہ ہو جائے لوگ سمجھیں کہ شاید اس نے چاند دیکھ لیا ہے یہ ممانعت تزیہی ہے وہ بھی عوام کے لیے، خاص علماء اگر روزہ رکھ لیں اور کسی پر ظاہر نہ کریں تو درست ہے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے ماہ رمضان سے ملا دیتے تھے۔ (لمعات و مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ قضاء اور نذر کے روزے ان دنوں میں رکھنا بلا کراہت جائز ہے۔

اگر کسی مسلمان کی عادت ہے کہ ہر سوموار یا ہر جمعرات یا جمعہ کو نفلی روزہ رکھا کرتا ہے اور اتفاقاً انیسویں شعبان اسی

دن آئی تو اسے بلا کر اہت یہ نفلی روزہ رکھ لینا جائز ہے کہ یہ شک کے دن کا روزہ نہیں بلکہ اپنی عادت کے دن کا روزہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی خاص دن میں ہمیشہ روزہ رکھنا یا نوافل پڑھنا یا خیرات کرنا جائز ہے، نہ یہ تعین حرام ہے اور نہ یہ تقرر مکروہ لہذا ہر ماہ کی بارہویں میلاد شریف کرنا، گیارہویں تاریخ کو غوث پاک کی فاتحہ کرنا، اس میں نوافل پڑھنا، ختم قرآن کرنا، صدقہ و خیرات کرنا جائز اور باعث ثواب ہے۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ نفلی عبادات میں مقرر کرنا حرام ہے، خود ان بزرگوں کے ہاں دینی مدارس کی تعطیلیں و امتحانات مقرر دنوں میں ہوتے ہیں۔

(بڑا ذخیرہ، ج ۳ ص ۱۹۹)

احناف کے نزدیک نیوم الشک کے روزہ میں یہ پکا ارادہ کر لے کہ یہ روزہ نفل ہے تو نہ رہے، یوں نہ ہو کہ اگر رمضان ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ نفل کا یا یوں کہ اگر آج رمضان کا دن ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ کسی اور واجب کا کہ یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں۔ پھر اگر اس دن کا رمضان ہونا ثابت ہو جائے تو فرض رمضان ادا ہوگا۔ ورنہ دونوں صورتوں میں نفل ہے اور گنہگار بہر حال ہوا اور یوں بھی نیت نہ کرے کہ یہ دن رمضان کا ہے تو روزہ ہے، ورنہ روزہ نہیں کہ اس صورت میں تو نہ نیت ہی ہوئی، نہ روزہ ہوا اور اگر نفل کا پورا ارادہ ہے مگر کبھی کبھی دل میں یہ خیال گزر جاتا ہے کہ شاید آج رمضان کا دن ہو تو اس میں حرج نہیں۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج ۱ ص ۲۰۰، والدہ الخمار و رد المحتار، کتاب الصوم، بحث فی صوم یوم الشک، ج ۳ ص ۲۰۳)

(1230) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَصُومُوا قَبْلَ رَمَضَانَ، صُومُوا لِرُؤْيَيْهِ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَيْهِ، فَإِنْ حَالَتْ كُونُهُ غَيَابَةً فَأَكْمِلُوا ثَلَاثِينَ يَوْمًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان سے پہلے روزہ نہ رکھو۔ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اگر اسے دیکھنے میں بادل چھا جائیں تو تیس دن پورے کر لو۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حسن حدیث صحیح ہے۔

الْغِيَابَةُ بِالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالْيَاءِ الْمُثَنَّاةِ مِنَ تَحْتِ الْمَكْرُورَةِ وَهِيَ: الشَّحَابَةُ

الْغِيَابَةُ عَيْنٌ مَعْرُورَةٌ أَوْ يَامُثْنَاةٌ كَمَا تَكَرَّرَ فِي سَائِرِ

بادل کو کہتے ہیں۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء أن الصوم لرؤية الهلال والافطار له، ج ۲ ص ۲، رقم: ۲۸۸۱ مسند ابی یعلیٰ)

مسند ابی عباس ج ۲ ص ۲۲۲ رقم: ۲۲۵۵ مصنف ابن ابی شیبہ باب من کره ان يتقدم شهر رمضان بصوم ج ۲ ص ۲۰ رقم: ۱۱۱۲)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن چاند دیکھنے کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک جگہ

فرماتے ہیں:

شارع علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے صوم و فطر کو منوط برؤیت فرمایا۔

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته كما في الصحاح۔

(صحیح بخاری باب اذا رايتم الهلال فصوموا قدی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۲)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو۔ جیسا کہ احادیث صحاح میں ہے (ت)

پس ہر شہر اور اس کی رؤیت اور اسی پر ابتنائے عدت، مجرد اخبارات و خطوط، صالح تعویل و اعتماد نہیں نہ صرف شہرت افواہ (کہ فلاں بلد میں فلاں روز چاند ہوا جیسے بعض خبریں شہر میں مشہر ہو جاتی ہیں اور ان کا اشاعت کندہ معلوم نہیں) قابل اعتبار، ہاں اگر کسی شہر جماعات متعددہ آئیں اور ہر ایک بیان کرے کہ فلاں روز وہاں رؤیت ہوئی تو بیشک اس خبر مستفیض پر عمل واجب ہوگا اگرچہ ان دو بقیاع میں بعد المشرقین ہو کہ مذہب معتد پر اختلاف مطالع غیر معتبر ہے۔

قال العلامة المفتی عبد المتاخرین محمد بن علی بن محمد علاء الدین الحسکفی رحمہ اللہ تعالیٰ فی الدر المختار شرح تنویر الابصار، نعم لو استفاض الخبر فی البلدة الاخری لزمهم علی الصحیح من المذهب مجتہبی وغیرہ انتہی وفيه ايضا ان اختلاف البطالع غیر معتبر علی ظاہر المذهب وعلیه اکثر المشائخ وعلیه الفتوی بحر عن الخلاصة فیلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب كما مر وقال الزيلعي الاشبه انه يعتبر لكن قال الكمال، الاخذ بظاهر الرواية احوط انتہی (ملخصاً) (در مختار کتاب الصوم مطبع مجتہبی دہلی ۱/۱۳۹)

عمدة المتاخرین علامہ مفتی محمد بن علی بن محمد علاء الدین الحسکفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے در مختار شرح تنویر الابصار میں فرمایا: ہاں اگر ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر میں خبر مشہور کے طور پر ہو جائے تو ان پر صحیح مذہب کے مطابق روزہ رکھنا لازم ہو جائیگا مجتہبی وغیرہ انتہی، اور اسی میں ہے کہ اختلاف مطالع ظاہر مذہب کے مطابق معتبر نہیں، اسے بحر نے خلاصہ سے نقل کیا ہے، پس اہل مشرق پر اہل مغرب کی رؤیت سے روزہ یا افطار لازم ہوگا بشرطیکہ اہل مشرق کے ہاں یہ بات بطریق موجب ثابت ہو جیسا کہ سابق میں گزرا۔ امام زیلعی نے فرمایا مشابہ بحق یہ ہے کہ (اختلاف مطالع) معتبر ہے لیکن امام کمال کہتے ہیں کہ ظاہر الروایۃ پر عمل احوط ہے انتہی (ملخصاً)

قلت وقد ذکرنا ان الفتوی اکد من الاشبه وان الفتوی متی مختلف رجح ظاہر الروایۃ کما فی البحر والدردر وغیرہما، (بحر الرائق، کتاب الرضاۃ ایچ ایم سعید کہنی کراچی ۳/۲۲۲)

قلت فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ لفظ فتویٰ لفظ اشبہ سے زیادہ مؤکد ہوتا ہے اور جب فتویٰ میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ کو ترجیح حاصل ہوگی جیسا کہ بحر، درد وغیرہ میں ہے،

ولی حاشیہ رد المحتار للفاضل السید محمد امین ابن عابدین الشامی رحمہ اللہ عن الشیخ
مصطفیٰ الرحمتی الانصاری رحمہ اللہ، ان معنی الاستفاضة ان تأتي من تلك البلدة جماعات
متعددة من كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤية، لا مجرد الشيوع من غير
يتحدث بها سائر اهل البلدة ولا يعلم من اشاعه كما قد تشيع اخبار يتحدث بها سائر اهل
البلدة ولا يعلم من اشاعها كما ورد ان في آخر الزمان يجلس الشيطان بين الجماعة فيتكلم
بالكلمة فيتحدثون بها ويقولون لا ندري من قالها فمثل هذا لا ينبغي ان يسمع فضلا من ان
يشبه به حكم اه (قال الشامی) قلت وهو كلام حسن ويشير اليه قول الذخيرة اذا استفاض
وتحقق فان التحقق لا يوجد بمجرد الشيوع انتهى۔ (رد المحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابي مصر ۲/ ۱۰۲)

فاضل سید محمد امین ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شیخ مصطفیٰ رحمتی انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے اپنے حاشیہ
رد المحتار میں نقل کیا ہے، مشہور ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور وہ تمام اس بات کی
اطلاع دیں کہ وہاں لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے محض ایسی اقواہ سے نہیں جس کے پھیلانے والا معلوم نہ
ہو، جیسا کہ کبھی کبھی بعض خبریں شہروں میں پھیل جاتی ہیں اور ان کے پھیلانے والا معلوم نہیں ہوتا، جیسا کہ
حدیث شریف میں آیا ہے کہ آخری دور میں شیطان جماعت کے درمیان بیٹھ کر کوئی بات کرے گا تو لوگ اسے
بیان کریں گے اور کہیں گے ہم نہیں جانتے اس کا قائل کون ہے، تو ایسی باتیں سُننا ہی مناسب نہیں چہ جائیکہ ان
سے کوئی حکم ثابت کیا جائے اھ امام شامی کہتے ہیں قلت یہ تمام گفتگو نہایت ہی خوب ہے اور ذخیرہ کی یہ عبارت
بھی اسی طرف اشارہ کر رہی ہے جب خبر مشہور اور تحقیق ہو جائے، کیونکہ تحقق محض شہرت اور پھیل جانے سے
نہیں ہوتا انتہی (ت)

پس ہر شہر میں اپنی رویت، خواہ غیر شہر کی شرعاً معتبر خبر پر، جو پہلی رمضان کی قرار پائے اسی پر بنائے کار رکھیں اور روزہ
متروک ہو جانا ثابت ہو تو بعد رمضان قضا کریں اُسی یکم کے اعتبار سے ثلثین کامل کر کے عید کر لیں لیکن اگر اکتیسویں شب
کو باوجود صفاء مطلع چاند نظر نہ آئے اور ابتدائے صیام صرف ایک شاہد کی شہادت پر کی گئی ہو تو اس صورت میں تیس کے بعد
عید حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما ناروا فرماتے ہیں کہ کذب اُس شاہد واحد کا ظاہر وہیں ہو گیا اور یہی
مذہب و مرجع،

هذا ما اتحذر لنا من اقوال متشعبة وكلمات متشوشة، ولنذكر طرفا من كلام الشامي في هذا
المقام ليستبين لك ما لخصته عن المرام، قال العلامة الشارح رحمه الله في 'ندرو بعد صوم
ثلثين بقول عدلين حل الفطر وبقول عدل حيث يجوز وغم هلال الفطر لا يحل على المذهب

خلا فالسجد کذا ذکرہ المصنف لکن نقل ابن الکمال عن الذخيرة ان غم هلال الفطر حل اتفاقا وفي الزيدى الاشبه ان غم حل والا لا انتهى مختصرا۔ (رد المحتار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۹)

یہ وہ تمام گفتگو تھی جو متفرق اقوال اور تشویش میں ڈالنے والے کلمات سے اخذ کی گئی، یہاں امام شامی کی کچھ گفتگو نقل کرنا نہایت ہی مناسب ہے تاکہ وہ مقصد واضح ہو جائے جس کی خاطر میں نے یہ خلاصہ گفتگو نقل کی ہے، علامہ شارح رحمہ اللہ تعالیٰ نے درمیں فرمایا جبکہ دو عادلوں کے قول سے روزہ رکھا ہو تو تیس دن کے بعد افطار حلال ہے یعنی جائز ہے اور حال یہ ہو کہ عید کے چاند کے دن ابر ہو، تو افطار حلال نہیں صحیح مذہب پر، اس میں امام محمد کا اختلاف ہے جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا ہے لیکن ابن کمال نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر عید کے چاند کے دن بادل وغیرہ ہو تو بالاتفاق افطار حلال یعنی جائز ہے، زیلعی میں ہے اگر چاند بادل وغیرہ کی وجہ سے دکھائی نہ دے تو عید حلال ہے ورنہ نہیں انتہی اختصاراً۔

قال الفاضل المحشى قوله حل الفطر اى اتفاقا ان كانت ليلة الحادى والثلاثين متغيبه وكذا لو مصححة على ما صححه فى الدراية والخلاصة والبزازیة وصححه عدمه فى مجموع النوازل والسيد الامام الاجل ناصر الدين كمالى الامداد نقل العلامة نوح، الاتفاق على حل الفطر فى الثانية ايضا عن الهدائم والسراج والجوهرية قال والبراد اتفاقا اثنتا عشرة وما حكى فيه من الخلاف انما هو لبعض المشائخ قلت وفى الفيض، الفتوى على حل الفطر الخ۔

(رد المحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابى مصر ۲/ ۱۰۲-۱۰۳)

فاضل محشى نے کہا قولہ حل الفطر یعنی اگر اکتیسویں رات ابر آلود ہو تو بالاتفاق عید جائز ہوگی، اور درازیہ، خلاصہ اور بزازیہ کی تصحیح کے مطابق اگر مطلع صاف ہو تب بھی یہی حکم ہے، مجموع النوازل میں اور السید امام اجل ناصر الدین نے اس کے برخلاف تصحیح کی ہے جیسا کہ امداد میں ہے، اور علامہ نوح نے بدائع، سراج اور جوہرہ سے نقل کیا ہے کہ دوسری صورت میں بھی بالاتفاق عید جائز ہوگی، اور کہا کہ یہاں اتفاق سے مراد ہمارے تینوں ائمہ کا اتفاق ہے اور اس سلسلہ میں اختلاف جو منقول ہے تو وہ بعض مشائخ کا ہے قلت فیض میں ہے فتویٰ عید کے جواز پر ہے الخ

ثم قال قوله لکن الخ استدراك على ما ذكره المصنف من ان خلاف محمد فيها اذا غم هلال الفطر بان المصرح به فى الذخيرة وكذا فى المعراج عن المجتبى ان حل الفطر هنا محل وفاق وانما الخلاف فيها اذا لم يغم ولم ير الهلال فعند هذا لا يحل الفطر وعند محمد يحل قال شمس الائمة الحلوانى وحرارة الشهاب لى فى الامداد قال فى غاية البيان وجه قول محمد وهو الاصح

ان الفطر ما ثبت بقول الواحد ابتداء بل بناءً وتبعاً الخ۔

(رد المحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۲/ ۱۰۳)

پھر کہا قولہ لکن الخ یہ استدراک ہے اس پر جو مصنف نے کہا کہ جب موسم ابرا آلود ہو تو ہلال فطر کے بارے میں امام محمد کا اختلاف ہے۔ اسی طرح ذخیرہ میں اور معراج میں مجتبیٰ سے تصریح ہے کہ افطار کی حلت بالاتفاق ہے اور اختلاف اسی صورت میں ہے جب موسم ابرا آلود نہ ہو اور چاند دکھائی نہ دے تو اب شیخین کے نزدیک عید جائز نہیں اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے، جیسا کہ شمس الائمہ حلوانی نے بیان کیا اور شرنبلالی نے امداد میں نقل کیا کہ غایۃ البیان میں کہا ہے کہ امام محمد کے قول کی دلیل اور وہی اصح ہے کہ افطار ایک شخص کے قول سے ابتداء ثابت نہیں ہوتا بلکہ تبعاً اور بناءً ثابت ہوا ہے الخ

ثم قال قوله وفي الزيلعي الخ نقله لبيان فائدة لم تعلم من كلام الذخيرة وهي ترجيح عدم الفطر ان لم يغم شوال لظهور غلط الشاهد لانه الاشبه من الفاظ الترجيح لكنه مخالف لما علمته من تصحيح غايۃ البيان لقول محمد بالحل، نعم حمل في الامداد ما في غايۃ البيان على قول محمد بالحل اذا غم شوال بناء على تحقق الخلاف الذي نقله المصنف وقد علمت عدمه وما في غايۃ البيان في غير محله لانه ترجيح لما هو متفق عليه يتأمل انتهى ملقطاً فعليك بتلطيف القريحة في هذا الباب كيلا تغفل فيستزلك الاضطراب، والله تعالى اعلم بالصواب واليه تعالى المرجع والمآب۔ (رد المحتار کتاب الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۲/ ۱۰۳)

پھر فرمایا قولہ وفي الزيلعي الخ یہ اس فائدہ کے لیے منقول ہے جو کلام ذخیرہ سے نہ جانا گیا اور وہ یہ ہے کہ اگر شوال ابرا آلود نہ ہو تو عدم افطار کو ترجیح ہوگی اس لیے کہ اس سے گواہ کا غلط ہونا واضح ہوگا کیونکہ یہ لفظ اشبه الفاظ ترجیح میں سے ہے لیکن یہ اس کے مخالف ہے جو آپ غایۃ البیان کی تصحیح میں جان چکے ہیں جو امام محمد کے قول بالحل (جواز) سے متعلق تھی، ہاں امداد یہ میں غایۃ البیان کی عبارت کو امام محمد کے قول بالحل (جواز) پر محمول کیا جائے گا جبکہ شوال کا چاند ابرا آلود ہو، اس بنا پر جو اختلاف مصنف نے نقل کیا ہے حالانکہ آپ نے جان لیا اختلاف نہیں، اب جو کچھ غایۃ البیان میں ہے وہ بے محل ہے کیونکہ یہ تو متفق علیہ کو ترجیح دینا ہے، غور کرو انتہی ملقطاً اس معاملہ میں خوب باریک بینی سے کام لو تا کہ غفلت دور ہو اور اضطراب ختم ہو جائے، واللہ تعالیٰ اعلم

بالصواب واليه تعالى المرجع والمآب۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۳۸۹-۳۹۳)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول

(1231) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

اللہ نے فرمایا: جب نصف شعبان رہ جائے تو روزہ

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا

بَقِيَ نِصْفٌ مِّنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُومُوا رَوَاهُ
الترمذی، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.
نہ رکھو۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ
حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء فی کراہیۃ الصوم فی النصف الباقی من شعبان ج ۲ ص ۱۷۱ رقم: ۲۷۸) وللحدیث اطراف أخرى منها: (إذا انتصف شعبان فلا تصوموا) (السان الکبزی للبیہقی: باب الخیر الذی ورد فی النہی عن الصیام ج ۲ ص ۲۰۹ رقم: ۸۲۱۶ سنن ابوداؤد: باب فی کراہیۃ ذلک ج ۲ ص ۲۷۲ رقم: ۲۳۳۹ صحیح ابن خزیمہ: باب اباحۃ وصل صوم شعبان بصوم رمضان ج ۲ ص ۲۸۲ رقم: ۲۰۷۷)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یہ ممانعت ان کمزور لوگوں کے لیے ہے جو اس زمانہ میں نقلی روزے رکھ کر رمضان کے روزوں پر قادر نہ رہیں یا ان سے بہت تکلیف اٹھائیں یا ان لوگوں کے لیے جو شروع شعبان میں تو روزے نہ رکھیں پندرہویں شعبان کے بعد بلا وجہ مسلسل روزے شروع کر دیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں وارد ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے ماہ شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان جواز کے لیے۔ (برآء النایج، ج ۳ ص ۲۰۰)

(1232) وَعَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ عَمَّا رِ بْنِ يَاسِرٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي
يُشَكُّ فِيهِ، فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ
حَسَنٌ صَحِيحٌ.
حضرت ابو یقضان عمار بن یاسر ؓ سے روایت ہے کہ آپ (رسول اللہ ﷺ) نے فرمایا: جس نے شک والے دن کا روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم ؓ کی نافرمانی کی۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روای کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء فی کراہیۃ صوم یوم الشک ج ۲ ص ۲۷۲ رقم: ۲۷۸۹ سنن الدارمی: باب فی النہی عن صیام یوم الشک ج ۲ ص ۲۰۹ رقم: ۱۶۸۲ سنن النسائی: باب صیام یوم الشک ج ۲ ص ۸۵ رقم: ۲۳۹۸ صحیح ابن حبان: باب الصوم المنہی عنہ ج ۲ ص ۲۵۱ رقم: ۲۵۸۱)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس نافرمانی کی تین صورتیں ہیں: ایک یہ کہ سارے شعبان میں کبھی روزے نہ رکھے صرف شک کے دن بلا وجہ نقلی روزہ رکھے۔ دوسرے یہ کہ شک کے دن رمضان کی نیت سے فرضی روزہ رکھے۔ تیسرے یہ کہ اس روزہ میں متردد نیت کرے کہ آج اگر رمضان کی پہلی ہے تو یہ روزہ فرضی ہے اور اگر شعبان کی تیسویں ہے تو یہ روزہ نقلی ہے یہ تینوں صورتیں ممنوع ہیں، دوسری صورت زیادہ بری کہ اس میں اہل کتاب سے مشابہت ہے لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث اباحت کے خلاف نہیں۔ مرقات میں ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ شوال کے چھ روزوں کا رمضان سے ملانا عوام کے لیے

ہاں کرتے تھے۔

ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح فرمایا اور بخاری نے اسے تعلیقاً روایت کیا، حاکم نے اسے بشرط شیخین بتایا، طبرانی نے حضرت ابن عباس سے موقوفاً روایت کیا۔ غرض کہ یہ حدیث صحیح ہے جن لوگوں نے اسے موضوع بتایا انہوں نے سخت غلطی کی۔ خیال رہے کہ ترمذی وغیرہ میں اصل حدیث یوں ہے کہ حضرت صلح ابن زفر فرماتے ہیں کہ ہم شک کے دن حضرت عمار ابن یاسر کے پاس تھے، آپ کی خدمت میں بھنی بکری لائی گئی بعض لوگ پیچھے ہٹ گئے تب آپ نے فرمایا جو اس دن روزہ رکھے اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ اس قسم کی موقوف حدیثیں مرفوع کے حکم میں ہوتی ہیں۔

(بزاز المناجیح، ج ۳ ص ۳۰۳)

77- بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ

(1233) عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدٍ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ اِهْلُهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ، رَبِّيْ وَرَبُّكَ اَللّٰهُ. هِلَالَ رُشْدٍ وَخَيْرٍ رَّوَاةُ التِّرْمِذِيِّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

پہلی کا چاند دیکھنے کی دعا کا بیان

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب پہلی کا چاند دیکھتے تو کہتے اے اللہ! اس کو امن و ایمان و سلامتی اور اسلام کے ساتھ ہم پر طلوع فرما۔ میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔ ہدایت اور بھلائی کا چاند ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حسن حدیث ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی، باب ما یقول عند رؤیة الهلال، ج ۶ ص ۵۰۴، رقم: ۲۲۵۱، سنن الدارمی، باب ما یقال عند رؤیة الهلال، ج ۲ ص ۱۶۶، مسند ابی یوسف، ج ۱ ص ۱۰۲، رقم: ۴۴، مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما قالوا فی الهلال یری ما یقال، ج ۱ ص ۱۹، رقم: ۱۸۲۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(جب پہلی کا چاند دیکھتے) عربی میں پہلی دوسری تیسری رات کے چاند کو ہلال کہتے ہیں، پھر تیسری رات کے چاند کو مہینہ کہتے ہیں۔

(اسلام کے ساتھ ہم پر طلوع فرما) اس طرح کہ یہ چاند ہمارے لیے تیری یہ نعمتیں لایا ہو اور اس مہینہ میں ہمیں تیری یہ نعمتیں ملیں۔ خیال رہے کہ اوقات راحت و آفات کا ظرف تو ہیں مگر کبھی سبب بھی ہوتے ہیں جیسے گرمی اور سردی کا سبب وقت ہے، نمازوں کے وجوب کا سبب وقت ہے، ایسے ہی کبھی روحانی حالات کا سبب بھی وقت بن جاتے ہیں لہذا یہ دعا اپنے ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

(میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے) اس میں مشرکین کی تردید ہے جو چاند سورج کو معبود جان کر ان کی پوجا کرتے

تھے، خطاب چاند سے ہے سنانا انسان کو ہے۔ (برزۃ النجیح، ج ۳ ص ۲۶)

78۔ بَابُ فَضْلِ السُّحُورِ وَتَأْخِيرِهِ

سحری کو مؤخر کرنے کی فضیلت

مَا لَمْ يُخْشَ طُلُوعَ الْفَجْرِ

جب تک طلوع فجر کا خطرہ نہ ہو

(1234) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَسَحَّرُوا، فَإِنَّ فِي

اللہ نے فرمایا: سحری کھایا کرو سحری کھانے میں

السُّحُورُ بَرَكَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

برکت ہے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری، باب بركة السحور من غير استحباب ج ۳ ص ۲۹ رقم: ۱۱۲۲ صحیح مسلم، باب فضل

السحور وتأخير استعبابه ج ۳ ص ۱۳۰ رقم: ۲۶۰۲ السنن الصغرى للبيهقى، باب استحباب السحور ج ۳ ص ۴۱ رقم: ۱۳۱۲ المستدرک

لابن الجارود باب الصيام ص ۱۰۴ رقم: ۲۸۳ السنن ابن ماجه، باب ما جاء في السحور ج ۳ ص ۵۵ رقم: ۱۱۹۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

(سحری کھایا کرو) یہ حکم استنباطی ہے نہ کہ وجوبی کیونکہ روزہ کے لیے سحری مستحبہ ہے واجب یا فرض نہیں۔ صبح سے پہلے کے وقت کو سحر کہتے ہیں اور اس وقت کھانے یا پینے کو سحری یعنی آخر رات کی غذا، سحری کا وقت آدمی رات سے شروع ہو جاتا ہے مگر سنت یہ ہے کہ رات کے آخری چھٹے حصے میں کھائی جائے۔

سحور سین کے پیش سے بھی ہے اور زبر سے بھی مگر زبر سے زیادہ فصیح ہے، بعض نے فرمایا کہ سحور سین کے پیش سے سحری کھانا، اور سین کے زبر سے اس وقت کی غذا۔ (مرقات و اشعہ) سحری کا کھانا مبارک ہے اور اس کھانے کے استعمال میں برکت ہے کیونکہ یہ سنت ہے اور سنت مبارک ہے، نیز اس کھانے سے روزے میں مدد ملتی ہے، نیز اس کھانے کی وجہ سے مسلمانوں اور عیسائیوں و کفار کے روزوں میں فرق ہو جاتا ہے۔ خیال رہے کہ علماء سے روشنائی، دوپہری میں قدرے آرام کرنا، روزوں میں سحری کھانا سب مبارک ہیں کہ ان کا تعلق عبادات سے ہے جب عبادت کے تعلق سے عادت مبارک بن جاتی ہے تو دنیا دین ہو جاتی ہے تو حضرات انبیاء و اولیاء سے جس چیز کو نسبت ہو جائے وہ بھی یقیناً مبارک ہو جاتی ہے، دیکھو شب قدر مبارک، ماہ رمضان مبارک ہے کیونکہ انہیں عبادتوں سے تعلق ہے، عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا تھا: وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا مَجْهُدًا اللَّهُ نے مبارک بنایا یہ حضرات بذات خود مبارک ہیں اور ان کی طرف منسوب چیزیں ان کی وجہ سے مبارک۔ (برزۃ النجیح، ج ۳ ص ۲۰۸)

(1235) وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم

قَالَ: تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

نے رسول اللہ کے ساتھ سحری کھائی پھر ہم نماز کے

لَمْ نُقَمِّ إِلَى الصَّلَاةِ. قِيلَ: كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ:

لیے کھڑے ہو گئے۔ کہا گیا ان دونوں کے درمیان وقفہ

قَدْ تَحْسِنُ آيَةً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

کتنا تھا جواب دیا پچاس آیت کی مقدار۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب قدر کم ہون السحور وصلاة الفجر: ج ۳ ص ۲۹ رقم: ۱۹۲۱ صحیح مسلم: باب فضل السحور وتأكيد استحبابه: ج ۲ ص ۱۳۱ رقم: ۲۶۰۶ سنن ابن ماجہ: باب ما جاء في تأخير السحور: ج ۱ ص ۵۳ رقم: ۱۶۹۳ صحیح ابن خزیمہ: باب تأخير السحور: ج ۲ ص ۲۱۵ رقم: ۱۳۷۱ مصنف ابن ابی شیبہ: باب من كان يستحب تأخير السحور: ج ۲ ص ۲۶۶ رقم: ۱۱۲۸)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی سحری بالکل آخر وقت کھائی اور فجر بالکل اول وقت پڑھی۔ مرقات نے فرمایا کہ سحری اور نماز فجر میں صرف اتنا فاصلہ حضور انور کی خصوصیات سے ہے کیونکہ آپ دین میں خطاء سے معصوم تھے حضور کو سحری اور نماز کے اوقات کا یقینی علم تھا۔ ہمیں صرف اتنے فاصلہ پر فجر جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ ہم وقت کی پہچان میں غلطی کر کے، یا سحری وقت کے بعد کھالیں، یا نماز وقت سے پہلے پڑھ لیں۔ خیال رہے کہ فجر جلدی پڑھنے کی عملی احادیث ہیں لیکن قولی حدیث ایک بھی نہیں مگر دیر سے فجر پڑھنے کی قولی حدیثیں بہت موجود ہیں، لہذا مذہب حنفی نہایت ہی قوی ہے۔ (بر الوالد الناجح، ج ۳ ص ۵۶۲)

(1236) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَدِّيَانِ: بِلَالٌ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ بِلَالًا يُؤَدِّي بِلَيْلٍ، فَكُلُّوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤَدِّيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ قَالَ: وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا أَنْ يَنْزِلَ هَذَا وَيَزِفَّ هَذَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دو مؤذن تھے حضرت بلال و ام مکتوم۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلال رات کو اذان دے دیتے ہیں تو تم کھایا پیا کرو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دے۔ فرمایا اور ان کا درمیانی وقفہ بس اتنا ہوتا کہ ایک اترتا اور دوسرا چڑھتا۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب اذان الاعمی اذا كان له من بخيرة: ج ۱ ص ۱۲۴ رقم: ۱۱۴۰ صحیح مسلم: باب بیان ان الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر: ج ۳ ص ۱۲۹ رقم: ۲۵۹۰ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب السنة في الاذان لصلاة الصبح قبل طلوع الفجر: ج ۱ ص ۲۸۰ رقم: ۱۸۵۸ سنن ترمذی: باب في وقت اذان الفجر: ج ۱ ص ۲۸۸ رقم: ۱۱۹۰ صحیح ابن حبان: باب السحور: ج ۸ ص ۲۵۰ رقم: ۲۲۴۲)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

غالباً ہمیشہ صبح کی دو اذانیں ہوا کرتی تھیں ایک تہجد اور سحری کے لئے، دوسری نماز فجر کے لئے، پہلی اذان سیدنا بلال دیتے تھے اور دوسری اذان سیدنا ابن ام مکتوم۔ اب بھی مدینہ منورہ میں تہجد کی اذان ہوتی ہے چونکہ ان دونوں اذانوں کی آوازیں اور طریقہ ادا میں فرق ہوتا تھا اس لیے لوگوں کو اشتباہ نہ ہوتا تھا۔

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اذان صرف نماز کے لئے خاص نہیں اور مقاصد کے لیے بھی ہو سکتی ہے۔ دیکھو سیدنا بلال کی یہ اذان سحری کو جگانے کے لئے ہوتی تھی۔ دوسرے یہ کہ فجر یا دیگر اذانیں اگر وقت سے پہلے ہو جائیں تو وقت میں کہنی پڑیں گی۔ دیکھو سیدنا بلال کی اذان پر اکتفانہ کی گئی، امام اعظم کا یہی مذہب ہے۔ امام شافعی کے ہاں اذان فجر وقت سے پہلے بھی جائز ہے، اسی حدیث کی بناء پر مگر یہ دلیل کمزور ہے ورنہ دوبارہ اذان کی کیا ضرورت تھی۔ تیسرے یہ کہ ناپینا کو اذان کے لیے مقرر کر سکتے ہیں جب کہ اسے وقت بتانے والا کوئی ہو۔ چوتھے یہ کہ ایک مسجد میں دو یا زیادہ مؤذن ہو سکتے ہیں۔ پانچویں یہ کہ سحری کو جگانے کے لیے اذان دینا جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے مگر یہ جب ہوگا جب لوگ اس اذان سے شبہ میں نہ پڑ جائیں ورنہ ہرگز نہ دی جائے۔ ہمارے ملک میں اذان صبح صادق کی علامت ہے اگر یہاں سحری کی اذان دی گئی تو کوئی فجر کے شبہ میں سحری نہ کھا سکے گا یا کوئی دوسری اذان کو پہلی سمجھ کر دن میں کھا کر روزہ خراب کر لے گا اس لیے اب ہرگز اس پر عمل نہ کیا جائے۔ بہت سی چیزیں عہد صحابہ میں درست تھیں، اب ممنوع ہیں۔ دیکھو اُس زمانہ میں جوتا پہن کر مسجد میں آنا اور صبح جوتے نماز پڑھنا مروج تھا اب ممنوع ہے۔ پختہ مکان بنانے منع تھے، اب جائز ہے۔ کھیتی باڑی سے لوگوں کو روکا گیا تھا اب ضروری ہے۔ زکوٰۃ کے مصرف آٹھ تھے اب سات ہیں۔ حالات بدل جانے سے ہنگامی احکام بدل جاتے ہیں۔ (برزۃ المناجیح، ج ۱ ص ۶۴۱)

(1237) وَعَنْ عُمَرَو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نے فرمایا: ہمارے اور اہل کتاب کے رُزُوہ کا فرق سحری کا کھانا ہے۔ (مسلم)

أَكْلَةُ الشَّعِيرِ رَوَاكَ مُسْلِمٌ۔

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضل السحور و تاکید استحبابہ: ج ۲ ص ۱۲۰ رقم: ۲۶۰۴ السنن الصغریٰ للبیہقی باب استحباب السحور: ج ۱ ص ۲۲۱ رقم: ۱۴۱۳ سنن ابو داؤد: باب فی توكید السحور: ج ۲ ص ۲۴۴ رقم: ۲۲۲۵ سنن الدارمی باب فی فضل السحور: ج ۲ ص ۱۱۱ رقم: ۱۶۹۴ مسند عبد بن حمید حدیث عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ: ص ۱۲۱ رقم: ۲۶۹۳)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اکلہ الف کے پیش اور کاف کے جزم سے، بمعنی لقمے یا نوالے اور الف کے زبر سے بمعنی کھانا یعنی سحری کے نوالے یا سحری کھانا مسلمان اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق کا باعث ہیں کیونکہ ان کے ہاں رات کو سونے کے بعد کھانا حرام نہ جاتا ہے، اسد ام میں بھی پہلے یہی حکم تھا اب پو پھٹنے تک کھانا پینا حلال کر دیا گیا، سحری کھانے میں اللہ کی دعوت کا قبول کرتا ہے اور اس کی اس نعمت کا شکر یہ۔ اُکْلَہ قرآن میں اس جانب اشارہ ہے کہ سحری تھوڑی کھانا بہتر ہے اتنی زیادہ کہ دو پہر تک کھنی ڈکاریں آئیں بہتر نہیں۔ (برزۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۰۹)

79 بَابُ فَضْلِ تَعْجِيلِ الْفِطْرِ وَمَا يُفْطَرُ عَلَيْهِ، وَمَا يَقُولُهُ بَعْدَ الْإِفْطَارِ

(1238) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

جلد افطار کی فضیلت اور کس چیز سے افطار کرے اور بعد افطار کیا کہے؟

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ اس وقت تک بھلائی میں رہیں گے جب تک افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب تعجیل الافطار: ج ۳ ص ۳۶ رقم: ۱۵۷۰ صحیح مسلم: باب فضل السحور و تاکید استعبابہ: ج ۳ ص ۱۲۱ رقم: ۲۶۰۸ السنن الکبریٰ للبیہقی: باب ما يستحب من تعجیل الفطر وتأخیر السحور: ج ۳ ص ۲۴ رقم: ۸۴۶۱ سنن ابن ماجہ: باب ما جاء فی تعجیل الافطار: ج ۳ ص ۳۰۲ رقم: ۱۱۷۵ سنن ترمذی: باب ما جاء فی تعجیل الافطار: ج ۳ ص ۸۲ رقم: ۱۱۷۵ سنن امام احمد: حدیث ابی مالک سہل بن سعد: ج ۳ ص ۲۳۲ رقم: ۲۲۸۵۱)

شرح حدیث: حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

افطار جلدی کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ افطار نماز مغرب سے پہلے کیا جائے، نماز پہلے پڑھ لینا بعد میں افطار کرنا اس حدیث کے خلاف ہے۔ (مرقات) دوسرے یہ کہ آفتاب ڈوبنے کا یقین ہو جانے پر افطار کر لیا جائے پھر دیر نہ لگائی جائے۔ خیال رہے کہ افطار کے وقت بھی تین ہیں: وقت مستحب، وقت مباح اور وقت مکروہ۔ وقت مستحب تو وہ ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ سورج کا آخری کنارہ چھپتے ہی روزہ افطار کیا جائے۔ وقت مباح تارے گھٹنے سے کچھ پہلے تک دیر لگانا اور تارے گھٹنے جانے پر افطار کرنا مکروہ۔ اس کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت یہودی روزہ افطار کرتے ہیں، اس میں ان سے مشابہت ہے اور جلدی افطار نے میں اپنے عجز بندگی کا اظہار بھی ہے اور اللہ کی دی ہوئی اجازت کا جلدی قبول کرنا بھی۔ (مرقاۃ) اسی مرقات میں ہے کہ بعض علماء نے فرمایا نفس پر مشقت ڈالنے اور مغرب و عشاء کو ملانے کے لیے دیر سے افطار کرنا بہتر ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ سنت رسول اللہ سید ہمارا راستہ ہے اور اس کی مخالفت گمراہی ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کرتے تھے، نفس کشی کے لیے سنت کی مخالفت نہ کرو کہ یہ نفس کشی نہیں بلکہ رہبانیت ہے، ہماری نفس کشی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے اور اللہ کی دی ہوئی اجازت کا جلدی قبول کرنا بھی۔ (بازاۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۱۰)

(1239) وَعَنْ أَبِي عَطِيَّةٍ، قَالَ: دَخَلْتُ أَكَا

وَمَسْرُوقٌ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَ لَهَا مَسْرُوقٌ: رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت ابو عطیہ کہتے ہیں میں اور مسروق حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے۔ مسروق نے آپ سے عرض کیا: حضرت محمد ﷺ کے صحابہ میں سے دو آدمی ہیں

بھلائی میں سستی کرنے والا ان میں سے کوئی نہیں ان میں سے ایک مغرب اور افطار میں جلدی کرتا ہے اور دوسرا مغرب و افطار میں دیر کرتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: مغرب و افطار میں جلدی کون کرتا ہے۔ جواب دیا: حضرت عبداللہ بن مسعود۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ (مسلم) لَا يَأْتِلُوا: کا مطلب ہے بھلائی میں سستی نہیں کرتے۔

وَسَلَّمَ. يَلَاهُمَا لَا يَأْتِلُو عَنِ الْخَيْرِ، أَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْإِفْطَارَ، وَالْآخَرُ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَالْإِفْطَارَ، فَقَالَتْ: مَنْ يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْإِفْطَارَ، قَالَ: عَبْدُ اللَّهِ - يَعْنِي: ابْنُ مَسْعُودٍ - فَقَالَتْ: هَكَذَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يَصْنَعُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. قَوْلُهُ: لَا يَأْتِلُوا أَيْ: لَا يَقْضِرُوا فِي الْخَيْرِ.

تخریج حدیث: (صحیح مسلم: باب فضل السجود و تاکید استحبابہ، ج ۲ ص ۱۲۱، رقم: ۲۶۱۱، جامع الاصول لابن اثیر: النوع الثانی فی تعجیل الإفطار، ج ۱ ص ۲۴۵، رقم: ۲۵۵۶)
شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:
(حضرت ابو عطیہ اور حضرت مسروق) یہ دونوں حضرات جلیل القدر تابعی ہیں، ان میں نماز مغرب اور افطار روزہ میں اختلاف ہوا، فیصلہ کے لیے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے کیونکہ آپ بڑی فقیہہ عالمہ تھیں۔ نماز سے مراد نماز مغرب ہے اور جلدی سے بہت ہی جلدی آفتاب کا کنارہ چھپتے ہی بالکل متصل اور دیر سے مراد چند منٹ کی احتیاط دیر لگانا ہے نہ کہ تارے گتہ جانے تک کی تاخیر لہذا ان میں سے کسی بزرگ پر اعتراض نہیں، ایک صاحب عزیمت پر عامل ہیں دوسرے رخصت پر۔

(مغرب و افطار میں جلدی کون کرتا ہے) سبحان اللہ! جناب ام المؤمنین کا کیا حکیمانہ سوال ہے، دیر لگانے والے کا نام نہ پوچھتا کہ ان پر الزام کا ذکر نہ ہو۔
حضرت ام المؤمنین نے جناب عبداللہ کے عمل کو سنت مستحبہ کے موافق بتایا اور قدرے تاخیر کو مستحب قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ جناب ام المؤمنین مزاج شناس رسول ہیں اور احوال دان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ غالب یہ ہے کہ یہ خبر حضرت ابو موسیٰ اشعری کو پہنچی ہوگی اور انہوں نے اپنے عمل میں تبدیلی کر لی ہوگی، صحابہ سے یہ توقع ہو سکتی ہی نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے واقف ہو کر اس کے خلاف کام کریں۔ (بزاۃ الناجح، ج ۳ ص ۲۲۲)

(1240) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ: اللَّهُ - عَزَّ وَجَلَّ -: أَحَبُّ عِبَادِي إِلَيَّ أَعْجَلُهُمْ فِطْرًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے میرے بندوں میں سے مجھے زیادہ پیارا ان میں سے جلدی افطار کرنے والا ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث

حسن ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی: باب ما جاء فی تعجیل الافطار: ج ۳ ص ۷۳ رقم: ۷۳۷۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: باب ما يستحب من تعجیل الفطر وتأخیر السحور: ج ۳ ص ۲۳۴ رقم: ۷۳۷۸، صحیح ابن حبان: باب الافطار وتعجیلہ: ج ۸ ص ۲۰۵ رقم: ۲۵۰۰، مسند امام احمد بن حنبل: مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ: ج ۲ ص ۲۲۴ رقم: ۲۲۴، مسند البزار: مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ: ج ۲ ص ۲۲۴ رقم: ۲۲۴، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ: ج ۲ ص ۲۲۴ رقم: ۲۲۴)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی یہود و نصاریٰ یا روافض سے بہتر مسلمان اہل سنت ہیں کہ وہ لوگ روزہ دیر سے کھولتے ہیں اور سنی مسلمان جلد افطار لیتے ہیں سورج ڈوب چکنے کے بعد دیر نہیں لگاتے کیونکہ جلدی افطار سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت صی بہ بلکہ سنت انبیاء علیہم السلام ہے اور جلدی افطار میں رب تعالیٰ کی رحمت کی طرف جلدی کرنا ہے اپنی حاجت مندی کا اظہار ہے۔ (ترمذی) (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۱۵)

(1241) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَاهُنَا، وَأَذْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَاهُنَا، وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب رات یہاں تک آجائے اور دن یہاں تک چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار روزہ افطار کر دے۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب معی یحل فطر الصائم و افطر: ج ۳ ص ۳۶ رقم: ۱۹۵۲، صحیح مسلم: باب بیان وقت انقضاء الصوم وخروج النهار: ج ۳ ص ۱۲۲ رقم: ۲۶۱۲، السنن الصغریٰ للبیہقی: باب وقت الصوم: ج ۱ ص ۲۰۸ رقم: ۱۳۵۰، مسند البزار: مسند عمر بن الخطاب: ج ۲ ص ۶۴ رقم: ۲۶۰، مسند الحمیدی: مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: ج ۱ ص ۱۲ رقم: ۲۰)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

پہلے ادھر سے سمت مغرب مراد ہے اور دوسرے ادھر سے سمت مشرق مراد، چونکہ مغرب کی طرف سیاہی پہلے نمودار ہوتی ہے اور سورج کا آخری کنارہ پیچھے ڈوبتا ہے اس لیے اس سید الفصحاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رات کے آنے کا ذکر پہلے فرمایا، دن کے جانے سے مراد سورج کا آخری کنارہ ڈوب جانا ہے نہ کہ سرخی غائب ہو جانا کیونکہ سرخی غائب ہونے پر تو صائنین کے ہاں وقت عشاء آ جاتا ہے اسی لیے اگلا جملہ ارشاد ہو رہا ہے۔

(روزہ دار روزہ افطار کر دے) اس جملہ نے دن جانے کی شرح فرمادی یعنی سورج چھپتے ہی روزہ افطار و اب غفر کشتی کے بہانے یا وہمیات کی اتباع نہ کرو، اب خواہ مخواہ دن ہونے کا شبہ کرنا شک نہیں بلکہ وہم ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۳ ص ۲۱۵)

(1242) وَعَنْ أَبِي إِبْرَاهِيمَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي
أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَرَبَتِ
الشَّمْسُ، قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ: يَا فُلَانُ الْزُلْ
فَاجْدُخْ لَنَا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَوْ أَمْسَيْتَ؟
قَالَ: الْزُلْ فَاجْدُخْ لَنَا قَالَ: إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا.
قَالَ: الْزُلْ فَاجْدُخْ لَنَا قَالَ: فَتَزَلْ فَجَدُخْ لَهُمْ
فَغَرِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ
قَالَ: إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا، فَقَدْ
أَفْطَرَ الصَّائِمُ وَأَشَارَ بِيَدِهِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ. مُتَّفَقٌ
عَلَيْهِ. قَوْلُهُ: اجْدُخْ بِحِمِيمٍ ثُمَّ ذَالٍ ثُمَّ حَاءٍ
مُهْمَلَتَيْنِ، أَيْ: أَخْلِطِ السَّوِيَّ بِالنَّاءِ.

حضرت ابو ابراہیم عبد اللہ ابی اوفیؓ سے روایت
ہے کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ سفر کرتے رہے حالانکہ
آپ روزہ دار تھے۔ تو جب سورج غروب ہو گیا۔ آپ
نے لوگوں میں سے کسی سے فرمایا: اے فلاں اتر اور
ہمارے لیے ستوتیار کر۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ!
شام کریں تو بہتر ہے۔ فرمایا کہ اتر ہمارے لیے ستوتیار
کر عرض کی ابھی ہم پردن موجود ہے فرمایا اتر اور ستو
ہمارے لیے تیار کر اور راوی کہتے ہیں کہ وہ اتر اور اس
نے ان کے لیے ستوتیار کیے تو رسول اللہؐ نے نوش
فرمایا پھر فرمایا جب تم دیکھو کہ رات اس جگہ سے آگے ہو
گئی ہے تو روزہ دار کا روزہ انظار ہو گیا اور آپ نے
شرق کی طرف اشارہ کیا۔ (متفق علیہ) اجدح: جیم کے
ساتھ پھر دال پھر حاء مہملہ کے ساتھ اس کا معنی ہے: ستو
تیار کر پانی کے ساتھ۔

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب یفطر بما تيسر من الماء او غيره ج ص ۳۰ رقم: ۱۵۱۱ صحیح مسلم باب بیان
وقت انقضاء الصوم وخروج النهار ج ص ۱۴۰ رقم: ۲۱۱۲ السنن الکبریٰ للبیہقی باب الوقت الذی یحل فیہ فطر الصائم
ج ص ۲۱۱ رقم: ۴۴۵ سنن ابوداؤد باب وقت فطر الصائم ج ص ۲۴۴ رقم: ۲۴۴۴ صحیح ابن حبان باب الافطار وتعجيله
ج ص ۲۴۸ رقم: ۳۴۱۱)

شرح حدیث: ستو سے افطاری

حضرت سیدنا صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سیدنا خلید بن حنن علیہما رحمۃ المنان سے روایت کرتے ہیں: حضرت
سیدنا حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی سخت گرمیوں میں بھی نفلی روزے رکھتے۔ ایک دن ہم افطاری کے وقت کھانا لے کر ان
کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہمارے کھانے سے روزہ افطار کرنا چاہا تو کسی نے قرآن کریم
کی یہ آیت تلاوت کی:

إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا ۖ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ۝

ترجمہ کنز الایمان: بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور درد

یہ آیت سنتے ہی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا ہاتھ کھانے سے روک لیا اور ایک لقمہ بھی نہ کھایا اور فرمایا: یہ کھانا یہاں سے ہنالو۔ دوسرے دن پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روزہ رکھا۔ افطار کے وقت جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے کھانا رکھا گیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پھر وہی آیت یاد آگئی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک لقمہ بھی نہ کھایا اور فرمایا: یہ کھانا مجھ سے دور لے جاؤ۔ اسی طرح تیسرے دن بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بغیر کچھ کھائے اسی طرح روزہ رکھ لیا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے نے جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ حالت دیکھی کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بغیر کھائے پئے تین دن گزار دیئے ہیں تو وہ بہت پریشان ہوئے اور زمانے کے مشہور ولی حضرت سیدنا ثابت بنائی، حضرت سیدنا یحییٰ اور دیگر اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: حضور! آپ جلد از جلد میرے والد کی مدد کو پہنچئے، انہوں نے مسلسل تین دن صرف چند گھونٹ پانی پی کر روزہ رکھا ہے اور تین دن سے کھانے کا ایک لقمہ تک نہیں کھایا۔ ہم جب بھی ان کے سامنے سحری یا افطاری کے لئے کھانا پیش کرتے ہیں تو انہیں قرآن پاک کی یہ آیت یاد آ جاتی ہے:

إِن لَّدَيْنَا أَنْكَالٌ وَجَحِيْمٌ ۝ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ۝

ترجمہ کنز الایمان: بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور درد ناک عذاب۔ (پ 29، الزل: 12-13)

اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کھانا کھانے سے انکار فرما دیتے ہیں، خدا را! جلدی چلئے اور یہ معاملہ حل فرمائیے۔ یہ سن کر تمام حضرات حضرت سیدنا حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی کے پاس آئے، جب افطاری کا وقت ہو تو پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مذکورہ آیت یاد آگئی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا لیکن جب حضرت سیدنا ثابت بنائی، حضرت سیدنا یحییٰ اور دیگر بزرگان دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے پیہم اصرار کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بمشکل سٹو ملا پانی پینے پر راضی ہوئے اور ان لوگوں کے اصرار پر تیسرے دن سٹو ملا ہوا شربت پیا۔

(عُيُونُ بُحَايَاتِ ص ۳۷۰)

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سے کوئی افطاری کرے تو اسے چاہیے کہ کھجور سے افطار کرے اگر نہ پائے تو پانی سے افطار کرے یہ یقیناً پاک کرنے والا

(1243) وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الصَّبِيِّ

الصَّبْحَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ، فَلْيُفِطِرْ عَلَى تَمْرٍ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ، فَلْيُفِطِرْ عَلَى مَاءٍ، فَإِنَّهُ طَهُورٌ رَوَاهُ أَبُو

حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ترمذی باب ما جاء ما يستحب عليه الافطار ج ۲ ص ۴۹ رقم: ۲۸۸۰ جامع الاصول لابن الاثیر النوع الثالث فيما يفطر عليه ج ۱ ص ۳۴۴ رقم: ۳۵۵۸) باب ما يفطر عليه ج ۲ ص ۲۲۸ رقم: ۸۳۸۸ جامع الاصول لابن الاثیر النوع الثالث فيما يفطر عليه ج ۱ ص ۳۴۴ رقم: ۳۵۵۸) شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس سے دو مسئلے ہوئے: ایک یہ کہ روزہ دار افطار پہلے کرے نماز مغرب کے بعد افطار کرنا سنت کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ چند کھجوریں افطار کے وقت کھانا مسنون ہے تین یا پانچ، بعض روایات میں تین خرے کا ذکر ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنہما کبھی بعد نماز مغرب افطار کرتے تھے یا تو بین جواز کے لیے تاکہ لوگ نماز سے پہلے افطار کو فرض نہ سمجھ لیں یا اس لیے کہ اتفاقاً اس وقت افطار کرنے کے لیے کچھ موجود نہ ہوتا۔ بہر حال نماز سے پہلے افطار سنت ہے اور نماز کے بعد افطار جائز مگر خلاف سنت، ہاں اگر کچھ موجود نہ ہو تو بعد نماز افطار کر لے یا حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں افطار سے مراد کھانا تناول کرنا ہے یعنی افطار تو نماز سے پہلے کر لیتے تھے اور کھانا بعد نماز کھاتے تھے، بہر حال حدیث واجب التاویل ہے۔

(خشک کھجوروں کے ساتھ افطاری کرتے) اس ترتیب سے پتہ لگا کہ تر کھجور پر روزہ افطارنا بہت اچھا ہے، پھر اگر یہ نہ ملیں تو خشک چھواروں پر افطار کرنا، ہمارے رمضان شریف میں کثرت سے بازار میں کھجوریں آ جاتی ہیں اور عام طور پر لوگ خریدتے ہیں، مسجدوں میں بھیجتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

(توپانی کے کچھ گھونٹ پی لیتے) غرض کہ روٹی چاول یا کسی پر تکلف چیز پر روزہ افطار نہ فرماتے تھے، پنجاب میں بعض روزہ داروں کو دیکھا گیا کہ سگریٹ سے روزہ افطار کرتے ہیں، نعوذ باللہ روزہ دار کے منہ میں پہلے پاکیزہ چیز جانی چاہیے سگریٹ گندی بد بودار چیز بھی ہے اور اس سے روزہ افطارنا مفسد صحت بھی ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ آگ سے پکی چیز سے روزہ نہ افطارے بلکہ گرمی میں پانی سے سردی میں کھجور سے افطارے، جب آگ کی پکی چیز سے روزہ نہ افطارنا چاہیے تو خود آگ سے روزہ افطارنا کتنا برا ہوگا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ مکہ والے ہمیشہ آب زمزم سے روزہ افطاریں یہ غلط ہے سنت کے خلاف ہے، سنت ہے کھجور یا چھوارے سے افطارنا اگر یہ نہ لیں تو پانی سے افطارنا۔

(مراۃ المناجیح ج ۳ ص ۲۱)

خلاف شرع امور اور گالی گلوچ سے

روزہ دار کو اپنی زبان اور اعضا کو

بچانے کا حکم

80- بَابُ أَمْرِ الصَّائِمِ بِحِفْظِ لِسَانِهِ

وَجَوَارِحِهِ عَنِ الْمُخَالَفَاتِ

وَالْمُشَاتِمَةِ وَتَمْحُوهَا

(1245) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمٍ أَحَدِكُمْ، فَلَا يَزُفُ وَلَا يَصْغَبُ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ، فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہو تو وہ بے حیائی کی بات نہ کرے اور نہ شور کرے۔ اگر اس کو کوئی گالی دے یا اس سے لڑائی کرے تو وہ کہہ دے میں روزہ دار ہوں۔ (متفق علیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب هل يقوم الى صائمه اذا شتم: ج ۲ ص ۲۶، رقم: ۱۸۰۴، صحیح مسلم: باب فضل الصيام: ج ۲ ص ۱۵۴، رقم: ۱۶۶۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الصائم ينزه صيامه عن اللغو والمشاغمة: ج ۲ ص ۲۶۰، رقم: ۵۵۱۱، مسند امام احمد بن حنبل: مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ: ج ۲ ص ۲۴۲، رقم: ۴۶۶۹، مصنف ابن ابی شیبہ: باب ما يؤمر به الصائم من قلة الكلام وتوقي الكذب: ج ۲ ص ۲۶۱، رقم: ۸۸۶۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: (اور نہ شور کرے) شور سے مراد جنگ و جدال کا شور ہے۔ شریعت میں روزہ پیٹ اور دماغ کا ہوتا ہے مگر طریقت میں سارے اعضاء کا کہ انہیں گناہوں سے بچایا جائے اس جملہ میں اسی روزہ کی تعلیم ہے۔ (میں روزہ دار ہوں) لہذا میں تجھ سے لڑنے کو تیار نہیں اس پر ان شاء اللہ وہ خود ہی شرمندہ ہو جائے گا یا یہ مطلب ہے کہ میں روزہ دار ہوں اللہ کی ضمان میں ہوں مجھ سے لڑنا تو یارب کا مقابلہ کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنی چھپتی عبادت کا اظہار جائز ہے بشرطیکہ فخر و ریا کے لیے نہ ہو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳ ص ۱۸۵)

(1246) وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَمَّ يَدَّ عَقُولِ الزُّورِ وَالْعَمَلِ بِهِ، فَلَيْسَ يَلَهُ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَّ عَطَامَهُ وَشَرَابَهُ رَوَاؤُا الْبُخَارِيِّ.

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جھوٹی بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ کریم کو اس کا کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (بخاری)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری: باب من لم يدع قول الزور والعمل به في الصوم: ج ۲ ص ۲۶، رقم: ۱۸۰۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الصائم ينزه صيامه عن اللغو والمشاغمة: ج ۲ ص ۲۶۰، رقم: ۵۵۰۰، سنن ابوداؤد: باب الغيبة للصائم: ج ۲ ص ۲۴۹، رقم: ۲۲۱۳، سنن ترمذی: باب ما جاء في التشديد في الغيبة للصائم: ج ۲ ص ۸۴، رقم: ۴۰۰۴، سنن ابن ماجہ: باب ما جاء في الغيبة والرفث للصائم: ج ۲ ص ۵۲۹، رقم: ۱۶۸۹)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ ان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یہاں جھوٹی بات سے مراد ہر ناجائز گفتگو ہے، جھوٹ، بہتان، غیبت، چغلی، تہمت، گالی، لعن طعن وغیرہ جن سے بچنا فرض ہے اور برے کام سے مراد ہر ناجائز کام ہے آنکھ کان کا ہو یا ہاتھ پاؤں وغیرہ کا، چونکہ زبان کے گناہ دیگر اعضاء کے

مذہب ہے۔ فلیتم امر ہے معلوم ہوتا ہے کہ ننگی روزہ شروع کر دینے سے فرض ہو جاتا ہے اس کا پورا کرنا فرض ہے۔

(اللہ تعالیٰ نے ہی کھلایا اور پلایا ہے) یعنی یہ بھول رب تعالیٰ کی رحمت ہے، اس نے چاہا کہ میرا بند کھاپی بھی ہے۔ اس کا روزہ بھی ہو جائے۔ خیال رہے کہ ہماری بھول چوک غفلت و کمزوری کی بنا پر ہوتی ہے مگر اس پر دعویٰ دینے رب تعالیٰ کی طرف سے ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بھول تو شیطان اثر سے ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَمَا أَسْئِرُ بِهِ الشَّيْطَانُ** پھر اسے رب کی طرف منسوب کیوں فرمایا۔ (برائۃ النبی، ج ۳ ص ۲۲۹)

(1248) **وَعَنْ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَخْبِرْنِي عَنِ الْوُضُوءِ، قَالَ: أَسْبِغِ الْوُضُوءَ، وَخَلِّلْ بَيْنَ الْأَصَابِعِ، وَتَالِغٌ فِي الْأَسْتِنْشَاقِ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.**

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ مجھے وضو کے بارے میں بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: وضو کھل کر انگلیوں کے درمیان خدوں کر دو اور ناک میں پانی کھینچنے میں مہذبہ کر دو لیکن اگر تم روزے سے ہو تو ایسا نہ کرو۔ ابو داؤد اور اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تخریج حدیث: (سنن ابو داؤد: باب فی الاستنثار ج ۱ ص ۱۰۲ رقم: ۱۰۵۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: باب الاستنساخ فی الاستنشاخ ج ۱ ص ۱۰۲ رقم: ۲۲۱، المستدرک للحاکم: کتاب الطہارۃ ج ۱ ص ۲۰۰ رقم: ۲۲۱، معجم ابن حبان: باب فرض الوضوء ج ۱ ص ۱۰۲ رقم: ۱۰۵۵)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان عید رحمۃ اللہ علیہ ان حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

آپ کا نام لقیط ابن عامر ابن صبرہ ہے، کنیت ابو رزین عقیلی ہیں، مشہور صحابی ہیں، طائف وادوں میں آپ کا شمار ہے۔ (لیکن اگر تم روزے سے ہو تو ایسا نہ کرو) یعنی اعضاء پورے وضو اور تین تین بار وضو ہاتھوں، اور پاؤں کی انگلیوں میں خلل کرو، اگر پاؤں کی انگلیاں چبٹی ہوئی ہوں کہ بغیر خلل ان میں پانی نہ پہنچے تو خلل ضروری ہے، ورنہ سنت۔ حق یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں میں بھی خلل کرنا چاہیے، اس خلل میں چھنگی شرط نہیں جیسے کبھی ہو جائے کافی ہے۔ تاکہ اس پانی بانسے تک پہنچنا ضروری ہے حتیٰ کہ غسل میں فرض ہے اور اتنا چڑھانا کہ حلق میں اتر جائے بہتر ہے مگر روزے کی حالت میں صرف بانسے تک پہنچائے، اگر حلق میں چلا گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ (مشکوٰۃ، ج ۱ ص ۲۸۰)

(1249) **وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِّنْ أَهْلِهِ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُومُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.**

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو فجر کا وقت ہو جاتا تھا۔ آپ بیوی کی وجہ سے نہایت جنبت میں ہوتے پھر غسل کرتے اور روزہ رکھتے۔ (مشکوٰۃ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب الصائم یصبح جنباً ج ۲ ص ۲۹ رقم: ۱۱۱۵ صحیح مسلم باب صفة صوم من طبع عیہ الفجر وهو جنب ج ۲ ص ۱۲ رقم: ۲۶۳۶ سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی الرجل یصبح جنباً وهو یرید الصیام ج ۲ ص ۵۰ رقم: ۱۰۰۰ سنن ترمذی باب ما جاء فی الجنب یدرکہ الفجر وهو یرید الصوم ج ۲ ص ۱۳ رقم: ۵۰۱ مسند امام احمد بن حنبل حدیث أم سلمة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲ ص ۲۰۸ رقم: ۲۶۶۶)

شرح حدیث: حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس طرح کہ نماز تہجد کے بعد اپنی ازواج مطہرات سے مقاربت فرماتے اور نوزا غسل نہ فرماتے تھے بلکہ نماز فجر کے وقت پو پھٹنے کے بعد کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی جس کی بہت پابندی فرماتے تھے خصوصاً رمضان شریف میں۔

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام کو خواب سے احتلام نہیں ہو سکتا کیونکہ احتلام شیطان کا اثر ہے کہ ابلیس عورت کی شکل میں خواب میں آتا ہے اور یہ حضرات اس کے اثر سے محفوظ ہیں بلکہ جو یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے والی ہوتی ہیں انہیں بھی کبھی خواب سے احتلام نہیں ہوتا جیسا کہ ہم باب الغسل میں عرض کر چکے ہیں، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ بغیر خواب نیند میں انہیں انزال ہو سکتا ہے یا نہیں یعنی زیادتی منی کے باعث۔ حق یہ ہے کہ وہ حضرات اس سے بھی محفوظ ہیں یہاں حضرت ام المؤمنین کا من غیر علم فرمانا یہ بتانے کے لیے ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنابت مقاربت سے ہوتی تھی یہ منشاء نہیں کہ وہاں احتلام کا امکان ہے۔ حضرت ام المؤمنین کا مقصد یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم محالطت سے ہی جنبی ہوتے تھے نہ کہ احتلام سے کہ وہاں احتلام کا تو امکان ہی نہیں۔ (مرقاۃ دا شد)

(اور روزہ رکھ لیتے) اس سے معلوم ہوا کہ روزے کے بعض حصہ میں جنبی رہنا روزہ کو فاسد نہیں کرتا خواہ روزہ فرض ہو یا نفل، یہ قول صحیح ہے۔ حضرت ابو ہریرہ پہلے فرمایا کرتے تھے کہ جو جنابت میں سویرا پالے اس کا روزہ نہیں مگر یہ حدیث سن کر رجوع فرما گئے اور بولے کہ حضرت عائشہ دام سلمہ رضی اللہ عنہا مجھ سے زیادہ جانتی ہیں اس حدیث کی تائید اس آیت سے بھی ہے قَالَتْنِ بَشِيرًا دُفِنَ نِزَاسِ آیت سے بھی اِحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةُ الصِّيَامِ الزَّوْفُ اِلَى نِسَائِكُمْ کیونکہ جب رمضان میں رات بھر صحبت کرنے کی اجازت دی گئی تو پو پھٹنے تک صحبت جائز ہوئی اب لامحالہ غسل پو پھٹنے پر ہی ہوگا، نیز اگر روزہ دارو دن میں احتلام ہو جائے تو روزہ میں کوئی نقصان نہیں، بعض علماء نے فرض و نفل میں فرق کیا ہے مگر حق یہ ہے کہ کوئی فرق نہیں۔ (بزاۃ السنہ ج ۳ ص ۲۲۷)

(1250) وَعَنْ عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَتَا: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنْبًا مِّنْ غَيْرِ حُلْمٍ، ثُمَّ يَصُومُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے دونوں فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ احتلام کے بغیر حالت جنابت میں صبح کرتے پھر روزہ رکھ لیتے۔ (مشق صیہ)

تخریج حدیث: (صحیح بخاری باب اغتسال الصائم ج ۳ ص ۲۰ رقم: ۱۲۰ صحیح مسلم باب صفة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب ج ۳ ص ۱۲ رقم: ۲۴۵ سنن ابو داؤد باب فیمن اصبغ جنباً فی شهر رمضان ج ۱ ص ۲۸ رقم: ۲۴۰ السنن الکبریٰ للبیہقی باب من اصبغ جنباً فی شهر رمضان ج ۳ ص ۲۱۲ رقم: ۸۲۵۲ سند امام احمد بن حنبل حدیث أم سلمة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۳ ص ۲۰۸ رقم: ۲۱۶۴۲)

شرح حدیث: امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن حالت جنابت میں روزے سے متعلق فتاویٰ رضویہ میں ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے رمضان شریف کا روزہ جنابت کی حالت میں رکھا اور تصد اُدن بھر افطار کے وقت تک غسل نہیں کیا تو کیا یہ روزہ اُس کا بغیر کسی نقص کے درست ہوگا یا نہیں؟ اور روزے کے لیے طہارت شرط ہے یا نہیں؟ اور کیا کوئی ایسی عبادت بدنی بھی ہے جو بے طہارت صحیح ہو؟

الجواب: وہ شخص نمازیں عمداً کھونے کے سبب سخت کبائر کا مرتکب اور عذاب جہنم کا مستوجب ہوا مگر اس سے روزے میں کوئی نقص و خلل نہ آیا طہارت باجماع ائمہ اربعہ شرط صوم نہیں۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

احل لکم لیلة الصیام الرفث الی نسائکم۔ (القرآن ۲/۱۸۷)

روزے کی راتوں میں تمہارے لئے بیویوں سے جماع حلال کیا گیا ہے۔ (ت)

آیہ کریمہ نے ہر جزو شب میں جماع و تکبیس باجماع حلال فرمایا اور محض تحلیل ہی نہیں بلکہ بصفہ امر ارشادی ارشاد ہوا۔ فالان باشر وہن وابتغوا ما کتب اللہ لکم (القرآن ۲/۱۸۷)

اور اب ان سے مباشرت کرو اور تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ رکھا ہے (ت)

اور ظاہر ہے کہ جزو اخیر شب کو بھی لیلة الصیام شامل، اور وہ بھی اس احل لکم اور باشر وہن کے امر میں داخل، اور اسے بحالت جنابت صبح کرنا اور تاتمامی غسل، روزے میں جب رہنا بدایہ لازم، تو قرآن عظیم اس کی حلت و دخول زیر امر ارشادی پر حاکم۔ اگر اس سے روزے میں کوئی نقص و خلل آتا ضرورتاً جسے استثناء فرمادیتا، پھر صاحب شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عملاً اُس کا بے نقص و بے خلل ہونا فرمادیا۔ صحیحین میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ و ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یدرکہ الفجر وهو جنب من اہلہ ثم یغتسل ویصوم۔ (بخاری باب الصائم یصح جنابہ فی کتب خانہ کراچی ۲۵۸/۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات سے قربت فرماتے اور صبح ہو جاتی جب تک نہ نہاتے اس کے بعد غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔

صحیح مسلم و مؤطا مالک و سنن ابی داؤد و نسائی میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

انہ جلا قال لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو واقف علی الباب وانا اسمع یا رسول

اللہ ان اصبح جنباً وانا اريد الصيام فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانا اصبح جنباً وانا اريد الصيام فاغتسل واصوم فقال الرجل يا رسول اللہ انک لست مثلنا قد ظفر اللہ لک ما تقدم وماتاً اخر فغضب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقال انی ارجو ان اکون الحشیکم للہ اعلمکم بها اتقوا۔ (سنن ابی داؤد کتاب الصائم آداب عالم پریس لاہور ۱/۳۲۵)

یعنی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دروازہ اقدس کے پاس کھڑے تھے ایک شخص نے حضور سے عرض کی اور میں سن رہی تھی کہ یا رسول اللہ! میں صبح کو جب اٹھتا ہوں اور نیت روزے کی ہوتی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں خود ایسا کرتا ہوں اُس نے عرض کی حضور کی ہماری کیا برابری، حضور کو تو اللہ عزوجل نے ہمیشہ کے لیے پوری معافی عطا فرمادی ہے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے اور فرمایا: بیشک میں امید رکھتا ہوں کہ مجھے تم سب سے زیادہ اللہ عزوجل کا خوف ہے اور میں تم سب سے زیادہ جانتا ہوں جن جن باتوں سے مجھے بچنا چاہئے۔

اس حدیث صحیح نے خوب واضح فرمادیا کہ اس سے روزہ میں کوئی نقص نہیں آتا ورنہ وہ صاحب سائل تھے محل بیان میں سکوت نہ فرمایا جاتا، سکوت کیسا اخیر کے ارشاد نے اور بھی روشن فرمادیا کہ اس میں کوئی بات خوف کی نہیں، نہ یہ اس میں داخل جس سے بچنا چاہئے۔ اور پُر ظاہر کہ روزہ غیر متجزی ہے جو چیز اس میں نقص پیدا کرے گی اگر سارے روزے میں ہوئی تو موجب نقص ہوگی اور اس کے اول یا آخر کسی لطیف حصہ میں ہوئی تو ضرر دے گی، ولہذا ہمارے علمائے کرام نے انہیں آیات و احادیث سے ثابت فرمایا کہ اگر تمام دن جنب رہا جب بھی روزہ کو کچھ مضرت نہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے: او اصبح جنباً ولو استمر علی حالته یوما او ایاماً لقوله تعالیٰ فالئن باشر وھن لا یتلزام جواز المباشرة الی قبیل الفجر وقوم الغسل بعد ضرورة وقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانا اصبح جنباً وانا اريد الصيام واغتسل واصوم۔

(مراقی الفلاح علی حاشیہ المطاوی باب فی بیان مالا یفسد الصوم نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۳۶۲)

یا کسی نے حالت جنب میں صبح کی اگر چہ وہ اسی حالت میں ایک دن یا کئی دن رہا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی اب تم مباشرت کر سکتے ہو۔ اس بات کا متقضی ہے کہ فجر سے تھوڑا سا پہلے تک مباشرت جائز ہو اور اس کے بعد غسل لازم ہو، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی میں نے حالت جنب میں صبح کی ہے اور میں روزے کا ارادہ رکھتا ہوں میں غسل کروں گا اور روزہ رکھوں گا۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے: لو اصبح جنباً لا یضرہ کذا فی المحيط۔

(البحر الرائق، باب فی بیان مالا یفسد الصوم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۷۳)

اگر کسی نے حالتِ جنب میں صبح کی تو نقصان وہ نہیں، محیط میں اسی طرح ہے۔ (ت)
عالمگیر یہ میں ہے:

ومن اصبح جنباً واحتلم لي النهار لم يضرك كذال محيط السر محس۔

(الفتاویٰ البندیۃ الہاب الثامن، مطبوعہ انصاریہ، کتب خانہ پشاور، ۲۰۰۱ء)

جس نے بوجہ جنابت صبح کی یاد کو احتکام ہو گیا تو یہ اسے نقصان وہ نہیں۔ محیط سرخسی میں اسی طرح ہے (ت)
ہاں بوجہ ارتکاب کبیرہ اس کی نورانیت بالصوم میں فرق آئے گا، نہ اس لیے کہ جب تھا کہ جنابت سے نورانیت میں تفاوت آتا تو بحال، بہت صبح کرنے سے بھی آتا بلکہ اس لیے کہ نماز فوت کی، یہاں تک کہ اگر نہ رہا، جنابت ہو سکتی تو دن بھر بلکہ مہینہ بھر جنب رہنے سے بھی حصول نورانیت بصوم میں فرق نہ ہوتا، یہ فرق بوجہ فوت نماز ایسا ہوگا جیسے روزہ میں کسی کو ظلم مارنے سے کوئی نہ کہے گا کہ نفس صوم میں کوئی نقص آگیا، گناہ کے سبب روزہ میں خلل آنا ظاہر یہ کا مذہب فاسد ہے، اس کی نظیر ایسی ہے۔ اُن ریشمیں کپڑے پہن کر قرآن عظیم کی تلاوت کرے اس سے نہ تلاوت میں کوئی نقص ہو نہ اُس کے ثواب میں کمی، ہاں ختم گناہ ملنے کے باعث اُس کے لیے نورانیت خالصہ نہ رہی۔ یہ ان میں داخل ہوا جن کو فرماتا ہے:

واخرون اعترفوا بانهم خلطوا عملاً صالحاً و آخر سيئاً۔ (القرآن ۹/۱۰۲)

اور یہ اور ہیں جو اپنے گناہوں کے قمر ہوئے اور ملایا ایک کام اچھا اور دوسرا بُرا۔ (ت)
در مختار میں ہے:

قرأ القرآن ولم يعمل بسوجبة يشاب على قرأته كمن يصلي ويعصى۔

(الدر المختار، کتاب الحظر والاباحہ، مجتہدانی دہلی، ۲/۲۳۸)

کسی نے قرآن حکیم پڑھا لیکن اس کے احکام پر عمل نہ کیا تو تلاوت پر ثواب ملے گا، جیسا کہ کوئی نماز پڑھے اور گناہ کرے (ت)

طحاوی ورد المختار میں ہے:

يشاب على قرأته وان كان يأتى بترك العمل فالشواب من جهة والاثم من اخرى۔

(رد المختار، کتاب الحظر والاباحہ، مصطفیٰ البانی مصر، ۲۸۱)

قرأت قرآن پر ثواب ملے گا اگرچہ ترک عمل کی وجہ سے گناہ گار ہوگا، تو ثواب ایک جہت سے اور گناہ دوسری جہت سے ہے۔ (ت)

بہت عبادات بدنیہ ہیں جن میں طہارت شرط نہیں، جیسے یاد پر تلاوت اور مسجد میں اعتکاف کہ ان دونوں میں وضو ضرور

نہیں اور قرآن عظیم کو بے ٹھوئے دیکھنا، کعبہ معظمہ پر بیرون مسجد سے نظر کرنا، عالم و بنگا و تعظیم دیکھنا، ماں باپ کو نظر محبت دیکھنا، عالم سے مصافحہ کرنا، یہ سب عباداتِ بدنہ ہیں اور سب بحال جنابت بھی روا ہیں۔ حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خمس من العبادۃ قلۃ الطعم والقعود فی الساجد والنظر الی الکعبۃ والنظر الی المصحف والنظر الی وجہ العالم۔ رواہ ابی مسند الفردوس عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۹۶۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۵/۲)

پانچ چیزیں عبادت سے ہیں کم کھانا اور مسجد میں بیٹھنا اور کعبہ کو دیکھنا اور مصحف کو دیکھنا اور عالم کا چہرہ دیکھنا۔ (اسے مسند فردوس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ ت) دارقطنی وغیرہ کی روایت یوں ہے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

خمس من العبادۃ النظر الی المصحف والنظر الی الکعبۃ والنظر الی الوالدین والنظر فی زمزم وہی تحط الخطایا والنظر فی وجہ العالم۔ (کنز العمال بحوالہ دارقطنی حدیث ۱۳۳۹۳ التراث الاسلامی مصر ۵/۸۸۰) پانچ چیزیں عبادت سے ہیں مصحف کو دیکھنا اور ماں باپ کو دیکھنا اور زمزم کے اندر نظر کرنا اور اس سے گناہ اُترتے ہیں اور عالم کا چہرہ دیکھنا۔

صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

لقد نبی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانا جنب فاخذ بیدی فبشیت معہ حتی قعد فانسلت فاتیبت الرجل فاغتسلت ثم جئت وهو قاعد فقال ابن کنت یا ابا ہریرۃ فقلت له فقال سبحان اللہ یا ہریرۃ ان المؤمن لا یتنجس۔

(اصح البخاری کتاب الغسل باب الجنب یخرج ویشی فی السوق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۲)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اچانک ملاقات ہوگئی حالانکہ میں حالتِ جنابت میں تھا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا میں آپ کے ساتھ چلتا رہا حتیٰ کہ آپ تشریف فرما ہوئے تو میں چپکے سے نکل گیا رہائش گاہ میں جا کر غسل کیا پھر واپس آیا تو آپ تشریف فرما تھے، فرمایا: اے ابو ہریرہ! کہاں چلے گئے تھے؟ میں نے ساری بات عرض کی تو آپ نے فرمایا: سبحان اللہ، ابو ہریرہ! مومن ناپاک نہیں ہوتا۔ (ت)

اور افضل و اعلیٰ تمام عباداتِ بدنہ جن کے لیے طہارتِ صغریٰ، نہ کبریٰ، کچھ شرط نہیں، ذکر الہی ہے اور دعا و ذکر کا

عبادت ہونا بدیہی ہے بلکہ ذکر ہی اصل جملہ عبادات ہے قال تعالیٰ اقم الصلوۃ لذکرہ (القرآن ۲۰/۱۳)

(میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔ ت)

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث ہے: الدعاء مع العبادۃ - رواہ الترمذی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (جامع الترمذی ابواب الدعوات، ما جاء فی فضل الدعاء، امین کہنی، دہلی ۲/ ۱۷۳)

دعا مع عبادت ہے (اسے ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) اور ان کے لیے طہارت شرط نہ ہونا ظاہر، ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینذکر اللہ علی کل احوالہ۔ رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ ایچ ایم سعید کہنی کراچی ص ۲۶)
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جمیع اوقات میں ذکر الہی فرماتے تھے (اسے مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ت)

جنب کو بہ نیت دعا و ثنا الحمد و آیہ الکرسی پڑھنے کی اجازت ہے والسئلۃ مشہورۃ فی الکتب مزبورۃ (یہ مسئلہ نہایت مشہور ہے اور کتب میں مسطور ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰ ص ۵۵۳-۵۵۵)



علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

[https://archive.org/details/](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

[@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زوہیب حسن عطاری